

وَجَعَلْنَا مِنْكُمْ أُمَّةً يَسُودُونَ
وَجَعَلْنَا مِنْكُمْ آيَةً لِلْعَالَمِينَ
اور میں نے تم کو ہم سے ایک وفد بنا کر دیا، اس کا پھر اُپھرنا محال ہے،

تاکثر

فَنَنْشَأُ ذِكْرَهُ

(ہرگز نہیں یہ تو ایک عبرت ہو سو جو چاہے اس سے عبرت پکڑ لے)

بمعنی

قرآن حکیم کے صحیح مقاصد اور اس کے بجانب اللہ بنے ہوئے درس جلدوں میں ایک مکمل اور بڑی علمی تبصرہ جس میں مسلمانانِ عالم کو انکی اجتماعی موت حیات کے متعلق پیغامِ اخیر دیا گیا ہے

مجلد اول

مقدمہ کتاب، ماہیتِ ایمان و حکمتِ عبادات وغیرہ

مع فتاویٰ تاجیہ بیروتی و جریباچہ

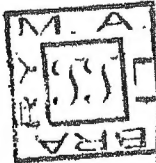
للفقہ الاسلامی

محمد عنایت اللہ خان

الشرقی

بابتہام شیخ عبدالغزیزا شریطی

مطبع و ر بازار امرتسر میں قتی قوت سے طبع ہوئی



ARABU SECTION

✓ C.P.
24204
8-23
10-12
29.

REACCESSIONED



وَقَدْ عَلِمْتُمْ أَنِّي هَٰذَا أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي
اور جس قوم کو ہم نے ایک دفعہ پاک کر دیا جس کا پھر اُپھر اُجالا حال ہے (سورۃ ابراہیم: ۱۰)

تذکرہ

کَلَامُ اللَّهِ

(ہرگز نہیں تو ایک جہت ہے سوج چاہے اس سے عبرت پڑے)

یعنی

قرآن حکیم کے صحیح مقاصد اور اس کے منجانب اللہ ہونے پر دلچسپی میں ایک مکمل اور مطبوعی تبصرہ

جس میں

مسلمانانِ عالم کو ان کی اجتماعی موت حیات کے متعلق آخری پیغام دیا گیا ہے

مجلد اول

مقدمہ کتاب، ماہیت ایمان و حکمت عبادات، مع افتتاحیہ و دیباچہ

للفقیر الی اللہ الرحمن

محمد عنایت اللہ خان الشرقی الہندی

۱۹۶۲ء مطابق ۱۳۸۲ھ

مطبع وکیل مرت سروس بابا تمام شیخ محمد عبدالعزیز ناظم طبع ہو کر

إِنَّمَا إِلَهُ الْإِنْسَانِ إِلَهٌ لَا تَدْرِي لَعَلَّ الْفَرِيقَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ يَدْعُونَ

ORBU SECTION

~~SECRET~~
59.

M.A. LIBRARY, A.M.U.



U590

فهرس

المقالات التي جاءت في الافتتاحية العربية من كتاب تذكرة المجلد الاول

صفحة	المقالات	صفحة	المقالات	صفحة	المقالات
١٣	في ما اختلق المسلمون المعاصرون من الكذب ان القرآن نهيهم عن هذه الدنيا -	٦	وليعبرهم على الهدى -	٣-١	في حمد الله عز وجل
١٢	في انه ما جاء النبي صلعم الا ليظهر الله على الذين كله -	٦	لكن الناس قد اختلفوا بينهم وجعلوا يتوكلون في حب انبياءهم ليعبدونهم من الله ليخرجوا كلهم	١	في ان الله عز وجل جعل الانسان السبع البصر الفرقان وفصله على سائر الحيوان وجعله خليفة الارض -
١٣	وانه من خسر ههنا وحبطت اعماله في هذه الدنيا فهو الذي يخرجه في الآخرة في انه ما كان المسلمين المعاصرين من نظم ونسق واخوة ووحدة الا والطاعة والمواخاة والمواشاة وما لهم من امير وامير وامارة	٨	فلذلك ظهر الفساد فيهم فكم يشركوا ففقدوا فوجب على الانسان ان يتبع القرآن الذي حفظه الله عن التحريف واللفظي -	١	وعلى هذا كتب عليه طاعة الايمان انما فالطاعة هي التي تصير على اعدائه وتختلف في الارض -
١٣	فلا يقبلون الا ان تملكوا على شئ لهذا يجهل الله اعمالهم -	٨-٩	لأن الله يشاء ان يكون الناس امة واحدة ويسئل عما يتفرق -	٢	فلا يحال الاحد ان يفر عن ربه عصيانا و طغيانا ومن فعل هذا فم الذين يهلكون في الدنيا في انه عز وجل اعطى الانسان الكتاب الذي جاء به الانبياء على كونه صاحب النعم البصر التي لا تعلم على قانوه تعالى -
١٣	وهم الذين يتخذون ادبا بالهجرة ون الله ليس كوا به اشد شريكا -	٩	الذين ردوا الارض بل تخلفوا با خراف الله ولم يتخذوا ما خلق الله في السموات والارض با واضحا بما خلق الله فيها بالحق ولم يشركوا في حكمهم احدا -	٢	في ان الكتاب هو الذي جهم فيه روح من امره تعالى في انه من اطاع ربه فخير بهم الله حيثما اراد في الحيوة الدنيا وبالجنة في الآخرة -
١٤-١٥	فالذين ايهلكم الله في الدنيا وما كنتم منهم -	٩	وهو والى الصراط المستقيم -	٣	الفرق بين الجنة والجنة -
١٨-٢١	حقيقة الشريك وفي الله ما الشريك الا الاستغراق في الحيوة الدنيا وعبادته الذات والاهواء	٩-١٣	في ما يفعل المخلفون من المسلمين في زماننا هذا -	٣-٢	في الصلوة على نبيينا صلعم في انه صلعم كان من اعظم الناس اكرامهم واكرمهم عند الله -
٢١-٢٢	وما الشريك من قول او كلمة -	١٠	في ما كان لهم من العلم والفضل الحكم النبوة في القرن الماضية -	٣-٣	في الصلوة على الانبياء الكرام وفيما جاءوا به من عند الله ليهيئ القوامهم في ان عليهم ونبأهم قد احاط بعلم حكماءنا الحاضرين -
٢٢	وما هو بعبادة الاصنام المحقق حجة وما التوحيد بان تقوله واحد بافواهكم -	١٠	والامتثال بامرهم -	٥-٢	في انهم جاءوا من عند الله بكتاب احيد لا يرسلت شئ -
٢٣-٢٤	حقيقة الكفر والفسق والفساد الظلم -	١٠	بل ما كان لهم من النعم والعمل عبادة في ما اخترع المسلمون المعاصرون من دين الاقوال والالفاظ فاعين التمتع بالعمل -	٥	وجاءوا بالبصيرة بين الناس ليعبدوا بينهم
٢٤-٢٥	في انه من اعرض عن الدنيا فم الذين	١١	في ان القول من دون العمل ليس شئ عند الله	٥	

المقالة	صفحة	المقالة	صفحة	المقالة	صفحة
يغلبون فيها -	٢٦	في ما عفى الله بلفظ علماء في القرآن وما يصنع المغربون العالمون من الأشياء الطبيعية -	٢٦-٢٧	ما هي برهبا نية -	٤٩-٤٧
حقيقة الاثقاء وفي الله من اتقى				في ان كل واحد من العشرة المبشرة	
فهم الذين يورثهم الله الارض -	٢٧-٢٨			من لوازم الايمان وشرايطه -	٩٠-٩١
ومن لم يرث الارض فهم الذين يهلكون فيها -	٢٨	في توصيف العلم وفوائده -	٢٨-٢٩	في الله تعالى لا يرحم ولا يغفر	
في الله لا يستطيع احد ان يبطل سنة الله -	٢٨	في الله عز وجل ينقل اسامة كتابه ووحيه من قوم الى قوم في اوقات شتى	٢٨-٢٩	الامن استمسك بالعقدة المبشرة	٩٧-٩٨
في ما اجر العاملين في الدنيا والاخرة من دون القائلين -	٢٨-٢٩	في حقيقة الاسلام وما الذي فطر الله الناس عليه -	٢٩-٣٠	في ان كل واحد من العشرة المبشرة	
في ان المغربين هم الذين يحسنون في زماننا هذا -	٣٠	في الله قد نبى الاسلام على عشرة اصول -	٣٠-٣١	يصدق من اتقاء الله	١٠٩-١١٠
مسئلة الجبر والقدر وفي الله عز وجل لا يجبرنا على شيء بل اطلقنا لنفعل ما نشاء -	٣١	فما اركان الاسلام المتعارفة الامم	٣١	في حقيقة الكفر وما ضل المفتون	
في الله ما بقي للمسلمين المعاصرين من محيص الا ان يغيروا ما بانفسهم بالسعي العجل -	٣١-٣٢	الائمة المحمدية وما هي باصل الدين فقط -	٣١-٣٢	في فتاوىهم -	١١٠-١١١
في ما يفعل المغربون في زماننا هذا واتباعهم احكام القرآن عملا ومعتدا -	٣٢-٣٣	في ما استنبط المغربون من اصول الدين من صحيفة الفطرة -	٣٢-٣٣	في الله ما الكفر الا في العمل ما هو باقوال او كلمات -	١١١-١١٢
في ما حرض الله الناس على مطالعة صحيفة الفطرة في القرآن -	٣٣-٣٤	في ما فصل الله من صلوة الزوات وتسيير الطيق وسجودهم -	٣٣-٣٤	في الصراط المستقيم حقيقته	١١٢-١١٣
وما استنبط المغربون منها فالحواها -	٣٤-٣٥	وما عني الله بالصلوة والصراط المستقيم -	٣٤-٣٥	في الله من استمسك بالعشرة المبشرة فهم الذين سلكوا صراطه المستقيم -	١١٣-١١٤
		في ان كل واحد من العشرة المبشرة يصدق من التوحيد ويوجب فيه -	٣٥-٣٦	البلاغ الاخير للمسلمين المعاصرين	١١٤-١١٥
		في الله ما العبادة الا اطاعة احكامه تعالى والسعي العجل	٣٦-٣٧	البلاغ الاخير لافراء المسلمين وملكهم	١١٥-١١٦
				تمت	

ينبغي للقارئ ان يتدبروا هذه الافتتاحية اشد تدبرا فانه قد خصت فيها روحا من امره تعالى بقدر استطاعتى حد وسعنى ويتيت فيها ما الدين العلى الذى جاء به الانبياء من ربهم ولم اكد ايتين في الفهرس معشاة المقالات التى جاءت في كتاب الاقل القليل الذى يجوز للايضاح فينبغى للقارى ان يطالعها ويجوز في الفاظها الجلية والحفية اشد خوصا لاستقراء المطالب والاستقصاء في ما انزل الله علينا الفلاخا في الدنيا والاخرة - **وَالْخُرُوجُ نَحْنُ اَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ**

فہرست مضامین دیا ہے

[illegible]

[illegible]

فہرست مضامین تذکرہ

مجلد اول

جو مضامین کتاب کے متن میں وارد ہوئے ہیں اُن کو جلی قلم سے لکھا گیا ہے جو
حواشی میں آئے ہیں اُن کا قلم مہین ہے *

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۷-۲۷	علم طبقات الارض کی تشریح	۱۰-۹	لفظ استخلاف کی تشریح		۱- افتتاحیہ زبان عربی
۲۸	طبقات الارض کی تعمیر کے پرکٹ	۲۷-۱۱	ڈارون کا نظریہ ارتقا	۱۲۴ تا ۱۲۳	از صفحہ ۱ تا ۱۲۴
۲۹-۲۸	رکازات زمین کے وجود کی توجیہ	۲۷-۱۱	مسئلہ ارتقا کی تشریح		فہرست مضامین بالحدہ ہے
۲۹	صغیر فطرت کی کتاب سے مشابہت	۱۱	مسئلہ ارتقا اور معرفت خدا		۲- دیباچہ
۳۰	طبقات الارض کی تعمیر کے پانچ زمانے	۱۱	شق اول دوم (مسئلہ تکوین و ترتیب کائنات)	۱۳۲ تا ۱۳۱	از صفحہ ۱ تا ۱۳۲
۳۰	القیدیۃ الاولیٰ کے رکازات	۱۲	شق سوم (مسئلہ تنازع البقا)		فہرست مضامین بالحدہ ہے
۳۱-۳۰	القیدیۃ الاخریٰ کے رکازات	۱۳	شق چہارم (مسئلہ استخلافیہ)		۳- مقدمہ
۳۰	کونٹے کی کانوں کا ذکر قرآن مجید میں	۱۴	شق پنجم (مسئلہ تدریج تکوین)	۱۰۰ تا ۱۰۱	از صفحہ ۱ تا ۱۰۰
۳۱-۳۲	الحیۃ الوسطیٰ کے رکازات	۱۴-۱۳	سنتۃ الکاہن کے بوم کی تشریح	۱	مسلمانان عالم کا عالمگیر نخطاط
۳۲-۳۳	صلاحت بقا کی تشریح	۱۴-۱۵	نقش قاجار کی تشریح	۲	اخطاط کے وجوہ
۳۳	الحجۃ القصدیٰ کے رکازات	۱۶	ارتقاء انسان کے متعلق قرآنی شہادت	۳	عدم نظام عمل
۳۴-۳۵	الحجۃ الاخریٰ کے رکازات	۱۷	شق ششم (مسئلہ اجتماع و ہستما)	۴	اسلام یعنی نبی و فطرت و
۳۷-۳۶	مسئلہ وحدت اصل و اصل کی قرآنی شہادت	۱۸	شق ہفتم (مسئلہ بقائے صلح)	۴	مسلمانان قابل فدا اُمت ہیں
۳۷	سنتۃ الکاہن کی تشریح	۱۹	شق ہفتم (مسئلہ وحدت کائنات و وحدت حیات)	۴	فطر اللہ اللہ فطر اللہ لکھا گیا کا مفہوم
۳۸-۳۷	تمکین انسانی اور صلاحیت بقا	۲۱-۲۰	تشریح سورج انسب صلی اللہ علیہ وسلم	۵	اسلام ایک تعمیری فلسفہ ہے
۳۵	مغربی عمران اور صلاحیت بقا	۲۱	حرکت زمین کے متعلق قرآنی شہادت	۶	اسلام کی مسخ شدہ صورت
۳۵	ایمان اور اعمال صالحہ کی مابہیت	۲۲	حرکت برہم نکلی کے متعلق قرآنی شہادت	۶	قرآن حکیم کی حکمت ساطعہ نقاد کی نظر نہیں
۳۷-۳۶	آیہ استخلاف کا صحیح مفہوم	۲۳	حرکت شمس کا انکشاف اور قرآنی شہادت	۶	ایمان کی مابہیت
۳۹-۳۸	آیہ استخلاف کا قرآنی پیش نہاد	۲۵-۲۴	مسئلہ قتل خدا کا ابطال از روئے قرآن	۷	ایمان اور عمل صالح کا نتیجہ
۳۹	وراثت زمین کا قرآنی پیش نہاد	۲۵	مسئلہ ارتقا کی صحت پر کس تا کس مباحث کا مختصر		آیہ استخلاف کا پیشانی ایزدی اور مسئلہ
۳۹	اعمال و محلو الصلحۃ کے مفہوم کی پہلی شق (سہرا)	۲۶	مسئلہ ارتقا کی علمی تصدیق	۱۰-۸	ارتقا و بقائے صلح
۴۰	صلح کی قرآنی تشریح کی ایک جگہ	۲۷	مسئلہ ارتقا کی علمی تصدیق	۸	مسئلہ ارتقا کے خزع اثر و نتیجہ

[illegible]

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۲۲	انفاق کے الہی مفہوم کی اہم شق متداول درمجاہد	۱۱۸	کی تشریح	۱۰۱	خدا کی عینی شہادت کا حصول
۱۳۳	ایمان کا اشل نتیجہ زمین میں ممکن ہو	۱۱۹	شرک کی ابتدائی شرح	۱۰۲	صحیفہ فطرت کا مشاہدہ اور معرفت خدا
۱۳۳-۱۳۳	الْفَرْقِ الْخَالِصِ کا صحیح مفہوم	۱۱۹	لفظ جنت کی ابتدائی تشریح	۱۰۳	مشاہدہ فطرت ایمان ہے
۱۳۴	یَسْتَبِشُّ اللّٰہُ کا قرآنی مفہوم	۱۱۹	مَعْرِفَہ کا صحیح مفہوم	۱۰۳	لرزش قلبی موجود ہوتا ایمان ہے
۱۳۳-۱۳۵	کیفیت انفاق	۱۱۹	شرک کن معنوں میں ناقابل عفو گناہ ہے	۱۰۴	بلانست خدا کی علی شہادت قرون اولی میں
	انفاق کا الہی مفہوم اتحاد است و عتصا	۱۲۰	الْجَنَّةِ کے حصول کے تعلق قرآنی ارشاد	۱۰۴	اتصالات نبوی کا انقطاع ایمان ہے
۱۳۵	یَحْبِلُ اللّٰہُ ہے۔	۱۲۰-۱۲۱	وَالْاَیْمَانُ لَدُنَّ الْاَوَّلِیِّیْنَ کا صحیح مفہوم	۱۰۵	عبودیت خدا کی شہادت قرون اولی میں
۱۳۶	اعتصام یَحْبِلُ اللّٰہُ کے معانی	۱۲۱	عزوة اُحس کا ذکر	۱۰۵	شَہِدَآءُ عَلَی النَّاسِ کی تشریح
۱۳۶	اَلْفَ بَیِّنٌ قُلُوْبِکُمْ کا صحیح مفہوم	۱۲۱	مُؤْمِنِیْنَ شَہِدَآءُ ظَالِمٍ اور کافروں کی تشریح	۱۰۵-۱۱۳	عبادۃ کا الہی مفہوم
	المَعْرِفِیُّ اور اَلْمَعْرِفِیُّ قرآنی اصطلاحات	۱۲۳-۱۲۵	قُرْآنِی جَانِ مَال کے الہی ارشاد کی لم	۱۰۶-۱۱۶	قرون اولی کے مسلمانوں کی استعداد قبول
۱۳۶-۱۵۱	کی تشریح۔	۱۲۳-۱۳۴	اَیْرَاقًا لِلّٰہِ وَاَنَّا اَللّٰہُ رَہْمٰوُنْ کا صحیح مفہوم	۱۰۷	سجود کا قرآنی مفہوم
	قرآنی اصطلاحات کی شرح میرا خستہ کا بابا انفاق	۱۲۳-۱۲۶	مُضِیْبَہ کا قرآنی مفہوم	۱۰۷-۱۰۸	رکوع کا قرآنی مفہوم
۱۵۱	گمراہ کن ہونا۔	۱۲۶-۱۲۷	مُضِیْبَہ اعمال بد کی سزا ہے		عبادۃ کا قرآنی مفہوم اور قرآن کی اہمیت
	انفاق کا نتیجہ زرع قرآن بیادہی ہوتا	۱۲۷-۱۲۸	تشریح سَبَّیْہ اور حَسَنَہ	۱۰۸	بے نیازی کی مثال
۱۵۳-۱۵۲	اور ممکن ہے۔		کُسْبُو السَّیِّئَاتِ اور مَعْدُو السَّیِّئَاتِ	۱۰۹	بنی اسرائیل کی فرعون عبادۃ کی تشریح
۱۵۲	یَحْبِلُ لَکُمْ قُرْآنًا لِّی تَشِیْخَ	۱۲۸	اور عَمَلُو السَّیِّئَاتِ کا مفہوم	۱۱۰-۱۱۱	مختلف مذاہب میں عبادت کے معنی و طریقے
۱۵۲	فَضْلُہ کے قرآنی معانی	۱۳۰	حُسْنِ عَمَلِ کا الہی مفہوم	۱۱۱	اسلامی نماز کی صلیت رفتہ رفتہ معنی ہو چکی
۱۵۳	کفر اور انفاق کا مقابلہ زرع قرآن	۱۳۱	اَلْحَسَنَہ کا بلند معیار زرع قرآن	۱۱۲	اسلام میں تسبیح کا غلط استعمال
۱۵۵-۱۵۴	تقویٰ کا غلط مزج مفہوم	۱۳۱	مَعْرِفَہ مَعْنٰہ سَبَّیْہ کا صحیح مفہوم	۱۱۲	اَنَّا لَکَ نَعْبُدُ کی تشریح
۱۵۴	انفاق کے تشریح شدہ مطالب کی خدمت	۱۳۲	صَلٰوَت کے مفہوم کی تشریح	۱۱۳	اَنَّا جَعَلْ عَلَیْکَہُ فِی الدِّیْنِ مَرْکُزَہ کی تشریح
	مشقی قوم کی دنیا اور آخرت دونوں اردو	۱۳۲	نبی کریم پر درود بھیجنے کا صحیح مفہوم	۱۱۴	سچے مومنوں کی قرآنی تعریف
۱۵۹-۱۵۵	قرآن درست ہیں۔	۱۳۳	منا فقیر عرب پر درود بھیجنے کا الہی مفہوم	۱۱۴	قرنی ایمان زرع قرآن محض کچھ شے نہیں
	وَابْتَغُوا الْاٰیٰتِ الْاَوَّلِیَّیْنَ کی تشریح اور اس کا	۱۳۳	اَللّٰہُ تَعَالٰی عَمَلِ عَمَلِہ کے مطالب		ایمان کے لایہ غفلت زرات کے متعلق
۱۵۷-۱۵۶	غلط مزج مفہوم	۱۳۴	منازک کے القیات کے مطالب	۱۱۵	الہی ارشاد
۱۵۷-۱۵۶	بیرستی کے خلاف قرآنی شہادت	۱۳۴-۱۳۵	اَلْخِیْرَاتِ کی قرآنی اصطلاح کا صحیح مفہوم	۱۱۵-۱۱۶	جَنَّت اور اَلْجَنَّةِ الْاَوَّلِیَّیْنَ کا الہی مفہوم
۱۵۸	مشقی قوم کی دنیاوی حالت کی تکرار درست ہو	۱۳۵-۱۳۸	قُرْآنًا حَسَنًا کا الہی مفہوم	۱۱۶-۱۱۷	قرون اولی کے ایمان کا صحیح نصیب لین
	مَآوِیَّۃُ اللّٰہِ کی تشریح اور کون اشخاص اس	۱۳۸	مَشْکُور کے صحیح معانی	۱۱۷	ایمان کا شدت بہ نسبت تراویف
۱۵۸	خطاب کے مصداق ہیں۔	۱۳۹-۱۴۰	کیا زکوٰۃ صرف ایک مذہبی رسم تھی؟	۱۱۷	ایمان اور ترک ماسوا
	مشقی قوم کے لیے رے زمین کی بادشاہت	۱۴۰	ایمان کی اہم قرآنی شرائط	۱۱۷	سادق اور صدقہ کی تشریح۔
۱۵۹	وقف ہے۔	۱۴۰	ایمان کی تخصیص کسی مذہب سے نہیں	۱۱۸	عبادۃ اطاعت احکام الہی ہی ہے۔
۱۶۳-۱۶۱	تقویٰ اور توحید کا علی مفہوم قرون اولی میں	۱۴۱-۱۴۳	قُرْآنِی مَالِ جَانِ کی الہی غرض		وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِعِبَادَتِیْ

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۸۲-۱۸۳	ایمان کے لوازمات کی فہرست۔	۱۷۱	ظلم کی قرآنی اصطلاح یعنی عسیان میر۔	۱۶۱	مُحَمَّدٌ صَلَّاهُ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی تہنیت
۱۸۳	ایمان کی ساٹھ شاخیں۔	۱۷۱	اقتلے خدا اور طاعت امیر۔	۱۶۱	دُؤین کے معانی
۱۸۳	اَلْهَدٰی اور دُؤین الحق کی تشریح۔	۱۷۱	صحیح توحید کا نتیجہ تمام جماعت ہو۔	۱۶۱	لُکُوْز دُؤین دُؤین اور ظلال کُؤو۔
۱۸۳	شاہ محمد تقی کے سکون پر گہٹے۔	۱۷۱	قرآنی مال جان اور طاعت امیر کی	۱۶۱	الدین کا صحیح مفہوم۔
۱۸۳	اسلام کا منہائے حید از روئے قرآن	۱۷۱	غرض غایت تقویت قوم تھی۔	۱۶۲	اقتا کا نتیجہ پیش بندی اور حفظ نفس ہے
۱۸۵-۱۸۶	دنیا میں غالب بکر رہنا ہے۔	۱۷۱	تقویت قوم کا دوسرا منہائے نظر تھا۔	۱۶۲	کُؤا قَد مَتَّ لَعَلَّہَا کا صحیح مفہوم۔
۱۸۶	سیاسی ملک کی منہائے حید دُؤی قرآنی شہادتیں	۱۷۱	انسان کیلئے وحی کی ضرورت۔	۱۶۲	اقتلے خدا کا نتیجہ دشمن کو مرعوب اور
۱۸۶	روایاتی حقیقت۔	۱۷۱	کتاب وحی کا مال حفظ نفس کے حصول	۱۶۳	مغلوب کرنا ہے۔
۱۸۵-۱۸۶	غلبہ اسلام و اتحاد عالم	۱۷۱	پیش کرنا تھا۔	۱۶۳	کا فرقہ کی خصوصیات۔
۱۸۶	اسلام کے سیاسی ممکن اور ممکن میں بی	۱۷۱	قرآن کے نازل ہونے کا مال امیر کی خط	۱۶۳	صاحب بیان قوم کا دشمن پر غالب ہونا
۱۸۶-۱۸۷	نوع انسان کا اتحاد مضمر تھا۔	۱۷۱	نفس کے حصول کے حکم نامہ ہے۔	۱۶۳-۱۶۴	اٹل ہے۔
۱۸۶	دین اسلام کی دعوت اتحاد کی پہلی شکر	۱۷۱	ظلمت جہل سے نور علم کی طرف کانٹا ہے	۱۶۴	کفر اور ایمان کے انتہائی درجے
۱۸۶-۱۸۷	اساس توحید ہے۔	۱۷۱	اَلْظُلُمٰتِ اور النُّوْر کی تشریح۔	۱۶۴	دنیا دُؤی ممکن کا بیان اور ایک شامل ہونا اٹل ہے
۱۸۶	لُکُوْز اِلٰی کُلِّ سُوْرَةٍ مِّنْہَا وَیَسْمَعُ مِنْہَا	۱۷۱	اقتا اور تسلیم خدا کا مال امت کو نیایں	۱۶۴	مظفر و مضمون مضمون مضمون مضمون
۱۸۶	تشریح۔	۱۷۱	بے خوف خطر کر دینا ہے۔	۱۶۴	صاحب بیان قوم پر ملائکہ کا نزول
۱۸۶	اَلْبَاقِیْنَ دُؤِی اللہ کی توضیح۔	۱۷۱	اِسْلَام اور اِحْسَان کی قرآنی اصطلاحات	۱۶۴	ایمان اور اقتا آپس میں تو کام ہیں
۱۸۶	عبادۃ کا صحیح مفہوم توحید کا صحیح مفہوم	۱۷۱	کی توضیح۔	۱۶۴	ایمان کی طاقت قرون اولیٰ میں اور
۱۸۶	دوسری مشترک اساس سبائیکہ کو بلا	۱۷۱	اسلام کے سبب و امر و نواہی کا منہا	۱۶۴-۱۶۵	ایمان اور ایک دُؤی ممکن اور عروج۔
۱۸۸-۱۸۹	تفریق بیچا سبب نشہ ماننا ہے۔	۱۷۱	سیاسی اور اجتماعی غلبہ تھا	۱۶۵	اَلْمُؤْمِنُوْنَ اَوْ کُلُوْا اَلطَّیِّبٰتِ کے مفہوم کی پہلی شرح
۱۸۹	ایمان صرف عمل کا نام جو زبان کو اپنے کچھ تعلق نہیں	۱۷۱	حفظ نفس از روئے قرآن نیت خدا ہے۔	۱۶۵	سُبْحَانَکَ رَبِّیْ وَبِحَمْدِکَ اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ الْجَنَّةَ
۱۸۹	تیسری مشترک اساس آپس میں فرقہ بند	۱۷۱	اتحاد طاعت اور اقتا لازم ایمان ہیں	۱۶۵	مطالعہ ہے۔
۱۸۹-۱۹۰	نہ بننا ہے۔	۱۷۱	اَعْلٰوْنَ بِنَارِہَا سے خدا کی علامت ہے	۱۶۵-۱۶۶	ایمان اور ایک دُؤی ممکن اور عروج۔
۱۸۹-۱۹۰	کُلُّ النَّاسِ لِرَءِیْسٍ وَّارِثٌ لِّہٖ	۱۷۱	تاسیس بیت المال کی حکمت۔	۱۶۶	اطاعت رسول کی حقیقت قرون اولیٰ میں
۱۸۹	نبی نبی انسان کی وحدت نسل۔	۱۷۱	ایشار مال کا مصدق ایمان، محرک عشق اور سطر	۱۶۶	اور تحویل قبیلہ کا حکم۔
۱۸۹	مقتضات طبیعت اتحاد سبب۔	۱۷۱	قلب ہونا۔	۱۶۶	اطاعت رسول کی حقیقت قرون اولیٰ میں
۱۸۹	غیر انسانی نوع کے اولاد کا سبب ہونا اور مقتضات	۱۷۱	ایشار مال کے انسان کی اجتماعی بہری	۱۶۶	ایک سبب شریعت تھی۔
۱۹۰	انبیائے کرام اللہ قرآن ایک بیجا کام حاصل تھے	۱۷۱	کے لیے ہونے کی قرآنی شہادت۔	۱۶۶	اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ کا صحیح مفہوم قرون
۱۹۰	خدا کے عروج و منزل کا مقصود نبی نوع انسان کی توحید	۱۷۱	رسول خدا کے مبعوث ہونے کی واحد	۱۶۶-۱۶۷	اولیٰ میں اور اسکا اطلاق زمانہ حال میں۔
۱۹۱	کُلُّ النَّاسِ لِرَءِیْسٍ وَّارِثٌ لِّہٖ	۱۷۱	غرض غایت۔	۱۶۷	رسول خدا کی وفات بعد طاعت رسول کا مفہوم
۱۹۱	اِسْلَام کی قرآنی اصطلاح کی حقیقت	۱۷۱	جنت کی قرآنی اصطلاح کا آخری جنت اور	۱۶۷	امت اسلام کیلئے ایک میر کی ضرورت۔
۱۹۲	وَلَوْ شَاءَ اللّٰہُ لَجَعَلْنَاکَ دُؤِی وَّارِثٌ لِّہٖ	۱۷۱	اور دنیا دُؤی بادشاہت دونوں پر طلاق۔	۱۶۷	اطاعت خدا اور طاعت رسول کا تعلق قرون اولیٰ میں

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۱۳-۲۱۲	نعمت کا لفظ و نیاوی لغتوں کے معنوں میں	۱۹۳	اسلام کا ہر امر و نہی قوت پیدا کرنے اور	۱۹۳	مشیت خدا اور نشانے خدا میں فرق
۲۱۳-۲۱۳	نعمت کا لفظ انسانی و نادر شناسی کے	۱۹۳	بنی نوع انسان کو اپنے میں جذب	۱۹۳	تفرقے کا باعث غوا انسان و خدا نہیں
۲۱۳-۲۱۳	بیان کے ضمن میں	۲۰۵	کر لینے کا جہاں ہے۔	۱۹۳	وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً
۲۱۵-۲۱۳	نعمت کا لفظ تذکر الاء اللہ کے ضمن میں	۲۴۰-۲۰۵	حکمت اِصْلَاحِ	۱۹۳	وَاحِدَةً كِى تَشْرَحَ
۲۱۵-۲۱۳	میں۔	۲۰۵	الصَّلَوة کی ماہیت	۱۹۳	وَقَدَّمَتْ كَلِمَةً رَبِّكَ لَا مَلْئِقَ يَهْتَمُّ مِنْ
۲۱۶-۲۱۵	نعمت کا لفظ بنی اسرائیل سے خطاب کے	۲۰۶	الصَّلَوة سے مقصود خارجی نظم و نسق	۱۹۶-۱۹۵	الْجَنَّةِ وَالنَّارِ لِمَنْ جَعَلْنِ كِى تَشْرَحَ۔
۲۱۶-۲۱۵	ضمن میں۔	۲۰۶	پیدا کرنا ہی ہے۔	۲۰۶-۱۹۶	تو حید کا نام و نقش و توحید
۲۱۸-۲۱۶	نعمت کا لفظ قرآن اولی کے مسلمانوں کے	۲۰۶	الصَّلَوة اور اطاعت الہیہ	۱۹۶-۱۹۶	توحید کا علی منظر اور دعوت اتحاد
۲۱۸-۲۱۶	خطاب کے ضمن میں	۲۰۶	الصَّلَوة اور مساوات	۱۹۸-۱۹۶	توحید کی قوت اور اہمیت
۲۱۸-۲۱۶	نعمت کا لفظ توفیق عمل کے معنوں میں	۲۰۶	الصَّلَوة اور اذکار الصَّلَوة وَالْمَنَاجَاتِ	۱۹۸	الاسلام کی حقیقت
۲۱۸-۲۱۶	نعمت کے کلام کے بارے میں اَنَعَدَ اللہ	۲۰۶	الصَّلَوة اور اطاعت الہام کی غرض غایت	۱۹۸	توحید کی حقیقت کی تشریح
۲۲۲-۲۲۱	علیہم کے الفاظ کا صحیح مفہوم	۲۰۶	مساجد خدا کے اندر موجود برکتیں	۲۰۶-۱۹۸	توحید کا پیدا کیا ہوا اخلاق
۲۲۲	نعمت کے الہی مفہوم کی فہرست	۲۰۶-۲۰۶	الصَّلَوة کا الہی مفہوم	۱۹۸	انسانے خدا کا پیدا کیا ہوا ایقانے عہد
۲۲۳	الصَّلَوة علیہم کی تشریح	۲۰۶-۲۰۶	نماز میں خدا کے حضور میں نمازی کی	۱۹۸-۱۹۸	ایقانے عہد کی اسلام میں اہمیت
۲۲۳	الصَّلَوة کی شرح اور ضلال کا صحیح	۲۰۶-۲۰۶	واحد گزاریش	۱۹۸-۱۹۸	قرآن حکیم کے احکام کی گرفت حکمت اولیہ
۲۲۳	مفہوم	۲۰۶	الصَّلَوة کے مفہوم کی پانچ باتیں	۲۰۰-۱۹۹	لا یستأذِنُ اِلَّا الْمُطَهَّرُونَ کی تشریح
۲۲۴-۲۲۳	صراط مستقیم	۲۰۶-۲۱۰	اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ	۲۰۱-۲۰۰	توحید کا پیدا کیا ہوا عجز و انکار قرون
۲۲۴-۲۲۳	صراط مستقیم کی دعائیں حصول اہمیت	۲۱۰	الدِّينِ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کا صحیح مفہوم	۲۰۱-۲۰۰	اولی میں۔
۲۲۴-۲۲۳	کے لئے اضطراب	۲۱۰	الْهَدٰى اور دین الحق کے الفاظ کی الصَّلَوة	۲۰۱-۲۰۰	اِذَا خَاطَبْتَهُمُ الْجَمْعَ قُلُوْا سَلَامًا
۲۲۴	صراط مستقیم کے الفاظ میں اختصار	۲۱۰	المستقیم سے مناسبت	۲۰۱-۲۰۰	کی ایک سخن تشریح
۲۲۴	راہ کا مفہوم	۲۱۰	نعمت کا الہی مفہوم اندرون قرآن اور	۲۰۲	علو اخلاق اور شہادت خداوندی
۲۲۵-۲۲۴	صراط مستقیم اور خط مستقیم میں مائت	۲۱۰-۲۱۰	صحیح تشریح۔	۲۰۲	اولی میں۔
۲۲۵-۲۲۴	يَهْدِيْكَ رَبُّكَ الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمًا کا صحیح	۲۱۰	الصَّلَوة علیہم اور الصَّلَوة کا غلط	۲۰۲	انسانے خدا کے علی منظر کی ایک تصویر
۲۲۵	مفہوم	۲۱۰	مروج مفہوم	۲۰۲	ہجری کی مثال
۲۲۵	اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی دعا جہانی	۲۱۱-۲۱۰	الصَّلَوة اور انعمت علیہم کا مروج مفہوم	۲۰۰-۲۰۳	۵۔ حکمت عبادات
۲۲۵	دعا سے انفرادی نہیں۔	۲۱۱	بال سے باریکہ اور تلوار سے تیز راہ کا فلسفہ	۲۰۳	نقش توحید علو اخلاق اور تقاضا خدا
۲۲۵	نماز کے اندر تکلم کی واحد اور جمع کی فہرست	۲۱۱	صراط مستقیم پر چلنے کا مفہوم قطع و جدال	۲۰۳	کا تبلیغی اثر صدر اسلام میں۔
۲۲۶-۲۲۶	صراط مستقیم کا الہی مفہوم اندرون قرآن	۲۱۱	پر پڑنا ہے	۲۰۳-۲۰۳	دین اسلام کی اوعانی اور عینی حقیقتیں
۲۲۶	صراط مستقیم کے مفہوم کی پہلی شرح	۲۱۱	نعمت کا مفہوم اندرون قرآن سہم	۲۰۳	دین اسلام کے عالمگیر جماعت پیدا کرنے کا
۲۲۶	اتحاد ہے	۲۱۱	و نیاوی ہے۔	۲۰۳	قوت اور ممکن پیدا کرنے کے وسائل

فهرس آیات القرآن

التي جاءت في الافتتاحية العربية من كتاب تذكرة (المجلد الأول)

العدد الأول اعني ٢ في نحو (١١٢:٢) صفحة ٣٤ يشير إلى عدد السورة والثاني اعني ١١٢- إلى عدد الآية
والثالث اعني ٣٤- إلى عدد الصفحة من الافتتاحية

صفحات	اعداد سور القرآن	صفحات	اعداد سور القرآن	صفحات	اعداد سور القرآن	صفحات	اعداد سور القرآن	صفحات	اعداد سور القرآن
٩٩	٩٩:٥	٣٣	٣٣:١٣	٥٣:١٢٨	٥٣:١٣	٩٩:١٣	١١٢:٢	٢٤	١١٢:٢
١٢٤	٤٣:٥-٤٣:٥	٥٩:١٣	٥٩:١٣	٥٩:١٣	٥٩:١٣	١١١	١١١:٢	١١١	١١١:٢
٩١	٤٣:٥	٤٨٠	٤٨٠	١٠٥:٢٤	١٠٥:٢٤	١٣١	١٣١:٢	١٣١	١٣١:٢
٩٣	٤٣:٥	٤٣	٤٣:١٣	٩٤	٩٤:١٣	١٥٤-١٥٥:٢	١٥٤-١٥٥:٢	١٥٤-١٥٥:٢	١٥٤-١٥٥:٢
٨٢٤٨٠	١١٢:٥	١٣١	٤٠-٩٩:١٣	٥٥:١٢٨	٥٥:١٢٨	١٣١	١٣١:٢	١٣١	١٣١:٢
الانعام		١٣٤	٩٩:١٣	١٣٩:١٢٢	١٣٩:١٢٢	١٠٠	١٠٠:٢	١٠٠	١٠٠:٢
		٩٢	٤١:١٣	١٤	٩٨:١٣	٩٢	٩٢:٢	٩٢	٩٢:٢
٣٠	٣٤:٩	١١٨	٤٩:١٣	١٣٠	١٠٢-١٠٠:٢	٣٩	١٣١:٩	٣٩	١٣١:٩
٣١:٣٩	٣٨:٩	٤٣	٨٠:١٣	١٣	١٠٢-١٠١:٢	٨٠:١٣	١٣١:٩	٨٠:١٣	١٣١:٩
٣١:٣٥	٣٩:٩	٣٢	٨٢:١٣	١٥١٨	١٠٢:١٣	١٤	١٣١:٩	١٤	١٣١:٩
٢٥	٣٥:٩	١١٩	٨٩:١٣	١٤	١٠٢:١٣	٢٤	١٣١:٩	٢٤	١٣١:٩
٤٣:٢٥	٣٤:٩	١١٣	٩٣:١٣	٣٣	١٢٨:١٣	٩٢	١٣١:٩	٩٢	١٣١:٩
١١٢	٤٠:٩	٩٢	١٠٢:١٣	١٠٩	١٢٩:١٣	١٠١	١٣١:٩	١٠١	١٣١:٩
٤٩:٢١١٥	٨٣:٩	١١٩	١٠٢:١٣	١٠٥	١٣٣-١٣٢:١٣	١٠٥:٢٤	١٣١:٩	١٠٥:٢٤	١٣١:٩
٣٩	٩٠-٨٩:٩	٩٢	١١٠:١٣	١٣٩:١٢٨	١٣٨:١٣	٤٣	١٣١:٩	٤٣	١٣١:٩
٣٨:١١	٩٢:٩	١٢٩	١٣٩:١٣	١٣٨:١٢١	١٣٨:١٢١	٣٢:٢١	١٣١:٩	٣٢:٢١	١٣١:٩
٤٨:١٩	٩٣:٩	٢٠	١٣٩-١٣٨:١٣	٩١	١٣٠:١٣	١٠٩	١٣١:٩	١٠٩	١٣١:٩
٣٩	٩٨:٩	١٥	١٣٥:١٣	١١	١٣١:١٣	١٣٠:١٣	١٣١:٩	١٣٠:١٣	١٣١:٩
١١١	١١٥:٩	١٢٨:١٥	١٥٢-١٥٠:١٣	١٢٥	١٣٢-١٣١:١٣	٩٣	١٣١:٩	٩٣	١٣١:٩
١١١	١١٧:٩	١٣٨	١٤٩:١٣	١٣٩	١٣٣:١٣	١١٢:٩٢	١٣١:٩	١١٢:٩٢	١٣١:٩
١٣٨:١١١	١١٨-١١٤:٩	المائدة		١٣١	١٣٩:١٣	٥٣:١٣	١٣١:٩	٥٣:١٣	١٣١:٩
٩٠	١١٨:٩			١١٩	١٥٥:١٣	١٣٣	١٣١:٩	١٣٣	١٣١:٩
١٣٤	١٢٨-١٢٣:٩	١٠٩	٨١:٥	١١٤	١٢٤-١٢٥:١٣	١٣١	١٣١:٩	١٣١	١٣١:٩
١٠٩	١٢٩:٩	١٠٥	١١:٥	٥٥	١٢٩:١٣	٢٢	١٣١:٩	٢٢	١٣١:٩
١٣٤	١٢٨-١٢٩:٩	٥٢	١٣:٥	١١٤	١٢٩-١٢٨:١٣	٨٢	١٣١:٩	٨٢	١٣١:٩
٩٨:١٥	١٢٩:٩	١٣٥	١٢-١٥:٥	٨٥	١٢٩-١٢٨:١٣	١٣١:١٢٩	١٣١:٩	١٣١:١٢٩	١٣١:٩
٩٩	١٣٩-١٢٩:٩	٢٥	١٨:٥	٩	١٢٩:١٣	١٢٩:١٣	١٣١:٩	١٢٩:١٣	١٣١:٩
٩٨	١٣٤:٩	٨١	٢٣:٥	٨١:٤٨٠	١٢٩:١٣	ال عمران		٥٢	١٣١:٩
٣٢	١٣٩:٩	١٠٥	٣٥:٥	النساء		١١٩	١١:٣	٩٣	١٣١:٩
١٣٢	١٥٢-١٥٣:٩	٩٢	٣٩:٥			١٩	١٣:٣	١٠٩	١٣١:٩
١٣٢	١٢٩:٩	١١٠	٣٢:٥	١٠٩	٩:٣	٨٣	١٤:٣	٥٠	١٣١:٩
١٣٠	١٢٨-١٢٩:٩	١٨٠	٣٥:٥	٩٢	١٢:٣	٥٥:١٣	١٨:٣	٢٥	١٣١:٩
١٣٢:٩٢:١٣	١٢٩:٩	١١٠	٣٤:٥	٩٢	١٨:٣	٩٢	٣١-١٢٠:٣	٥٨:١١	١٣١:٩
الاعراف		١٠٤	٥٤:٥	١١٥	٣٤:٣	١١	٥٣:٣	٩٣	١٣١:٩
		١٠٤	٥٤:٥	١١٥	٣٤:٣	١١	٥٣:٣	٩٣	١٣١:٩

صفحات	اعداد سور القرآن وآياته	صفحات	اعداد سور القرآن وآياته	صفحات	اعداد سور القرآن وآياته	صفحات	اعداد سور القرآن وآياته	صفحات	اعداد سور القرآن وآياته
٢٣	١٠٨:١٦	ابراهيم ١٣		٤	١٩:١٠	١٢٣	٥٩-٥٥:٨	١٣١	٢٣:٤
٩١:٩٣	١٩٩:١٠٤:١٦			١٣	٢٥:١٠	٢٧	٦٠:٨	١٧	٢٤:٤
١٣٠	١٢٢-١٢٠:١٦	١١٢	٣-٢:١٢	١٣٥	٢٥:١٠	١٠	٧٣:٨	١١٣	٢٩:٤
١٣٢	١٢٥:١٦	٥١	٣:١٢	٣١	٢٤:١٠	١١٩	٧٥:٨	٢٨	٣٣:٤
بنی اسرائیل ١٤		١٣٦	٥:١٣	١٤	٢٨:١٠	٨١:٤٤	٤٣:٨	٧٦:٢٤	٣٥:٤
		١٣٨:٩٢	٤:١٣	٣٢:٣١	٢٣:١٠	التوبة ٩		١٠٣	٣٩-٣٤:٤
١٢٢	٨-٣:١٤	١٣٩:٣١	٨:١٣	٨٢	٢٤:١٠			١٤	٣١-٣٠:٤
١٢٢:٤٤٨	٩:١٤	١٣١	١٢:١٣	١٢	٢٩:١٠	١٠٥	٣:٩	٣١	٥٢:٤
١٣٢	١٧:١٤	١٠٤	١٥-١٣:١٣	٢٢	٧٢-٧٢:١٠	١٠٤:٤٤	١٣:٩	١٣٠:٣١	٥٣:٤
٩٥	١٤:١٤	١٣١:١٣:٩	١٨:١٣	٤٧	٧٢:١٠	١٢٧	١٨-١٤:٩	١٣٨:١٠	٥٧:٤
٨٢	١٩-١٨:١٤	١٣٣	٢٨:١٣	١٢٢	٧٨:١٠	٢٥	٢٣:٩	٢٤	٤١:٤
٣٧	١٨:١٤	الحج ١٥		١٢٢	٤٠-٧٩:١٠	٢٥	٢٣:٩	١٠٤	٩٧:٤
١٢٣	٢٤-٢٦:١٤			٨١	٨٢:١٠	١٣٩:٢٥	٢٥:٩	١٢٨:٢٧	١٢٨:٤
٩٠	٣٧:١٤	٩	٢:١٥	١٣١	٨٧-٨٥:١٠	٩٣	٢٤:٩	٤١٥	
٧٢:٤١	٢٣:١٤	٢٨	١٤:١٥	١٣١	٨٨:١٠	١٢٨:٧٨	٣٠:٩	٩١	١٥٣:٤
١١٥	٧٤:١٤	١٠٨	٢٧-٢٥:١٥	هود ١١		١٢٨:٧٨	٣١:٩	٩١	١٥٤:٤
١٠٣:٢٩	٤٢:١٤	٩٢	٥٠-٢٩:١٥			٤٩:١٢	٣٣:٩	٩١	١٥٩:٤
٣٢	٨٣:١٤	٢٥	٧٦:١٥	٣٩	١٢:١١	١٠٥	٣٧:٩	١٣٢	١٤٠-١٣٨:٤
٢٩	٨٤-٨٧:١٤	١٣٩	٨٤:١٥	٤٤	٥٠:١١	١٠٥	٢٣:٩	١٠٤	١٧٩:٤
١٣٠:١٢٧	٨٨:١٤	التخل ١٦		٤٨	٥٢-٥٠:١١	١١٧	٢٣:٩	١٣٩	١٤٣:٤
الكهف ١٨				١٣٢	٥٧:١١	١١٧	٥٥-٥٣:٩	١٧	١٤٧:٤
٢٤	٤:١٧	٨١	٨٧-٨٣:١١	٧٢	٤٣:٩	٩٩	١٤٩:٤		
٢٢	٤:١٨	٢٨	١٢:١٧	٧	٨٨:١١	٩٥	٨٠:٩	٣٥	١٨٤:٤
٨١:٢	٢٧:١٨	١١٣	١٩:١٧	٩٥	١١٤:١١	١٧	٨٢:٩	١٢	١٨٨:٤
٩٧	٢٤:١٨	١٠٩	٢٥:١٧	١٨	١١٩-١١٨:١١	١١٤	٨٥-٨٣:٩	١٢٧	٢٠٣-٢٠٢:٤
٩٧:٣١	٢٨:١٨	١١	٢٧:١٧	٤	١١٩:١١	١١٤	٩٠:٩	الانفال ٨	
١٢٠	٥٧:١٨	١٠٤	٣١-٢٠:١٧	يوسف ١٢		١١٨	٩٤-٩٢:٩		
١٧	١٠٢:١٨	٨٢	٣٧:١٧			٩٣	٩٩:٩	١١٨:٤	١١٨
١٢١	١٠٨-١٠٢:١٨	١٢٢	٣٩-٢٨:١٧	٥١	٢:١٢	٩٣	١٠٢-١٠١:٩	١٠٢	٢٢:٤
٢٨:١٣	١٠٧-١٠٣:١٨	٧٠:٢٠	٥٠-٢٩:١٧	١٥	٢٩:١٢	١٣٠	١٠٢:٩	٨١	٢٣:٤
مريم ١٩		٩٨:١٢	٥٨-٥٤:١٧	١٢٥	٨٤:١٢	٧٠	١١١:٩	٩١	٨:٤
		٢٠	٧٧:١٧	١٠٠:١٢	١٠٠:١٢	١٠٥	١١٩:٩	١١٨	١٧:٤
١١٥	٣٤:١٩	٧١	٧٩-٧٨:١٧	٤٩	١١١-١٠٣:١٢	٤٤:٧٧	١٢٠:٩	١١٧:٣١	٢٥:٢٣:٤
٤٤	٢٠:١٩	٢٠	٧٩:١٧	٣٩	١١١:١٢	١٠٥	١٢٣:٩	١٠٢	٢٥-٢٣:٤
٩٧	٤١:١٩	٩	٤٢:١٧	العنكب ١٣		٣٠	١٢٨:٩	٢٣	٢٥:٤
٢٠	٨١:١٩	١٢٢	٤٨:١٧	التد ١٣				٢٠	٢٨:٨
طه ٢٠		٨٢	٤٩-٤٨:١٧	٩٢	٧:١٣	يونس ١٠		١٠٤	٢٩:٤
		١٢٣:٩	٨٣:١٧	٩٤:٢٨	١١:١٣	٢١	٥:١٠	١١٥	٣٤-٣٣:٤
١٣٧	١٥:٢٠	١٢١	٨٨:١٧	٧١	١٣:١٣	١٠٧:٣٩	٧:١٠	١١٩:٢٨	٣٨:٤
٣٩:٣٢	٥٠:٢٠	١١١:٥٠:٣٩	٨٩:١٧	١٢١	١٣:١٣	٨٢	٨-٤:١٠	٧٠	٣٩:٨
٤١	٨١:٢٠	١١٢	١٠٩-١٠٧:١٧	١١٣	٣٢-٣٠:١٣	١٢٥	٩-٤:١٠	٨٢:٢٨	٣٢:٨
٩٢	٨٢:٢٠	٢٢	١٠٤:١٧	١١٣	٣٢:١٣	١٣٢	١٢:١٠	١١٠:٧٢	٢٧:٨

صفحات	اعداد سور القرآن وآياته	صفحات	اعداد سور القرآن وآياته	صفحات	اعداد سور القرآن وآياته	صفحات	اعداد سور القرآن وآياته	صفحات	اعداد سور القرآن وآياته
١٠٣	١٩-٥:٤٢	١١٩	٢٣-٢٢:٣٨	١٢٢	٢٩-٢٥:٣٣	١٢٢	٥١:٣٩	١٢٢	٥١:٣٩
١٠١	٨:٤٢	١٠	٢٩:٣٨	٤١	٢٤-٢٥:٣٣	١٢٢	٥٢:٣٩	١٢٢	٥٢:٣٩
١٠٠	٢٨-٢٠:٤٢	١٠	١٢:٥٤	٨٩	٣٢-٣٠:٣٣	٢٢	٥٣:٣٩	٢٢	٥٣:٣٩
١٢	٢١:٤٢	٢٤	٢٠:٥٤	٣٨١:٣٠	٣٩-٣٨:٣٣	٩٥	٥٥-٥٣:٣٩	٩٥	٥٥-٥٣:٣٩
١٢	٢٩:٤٢	٢٣	٢٥:٥٤	١٠٨	٥٤-٥١:٣٣	٢٢	٥٣:٣٩	٢٢	٥٣:٣٩
١٢	٢٤:٤٢	٤٤	٢٤:٥٤	٥١	٥٨:٣٣	٢٤	٤٣:٣٩	٢٤	٤٣:٣٩
المائدة ٥٨		الحشر ٥٩		الباقية ٣٥		المؤمن ٣٠		المؤمن ٣٠	
٣٢	٥٥-٥٣:٤٢	١١٩	١٣:٥٩	١١٠	١٢:٣٩	٨٢:٣٨	٣:٣٥	٤١:٣٨	٤١:٣٨
الزهرى ٤٦		١١٩	١٣:٥٩	١١٣	١٣:٣٩	٣٩	٣:٣٥	المؤمن ٣٠	
٣٢	٢:٤٢	١٢٤	١٩:٥٩	٨١	١٩:٣٩	٣٨	٥:٣٥	١٢٠	٤-٣:٣٥
والزهرى ٤٩		١٢٤	٢١:٥٩	ق ٥٠		٨١:٨٩	١٩-١٣:٣٥	١٢٢:٨٤	٥٨-٥٤:٣٥
٣٠	٣٣:٤٢	٢٩	٢٣:٥٩	١١٩:١٠	٢٩:٥٠	١٠٨:٢٩	١٤:٣٥	١١٥	٤٣-٤٢:٣٥
عيسى ٨٠		المستحقة ٦٠		٣٠	٢٨:٥٠	٥٠	٢٠:٣٥	١٢٤	٨٥-٨٣:٣٥
٣٥	١٤:٤٢	١٢٥	١٣:٦٠	الزهرى ٥١		٨٩	٢٢-٢١:٣٥	حم السجدة ٣١	
٣٢	٢٠-١٩:٤٢	الصف ٦١		١٠٨	١٩-١٥:٥١	٢٢	٢٣:٣٥	٣١	٣:٣٥
التكوير ٨١		١١٢	٢:٦١	٩٣	١٨-١٥:٥١	٨٢	٢٣:٣٥	١١٩:٤٢	٤-٦:٣٥
٢٩:٨١		١١	٣-٢:٦١	٩٣	١٤:٥١	الاحقاف ٣٦		٤٢	١١:٣٥
الانقطار ٨٢		١١٢:٩٢	٣:٦١	٤٢	١٤:٥١	١٢٢	٣:٣٦	١٠٣	٢٥:٣٥
٣٢	٨:٨٢	١٢٢	٢:٦١	٦١	١٨-١٤:٥١	١٠٢	٢٩:٣٦	١٢٥	٢٦:٣٥
الانشقاق ٨٢		١٢٢:٥٠:١١٢	٩:٦١	٤٢	١٨:٥١	١٠٣	٣٠:٣٦	٩٩	٢٩:٣٥
١٢٥	٢٢-٢١:٨٢	الجمعة ٦٢		٤٦	٢٨-٢٤:٥١	١٠٢	٣١:٣٦	٤٨	٣٢-٣٠:٣٥
الاعية ٨٤		٣١	٥:٦٢	٦٨	٥١-٢٩:٥١	١٠٢	٣٢:٣٦	٤	٣٢:٣٥
٥٩	١٣:٨٤	١٢٢	٨-٦:٦٢	٥٩:٥١	٤٢:٢٩:٢٢	١٠٣	٣٣:٣٦	٥٢:٤٥	٣٣:٣٥
اليل ٩٢		الثغابن ٦٢		الظهور ٥٢		الشورى ٣٢		الشورى ٣٢	
٤٤	٢٠-١٩:٩٢	٢٠	١٣:٦٢	١٠٨	٢٠-١٤:٥٢	محفل ٣٤		٤٢:٤٥:١٥	١٣:٣٢
التين ٩٥		الطلاق ٦٥		١١٢	٢١:٥٢	١١٩	١:٣٤	٦	١٣:٣٢
١٢٣	٦:٩٥	١٠٤	٣-٢:٦٥	١٠٠	٢٨:٥٢	١٢٠:٢٩	٢:٣٤	٦	١٥:٣٢
البينة ٩٨		١٠٤	٥-٢:٦٥	الجمعة ٥٣		١٢٣	٣:٣٤	٢٢	٢٠:٣٢
٤	٥-٣:٩٨	الحريم ٦٦		١٠٨:٢١	٢٣:٥٣	١٢٢	٢:٣٤	٣٢	٣٠:٣٢
الزلزال ٩٩		٢٢	٨:٦٦	١٣٣	٣٠-٢٨:٥٣	١١٩	٥-٢:٣٤	١٣٣	٣٨:٣٢
٣١	٨-٤:٩٩	الملك ٦٤		١٣٣:٩٠	٣١:٥٣	٢٩	٨:٣٤	٣٩:٣٢	٣٩:٣٢
الهزلة ١٠٢		٣٦	٢:٦٤	١١٢:٣٩:٢١	٣٩:٥٣	١١٩	٩-٨:٣٤	٩٤	٣١:٣٢
٣١	٤-٦:١٠٢	٢٨	٣:٦٤	الرحمن ٥٥		١٢٠	١١-١٠:٣٤	١٣٩:٥٤	٥٢:٣٢
الماعون ١٠٤		الحاقة ٦٩		٦٢	٥:٥٥	٢٩	١١:٣٤	التخوف ٣٣	
٦٢	٤-٣:١٠٤	٥٠	٢٨:٦٩	٦١	٦:٥٥	١٢٠:٢٩:٢٩	١٢:٣٤	٥١	٣:٣٢
النصر ١١٠		المعارج ٤٠		٣١	٢٩:٥٥	١٢٤	١٨:٣٤	٦٤	٩:٣٢
٥٢	٢:١١٠	٦٢	٢٣-١٩:٤٠	٩٤	٣٣:٥٥	١٢٢	٣١:٣٤	٢٤	٢٣:٣٢
الاخلاص ١١٢		نوح ٤١		١٠٨	٢٩:٥٥	١٠٥	٣٩-٣٥:٣٤	١٣٥:٣٩	٣٣:٣٢
٢١	١:١١٢	٤٨	٣-٢:٤١	الواقعة ٥٦		الفتح ٣٨		١٣٦	٦١:٣٢
القاسم ١١٢		٤٨	١٢-١٠:٤١	٩٥	٣-١:٥٦	١٣٢	٢-١:٣٨	١٣٠	٦٢-٦١:٣٢
الجن ٤٢		١٠	١١-١٠:٥٦	١٠	١١-١٠:٥٦	١٣٩	٢:٣٨	١٣٦	٦٢-٦٣:٣٢
تحت بالخير		١٠٢	٢-١:٤٢	٥	٤٦:٥٦	١١٨	١٣-١١:٣٨	١٣١	٦٥-٦٣:٣٢
١٠٢	٢-٣:٤٢	١٠٢	٢-٣:٤٢	٥	٤	١٣٢	٢٠:٣٨	٦٩:٦٨:٦٤	٨٤:٣٢

فہرست آیات تذکرہ (مجلد اول)

اس فہرست میں صرف اُن آیات آتی کا حوالہ دیا گیا ہے جن کے الفاظ مع مطالبہ بن کتاب یا حواشی میں آئے ہیں۔ جہاں فقرہ
آیت کا شمار لکھ کر حوالہ دیا گیا اُن کو نظر انداز کر دیا گیا +

شمارہ	شمارہ آیت مع سورہ	صفحہ کتاب	شمارہ	شمارہ آیت مع سورہ	صفحہ کتاب
۱- الفاتحہ (۱)					
۱	(۱:۱)	۲۴۷	۳۳	(۱۵۱:۲)	۵۴
۲	(۲:۱)	۲۴۷	۳۴	(۱۵۲:۲)	۲۴۸
۳	(۳:۱)	۲۴۷	۳۵	(۱۵۳:۲)	۲۴۸
۴	(۴:۱)	۲۴۷	۳۶	(۱۵۴:۲)	۱۲۶
۵	(۵:۱)	۲۴۷	۳۷	(۱۵۵:۲)	۱۲۳
۶	(۶:۱)	۲۴۷	۳۸	(۱۵۶:۲)	۱۲۳
۷	(۷:۱)	۲۴۷	۳۹	(۱۵۷:۲)	۱۲۳
۸	(۸:۱)	۲۴۷	۴۰	(۱۵۸:۲)	۱۱۹
۹	(۹:۱)	۲۴۷	۴۱	(۱۵۹:۲)	۲۰۷
۱۰	(۱۰:۱)	۲۴۷	۴۲	(۱۶۰:۲)	۲۰۷
۱۱	(۱۱:۱)	۲۴۷	۴۳	(۱۶۱:۲)	۲۰۷
۱۲	(۱۲:۱)	۲۴۷	۴۴	(۱۶۲:۲)	۲۰۷
۱۳	(۱۳:۱)	۲۴۷	۴۵	(۱۶۳:۲)	۲۰۷
۱۴	(۱۴:۱)	۲۴۷	۴۶	(۱۶۴:۲)	۲۰۷
۱۵	(۱۵:۱)	۲۴۷	۴۷	(۱۶۵:۲)	۲۰۷
۱۶	(۱۶:۱)	۲۴۷	۴۸	(۱۶۶:۲)	۲۰۷
۱۷	(۱۷:۱)	۲۴۷	۴۹	(۱۶۷:۲)	۲۰۷
۱۸	(۱۸:۱)	۲۴۷	۵۰	(۱۶۸:۲)	۲۰۷
۱۹	(۱۹:۱)	۲۴۷	۵۱	(۱۶۹:۲)	۲۰۷
۲۰	(۲۰:۱)	۲۴۷	۵۲	(۱۷۰:۲)	۲۰۷
۲۱	(۲۱:۱)	۲۴۷	۵۳	(۱۷۱:۲)	۲۰۷
۲۲	(۲۲:۱)	۲۴۷	۵۴	(۱۷۲:۲)	۲۰۷
۲۳	(۲۳:۱)	۲۴۷	۵۵	(۱۷۳:۲)	۲۰۷
۲۴	(۲۴:۱)	۲۴۷	۵۶	(۱۷۴:۲)	۲۰۷
۲۵	(۲۵:۱)	۲۴۷	۵۷	(۱۷۵:۲)	۲۰۷
۲۶	(۲۶:۱)	۲۴۷	۵۸	(۱۷۶:۲)	۲۰۷
۲۷	(۲۷:۱)	۲۴۷	۵۹	(۱۷۷:۲)	۲۰۷
۲۸	(۲۸:۱)	۲۴۷	۶۰	(۱۷۸:۲)	۲۰۷
۲۹	(۲۹:۱)	۲۴۷	۶۱	(۱۷۹:۲)	۲۰۷
۳۰	(۳۰:۱)	۲۴۷	۶۲	(۱۸۰:۲)	۲۰۷
۳۱	(۳۱:۱)	۲۴۷	۶۳	(۱۸۱:۲)	۲۰۷
۳۲	(۳۲:۱)	۲۴۷	۶۴	(۱۸۲:۲)	۲۰۷
۲- البقرہ (۲۸۶)					
۸	(۲:۳)	۷۵	۳۳	(۱۵۱:۲)	۵۴
۹	(۲:۴)	۷۵	۳۴	(۱۵۲:۲)	۲۴۸
۱۰	(۲:۵)	۷۵	۳۵	(۱۵۳:۲)	۲۴۸
۱۱	(۲:۶)	۷۵	۳۶	(۱۵۴:۲)	۱۲۶
۱۲	(۲:۷)	۷۵	۳۷	(۱۵۵:۲)	۱۲۳
۱۳	(۲:۸)	۷۵	۳۸	(۱۵۶:۲)	۱۲۳
۱۴	(۲:۹)	۷۵	۳۹	(۱۵۷:۲)	۱۲۳
۱۵	(۲:۱۰)	۷۵	۴۰	(۱۵۸:۲)	۱۱۹
۱۶	(۲:۱۱)	۷۵	۴۱	(۱۵۹:۲)	۲۰۷
۱۷	(۲:۱۲)	۷۵	۴۲	(۱۶۰:۲)	۲۰۷
۱۸	(۲:۱۳)	۷۵	۴۳	(۱۶۱:۲)	۲۰۷
۱۹	(۲:۱۴)	۷۵	۴۴	(۱۶۲:۲)	۲۰۷
۲۰	(۲:۱۵)	۷۵	۴۵	(۱۶۳:۲)	۲۰۷
۲۱	(۲:۱۶)	۷۵	۴۶	(۱۶۴:۲)	۲۰۷
۲۲	(۲:۱۷)	۷۵	۴۷	(۱۶۵:۲)	۲۰۷
۲۳	(۲:۱۸)	۷۵	۴۸	(۱۶۶:۲)	۲۰۷
۲۴	(۲:۱۹)	۷۵	۴۹	(۱۶۷:۲)	۲۰۷
۲۵	(۲:۲۰)	۷۵	۵۰	(۱۶۸:۲)	۲۰۷
۲۶	(۲:۲۱)	۷۵	۵۱	(۱۶۹:۲)	۲۰۷
۲۷	(۲:۲۲)	۷۵	۵۲	(۱۷۰:۲)	۲۰۷
۲۸	(۲:۲۳)	۷۵	۵۳	(۱۷۱:۲)	۲۰۷
۲۹	(۲:۲۴)	۷۵	۵۴	(۱۷۲:۲)	۲۰۷
۳۰	(۲:۲۵)	۷۵	۵۵	(۱۷۳:۲)	۲۰۷
۳۱	(۲:۲۶)	۷۵	۵۶	(۱۷۴:۲)	۲۰۷
۳۲	(۲:۲۷)	۷۵	۵۷	(۱۷۵:۲)	۲۰۷
۳۳	(۲:۲۸)	۷۵	۵۸	(۱۷۶:۲)	۲۰۷
۳۴	(۲:۲۹)	۷۵	۵۹	(۱۷۷:۲)	۲۰۷
۳۵	(۲:۳۰)	۷۵	۶۰	(۱۷۸:۲)	۲۰۷
۳۶	(۲:۳۱)	۷۵	۶۱	(۱۷۹:۲)	۲۰۷
۳۷	(۲:۳۲)	۷۵	۶۲	(۱۸۰:۲)	۲۰۷
۳۸	(۲:۳۳)	۷۵	۶۳	(۱۸۱:۲)	۲۰۷
۳۹	(۲:۳۴)	۷۵	۶۴	(۱۸۲:۲)	۲۰۷
۴۰	(۲:۳۵)	۷۵	۶۵	(۱۸۳:۲)	۲۰۷
۴۱	(۲:۳۶)	۷۵	۶۶	(۱۸۴:۲)	۲۰۷
۴۲	(۲:۳۷)	۷۵	۶۷	(۱۸۵:۲)	۲۰۷
۴۳	(۲:۳۸)	۷۵	۶۸	(۱۸۶:۲)	۲۰۷
۴۴	(۲:۳۹)	۷۵	۶۹	(۱۸۷:۲)	۲۰۷
۴۵	(۲:۴۰)	۷۵	۷۰	(۱۸۸:۲)	۲۰۷
۴۶	(۲:۴۱)	۷۵	۷۱	(۱۸۹:۲)	۲۰۷
۴۷	(۲:۴۲)	۷۵	۷۲	(۱۹۰:۲)	۲۰۷
۴۸	(۲:۴۳)	۷۵	۷۳	(۱۹۱:۲)	۲۰۷
۴۹	(۲:۴۴)	۷۵	۷۴	(۱۹۲:۲)	۲۰۷
۵۰	(۲:۴۵)	۷۵	۷۵	(۱۹۳:۲)	۲۰۷
۵۱	(۲:۴۶)	۷۵	۷۶	(۱۹۴:۲)	۲۰۷
۵۲	(۲:۴۷)	۷۵	۷۷	(۱۹۵:۲)	۲۰۷
۵۳	(۲:۴۸)	۷۵	۷۸	(۱۹۶:۲)	۲۰۷
۵۴	(۲:۴۹)	۷۵	۷۹	(۱۹۷:۲)	۲۰۷
۵۵	(۲:۵۰)	۷۵	۸۰	(۱۹۸:۲)	۲۰۷
۵۶	(۲:۵۱)	۷۵	۸۱	(۱۹۹:۲)	۲۰۷
۵۷	(۲:۵۲)	۷۵	۸۲	(۲۰۰:۲)	۲۰۷
۵۸	(۲:۵۳)	۷۵	۸۳	(۲۰۱:۲)	۲۰۷
۵۹	(۲:۵۴)	۷۵	۸۴	(۲۰۲:۲)	۲۰۷
۶۰	(۲:۵۵)	۷۵	۸۵	(۲۰۳:۲)	۲۰۷
۶۱	(۲:۵۶)	۷۵	۸۶	(۲۰۴:۲)	۲۰۷
۶۲	(۲:۵۷)	۷۵	۸۷	(۲۰۵:۲)	۲۰۷
۶۳	(۲:۵۸)	۷۵	۸۸	(۲۰۶:۲)	۲۰۷
۶۴	(۲:۵۹)	۷۵	۸۹	(۲۰۷:۲)	۲۰۷
۶۵	(۲:۶۰)	۷۵	۹۰	(۲۰۸:۲)	۲۰۷
۶۶	(۲:۶۱)	۷۵	۹۱	(۲۰۹:۲)	۲۰۷
۶۷	(۲:۶۲)	۷۵	۹۲	(۲۱۰:۲)	۲۰۷
۶۸	(۲:۶۳)	۷۵	۹۳	(۲۱۱:۲)	۲۰۷
۶۹	(۲:۶۴)	۷۵	۹۴	(۲۱۲:۲)	۲۰۷
۷۰	(۲:۶۵)	۷۵	۹۵	(۲۱۳:۲)	۲۰۷
۷۱	(۲:۶۶)	۷۵	۹۶	(۲۱۴:۲)	۲۰۷
۷۲	(۲:۶۷)	۷۵	۹۷	(۲۱۵:۲)	۲۰۷
۷۳	(۲:۶۸)	۷۵	۹۸	(۲۱۶:۲)	۲۰۷
۷۴	(۲:۶۹)	۷۵	۹۹	(۲۱۷:۲)	۲۰۷
۷۵	(۲:۷۰)	۷۵	۱۰۰	(۲۱۸:۲)	۲۰۷
۳- آل عمران (۱۹۹)					
۵۹	(۳:۳)	۵۹	۳۳	(۱۵۱:۲)	۵۴
۶۰	(۳:۴)	۵۹	۳۴	(۱۵۲:۲)	۲۴۸
۶۱	(۳:۵)	۵۹	۳۵	(۱۵۳:۲)	۲۴۸
۶۲	(۳:۶)	۵۹	۳۶	(۱۵۴:۲)	۱۲۶
۶۳	(۳:۷)	۵۹	۳۷	(۱۵۵:۲)	۱۲۳
۶۴	(۳:۸)	۵۹	۳۸	(۱۵۶:۲)	۱۲۳
۶۵	(۳:۹)	۵۹	۳۹	(۱۵۷:۲)	۱۲۳
۶۶	(۳:۱۰)	۵۹	۴۰	(۱۵۸:۲)	۱۱۹
۶۷	(۳:۱۱)	۵۹	۴۱	(۱۵۹:۲)	۲۰۷
۶۸	(۳:۱۲)	۵۹	۴۲	(۱۶۰:۲)	۲۰۷
۶۹	(۳:۱۳)	۵۹	۴۳	(۱۶۱:۲)	۲۰۷
۷۰	(۳:۱۴)	۵۹	۴۴	(۱۶۲:۲)	۲۰۷
۷۱	(۳:۱۵)	۵۹	۴۵	(۱۶۳:۲)	۲۰۷
۷۲	(۳:۱۶)	۵۹	۴۶	(۱۶۴:۲)	۲۰۷
۷۳	(۳:۱۷)	۵۹	۴۷	(۱۶۵:۲)	۲۰۷
۷۴	(۳:۱۸)	۵۹	۴۸	(۱۶۶:۲)	۲۰۷
۷۵	(۳:۱۹)	۵۹	۴۹	(۱۶۷:۲)	۲۰۷
۷۶	(۳:۲۰)	۵۹	۵۰	(۱۶۸:۲)	۲۰۷
۷۷	(۳:۲۱)	۵۹	۵۱	(۱۶۹:۲)	۲۰۷
۷۸	(۳:۲۲)	۵۹	۵۲	(۱۷۰:۲)	۲۰۷
۷۹	(۳:۲۳)	۵۹	۵۳	(۱۷۱:۲)	۲۰۷
۸۰	(۳:۲۴)	۵۹	۵۴	(۱۷۲:۲)	۲۰۷
۸۱	(۳:۲۵)	۵۹	۵۵	(۱۷۳:۲)	۲۰۷
۸۲	(۳:۲۶)	۵۹	۵۶	(۱۷۴:۲)	۲۰۷
۸۳	(۳:۲۷)	۵۹	۵۷	(۱۷۵:۲)	۲۰۷
۸۴	(۳:۲۸)	۵۹	۵۸	(۱۷۶:۲)	۲۰۷
۸۵	(۳:۲۹)	۵۹	۵۹	(۱۷۷:۲)	۲۰۷
۸۶	(۳:۳۰)	۵۹	۶۰	(۱۷۸:۲)	۲۰۷
۸۷	(۳:۳۱)	۵۹	۶۱	(۱۷۹:۲)	۲۰۷
۸۸	(۳:۳۲)	۵۹	۶۲	(۱۸۰:۲)	۲۰۷
۸۹	(۳:۳۳)	۵۹	۶۳	(۱۸۱:۲)	۲۰۷
۹۰	(۳:۳۴)	۵۹	۶۴	(۱۸۲:۲)	۲۰۷
۹۱	(۳:۳۵)	۵۹	۶۵	(۱۸۳:۲)	۲۰۷
۹۲	(۳:۳۶)	۵۹	۶۶	(۱۸۴:۲)	۲۰۷
۹۳	(۳:۳۷)	۵۹	۶۷	(۱۸۵:۲)	۲۰۷
۹۴	(۳:۳۸)	۵۹	۶۸	(۱۸۶:۲)	۲۰۷
۹۵	(۳:۳۹)	۵۹	۶۹	(۱۸۷:۲)	۲۰۷
۹۶	(۳:۴۰)	۵۹	۷۰	(۱۸۸:۲)	۲۰۷
۹۷	(۳:۴۱)	۵۹	۷۱	(۱۸۹:۲)	۲۰۷
۹۸	(۳:۴۲)	۵۹	۷۲	(۱۹۰:۲)	۲۰۷
۹۹	(۳:۴۳)	۵۹	۷۳	(۱۹۱:۲)	۲۰۷
۱۰۰	(۳:۴۴)	۵۹	۷۴	(۱۹۲:۲)	۲۰۷
۴- النساء (۱۷۷)					
۵۹	(۴:۳)	۵۹	۳۳	(۱۵۱:۲)	۵۴
۶۰	(۴:۴)	۵۹	۳۴	(۱۵۲:۲)	۲۴۸
۶۱	(۴:۵)	۵۹	۳۵	(۱۵۳:۲)	۲۴۸
۶۲	(۴:۶)	۵۹	۳۶	(۱۵۴:۲)	۱۲۶
۶۳	(۴:۷)	۵۹	۳۷	(۱۵۵:۲)	۱۲۳
۶۴	(۴:۸)	۵۹	۳۸	(۱۵۶:۲)	۱۲۳
۶۵	(۴:۹)	۵۹	۳۹	(۱۵۷:۲)	۱۲۳
۶۶	(۴:۱۰)	۵۹	۴۰	(۱۵۸:۲)	۱۱۹
۶۷	(۴:۱۱)	۵۹	۴۱	(۱۵۹:۲)	۲۰۷
۶۸	(۴:۱۲)	۵۹	۴۲	(۱۶۰:۲)	۲۰۷
۶۹	(۴:۱۳)	۵۹	۴۳	(۱۶۱:۲)	۲۰۷
۷۰	(۴:۱۴)	۵۹	۴۴	(۱۶۲:۲)	۲۰۷
۷۱	(۴:۱۵)	۵۹	۴۵	(۱۶۳:۲)	۲۰۷
۷۲	(۴:۱۶)	۵۹	۴۶	(۱۶۴:۲)	۲۰۷
۷۳	(۴:۱۷)	۵۹	۴۷	(۱۶۵:۲)	۲۰۷
۷۴	(۴:۱۸)	۵۹	۴۸	(۱۶۶:۲)	۲۰۷
۷۵	(۴:۱۹)	۵۹	۴۹	(۱۶۷:۲)	۲۰۷
۷۶	(۴:۲۰)	۵۹	۵۰	(۱۶۸:۲)	۲۰۷
۷۷	(۴:۲۱)	۵۹	۵۱	(۱۶۹:۲)	۲۰۷
۷۸	(۴:۲۲)	۵۹	۵۲	(۱۷۰:۲)	۲۰۷
۷۹	(۴:۲۳)	۵۹	۵۳	(۱۷۱:۲)	۲۰۷
۸۰	(۴:۲۴)	۵۹	۵۴	(۱۷۲:۲)	۲۰۷
۸۱	(۴:۲۵)	۵۹	۵۵	(۱۷۳:۲)	۲۰۷
۸۲	(۴:۲۶)	۵۹	۵۶	(۱۷۴:۲)	۲۰۷
۸۳	(۴:۲۷)	۵۹	۵۷	(۱۷۵:۲)	۲۰۷
۸۴	(۴:۲۸)	۵۹	۵۸	(۱۷۶:۲)	۲۰۷
۸۵	(۴:۲۹)	۵۹	۵۹	(۱۷۷:۲)	۲۰۷
۸۶</					

شماره	شماره آیت مشهور	صفحه کتاب	شماره	شماره آیت مشهور	صفحه کتاب	شماره	شماره آیت مشهور	صفحه کتاب
۱۰۱	(۵:۴)	۱۴۹	۱۴۲	(۷:۵)	۲۱۷	۱۸۳	(۱۲۸:۷)	۲۳۸
۱۰۲	(۷:۴)	۱۴۹	۱۴۳	(۷:۵)	۲۱۸	۱۸۴	(۱۳۳:۷)	۹
۱۰۳	(۱۱:۴)	۱۸۹	۱۴۴	(۸:۵)	۲۰۲	۱۸۵	(۱۴۲:۷)	۱۱۵
۱۰۴	(۱۵:۴)		۱۴۵	(۱۱:۵)	۲۱۷، ۱۷۸	۱۸۶	(۱۵۲:۷)	۲۴۱، ۲۴۰
۱۰۵	(۱۶:۴)	۱۸۹	۱۴۶	(۱۲:۵)	۲۶۴	۱۸۷	(۱۵۳:۷)	۲۴۱، ۲۴۰
۱۰۶	(۱۷:۴)	۱۸۹	۱۴۷	(۱۳:۵)	۲۶۷	۱۸۸	(۱۵۴:۷)	۲۴۲، ۲۴۰
۱۰۷	(۱۹:۴)	۱۴۹	۱۴۸	(۱۵:۵)	۲۷۱، ۲۳۵، ۱۷۱	۱۸۹	(۱۵۵:۷)	۸۹
۱۰۸	(۲۳:۴)	۱۸۹	۱۴۹	(۱۶:۵)	۱۷۲، ۱۷۱، ۱۷۰	۱۹۰	(۱۵۶:۷)	۸۹
۱۰۹	(۲۵:۴)	۱۴۹	۱۵۰	(۲۰:۵)	۲۱۵	۱۹۱	(۱۵۸:۷)	۹۰
۱۱۰	(۲۹:۴)	۱۸۹	۱۵۱	(۲۲:۵)	۲۱۹	۱۹۲	(۱۶۰:۷)	۱۳۱
۱۱۱	(۳۰:۴)	۱۸۹	۱۵۲	(۲۳:۵)	۲۱۹	۱۹۳	(۱۶۱:۷)	۱۳۰
۱۱۲	(۳۲:۴)	۱۸۹	۱۵۳	(۳۵:۵)	۱۵۶	۱۹۴	(۱۶۲:۷)	۲۳۱
۱۱۳	(۳۳:۴)	۱۸۹	۱۵۴	(۳۴:۵)	۹۶، ۸۹	۱۹۵	(۱۶۳:۷)	۲۳۱
۱۱۴	(۳۳:۴)	۱۸۹	۱۵۵	(۳۵:۵)	۹۶	۱۹۶	(۱۶۴:۷)	۲۳۱
۱۱۵	(۳۵:۴)	۱۸۹	۱۵۶	(۳۶:۵)	۸۹	۱۹۷	(۱۶۶:۷)	۱۳
۱۱۶	(۳۶:۴)	۱۸۹	۱۵۷	(۳۷:۵)	۹۶	۱۱۶۱-اعراف (۲۰:۷)		
۱۱۷	(۳۸:۴)	۱۲۰	۱۵۸	(۳۸:۵)	۱۹۳، ۱۳۵	۱۹۸	(۱۶:۷)	۱۹۵
۱۱۸	(۵۸:۴)	۲۴۱	۱۵۹	(۵۰:۵)	۹۲	۱۹۹	(۱۷:۷)	۱۹۵
۱۱۹	(۵۹:۴)	۲۴۴، ۱۷۹	۱۶۰	(۵۵:۵)	۱۰۷	۲۰۰	(۱۸:۷)	۱۹۵
۱۲۰	(۶۲:۴)	۱۲۵	۱۶۱	(۵۶:۵)	۱۷۹، ۱۵۳، ۱۷۵	۲۰۱	(۲۷:۷)	۲۰۷
۱۲۱	(۶۳:۴)	۲۴۵	۱۶۲	(۵۷:۵)	۲۵۰	۲۰۲	(۲۷:۷)	۲۰۷
۱۲۲	(۶۶:۴)	۲۴۳	۱۶۳	(۵۸:۵)	۲۵۰	۲۰۳	(۲۸:۷)	۲۰۷
۱۲۳	(۶۷:۴)	۲۴۳	۱۶۴	(۱۰۶:۵)	۱۲۶	۲۰۴	(۲۹:۷)	۲۰۷، ۲۰۸، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱
۱۲۴	(۶۸:۴)	۲۴۳	۱۶۵	(۱۰۹:۵)	۲۲۱	۲۰۵	(۳۴:۷)	۱۷۷، ۱۷۸
۱۲۵	(۶۹:۴)	۲۴۰، ۲۴۳	۱۶۶	(۱۱۰:۵)	۲۲۱	۲۰۶	(۳۵:۷)	۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱
۱۲۶	(۷۰:۴)	۲۴۳	۱۶۷	(۱۱۲:۵)	۱۷۹	۲۰۷	(۵۲:۷)	۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱
۱۲۷	(۷۲:۴)	۱۲۵	۹۵۵-۴-الانعام (۱۶۶)			۲۰۸	(۵۳:۷)	۱۸۱
۱۲۸	(۷۹:۴)	۲۷۷، ۱۲۳				۲۰۹	(۵۴:۷)	۲۰۸
۱۲۹	(۸۰:۴)	۱۷۱	۱۶۸	(۴۴:۷)	۲۵۴	۲۱۰	(۹۵:۷)	۱۲۷
۱۳۰	(۸۲:۴)	۵۸	۱۶۹	(۴۵:۷)	۲۵۴	۲۱۱	(۱۲۸:۷)	۲۰۹
۱۳۱	(۱۰۳:۴)	۲۳۰، ۱۸۹	۱۷۰	(۴۷:۷)	۲۵۶، ۱۸۱	۲۱۲	(۱۲۹:۷)	۲۱۰
۱۳۲	(۱۰۴:۴)	۱۶۴	۱۷۱	(۴۸:۷)	۸۱	۲۱۳	(۱۳۰:۷)	۲۱۱
۱۳۳	(۱۱۳:۴)	۵۴	۱۷۲	(۸۷:۷)	۲۳۴	۲۱۴	(۱۳۴:۷)	۲۱۲
۱۳۴	(۱۱۴:۴)	۱۴۹	۱۷۳	(۸۸:۷)	۲۳۴	۲۱۵	(۱۳۸:۷)	۲۱۳
۱۳۵	(۱۱۶:۴)	۱۱۹	۱۷۴	(۹۳:۷)	۸۹	۲۱۶	(۱۴۲:۷)	۲۱۴
۱۳۶	(۱۳۵:۴)	۲۵۷، ۲۰۲	۱۷۵	(۹۹:۷)	۱۵	۲۱۷	(۱۴۴:۷)	۲۱۵
۱۳۷	(۱۴۲:۴)	۲۵۴	۱۷۶	(۱۰۰:۷)	۱۱۵۷، ۱۰۳	۲۱۸	(۱۴۶:۷)	۲۱۶
۱۳۸	(۱۴۳:۴)	۲۵۴	۱۷۷	(۱۱۵:۷)	۹۳، ۱۷۲، ۱۷۱	۲۱۹	(۱۴۷:۷)	۲۱۷
۱۳۹	(۱۴۵:۴)	۲۵۴	۱۷۸	(۱۱۶:۷)	۱۵۱، ۱۷۳، ۱۷۲، ۱۷۱	۲۲۰	(۱۴۸:۷)	۲۱۸
۱۴۰	(۱۷۶:۴)	۲۲۴	۱۷۹	(۱۱۷:۷)	۹۳	۲۲۱	(۱۴۹:۷)	۲۱۹
۷۷۹-۵-التین (۱۲)			۱۸۰	(۱۱۸:۷)	۹۳	۲۲۲	(۱۴۸:۷)	۲۲۱
			۱۸۱	(۱۲۶:۷)	۲۳۸	۲۲۳	(۱۷۶:۷)	۸۵
۱۴۱	(۲۳:۵)	۲۱۷، ۱۷۱	۱۸۲	(۱۲۷:۷)	۲۳۸	۲۲۴	(۱۸۲:۷)	۹۸

شماره	شماره آیت مع سوره	صفحه کتاب	شماره	شماره آیت مع سوره	صفحه کتاب	شماره	شماره آیت مع سوره	صفحه کتاب
۲۲۳	(۱۸۳:۴)	۹۸	۲۶۳	(۲۴:۹)	۱۳۸	۳۰۲	(۱۱۱:۱۱)	۱۹۲
۲۲۴	(۱۸۴:۴)	۹۳	۲۶۴	(۲۵:۹)	۱۳۸	۳۰۳	(۱۱۱:۱۱)	۱۹۲
۲۲۵	(۱۸۵:۴)	۸۴	۲۶۵	(۲۶:۹)	۹	۱۴۰۸ یوسف (۱۱)		
۲۲۶	(۱۸۶:۴)	۴۰	۲۶۶	(۲۷:۹)	۱۵۸	۳۰۴	(۱۱۱:۱۱)	۱۹۲
۲۲۷	(۱۸۷:۴)	۴۰	۲۶۷	(۲۸:۹)	۱۵۸	۳۰۵	(۲:۱۱)	۱۹۲
۲۲۸	(۱۸۸:۴)	۵۴	۲۶۸	(۲۹:۹)	۱۲۵	۳۰۶	(۹:۱۱)	۲۱۳
۲۲۹	(۱۸۹:۴)	۱۰۴	۲۶۹	(۳۰:۹)	۱۲۹	۳۰۷	(۱۲:۱۱)	۱۹۲
۲۳۰	(۱۹۰:۴)	۱۰۴	۲۷۰	(۳۱:۹)	۷۹	۳۰۸	(۲۴:۱۱)	۲۰۸
۱۳۳۴ افعال (۷۵)			۲۷۱	(۳۲:۹)	۱۵۰	۳۰۹	(۲۸:۱۱)	۲۴۴
۲۳۱	(۱:۸)	۲۶۳/۱۴۹	۲۷۲	(۳۳:۹)	۱۳۳	۳۱۰	(۱۱:۱۱)	۹۲۹/۱۰۸۹
۲۳۲	(۲:۸)	۲۶۳/۱۵۰	۲۷۳	(۳۴:۹)	۱۳۳	۱۴۵۱ آل عمران (۴۳)		
۲۳۳	(۳:۸)	۲۶۳/۱۵۰	۲۷۴	(۳۵:۹)	۸۰	۳۱۱	(۴:۱۱)	۱۱۵
۲۳۴	(۴:۸)	۲۶۳/۱۵۰	۲۷۵	(۳۶:۹)	۱۳۳	۳۱۲	(۵:۱۱)	۱۲۴
۲۳۵	(۵:۸)	۱۸۴	۲۷۶	(۳۷:۹)	۱۳۳	۳۱۳	(۶:۱۱)	۱۲۹
۲۳۶	(۶:۸)	۱۸۴	۲۷۷	(۳۸:۹)	۱۸۱/۱۳۳	۳۱۴	(۷:۱۱)	۱۲۹
۲۳۷	(۷:۸)	۱۸۴	۲۷۸	(۳۹:۹)	۱۳۹	۳۱۵	(۸:۱۱)	۱۱۹
۲۳۸	(۸:۸)	۱۸۴	۲۷۹	(۴۰:۹)	۲۵۵	۳۱۶	(۹:۱۱)	۹۰
۲۳۹	(۹:۸)	۱۴۰	۲۸۰	(۴۱:۹)	۲۵۵/۲۵۵	۱۸۰۳ آل ابراهیم (۵۲)		
۲۴۰	(۱۰:۸)	۱۴۰	۲۸۱	(۴۲:۹)	۲۵۵	۳۱۷	(۱۰:۱۱)	۲۴۵
۲۴۱	(۱۱:۸)	۱۴۰	۲۸۲	(۴۳:۹)	۲۵۵	۱۴۴۳ یونس (۱۰۹)		
۲۴۲	(۱۲:۸)	۱۴۱	۲۸۳	(۴۴:۹)	۱۳۰	۳۱۸	(۱۱:۱۱)	۲۶۹/۲۵۵
۲۴۳	(۱۳:۸)	۲۵۵/۱۴۱	۱۴۴۳ یونس (۱۰۹)			۳۱۹	(۱۲:۱۱)	۲۶۹/۲۵۵
۲۴۴	(۱۴:۸)	۱۲۳/۱۲	۲۸۴	(۱:۱۰)	۵۲	۳۲۰	(۱۳:۱۱)	۲۶۹/۲۵۵
۲۴۵	(۱۵:۸)	۱۵۲	۲۸۵	(۲:۱۰)	۱۰	۳۲۱	(۱۴:۱۱)	۲۶۹/۲۵۵
۲۴۶	(۱۶:۸)	۷۱	۲۸۶	(۳:۱۰)	۱۹۱	۳۲۲	(۱۵:۱۱)	۲۶۹/۲۵۵
۲۴۷	(۱۷:۸)	۱۱۱	۲۸۷	(۴:۱۰)	۲۳۵	۳۲۳	(۱۶:۱۱)	۲۶۹/۲۵۵
۲۴۸	(۱۸:۸)	۱۵۰/۱۴۱	۲۸۸	(۵:۱۰)	۱۳۸	۳۲۴	(۱۷:۱۱)	۲۶۹/۲۵۵
۲۴۹	(۱۹:۸)	۲۱۲	۲۸۹	(۶:۱۰)	۲۳	۳۲۵	(۱۸:۱۱)	۲۶۹/۲۵۵
۲۵۰	(۲۰:۸)	۱۹۸/۱۴۱	۲۹۰	(۷:۱۰)	۱۲۱	۳۲۶	(۱۹:۱۱)	۲۶۹/۲۵۵
۲۵۱	(۲۱:۸)	۲۴	۲۹۱	(۸:۱۰)	۵۰	۳۲۷	(۲۰:۱۱)	۲۶۹/۲۵۵
۲۵۲	(۲۲:۸)	۱۴۳	۲۹۲	(۹:۱۰)	۱۵۸	۳۲۸	(۲۱:۱۱)	۲۶۹/۲۵۵
۲۵۳	(۲۳:۸)	۱۴۳	۲۹۳	(۱۰:۱۰)	۱۵۸	۱۹۰۲ آل عمران (۴۳)		
۲۵۴	(۲۴:۸)	۱۴۳	۲۹۴	(۱۱:۱۰)	۱۴۹	۳۲۹	(۱:۱۵)	۵۴
۱۳۴۵ آل عمران (۴۳)			۲۹۵	(۱۲:۱۰)	۱۴۹	۳۳۰	(۲:۱۵)	۹۲
۲۵۵	(۲۵:۸)	۱۹۹	۱۵۹۵ آل عمران (۴۳)			۳۳۱	(۳:۱۵)	۱۲۹
۲۵۶	(۲۶:۸)	۱۵۸/۱۵۴	۲۹۶	(۱:۱۱)	۵۵	۳۳۲	(۴:۱۵)	۲۶۸
۲۵۷	(۲۷:۸)	۱۱۶	۲۹۷	(۲:۱۱)	۲۱۴/۱۲۸	۳۳۳	(۵:۱۵)	۷۴
۲۵۸	(۲۸:۸)	۱۱۵	۲۹۸	(۳:۱۱)	۲۶۹/۶۵	۳۳۴	(۶:۱۵)	۱۳۳/۷۴
۲۵۹	(۲۹:۸)	۱۱۵	۲۹۹	(۴:۱۱)	۲۶	۳۳۵	(۷:۱۵)	۷۴
۲۶۰	(۳۰:۸)	۱۸۷	۳۰۰	(۵:۱۱)	۲۰۳	۳۳۶	(۸:۱۵)	۷۴
۲۶۱	(۳۱:۸)	۲۴۱/۱۸۴	۳۰۱	(۶:۱۱)	۲۴۹/۸۸	۱۵۹۵ آل عمران (۴۳)		
۲۶۲	(۳۲:۸)	۱۸۴	۱۵۹۵ آل عمران (۴۳)			۱۵۹۵ آل عمران (۴۳)		

شماره	شماره آیت مع سوره	صفوح کتاب	شماره	شماره آیت مع سوره	صفوح کتاب	شماره	شماره آیت مع سوره	صفوح کتاب
۴۴۸	(۶:۲۸)	۹۵	۴۸۵	(۵۵:۲۸)	۲۰۰	۵۲۰	(۲۳:۳۱)	۸۹
۴۴۹	(۳۰:۲۵)	۴۶	۴۸۶	(۵۸:۲۸)	۱	۵۲۱	(۶۲:۳۲)	۲
۴۵۰	(۳:۱۲۵)	۴۶	۴۸۷	(۵۹:۲۸)	۸۱/۸۱	۳۴۰۷-۳۳-الاحزاب(۳)		
۴۵۱	(۳۲:۲۵)	۷۲/۴۶	۴۸۸	(۶۷:۲۸)	۳۳	۵۲۲	(۹:۳۳)	۲۲/۲۱
۴۵۲	(۶۳:۲۵)	۲۰۱/۲۰۰	۴۸۹	(۶۸:۲۸)	۱۹۱/۴۳	۵۲۳	(۳۳:۲۵)	۱۳۳/۲۱۹
۴۵۳	(۷۲:۲۵)	۲۰۱	۴۹۰	(۸۲:۲۸)	۱۲۸	۵۲۴	(۷۲:۲۵)	۳۳۰/۱۳۲
۳۴۰۸-۲۶-الشعراء(۲۲۷)			۳۴۱۰-۲۹-العنکبوت(۶۹)			۳۴۱۱-۳۳-النساء(۵۲)		
۴۵۴	(۳:۱۲۶)	۸۰	۴۹۱	(۶:۲۹)	۱۱۲/۱۸۱/۱۷۳	۵۲۵	(۱۷:۳۳)	۹۶
۴۵۵	(۴:۱۲۶)	۸۰	۴۹۲	(۱۹:۲۹)	۲۳	۵۲۶	(۲۸:۳۳)	۲۰۳
۴۵۶	(۲۲:۲۹)	۱۱۲/۱۱۰	۴۹۳	(۲۰:۲۹)	۲۳	۵۲۷	(۳۹:۳۳)	۱۰
۴۵۷	(۵۷:۲۹)	۱۱۶	۴۹۴	(۲۹:۲۹)	۱۵۰	۳۴۰۹-۳۵-الفاطر(۲۵)		
۴۵۸	(۵۸:۲۹)	۱۱۶	۴۹۵	(۲۵:۲۹)	۳۳۰/۴۶۴/۲۰۷	۵۲۸	(۱:۳۵)	۳۲
۴۵۹	(۵۹:۲۹)	۱۱۶	۴۹۶	(۳۹:۲۹)	۹۲	۵۲۹	(۳:۳۵)	۲۱۲
۴۶۰	(۱۳۶:۲۹)	۱۱۶	۴۹۷	(۵۰:۲۹)	۹۲	۵۳۰	(۱۵:۳۵)	۳۳
۴۶۱	(۱۳۳:۲۹)	۱۱۶	۴۹۸	(۵۱:۲۹)	۹۲/۹۰	۵۳۱	(۱۶:۳۵)	۳۳
۴۶۲	(۱۳۳:۲۹)	۱۱۶	۴۹۹	(۵۲:۲۹)	۹۲	۵۳۲	(۱۷:۳۵)	۳۳
۴۶۳	(۱۴۷:۲۹)	۱۱۶	۵۰۰	(۶۷:۲۹)	۲۱۸	۵۳۳	(۲۷:۳۵)	۲۸
۴۶۴	(۱۴۸:۲۹)	۱۱۶	۵۰۱	(۶۹:۲۹)	۲۲۲	۵۳۴	(۳۷:۳۵)	۱۳۶
۴۶۵	(۲۲۴:۲۹)	۶۳	۳۴۱۰-۳۰-الروم(۶۰)			۵۳۵	(۳۹:۳۵)	۲۶۵
۴۶۶	(۲۲۵:۲۹)	۶۳	۵۰۲	(۹:۳۰)	۷۶/۳۹	۵۳۶	(۴۳:۳۵)	۱۹۳
۴۶۷	(۲۲۶:۲۹)	۶۳	۵۰۳	(۲۷:۳۰)	۲۳	۵۳۷	(۴۴:۳۵)	۳۹
۳۴۵۳-۲۷-القل(۲۹)			۵۰۴	(۳۰:۳۰)	۱۰۰/۷۱	۳۴۸۹-۳۶-یونس(۸۳)		
۴۶۸	(۱:۲۷)	۱۷۵/۵۷	۵۰۵	(۳۶:۳۰)	۱۲۷	۵۳۸	(۱:۳۷)	۵۳
۴۶۹	(۲:۲۷)	۱۷۵/۵۹	۵۰۶	(۴۷:۳۰)	۱۶۶	۵۳۹	(۲:۳۷)	۵۳
۴۷۰	(۶:۲۷)	۵۲	۳۵۰۴-۳۱-لقمان(۳۴)			۵۴۰	(۳:۳۷)	۵۳
۴۷۱	(۱۲:۲۷)	۱۰۷	۵۰۷	(۲:۳۱)	۵۳	۵۴۱	(۴:۳۷)	۵۳
۴۷۲	(۴۶:۲۷)	۱۲۷	۵۰۸	(۳:۳۱)	۹۰	۵۴۲	(۱۳:۳۷)	۱۱۵
۴۷۳	(۶۰:۲۷)	۱۹۱/۱۱۲	۵۰۹	(۱۰:۳۱)	۲۱۳	۵۴۳	(۲۸:۳۷)	۲۳
۴۷۴	(۷۷:۲۷)	۹۰	۵۱۰	(۳۱:۳۱)	۲۱۳	۵۴۴	(۳۹:۳۷)	۲۳
۴۷۵	(۸۹:۲۷)	۱۳۱	۵۱۱	(۳۲:۳۱)	۱۶۲	۵۴۵	(۴۰:۳۷)	۲۳
۴۷۶	(۹۰:۲۷)	۱۳۱	۳۵۳۴-۳۲-التیجه(۳۰)			۵۴۶	(۴۱:۳۷)	۲۳
۳۴۳۴-۲۸-القصاص(۸۸)			۵۱۲	(۴:۳۲)	۱۳	۵۴۷	(۶۰:۳۷)	۲۳۸
۴۷۷	(۲:۳۸)	۵۷	۵۱۳	(۵:۳۲)	۱۳	۵۴۸	(۶۱:۳۷)	۲۳۸
۴۷۸	(۵:۳۸)	۱۸	۵۱۴	(۶:۳۲)	۱۳	۵۴۹	(۶۲:۳۷)	۱۷۳
۴۷۹	(۶:۳۸)	۱۸	۵۱۵	(۷:۳۲)	۱۳	۵۵۰	(۶۳:۳۷)	۶۴
۴۸۰	(۳۲:۳۸)	۶۵	۵۱۶	(۸:۳۲)	۱۳	۵۵۱	(۶۴:۳۷)	۶۴
۴۸۱	(۳۳:۳۸)	۸۹	۵۱۷	(۹:۳۲)	۱۳	۵۵۲	(۶۵:۳۷)	۱۷۳
۴۸۲	(۳۴:۳۸)	۱۲۵	۵۱۸	(۱۳:۳۲)	۱۹۶	۵۵۳	(۶۶:۳۷)	۳۱
۴۸۳	(۳۹:۳۸)	۹۱/۸۹	۵۱۹	(۱۶:۳۲)	۲۶۳/۲۴۶	۵۵۴	(۸۰:۳۷)	۳۱
۴۸۴	(۴۸:۳۸)	۱۲۹						

شماره	شماره آیت مع سورہ	صفحہ کتاب	شمارہ	شماره آیت مع سورہ	صفحہ کتاب	شمارہ	شماره آیت مع سورہ	صفحہ کتاب
۵۴۵۸	۷۱-۱۰۱-القارعة (۱۱)	۶۱۷۹	۵۹۵۹	۸۶-الطارق (۱۷)	۶۱۷۹	۵۴۵۸	۷۱-۱۰۱-القارعة (۱۱)	۶۱۷۹
۷۴۲	(۱۳:۷۱)	۶۱۸۷	۵۹۷۸	۸۷-الاعلى (۱۹)	۶۱۸۷	۷۴۲	(۱۳:۷۱)	۶۱۸۷
۷۴۳	(۱۳:۷۱)	۶۱۹۰	۶۰۰۳	۸۸-الغاشية (۲۶)	۶۱۹۰	۷۴۳	(۱۳:۷۱)	۶۱۸۷
۷۴۴	(۱۷:۷۱)	۶۱۹۹	۶۰۳۳	۸۹-الفجر (۳۰)	۶۱۹۹	۷۴۴	(۱۷:۷۱)	۶۱۸۷
۵۴۸۶	۷۲-الحجن (۲۸)	۶۲۰۴	۶۰۵۴	۹۰-البلد (۲۰)	۶۲۰۴	۵۴۸۶	۷۲-الحجن (۲۸)	۶۱۸۷
۵۵۰۶	۷۳-المزمل (۲۰)	۶۲۰۸	۶۰۶۹	۹۱-الشمس (۱۵)	۶۲۰۸	۵۵۰۶	۷۳-المزمل (۲۰)	۶۱۸۷
۷۴۵	(۲۰:۷۳)	۶۲۱۵	۶۰۹۰	۹۲-اليل (۲۱)	۶۲۱۵	۷۴۵	(۲۰:۷۳)	۶۱۸۷
۷۴۶	(۲۰:۷۳)	۶۲۱۵	۶۱۰۱	۹۳-الضحى (۱۱)	۶۲۱۵	۷۴۶	(۲۰:۷۳)	۶۱۸۷
۷۴۷	(۳:۷۳)	۶۲۱۵	۶۱۰۹	۹۴-الانشراح (۸)	۶۲۱۵	۷۴۷	(۳:۷۳)	۶۱۸۷
۷۴۸	(۳:۷۳)	۶۲۱۵	۶۱۱۷	۹۵-التين (۸)	۶۲۱۵	۷۴۸	(۳:۷۳)	۶۱۸۷
۷۴۹	(۵:۷۳)	۶۲۱۵	۶۱۳۶	۹۶-العلق (۱۹)	۶۲۱۵	۷۴۹	(۵:۷۳)	۶۱۸۷
۵۶۰۲	۷۵-القيمة (۳۰)	۶۲۱۸	۶۱۴۵	۹۷-القدر (۵)	۶۲۱۸	۵۶۰۲	۷۵-القيمة (۳۰)	۶۱۸۷
۵۶۳۳	۷۶-الدھر (۳۱)	۶۲۲۳	۶۱۵۸	۹۸-البیئنة (۸)	۶۲۲۳	۵۶۳۳	۷۶-الدھر (۳۱)	۶۱۸۷
۵۶۸۳	۷۷-المرسلات (۵۰)	۶۲۲۴	۶۱۷۰	۹۹-الزلزال (۸)	۶۲۲۴	۵۶۸۳	۷۷-المرسلات (۵۰)	۶۱۸۷
۷۵۰	(۲۸:۷۷)	۶۲۲۷	۶۱۸۱	۱۰۰-العدیة (۱۱)	۶۲۲۷	۷۵۰	(۲۸:۷۷)	۶۱۸۷
۷۵۱	(۲۹:۷۷)	۶۲۲۷	۶۱۸۱	۱۰۱-التکویر (۲۹)	۶۲۲۷	۷۵۱	(۲۹:۷۷)	۶۱۸۷
۵۷۲۳	۷۸-النبا (۳۰)	۶۲۲۷	۶۱۸۱	۱۰۲-الانفطار (۱۹)	۶۲۲۷	۵۷۲۳	۷۸-النبا (۳۰)	۶۱۸۷
۵۷۶۹	۷۹-الزئزئت (۳۶)	۶۲۲۷	۶۱۸۱	۱۰۳-التطیف (۳۶)	۶۲۲۷	۵۷۶۹	۷۹-الزئزئت (۳۶)	۶۱۸۷
۵۸۱۱	۸۰-عبس (۲۲)	۶۲۲۷	۶۱۸۱	۱۰۴-الانشقاق (۲۵)	۶۲۲۷	۵۸۱۱	۸۰-عبس (۲۲)	۶۱۸۷
۵۸۴۰	۸۱-التکویر (۲۹)	۶۲۲۷	۶۱۸۱	۱۰۵-الزروج (۲۲)	۶۲۲۷	۵۸۴۰	۸۱-التکویر (۲۹)	۶۱۸۷
۵۸۵۹	۸۲-الانفطار (۱۹)	۶۲۲۷	۶۱۸۱	۱۰۶-الزلزال (۸)	۶۲۲۷	۵۸۵۹	۸۲-الانفطار (۱۹)	۶۱۸۷
۵۸۹۵	۸۳-التطیف (۳۶)	۶۲۲۷	۶۱۸۱	۱۰۷-العدیة (۱۱)	۶۲۲۷	۵۸۹۵	۸۳-التطیف (۳۶)	۶۱۸۷
۵۹۲۰	۸۴-الانشقاق (۲۵)	۶۲۲۷	۶۱۸۱	۱۰۸-الزروج (۲۲)	۶۲۲۷	۵۹۲۰	۸۴-الانشقاق (۲۵)	۶۱۸۷
۵۹۴۲	۸۵-الزروج (۲۲)	۶۲۲۷	۶۱۸۱	۱۰۹-العدیة (۱۱)	۶۲۲۷	۵۹۴۲	۸۵-الزروج (۲۲)	۶۱۸۷

بالحمد لله

قرآن مجید کی کل آیات کی تعداد ۶۲۳۷ ہے جن میں سے مندرجہ صدر صاحب کے مجموعہ ۶۹ تکمل یا پارہ نامے آیات کی تشریح و تفسیر کا مجموعہ ہے۔
 میں آپ کا ہے عربی فہرست تاجہ میں علی بن النقیاس فرمایا ۹۲۶ آیات آپ کی ہیں گویا اس حصہ کتاب میں ہی کتاب الہی کے ساتویں حصے کی تشریح ہو گئی ہے۔

وَأَرْسَلْنَا إِلَيْكَ لَكَرِيمًا مِنَ النَّاسِ قَارِئًا لِلْكِتَابِ وَالْعِلْمِ يُفَكِّرُونَ

البلغ المبين

اعنى المقالة

الافتححة

البلاغية العربية من كتاب تل كن الذي صنفه باللغة الهندية
المفتقر الى الله الرحيم الرحمن محمد عن اية الله خان المشرقي الهندي بن عطاء محمد خان
بن كمال الدين خان المغفور

في مجلدات عشر لتبيين القرآن العظيم وتشريح حكمته وقانونه وعلمه
بل تشريح ما شرع الله فيه للناس من الدين العملي الذي جاء به كل الانبياء عليهم السلام
المعول عليه لفلاح الانام المرجوع اليه لاصلاح القوام وقاعن الدين القولي الشرعي النظري الذي
اشاع به علماء الاسلام الذي يصرف قاعن سبل السلام

وقد بلغت فيها المسلمين المعاصرين المستضعفين الهالكين

بلاغاً اختياراً

في سياهم ومما هم و اوضحت لهم طريقا يهديهم الى البقاء ويدخلهم في زمرة الاحياء من قبل ان ياتيهم العذاب
فانه قال

وَجَزَاءُ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ أَنْ تَتَّقُوا اللَّهَ فَكَفَىٰ بِالْعِلْمِ وَلَا يُرْجَىٰ

سنة ١٢٤٠ هـ

طبعت هذه المقالة بواسطة الشيخ محمد عبد العزيز

بمطبعة دار الكتب في دار الشريعة في مكة المكرمة

تهدية

الى

الله

عز وجل

فاطر السموات والارض واحكم الحاكمين

رب اننى قد جئتك بشئ غريب

مما آتيتنى من لدنك وقلوبى وجل ان الله انا الذى آتيتك

بالمريات به احد وقلوبى وجل اننى راجع اليك ليوم لا ريب فيه

فستثنى عما فعلت فتقبل منى واصلى لى فى تدبرى وثبت به فؤادى

واجعل افدة من الناس تهوى اليه فيعلموا الله الحق منك فتخبت لك قلوبهم

رب واصلى المسلمين واهد هم بنورك فى هذا كما اصلحتهم وهديتهم من قبل

فانهم قوم لا يعلمون رب اخبرتنى انهم لها لكون من قريب فانيتهم

بنبياء عظيم من فور رب فالف بينهم وجمعهم شملهم واهدهم

الضراط المستقيم صراط الذين

انعمت عليهم

غير المغضوب عليهم ولا الضالين



الحمد لله العظيم * البارئ الفاطر الذي فطر السموات والارض في احسن تنظيم * القادر
المقدر السميع البصير الذي جعل الشمس والقمر بحسبان * وسخر ما في الارض لنفع الانسان *
حمد له مقدم على كل امر جامع لهم به الاعضاء والاذهان * واستعانته حرق الا تترك الا
في لعنة البغي والعصيان * للملك حقاً فما يخلق الا ليطاع * ومن اطاع فاجرة لا يضاع *
منة من منحه ان خلق الانسان * ذا السمع والبصر والفرقان * فجعله مكين المكان * و
قومه على مخلوق الزمان * وفضله مع ضعف جسمه على سائر الحيوان * ذوات القرن و
الاسنان * ثم حملة في البر والبحر * وجعله خليفة الجبل والقعر * والسهل والصخر *
وقدر له حظاً من الغلبة والامر * فلما كشف الغطاء * وبرزت الاشياء والاسماء *
اعترف الانسان بان عليه نصيباً من دون الحكم والمجال من الطاعة والامتثال باسم
ربه شديد الحال * والحاكم المتعال * فسبحان الحق الذي لا يموت * وبه المملوكوت
الذي اسس بنيان التدوين * تدوين الدين المستقيم * بل تكوين الكون العظيم *

على الحكم والتسليم * والتنظيم والتنظيم * وعسر التعبد ويسر الامارة * وحلاوة الحكمة
 وفز الطاعة * الذي جعل مع كل يسر عسرا * ومع كل حلاوة قسرا * الملك العادل
 الذي يحكم بين الناس عند التحالف والجدل * ويزن بقسطاس العدل * سواء عليه
 البيض والسود * والنصارى واليهود * والمسلم والهنود * وسائر المخلوق والمولود * الذي
 لا يبدل حكمته * ولا يصرف لاياته * ولن تجد تبديلا لحكمته وعادته * ونحويلا
 لامره وسنته * فتبارك الذي يطاع ولا يطيع * ويمال اليه ولا يميل * من لا غاية
 لقوته وسلطته * ولا حد لجلاله وبرهانه * مرجع الانام بين رفعه وخفض * ومصر
 الاقوام بين بسطه وقبض * من هلك من حكمه فقد هلك عن بيته * ومن سلم سلم من
 اصول مسلمة * ملك الكون والفساد * وهالك كل باغ وعاد * بارئ الموت والحيات * و
 الخبير بما هوات * الذي من اطاعه رفع درجاته * ومن عصاه فقد لاقى ممانته *
 احمد لاقى لا اجد لاحد مثما من دونه ملجا ومجيرا * ولا وليا ولا نصيرا * بشديد
 العقاب * ولي الظول والعذاب * المعز لمن اهتدى * والمذل لمن اعتدى * الله
 يرزق ويسلب ويرفع ويخفض ويقبض ويبسط ويسئل ويحجب لمن اتقى واطفى
 بقدر حساب * احمد لاقى اخاف عذاب يوم عظيم للائمة التي عصيت عن امره * وبنت
 عن طاعته فقد لم يكن لها من مآب * احمد لانه هدى الانسان صراطه * والله حياته
 ومماته * وجعل له سمعه وبصره وفؤاده * وبين له فطرته وعادته * نزل على هذا
 انزل عليه الكتب * الكتب الذي جاء به النبي العربي خاتما لانبيا الى يوم الحساب *
 القول الفصيل الذي جُمع فيه دوح من امره تعالى ولبت الابواب * وسر السموات والارض
 وسر الشباب * وسؤال البقاء والجواب * وعقدة فريضة الانسان في الدنيا وحلها

بالصواب ❦ وحكاية الثواب والعذاب ❦ الذي تمت كلمته صدقاً وعدلاً . يصدق
 ما جرى وما يجري نظراً وعملاً ❦ لا يخفى لا يأنه والغاظه . ولا يحاسب على وجوبه جوازاً
 احمد لانه قد اكمل دينه واتم برهانه . ورضى للانسان ما احسن له ❦ فلا حجة لنا اليه . و
 لا هي بقطة من النوم ❦ لاحد من القوم . فان القول قد وقع . والحكم قد جب وفرض .
 فاما الرحمة والثواب . او المسكنة والعذاب ❦ فالحمد لله جل البرهان . عظيم الشان
 الرحيم الرحمن . الذي علمنا القرآن ❦ تساق به الاقوام . الى المعاد والمرام . والتمكن
 القيام . والنسق والنظام . وسائر الافعال والاكرام ❦ من اتبعه عملاً واسلم وجهه
 لاحكامه معناه واصلاً ❦ فجزاؤهم جنت الارض تجري من تحتها الانهار ❦ وفي الآخرة
 الجنة الخلد التي يرثها الاخيار والابرار ❦ ومن انكره فعلاً دون القول واللسان واصبر على
 معصية فاحله الله دار البوار ❦ سلبهم ما كان لهم من ملك وفضل في الدنيا وطردهم من
 الجنة بالاستحقاق ❦ فمن اسلم سلم . ومن ابتغى دون ذلك وجهاً عدم واغدر ❦ وهذا
 هو الأصل من اصول الدين ❦ الذين امنتين الذي جاء في الكتب المبين ❦ وما ارسل
 الله به ختم المرسلين ❦ وصراط ربك المستقيم يحق اليقين ❦ يجتمع فيه فلاح الدنيا و
 الدين . ويشترى به يسر الحكومة بعسر التسليم . وطاعة من في الارض بطاعة العلي
 العظيم . ونعمة الدنيا والعقبى بالصراط المستقيم . وجنت الارض والجنة المقيمة على
 رضوان الله ولقاء احكم الحكامين ❦ فاطر السموات والارض ❦ ومالك ما ينزله بقدر معلوم ❦
 يستل منه من في السموات ومن في الضمين ومن في الروم ❦ فسبحن ربنا رب العالمين ❦
 والصلوة والسلام على محمد ختم الانبياء وسيد العالمين . واما المختارين المتقين
 واعظم المقتنين الذي ائنا بقرآن عظيم . وهدى قومه الصراط المستقيم . و

نجاة من الكرب الاليم * وجعلهم من ورثة جنت النعيم * ومكنهم في الارض تمكن المقيم
 ويدل ضعفهم قوة وخوفهم بمقام امين * أعد للظالمين المسلمين * الذين يتبعون
 عملاً ومعناً ما انزل الله من الدين * ويقولون به نستعين * ويمسسون ويصبحون معتصمين
 بالجميل المتين * ويفعلون ما فعل النبي الكريم * عليه التحية والتسليم * الذي ثنى عليه
 العزيز العليم * اصله لانه اعظم الناس واعلمهم * واكرمهم عند الله وانقهم * البطل
 الجليل الذي فعل في هذه الدنيا ما لم يفعل حد اصلاً * وسلك سبيل ربه طوعاً وذللاً *
 فبعثه ربه مقاماً جلاً * وجهها في الدنيا وما ثوراً * وفي الآخرة ماجوراً ومشكوراً * فالحمد
 لمن لا شريك له في الحكم والامر * والسلام على من لا مثيل له في الطاعة والعمل * الله الغالب
 على امره جل وعلا * وعلى النبي البالغ في امره المجتبي والمصطفى * صلى الله تعالى عليه وآله
 واصحابه اجمعين * الى يوم الدين * ﴿﴾

واصل على سائر الانبياء الكرام والانبياء العظام * من دون النبي العربي سيد
 الانام * الذين شرعوا في اصلاح العوام * وابتدوا بتعليم الانام كالانعام * اشرقت به الظلمت
 وظهرت علينا الصلوات البقيت * وبدت لنا السيئات المهلكات * واكتشفت لنا طريقة
 الحيات والسمات * الذين اصبحوا واحسنوا شاهدين مبشرين ومنذرين وبينوا لنا ما هوات *
 اعلى الله مقامهم رفيع الدرجات * لا افرق بين احد منهم وبين سيدنا محمد لا تتم كانوا من
 عباد الله المخلصين * ورسله المصلحين * وخدامه المسلمين المكرمين * اجلة الخلق ائمة
 العصر * عبادة ذوي الايد والبصر * الذين لم يبلغ مقامهم احد من العوام * من العلماء
 الطبعيين * والحكماء المهندسين * والكبراء السالفين * حتى الفضلاء المتكبرون المعاصرون
 الذين يظنون انهم بينوا اول مرة حقاً في الاشياء * وكشفوا الغطاء * والقوا عنها الرذا * و

جلباب السر والحفا ❦ فلا اقسماً فاق النجوم . **وَأَنَّهُ لَقَدْ عَلِمْتُمُ اللَّفْظَ الْعَظِيمَ** (٢١٥) . **إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ قَدْ**
يَتَّبِعُونَ فِي عَمَلِهِمْ مَا لَمْ يَبْلُغُوا فِي هَذَا الزَّمَانِ . من ظائف الانسان . ونتاج البغي والطغيان
وتعبد ما خلا الرحمن . وعبادة الاوثان والاصنام . واصول بقاء الاقوام . واسباب فناء
الامم . واسلحة اصلاح الشيم ❦ فالحق ان علم الاشياء الذي دونه الطبيعيون وغيرهم
من الحكماء في زماننا هذا ليس بشئ ولا يقابل بالعلم الجليل الذي جاء به الانبياء
في عهدهم ❦ علمهم قد احاط بعلم حكماءنا الحاضرة . واحتوى على اخبارهم الجارية بل
سبق علمنا على ما نحن عليه اسباقاً تامّة . لانهم ايضا اصروا في عصورهم على تحصيل علم
حقائق الاشياء . وتدوين خواص الاجزاء والاعضاء . من دون اصول الفناء والبقاء . و
اوضحوا للناس سياسة المدن والعمران من دون علم فرائض الانسان ❦ فاصلى عليهم صلوة
الرجل المتخير . واحمدهم بتحسين المراء المتشكر ❦ لانهم اصلحو ابال ارضنا وجاءوا ببدء مريضنا
حين لم تكن الارض مشرقة بانوار العلم . ولم يطلع احد على سرائر البدن والجسم ❦ ادام الله
اثرا صلحهم في الدنيا واصلم الله امر فلا حهم في العقبي صلواتنا وسلامنا عليهم اجمعين *
مخلصين لهم الدين ❦

ولاشك في ان هذه الانبياء الكرام والهاديين العظام جاءوا من ربهم حين
جاءوا بكتاب واحد . جامع الاصول والعقائد . وشارح الحقائق والفرائض .
الدين الذي اشاعوا به في الارض وشرعوا للناس لا بد من كون بناءه على اساس احد .
جامع الناس لا فارق * ولا بد من كونه مبنياً على كلمة سواء بين البدن والحضر و
الجحيم والعرب والشرق والغرب وساكن الجزيرة وفكين البر * مشتركا لكل ما يحتاج
الانسان من تشريع النفع والضرر * مفضلاً لما ينبغي له لبقاء نسله وتقوية جماعته

[illegible]

فَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۚ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ
 رَبَّ الْأَرْبَابِ * جَامِعَ الْأَشْتَاتِ وَالْأَحْزَابِ * فَمِنْ ذَلِكَ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي
 النَّاسِ (٢١: ٢٣) * مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ * الْخَنَّاسِ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ (٢١: ٢٤) *
 وَكُنْتُمْ كَلِمَةً رَبِّكَ لَا تَمْلِكُنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ (١١: ١١٩) * اشْرِكُوا فَتُفَرَّقُوا فُلَاتِ
 حِينَ مَنَاصٍ * فَيَا مَعْشَرَ الرَّجَالِ! هَلْ لَكُمْ مِنْ حِيلَةٍ عَنْ هَذَا الْجِدَالِ * وَمَنْ مَقَرَّ عَنْ هَذَا
 التَّخَالُفِ وَالْقِتَالِ * وَتَحُولَكُمْ حَالًا عَنْ حَالٍ * وَالْقَاءَ أَنْفُسَكُمْ بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَالزَّوَالِ *
 هَلْ لَكُمْ مِنْ مَجَالٍ عَنْ أَنْ تُنْشِئُوا مَرَّةً أُخْرَى إِلَى رَبِّكُمْ شَدِيدِ الْحَالِ * وَمَنْ مَحِيصٌ عَنْ أَنْ تَوْبُوا إِلَيْهِ
 وَاجْمَعُوا أَنْفُسَكُمْ عَلَى دِينِ رَبِّكُمْ مِنْ دُونِ أَدْيَانِكُمْ الشَّيْءُ صَاحِبُ الْحَوْلِ وَالْجَلَالِ * وَإِنْ نَسَمَسَكُوا
 كُلَّكُمْ بِالذِّكْرِ الْوَاحِدِ الَّذِي أَحْظَعُ عَنْ التَّحْرِيفِ وَالزَّوَالِ * بِالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ * وَالْفِرْقَانِ
 الْحَمِيدِ * وَكِتَابِ اللَّهِ الْحَكِيمِ الرَّشِيدِ * لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ
 حَكِيمٍ حَمِيدٍ (٢١: ٢٢) * فَيَا أَيُّهَا النَّاسُ! هَلْ لَكُمْ مِنْ كِتَابٍ غَيْرِهِ تَخُوضُوا فِيهِ وَفَتْشُوهُ وَتُورِوهُ
 فَتَعْلَمُوا بِالْيَقِينِ مَا يَشَاءُ رَبُّكُمْ يَكُمُ * وَمَا يَرِيدُ بِقُوفِكُمْ * وَمَا مَشِئْتُهُ * وَمَا الْقَانُونُ الَّذِي يَحْكُمُ بِهِ *
 وَمَا وَظِيفَتُكُمْ فِي الدُّنْيَا * وَمَا بِالْكَفْرِ فِي الْعَقْبِ * هَلْ مِنْ صَحِيفَةٍ عِنْدَكُمْ مِنْ دُونِ الْقُرْآنِ
 فَتُخْرِجُوهَا لِتَبَيِّنَ لَكُمْ بِلَفْظِهِ وَبَعِينِهِ مَا ذَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْنَا فَنَعْلَمَهُ فَإِنَّ الصَّحُفَ الْقَدِيمَةَ
 الْكِتَابَ الْمُقَدَّسَةَ كُلَّهَا قَدْ تَرَجُمَتْ مِنْ لِسَانٍ إِلَى لِسَانٍ * وَبُذِلَتْ حَالًا عَنْ حَالٍ * وَغُذِرَتْ مَعْنَى
 عَنْ مَعْنَى * حَتَّى مَنَحَهَا النَّاسُ كُلُّهَا * وَغَابَ أَصْلُهَا * وَغُذِرَتْ حَقِيقَتُهَا وَوَحْيُهَا * وَتَبَدَّلَتْ صَوْتُهَا
 مَعَ أَمْرِهَا وَنَهْيِهَا * فَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا إِلَّا مَا فَهَمَ بَعْضُ الرِّجَالِ عِنْدَ التَّرْجُمَةِ مِنْ مَطَالِبِهَا وَمَقَاصِدِ أَمْرِهَا
 الْمُهَيَّمَةِ الَّتِي يَتَّبِعُونَ رَتَبَاتِهَا فِيهَا * فَلَا مَجَالَ لَنَا أَنْ نَذْكُرَ إِلَّا أَنْ مَا عَنِ اللَّهِ بِنُصُوصِهَا وَالْفَاظِهَا * وَمَا
 مَحَلُّهَا وَمَقَامُهَا * بَلْ مَا حَلَّهَا وَحَرَّمَهَا * فَتَعَالَوْا إِلَى الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ! وَخُوضُوا فِيهِ خَوْضَ

البصير العليم. وتدبروه واحرثوه بل تجتسوه بوساطة العلم الجديد الذي يكشف عنكم
الظن ويهديكم الى صراط مستقيم. ويجمع بينكم ويرفعكم ويوحدكم على اختلافكم الاليم*
فَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا (١٠٢: ٣) واستمسكوا بعبادة الرب من دون عبادة الطائفت
الذي يغري بينكم العداوة والبغضاء. * والله يريد ان يجمع بينكم ويحفظكم منه ومن شيت
وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً (٩٣: ١٧) * وانتم تشاءون ان تضلوا وتقتلوا انفسكم*
وَلَكِنْ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ (٩٣: ١٧) * كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ (٥٣: ٢٣) *
وَلَتَسْلُكُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (٩٣: ١٧)

واصل على السلف من المسلمين المؤمنين الصالحين * الذين اتبعوا الانبياء الكبراء
بحد امكانهم عملاً ومعنى واتبعوهم بعين اليقين * الذين صدقوا ولم يكذبوا ولم يستهزءوا
بالدين المتين * واتقوا مدة قيامهم في الارض طائعين * وداموا ماداموا في الارض
غالبين * واستأجروا القوم هم العزة والعظمة واستداموها في الآخرين * وتخلقوا باخلاق
الله العزيز العظيم * صاحب العزة والعظمة الذي يرث السموات والارض ولا يشرك في
حكيمه احداً (٢٦: ١٨) من العالمين * وَلَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا (٢٢: ٢١) باليقين *
فاطاعوا فوجدوا اجرهم عند ربهم وقالوا الحمد لله الذي صدقنا وعده واورثنا الارض نبتوا
من الجنة حيث نشاء فنعم اجر العمِلين (٤٣: ٣٩) * فسلام على المتقين * الذين لم يغادروا
من الارض قطعاً ولا ملكاً ولا صعيداً ولا جزاً ولا جبلاً ولا سهلاً ولا بئراً ولا بحراً ولا
ما فوق البر وما تحت البحر وما في جوار السماء وما في جوف الارض الا كما نوا عليها
قايضين * وبما كونها يتحكم خليفة الله في الارض وعلى ارض من خلق الانسان منها ومن

* قد مثل الشارحون ضللاً بعيداً في شرح هذه الآية الشهيرة حيث معناه بهذا التوكيد على لفظ الله - اعلم الله يشاء ان يجمع بينكم ويوحدكم وانتم لا تشاءون هذه الوحدة
بينكم فانه لا يدخل مشيئته في مشيئتهم واطلقتكم لبعثكم ويشعل عن اعمالكم - فيترجمون هذه الآية انه تعالى لا يرضى لعباده الاشياء ولا الفرائض بل يرضى ان يكون
الناس امة واحدة لا يفسد في الارض - * سياتي تفسير ما الاتقاء على صفحة ١٠٠ - الحزم هذه الا فتناحية نبأ امده وعلى صفحة ٤٤ تحت الماتن من كتاب التلخيص
نبرأ امده - فيبين لكون المتقين الذين يرضون الارض في لغة القرآن *

طين * ويقولون رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا ^(١٩٠:٣) وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ^(١٢٢:٢٩)
فاجعل لنا خاضعة كُلَّ مَا خَلَقْتَ بِالْحَقِّ فِي الدُّنْيَا وَفِي يَوْمِ الدِّينِ * وابعدنا فيها على مقام أمين *
ولا تترك لأحد سوانا في هذه الأرض يملك من قشر التين * ولا تترك في حكمنا أحدًا لئلا نكون
من المفسدين * واصلاح الأرض لنا واللباقين * وطهر الأرض من الكافرين * الذين
مثل عمالهم كرماد اشتدَّت به الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ لَا يَقْدِرُونَ بِمَا كَسَبُوا عَلَى شَيْءٍ ^(١٨:١٣)
ويفسدون في الأرض ولا يصلحون * والذين يؤمنون بالباطل من نعمة الله هم يكفرون *
^(٤٢:١١) * والذين يعرِّفون نعمة الله ثم ينكرونها وأكثرهم الكفرون * ^(٨٣:١١) * وإلهنا
الصَّراطُ الْمُسْتَقِيمُ صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالِّين ^(٥١:٤) *
الضالِّين الذين آمنوا بالباطل وكفروا بالله أولئك هم الخاسرون ^(٥٢:٢٩) * واعرضوا عن
الحق وصاروا من الآخرين * وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَى فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ ^(٤٢:١٤) من العمين *
من المغضوبين الضالِّين * فسلام على المنعمين المتطوعين * وربما يودُّ الذين كفروا والقو
^(٢١:١٥) كانوا مسلمين * اعلم الظالمين الوارثين * الذين يرثون الفردوس يرثون الأرض بتمكين
المؤمنين * على رغم العادين والعالمين * ولا يهنؤا ولا يفتخروا وأنتم إلا عاقلون ^(١٣٨:١٣) *
ويا معشر المخلفين المتشرعين المتفرقين الحاضرين ! المتعارفين في زماننا هذا بالمسلمين
المؤمنين * الذين يزعمون أنهم يتبعون السلف من الصالحين * وأنهم على آثارهم بهتدون *
ويظنون أنهم أبناء الله وأنهم هم المقربون الخاضعون من دون العالمين * المغضوبين الضالِّين *
قد فسدت أمور دنياكم وخربت دياركم وهلكت عظمتكم وجلالكم وفقدت أموالكم و
ضاحت بلادكم وذهب الله بنوركم وهلك دياركم واهلككم فلم يبق منكم إلا حكايتكم * ودعى
أمركم من البوار والترك من الزوال * صرتم في الدنيا كالعضو المتعطل * وفي النداء كالحلق للكل

فلا حركة بحسبكم من الموت والنوم * ولا سماع لصريحكم اليوم * ازعمراتكم تتبعون الاسلاف والحياء
وتقلدوهم * وقد تشاءنا نبأ المؤمنين الذين خلوا من قبلكم * وقد جاءنا اخبارهم واحوالهم * و
اعمالهم وافعالهم في التاريخ وصلاحيته بالهم * وما كان في هذه الدنيا لهم * وما كان عندهم
من العلم والتور ومن معرفة الاراء الصائبة التي دفعوا بها مضرة الاعداء وخلصوا بها مالم يستشاق
والمهالك * والمصائب التواب * وما استصانوا بها لرفع مقامهم في الدنيا نفاس المدن عظيم
الممالك * وما استملكو في هذه الارض من عجائب القلدة وغرائب الطبيعة للاستنفاع و
التجارة * وما أطبلوا في الارض طبل لمن المالك اليوم * وما كان فيهم من العصبية و
حماية القوم * من الطاعة والعمل والجد والجهد دون القول والتطر * وتصديق ايمانهم
بالامثال بالامر * لا بالتاويل والمكر * واتيانهم الله بقلب سليم * وخوفهم من نار الحكيم *
وجهادهم في الله حق جهاده * واختصاصهم بالله حد امكانه * وتعبدتهم ربه بقلب فرج * و
تشبيتهم منه ان الله ما جعل عليهم في الدين من حرج * ومسايقتهم بانعامات ربهم وتقلد
الى الخيرات * ومسايرتهم الى ما هوات * واضطرابهم لتحصيل الدرجات * يسئلى نورهم بين
ايدى يومهم (١٢: ٥٤) وتتبعهم عروس السلطنة تبعكم عبيدكم والاموات فاعبدوها الا اشياء على الكفار
رسماء بينهم (٢٩: ٢٨) * ولو انفقنا ما في الارض جميعا ما بلغت بين قلوبهم ولكن الله الف بينهم
(٢٣: ١٨) * فيا ايها المسلمون المرسمون للعاصرون! هل انتم الاعلون وهل نتم مؤمنون *
فما الاشرار الذين بينكم وبين المتقدمين المقدمين * لا انتم ما كانوا عليه ولا انتم لها سابقون *
ولا انتم مقدمون في الارض بل نتم ساكنون * بل الى الزوال لراجعون * ولا شارعون الا
الى العذاب المهين * والشيقون الشيقون * اولئك المقربون (١١: ١٠) * واولئك هم المؤمنون *

م. اي على كونه مشكلا لانهم كانوا يفعلون ما امرهم الله بالثبات من انفسهم ولا يرضوا الله وهذا ما عفى الله بقوله وما جعل عليكم في الدين من حرج و
ولينظر القارى الى صفحة ١١ من كتاب التذكرة رخصت المتن تصديق طرفة المعاني *
* الشيقون في لغة القرآن الذين يسعون في الارض سعيا بليغا ليسبقوا ويسبقوا انعامات ربهم *

وانتم لا تسبقون فسبقون * قد قبحت امور دنياكم فانتم في الآخرة ايضا من المقبوحين * و
ضللتم عن الصراط فانتم منه عمون * بل لا تستطيعون * ونسيتم ما كنتم عليه فسيحكم الله
فكنتم من النسيين * وعصيتهم فعصى الله عنكم وقد قال لكم كان حقا علينا نصر المؤمنين °
(٣٤: ٣٥) * فاتخذتم مكر الاعتقاد والالفاظ والنظريات والا قوال دون ايمان الافعال
والاعمال والاشكال . وصرت من المؤمنين ، النظرية ، المعتقدين ، . والمسلمين اللفاظين
القوليين * فشرعتم في تاويل حديث ربكم الى ما شئتم . وتسهيل دينكم عن حرج واشكال * و
نشر بجه من حال الى حال . وتركتم كل ما كان فيه من اشكال العمل ويطي الحاصل . واتخذتم
حكمكم بكم مخبريا . ودينكم لهوا ولعبا . وبدلتموه قولا ومعنا . وكبرتم صغائر الامور وصغرت
كبارها عمدا ومكرا . وجعلتم تنوعوا في دينكم تؤمنون ببعض لكم في كفر ون ببعض (١٥: ١٢)
تقولون بافواهكم تؤمن بهم كلاما . واخذتم بجهلونة قراطيس تبذل بها وتحفون كثيرا (٩١: ٢) منه
كاليهود اتخذوا انفسكم فعلا وعملا * فيا ايها الذين زعمتم انكم امنتم لم تقولون بافواهكم واليسر
في قلوبكم ولم تقولون مالا تفعلون كبر مقتا عند الله ان تقولوا مالا تفعلون (٣٠: ٢١) *
فمكرتم ومكر الله والله خير الماكرين (٥١: ٣) * قد مكر الذين من قبلهم فاني انزلهم من القواعد
فشر عليهم السقف من فوقهم واتهم العذاب من حيث لا يشعرون (٢٦: ١٦) * انحسبتم ان تتركوا
ان تقولوا امنا وانتم لا تفتنون * ولقد فتن الله الذين من قبلكم فليعلمن الله الذين صدقوا
وليعلمن الكذابين (٣١: ٢٩) * ومن الناس من يقول امنا بالله وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين *
(٨: ٢) * ام حسبكم ان تدخلوا الجنة ولما يعلم الله الذين جاهدوا وامنكم ويعلم الضالين (٣١: ٢٣) *
فانتم لا تصبرون على مصيبتكم بل تبصرون * ولا تجهدون بل تجنون * وتنظرون و
ام الاشارة الى قوله تعالى احسب الناس ان يتركوا ان يقولوا امنا وهم لا يفتنون . ولقد فتنا الذين من قبلهم فليعلمن الله الذين صدقوا وليعلمن
الكذابين (٣٠: ٢٩) فالحق ان الايمان بالقول ليس بشئ عند الله وسيأتي تشريحه في الصفحات الالتمية .
* هذا هو القول الفيصل الذي يصمد منه ان القول من دون العمل ليس بشئ عند الله .

تقولون ولا تفعلون * مستشهدين بنهاية مكركم على أن القرآن نهكم عن هذه الدنيا و
 الاعتناء بها وزخارفها وانتم تريدون الآخرة فهل لكم من خلاق في الآخرة ان كنتم فهمنا من
 الاخسرين * وقد اختلفتم هذا الكذب حين الدنيا لم تردكم * ودينكم المحرف لم يزدكم * حين
 بدل الله مكانكم الحسنة السيئة * ولم يغفر لنوبكم * فجعلتم القرآن عضين * ومترقموه
 كل مترق وجعلتموه احاديث المكر والرياء تحرفون الكلم عن مواضعه لتسكين شهواتكم وانتم
 تراءون الناس تقسمون * فقطعتم امركم بينكم ربوا كل حزب بما لديهم فرحون (٥٣: ٢٣) *
 فيما مالت الدنيا الى الاولين؟ * وبما شغفوها شغف المتطلبين؟ * وبما لانت لهم فتغشوها
 تغشى العاشقين؟ * ولما ارسل الرسول بالهدى دين اليقين؟ * ليظهره على الدين
 كله ولو كره المشركون (٩١: ٣٣) * فلما القتال بالسيف مع الكافرين؟ * ولما
 الجهاد بالمال والانفس * ولما الهجرة * ولما الصوم والصلوة * ولما الحج والزكاة * ولما التلقين
 بالاتحاد والصلح * وبطاعة اولى الامر منكم * وبالاختصاص بالله * ولما انتهى عن عبادة الطاغوت
 والامر بما وصاكم به الله منوها لعلكم تعقلون * فهل هذا الا ليغلبكم وليظهركم على عداء الدين *
 ولما اسوة خلفاءكم الراشدين * وسلاطينكم الاولين * وشهداءكم المجاهدين * وجنودكم
 الساتحين * التي انتم في الغار يخفقرون * الا ليصلحوا بالكم في الدنيا ولتكونوا من الذين
 لا خوف عليهم ولا هم يحزنون * ولئلا تكونوا من الخسرين * في الحياة الدنيا وتكونوا في الآخرة
 من المكرمين * فهل سئلكم كل الدين * وكل آيات الكتب المبين * وما انتم بها من
 المكلفين * وبقي لكم ما بقي من كلمة الشهادة * ولحي ^{الجمعة} مشرعة * وعما تم متطوية * وانتظار
 الجنة فانتظروا التي معكم من المنتظرين * افلهما البنات ولكم البنون؟ * ولكم الجنة بغير اذى

١. اعني انجسوا بمسلي القرين الاول نصيبا سبيها من الجهد العتال لعل يخلون لانفسكم الشرايمان الا قول وهذا ما عزا الله بقوله ويجعلون في البنات سبيته. وقم
 كما يشتهون. واذا شئنا جعلهم يالا نرى كل وجهه مسودا وهو كظيم (٥٤: ١١) يعني يجعلون له خطانا قصا من السعي العالج المبال غيرها ولا نفهم خطا مخطا
 وطوبى وهذا ما يفعل المسلمون في زماننا هذا صار دين عن دين.

ولهم قرح ما داموا في الارض وما لا يطاق به وخسران مبين * قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ
 أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعِيَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا *
 أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا تُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا * ذَلِكَ
 جَزَاءُهُمْ جَهَنَّمَ بِمَا كَفَرُوا وَآلَتِي وَأُلَئِي وَرُسُلِي هُزُوا * (١١٨-١٢٠) * فلم تذكرون مكر الشعلب عبثا *
 وتقولون ما نبأ الدنيا نقرا * افليس الله باحكم الحاكمين في هذه الدنيا من دون يوم الدين *
 وهل يعدن بكم أحدا من دونه بهذا العذاب المهين * فلم تحذرون دينكم ولا تصلحون * وتقطعون
 القرآن فتقطعون ❦

يا حربي المسلمين! ويا رحمة المتشككين! المستضعفين في الارض العالين! قد قال الله
 لكم فاتقوا الله وأصلحوا ذات بينكم وأطيعوا الله ورسوله إِنَّ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ (١١٨) * وقد قال لكم
 إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلَحُوا بَيْنَ أَخَوِيكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (١٠٩: ٣٩) * فهل انتم تصلحون
 بين اخويكم وهل انتم مؤمنون * وهل انتم في السالك منسلكون * وفي الاخوة شاملون *
 هل فيكم من النظم والنسق ووحدة الامة والطاعة والمواخاة والموانسة والمعاونة وخوف
 العذاب وطهر الثواب ورهب الفساد ورغب الصلاح فتكونوا من المؤمنين * هل انتم تطيعون
 اولى الامر منكم وتردون نزامكم الى الله ان تنازعتم في شئ والله يامركم به إِنَّ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ (١٠٩: ٣٩) *
 بل هل لكم الامير والجماعة * هل لكم من امير او امير او اماراة * بل هل من امر من شئ ومن
 جمع من شئ * ومن نظم * ومن صورة * تقذفون في الارض كالاناء المكسور * وتنشرون
 كالهباء المنثور ❦ فكيف لا يؤخذكم الله ولا يحاسبكم بما ان كنتم من المفسدين ❦ اعمالكم كركاد

❦ فبعد من هذه الايات الله من خاب سعيه وحبط عمله ولم يقدر بما كسب على شئ في هذه الدنيا فم الذين كفروا وهم الذين لا يجدين في الآخرة الا الخسران
 فالنصرة والفتح والغلبة هي لا علام لفلان في الآخرة عند الله والذين يحسبون انهم يحسنون صنعا على ضعفهم خوفا من الاعاء ولا يجهدون ان يغلبوا في الارض
 فم يكيدون انفسهم كيدا عظيما وهم الذين يكفرون بالله حقا كما قال الله عز وجل قُلْ الَّذِينَ كَفَرُوا وَإِنَّمَا كُنْتُمْ مَعَهُم يَوْمَ تَأْتِي سَاعَةُ يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَاصْطَلِبُوا
 بِهِم مَّا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ❦ ذلك هو الضلال الجبيل (١١٨: ١٢٠) (كما في الآية ١٢٠ من هذه الآية) فالنظم والنسق والجهل بالعمل يحصل للعلية هي يا بواقي بالاجان وما
 يتا في الكفر فندب ❦ الاشارة الى قوله تعالى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ❦ قُلْ إِنَّا نَعْبُدُ اللَّهَ وَنَعْبُدُ رُسُلَهُ وَاللَّهُ وَرُسُلُهُ
 إِن كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (٥٠: ١٢) ❦

وَاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّجْزُ فِي يَوْمِ عَاصِفٍ (١٨: ١٣) لَا تَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبْتُمْ عَلَى شَيْءٍ يُكَفِّرْكُمْ فَمَلَأْتُمْ تَفْلُونَ
 أَلَا مَا يَفْعَلُ الْكَافِرُونَ * وَقَدْ نَبِّهَكُمْ اللَّهُ: وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ
 (٥٢: ١٣٣) * فَهَلْ فِيكُمْ مِنَ الْإِنْفَاءِ مِنْ شَيْءٍ وَهَلْ أَنْتُمْ مُتَّقُونَ * فَاخْتَلَقْتُمْ مَذَاهِبَ شِرَاطٍ وَ
 مَسَالِكَ وَطَرِيقَ عَامًّا بَعْدَ عَامٍ وَقَرِيبًا بَعْدَ قَرْنٍ فِي دِينِكُمُ الَّذِي ضَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَتَتَّبِعْتُمْ أَزْوَاجَ عُلَمَاءِكُمْ
 وَقِيَاسَاتِ كِبَرَاءِكُمْ وَظَنُونَ جَهْلَاءَكُمْ وَسُفَهَاءَكُمْ مُتَصَرِّفًا كُلِّ وَاحِدٍ مِنْكُمْ عَنِ الَّذِي أَشَارَ اللَّهُ وَالرَّسُولُ
 إِلَيْهِ مِنْ وَحْدَةِ أَمْتِكُمْ. وَخَلَقْتُمْ أَفْكًَا بَعْدَ أَفْكٍَ وَاخْتَرْتُمْ جَمْعًا بَعْدَ جَمْعٍ اتِّبَاعًا لِلصَّلَاحَةِ كَمَا الَّذِينَ
 مَا قَالُوا لَكُمْ أَنْ تَتَّبِعُوهُمْ وَابْدِعْتُمْ مَلَالًا وَخُلَافًا حَسَدًا وَبَغْيًا بَيْنَكُمْ. وَاتَّخَذْتُمْ أَجْبَارَكُمْ وَرَهْبَانَكُمْ
 وَأَصْفِيَاءَكُمْ وَأَوْلِيَاءَكُمْ وَأَهْلَ الْغَرَضِ مِنْكُمْ وَأَهْلِي الشَّرِّ مِنْكُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ * وَاتَّخَذْتُمْ
 تَعْبُدَ وَنَهَمَ لِقَرَابَتِكُمْ إِلَى اللَّهِ دُلْفَى * وَلَتَبْتَغُوا إِلَيْهِ الرِّسِيلَةَ * وَلَتَتَّخِذُوا مَصْرَانَكُمْ فِي الْجَنَّةِ *
 وَلَتَعْلَمُوا الْغَيْبَ مِنْهُمْ * وَلَيُشْفَعُوا لَكُمْ * وَلَيَقْضُوا حَاجَاتَكُمْ * وَيَرْفَعُوا دَرَجَاتَكُمْ * وَإِنَّمَا
 أَمْرُكُمْ أَنْ تَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ * لَتَبْتَغُوا بِأَلْحَبِلِ الْمُتِينَ * وَقَدْ قَالَ اللَّهُ لَكُمْ إِنَّهُ
 لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ (٦٥: ٢٤) * وَقُلْ لِرَبِّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ (٢٠: ١١) * وَلَا يَشْرِكُ
 فِي حُكْمِهِ أَحَدًا (٢٤: ١٨) * وَعِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يَظْهَرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا (٢٦: ٤٢) * (الَّذِينَ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ
 (٢٤: ٤٢) * وَقَدْ قَالَ اللَّهُ لِرَسُولِهِ قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا (٢٢: ٣٩) * وَلَا تَتَّبِعُوا الشَّفَاعَةَ عِنْدَ الرَّبِّ
 إِذْ أَنْزَلَ لَهُ (٢٣: ٢٣) * وَقَدْ قَالَ لَهُ قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا (٢١: ٤٢) * بَلْ مَا أَدْرِي مَا
 يَفْعَلُنِي وَلَا يَكْفُرُ (٩: ٣٦) * وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا سْتَلْزَمْتُ مِنَ الْخَيْرِ (١٠٠: ٤) * وَلَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي خَيْرًا
 وَلَا نَفْعًا (٢٩: ١١) * فَاتَّقُونِ بِشَهَادَةٍ عَلَى أَنْ أَوْلِيَاءَكُمْ وَكِبَرَاءَكُمْ خَيْرٌ مِنَ الرَّسُولِ أَوْ مِنْ رُسُلِ أَوْ قَرِيبِهِ
 عِنْدَ اللَّهِ أَنْ أَنْتُمْ لَهُمْ عَابِدُونَ * فَجَعَلَكُمْ وَتَرَحَّاهُمْ عِنْدَكُمْ مِنْ سُلْطَنِ كُلِّ هَذَا الْإِخْلَاقِ وَ

فيصير من هذه الآية أن وحدة الأمة هي لا تقام والذين يقربون به حق تقربهم فهو يوحد بين الناس. والذي يظهر بين الناس يتفقيه بالحق. وهذا
 فرع من فروع الأتقان بل فرع مهمتها منها كما يأتي. * * * الأمانة أن قوله تعالى في الموضع الواحد والأجبارهم ورهبانهم أدبًا بأمر من دُونِ اللَّهِ وَالسَّيِّئِينَ مِنْكُمْ
 وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَّا رِجَالًا وَآلِهًا وَآجِدًا. كَلَامُهُ لَا هُوَ سَجْنَةٌ عَمَّا يُشِيرُ كَوْنُهُ (٣١: ٩)

(البقية من صفحة ١٥) يجتنبون انفسهم من الناس كذوهم ههنا هم وسادتهم. وكل القرائن يشهد على ان الله عني بالحق هذا القوم. وايضا ترون محمد وبن
هذين الصفيين من الناس احدا يبيعون واخر يطيعون. احدا يتبعون من طائفة الناس اخرون يعجبون من عاصيتهم. فكل ذلك ساهم الله الحق والاخر ساهم الله الانس كل ذلك
نعال فيهم ان لنا الذين الشيوخ واولاد العدا اية نطعنهم بالاسباب وقال الذين الشيوخ ان لنا شجرة شجرة ايتهم كما تارة. وامرنا ذلك فان يومهم الله اعلم
حسرت عليهم. وما هم في ارجلهم من النار. وفي موضع اخر قال لهم فكتب وجوبهم في النار يقولون لبيتنا اكلنا الله واكلنا الزمولا. وقالوا ربنا اننا اكلنا ساهمنا
وكبرنا فاصولنا الشريعة. ربنا اليوم صفيين من العدا اب والعمهم. نعمنا كبرنا (١٣٤-١٣٥-١٣٦) ولينظر القارى على صفحة ٩-١٠ من هذا الانتاج للتصديق للبرية

شهيقكم وابكوا بدموع فائضة على خراب بلادكم وفساد احوالكم وذهاب اموالكم واشكوا
اليهم ضعف قوتكم وقلت حيلتكم وفقدان حكمكم وفساد امركم في الدنيا فليستجيبوا لكم
وليخلصوكم من هذه المصيبة ان كانوا قادرين * فلا يستجيبون لكم الا انهم يكفرون بعبادتكم
كلا ويقولون ما كنتم ايانا تعبدون (٢٨: ١٥) * ولم نقل لكم ان تعبدوا ان عبدتم وما نحن
بما خوذنا بهما فعل الجاهلون * وما انتم الا انكم تكفرون بعبادتهم وتقولون ما نعبدهم
بل نقيمهم ديناً ومسلماً ان الله جعلهم حُفَظِينَ عَلَيْنَا وَهَادِيِينَ لَنَا وَمَا اخْتَلَفْنَا بِلِ سِتْحَمِ
دِينِنَا وَلِنَسْتَقِمَّ إِلَى اسْلَامِنَا وَلِنَدْخُلَ الْجَنَّةَ مَسْتَسْكِينَ بِأَذْيَالِ أَوْلِيَائِنَا وَلَعَلَّ اللَّهَ يَفْتَحُ
أَبْوَابَ السَّمَاءِ لَنَا وَكُلَّ هَذَا أَجَاذَ اللَّهُ لَنَا وَمَا اخْتَلَفَ أَمْتُنَا الْآرْحَمَةُ لَنَا فَمَا نَعْبُدُ إِلَّا اللَّهَ
لَا شَرَكَ بِهِ فِي الْقَوْلِ شَيْئاً وَمَا نَحْنُ إِلَّا مِنَ الْمَوْحِدِينَ * فلن يقبل منكم هذا المَكْرَ
فانكم تعبدونهم بالحق عملاً ومعناً وتتخذونهم ارباباً والهة وتفعلون ما يأمرونكم من
ما يأمركم الله فما الله بغافل عن عبادتكم وما الله بغافل عما تعملون (٩٨: ٣) * فوالله لا تفتح
لكم ابواب السماء ولا تدخلون الجنة حتى يلج الجمل في سم الخياط فانكم كذلك بآيات الله
استكبرتم عنها * وذلك جزاء الجحrimين * وسعيت في آيات الله مُعْجِزِينَ * معاندين عليها بينكم
مستضعفين بعضكم بعضاً مظاهرين ومعاونين على الاثم والعدوان والشئت الا ليم
وَالَّذِينَ يَسْعَوْنَ فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ أُولَئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ (١٣٨: ٣٣) * افلم يقل ربكم لكم
وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (١٠٨: ٣) *
فلا حجة لكم اليوم فانكم اشرتم فقرقتم وظلمتم انفسكم فضربت عليكم الذلة والسكينة

هـ هـ هـ اما اختزع المسلمين من احاديث نبينا صلعم ولا شك في الله من اشترى الاحاديث فان المسلمين يعرضون به ويستشهدون منه في ما نأخذنا بمعارضا
شبهها نظراً اليه ولا يخافون ان الافراق والاشتات هو الذي يدبرهم ويهلكهم *
* الاشارة الى قوله تعالى (الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفْعَلُ لَهُمْ الرُّبُوبُ السَّمَاءُ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يُلَاقِيَ الْجَمْلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ)
وكذلك يخبر الجحيمية . لهم من جهنم ما كاد يمين فوقهم يحرقون وكذلك يخبر القليلين (٤٠: ٤١-٤٢) *
* اخبر سعيتم ان جاء عذرنا ان الله تعجزوا بكم ولم يصفوا بعضكم بعضاً ١٢

وبئس بغضب من الله فتوبوا إلى باريكم فاقتلوا أنفسكم * ذاكم خير لكم لو كنتم تعلمون *
 وإن لم تفعلوا فاعلموا أن عذاب الآخرة هو أشق من هذا العذاب واقتلوا النار التي أعدت
 للمشركين * وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً (١١٨: ١١) ووجدتهم بوحدة الهمم و
 بتوحيدة الناس يشاءون أن يفرقوا بالنشرات وعبادة الجن ولذلك لا يزالون مختلفين
 (١١٨: ١١) * فما يشاء الناس أصلاً ما يشاء الله بهم (الآمن) رَحِمَ رَبُّكَ (١١٩: ١١) وما خلق الله الجن
 والانس إلا ليعبدوه فيكونوا أمة واحدة بتعبده وعبادته ولذا لك خلقهم (١١٩: ١١) * فما
 الاتحاد إلا فطرة الله التي فطر الناس عليها لو كنتم تعلمون * فالطاغوت
 لا يزال يغري بينهم العداوة والبغضاء ويزيد الاشتات والافتراق بين احزابهم و
 شياطين الانس من الاشرار والجنّة لا يزالون يستكثرون من الناس ليصلحوا بال
 انفسهم في الدنيا ولخبر بوجههم ويقطعوهم فيكونوا على شفا حفرة من النار وتكتمت كلمة
 ربك لا ملقن جهمتم من الجنة والناس جميعين * (١١٩: ١١) ﴿﴾

يا معشر المتوحدين ويا محفل المبحدين المنتشرين! الموحدون في القول والمشركون
 في العمل برب العالمين * اعلموا انكم لا تعبدون الا الله ولا تشركون به شيئا ولا يتخذ
 احد منكم ارباباً من دون الله * فقفوا اثبت لكم انكم بالحق من المشركين * لا شك
 في اقراركم يا فواهم بالله وبتوحيد ودعوتكم ليلاً ونهاراً باسمائه * وتكرار صفاته في
 صلواتكم كرامة ومرة * ولا شك في مكرخوفكم من كلمات الكفر المضرة * وفي شهادتكم بالسنتكم
 على كونه تعالى واحداً وفي اعترافكم لساناً بكونه شاهداً وحاضراً وناظراً * ولكن اشك في
 ما انتم تعملون * لا قول لنا في اقوالكم ولا حجة لنا في ما تصف السنتكم وافواهم وما

﴿ الاشارة الى قوله تعالى واذ قال موسى لفرعون يا قوم اني اظلمتكم انفسكم يا نجاركم العجل فتوبوا الى باريكم فاقتلوا انفسكم ذاكم خير لكم عند باريكم فتاب عليكم ذاكم هو القرآن المجيد (٥٢: ٢) ومعنى فتوبوا الى باريكم فاقتلوا انفسكم هو ان لم تفعلوا فاقتلوا انفسكم * وقد يترتب ههنا معنى هذه الآية الشهيرة انما اصل النار جن من الاعيان في تشريح معانيها فيصداً منها ان الله خلق الجن (اي كبرياء الخلق) والانس (اي العامة من الناس) للاتحاد والمصالحة لا للتفرق والتخريب *

يظهر من كلامكم واقوالكم ولكن انبتوني بها في قلوبكم ان كنتم من الصادقين *
اشرحوا صدوركم وبيتوا الى ما انتم في القلب مستترون * فما هذه التماثيل التي انتم لها
عاكفون (٥٢: ٢١) * وما الاوثان التي انتم في صدوركم منبتون * تشنون صدوركم
لتخفوها متاوانتم في الحق لمبزون ما تريدون ان تسروا في قلوبكم ما كبرين * فما هذا
الحب لاولادكم التي انتم بها تعتنون * وما شغفكم ببنيتكم وبناتكم وما وثن حُبكم
هذا الى اموالكم وانفسكم وصنم تفشيتكم ازواجكم وعشيرتكم والله رغبتكم الى الآباء
وامهاتكم وما هذا الولع بالمال والاشتغال بالنساء والرجال عن الرب المتعال * و
استيثاركم على ربكم نفاس الاشياء ومعظم الاموال وما وثن حُبكم للقناطر المقنطرة
من الذهب الفضة والخيل المسومة والانعام والحريث (١٣١: ٣) واقطاع الارض ونفاس
الطير * وما صنم اشتهاكم الى الاطعمة اللذيذة * والله اشياكم النفيسة * ووثن شهواتكم
المرضية * وجعل هواكم النفيسة * ومالات حُبكم الحياة الدنيا * ووثن عشقكم بالاعمال العاجلة
ويغوث بخلكم بالمال * وود شغفكم بالجمال * وهبل جيفة الدنيا * وعزى العزة السابعة
الاخرى * والآخر من اصنام الملاحى الملاعب ما سواها وتشتتى * فلا تعدوا لخصي * فلا
تنبتوني بما انتم تعبدون في قلوبكم ولكن بيتوا الى ما انتم لا تعبدون * من و الله الهكم الحق اليقين *
افحبتكم بالاموال لرب العالمين * وبلا اولاد لآلاء الدين المتين * وبالشهوات
لا ابتغاء وجه العزيز الحكيم * وبلا هوا للحصول رضوانه العلى العظيم * انطيعونه كما
يطيعون اولادكم الاقربين * فى الشفاء وحين يمرضون * اما انتم تجاهدون فى الله
كجهادكم فى البنين * وسعيكم لاولى الارحام الاخرين * بالليل والنهار مبينين *
افلا تعبدون حكامكم المكرمين النعمين * وتدعونهم رغبا رهبا لهم خشعين * وتعرضون

عليهم صفاتكم سجدًا كالبحر من المبحوحين • مد هشين مستغفرين من الدال في الاصفاد
مقرنين * الذي بعث الله عليكم ليعذبكم وليكونوا من المذمرين * عبادك اولو باس شديد
اعلهم الله ليقطعوا دابركم ويخربوا دياركم وبلادكم والباقيين * فقد ف الله في قلوبكم
الرجب منهم فانتم بهم عابدون * مستمسكين بهم ولولا تشنهون * افا نتم تخشون كافر
خشيتكم منهم وتعبدونه معشاد ما تعبدنهم والله احق ان تخشوه ان كنتم مؤمنين • (٩: ١٣)
فبشر المنافقين بان لهم عذابا اليما * الذين يتخذون الكافرين اولياء من دون المؤمنين *
ايبتغون عندهم العزة فان العزة لله جميعا • (١٣٩: ١٣٨) * الذين يتخذون من دون الله الهة
ليكونوا لهم عزاء • (١١٩: ٨١) * كلا سيقطعون دابركم ويقطعون اسبابكم ويكونون عليكم ضدا
افانتم تؤمنون بالله وتحتونه امر تحتون حكامكم المعبودين • واولادكم الخدمين • واهواءكم و
اموالكم وانفسكم الاسعزة ونساءكم وابناءكم المكرمين * وقد قال الله لكم يا ايها الذين امنوا
ان من اذواكم واولادكم عدوا لكم فاحذروهم • (١٣١: ١٣٠) واعلموا انتم اموالكم واولادكم
فتنة وان الله عنده اجر عظيم • (٢٨: ٢٨) * فما شغفكم بهذه وبالا صنام الباقيين من ثلثمائة
وستين اوزيرين التي انتم في كعبة قلوبكم مضيقون * وبها ادعاءكم بالايمان بعد هذا التزيين
فالذين امنوا اسئلوا الله حبلا لله • (١٦٥: ٢) ولا يدخلون في جوف قلوبهم احدا من العالمين * ومن الناس
من يتخذون من دون الله آئدا يحبونهم كحُب الله • (١٦٥: ٢) فما هذه الاوثان والارباب الا ائدلكم
بالبقيين • من دون الله اله العالمين • اله واحد لا اله الا هو لثلاث تكون للناس حجة بعد العذاب
ان كانوا غافلين • رب السموت والارض احكم الحاكمين • ولو كان فيهما الهة الا الله لفسد تاء
فسبحن الله رب العرش عما يصفون • (٢٢: ٢٢) * فاتخذتم الهة من دونه فافسد الله امركم في الدنيا
وجعل عالمكم سافلهم ودمرا هلككم حقا عليه يفسد المفسدين • وقضى الله على شريب بالكم

في العقبي الله انقم الثاقمين * فلا تشركوا بالله ان الشراك لظلم عظيم * (١٣: ٣١) * والله
 اعلم للفساد المقيم * ودليل على العذاب الاليم * والله يحسره على الظالمين * يستدجم
 من حيث لا يعلمون * يفرقهم ويقطعهم فما يشتغل احد الا بالهم صدق عن الباقيين * و
 بمنزلة كل ممزق فينخطفهم الناس عن كل مكان امين * ومن يشرك بالله فكأنما خر من
 السماء فخطفه الظير أو تهوى به الریح في مكان سحيق (٣١: ٢٢) فلا عدوان الا على الظالمين .
 (١٩: ٢٢) * والذين آمنوا ولم يلجسوا اليها نهم بظلم اولئك لهم الامن وهم مهتدون (١٣: ٦) *
 فيا ايها المشركون الظالمون المعاصرون ! انتم بالتوحيد تدعون * وانتم على الله مفترون *
 وعلى اسلافكم قمتون * افليس الله بعالم ما تسترون وما تعلنون * اما هو يخبر بما تبدون ما انتم
 تكتمون * اولا هو يحول بين المرء وقلبه ويعلم ما في قلوبكم وما تظهر من * افليس الله باعلم
 العالمين * واحكم الحاكمين * وامكر الماكرين * فتقولون بافواهكم ما ليس في قلوبكم
 وتصف السنن الكذب تشهد على ايمانكم وتوحيدكم ايديكم وارجلكم شهادة على ما في
 صدوركم من الهتك التي انتم لها تبجدون * والتي انتم بها مكلفون * فانكم تفعلون ما يأمرونكم
 لئلا ونهايهم وما انتم بفاعلين ما يأمركم رب العالمين * فيحسرق على المسلمين ! عبدة الاصنام
 المعاصرين * ما تاتيهم من شهادة شرهم الا كانوا بها كافرين * ويقولون انما نحن نعبده ولا نشرك
 به شيئا ونحن على ذلك من الشاهدين * ما قولنا والسنننا وصلواتنا وكلما تناوحنا وعمامتنا
 الهذا الله واحد وما نحن بما خوذنا بما نفعل بل بما نقول من كلمات الكفر وما نحن
 في الله قائلون * بل الله كلفنا بالقول وقال لنبية قل هو الله احد (١: ١١٢) فما نحن بصارفين
 عما جاء في الكتب المبين * فالיום طأركم معكم وتشهد على ايمانكم احوالكم السيئة فلم
 يعد بكم الله بذنوبكم ان كنتم من الموحدين المؤمنين * الله ولي الذين امنوا يجرهم

(٢٥٤:٢) من ظلمت الخوف والحزن الى نور الغلبة والامن الا ان اولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون الذين امنوا وكانوا يتقون لهم البشرى في الحياة الدنيا وفي الآخرة لا تبديل للحكمة الله ذلك هو الفوز العظيم (٢٥٤:١٠) * فلم في الدنيا ما يشاءون وما يشتهون * وما يشرككم في هذه الحياة ايها القائلون الجاهلون ! الا ان تخذلون وتعدون بالعذاب الاليم * فاقولوا ليس بشئ عندكم لا تكلم تقولون ما لا تفعلون * وما الشراك في العمل وما يريد الله منكم من شئ الا ان لا تسلموا وجوهكم لغير ان كنتم اياه تفترون * وقد قال الله وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون (٢٥٤:٨) * فما العباد الا ان تفعلوا ما انتم به تؤمرون * وان لا تطيعوا من دونه شيئا ولا تصنوه ولا تشركوا به ما لم ينزل به من سلطان مبين * وان كان الشراك سيجيكم للارثان المحجزة خاصة من دون سائر الالهة فما غلظكم الله عن اهل انكم ولذا انكم وشهواتكم التي تشغلكم عن ربكم ولقال لنبي الله اق الجحارة واتخذ من دونها ما شئت سكينه لقلبات لان الجحارة هي المعبودون الذين يغضونني اشد غيظا فلا تشرك بي حجرا ولا بعبادهم تكفرون * وان لم يكسر سولكم في عهده وثنا من اوثان قلوبكم الباطنة سوى الاصنام المحجزة الظاهرة من ثلاثمائة وستين التي كانت تخدع في جوف الكعبة وان كان هذا مبلغ سعيه ومعظم دينه وشد جهاده في الاسلام فوالله لا اجدر هذه الحكاية المهمة في الكتب المبين * بل اوثانكم معكم وفي قلوبكم وتجيئكم عن ايمانكم وعن ايساركم لترغبكم عن ربكم وتنهكم عن طاعة عباد الله وخوفه وتمنعكم عن كل ما يصلح بالكم وما يوحدهم ويقويكم فلذلك منعكم الله عن الشراك وهذه ما كسر سولكم في عهده كسرة تامة لو كنتم تعلمون * افترعمون انكم تعبدون ربكم بصلواتكم والحق انكم لا تعبدون الا انفسكم ولا تخذلون * فوالله ما اشتغل الهنود باصنامهم الظاهرة المحجزة قط مثل ما تشغلكم باصنامكم الباطنة المفرقة ووالله ما هم بمشركين في عبادتهم الاحجار

* اي الله حشر في طينة الجن والانس وجبلتهم ان يشعروا قلوبهم تعا فان يعصوا عنه يعذبهم ويهلكهم - ولينظر القائل الى كتاب التثنية ص ١٨٨ للتشريح بها *

معشار ما انتم تشركون * فما التبعيد الا بالعمل وما العباداة الا بخدمة المولى وما الخدمة الا
 بطاعته وما الطاعة الا الاعتناء بما امر الامرون * وما صلواتكم من عباداة وصومكم من
 طاعة وركعتكم من صدقة او حجاجكم من خدمة حتى تسلموا وجوهكم لله كآفة وقاطبة و
 تجاهدوا فيه حتى جهاده وتقدوه حتى قدره وتفعلوا به اقل ما انتم تفعلون بحكامكم
 المحبوبين المعززين • واولادكم الاقربين • وطواغيتكم المعبوقين • واولئكم الخلق بين
 وشهواتكم المعززة • واهواءكم المكتومة * فهل انتم تصرون على عصيانكم من بعد ما
 جاءكم البينة * فاتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة (٢٥:١٨) * واعلموا ان
 الله يحول بين المرء وقلبه (٢٣:٨) * ويجول بينكم وقلوبكم المستنكرة * واعلموا انه عزيز
 ذوالنقه * فيا ايها السلاسل القوالون! ايكفيكم ان تقولوه واحدا بافواهكم وتحنن وامرجونه
 اربابا بعد ارباب لتعبدوهم عملا وتجاهدوا فيهم ثم تسئلوا الله عليه حق هذه الخدمة •
 واجر هذه العباداة • والجنة الآخرة • وجنات الارض المحضرة • ايليق بكم ان تسئلوه
 من اجر على ما انتم تفعلون * فنبثوني بمالك او مولى يؤدى اجر عبد اليه وبشئ عليه و
 يضعف له اجره والعبد لا يزال يخدم جاره ويعبد عذرة ويسجد لخصمه ومع هذا لا يزال
 يشهد على كونه واحدا بلسانه ليلا ونهارا وانبثوني بمالك رضى عن عبد او وقفه حسابه
 مع عصيانه وطغيانه لان العبد ستمه واحدا او قال له احدا بلسانه كرامة بعد مدة
 فهل يجب عليه من اجر او يلزمه من حق بهذا القول والتكرار ان كنته صدقين * بل هل
 انتم موفون عهدهم كم او مؤدون اجوركم بخادمكم الذى يستميكم احدا ولا يفعل شيئا ثم تؤمرون *
 فلن تجد التجارة رابحة مثل هذه فى هذه الدنيا ولو حرصت كل الحرص فاعترفوا بانكم
 بالحق من المشركين * وان قلوبكم تشهد على مكركم وانتم الاعلون بما يكره الماكرون * وان

الله يعد بنا بشر كنا في الدنيا وان نحن الا من المغضوبين الضالين * من الذين ختم الله على
 قلوبهم وعلى سمعهم وعلى ابصارهم غشاوة ولهم عذاب عظيم (١٠٣) * ذلك بانهم استحبوا
 الحياة الدنيا على الآخرة وان الله لا يهدي القوم الكافرين (١٠٤) * اولئك الذين طبع الله
 على قلوبهم وسمعهم وابصارهم واولئك هم الغفلون (١٠٥) * ومن الناس من يقول
 امنا بالله وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين (١٠٦) * يخدعون الله والذين امنوا وما يخدعون
 الا انفسهم وما يشعرون (١٠٧) * افرأيت من اتخذ الهة هو له واصله الله على علمه
 ختم على سمعه وقلبه وجعل على بصره غشاوة فمن يهديه من بعد الله افلا تذكرون (١٠٨) *
 فتوبوا الى الله توبة نصوحا (١٠٩) وطهروا انفسكم من رجز الشيطان * وحضوا قلوبكم من
 الاوثان * وابوا في صدوركم بناء مشيدا للرحمن * حنفاء لله غير مشركين به (١١٠) احل الله
 الاصنام فيا ايها الذين اسرفوا على انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله يغفر الذنوب
 جميعا انه هو الغفور الرحيم (١١١) * ايتوبوا الى ربكم واسلموا له من قبل ان ياتيكم
 العذاب ثم انتصرون (١١٢) * وما اموالكم ولا اولادكم بالتي تقرّبكم عندنا نالقي الا من
 امن وعمل صالحا فاولئك لهم جزاء الضعفاء بما عملوا وهم في الغرابت امنون (١١٣) * فيا ايها
 الذين زعموا ان امنوا توبوا الى الله توبة نصوحا عسى يكفركم عنكم سيئاتكم ويؤيد خلاصكم
 جهنم تجري من تحتها الانهر (١١٤) التي اخرجكم منها وذلك هو الفوز العظيم * ولا تهنوا ولا
 تحزنوا وانتم الا غلون ان كنتم مؤمنين (١١٥)

يا حزب المعتدين ويا معشر الظالمين ! الشركين بالحق رب العالمين ! ان كان اباؤكم وابناؤكم
 وارحواؤكم وازواجكم وعشيرتكم واموالكم اقترفتموها وتجارة تخشون كسادها ومساكنكم

* فيصد رمن الخوض في هذه الآيات (١١٢) و (١١٣) و (١١٤) و (١١٥) و (١١٦) و (١١٧) و (١١٨) و (١١٩) و (١٢٠) و (١٢١) و (١٢٢) و (١٢٣) و (١٢٤) و (١٢٥) و (١٢٦) و (١٢٧) و (١٢٨) و (١٢٩) و (١٣٠) و (١٣١) و (١٣٢) و (١٣٣) و (١٣٤) و (١٣٥) و (١٣٦) و (١٣٧) و (١٣٨) و (١٣٩) و (١٤٠) و (١٤١) و (١٤٢) و (١٤٣) و (١٤٤) و (١٤٥) و (١٤٦) و (١٤٧) و (١٤٨) و (١٤٩) و (١٥٠) و (١٥١) و (١٥٢) و (١٥٣) و (١٥٤) و (١٥٥) و (١٥٦) و (١٥٧) و (١٥٨) و (١٥٩) و (١٦٠) و (١٦١) و (١٦٢) و (١٦٣) و (١٦٤) و (١٦٥) و (١٦٦) و (١٦٧) و (١٦٨) و (١٦٩) و (١٧٠) و (١٧١) و (١٧٢) و (١٧٣) و (١٧٤) و (١٧٥) و (١٧٦) و (١٧٧) و (١٧٨) و (١٧٩) و (١٨٠) و (١٨١) و (١٨٢) و (١٨٣) و (١٨٤) و (١٨٥) و (١٨٦) و (١٨٧) و (١٨٨) و (١٨٩) و (١٩٠) و (١٩١) و (١٩٢) و (١٩٣) و (١٩٤) و (١٩٥) و (١٩٦) و (١٩٧) و (١٩٨) و (١٩٩) و (٢٠٠) و (٢٠١) و (٢٠٢) و (٢٠٣) و (٢٠٤) و (٢٠٥) و (٢٠٦) و (٢٠٧) و (٢٠٨) و (٢٠٩) و (٢١٠) و (٢١١) و (٢١٢) و (٢١٣) و (٢١٤) و (٢١٥) و (٢١٦) و (٢١٧) و (٢١٨) و (٢١٩) و (٢٢٠) و (٢٢١) و (٢٢٢) و (٢٢٣) و (٢٢٤) و (٢٢٥) و (٢٢٦) و (٢٢٧) و (٢٢٨) و (٢٢٩) و (٢٣٠) و (٢٣١) و (٢٣٢) و (٢٣٣) و (٢٣٤) و (٢٣٥) و (٢٣٦) و (٢٣٧) و (٢٣٨) و (٢٣٩) و (٢٤٠) و (٢٤١) و (٢٤٢) و (٢٤٣) و (٢٤٤) و (٢٤٥) و (٢٤٦) و (٢٤٧) و (٢٤٨) و (٢٤٩) و (٢٥٠) و (٢٥١) و (٢٥٢) و (٢٥٣) و (٢٥٤) و (٢٥٥) و (٢٥٦) و (٢٥٧) و (٢٥٨) و (٢٥٩) و (٢٦٠) و (٢٦١) و (٢٦٢) و (٢٦٣) و (٢٦٤) و (٢٦٥) و (٢٦٦) و (٢٦٧) و (٢٦٨) و (٢٦٩) و (٢٧٠) و (٢٧١) و (٢٧٢) و (٢٧٣) و (٢٧٤) و (٢٧٥) و (٢٧٦) و (٢٧٧) و (٢٧٨) و (٢٧٩) و (٢٨٠) و (٢٨١) و (٢٨٢) و (٢٨٣) و (٢٨٤) و (٢٨٥) و (٢٨٦) و (٢٨٧) و (٢٨٨) و (٢٨٩) و (٢٩٠) و (٢٩١) و (٢٩٢) و (٢٩٣) و (٢٩٤) و (٢٩٥) و (٢٩٦) و (٢٩٧) و (٢٩٨) و (٢٩٩) و (٣٠٠) و (٣٠١) و (٣٠٢) و (٣٠٣) و (٣٠٤) و (٣٠٥) و (٣٠٦) و (٣٠٧) و (٣٠٨) و (٣٠٩) و (٣١٠) و (٣١١) و (٣١٢) و (٣١٣) و (٣١٤) و (٣١٥) و (٣١٦) و (٣١٧) و (٣١٨) و (٣١٩) و (٣٢٠) و (٣٢١) و (٣٢٢) و (٣٢٣) و (٣٢٤) و (٣٢٥) و (٣٢٦) و (٣٢٧) و (٣٢٨) و (٣٢٩) و (٣٣٠) و (٣٣١) و (٣٣٢) و (٣٣٣) و (٣٣٤) و (٣٣٥) و (٣٣٦) و (٣٣٧) و (٣٣٨) و (٣٣٩) و (٣٤٠) و (٣٤١) و (٣٤٢) و (٣٤٣) و (٣٤٤) و (٣٤٥) و (٣٤٦) و (٣٤٧) و (٣٤٨) و (٣٤٩) و (٣٥٠) و (٣٥١) و (٣٥٢) و (٣٥٣) و (٣٥٤) و (٣٥٥) و (٣٥٦) و (٣٥٧) و (٣٥٨) و (٣٥٩) و (٣٦٠) و (٣٦١) و (٣٦٢) و (٣٦٣) و (٣٦٤) و (٣٦٥) و (٣٦٦) و (٣٦٧) و (٣٦٨) و (٣٦٩) و (٣٧٠) و (٣٧١) و (٣٧٢) و (٣٧٣) و (٣٧٤) و (٣٧٥) و (٣٧٦) و (٣٧٧) و (٣٧٨) و (٣٧٩) و (٣٨٠) و (٣٨١) و (٣٨٢) و (٣٨٣) و (٣٨٤) و (٣٨٥) و (٣٨٦) و (٣٨٧) و (٣٨٨) و (٣٨٩) و (٣٩٠) و (٣٩١) و (٣٩٢) و (٣٩٣) و (٣٩٤) و (٣٩٥) و (٣٩٦) و (٣٩٧) و (٣٩٨) و (٣٩٩) و (٤٠٠) و (٤٠١) و (٤٠٢) و (٤٠٣) و (٤٠٤) و (٤٠٥) و (٤٠٦) و (٤٠٧) و (٤٠٨) و (٤٠٩) و (٤١٠) و (٤١١) و (٤١٢) و (٤١٣) و (٤١٤) و (٤١٥) و (٤١٦) و (٤١٧) و (٤١٨) و (٤١٩) و (٤٢٠) و (٤٢١) و (٤٢٢) و (٤٢٣) و (٤٢٤) و (٤٢٥) و (٤٢٦) و (٤٢٧) و (٤٢٨) و (٤٢٩) و (٤٣٠) و (٤٣١) و (٤٣٢) و (٤٣٣) و (٤٣٤) و (٤٣٥) و (٤٣٦) و (٤٣٧) و (٤٣٨) و (٤٣٩) و (٤٤٠) و (٤٤١) و (٤٤٢) و (٤٤٣) و (٤٤٤) و (٤٤٥) و (٤٤٦) و (٤٤٧) و (٤٤٨) و (٤٤٩) و (٤٥٠) و (٤٥١) و (٤٥٢) و (٤٥٣) و (٤٥٤) و (٤٥٥) و (٤٥٦) و (٤٥٧) و (٤٥٨) و (٤٥٩) و (٤٦٠) و (٤٦١) و (٤٦٢) و (٤٦٣) و (٤٦٤) و (٤٦٥) و (٤٦٦) و (٤٦٧) و (٤٦٨) و (٤٦٩) و (٤٧٠) و (٤٧١) و (٤٧٢) و (٤٧٣) و (٤٧٤) و (٤٧٥) و (٤٧٦) و (٤٧٧) و (٤٧٨) و (٤٧٩) و (٤٨٠) و (٤٨١) و (٤٨٢) و (٤٨٣) و (٤٨٤) و (٤٨٥) و (٤٨٦) و (٤٨٧) و (٤٨٨) و (٤٨٩) و (٤٩٠) و (٤٩١) و (٤٩٢) و (٤٩٣) و (٤٩٤) و (٤٩٥) و (٤٩٦) و (٤٩٧) و (٤٩٨) و (٤٩٩) و (٥٠٠) و (٥٠١) و (٥٠٢) و (٥٠٣) و (٥٠٤) و (٥٠٥) و (٥٠٦) و (٥٠٧) و (٥٠٨) و (٥٠٩) و (٥١٠) و (٥١١) و (٥١٢) و (٥١٣) و (٥١٤) و (٥١٥) و (٥١٦) و (٥١٧) و (٥١٨) و (٥١٩) و (٥٢٠) و (٥٢١) و (٥٢٢) و (٥٢٣) و (٥٢٤) و (٥٢٥) و (٥٢٦) و (٥٢٧) و (٥٢٨) و (٥٢٩) و (٥٣٠) و (٥٣١) و (٥٣٢) و (٥٣٣) و (٥٣٤) و (٥٣٥) و (٥٣٦) و (٥٣٧) و (٥٣٨) و (٥٣٩) و (٥٤٠) و (٥٤١) و (٥٤٢) و (٥٤٣) و (٥٤٤) و (٥٤٥) و (٥٤٦) و (٥٤٧) و (٥٤٨) و (٥٤٩) و (٥٥٠) و (٥٥١) و (٥٥٢) و (٥٥٣) و (٥٥٤) و (٥٥٥) و (٥٥٦) و (٥٥٧) و (٥٥٨) و (٥٥٩) و (٥٦٠) و (٥٦١) و (٥٦٢) و (٥٦٣) و (٥٦٤) و (٥٦٥) و (٥٦٦) و (٥٦٧) و (٥٦٨) و (٥٦٩) و (٥٧٠) و (٥٧١) و (٥٧٢) و (٥٧٣) و (٥٧٤) و (٥٧٥) و (٥٧٦) و (٥٧٧) و (٥٧٨) و (٥٧٩) و (٥٨٠) و (٥٨١) و (٥٨٢) و (٥٨٣) و (٥٨٤) و (٥٨٥) و (٥٨٦) و (٥٨٧) و (٥٨٨) و (٥٨٩) و (٥٩٠) و (٥٩١) و (٥٩٢) و (٥٩٣) و (٥٩٤) و (٥٩٥) و (٥٩٦) و (٥٩٧) و (٥٩٨) و (٥٩٩) و (٦٠٠) و (٦٠١) و (٦٠٢) و (٦٠٣) و (٦٠٤) و (٦٠٥) و (٦٠٦) و (٦٠٧) و (٦٠٨) و (٦٠٩) و (٦١٠) و (٦١١) و (٦١٢) و (٦١٣) و (٦١٤) و (٦١٥) و (٦١٦) و (٦١٧) و (٦١٨) و (٦١٩) و (٦٢٠) و (٦٢١) و (٦٢٢) و (٦٢٣) و (٦٢٤) و (٦٢٥) و (٦٢٦) و (٦٢٧) و (٦٢٨) و (٦٢٩) و (٦٣٠) و (٦٣١) و (٦٣٢) و (٦٣٣) و (٦٣٤) و (٦٣٥) و (٦٣٦) و (٦٣٧) و (٦٣٨) و (٦٣٩) و (٦٤٠) و (٦٤١) و (٦٤٢) و (٦٤٣) و (٦٤٤) و (٦٤٥) و (٦٤٦) و (٦٤٧) و (٦٤٨) و (٦٤٩) و (٦٥٠) و (٦٥١) و (٦٥٢) و (٦٥٣) و (٦٥٤) و (٦٥٥) و (٦٥٦) و (٦٥٧) و (٦٥٨) و (٦٥٩) و (٦٦٠) و (٦٦١) و (٦٦٢) و (٦٦٣) و (٦٦٤) و (٦٦٥) و (٦٦٦) و (٦٦٧) و (٦٦٨) و (٦٦٩) و (٦٧٠) و (٦٧١) و (٦٧٢) و (٦٧٣) و (٦٧٤) و (٦٧٥) و (٦٧٦) و (٦٧٧) و (٦٧٨) و (٦٧٩) و (٦٨٠) و (٦٨١) و (٦٨٢) و (٦٨٣) و (٦٨٤) و (٦٨٥) و (٦٨٦) و (٦٨٧) و (٦٨٨) و (٦٨٩) و (٦٩٠) و (٦٩١) و (٦٩٢) و (٦٩٣) و (٦٩٤) و (٦٩٥) و (٦٩٦) و (٦٩٧) و (٦٩٨) و (٦٩٩) و (٧٠٠) و (٧٠١) و (٧٠٢) و (٧٠٣) و (٧٠٤) و (٧٠٥) و (٧٠٦) و (٧٠٧) و (٧٠٨) و (٧٠٩) و (٧١٠) و (٧١١) و (٧١٢) و (٧١٣) و (٧١٤) و (٧١٥) و (٧١٦) و (٧١٧) و (٧١٨) و (٧١٩) و (٧٢٠) و (٧٢١) و (٧٢٢) و (٧٢٣) و (٧٢٤) و (٧٢٥) و (٧٢٦) و (٧٢٧) و (٧٢٨) و (٧٢٩) و (٧٣٠) و (٧٣١) و (٧٣٢) و (٧٣٣) و (٧٣٤) و (٧٣٥) و (٧٣٦) و (٧٣٧) و (٧٣٨) و (٧٣٩) و (٧٤٠) و (٧٤١) و (٧٤٢) و (٧٤٣) و (٧٤٤) و (٧٤٥) و (٧٤٦) و (٧٤٧) و (٧٤٨) و (٧٤٩) و (٧٥٠) و (٧٥١) و (٧٥٢) و (٧٥٣) و (٧٥٤) و (٧٥٥) و (٧٥٦) و (٧٥٧) و (٧٥٨) و (٧٥٩) و (٧٦٠) و (٧٦١) و (٧٦٢) و (٧٦٣) و (٧٦٤) و (٧٦٥) و (٧٦٦) و (٧٦٧) و (٧٦٨) و (٧٦٩) و (٧٧٠) و (٧٧١) و (٧٧٢) و (٧٧٣) و (٧٧٤) و (٧٧٥) و (٧٧٦) و (٧٧٧) و (٧٧٨) و (٧٧٩) و (٧٨٠) و (٧٨١) و (٧٨٢) و (٧٨٣) و (٧٨٤) و (٧٨٥) و (٧٨٦) و (٧٨٧) و (٧٨٨) و (٧٨٩) و (٧٩٠) و (٧٩١) و (٧٩٢) و (٧٩٣) و (٧٩٤) و (٧٩٥) و (٧٩٦) و (٧٩٧) و (٧٩٨) و (٧٩٩) و (٨٠٠) و (٨٠١) و (٨٠٢) و (٨٠٣) و (٨٠٤) و (٨٠٥) و (٨٠٦) و (٨٠٧) و (٨٠٨) و (٨٠٩) و (٨١٠) و (٨١١) و (٨١٢) و (٨١٣) و (٨١٤) و (٨١٥) و (٨١٦) و (٨١٧) و (٨١٨) و (٨١٩) و (٨٢٠) و (٨٢١) و (٨٢٢) و (٨٢٣) و (٨٢٤) و (٨٢٥) و (٨٢٦) و (٨٢٧) و (٨٢٨) و (٨٢٩) و (٨٣٠) و (٨٣١) و (٨٣٢) و (٨٣٣) و (٨٣٤) و (٨٣٥) و (٨٣٦) و (٨٣٧) و (٨٣٨) و (٨٣٩) و (٨٤٠) و (٨٤١) و (٨٤٢) و (٨٤٣) و (٨٤٤) و (٨٤٥) و (٨٤٦) و (٨٤٧) و (٨٤٨) و (٨٤٩) و (٨٥٠) و (٨٥١) و (٨٥٢) و (٨٥٣) و (٨٥٤) و (٨٥٥) و (٨٥٦) و (٨٥٧) و (٨٥٨) و (٨٥٩) و (٨٦٠) و (٨٦١) و (٨٦٢) و (٨٦٣) و (٨٦٤) و (٨٦٥) و (٨٦٦) و (٨٦٧) و (٨٦٨) و (٨٦٩) و (٨٧٠) و (٨٧١) و (٨٧٢) و (٨٧٣) و (٨٧٤) و (٨٧٥) و (٨٧٦) و (٨٧٧) و (٨٧٨) و (٨٧٩) و (٨٨٠) و (٨٨١) و (٨٨٢) و (٨٨٣) و (٨٨٤) و (٨٨٥) و (٨٨٦) و (٨٨٧) و (٨٨٨) و (٨٨٩) و (٨٩٠) و (٨٩١) و (٨٩٢) و (٨٩٣) و (٨٩٤) و (٨٩٥) و (٨٩٦) و (٨٩٧) و (٨٩٨) و (٨٩٩) و (٩٠٠) و (٩٠١) و (٩٠٢) و (٩٠٣) و (٩٠٤) و (٩٠٥) و (٩٠٦) و (٩٠٧) و (٩٠٨) و (٩٠٩) و (٩١٠) و (٩١١) و (٩١٢) و (٩١٣) و (٩١٤) و (٩١٥) و (٩١٦) و (٩١٧) و (٩١٨) و (٩١٩) و (٩٢٠) و (٩٢١) و (٩٢٢) و (٩٢٣) و (٩٢٤) و (٩٢٥) و (٩٢٦) و (٩٢٧) و (٩٢٨) و (٩٢٩) و (٩٣٠) و (٩٣١) و (٩٣٢) و (٩٣٣) و (٩٣٤) و (٩٣٥) و (٩٣٦) و (٩٣٧) و (٩٣٨) و (٩٣٩) و (٩٤٠) و (٩٤١) و (٩٤٢) و (٩٤٣) و (٩٤٤) و (٩٤٥) و (٩٤٦) و (٩٤٧) و (٩٤٨) و (٩٤٩) و (٩٥٠) و (٩٥١) و (٩٥٢) و (٩٥٣) و (٩٥٤) و (٩٥٥) و (٩٥٦) و (٩٥٧) و (٩٥٨) و (٩٥٩) و (٩٦٠) و (٩٦١) و (٩٦٢) و (٩٦٣) و (٩٦٤) و (٩٦٥) و (٩٦٦) و (٩٦٧) و (٩٦٨) و (٩٦٩) و (٩٧٠) و (٩٧١) و (٩٧٢) و (٩٧٣) و (٩٧٤) و (٩٧٥) و (٩٧٦) و (٩٧٧) و (٩٧٨) و (٩٧٩) و (٩٨٠) و (٩٨١) و (٩٨٢) و (٩٨٣) و (٩٨٤) و (٩٨٥) و (٩٨٦) و (٩٨٧) و (٩٨٨) و (٩٨٩) و (٩٩٠) و (٩٩١) و (٩٩٢) و (٩٩٣) و (٩٩٤) و (٩٩٥) و (٩٩٦) و (٩٩٧) و (٩٩٨) و (٩٩٩) و (١٠٠٠)

تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ ۖ وَاللَّهُ
 لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿٢٣١﴾ * وقد قال لكم إن لا تختزنوا آباءكم وأخوانكم أولياء إن
 استحبوا الكفر على الإيمان وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَوَلَّيْكُمْ فَالظَّالِمُونَ ﴿٢٣٢﴾ * المشركون و
 فاعلموا الظالم العظيم * فالتحقنتم بالحياة الدنيا الهكم فذهب الله بدينكم وجعلتم تفسدون
 فيها تختزنون الهمة من الأرض وسعيتكم تفسد الأمور الله ففسد الله أمركم ودينكم وهو القوم
 المتين * وعلوتم في الأرض تقولون هُنَّ أَنْبِيَاءُ اللَّهِ وَاجْتَاوَهُ (١٨:٥) وَلَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا
 مَعْدُودَةً (٨٠:٢) فبعث الله عليكم عبدًا له أولى بأس شديد فجاسوا خللًا ياركم حاكمين * و
 غزوا في عُقْرِ دَارِكُمْ جَائِمِينَ * فتحكمتهم فصرتم من الحكومين * وعصيتهم ركبتم فصصت الأرض
 عنكم وعن باقين * فضأقت عليكم الأرض بما رحبت (٢٥:٩) وشئت عليكم الغارات وصيرت
 غرضًا يرمي في العرصات * وعبادة أولو بأس يخرجونكم من دار إلى دار * وظهر الفساد في بركم وبكم
 بما كسبت أيديكم لين يقم بعض الذي علمتم لعلكم ترجعون * فاصبرتم على معصيتكم وتنازعتم
 وتعاجزتم بينكم وتواكلتم وتخاذلتم فذهب الله بدينكم وشغلتكم أموالكم واهلوكم من
 دون الله ورسولكم شغلًا تامًا وكثرت فيكم الأحداث والذنوب وازددتم كفرًا وظلمًا و
 فسقًا وشركًا فَقَضَيْنَا إِلَيْهِ ذَلِكَ الْأَمْرَ أَنَّ دَابِرَهُمْ لَآءٍ مَقْطُوعٌ مُصْبِحِينَ (٩٧:١٥) فلم
 يبق من بلادكم قطعًا أو ملكًا إلا وكلها بقوم ليسوا بهم بكافرين * هَلْ يَمُنُّ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ
 (٣٥:٣٧) * وَهَلْ يَمُنُّ إِلَّا الْقَوْمُ الظَّالِمُونَ (٣٤:١٧) * كفرتهم فاخذكم الله فسيروا في الأرض
 فانظروا كيف كان عاقبة الذين من قبل كان أكثرهم مُشْرِكِينَ (٣٢:٣٠) * فَقُطِعَ دَابِرُ
 الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأُوْحِيَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (٣٥:١٧) * فإيا من يعذبون ولا يصلحون ويأمر
 الله من حيث لا يشعرون! الدنيا محبوبية عجوز عاقرة طليقة اللسان حسناء الوجه التي

تترك بعلا جديداً كل يوم ولا تنال تدللاً ببيعها وتخلل له كل ما يشاء ويستهي لنفسه حتى
تضعف قواه وأعضائه وتوهن امره فتتركه او تطرده ولا تلد أزواجها الا الخزي والخسران في
العاقبة ولا تدوم وتصاحب الا من انكرها وامهلها ومن اخل بها ولم يد عينيه اليها بل
نظر من طرف خفي الى حليها وغض طرفه عن زخارفها وزينتها فلا تدنو هذه العقير الا ممن
ابعداها ولا عبيداها ومن دنا منها فتنقص به ومن مال اليها فترغب عنه **وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا**
مَتَاعُ الْغُرُورِ (١٨: ٤٥) * وهذا سرُّ حُبِّها وتسخيرها وتعشيقها بكم وفي ذلك فليتنسم التوسمون *
ولذلك قال الله **وَمَنْ كَانَ يُرِيدْ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ** (١٨: ٤٦) ولذلك
قال **مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ جِئْنَا لَهُ بِهَا مَتَاعًا وَلَنْ يُرِيدَ شَيْءَ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ** (١٨: ٤٧) وذلك
جزاء الكافرين . الذين يريدون الدنيا فالدنيا تطردهم في النار دائرين . والذين يعبدونها
فتبعدهم خاسئين * وقد قال الله **وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِي** (٥١: ٥٦) ومن يعبد
يؤثره الارض **إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقِيينَ** (٢٨: ١٤) * فسلام على المتقين .
الذين يرثون الارض لا يزالون امة واحدة وبرتهم يتقون . والذين لا يشركون به شيئاً في العمل
ويطهرون قلوبهم من رجز الاوثان ويقولون **اتمنا الهنا الله واحد به نستعين** . والذين
يجاهدون اعدائهم بالسيف باموالهم وانفسهم ويهاجرون في سبيله لتقوية قومهم وهجرون
كل ما يشغلهم من المعبودين . والذين يطيعون اولى الامر منهم ويردون نزاعهم الى الله اما هم
ان تنازعوا في شئ لئلا يكونوا من المفسدين . ودوام ادماء في الارض منظمين . وفي السلك
منسلكين . وفي الآخرة شاملين * **الْحَمْدُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ** الذين يخلص الناس عنهم وهم لا يخشون
احداً الا عذاب احكام الحاكمين * اشداء على الاعداء رحماء بينهم فلا يعدون الا على الظالمين .
المشركين المتفريقين المستضعفين من الرجال فيختطفونهم خطفة العقاب الشاهين . ويقولون

لا تذرني الأرض أحدًا من المشركين • وديارًا من الكافرين • إلامن أتى الله بقلب سليم
 (٢٦: ٨٩) • وسلك صراطه المستقيم • وطاع وأسلم وتنظم ونطوع ولم يخش (إلا الله) وأتقى
 فتقوى واحسن فأولئك من المفلحين * والذين إذا أصابهم البغي هم ينتصرون * (٣٩: ٣٩)
 والذين إذا عاهدوا عاهدوا (١٤: ٢) وأولئك هم المتقون * (١٤: ٢) بلى من أوفى بعهده وأتقى
 فإن الله يحب المتقين • (٥: ٣) * فسلام على المتقين الذين لا يزالون شاهدين على الناس
 لربهم وعلى توحيدهم عملاً ومعناً ويتمون مدة حياتهم في أعلاء سنته العلي العظيم * بلى من أسلم
 وجهه لله وهو محسن فله أجره عند ربه (١١: ١٢) فمن أتى وأسلم فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون
 (٣٥: ٤) * فيحسرة على المسلمين المعاصرين ! يكاد سنا البرق يخطفهم وكسف من السماء يسقط
 عليهم وهم غافلون * عسى أن يأتي الله بامرء وهم في غفلة يعمهون • ويقولون إنا وجدنا
 آباءنا على أمة وإنا على آثارهم مقتدون (٢٣: ٢٣) • واتبعوا من الموحدين من جن والعلمين
 الذين هم أصحاب النار والنجيم • طمأنا كأنه رؤوس الشياطين (٢٥: ٣٥) * وإذا قيل لهم اتبعوا
 ما أنزل الله قالوا بل نتبع ما ألفينا عليه آباءنا أولو كان آباءهم يعقلون شيئاً ولا يهتمون
 (١٤: ١٢) * فانتظروا آتني معكم من المنتظرين (٤: ٤) * وشذوا وحالكم فأنكم من المرحلين • في
 صبح خامسة أو أقرب منه باليقين • ومظنتكم النجيم • وحملكم بحفرة من نار ووقىها الحجارة
 واشتدكم المقلدون * والحمد لله رب العلمين • الرحمن الرحيم • ملك يوم الدين • إياك نعبد
 وإياك نستعين • إهدنا الصراط المستقيم صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم
 ولا الضالين (١: ١-٤) * »

فيما مؤتمر السافرين ! ويا فوج المنتهضين ! هل نتم تدعون ان تبدلوا سنة الله في الأرض
 بمكرهم أو ترصده بقولكم مهلدين • مكبرين مبسملين وحامدين وجامدين * هل نتم

تسعون ان تغيروا ما بكم بالحدود • او تغيروا عادته بالجزع والفرع • او تخربوا الارض وتكسروا
السماء كسرا مكسرا التمشوا في الارض مرجين * انتم تهتدون بان تبدلوا هذه الارض بغير الارض سماء
غير السماء وسنة غير سنته تعالى الجارية لتفعلوا فيها ما انتم تشتهون * هل ترون في خلق الرحمن
من تقويث (٣: ٧٤) • وفي الارض من ضعف • وفي السماء من نقص وفي سنته من لينه او تحول
ليلين لكم او يكاديركن اليكم فتصنعوا فيها ما تشاؤون * بل بناها قصرا مشيدا وسقفا محفوظا و
بناء غير محول لا مبدل لعادته وفطرته وحفظها من كل شيطان رجيم (١٥: ١٥) * من شيطانيكم
الذين يوحون الى اوليائهم انهم هم القادرون على ان يبدلوا امره وحكمه بدعائهم وشفاعتهم
وهم في هذه الارض لا يملكون من يقرر لا يقرر * ولن تستطيعوا ان تغيروا مقداره حجة خردل
ولو اجتمعتم له انتم ومن في الارض جميعا فلما لا ترجعون * بلى وهو المليك العظيم * والاقار العلى
الحكيم * والبناء المقيم * لا يسئل عتاي فعل (٢٣: ٢١) وانتم تسئلون * فهل تنظرون الا
سنة الاولين * فيسبحوا في الارض وانظروا كيف كان عاقبة المكذبين * واخر المجرمين *
وذلة الكافرين * ان تنتموا يغفر لكم ما قد سلف وان تعودوا فقد مضت سنة الاولين
(٣٨: ١٥) * سنة الكفار المعتدين * عسى ان يكونوا من المقبوحين * فوالله ما انتم بمعجزين
الله في هذه وما كان لكم ان تغيروا عادته ولكم انتم من اللغيرين * او مغيرين بانفسكم
من قبل ان ياتيكم اليقين * فان الله لا يغير ما بقوم حتى يغيروا ما بانفسهم (١١: ١٣) ولا يدر
احدا حتى دنا امره الى الحين * فاذا جاء اجلهم لا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون (٣٨: ١٥) *
فتعالوا الى القران العظيم • واحجروا الشرك والكفر هجرا مهجورا فسحقا لاصحاب الحميم * و
تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئا ولا يخن بعضنا
بعضا اربابا قن دون الله (٢٣: ١٣) فهل انتم مسلمون * فاطر السموات والارض وما بينهما

وخالق ما لا تعلمون * علم الغيب الشهادة (٢٢: ٥٩) فتعالى عما يشركون * وهذا هو الاسلام
 الذى اتس عليه السموات والارض ونظام كل التكوين . وتنظيم الكون المتين . و
 ترتيب كل ما احلهم وافلم في العلمين * فطرت الله التى فطر الناس عليها لا تبديل لخلق الله
 ذلك الذين القيمه ولكن اكثر الناس لا يعلمون (٣٠: ٢٧) * ومن يدع مع الله الها اخر لا بهتان له
 به فارجوا حسابه عند ربه انه لا يقبل الكفرون (١١٤: ٢٣) * ومن يتبع غير الاسلام ديناً
 فلن يقبل منه وهو فى الآخرة من الخسرين * والله فى هذه الدنيا من الاخسين *
 افتدرون ما فى هذه الارض للموحدين المسلمين . وما اجر العاملين الصبرين المؤمنين الفاعلين
 من دون القائلين الكافرين . ان الله يدخل الذين امنوا وعملوا الصالحات جنتهم من
 تحتها لا يفترون * والذين كفروا يمتنعون ويا كلون كما تاكل الاعنام والنار مشوى لهم (١٣: ٢٤) بما
 كانوا يكفرون * والذين امنوا بما نزل على محمد وهو الحق من ربهم كفر عنهم سيئاتهم
 واصلحهم بالهمم (٢: ١٣٤) * والذين كفروا فتعسا لهم واصلحهم بالهمم (٨١: ٣٤) * ذلك بان الله
 مولى الذين امنوا وان الكافرين لا همولى لهم (١١: ١٣٤) * فيا ايها المسلمون المعاصرون ! كيف
 تدعون بالايمان وبالايمان على محمل وبالكفر بال الكافرين * ومثل الذين اتخذوا
 من دون الله اولياء كمثل العنكبوت اتخذت بيتاً وان اوهن البيوت لبيت العنكبوت
 لو كانوا يعلمون (٣١: ٢٩) * فيا من يزعمون انهم يحسنون ويصلحون باتخاذهم الاولياء تمنعوا
 فى هذه الارض حتى حين * ويا من ضل سعيهم فى الدنيا امشوا فى الارض مشتمى قلوبكم
 فرحين . بما هى الية لكم فى يوم الدين . وما لكم فى الآخرة من النعيم من فضل رحمة
 وشراب وفاكهة ومن حور عين * تباشر او تمارحوا وتفاخروا بينكم فان لكم نار الجحيم * و
 عذاب ربكم المقيم * ومن دون عذابكم فى الدنيا عذاب يوم الدين * فان الدين هو

الدُّنْيَا وَإِنَّ الدُّنْيَا هِيَ الدِّينُ * الدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْآخِرَةِ فَهِيَ تَزْرَعُ وَهِيَ تَجْنُدُ
 عِنْدَ بَعْضِ غَيْرِ مَعْنُونَ * وَمَنْ تَقَدَّمُوا لِلْعَذَابِ فِي الْآخِرَةِ يَبِينُ * وَلَعَمْرُ اللَّهِ الْعَمَلِينَ *
 وَبِشْمَا اشْتَرَوْا بِغَفْلَتِهِمُ الْقَاتِلُونَ * فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَى (٣٧: ٤٩) * وَعَرَضَ
 النَّاسُ عَلَى رَبِّهِمْ صَفًّا صَفًّا * وَإِنِّي حِينَ تَوَفِّيهِمْ حَسَابُهُمْ فِي الْعَقَبَى * وَجَاءَ وَارْتَبَمَ فَرَادَى
 وَقِيلَ لِلنَّاسِ إِنِّي بَمَا فَعَلْتُمْ يَدَاكُ فِي الدُّنْيَا * لَأَنْ لَيْسَ لِلنَّاسِ إِلَّا مَا سَعَى (٣٩: ٥٣) * وَإِنَّ
 لَهُ نَصِيبًا فِي الْآخِرَةِ مِنْ دُونِ نَصِيبِهِ الْأَدْنَى * وَعَذَابًا مَنْ حَيْثُ الْفَرْدُ عَلَى عَذَابِهِ جَمْعًا *
 وَثَوَابًا مَنْ فَوْقَ ثَوَابِهِ فِي الْأَوَّلَى * وَلِعَذَابِ الْآخِرَةِ أَشَقُّ وَابْقَى * وَثَوَابِ الْعَاقِبَةِ خَيْرٌ
 وَأَشْهُى * فَيَا اسْفَاوْ عَجَبًا ! تَحَيَّرَتِ الْعُقُولُ بِمَا رَأَى * الْقَاتِلُونَ فِي عَذَابِ الْيَمِّ * وَ
 الْعَامِلُونَ فِي الْجَنَّةِ وَالنَّعِيمِ * الْمُجْتَنِبُونَ فِي مِرَّةِ الْمُشْرِكِينَ * وَالْمُشْرِكُونَ الْمُتَعَارِفُونَ عَلَى الْأَرْكَانِ الْمُتَكَلِّفَةِ
 وَالرَّسُولُ شَهِدٌ عَلَيْهِمْ أَهْمُهُمُ الْمُؤْمِنُونَ * الَّذِي هُوَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ * ادْخُلُوا كَافَّةً أَنْتُمْ كُنْتُمْ
 تَفْعَلُونَ * مَا تَقُولُونَ تَعْمَلُونَ لَا تَنْظُرُونَ * وَكُنْتُمْ أَنْتُمْ تَوَدُّونَ مَا نَزَلَ عَلَى مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَمَعْنَاهُ وَالْعَالَمِينَ *
 وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لِيُعْبَدُنَا * مَا خَلَقْنَاهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ
 (٣٨: ٣٨-٣٩) * إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِلْعُلَمَاءِ الْمُتَوَسِّمِينَ * فَالْقَوْلُ لَيْسَ شَيْئًا عِنْدِي وَ
 لَوْ أَصْطَفَيْتُ الْقَوْلَ لَجَعَلْتُ الْكُلَّ مِنْ يَقُولٍ فِي الْأَرْضِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ سُقْفًا مِنْ فَضَّةٍ وَأَبْوَابًا مِنْ
 ذَهَبٍ وَأَبَارِيقَ مِنْ زَبْرَجَدٍ وَمَا كُنَّا فَعَلِينَ * وَإِنِّي أَنَا اللَّهُ الْعَمَّالُ الْخَالِقُ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ
 ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ (٢٤: ٣٠) * وَيَذَرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ
 كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ يَتِمُّ إِلَهُكُمْ * وَالَّذِي يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً * وَيَفْلُقُ الْحَبَّ وَ
 التَّوْبَى * وَيَنْبُتُ الْأَشْجَارَ وَيُرْسِلُ الرِّيَّاحَ يَوْمًا بَعْدَ يَوْمٍ * وَالَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا
 بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ (٢١: ٣٢) * وَمَا مَسَّكُمْ مِنْ لُغُوبٍ (٣٨: ٥٠) * يَجْرِي لِفَلَكَ فِي الْبَحْرِ بَيْنَ الْأَلَّةِ

* الإشارة إلى قوله تعالى وَنَحْنُ نَعْلَمُ الْغُيُوبَ * وَالَّذِي يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً * وَالَّذِي يَفْلُقُ الْحَبَّ * وَالَّذِي يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً * وَالَّذِي يَفْلُقُ الْحَبَّ * (١٣٨: ٤٩) *

الخلق والأمر تبارك الله رب العالمين (٥٣: ٤) * يسأله من في السموات والأرض كل يوم هو
 في شأن (٢٩: ٥٥) فكيف احب العلمين * بل نرى عمل كل عامل في الدنيا وسعيه ونعطيه اجره مقدار
 جهده ووسعه بقدر سعيه ان الله لا يظلم الناس شيئا ولكن الناس انفسهم يظلمون (٢٢: ١٥) * فمن
 يعمل مثقال ذرة خيرا يره * ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره (٩٩: ٤-١) * فما انا بطارد العلمين
 من الجنة وقابل الفاتلين * هم الذين ما زالوا في الارض مكرين اسي وعاصين عن امرى
 ولم يعلموا من انا حين دعوني ولم يكن موقى او يعظموني معشار ما كرموا الههم غيرى فكيف كرم
 ههنا الظلمين العادين * وان تكفروا انتم ومن في الارض جميعا (١١: ٣) فاني انا الله ذو القوم
 العزيز العليم * احب كل صاحب قوة وعزرة وعلم من الناس الذين احسنوا صنعم في
 الدنيا وداموا ماداموا خليف فيها وخليف متى مستخين كل ما سخر الله لهم في السماء والارض
 متفكرين في خلقها وما بينهما شاكرين بما الله من فضله ورحمته حمد شكرهم وقد هم الذين
 احروا الارض توسموها ومشوا في مناكبها وتشاوبتها وبحرها لتعرفوا من انا ومن اين كل هذه
 وما هي وما هي وما كتبها وكيفها وليشهد امانا فم لهم وليبتغوا من فضله سائحين * جباون
 في الارض قاهرين على من ضعف وكسل ومكروا من شجع وبنل متخلقون باخلا في اخلاق
 فطرتي وعادتي فاتنى انا الجبار القهار القوي العظيم * ولا احب المستضعفين الا قليلا الذين
 ضربت عليهم الذلة والمسكنة ينظرون من طرف خفي الى الناس من ذل وغى يسئلون عبادنا
 الحافا ومفتقرا لا يقدر على شئ ولا يملكون نقرا الذين يسجدون لكل مالك قويا كان او
 ضعيفا ويعبدونهم سجدا ولفيفا لاصقين بهم من الضعف الفقر لا يحسنون ما بانفسهم من نار
 السقر نار الله الموقدة التي تظلم على الاقدار (١١: ٣-٤) * فتخرفهم تحرفة متهلة * ترهقهم
 ذلة دما لهم من الله من عاصم (٢٤: ١١) * اعشيت وجوههم قطعاً من الليل مظلماء (٢٤: ١١) * و

املئت ثيابهم بالبالية المسترقعة فوجا من القمل مكملا * ياكُونُ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ (١٢: ٢٤)
 لا تحسبهم الا حزباً من قودة خاسين * لا اجهم ولا آمن عليهم لانهم ما قدرنا حق قدرنا و
 ما عرفونا حق معرفتنا وانا الذي جعلت لهم السمع والبصر والا فإداة ليعرفوا ربهم شكرين * فقليل
 ما كانوا يشكرون في الارض وقليلاً ما يشكرون * فلا تشكران لسعيهم اليوم وما هم في حمتنا بداخلين *
 اخرجوا واهبطوا من هذه ان هذا كم الحميم * وان جهنم لمحطاة بالكافرين * فيما تزعمون انكم
 احق بالجنة ولستم تجدون لها وحررين بانعمها لو كنتم تعلمون * فمن يليق بنعمة الجنة الخلد
 الباطنة ان لم يكن له نصيب من نعمة الارض الظاهرة افلا تعقلون * ومن كان في هذه اعمى
 فهو في الآخرة اعمى (٢١: ١٤) ومن الضالين * فما الجنة الا لوارث جنات الارض وعيونها
 وما العاقبة الا للمتقين * ➤

ويا ايها المسلمون النجيدون المعاصرون ! الذين يظنون انهم يظلمون في هذه الارض وان
 الله يظلمهم بمشيئته متصرفا عما يفعلون ويعتقدون * ما دلكم بظلام للعالمين * ان الله لا يظلم
 الناس شيئا ولكن الناس انفسهم يظلمون (٢٣: ١١) * يفعل ما يشاء وهو لطيف بما يشاء
 انه هو العليم الحكيم (١٠٠: ١٢) * فلا عدوان الا على الظالمين (١٩٣: ٢) * الذين يتعدون حدود
 الله ومن يتعد حدود الله فاولئك هم الظالمون (٢٢٩: ٢) * وما اصابكم من مصيبة فيما كسبت
 ايديكم (٣٠: ٢٢) فمن شاء فليرجع الى قانونه وحدوده ويتجن الى ربه سبيلا ويصبر عليه و
 يستقم اليه ويشير الضالين * الذين اذا اصابتهم مصيبة قالوا ان الله واننا اليه رجعون (١٥٥: ٢)
 (١٥٦) * ومن شاء فليصبر على مصيبته فان الله غني عن العالمين (٩٤: ٣) * وما تشاءون الا ان
 يشاء الله رب العالمين (٢٩: ٨١) * ما مشيئته الا ان ليس للانسان الا ما يجهد وما مشيئته

فمن يجهز للقاري ان يشر بهذه الآية استلزام تروق يشرت معناها ههنا باستعمال كلمة بعد قرة - فالمنع هو انكم ما تشاءون شيئا الا الله يسا حكمهما تشاءون
 وان لودتم ان تسعوا في الدنيا سعيا بليغا لتقودوا فهدى اليكم اجركم يقدر ما تتم تسعوا - فلا شك في ان معنى هذه الآية ان تدرك باعني الله بقوله ان الله
 لا يشاء الا ما يشاء (١٥٢: ٢٩) لا ازيد منه ولا انقص ما فهم بعض الرجال منه انه ما تشاء شيئا حتى يشاء الله ولا تقدر على شيء حتى يقدر الله عليه من لدنه فهو ليس بمتخير +

ألا ما تفعلون وما تقولون * وما مشيئة إلا قانونه * فارجعوا إلى قانونه وعادته مرة أخرى
 ليكون لكم في الدنيا والعقبى ما تشاءون * مهما تجهلون فهو يسأحكم ويؤدى اجركم اليكم غير
 منقوص لأنه لا يكاد ان يتدخل في مشيئكم او يعارض سعيكم حتى تنتهون * ليحزبكم او
 يعذبكم بالعدل * ويزن سعيكم بالقسطاس المستقيم * فما تشاءون إلا ان يشاء الله
 رب العالمين (٢٩: ٨١) * ومن قال اني راجع اليه يجازعه عند من فوري * وأولئك عليهم
 صلوات من ربهم ورحمة * وأولئك هم المهتدون (١٥: ١٣) * فلا تجهلوا وتنتظروا بل اني
 الى ربكم وارجعوا اليه وجاهدوا فيه حق جهادة ليشاء ربكم بكم ما تشتهون * فانه لا يشاء
 بكم شيئاً حتى تشاءون * ولا يحزني حتى تجهلون * فما تشاءون إلا ان يشاء الله رب العالمين
 (٢٩: ٨١) بكم مقدار ما تعملون * فسبحن ربك رب العزة عما يصفون (١٨: ٢٤) * ويقولون
 لا خيرة لنا في اعمالنا وما لنا من الامر من شيء فكيف نغير ما بانفسنا حتى يشاء ربنا ما يشاء وما
 نحن بشيء الا ما يشاء العزيز الحكيم * يغفر لمن يشاء ويعذب من يشاء (١٢٨: ٢٣) وان نحن
 الا من المظلومين المحبسين * فما هذا الا ما حكم بانفسكم ولتفر وامن السعي وتمكروا السيئات
 وما الله بمغير ما بكم حتى تغيروا ما بانفسكم وما الله بغافل عما تعملون * ان الله لا يظلم شيئاً
 ذرةً وان تك حسنة يضاعفها (٣٠: ٣٠) فسبحن ربك عما يصف القاريون الجاهلون الذين
 قالوا ما ربنا الا ملك مستبد لا قانون له ولا يحكم الا ما يشتهى من فوري متصرفاً عما يحول له عدلاً
 واصولاً * ويجبرنا على ما نفعل ويعذبنا بما يشاء * وقد ردنا كل ما فعلنا وما نفعل من قبل
 فالله يص لنا عما يريد * انه على كل شيء قدير * بل قانونه مشيئته * وما مشيئته الا قانونه
 وامره * وما يشاء الا ما يوافق بامره * وما يامر الا ما يوافق بمشيئته * وما يعذب الا من بعد ان اتم
 حجتة وتبين قانونه * وما الانسان الا بقادر على فعله * ولا يكلف الله احد الا وسع نفسه

وحل استطاعته * ولا يزر وازراً الا وزراً * ولو كان فيهما ملك مستبداً مثل ما يصفونه
 لفسدت السموات والارض * فلا طلعت الشمس مثل هذه * ولا جاء الليل بهذا التتابع وهذه
 الصحة * ولا تغورت النجوم او طلع البدل بكل هذا النظم والتسوية * ولا جرت الفلك في البحر او
 سال الماء في الاودية * واحترقت النار وجرت كل ما يجري في عادة الله المؤكدة المستمرة *
 فوالله ما يقع كل هذا الا بعد دليل ونهاد بعد نهاية لا بمشيئته * فما مشيئته الاعادة الحارثة *
 وما عادته الا ما يشاء الله اعطى كل شئ خلقه ثم هدى (٥٠: ١٢) * كل يعمل على شاكلته (١١: ١٤)
 من اول يوم خلق فلن يتحد لستت الله تبديلاً * ولن يتحد لستت الله تحويلاً (٢٣: ١٣) * و
 من هذا القبيل خلق الانسان في احدى صورته ما شاء (٨: ١٢) ركبته * فجعل له سمعه وبصره وقوته
 وبين له فطرته وعادته * وقدر له وسعته وقدرته * والهمة فجوره وعصمته * خلقه فقدره
 ثم السبيل يسره (٨: ١٩-٢٠) * ومع هذا انزل عليه كتابه * فمن شاء من بعد ذلك فليشكره
 ومن شاء يكفره * وما كتابه بمضيقه * كلا انه قل كمره * فمن شاء ذكره (٢١: ٥٢-٥٥) * افلا
 يتدبرون القرآن ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيراً (١٢: ١٣) * افان الله
 على كل شئ قدير بدليل على ان الانسان لا يقدر على شئ شيئاً * بل قدرة لا يقدر على ما يفعل
 واعد لكل عمل اجرا * وان قدر الانسان قادراً بمشيئته * وجعله سميعاً بصيراً (٢١: ٤٧) برضائه
 ورغبته ايها الجاهلون! ولم يرضن عليه عن قدرته اقل يوم خلقه ولا يخالفكم الا ان فيما
 تفعلون بمشيئكم * ولا يكف ايديكم عما تعملون برضاكم ورغبتكم * فما تشاءون الا ان يشاء الله
 رب العالمين (٢٩: ٨١) * فما هو الا ان مشيئكم مشيئته * وان لم تكن مشيئكم بتابعة مشيئته
 فتقولوا ما نشاء شيئاً الا ان شاء ربنا من قبل فانه اطلقكم وارسلكم رسالة تامة واعد اجوركم
 بقدر سعيكم ووسع انفسكم * فهل لكم من حجة بعد هذه القدرة والعدل ان كنتم صديقين *

فقتل الإنسان ما أكفر له (١٤: ١٨) * يفعل ما يرضيه * ثم يقول الله اجبره * فمن اين جبره * و
يعمل العمل ويستعمل ارجله وايديه * ولا يخالفه احدا فيا يفعله * فيا ايها المسلمون القديرون
الاجبريون ! ما جزيتكم الالباء عملتم حتى الآن * وهل تجزون بعد ذلك الا ما تعملون * اجبروا
انفسكم واقدروها فانكم لن تؤثروا مثقال حبة اجرا حتى سعيتم لها * هذا ما قد الله لنا وهذا
ما اجبرنا عليه * فلا جبر علينا الا ان نفعل ما امرنا به احكم الحاكمين * الذي لا بد لاحد من
حكمه * واتباع امره حكم لا ضرب * وهو القوي العزيز الحكيم ﴿﴾

فيا معشر المسلمين النجدين ! هل بقي لكم بعد الذي تغيرتم اليه من وسيلة الا ان
تسعوا لانفسكم سعيًا متنا بعاليلها ونهارًا ملايطا قبه ولا يسبق * لترضوا الله فان الله لا يرضى
الا عن القوم العاملين * اعملوا على مكانتكم حد امكانكم * واستميتوا التفوزوا ولا تمنوا في زعمكم
الباطل ان امرنا قد تجاوز عن سعيينا * فعسى الله ان يتجاوز عنا متعظفا علينا واحسانا لنا متصرفا
عن سعيينا وجهدا او يرسل علينا مهلا يامبشرا يهدينا ويقرينا * ويغير على اعدائنا فنكون
من الغالبين * فها هذا الانتظار الالاماتة قولكم * وتوهين امركم * وتضعيف اعضائكم
في الدنيا * وما اشاع بهذا الكذب الا اشراككم المفسدون المخلفون * فلا مهدي لكم اليوم
الا من هدىكم * وهذا الصراط المستقيم صراط الذين (٥١: ٦) انعم الله عليهم *
من نصركم ومن بدل ضعفكم قوة وخوفكم امنا * ولا شهادة على بعثة المهدي في القرآن الا ما جاء
في احاديثكم الضعيفة الموضوعة * وان كان لنا من نبي او رسول ياتي من بعد ختم الانبياء اسما
مهدي فلما لا نبشرا الله بهذا الامر المهم في الكتب المبين * ولا نجهد من قولكم الشهادان الا وهو
اذ اتاهت تغيرت فانه لا يتغير شيئا في هذه الدنيا حتى يغيثون * وليس الذي انتم تنظرون اليه
وترجعون من اثار القيمة * وما لكم من علم بعلائها انما عندها عند ربّي (١٨: ٤٠) تاتيكم بغتة

انقدرون على ان تكونوا الشكلاء على حكامكم الذين بعثهم الله عليكم او تضربوهم شيئاً ولو حرصتم * فكيف
 تطيقون على ان تضربوا الله او تعجزوه ما لك السموات والارض واحكم الحاكمين * بل هل يسمعون
 لكم اذا سألتموهم شيئاً * او يتوجهون اليكم حين تطلبونهم * باسمهم يسيرون شديد * بعثهم الله
 عليكم ليخذلكم في الدنيا وليجعلكم نكالاً لما بين يديكم وما خلفكم فلا يرد بأسه عن القوم الكافرين *
 كفرتم باحكام الله وكذبتم بها وتوليتم * فاستبدل قوما غيركم لا تضربوهم شيئاً ولا تضربوه
 فانقلبوا خسرين * عبادة اولو باس فضّل الله بعضهم على بعض درجات * يرثون الارض على
 سلطان منه * لا هم احسنوا في هذه الدنيا واصلحوا واتقوا واسلموا وجوههم له * ولم يتخذوا
 ارباباً من دونه * ولم يعبدوا الا الله * ولم يسجدوا لاحد غيره * ولم يتخذوا الهواهم واولياءهم
 الهة * ولم يتفرقوا * واعتصموا بحبل الله جميعاً * ولم يصيروا شيعة * ولم يقطعوا امرهم بينهم
 حزياً * واطاعوا اولي الامر منهم بلا عناء وحجة * وردوا نزاعهم الى الله حين تنازعوا * وجاهدوا
 باموالهم وانفسهم * ولم يولوا ديارهم حين البأس * ولم يتحرفوا عن القتال * وهاجروا من مكان
 الى مكان لتقوية سلطنتهم واجراء حكمهم في الدنيا * وهجروا اكثر ما يلصق بالانسان من رجز
 الشيطان * ومن لوث العداوة والبغضاء بينهم * واسلكوا انفسهم في الاخوة * ولم يغتر بعضهم
 بعضاً * ولم يتجسسوا بينهم * ولم يتزلفوا في ايفاء عهودهم * ولم يرفعوا اصواتهم فوق صوت
 اميرهم * وغضبوا ابصارهم واصواتهم عند اولي الامر منهم * ولم يخشوا الا الله * وتفكروا في خلق
 السموات والارض حد امكانهم * وساحوا في الارض ومشوا في مناكبها حد سعيهم * وقد رآوا الله
 حق قدرة بدرس اعماله * وعرفوه حق معرفته بحدس فطرته * واختاروا كل ما يجري في العادة * و
 تركوا كل ما يبعد فيها * وفعلوا اكثر ما امر الله من ذنوب في الكتب * ونهوا عن فحشاء في الجملة * وصاروا
 من الذين احسنوا واصلاحوا * فادخلهم الله في الصالحين المحسنين العبدية * وورثهم

الأرض ومساكنكم التي كنتم فيها آمنين * وقد كتب الله في الزبور من بعد الذي ذكر أن الأرض يرثها
 عبادي الصالحون * إن في هذا لبلغا لقوم عابدين (١٠٦-١٠٧) * وقد قال لكم إن الأرض
 لله يومئذ آمن يثبت من عباده والعاقبة للمتقين (١٢٠: ٤) * ففتشوا الأرض الله * ودرسوا صحيفه
 الفطره * وعلّموا قانونه * وطلّعو احوال مخلوقاتها * وطلّعو اعلی عاداتها وخصائصها * واستوعبوا
 امر معاشهم وسعيهم في الدنيا * واستقصوا بال فلاح الافوام وصلاحهم * واستقرعوا الير واملکوا
 السموت والأرض * وليطلّعو اعلی عاداته تعالى وسنته * وتركوا ما يبعد في العادة قولاً واعتقاداً *
 واستمسكوا بما يجري فيها عملاً ونظراً * وتخلّقوا باخلاق الله * وبما صلح من عادات مخلوقاته السفلیه
 ومیزوا الخبیث من الطیب * وحصرو الثواب عن الخطاء بحدا مکانهم * واستعملوا اسمعهم وبصرهم
 وفؤادهم لیطلبوا العلم من اعمال الله من دون الظن * فعرفوا اعماله تعالى ليعرفوا نعمه * وليعلموا
 ما يريد منهم ونعمه * وما مشيئته فيهم * ولخصوا احقائق الفطره * وبتوا دقائق الاشياء ليستنبطوا
 منها فريضة الانسان * ثم استسلموا لها * وصلوا من المفلحين * درسوا كتاب الله * بل حججه
 البالغة الكاملة * وكنتم عن راسته لغفلين * وقد قال الله لكم ان في السموت والأرض لايت
 للمؤمنين (١٢٤: ٣١) * وخلق الله السموت والأرض بالحق * ان في ذلك لايت للمؤمنين
 (١٢٤: ٣٢) * وسخر لكم ما في السموت وما في الأرض جميعاً منه * ان في ذلك لايت لقوم يتفكرون
 (١٢٤: ٣٣) * وما خلقنا السموت والأرض وما بينهما الا بالحق * وما خلقنما الا بالحق * ولکن اکثرهم
 لا یعلمون (٣٨: ٣٩) * وسخر لكم الليل والنهار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامر الله
 ان في ذلك لايت لقوم یعقلون (١٢٤: ٣٩) * واختلاف الليل والنهار وما أنزل الله من السماء
 من رزق فأجابه الأرض بعد موتها وتصريف الرياح آيت لقوم یعقلون (٥١: ٣٥) * وان في
 خلق السموت والأرض واختلاف الليل والنهار والفلک التي تجري في الجرب ما يتفكر الناس * وما أنزل

اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ قَاءٍ فَأَخْبَاهُ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَكَ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيْحِ وَ
 السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا يَتَّبِعُ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿١٧٣﴾ * وَفِي خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُتُّ مِنْ
 دَابَّةٍ آيَاتٍ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿١٧٤﴾ * وَلَنْ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
 لَا يَتَّبِعُ لِقَوْمٍ يَتَّقُونَ ﴿١٧٥﴾ * وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْجُودَ لِيَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ اللَّيْلِ
 وَالْبَحْرِ قَدْ فَضَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿١٧٦﴾ * وَقَدْ قَالَ اللَّهُ لَكُمْ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي
 الْأَرْضِ وَلَا طَيْرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَلُكُمْ فَاذْكُرُوا فِي كُتُبٍ مِنْ شَيْءٍ
 ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ﴿١٧٧﴾ * فَنَاضُوا فِي أحوال الدواب والطيور * واطلوعا على عوائلها
 واخلقها * وفتشوا نظام مجامعها وعوالمها * وعلموا مستقرها ومستودعها * وفحصوا عن نظمها
 نسقها بينها * صنع الله الذي علم كل مخلوق درسه * وأعطى كل شئ خلقه ثم هدى ﴿١٧٨﴾ *
 إِلَّا الْإِنْسَانَ فَلَمْ يَرْفَعْ عَلَيْهِ صَلَاطَهُ * إِلَّا أَنَّهُ اعْطَاهُ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ وَفَوَادَهُ * ليعلم ما فريضة
 فِي الدُّنْيَا * ويدرس ما يريد الله منهم * ومن دون هذا إعطاء الكتاب الذي جاء به الأنبياء
 ما فرط الله فيه من شئ * وأظهر فيه كل ما يجوز له وينفعه * وأشار فيه إلى كل ما ينفعه ويضره *
 نَبِيًّا نَاكِحًا كُلَّ شَيْءٍ ﴿١٧٩﴾ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ ﴿١٨٠﴾ لعلكم تتدبرون * وتتفكرون فيه حل فكركم و
 تدبركم ولتكونوا من المفكرين * الذي كان لكم أن تأوها مثله لو اجتمعت الأنس الجن له فأنه أنزل إليهم
 اللَّهُ ﴿١٨١﴾ فَمَا لَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿١٨٢﴾ * فلا يزال الحكماء الطبيعيون من المغرب يطلعون على أسرار الطبيعة و
 عوائل العادة وأحوال المواليد الثلاثة من الجاد والنبات والحيوان حتى ظهرت عليهم بمائلة اسم الإنسانية بأم المخلوقات
 السفلية والمشاكلة بين قواعد مجامعها وبين عوائل الأحياء الحيوانية الحاضرة * ولم يدركوا ذلك حتى لاحظ لهم
 الحقيقة * واتضحت لهم الطريقة * فاستنبطوا من كل هذا العلم القانون الذي أسس

لهم بجعل أن يستدبروا القاري مطالب هذه الآية المهمة النافعة ويخوض فيها أشد خوضه كالاتي قد بين فيها قانون بقية الأمم الإنسانية بتبنيها بألا مسم
 التغلابة وقضى فيها أنه من سلك صراطه المستقيم وسجد للقانون الذي يجري في العادة (كما يفعل الدواب والطيور) فهو الذي من الخلق في هذه
 الدنيا وأولئك من المخلوقين فيها ما دامت السموات والأرض مثل المخلوقات السفلية - ولذلك قال في موضع آخر والله يتجيد (أي بطبعه) كافي السموات وما
 فيها في

عليه نظام العالم * واصول حفظ الاقوام وبقاء الامم * وطلبوا فيها آيات الله البالغة النافعة التي
تقدم ذكرها * وصاروا بالحق من عباد الله المؤمنين المتفكرين العالمين العاقلين
الموقنين المتقين * واتخذتم آيات الله المتقدمة هزواً وبخراً * وما سعيتم ان تحرفوها
لتعلموا منها من شيء * وقلتم ما انزل الله علينا فيها من امر ومن في * فما في خلق السموات والارض
من آيات لقوم يتفكرون * ومن علم لقوم يعلمون * ومن اتقاء لقوم يتقون * بل كفانا ما
دون الفقهاء منا وعلماءنا من طرق الظهارة واساليب الاستنباط ومسائل الاستحاضة والنفاس
وغيرها من العلوم الشرعية التي لا بد للانسان من علمها لتحقيق النجاة والحصول رضوان الله في الآخرة
وما كان لنا ان نعلم ما المماثلة بيننا وبين ائمة الدواب والطير * الا اننا نعتقد ان الله ما غادر
وما فرط في قرائنا من شيء الا وعلمها فيه * فلا يجب علينا ان نعلم كل ما جاء في كتابنا الا ما يكفينا
للنجاة * فنبهوني ما النجاة في نعمكم * وما رضوان الله في ظنكم ان كنتم صدقين * **فكذلكم**
بايات الله بالحق * والذين كنوا بايتنا صموا وبكم في الظلمات من يشاء الله يضلله ومن يشاء يجعله
على صراط مستقيم (٣٩: ١٧) * فيا حاسل القرآن العظيم ويا من يزعمون انهم على صراط مستقيم
من الذين المتين * وانهم يعلمون القرآن ويتلون كتب الله من دون العلمين * انما انتم يا حق
بصم بكم في الظلمات بتكذيب هذه الآيات * امر لا ضللتكم عن الصراط والحكماء الغربيون
قد اقتبسوا نورهم منها ورفعوا انفسهم عليكم ورجت * انتم عرفتم ما معناها * وفهمتم
مقاصدها ومعارفها * وتعلمتم ما علمها وحكمتها * ام الذين اكتسبوا الفضائل من صحيفه
الله التي عرضها السموات والارض بعد ان تفكروا في خلقها مدة عمرهم * واسبغوا نعمه تعالى
الظاهرة والباطنة على انفسهم * وهذا الى الصراط المستقيم صراط الذين انعم الله عليهم

(المعقبة من الصفحة ٣٩) في الارض من آية وللكليلة وهم لا يستعملونها بخلاف ذلك من قديم ويقعون كايوم من قديم (١٧: ٣٩) وبعد ذلك
قال في هذه السورة: انكم في الانعام لعبادة * وبعد ذلك قال في العمل فاستبكت سبل زلات ذلك (١٧: ٣٩) ونظر الى اطلاق مطالب الآية واهميتها
قال: وقالوا لا نزل علينا آية (اي ما يبعد في العادة) حتى ندينهم قل ان الله قادر على ان ينزل آية (اي اعلمهم من قلوبهم) ولكن انهم لا يعلمون (اي ما معناها
الباقى)

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ٥ (٧١) * فَرَعَمْتُمْ أَنْ تَحْمِلُوا كِتَابَ اللَّهِ وَفَرَّقَانَهُ فَمَا حَمَلْتُمْ بِلِ
 كَذَّبْتُمْ * قَدْ كَانَتْ آيَتُهُ تُثَلِّى عَلَيْكُمْ فَلَنْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ تَنْكُصُونَ * مُسْتَكْبِرِينَ تَرَاهُمْ سِيرًا
 تَهْجُرُونَ (٧٢-٧٤) * فَمِثْلَكُمْ كَمِثْلُ الْحِجَارِ يَحْمِلُ أَثْقَارًا (٥١:٧٢) * كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ
 حَمَلُوا التَّوْرَةَ ثُمَّ لَوَّاهَا (٥١:٧٢) * يَشْءُ مِثْلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي
 الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (٥١:٧٢) * أَمَا قَالَ اللَّهُ لَكُمْ فِي الْقُرْآنِ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ مَا بَيْنَهُمَا طَائِفَةٌ
 ذَلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا (٢٤:٣٨) * فَكَفَرُوا حِينَ أَعْرَضُوا عَنْ هَذَا الْحَقِّ * وَأَمْسَكْتُمْ بِالْبُطْلَانِ
 الشَّرْعِيَّةِ الْمَوْضُوعَةِ الَّتِي مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ (٢٣:٥٣) * وَالَّتِي كُنْتُمْ تَتَوَعَّلُونَ بِهَا فِي الدِّينِ الْمَتِينِ *
 فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَكْفُرُ بِالْآخِرَةِ فِي الدُّنْيَا وَهُمْ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْمَخْذُولِينَ * أَوْ مَا قَالَ لَكُمْ فِي الْكِتَابِ هُوَ
 الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَالْقَمَرُ نُورًا وَقَدَرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللَّهُ
 ذَلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ * يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (٥١:١١) * فَمَا عَلِمْتُمْ مِنَ الشَّمْسِ مِنْ شَيْءٍ * وَهَاتِفْتُمْ
 مِنَ الْقَمَرِ مِنْ نُورٍ * وَعِبَادَهُ أُولُو عِلْمٍ يَنْظُرُونَ إِلَيْهَا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ لِيَعْلَمُوا حَقِيقَتَهَا * وَيَقْدِرَ أَلْفُهَا
 وَكَيْفِيَّتُهَا * فَيَعْرِفُوا خَلْقَهَا فَتَمَنَّيَ قُلُوبُهُمْ * وَيَزِيدَ هَمًّا بِهَا * وَلِيَكُونُوا مِنَ الشَّاكِرِينَ * وَلِيَعْلَمَ
 الَّذِينَ أَوْفُوا الْعِلْمَ أَنَّ الْحَقَّ مِنْ رَبِّكَ قِيَوْمٌ مُنَوَّارَةٌ فَخُتِّبَتْ لَهُ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادِ الَّذِينَ اصْطَفَى
 إِلَى جَارٍ مُسْتَقِيمٍ (٥٢:٢٢) * أَمَا قَالَ اللَّهُ لَكُمْ فِي الْقُرْآنِ أَنَّهُ كَتَبَ فُصِّلَتْ آيَتُهُ فَرَأَا عَصَا بَنِي
 إِسْرَءِيلَ تَقَرُّمٌ يَعْلَمُونَ (٣١:٣١) * وَلَقَدْ جِئْتُمُوهُمْ بِكِتَابٍ فَصَّلْنَاهُ عَلَى عِلْمٍ هُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ
 يُؤْمِنُونَ (٥٢:٤) * أَفَعَلِمَاءُ كَرَّمُوا الْمُشْرِعُونَ الْحَاضِرُونَ الْعُلَمَاءُ بِالْحَقِّ فِي لُغَةِ الْقُرْآنِ أَمْ
 الْحُكَمَاءُ الْغُرَبَاءُ الطَّبْعِيُّونَ الْمَعَاوُونَ الَّذِينَ عُلِّمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ * وَرَأَوْا مَلَكَتِ
 السَّمَوَاتِ بِالْبَيِّنَاتِ * أَنْزَلَ الْقُرْآنَ لَهُمْ لِقَوْمٍ جَاهِلِينَ * أَفَلَا تَأْتِيكُمْ هُدًى وَرَحْمَةٌ لَكُمْ

(البقية من الصفحة ٢٠) * يجهلهم * وبعد ذلك جاء بالقانون وقال: وَأَمَّا مَنْ ذَا الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا فَانْقَضَتْ عَلَيْهِ أَسْفَارُهُ فَجَاءَهُ بِهَا طَائِفَةٌ مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ إِلَى نَارٍ تَبْقُونَ
 بالقانون الذي يجرى بينهم) مَا خَلَقْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا لِيُتْلَى فِي الْقُرْآنِ مِنْ أَمْرِ وَمِنْ نَبِيٍّ وَمِنْ قَانُونٍ الْأَذْكَرُ أَنَّهُ فِيهِ لِنَفْعِهِمْ (٥٢:٢٢) * ثُمَّ إِلَى رَبِّكُمْ يَرْجِعُونَ
 إِيَّاهُمْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ بَيْنَكُمْ أَكْرَمَ أَحْسَنَ عِلْمًا * وبعد ذلك قال وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا هُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرًا مِمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ

لغوم آخرين * انما قال الله لكم في القرآن ان الله انزل من السماء ماء * فاخرجنا به شرب
 مختلفا ألوانها * ومن الجبال جدد بيض وحمر مختلف ألوانها وغرابيب سود * ومن الناس
 الذوات والاعوام مختلف ألوانه كذلك انما يخشى الله من عباده العلماء ان الله عزيز
 غفور (٣٨-٢٤-٢٨) * افجهلاؤكم الذين لم يعرفوا الماء * ولم يتدبروا ثمرات الارض
 ولم يميزوا بين ألوانها المختلفة * ولم يسيروا في الجبال ليعلموا جد ها البيض والحمر * ولم يجرؤوا
 طبقها السود النافعة التي احرقها الغرب فاصلمها واقلح * والذين لم يفرقوا بين ألوان الناس
 والذوات وغيرها من خلق الله * اهم حريون بان يستموا العلماء ام الغربيون الذين جعلوا على
 الارض سافلها * وبدلوا سافلها بعاليها * وصعيد ها بجزها * وغوروا في بطنها * وصعدوا على
 جبالها * ولم يغادروا من الارض شيئا الا عرفوا احسنها وقبحها * وزينوا الارض بزخارفها وحلوا
 بحلية العلم والايجاد والفضل والرحمة * الذين احسنوا في هذه الدنيا علما وعلماء واصباحا
 بالهم في الدنيا والاخرة فاثبتوني بشهادة علمكم ان كنتم صدقين * انا نتم اجدون بهذا
 اللقب في قلوبكم على جهالتكم الشاقة المتعدية * واذاها نكم المختلة الخالية * وبرا هي نكم الشئ العظيمة
 ومجتكم التي ليست باللغة او نافعة * واجتهاد اكم المفرقة المشتته * والبستكم المشعة وعائكم
 المتطوية * فاقوا برهانكم ان كنتم صدقين * انما قال الله لكم في الكتب اننا جعلنا ما على الارض
 زينة لها لنبلوهم ايهم احسن عملا (١٨: ٤٠) * فثبتوني بما احسنتم في هذه الدنيا وما علمتم
 وما الذي على الارض جعلتموه زينة لها * فالغريبيون الذين تسمونهم الكفار بلسانكم وتظنونهم
 اصحاب النار والمغضوبين عليهم في زعمكم قد ساقوا على بر هذه الارض فروسا من الخشب * وفي جوارها
 تماثيل من الحديد * وتحت البحر حيتانا من الفلز * وفي جوار السماء طيور من الرصاص
 فينفخون فيها فتكون طيرا باذن الله يطير في الهواء كالشهاب الناقب * ويوقدون في افرانها و

مجاهرها فتجس في البحر ليلا ونهارا كالحوت البهيموت * ويقلد من مقاليدها فتسعى في الارض
 كدابة الغابة * وما كان فيكم مسح من علم هذه الجاثب الغائب * لا احد في صدوركم
 اذها نكم من شئ الا ما يستحي منه ويستهم به العالمون * فلا شاك انكم مخربون وتخذلون و
 تغلبون في هذه الارض لانكم لم تقدر الله حق قدره * ولم تعرفوه حق معرفته * ولم تشكروه حق
 شكره * اتخذتم السموات الارض ما بينهما وما عليها باطلا وعبثا * واحكام ربكم زهقا وهنلا *
 فابطلكم الله وازهقكم * تسرون في الارض كالمخلوق المقهور * وفي باركم كالاخلاق الاجلاف
 تطمرون من دار الى دار من الضعف والذل خاسئين * والمغربيون العالمون الذين عرفوا
 ربهم بوساطة صحيفة الفطرة ودرسوا كتاب الله فهم الذين يطئون في الارض وطاة الغالب التي
 تغيطكم وهم الذين ينالون منكم نيلا فتعضون انا ملكم عليهم من الغضب الاسف وتقولون ما
 هذا الا انهم ارادوا الدنيا فجعل الله لهم في الدنيا ما شاء * ونحن نريد الآخرة فما لهم من نصيب
 في الآخرة ان شاء ربنا رب العالمين * فناموا في غفلتكم ايها الضالون الجاهلون ! * وموتوا
 بغيتكم على قوتهم فلا خلاق لكم فيما انتم تزعمون * ان في صدوركم الاكبر وتفاخر بينكم
 فموتوا في ضعفكم مفاخرين * والله ما يشاء ربكم بهم ما شئتم ولا يرب انكم انتم في الآخرة
 من المخذولين * انما قال الله لكم وانزلنا الحديد فيه بآيتين مبينتين وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ لِيَعْلَمَ اللَّهُ
 مَن يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ (٢٥١٥) * افاستمر امنتم بهذه الآية امر الكفار
 القويون المعززون * وانتم تخلقتم باخلاق الله القوي العزيز ام النصارى الوثنيون * و
 انتم استنفعتم من الحديد او الغريبيون الحديد دون السبل دون * اولو بائس شين يذل الذين يحذو
 سكاكينهم وسيوفهم ليحذوا عليكم ويشددوكم فلا يستطيعون ان يتحاذوهم عاجزين * و
 يبتغون فضلا من الله في مناكب الارض وبه يرجون * فقد علم الله انكم لا تنصرونه ولا رسله

من الفنون التي لا يجوز ان يقال لها علم فان العلم في لغة القرآن هو الذي يترشح من درس
الفطرة ومطالعة اعماله تعالى . ما كان لله ان يسمى شيئا **العالم** ان اخترعه الانسان ولم
تكن شهادة صدقه في خلقه . وما كان لكم ان تجادلوا في الله بهذا المبلغ . او تعلموا ما مشيئته
بواسطة الصوف والنحو . او تدرسوا ما يريد بكم بواسطة اللغة والعروض . او تعرفوه بمنطقكم
وصنائعكم واجتهاداتكم في الادب . فانه ما عرف احد ربه قط الا من عرف نفسه . ومن علم
قدرته وحكمته بسعده وبصره . ومن تعقل ملكوته بقواده . ومن استعمل قوله واعضائه
للله اعماله وقد طاقته . ومن عرفه فاولئك هم العالمون * **وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ**
بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَّرِيدٍ كَبَبٌ عَلَيْهِ أَنَّهُ مَنْ تَوَلَّاهُ فَإِنَّهُ يُضِلُّهُ وَهُدًى إِلَيْهِ إِلَى عَذَابِ
السَّعِيرِ * (٢٢٣-٢٢٤) فلا شك في ان علماءكم جادلوا في الله بغير علم وهدواكم الى ما انتم عليه
بجهالهم . وهدواكم الى الدلالة والمسكنة لتتروا هذه الدنيا ولتكونوا من المخذولين * وكيف
يتعجبون ان يفهمون كلام الله واقواله اذ لم يكن لهم من علم باعماله ولكم كيف تحكمون *
فوالله ما تبين لعبد قط ما يعنى مولاة بكلامه واحكامه حتى درس العبد اعماله بامعان النظر علم
ما يعمل المولى وما الذي يرضيه او يغيظه . وما عادته وسنته . وما معموله واخلاقه . وما يرفع
ويخفض . ويغفر ويعذب . وما فعل بالعباد الذين خلوا من قبله . ولما فعل . ولما عاقب
ولما دمر . فهذا علمه ومعرفته واشد قدره وشكره وحق عبادته ومبلغ طاعته . وحق جهته
لو كنتم تعلمون * وما قال حاكم ابد الا ما يطابق بعلمه . وما عمل صلا الا ما يوافق بقوله . فلا شك
في ان علم اعمال الله هو العلم الذي يترشح عن كلامه وعلم كلامه هو الذي يعبد من اعماله . وما
فهم قوم كذابه حتى درسوا صحيفة الفطرة اشد درسا . ومن درس صحيفة الفطرة فقد درس قرانه
ووجد قانونه . واطلع على اسره ونهيه وصدق به واولئك من العالمين * **أَمَّا قَالَ اللَّهُ لَكُمْ**

(البقرة من الصفحة ٢٢٣) وتكلم من عبادي الشكور (٢٢٣-٢٢٤) فقد بينت ههنا كيف الا ان الله المحيد لا يؤذوكم كما انكم تعلمون من قوله سبحانه (الباقى)

في اعدائكم ان اعدوا لله ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم
 والآخرين من دونهم لا تعلمون لهم الله يعلمهم ٤٠ * فكذب علماءكم هذه الآية * وضلوكم
 عن سبيله حين لم يدعوكم الى حكمتها * ولم يحثوكم على جمع قوتكم * ولم يحرضوكم على القتال و
 الدفاع لترهبوا به اعدائكم * ولا شك في انهم هددكم الى عذاب السعير * منتصفين عن علمها و
 حكمة الله النافعة البالغة التي تخفى فيها * والمغربيون كلهم صدقوا بهذه الآية بالعمل وامنوا بها
 ما استطاعوا * وبدلوا خوفهم ايمانها * واطاعوا الله ورسوله فصاروا من المفلحين * في الدنيا
 ولا شك انهم في الآخرة من عبادة المؤمنين * فحضر الله لهم من الارض بحرها * وسخر معهم
 الجبال والانهار * والماء والهواء والجماد والنار * وسخر لهم البرق الذي يريكم خوارق دبرهم
 طمعا * والريح تجري بامرهم في البر والبحر * والنار تحترق باذنهم * والبلاد تضيء على حركة اصابعهم
 وسخر وانعام الارض ليحملوا اوزارهم * والذباب ليزداد وهو ريحاً ونفعاً * وسخر وامثلكم من الجن
 والناس ليخدموهم * واسألوا على الارض عيوناً من الذهب والفضة والحديد اشياء التجارة
 ليفروا كل ما بقى في الارض من الناس ما بقى من طرق معاشهم * ومن البلاد وما بقى من اساليب
 تهنئ بهم * نظراً الى تاليف قلوب الرعية وسلب حقوقهم * فوالله ما جاهد قوم قط في هذه
 الدنيا مثل ما جاهد الغرب في زماننا هذا * ولم يعرفوا الله مثل ما عرفوه * ولم يقدروا مثل ما قدرنا
 فكيف لا يؤذي الله اجنهم ويوقمهم حتى عبادتهم في الدنيا ويتم نعمته عليهم ان كانوا شاكرين *
 وكيف لا يستخلف في الارض الذين امنوا بالله بالحق وعملوا الصالحات انه شكور
 حلیم * فالملئكة اكثرهم سجدن لهذا القوم * وملك البرق يخدمهم ليلا ونهاراً

(البقرة من الصفحة ٢٥) وكيف اثنان الله عين القطر بل كيف فعل الله كل هذا للمغربين الذين يعملون من هذا الضلالت الاشياء العجيبة
 الغربية التي تقدم ذكرها فلا شك انهم يشكرون ويحمدون ربهم حتى شكره ويقدرون قدره والرياح تجري بامرهم كما كان يجري في عهد النبي
 وغيرها من الاعمال الذي ذكرت على هذه الصفحة - وسيأتي تفصيل الجن على صفحة ٤٨ - الخ من هذه الاقتناحية ١٢

ثم الاشارة الى قوله تعالى وعد الله الذين امنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين آمنوا منكم في الدنيا ولهم فيها اجر ١٢٥

يسوق مراكبهم على الارض ويرسل رسالاتهم وبلاغاتهم من المغرب الى المشرق في طرفة العين
ويضوئ بلادهم ومساكنهم بحركة اصابعهم * ويجترأونهم لكي يروهم في الحر * ويجي مساكنتهم
القر * ويقدرهم على المكالمه بين البلاد في لمح البصر * ليشكروا الله ويشنوا عليه * فاطر السموات
والارض جاعل الملكة رسلاً اولي الهيكل مثنى وثلاث وربع ويزيد في الخلق ما يشاء وان الله على
كل شيء قدير (١١٣٥) * **وفلک البخار بعدهم بكرة واصيلاً يسوق قطارهم وشير انقالمهم الى**
بكرهم تكتونوا بلغيه الاربع الا نفوسهم (١١٣٦) * وينسج ثيابهم * وينزع ارضهم * ويطبع كتبهم * ويضع
اثمهم * ويعمل لهم الاشياء النافعة * وغيرها من الاعمال العجيبة الغريبة ما لا تعد ولا تحصى
باجنته الشئ * والآخر من الملكة لما يسجد لهم حتى الان * وهم يجهدون جده
امكانهم ان يعبد هم طائعين * **خليف الارض حقاً** * فهم الذين قال الملكة
لربهم فيهم حين اراد الله ان يجعل في الارض خليفة: **اجعل فيها من يفسد فيها ويسفط الماء**
ونحن نسبح بحمده ونقدس لك (٣٠: ١٢) فاجاب لهم رفقهم ناظر الى اعمالهم الاتية وشاهداً
على افكارهم البالغة **ارني اعلم ما لا تعلمون** (٣٠: ١٢) * فعلمهم الله الاسماء اكثرها * ومن
حقائق الاشياء معظمها * وافداً هم على استعالمها * وملكته يدخلون عليهم من كل باب
سلام عليكم طبتم (٤٣: ٣٩) في هذه الارض احسنتم * اراحكم الله فالبثوا فيها
الى الحين * وهم الذين قال فيهم ربهم للملكة وفي رجال مثلهم اتي خالق بشراً امن طين
فاذا سويته ونفخت فيه من روحي فقعوا له ساجدين **فجاء الملكة كلهم اجمعون** (٤١: ٣٨-٤٢) *
فسوهم الله ونفخ فيهم من روحه لانهم هم القادرون على ما يسبون * سميعون وبصرون وعلمون
مثله وانتم لا تقدر ان مما كسبتم على شيء ولا تسمعون من شيء ولا تبصرون ولا تعلمون * و

هم فهدا ما عني الله باجته الملكة فالمراد انهم يفعلون افعالاً شتى بقواهم المختلفة وهذا ما عني الله بسجودهم اي اودعهم الله ان يطيعوا
الانسان حق طاعته * واما الشيطان راي القوة البهيمة التي تسري في الانسان فلا يكاد يطيعه بل يعصى عنه ومن عباده فهو الذي
يطيع في الدنيا كما ياتي في وصف التوحيد على صفحة ٤٢ - الخ

الْمَلَائِكَةُ لَا يَسْجُدُونَ لَكُمْ الْآنَ وَيَقُولُونَ نَحْنُ خَيْرٌ مِنْكُمْ خُلِقْنَا مِنْ طِينٍ فَاحْشَرْنَاكُمْ وَخَلَقْتُمْ مِمَّا هُوَ الْأَبْتَرُ
 نَسِجْتُمْ لَهُ وَنَقَدْتُمْ * وَلَا نَطِيعُ مَنْ لَا يُطِيعُ رَبَّ الْعَالَمِينَ * وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا
 إِلَّا الْعَالِمُونَ * (٢٣: ٢٥) * فَيَا أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ الْجَاهِلُونَ الْمُسْتَضْعَفُونَ الْمُعَاصِرُونَ ! اذْكُرُوا مَاذَا احْسَنْتُمْ
 هَذِهِ الدُّنْيَا * وَمَا سَعَيْتُمْ فِيهَا * مَا الَّذِي فِي الْأَرْضِ يَسْجُدُ لَكُمْ * وَمَا الَّذِي سَخَّرْتُمُوهُ لِيَنْفَعَكُمْ * مَا اسْتَنْفَعْتُمْ مِنْ
 الْحَدِيدِ * وَمَا اخَذْتُمْ مِنَ الْجَدِّ السَّوْدِ وَالْبَيْضِ * مَا اسْتَنْبَطْتُمْ مِنَ الْفَطْرَةِ * وَمَا اسْتَقْرَعْتُمْ مِنَ الْعَادَةِ * إِلَّا أَنْكُمْ
 اتَّخَذْتُمْ أَنْتُمْ وَعُلَمَاؤُكُمْ كِتَابَ اللَّهِ هَزْأً وَنَسْجًا * وَدِينَهُ لَهُمْ أَوْ لِعِبَادٍ * وَفَطَرْتَهُ بَاطِلًا وَعَدْنًا * وَمَلَائِكَتُهُ هَزْأً
 وَهَجْرًا * فَتَجَرَّعُونَ بِالْقُرْآنِ وَحِكْمَتِهِ * وَتَنْبَذُونَ وَرَاءَكُمْ عِلْمَهُ وَنَبُوءَتَهُ * مَظَاهِيرِينَ بِكَمَا نَكُمُ شَيْءًا فِي حِكْمَتِهِ
 وَنَبَايَاهُ عَلَى اللَّهِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى بَشِيرٍ مِنْ شَيْءٍ * (٢٣: ١٧) * وَشَاهِدِينَ بِتَحْقِيرِكُمْ أَشْيَاءَ الْفَطْرَةِ عَلَى اللَّهِ مَا
 خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ * فَلَا وَاللَّهِ أَنْتُمْ قَوْمٌ تَهْتَكُونَ * انْظُرُوا أَنْتُمْ تَحْسِنُونَ فِي هَذِهِ
 وَإِنَّ الْمَغْرِبِينَ هُمُ الْخَسِرُونَ * قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا * الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي
 الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يُحْسِبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعَهُ * أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَرُسُلِهِ فَحَاطَتْ
 أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا * ذَلِكَ جَزَاءُ هُمُ جَحَّمَ * مَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا الْآيَةَ وَرُسُلِي هُزُوًا * (٢٣: ١٨)

فَأَكْبُوا عَلَى قِيَمَتِكُمْ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ * وَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَحْسِنُونَ *
 يَا أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ الْمُرْتَمِعُونَ أَفَلَا أَنْتُمْ فِي أَسْوَكَ الْأَمْثَالِ * وَعَنِ الضَّرَاطِ لَنَا كَبُونَ *
 أَمَا أَنْتُمْ تَفْعَلُونَ هُوَ الْإِسْلَامُ مَا يَفْعَلُ الْكَافِرُونَ * وَقَدْ قَالَ اللَّهُ لَكُمْ وَمَنْ يُبَيِّنْ عَنِ الْإِسْلَامِ
 دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ * وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخُسِرِينَ * (٢٣: ٢٥) * فَلِمَ يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُمْ وَلَا يَقْبَلُ مِنْكُمْ
 وَيُلْقِي نِعْمَتَهُ عَلَيْهِمْ وَيَعْرِضُ عَنْكُمْ * وَيَرْفَعُهُمْ وَيُخَفِّضُكُمْ * وَيَقْبِضُ الْمُسْلِمِينَ وَيَبْسِطُ الْكَافِرِينَ *
 فَالْحَقُّ أَنَّهُ مَا فِيكُمْ مِنَ الْإِسْلَامِ مِنْ شَيْءٍ وَأَنْتُمْ هُمُ الْمُسْلِمُونَ * عَلِمْتُمْ الْإِسْلَامَ رَسُولَكُمْ * فَمَنْ
 عَلَيْهِ مَا دَمْتُمْ * وَنَلْتُمْ أَجْرَكُمْ مَا دَمْتُمْ * فَلَمَّا اخَذْتُمْ تَنْسَوْنَ مَا ذَكَرْتُمُ بِهِ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِكُمْ هَذَا

فسلبكم فضيلتكم على العالمين * وفسقتم عن امر ربكم فاستدل بكم من حيث لا تعلمون ﴿١٩٧﴾
 فكنتم تنقصون في ايمانكم واسلامكم وعبادة الصالحين الذين ورثوا الارض منكم كانوا يريدون
 ايماننا واسلامنا في اعمالهم حتى ظننتم انكم تقيمون القرآن مثل ما كنتم عليه وما انتم بقائمه * و
 ظننتم انهم الكافرون ﴿١٩٨﴾ والله ما كان لكم ان تدخلوا في زمرة الكفار ابدا بعد ان اشهدتم بالسننكم
 ولو عصيتم كل المعصية عن امر رب العالمين ﴿١٩٩﴾ فذهب الله بقرانكم على كبركم ومكركم * و
 انسكم ما كان في اذهانكم من علم عادته وخبر سنته وكيفية قانونه * وانسكم ما كان بكم
 من النبأ العظيم الذي جاء به خاتم المرسلين ﴿٢٠٠﴾ ليحييكم ويرضيه عنكم * فحفظ رايته
 الارض منكم * ودمر حكمكم * واورثها كلها قوما اخرين ﴿٢٠١﴾ فلتصصوا قليلا ولتسبوا كثيرا
 جزاء بما كنتم تكسبون ﴿٢٠٢﴾ والمغربيتون هذا هذا العلم والنبوة الى التوحيد و
 الايمان * وبهذا القرآن وان لم يروا او يدرسوه كل سكم الى الفلاح والعلم * وبقي
 ما بقي بكم من كلامكم وجهلكم ومكر اللسان * وحبطت اعمالكم بهذا النسيان والطغيان * ذلك
 هدى الله يهدي به من يشاء من عباده ولو اشركو الحيط عنهم ما كانوا يعاملون اولئك الذين
 اتينهم الكتاب والحكمة والنبوة * فان يكفرو بها هوى لا ففقدوا كلنا بها قوما ليسوا بها يكفرون
 ﴿٢٠٣﴾ وقد نبتهم الله بوساطة رسوله وقال فاستمسك بالذي اوحى اليك انك على صراط
 مستقيم ﴿٢٠٤﴾ بل قال ولما نشئنا لنذيقن هابن بالذي اوحينا اليك ثم لا تجد لك به علينا وكيلا
 الا رحمة من ربك ان فضله كان عليك كبيرا ﴿٢٠٥﴾ فبئس ما اشتريتم به ضلالتكم
 وساء ما كنتم تحكمون ﴿٢٠٦﴾ افامنتم ان يذهب الله بما بقي عندكم من كتابكم كله ويورثه الذين
 يصطفي من عبادة الصالحين ﴿٢٠٧﴾ ليفعلوا به ليكون رحمة لهم فانه قال في نبيكم وما ارسلناك الا
 رحمة للعالمين ﴿٢٠٨﴾ وفي كتابكم ان هو الا ذكرا للعالمين ﴿٢٠٩﴾ ولانه لتدركه

لِلْمُتَّقِينَ ۝ (٣٨: ٢٩) وَهَدَىٰ قُرْحَمَةً وَبَشَّرَ الْمُسْلِمِينَ ۝ (٣٩: ١١) الطَّائِعِينَ ۝ وَصَبَّأَ لِلنَّاسِ
 وَهَدَىٰ قُرْحَمَةً لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ۝ (٣٩: ٢٥) ۝ وَمَا مِنْ حِيٍّ فِي هَذِهِ الْأَرْضِ اتَّقَىٰ وَاصْلَحَ نَفْسًا فَلَا
 يَتَّبِعُهُ بِالْيَقِينِ ۝ وَمَا يَخْلُ اللَّهُ كِتَابَهُ وَأَمَانَتَهُ عَنْ أَحَدٍ فَإِنْ يَتْرَكُهُ هُوَ لَا أَوْ هِجْرَةٍ فَيَعْرَضُهُ
 عَلَى قَوْمٍ آخَرِينَ ۝ لِيُجْلَوْهُ وَمَنْ حَمَلَهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ فَسَلِّمْ عَلَى الْمُسْلِمِينَ ۝ الَّذِينَ
 يَحْمِلُونَ الْقُرْآنَ الْعَظِيمَ فِي زَمَانِنَا هَذَا وَبَشَّرَهُمْ بِجَنَّةِ التَّعْلِيمِ ۝ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ
 مُّقِيمٌ ۝ خُلْدٌ فِيهَا مَا دَامُوا عَلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ ۝ صِرَاطُ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ
 عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۝ (٤٠: ٦١) ۝ وَلَا تَطْثُوا أَنْ قَرَأْتُمْ هَؤُلَاءِ تَحْفَظُونَ الْفَاطَةَ فِي صَدْرِكُمْ
 أَمَا نِيَّ مَنْ أَوَّلَهُ إِلَى الْآخِرَةِ كَالْبَتِّغَاءِ ۝ أَوْ تَزَيِّنُونَ بِهِ طَبَقَانَكُمْ ۝ أَوْ يَغْلِفُونَهُ فِي غُلْفِ السَّنْدَسِ وَ
 الْقُرْآنِ ۝ أَوْ الْجِلْدِ الْمَتَعَارِفِ الَّذِي جَاءَ بِهِ النَّبِيُّ الْعَرَبِيُّ ۝ فَإِنَّهُ مَعَكُمْ وَمِنْ أَثَاثِ بَيْتِكُمْ ۝ وَمَا كَانَ
 لِأَحَدٍ أَنْ يَسْرِقَهُ عَنْكُمْ ۝ وَلَكِنْ كِتَابُ اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ وَدِينُ الْحَقِّ الَّذِي أَرْسَلَ بِهِ رَسُولُكُمْ لِيُظْهِرَكُمْ
 فَإِنَّ الْهُدَىٰ قَدْ غَابَ مِنْكُمْ وَدِينُ الْحَقِّ قَدْ صُفِرَ عَنْكُمْ ۝ وَغَوَّتْ حَقِيقَتُهُ عَنْكُمْ ۝ فَلَا تَقْلُبُوا
 الْقُرْآنَ إِلَّا أَمَا نِيَّ ۝ وَلَا تَعْرِفُونَ مَا حُكِمَتْهُ وَعِلْمُهُ وَصَدَقَهُ وَعَدْلُهُ وَوَحْيُهُ وَقَانُونُهُ إِلَّا مَا عَمِرَ
 بِهِ عِلْمُكُمْ الْجَمْعُ ۝ وَقَدْ نَبَّهَكُمْ اللَّهُ أَنَّهُ شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي
 أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا وَصَّىٰ بِهِ كُلَّ قَوْمٍ طَلْحِينَ ۝ وَ
 نَبَّهَكُمْ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ
 مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَى الْبِرِّ مَنْ يُنِيبُ ۝ (٤١: ٣٧) ۝ فَمَا الَّذِينَ يَقْرَأُونَ عَرَبِيَّ الَّذِي تَوَثَّنُونَ بِالْفَاطَةِ أَمَا نِيَّ
 وَلَا تَعْلَمُونَ مَا كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فِيهِ ۝ وَمَا هُوَ بِقُرْآنٍ بِاللِّسَانِ الَّذِي تَكْرُونَ فِيهِ لِيَلَاؤُنَهَا ۝ وَمَا هُوَ
 بِالَّذِي تَفَرَّقْتُمْ فِيهِ ۝ أَوْ بِالَّذِي صَنَعْتُمْ فِيهِ شَرَائِعَ وَمَسَالِكَ اتِّبَاعًا وَلَا أَوْلِيَاءَ تَكْمُ وَصَلَحًا تَكْمُ ۝ وَمَا هُوَ

١٠٠٠ أَمَا نِيَّ ۝ أَيْ أَمَانَةً لَا تَزِيدُ فِي الْفَاطَةِ وَلَا تَنْقُصُ بِهَا كَالْأَمَانَةِ وَهَذَا مَا عَزَّاهُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَقَدْ نَبَّهَكُمْ اللَّهُ عَلَيْهِمْ أَنْ لَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ كَانُوا أَمَا نِيَّ ۝ (٤١: ٣٧) ۝ وَمَا فَمِ الْكَلَامُ الْخَارِجُ مِنْهُ اللَّهُ
 جَمْعُ أَمْنِيَّةٍ فَمِنْ لَيْسَ بِصَحِيحٍ ۝ ۝ الْإِشَارَةُ إِلَى قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَكُمْ عَلَى الدِّينِ طَلْحَةً ۝ (٤١: ٣٧) ۝ فَمَا قَالَ أَرْسَلَهُ بِالْقُرْآنِ أَوْ
 بِالْفَاطَةِ بَلْ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ ۝ أَيْ الْهُدَايَةِ الَّتِي تَصِلُ مِنْ أَجَاءِ الْقُرْآنِ عَلَاءً وَمَعْنَى وَالصِّلَاطُ الْمُسْتَقِيمُ الَّذِي يَهْدِي الْقُرْآنَ أَمْتَتِيهِ إِلَيْهِ ۝

بقولكم ان القرآن هو بلغه وافصح واشعر من كل كتاب الكعبون ﴿٢٢٢﴾ فما آمن نوح ولا ابراهيم او موسى
 او عيسى او غيرهم من الانبياء بقرا انكم هذا * وما كانت الامم المسلمة التي خلت من قبلكم تكرر
 بافواههم كلماتكم الشهادة وادعيتكم العربية * او يقرءون قرا عريبيا * او يؤمنون بفصاحة
 القرآن الذي يزيدكم * او يكونه شعرا كما امنتم ليسلوا فنبثوني بما الدين الذي شرع الله
 لكم ولكل الانبياء ان كنتم ضدقين ﴿٢٢٣﴾ وقد قال الله لكم في القرآن فاني ما يسرناه بلسانك لعلكم
 تتذكرون ﴿٢٢٤﴾ وقد قال لكم وما علمناه الشعر وما ينبغي له ان هو الا ذكر وقرآن مبين ﴿٢٢٥﴾
 وقد قال الشعراء يتبعهم الغاؤون * انكم تراءونهم في كل واد يهيمون * وانهم يقولون
 ما لا يفعلون ﴿٢٢٦﴾ فما الذين بما نعتهم وما كان الله ليهديكم الى الاسلام بشعره
 وحسن كلامه * ولكن الذين ما ذكركم به وما بين لكم من الامر والنهي في القرآن المبين ﴿٢٢٧﴾ وانه
 هو القانون الذي ون الله في الكتاب الحكيم ﴿٢٢٨﴾ صرفا عن اللسان الذي جاء فيه فاللسان ليس
 بشئ عنده وعند احد من المقتنين ﴿٢٢٩﴾ وما امر ببيتكم بد ينكم وقد جاء دينه تعالى في السنة
 شتى * وقد قال الله لكم وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومهم ليبين لهم ﴿٢٣٠﴾ وقد قال
 لكم انا جعلناه قرا ناعرا بينا لعلكم تعقلون ﴿٢٣١﴾ وانا انزلناه قرا ناعرا بينا لعلكم تعقلون
 ﴿٢٣٢﴾ وانزل الله القرآن بلسان العرب لئلا تكون للعرب حجة بعده لانه قال فيهم ولو جعلناه
 قرا ناعرا لقالوا الا فصيلت ايتة ﴿٢٣٣﴾ فاللسان ليس بشئ عنده وما دينكم الا الامثال
 بامر ربكم * والاعراض عن نهيه * والتذكري بما نسيتم من درس مطالبه وتعقل قانونه وتشبه سنته
 وما وظيفتكم في لسان القرآن الا الله عليكم حفظ الفاظه * وتصيينكم عن تحريف كلمته ومطالبه
 نظرا الى حفظ مقاصد الله * وتعلموا بعينهم وبلغظه فامرهم الله لا تقديسه بالجهل وبقولكم
 ان القرآن قد جاءنا بلسان عربي فلا يسلم احد عندنا ولن يدخل قوم في دين الاسلام حتى يؤمنوا

بن القرآن العربي بأفواههم * فما يريد بكم الله ان تغدو لسان العرب او تحرقوا العجم ولكن يريد
 ان تطيعوا وتتبعوا احكامه * فانه لا يوم من احد عنده حتى يتبع احكام القرآن عملاً ومعناً لو كنتم
 تعلمون ﴿ ولذلك قال الله عاَجِبِي وَعَرَبِي قُلْ هُوَ الَّذِي اَمَّا نُوْهُدَىٰ وَشِقَاطُ الَّذِيْنَ
 لَا يُوْمِنُوْنَ فِيْ اِذَا نَزِمَ وَقُرْهُوْهُ عَلَيْهِمْ عَمِيْ اُولَٰئِكَ يُنَادُوْنَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴿ ٢١٢٢ ﴾ وايضا ما نزل
 وفي اى لسان تسلموه فهو يقبله ويؤتي اليكم اجركم انه غنى عن العلمين ﴿ سواء عليه كل ما
 خلق من التصاري اليهود * والسلم والهنود * وغيرهم من الاقوام الا الله من اطاعه فهو الذي امن
 اسلم عنده * ومن انكر حكمه فقد كفر عنده * فالذين امنوا والذين هادوا والتصارى الضالين من
 امن بالله واليوم الآخر وعمل صالحا فلهم اجرهم عند ربهم ولا خوف عليهم ولا هم يحزنون
﴿ ٢١٢٣ ﴾ ليست اليهود على شئ عنده وليست التصاري على شئ عنده وليس المسلمون على شئ عنده حتى
 يعلموا ويقبوا الكتب الذي جاء به موسى عيسى خاتم النبيين والنبيون غيرهم من قبل * فها
 عن اللسان الذي ارسل فيه * وان كان اللسان من شئ او التوحيد من قول عنده فلم يسم الله ابراهيم مسلماً
 وقال * ما كان ابراهيم يهودياً ولا نصرانياً ولكن كان حنيفاً مسلماً وما كان من المشركين ﴿ ٢١٢٤ ﴾
 ولم يسم الله النبيين من قبل نبينا عليهم الصلوة مسلمين ومؤمنين ولم يؤمنوا بهذا القرآن * ولا
 بهذا الكتاب العربي في اللسان * ولم يسم الله كل امر صالح من قبل الاسلام مؤمنة ومسلمة في القرآن
 وما قالوا بافواههم من كلمة الشهادة وغيرها التي تروح فينا في هذا الزمان * فتدبروا ان كنتم قوماً تتفكرون
 فلا الاسلام الا في العمل * ولا الدين الا ما جاء في الكتب * وما الكتب الا قانونه تعالى * وما القانون
 الا ما بين الله لنا بلسان العرب في القرآن اوفى الكتب لى جاء به الانبياء من قبل * وانه لا يسلم قوم
 عند بنا الا من اتبع قانونه عملاً وفعلادون القول واللسان فان قانونه قانون واحد الا ان
 القرآن هو اكمل كتبه واخرها وابين صيغته واحسنها * وحفظه الله من كل تحريف لفظي * للمعول عليه

عند التصديق * والمرجع إليه للتوثيق * فهذا ديننا ومسلكتنا في الاعتقاد * وهذا ما كلفنا الله به
لا دينه دين واحد جامع الناس لا فارق * لا دين اليهود ولا دين النصارى * لا متمسك ولا مهتد
لا عربي ولا أعجمي ولا شرقي ولا غربي مثل نوريه كشكوة فيها مصباح المصباح في حاجة الحاجة
كانها كوكب دري يوقد من شجرة مباركة زيتونة لا شرقية ولا غربية يكاد زيتها يضيئ ولو لم
تمسسه نار نود على نور يهدي الله لنوريه من يشاء (٣٥١٢٣) وشرع الله نور السموات والأرض (٣٥١٢٤)
لنا من نوره ما وصى به كل الأنبياء ولذلك كلف الله المسلمين بأن يؤمنوا بما أنزل إليك وما أنزل
من قبلك (٣٥١٢٥) كله ومن هذا القبيل فليؤمن المؤمنون ويعمل العاملون [٣٥١٢٦] ولذلك لا يختص الله أحدا
من الأقوام بنوره ووحيه في أي زمان * بل يذهب بالذي أوحى إلى قوم ويؤكده بقوم آخر من بين
وينقل دينه من أمة إلى أمة ليؤدي إليهم أجرهم بقد أعمالهم وصلاحهم * ويقبض ويبسط ويرفع
ويخفض نظرا إلى أعمالهم لا إلى أقوالهم واعتقاداتهم فإنه لا يضيع أجر المحسنين [٣٥١٢٧] وهذا هو
القانون الذي يحكم به الله بين الناس * والذين الذي سماه الاسلام صرعا عن كل ما قال
فيه علماءنا والمجتهدون [٣٥١٢٨] وهم الذين فرقوا بين الناس بأجهاداتهم الواهية وقالوا نحن نبع
نبينا محمداً والنصارى يتبعون نبيهم عيسى ونحن برتقون متايقولون ويعتقدون [٣٥١٢٩] لا هم منا ولا
نحن منهم * وما قال نبينا الذي قال نبيهم * بل ضرب كلهم عن المسلك الذي أشار إليه رسولنا
فلا شك أنهم فرقوا بين الله ورسالهم * وزعموا أن الرسل جاءوا برسالت شتى من ربهم
وقد قال الله في رجال مثلهم في القرآن إن الذين يكفرون بالله ورسوله ويريدون أن يُفرقوا بين
الله ورسوله ويقولون نؤمن ببعض وكفّر ببعض ويريدون أن يتخذوا بين ذلك سبيلا أولئك
هم الكفرون حقا واعتدنا للكافرين عذابا مهينا والذين آمنوا بالله ورسوله ولم يفرقوا
بين أحد منهم أولئك سوف يؤتيهم أجرهم وكان الله غفورا رحيما (١٥١٢٣ - ١٥١٢٤) فضيفوا حذ

الاسلام بل تعدا واحد دالله ومن يتعدا حد دالله فأولئك هم الظالمون (٢٢٩:٢) * ولو آمنوا
 بالرسول كلهم عملاً وحسبوا انهم كلهم جاءوا بكتب واحد من عند ربهم وبالذين الواحد الذي
 شرع الله لنا منه من اقل يوم وبالذي وصى به ابراهيم وموسى عيسى وغيرهم من النبيين ان اقيموا
 الدين ولا تتفترقوا فيه (١٣١:٣) * ولم يتفترقوا فيه واشاعوا بن الاعتقاد * وقالوا اهل الكتيب تكلموا
 الى كلمة سواء بيننا وبينكم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئاً ولا يتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون
 الله (١٣١:٣) لكان خير الهم ولجماعتهم * فليجمع الله الناس كلهم على الاسلام ولدخلوا في دين الله اوجاً
 (٢١١:٥) * ولجمعهم على الهدى * وكثرت جماعتهم * ولصاروا من المفلحين في ايها المسلمون
 المنتشرون المتفرقون ! ما الاسلام بما زعم علماءكم * وما الدين بما ظنتم بل ساء الله فطرت الله
 التي فطر الناس عليها (٣٠:١٣) لانه اجبر كافة الناس عليه بل جباهم عليها * ولهذا لا مفر لاحد
 من الناس منها * وان من قوم اصلحوا ثم افلحوا في هذه الارض الا اسلموا له * وان من ارض خاب
 اهلها الا اتهم صدقوا عنه * لا تبدل خلق الله ذلك الذين القيمون ولكن اكثر الناس لا يعلمون
 (٢٤:١٣) فلا شك في ان علماءنا كلهم نسوا اصل ديننا والفطرة هي التي لا تخفى على الله
 فطر عليها اصلاً ولا شك في انهم نسوا فطرتهم ونسوا حظاً (معظمًا) مما ذكرنا به (١٣:٥) وكلهم
 ضلوا عن هت هذه السرائر الى دين الاقوال والعقائد * وشرعة الكلمات والمناسك * من دون
 الحقائق والفرائض * وكبروا اصغائر الامور وصغروا كبائرها ابتغاء الفتنة وجهلاً * واتخذوا
 دينهم لهواً ولعباً * ولم يتدبروه ولم يتفقهوا فيه حتى تدبره وتفقهه * فاهنوا امرنا في الدنيا * و
 اضعفوا بالناس في العقبي * واضلوا اسعيناً وجعلونا من الاخسرين في ايها العلماء للتكبرون
 المعاصرون ! نبتغوني بما للدين وما للاسلام ان كنتم صدقين * فافى اسلامكم من الفطرت التي
 فطر الناس عليها ان كنتم قوماً متفكرون * وما الذي شرع الله لنا منه * والذي وصى به ابراهيم و

موسى وعيسى وغيرهم من الانبياء الى رسولنا سيد المرسلين ﷺ وما الذي اجعل الله الناس
 عليه فلا مجال لهم ان يفروا منه منكربين ﷻ وان سائر الناس سواكم يفترون من فطرتهم فلما
 لا يعتد بون * من فريادته ما كان للباغين عن الفطرة ان يستعتبون ﷻ فما الذي قال الله فيه
 وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ۚ (٣: ٨٥) ولما لا تقبلون * في هذه الدنيا وهم
 يقبلون ﷻ من دوزاخ الآخرة فستعلمون ايتكم من الاخيرين ﷻ واين المطلوب الذي قال الله فيه
 اِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ (٣: ١٨) افلا تعقلون ﷻ واين السيئة من عندكم التي تصيب
 الذين لا يدخلون في زمركم * ولا يقولون مثل ما تقولون * ولا يصلون مثل ما تصلون * ولا
 يركعون او يسجدون او يستحون مثل ما فعلتم * ولا يؤمنون مثل ما امنتم * ولا يتعمتون او يتكفرون مثل
 ما تعتمتم وتناكفروا جزاء في زعمكم بهغيهم عن الفطرة افلا تذكرون ﷻ افقولكم بافوا حكم الله
 احداً هو الاسلام فاكثرت الناس من دونكم لا يكادون يقولون هذا وما كادوا يعتد بون ﷻ افسوكم
 عاماً بعد عام في ايام معدد دايمة هي الفطرة فالتاس من ونكم ينكرون اصلاً هذه الفطرة وهم لا
 يعتبون ﷻ اوصلواكم الخمسة التي تقيهم بها في مساجدكم او في دياركم وتكررون اركانها بغير
 علم وبكل صحة صرافة تقولون في قوماتكم وقعدتكم هي الدين فالتاس غيركم لا يصلون مثلكم
 صلوة واحدة وهم يستعتبون ﷻ افزكونكم التي تنشر في الارض كالزما دعاماً بعد عام فالنار
 تجري به في جوار السماء لتخذلكم وتشيع المسكنة في قومكم فتذركم مستضعفين في الارض
 غير قادرين مما كسبتم على شيء هي الاسلام فساير الناس لا ينفقون حبة مثل هذا في سبيل الله
 وهم لا يخذلون ﷻ افجكم وهجركم في اواخر عمركم الى مكة للفلاح هي الاسلام فاكثرت الناس
 في الارض لم يسموا اسم مكنكم قط وهم مفلحون ﷻ فراحين بما آتاهم الله من فضله و
 يَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (٣: ١٦٩) ﷻ

فما افطرت التي فطر الله الناس عليها . وما الذي بُني عليه الاسلام لو كنتم تعلمون ❏ وما صلى
 الانبياء من قبلكم صلوة مثل ما انتم عليه . ولا صاموا صوماً على فحكم في شهر رمضان . ولا انفقوا
 مثل ما انفقتم . ولا ارتحلوا من ديارهم الى مكة ليقيموا مناسكهم . ولا انشدوا كلماتكم الشهادة
 العربية . ولا تعتموا او تآزر و امثل ما انتم تفعلون اصلاً . ولكنتي اقسم برب السماء والارض انهم
 كانوا من عباد الله المؤمنين المسلمين ❏ وما كانت الامم التي اتبعتهم الا ائمة مسلمة من دونكم
 ومن دون العلمين ❏ ولا شك في ان اسلامهم كان مبنياً على اركان من دون ما انتم تظنون ❏
 فلا اقسم بالله العلي العظيم ❏ ما بُني الاسلام على ما انتم تزعمون ❏ وما كلمة الشهادة و
 الصلوة والصلوة والحج والزكاة التي تستونها اركان الاسلام الا شعائر الامة للعهدية
 او مناسكها التي تميز بها امتكم من الامم الاخرى . ولكنه ما أسس الاسلام عليها قط . ولا هي فطرت
 الله التي فطر الناس عليها . ولا هي ما يولد عليها ولد . ولا ما تغلخ به امم . ولا ما ذكر الله به العالمين ❏
 ولا ما وصى به النبيون ❏ بل ضرب الله في القران عن تعيين كلمة الشهادة والفاظها . وتفصيل
 اركان الصلوة وركعاتها . وعدتها ووقاتها . وتقدير انفاق المال والزكاة . وتبيين مناسك الحج
 الا ماشاء . وترك كل هذا للنبي العربي لينفذ ما في امته اني يشاء . الا انه صارا امتنا كثر بعدة
 واكرهنا مراراً على هذه الشعائر نظراً على اصالح اعمالنا وتشكيل اخلاقنا في هذه الدنيا . ولا دخل
 الايمان في قلوبنا . ولنكون ما اراد الله بنا . ولنكون من المفلحين ❏ فلا والله ما هو الا انه قد بُني
 الاسلام على عشرة اصول (١) التوحيد في العلم من دون القول (٢) وحدة
 الامة (٣) اطاعة اولي الامر منكم (٤) والجهاد بالمال مع العدل
 (٥) والجهاد بالسيف بلا نفس (٦) والهجرة الى البلاد و هجر كل ما يشغلكم عن السعي
 (٧) والاستقامة في السعي مع التوكل في النتائج (٨) ومكارم الاخلاق (٩) والعلم

(١٠) والایمان بالآخرق لو كنتم تعلمون • ومن اتبع هذه العشرة عملاً ومعتافاً وليك هم المسلمون • وكل واحد من هذه العشرة المبشرة الكاملة من اصول الاسلام يتفرع من الاصل الاول اعني التوحيد في العمل كما يأتي • وكل اوامر القرآن ونواهيها يتفرع من هذه الاصول ويؤيدها كما يأتي • وكل ما بُني عليه الاسلام يرجع في التوحيد ويهدى العامل الى الغلبة والامن والتمكن في الارض والاستخلاف فيها • وكل هذه هي الفطرت التي فطر الناس عليها • فمن اطاع الله حق اطاعته في هذه الامور وجل جرة من عند ربه في الدنيا • ومن عصاه اوبى عليه لافي عذابه فيها • وكل هذه هو اوضح به النبيون من قبل الا انهم اوتوا جزءاً وتبداً آمنه حتى اكمل الله دينه واتم شريعته واسبغ نعمته على نبيه اهل الصلوة والسلام • وما كل سنة الشهادة والصوم والصلوة والحج والزكاة التي تسمى فيها اركان الاسلام بشئ الا اسلحة ووسائل لاجراء هذه الاصول في ائمتنا • ولا تستمسك بالذي ادعى الله اليها • فما كلمة الشهادة الا مظهر التوحيد في العمل المصادق ما في قلب الانسان • وما الصوم الا جهاد بالانفس والاحتساب عليها • وما الصلوة الا توحيد الامة واطاعة الامام • وما الزكاة الا جهاد بالمال وما الحج الا اظهار وحدة الامة • وكل هذه من اركان الاسلام نصبت لتأسيس الجماعة ولتوحيدها وتقويتها نظر الى استقلالها في الارض واستقلالها فيها • وما هذه العشرة من اصول الاسلام الاروخر من امره تعالى اى قانونه كما قال: **وَكَذَلِكَ اَوْحَيْنَا لِيَاك رُوحًا مِنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُوْرًا نَهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْ اِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ** (٥٢: ١٣٢) • فما هذه الاركان الامناسك الامة وظواهر الايمان وما هي باصل الدين قط بل فروع من امره • بل مستخرجة منه • ولذلك قال الله عز وجل **لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مُسْكًا** **هُم نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُكَ فِي الْاَمْرِ وَاَدْعُ اِلَى رَبِّكَ اِنَّكَ لَعَلَّ هٰذَا مُسْتَقِيْمٌ** (١٦: ٢٢) • فجعل الله لكل امة طريقة عبادة ربه واسلوب التعبد بقانونها • فلتستمسك كل امة بهذه الطريقة

وتداوم عليها * ولكن امره وقانونه شيء آخر يستوى في كل الامم * فمهما تسمك امة بامر
وايما تخذ فسوة عليه فهو يؤدى اليهم اجورهم بقدر سعيهم ووفق حسابهم * فيجب على الناس
ان لا يتنازعوا بينهم في الامر * فالنزاع في الامر هو ما ينافي الاسلام وينافض بينه تعالى * والنزاع
في المناسك هو الذي يفرق بين الاقوام لا بين افرادهم * ولا يعذب الله قوما حتى تنازعوا في الامر
وضلوا عن سبيله المستقيم * وان امة من الامم استمست بمناسكها ثم توغلت فيها معضلة
عن مقاصد هاهمهمة التي تخفى فيها واخذت بامر تعالى واهملت او تنازعت فيه فلاشك انها
قد ضلت عن سبيله ووجب عليها العذاب كما وجب على المسلمين المعاصرين الذين قالوا ما الاصلاح
الا اقامة الصلوة وايتاء الزكاة والصوم والحج واقراة تعالى باللسان * فما كان لنا ان نؤمن بها
سورها * كتب الله علينا هذه الخمسة * وما نحن الا من المفلحين * وما هو الا الله قد غاب صل
الذين عنهم * وغورت حقيقته * ولمسوا سطه وظاهره * وصر فواعن مخه وباطنه * اَفَتُؤْمِنُونَ
ببعض الكتب وتكفرون ببعض فما جزاء من يفعل ذلك منكم الا خزي في الحياة الدنيا وبئس
القيمة يردون الى انشد العذاب وما الله بغافل عما تعملون ﴿١٨٥﴾

ولاشك في ان هذه العشرة من اصول الاسلام وما يليها من الاوامر في القرآن هي الفطرة
لانه في اى ارض تجدوها و اى قوم يتبعها فهم لا يزالون ينتفعون منها * يرفعون بها من مقام الى
مقام حتى يمكنهم الله من الارض ويغلبهم ويبدل خوفهم امنا * فالذين جاهدوا في هذه الاصول
حتى جهادها * وبلغوا الشد مبلغهم فيها * وسعوا فيها ما استطاعوا * ولم يزلوا عنها * فاولئك هم
المفلحون * واولئك هم المؤمنون المسلمون * وقد استنبط الحكماء من المغرب
كل هذا الاسلام من دراسة احوال الطبيعة وعوائد الخلق والسفلية * ومن مطالعة ما يماثل
ويشاكل بين مجامع الناس وامم الطيور والدواب * اشار الله اليه في الايت التي تقدم ذكرها

بحد ما لم يتقدم عليهم احد من حكماء القرون الخالية * ففتشوا مواليد الارض ونوروا طبقاتها
 الباقية ومخلوقاتها البالية والزكازات والمخبرات * ودرسوا غيرها من العلم وحقائق الاشياء وتاريخ
 الهم الخالية * فاستقصوا فيها واستقروا الله ما هو الا ان نظام كل العالم ينبثق على السعي والعمل
 الجهد والجد والنظم والنسق * والله لا يعلم فيها احد الا من اصلح * ولا يصلح الا
 من حفظ نفسه من كل الاعداء والبليات والحوادث والنوائب * واعذ لها ما استطاع من
 قوة ونظم وعلم ثم استقام للسعي * واستدام في تقدمه * فانه ليس للانسان في هذه الدنيا
 الا ما سعى له سعيًا بليغًا * فالسعي التقدم وحفاظة النفس هي المنتهى في الدنيا * وانما يوفى
 الناس اجور هذا السعي في العقبة * فلا بد للانسان ان اراد ان يستغنى وجه الله من ان يجهد ههنا
 جهداً متتابعاً للتقوية قومه وتركية نفسه * فها هذه الارض الامصرع للابطال ومقتل للشجعان
 ليصرع بعضهم بعضاً في الجادلة للحياة والتنازع للبقاء * وليحفظوا انفسهم من تطاول الاعداء * و
 ليكفوا ايدي الناس عنهم فيكونوا في زمرة الاحياء ^{التي لا يموت} والله لا يبلغ قوم عندهم هذا المقام الحصين حتى
 يزكوا قلوبهم من رجز الاوثان * وعبادة الاصنام * وحُب الحيوة الدنيا * والشغف بالمال
 والاولاد والمسكن وغيرها من الاوثان التي تشغلهم عن السعي والعمل والجد والجهد * وما هذه الا
 اقرار التوحيد في الاعمال * واشعار القلوب بالحاكم المتعال * والاعراض عن الطاغوت الدجال
 ولهذا ما اتس عليه اصلاح الانسان عندهم * وما بُني عليه كل اصولهم ويولج فيه معظم سياستهم
 ولهذا ما عرف به الصلاح والارتقاء عندهم * واساس الابقاء في علمهم * فمن عرف هذا فقد عرف
 سر الحياة والمات * واكتشف له حقيقة الفناء والبقاء في الدنيا * ومن اعرض عنه فقد هلك بل
 استهلك واستمات * وما هذه التركيبة الا تهيت للصلاح وتمهيد فقد افلح من تركى ^(١٨: ١٧)
 عندهم كما قال الله عز وجل * ولكنه لا يعلم قوم في علمهم حتى ينظروا انفسهم ويوحدا ويالفوا بين

قلوبهم بهذه التزكية * ويعتصموا بنظم وقانون * ويطيعوا أميرهم بحداستطاعتهم * ولا يصلي
 قوم في اصطلاحهم حتى يجاهدوا بأموالهم وانفسهم لتكليف أعدائهم عنهم * وحتى يعتد بهم
 ما استطاعوا من قوة واسلحة * ويمهاجروا من ملك إلى ملك لا مضاء حكمهم على الناس وتقوية
 امرهم وجماعتهم * وحفظ نفوسهم عند الضعف * وتقديف رعبهم في الأعداء * وتخصيب عزتهم
 وغلبتهم * وتمكينهم من الأرض * ولا يستأهل هذا المقام قوم أصلاً في هذه الدنيا حتى استقاموا
 في سعيهم وسعوا لحصولها سعيًا متتابعًا ليلًا ونهارًا * واداموا ماداموا في الأرض فاولئك هم المفلحون
 ولا شك في أن كل هذا هو مما يفعل الوحوش الطيور والدواب والأنعام وغيرها من المخلوقات السفلى
 في مساكنها بقدر استطاعتها وحدامكانها وهم الذين يسجدون لسنة الله وللأصول التي تدع الله
 في جبلتهم وشمخ في طينتهم بل ادعى في خلقهم * فأنهم يدافعون عن انفسهم الأعداء حين البأس ويخجلون
 بيوتهم من الجبال ليحفظوا انفسهم ويجاهدون ويمهاجرون في ديارهم ويسعون سعيًا متواترًا ليخرجوا
 أعدائهم من الأرض وليحرموها عليهم حتى لا يسيروا * وليستخلفوا انفسهم فيها على ارض من الله * وليستأطوا
 على صعيداتها وجزرها وسهولها وصخرها * وعلى ما فوق الأرض ما تحت السماء * وعلى سطح البحر وفي قعرها
 على كره منه * ويحفظون أعدائهم خطفة كاملة فيقتلون ويقتلون (١١١: ٩) ليحفظوا انفسهم * ويقتلون
 أعدائهم كافة حيث وجدهم * ويقتلونهم جميعًا حتى لا تكون فتنة * ولا يكون الذين كلف الله (٣٩: ٨)
 ان كانوا قادرين * ولا شك ان كل هذا الدرس والوحى من الله فانه علمهم ولم يعلمهم احدا غير
 ولم يقدر على تسوية خلقهم او يحيط على فعالهم سواء * ولا شك انهم له ساجدون * ولذلك
 قال الله فيهم والله يسجد ما في السموات وما في الأرض من ذابية والملائكة وهم لا يستكبرون يخافون
 ربهم من قوتهم ويفعلون ما يؤمرون (١١٢: ٣٩-٤٠) فهذا سجودهم وركوعهم لرب العالمين * و
 هذه ما يؤمرون بها وهذه ما يفعلون * ومن ذلك قال الله في احدهم وأوحى ربك إلى النحل ان

الْمُحْذَرِ مِنَ الْجَبَالِ يُؤْتَاكَ مِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ثُمَّ كُلْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرِ فَاسْلُكْ سُبُلَ رَبِّكَ
ذَٰلِكَ يُخْرِجُكَ مِنْ بَطْنِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ

(٢٨١-٢٨٢) احفظ نفسك يا عبدة الله وبياتك من الأعداء * وإن أحدًا أراد أن يخرجك منه فأجبه

عليه * واقطع دابره * واسعى سعيًا بليغًا لما أمر الله في الحفظ والامن وافعل ما تؤمر بهين * فهذا صلح

رتبكم مستقيماً في هذه الدنيا * وهذا سجود ما في السموات وما في الأرض من آية والمملكة له

ومن في الأرض من الإنسان لا يسجد له ولا يطيعه فسمعاً للكافرين * وهذا صلوة الدواب و

تسبيح الطيور لله رتبكم فاطر الجبال واطر الصخور * وَالْجَبَمُ وَالشَّجَرُ يُسَبِّحُونَ لَهُ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ

وَسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ (١١٣-١١٤) * والشمس والقمر والأرض له يعبدون * أَلَمْ تَرَ

أَنَّ اللَّهَ يَسْخَرُهُمْ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْطَّيْرِ صَفَّيْتُ كُلَّ قَدْرٍ عَلَيْهِمْ صَلَاتُهُ وَتَسْبِيحُهُ وَاللَّهُ عَلَيْهِمُ

بِمَا يَقْعَلُونَ (١١٢-١١٣) * والله ملك السموات والأرض (١٢٣-١٢٤) وإلى الله ترجعون * لَسَبِّحُهُ لَهُ السَّمَوَاتُ

السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يَسْبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَقْضَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ (١١٤-١١٥)

فبأي حديث بعدة تؤمنون * فيا أيها المسلمون المستكبرون المعاصرون ! الذين يزعمون

أنهم لم يصبهم لساجدون * وأنهم هم المصلون * في الأرض من والعلمين * ويظنون أنهم بحمده

مستبحون * وَقَلِيلًا مِّنَ النَّاسِ فَالْجَمْعُونَ رَبَّ الْأَسْمَاءِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ (١٥٨-١٥٩) * هذا ما عني

الله بسجودكم وصلواتكم * وهذا تسبيح مخلوقه غيركم بل كيفية ما يريد الله أن تخير والكم

فما يريد الله منكم من شيء إلا أن تعثوا في الأرض طائعين * ساجدين لحكمه وقانونه فنيعم أجر

الْعَالَمِينَ (١٣٩-١٤٠) * وإن تخذوا من الجبال والقلاع والحصون بيوتاً لكم لحفظوا أنفسكم من أعدائكم

ولتكونوا من الغالبين * وإن تجاهدوا في هذه الأرض حتى جاهدكم وحد وسعكم واشتد مبلغكم لتمشوا

هو أي لا ينام إلا قليلاً من الليل لكونهم محبين بالعبادة ومحتكفين في الساجد * هذا ما عني السائلين العاصرين بهذا الآية بل بقوله تعالى في جوابهم عن المصالح بينكم
وهم خيركم حركاً وطمعاً (١٣٩-١٤٠) وقرء من سورة الاحقاف الآية (١٤٠-١٤١) على صفحة ٤٦ منها يبين لكم أنه ما عني الله من الاعيان
او الرهبانية بل التسبيح والعمل بالعبادة والابكار والقبول بالحق كما قد تقرر من قوله تعالى (١٤٠-١٤١) وقوله تعالى كما كانوا يعالجون (١٤٠-١٤١) على صفحة ٤٦

في منابها آمدين ﴿٢٢٠﴾ وتنظمو أوقاكم وتوحد أنفسكم وتالفوا بين قلوبكم كالخل وتسلكوا سبل
 ربكم من لدن ﴿٢٢١﴾ وإن لا تنازعوا فتفشلوا وقد هب رجزكم ﴿٢٢٢﴾ الله يحب القوايين المعززين ﴿٢٢٣﴾
 وإن تخافوا ربكم من فوقكم كالذوات وتفعلوا ما أنتم تؤمرون ﴿٢٢٤﴾ وتجاهدوا عدلكم وتغلظوا عليهم
 كالجهادين المقهرين ﴿٢٢٥﴾ وإن تأخذوا حذرهم كالخل والعنكبوت والذوات والطير والبعضة
 التي لا يستحي الله أن يضرب لكم مثلها وما فوقها فتنفذ أثبات وتنفض المحجوبين ﴿٢٢٦﴾ عبيدات أولات
 بابس فهن اللاتي لا ينقضن عهد الله من بعد ميثاقه ﴿٢٢٧﴾ من أول يوم ولا يقطن ما أمر الله به
 أن يؤصل ﴿٢٢٨﴾ ولا في الأرض يفسدن ومن ينقض عهدا من بعد ميثاقه فأولئك هم الخيرون
 ﴿٢٢٩﴾ كل قد علم صلاته وتسبيحه ﴿٢٣٠﴾ من أول يوم خلق ولكن لا تفقهون تسبيحهم
 ﴿٢٣١﴾ مستكبرين ﴿٢٣٢﴾ به سمر الجحرون ﴿٢٣٣﴾ لا يقيمون صلواتهم كسالى ﴿٢٣٤﴾ فتبارك الله أحسن
 الخالقين ﴿٢٣٥﴾ فوالله ما يريد بكم من صلواتكم وتسبيحكم من شيء إلا أن تصلوا كالصواعق
 تسبحوا كالرعد يجر مهللين ﴿٢٣٦﴾ لتصيبوا به من شفاء ومن تشتهون ﴿٢٣٧﴾ وتطأوا الأرض وطأة
 الغلاب المعذبين ﴿٢٣٨﴾ وإن لا تغنوا في زواياكم معتكفين ﴿٢٣٩﴾ من ملين من الدال الجحيم المسكين
 وإن تسجدوا كالجمعبيتين ومصبحين ﴿٢٤٠﴾ وتسجدوا لأحكامه كالشمس والقمر حسبان تابعين ﴿٢٤١﴾
 لا الشمس ينبغي لها أن تدرك القمر ولا الليل سابق النهار وكل في ذلك يسبحون ﴿٢٤٢﴾ وإن
 تجهروا والمستقر لكم قادرين مقدرين ﴿٢٤٣﴾ والشمس تجري لمستقر لها ذلك تقدير العزيز العليم
 ﴿٢٤٤﴾ وما يريد الله أصلا من يسجدكم من شيء إلا أن تطيعوه عابدين ﴿٢٤٥﴾ كالجمعبين

١. الإشارة إلى قوله تعالى يا أيها النبي جاهد الكفار والمنافقين وأغلظ عليهم وما هم بكثيرين ﴿٢٢٠﴾. في هذا من هذه الآية أن الغلبة على
 الأعداء هي ما يتفرع عن جلال من عباده ليستظروا أنفسهم منهم ١٢. كما قال الله عز وجل في القرآن الحكيم يا أيها الذين آمنوا خذوا حذركم فالله يرفع
 الذين أوامرهم جميعا ﴿٢٢١﴾. وقال في موضع آخر توكيدا وإذا كنتم فيهم فأفست لهم الصلوة فأنتم طائفة فيهم معك وليا خذوا حذرهم فأنتم
 سجدوا فليكنوا أوامرهم وكنائهم طائفة أخرى فليصلوا فليصلوا معكم وليا خذوا حذرهم واسلمهم وعد الذين كفروا فليظفروا بكم أسلحتهم
 أمتهنكم فليعلموا أنكم علىكم من الله ولا جناح عليكم إن كان بكم أذى منكم أو منكم فقهري أن تضعوا أسلحتكم وخذوا حذرهم والله
 أعلم بالخفيين عذابا أليمين ﴿٢٢٢﴾. فليست في القاري في هذه الآية أشد فعلا أن الله أمه المسلمين في صلواتهم فليعلموا أنكم علىكم من الله ولا جناح
 قوله تعالى إن الله لا يستحي أن يضرب لكم مثلها وما فوقها فتنفذ أثبات وتنفض المحجوبين ١٢. الإشارة إلى قوله ﴿٢٢٦﴾

مستقيم* والطير صفت مبتغين* والشجر من الأصل والفرع منظرين* كحلياته ملحقين*
 لا مربيهم ساجدين* فاعلين بل فعالين* جاذبين مياههم من الأرض فمقسمين* وبالهم
 مستقيين* مساحين بينهم بل متطاوعين* مصالحين بل متوافقين* ثم الموعون
 المثمرون* فضاحكون واثقون* لأنهم كانوا لا ينقضون عهد الله من بعد ميثاقه (٢٤: ١٢) ولا
 يقطعون ما أمر الله به أن يوصل (٢٤: ١٢) ولا يفسدون* رفع الله فوقهم ميثاقه الجبل العظيم*
 فساهم عز وكره معرضين* اخذ ابن ما اللههم ربهم (١٦: ٥١) بقوة وذاكرين ما فيه لعلمهم يغلبون*
 ومن اطاع واصلهم فاولئك من الصالحين* واولئك من الذين لا خوف عليهم ولا هم يحزنون*
 في جنت الأرض وعيونهم* على رغم العادين* لأنهم كانوا عابدين* ولقد كتبنا في الزبور من
 بعد الذكر أن الأرض يرثها عبادي الصالحون. (١٦: ٥١) (١٧: ١٠) فمن
 تنظم وتطوع فاولئك هم العابدين* واولئك هم الساجدون* والمصلون* والمستحيون*
 وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون (٥٦: ٥١)* فالعابدون هم الطائعون الفاعلون* الذين
 هم في صلواتهم موحدون* والذين هم على صلواتهم يحافظون (٩: ١٢٣)* وسياحون و
 يرابطون* والذين يجهلون في تقوية جماعتهم مبشرين ومصححين* يخافون عذاب بهم من
 فوقهم ويطمعون ان يكونوا من الغالبين* تتجافى جنوبهم عن المضاجع يدعون ربهم خوفاً و
 طمعا ومنتازقهم يخفون. فلا تعلم نفس ما أخفى لهم من قرة أعين جزاء بما كانوا
 يعملون (١٤-١٦: ١٢٣)* افعلتم ما في هذه الأرض من قرة أعين للمتقين المصلين* (١٨: ١٥١-١٥٢)
 في جنت وعيون اخذ ابن ما اللههم ربهم كانوا قبل ذلك محسنين* كانوا قليلاً من اليسل ما
 ينجحون. وبلاستجارهم يستغفرون (١٨-١٥١: ٥١)* والموسعة قلوبهم فهم الذين (المنعون)

ثم الاشارة الى قوله عز وجل ذكر اخذنا نبينا فذكرناهم الظن وحسن واما انفسكم فيقولون (٩٣: ٢) و (٩٣: ٢) اعلموا انهم انما اعطاهم
 الله على جبل الطور فعملهم الله الودع العظيم بميثاقه بل دفع فرق رعوهم جلا عظيماً بهلياً خذوا بقرته وليشهد على هذه المعاني قوله وركعتا فركعتهم
 الظن رجبنا فيهم وقلنا لهم ادخلوا الباب فجعلناهم لا تعدوا في التبت اخذنا منهم وقلنا فاعلينا (١٥٢: ٢) فما كان ميثاقهم الا ان يجعل رفرقهم ١٣

مَا يَسْتَطِيعُونَ ۖ وَلَسِيْتُمْ صَالِحُونَ ۖ وَإِنَّمَا أَتَاهَا السَّالِقُونَ لِمُثَلِّهِمْ ۚ تَرْكَعُونَ وَتَسْجُدُونَ لِكُلِّ دَابَّةٍ يَسْجُدُ لَهَا وَتَسْجُدُونَ لِلنَّاسِ لِمَا هُمْ بِشَايِعُونَ ۚ وَقِيلَ لِلْمُصَلِّينَ ۖ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۚ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ۚ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۚ (١١٠-١٠٩) ۖ فَهَلْ نَبِّئُكُمْ بِمَا الصَّلَاةُ فِي قُرْآنِكُمْ إِنَّمَا السَّاهُونَ ۚ الصَّلَاةُ هِيَ الَّتِي نَهَيْتُمُ عَنْهَا مِنَ الْبُخْلِ وَمَنْكَرُ التَّفَاقُ ۚ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ ۚ (١١٩-١١٨)

فَوَاللَّهِ إِذَا الْإِنْسَانُ خُلِقَ هَلُوعًا ۖ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۖ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۚ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ۚ الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ۚ (١٩٠-١٨٩) ۚ الْمُدَاوِمُونَ وَحَدَّثَهُم ۚ وَالْمُؤَسِّعُونَ عَطَايَاهُم لِلسَّائِلِينَ ۚ وَالْحَرُومِينَ ۚ الَّذِينَ إِنْ نَفَضُوا حَاجَاتِهِمْ فَتَنَفَعُوا جَمَاعَتَهُمْ وَتَكُونُوا مِنَ الْغَالِبِينَ ۚ لَا الَّذِينَ يَسْتَلُونَ النَّاسَ مُلْحَفِينَ ۚ فَمَا الصَّلَاةُ بِمَا أَنْتُمْ تَرْكَعُونَ ۚ مَا هِيَ إِلَّا التَّظْمُ وَالسَّقُّ وَوَحْدَةُ الْأَمَةِ وَاطَاعَةُ الْأَمِيرِ وَتَأْلِيفُ الْقُلُوبِ حِفَاظَةُ النَّفْسِ الْجَهَادُ وَالْغِلَظَةُ عَلَى الْأَعْدَاءِ وَالْحِسَابُ الْمِيزَانُ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۚ وَالتَّمَكُّنُ مِنَ بَرِّ الْأَرْضِ وَبَحْرِهَا كَالذَّابِّ وَمِنْ جَوِّ السَّمَاءِ كَالطَّيْلِ وَمِنْ مَضَى الْبَحْرِ كَالْحَيْتَانِ فَمَا لَكُمْ لَا تَصَلُونَ وَلَا تَعْلَمُونَ ۚ وَالْمَغْرِبِيُّونَ كُلُّهُمْ قَدْ عَلِمُوا صَلَاتَهُمْ وَخَطْفُ الْأَرْضِ مِنْ فَرْقِهَا وَمِنْ تَحْتِهَا وَالتَّخَذُ أَيْوَاتًا مِنْ سَهْلِهَا وَحَصْرِهَا ۚ وَيُنَامُ سَاكِنٌ مُرَاكِبٌ فِي بَرِّهَا وَبَحْرِهَا لِيَسْتَجِيبَ اللَّهُ وَيُجِيبَهُ ۚ وَهُمْ الَّذِينَ هَدَى إِلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ ۚ صِرَاطُ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۚ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۚ (٢٠١-٢٠٠) ۚ وَمَا عَلَّمْتُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۚ إِنَّمَا الْجَاهِلُونَ ۚ وَقَدْ قَالَ اللَّهُ لَكُمْ فِي الْكِتَابِ الْمُبِينِ ۚ فِي مُوسَى وَهَارُونَ ۚ اللَّذَانِ ابْعَثْنَا قَوْمَهُمَا عَلَى مَقَامِ امِينٍ ۚ وَأَوَّلَاهُمَا جَنَّتِ الْأَرْضُ وَعَيُونَ ۚ الَّتِي تَرَكُوهُمَا قَوْمًا آخَرُونَ ۚ وَلَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى مُوسَى هَارُونَ ۚ وَجَعَلْنَاهُمَا قَوْمَهُمَا مِنَ الْكَوْكَبِ الْعَظِيمِ ۚ وَنَصَرْنَاهُم فَكَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ۚ وَأَنْبَيْتُهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَبِينَ ۚ وَهَدَيْنَاهُمَا

ۚ وَالْإِشَادَةُ إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى أَفَلَمْ نَأْتِ الْبَيْنَاتِ مِنَ الْكِتَابِ وَأَنْزَلْنَا الْقُرْآنَ بِالْعَرَبِيَّةِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ ۚ (٢٠٩-٢٠٨) ۚ قَدْ بَيَّنَّتْ فِي كِتَابِ التَّوْحِيدِ عَلَى صَفَحَاتِ ١٣٥-١٥١ (بَحْثُ الْمَدِينَةِ) أَنَّ اللَّهَ عَنِ بَلْفِظِ الْمُنْكَرِ التَّفَاقُ وَالتَّظْمُ فِي الْأَمَةِ وَطَى صَفَحَاتِ ٢٠٤-٢٠٩ (بَحْثُ الْمَدِينَةِ) مِنْهُ أَنَّ اللَّهَ عَنِ بَلْفِظِ التَّحْقِيقِ الْبُخْلُ فِي انْفَاقِ الْمَالِ وَالْمُشَاحَّةُ وَضِيقَةُ الْقُلُوبِ غَيْرُهَا مِنَ السَّيِّئَاتِ الَّتِي تَمْتَنِعُ الرَّجُلُ عَنْ الْمَلَاظَمَةِ وَالْمُؤَامَلَةِ وَالْمُوَاحَاةِ بَيْنَهُمْ ۚ وَلَا شَكَّ فِي أَنَّ الصَّلَاةَ فِي الْمَسَاجِدِ الْمُخَاطَبَةُ لِلَّهِ أَرَادَ اللَّهُ بِهَا وَالْمَلَاظَمَةَ بَيْنَ الْمُصَلِّينَ هِيَ الَّتِي تَنْبَغِي الرَّجُلَ عَنِ الْغَرَبِ وَالْخَرْبِ بِأَنْ تَوَسَّعَ قُلُوبُهُمْ وَتَلِينَهَا وَلِيَمُنَّظَرَ الْقَارِي إِلَى صَفَحَاتِ ٢٥١-٢٥٢ مِنْ كِتَابِ الْمَدِينَةِ كَرَّةً لِلتَّشْرِيعِ (الْمَدِينَةِ) ۚ سَهْلٌ تَفْصِيلُ مَا عَنِ اللَّهِ جَلَّ جَلَالُهُ عَلَى صَفَحَاتِ ١٣٩-١٤٠ ۚ هَذِهِ الْأَفْهَامُ ۚ

الضراط المستقيم؛ وَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْآخِرِينَ: سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ. إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي
 الْمُحْسِنِينَ. (إِنَّمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ١١٣-١١٤) * وَإِنْ كَانَ التَّسْبِيحُ تَكَرُّرًا كَمَا سَمِعْنَا عَلَى
 سُبْحَانِهِمَا الْجَهْلُونَ! هـ فَمَا اسْتَعْلَ رَسُولُكُمْ هَذَا السَّلَامَ الْعَجِيبَ لَغَرِيبِ حَيَاتِهِ قَطْلِي كَوْنٍ مِنْ
 الْمَفْلُحِينَ * فَمَا لَكُمْ لَا تَتَذَبَّرُونَ وَتَجْهَلُونَ * وَتُخْرِفُونَ مَقَاصِدَ كِتَابِ اللَّهِ فَتُحْدِلُونَ *
 وَعَلَى كُلِّ مَا تَفْقَهُ الْعُلَمَاءُ الطَّبْعِيُّونَ وَالْحُكَمَاءُ الْغَرِيبُونَ مِنْ تَسْبِيحِ الطَّيُورِ وَالذِّبَابِ الْمَلِكَةِ
 وَصَلْوَةِ الْأَشْيَاءِ وَحَمَرِهَا وَخَيْفَتِهَا وَرُكُوعِهَا وَسُجُودِهَا وَعَلَى كُلِّ مَا تَفَكَّرُوا فِي قَانُونٍ غَيْرِ مَحْوُولِ الَّذِي
 يَسْكُرُ بِأَشْيَاءِ الْفَطْرَةِ سِرِّيَّةً تَأْتِيهِ قَدْ ذَهَبُوا إِلَى أَنْ دَرَسُوا أَشْيَاءَ الطَّبِيعَةِ وَمَخْلُوقَاتِهَا وَحَقَائِقِهَا وَعَوَائِدِهَا
 لَا تَخْلُو عَنْ التَّقَاتِي الْعُيُوبِ لِأَنَّ الْأَصُولَ وَالْفُرُوعَ الَّتِي تَخْرُجُ مِنْ هَذِهِ الْمَطَالَعَةِ أَوْ تَصْدُرُ مِنْ
 دَرَسَةِ حَقَائِقِ الْأَشْيَاءِ لَا تَطَاقُ فِي كَثَرِ الْأَحْوَالِ بِعَوَائِدِ الْإِنْسَانِ وَفَطْرَتِهِ وَلِذَلِكَ لَا يَجُوزُ لِلْإِنْسَانِ
 أَنْ يَقْبِعَ بِهَا تَبَاعًا تَامًا وَمِنْ هَذَا اعْتَرَفَ الْغَرِيبُونَ بِأَنْ مَبْلَغَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ الَّذِي دُونَهُ فِي كُتُبِهِمْ
 لَا يَكَادِ يَحْتَوِي عَلَى مَا يَكْفِي الْإِنْسَانَ لِفَلَاحِهِ وَبَقَاءِ نَسْلِهِ وَتَدْوِيمِ قُوَّتِهِ وَتَمْكِينِهِ مِنَ الْأَرْضِ فَصَرَفُوا
 عَنْ هَذَا السَّبِيلِ لِيَكْمُلُوا عِلْمَهُمْ بِدَرَسَةِ أَحْوَالِ التَّوَارِيخِ وَأَسْبَابِ ارْتِقَاءِ الْأَقْوَامِ وَمَطَالَعَةِ السِّيَاسَةِ
 الْخَالِيَةِ وَسِيَاسَةِ الْمَدِينِ الْمُتَمَدِّدَةِ الْمَاضِيَةِ وَبِاخْتِصَاصٍ فِي أَثَارِ الصَّنَائِدِ أَحْوَالِ الْأُمَمِ وَتَدْوِينِ
 أَصُولِهَا فِي الْمَعَاشِ تَبْيِينَ فِهْرِسِ الْأَعْدَادِ وَغَيْرِهَا مِنْ عُلُومِ التَّوَارِيخِ الَّتِي أَشَارَ اللَّهُ إِلَيْهَا فِي قَوْلِهِ
 إِنَّا مَنَعْنَاهُ عَلَى أَهْلِ هَذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِمَّا كَانُوا يَفْسُقُونَ. وَلَقَدْ رَكَّنَا مِنْهَا آيَةً بَيِّنَةً
 لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ١٢٩-١٣٠-١٣١ فَلَا شَكَّ فِي أَنَّهُمْ صَارُوا مِنْ قَوْمٍ يَعْقِلُونَ سُنَّتَهُ وَيَفْقَهُونَ عَادَتَهُ بِأَصْرَاطِ
 مِنَ الْمَفْلُحِينَ * وَنَظَرَ إِلَى كُلِّ مَا نَقَدَّ مِنْ اجْتِهَادِهِمْ فِي أَشْيَاءِ الْفَطْرَةِ وَمَبْلَغِهِمْ مِنْ عَادَةِ اللَّهِ اسْتِقْبَالَتِهِمْ
 فِي قَانُونِهِ وَاسْتِقْرَأْتِهِمْ سُنَّتَهُ الْقَوْلَ الْحَقَّ الَّذِي لَا يَشَكُّ فِيهِ هَوَانُ كُلِّ هَذِهِ مَا ذَهَبَ إِلَيْهَا الْغَرَبُ مِنْ

هـ فَمِنْ هَذِهِ الْأَيَّاتِ الْحَكِيمَةِ أَنَّهُ مِنْ فَعْلٍ مِثْلُ مَا فَعَلَ مَوْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْلَ سَلَامَةِ الضَّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ وَهُوَ الَّذِي عَبَدَ رَبَّهُ حَقَّ عِبَادَتِهِ بِإِلْهَامٍ
 بِهِ حَقَّ إِيْمَانِهِ لَا نَسَاهُ عِبَادَتَنَا الْمُؤْمِنِينَ أَضَاءَ الْعِبَادَةِ الْأَسْوَدِ كَمَا سَبَلَ رَبُّهُ وَاتَّبَعَ أَمْرًا قَانُونِيًّا تَقَطَّرَ فِيهِ نَفْسُهُمُ وَاللَّيْنُ وَتَكُونُوا فِي أَمْنٍ مِنَ الْغُلَبِينَ. وَمَا اخْتَصَرَ عَنْ رَجُلٍ
 فِي اتِّقَافِهِ فِي الْقُرْآنِ أَنَّ صِرَاطَ مُسْتَقِيمٍ بِالْأَلْفِ وَالْأَلْفِ فِي هَذَا الْمَوْضِعِ (صِرَاطًا عَامًّا) قَالَ فِي سُورَةِ الْفَاتِحَةِ: وَلِذَلِكَ مَا قَصَدَ اللَّهُ مِنْ قَوْلِهِ (إِنَّا هَدَيْنَاكَ الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ) مِرَاطًا (الْبَاقِي)

اصول الاسلام بل دينه تعالى بل فطرت الله التي فطر الناس عليها والذين الذي هو به النبيون
لا تهم افخوا بهذا القانون واصلحوا بالهم بهذا المسنون ومن اتقى واصلى فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون
(١٥١٣) * واقفا الاختلاف بين القرآن وبينهم في اساليب نفاذها وطريق اتباعها فهم من الفروع
ليس باصل الدين ولذلك يحزنهم الله بما كسبوا ويستخلفهم في الارض ويمكن لهم دينهم الذي انزل
لهم (١٥١٣) ان الله لا يضيع اجر المحسنين (١٩٠) * فيا من تجهلون لا تعقلون! انبتوني بما
استنبطتم من القرآن العظيم * وما القانون المتفق عليه الذي استخرجتم منه فانتم له تسبحون *
استنبطتم من القرآن انه من اعترف بلسانه بان الله خالق السموات والارض فهو المسلم عنده
وهو الذي دخل في دينه * او امن بتوحيد تعالى * فلا شك في ان كثير من العرب قبل ظهور الاسلام
والاعراب والتصارى واليهود والمنفقين وغيرهم من معاصري النبي اكثرهم كانوا
يقرون بلسانهم انه خالق السموات والارض وما كادوا يعتقدون بعقيدة غيرها
لو كنتم تعلمون * فلذلك قال الله فيهم وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ
لَيَقُولَنَّ اللَّهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (٢٥١٣) * فما كان
قولهم من دون العلم واليقين الا ما انتم تقولون الان بافواهكم بغير علم * فلما لا ادخلهم
الله في زمرة المسلمين بل ساءهم المشركين * ولا شك في ان اكثرهم كانوا يقولون انه سخر
الشمس والقمر كما تافكون بالسنتكم لانه قال فيهم وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ
وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولَنَّ اللَّهُ فَاَنَّى يُؤْفَكُونَ (١٦١٢٩) * ولا شك في انهم كانوا يعتقدون
بافواههم بغير تعقل وعلم ان الله منزل الماء من السماء * وانه هو حي الارض بعد موتها كما
تعتقدون الان * فانه قال فيهم وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْبَرَ بِهِ الْأَرْضَ مَرْعًا

في ان العلم يصد
من التوحيد و
يولج فيه -

(البقية من صفحة ٦٥) الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (٥١١) - الا فالهم القوم ونعمة الغلبة في الدنيا ولذا لك عنى بالمتصوين عليهم والضايقين الذين هلكوا من فساد
حكمهم في الدنيا وقد بينت ما عني الله به في كتاب التذكرة على صفحات (٢١١-٢١٢) فليدبر القاري اليها للتدبر المنبسط وسياق تفصيل ما صراط مستقيم بل ما
الصراط المستقيم على صفحات (١٣٩-١٤٠) من هذه الاستنتاجات بين لكم ما الاعمال التي تلزم الانسان منه فالمراد منها هو ان الضلوة هي التي قد يكم الى (البقية)

مَرَّتْهَا لِيَقُولَنَّ اللَّهُ قُلْ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ (٦٣: ٢٩) * ولا شك في أن كثيرا
منهم كانوا يقرّون بالسنتهم أو صافه تعالى وأسمائه كما ترونها الآن ليلا ونهارا * فأنه قال ولين
سألهم من خلق السموات والأرض ليقولن خلقهم العزيز الحكيم (٩: ٣٣) * ولا شك
في أن معاصري النبي أكثرهم كانوا يعترفون بأن الله خلقهم من دون الشمس والقمر والسموات
والأرض كما تعترفون وتلاسنون بينكم وتافكون بأقوالكم في زماننا هذا كثره بعد مرة * لانه
قال ولين سألهم من خلقهم ليقولن الله فاني يوقن فكون (١٤: ٣٣) * فان كان
الترجيد قولكم بأفواهكم أو أفكركم بالسنتكم انه خالق السموات والأرض أو خالقكم أو خالق الشمس
والقمر أو منزل الماء من السماء * وإن لم يدخل في هذا الأقرار علم خلقه وتعقل ملكوته * وتذكر
سمواته وأرضه * ومعرفته بداسة اعماله * وتفطيش سنته وعادته بالتفكر في مخلوقاته * فليما
لا سمى الله معاصري النبي المسلمين الموحدين * وليما سماهم المشركين الكافرين * بل لا شيء أرسل
الرسول ليهديهم * ولما قال فيهم على أقرارهم باللسان بكونه خالقاً بل أكثرهم لا يعلمون
(٢٥: ٣١) * وبَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ (٩: ٣٣) * ولا شيء فاعز وتفتخر * وفخر وتفتخر * بل فخر
نفسه على سائر الخلق والكاذبة وقال أروني ماذا خلقوا من الأرض أم لهم شرك في السموات (٣٥: ٣٥)
وقال هذا خلق الله فأروني ماذا خلق الذين من دونه (١١: ٣١) * وقال ادعوا الذين زعمتم من دون
الله لا يملكون منقلا ذرة في السموات ولا في الأرض ما لهم من شيء مما من شرك وماله منهم من شيء
(٢٢: ٣٣) * بل لا شيء استكبر وتكابر في سمائه وأرضه وقال والسماء بين يدينا أيدينا وإنا أنزل سحونا * و
الأرض فرسنا فما فرعم الماهدون (٥١: ٢٨-٢٩) * ولا شيء استدلل الرسول بل ذلكم على مخلوقه
لمعرفته * واشهدكم على خلقه لتحصيل قربه وذكره وقال ومن كل شيء خلقنا زوجين لعلكم

(البقية من صفحة ٦٦) الصراط المستقيم والصراط هو الذي يهديكم في الدنيا فليست بالقاري هذه الآيات استدل بـ

١٠ فصل من كل هذه الآيات ان معاصري النبي كلهم أو أكثرهم من أهل الكفر وغيرهم كانوا يعتقدون بالسنتهم بالله كما يعتقد المسلمون في زماننا هذا ولكنه صلعم
جاءهم ليشبه علمهم تعالى فيهم وليست بآمن هو وما قدر وعظمته جلالة بركاته بل يصدقوا بأنهم بالله بالجهل بسبيل طاعة الحق والحق أن القول ليس بشيء وأما القول فلا يزال قول فقط

تَذَكَّرُونَ فَخُذُوا إِلَى اللَّهِ إِنَّ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيرًا مُّبِينًا * وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ إِنِّي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ * (٥١-٥٩) * وإن كان التوحيد اقراكم بالسنتكم انه احد او خالق كل شئ * او عزير فوق كل ذي عزة * او عليم فوق كل ذي علم كما قال الكفار في عهد النبي * وان لم يشتمل عليه تعبته في العمل * وطاعة امره * والتباعد لقانونه * وشدة حبه * وترك ما سواه * وان لم ينافه اتخاذكم اربابا من دونه علماء ومعنا * وعبادكم اولياءكم وكبراءكم * وتوكلكم في حكامكم واعزاءكم * وعبادة الله والذات * والتخف بالمال والاولاد * والاعتناء بكل ما يحبكم او يشغلكم عن احكام الله * واوثان القلوب التي تعبدن بها من دون الله * والتي كان الكفار يعبدونها قبلكم * فلما لا صبر الله على اقوالهم الظاهرة * ولما ساء ما افلت وقال قَاتِلْ يُؤْفَكُونَ * (١٣٢-١٣٤) * وهو الذي قال فيهم وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّيهِ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَتُ رَحْمَتِهِ قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ * (١٣٩-١٤٠) * وإن كان التوحيد كله لغظيا فلما لا دخل لله اليهود في زمرة المسلمين واكثرهم كانوا يعتقدون بالله لغظيا * الا قليل منهم قالوا عزير ابن الله (١٩: ٣٠) بأقوالهم * ولما قال فيهم اهلهم الجن والانس * وزهبا لهم اربابا من دون الله (١٩: ٣١) * ولم يسمهم احدا اربابه بلسانه * فتدبروا انتم قوم يتفكرون * فما التوحيد الا بالعمل * وصاركم الله عليه لتعلموا ربكم بوساطة اعماله وتعقلوا سنته * وصاركم على العلم والتعقل للتدبر والاشياء * وصاركم على تدبرها لمعرفة * ومعرفة قانونه * ولتكونوا في الدنيا من الغالبين * وما التوحيد بان تجروا الاجار خاصة وتعبدا واساثر الا صنام الباطنة التي تشغلكم عن السعي او تعكفكم عن العمل * بل صاركم الله عليه لتوحدوا وانفسكم به * وتالفوا بين قلوبكم بوساطته * ولتجهدوا في هذه الارض اشد جهدكم مجتمعين * شاغلين عن كل ما يضعف

هم اي سارعوا الى الايمان بالله وبتوحده لانه ما كان لاحد ان يخلق مثله شيئا * فالتفكر في اعمال الله وتدبر خلقاته هو الذي يهدينا الى معرفته وما كان لاحد ان يعرف الله معتكفا في بيته ولهذا توكل الصوفياء في ما عني الله بمعرفته ترقلا عظيما بالاعتكاف في بيوتهم ولذلك ما عرفوا حق معرفته قط بل لم يطلعوا على عاداتهم وسنتهم اصلا *

قُرْآنكم منظرين ومعاونين بينكم لتكونوا في الأرض من الغالبين * وَمَنْ جَاهِدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ
 لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ (٢٩: ٢٦) * وهو غني عن ان تسموه احداً او اثنين او ثلاث
 الآله من اتخذ الها غيره في العمل وظل له عاكفاً فلم خزي في الحيوه الدنيا ماداموا مشركين *
 فوالله ما جاهد قوم في زماننا هذا في التوحيد قط مثل ما جاهد الغرب لا تتم جاهد في رتبهم بعلمهم
 وعقلهم * وطهر اقلوبهم من رجز الاوثان عملاً ومعناً * ولم تخلفوا انكافاً فافواهم وافواهم *
 بل هم الذين راوا في زماننا هذا ما هم بكشفت ضرة * او مسكت رحمتهم * وما رايتهم هذه قط
 فصرتم من الاخرين * فما شرب القرآن بسجودكم للاصنام المحجرة خاصة ايها المسلمون الجاهلون *
 ان هو الا قولكم يا فواهم انه احدٌ وعلى هذا شغلكم باصنام القلوب واعتكافكم لها * وعبادتكم
 اولياءكم وكبراءكم * واتخاذكم احباركم ورهبانكم ارباباً من دون الله * وافكم بلسانكم انه ربكم
 ورازقكم وعلى هذا عبادتكم حكامكم والهةكم من الأرض * وشغفكم يا وثنان القلوب وجهادكم فيها
 وشغلكم عن الجهاد في الله واحكامه * ونفرتكم من السعي والعمل في سبيله * وكونكم من الذين لا يعملون
 (٢٥: ٢٣) سموتهم وارضيه * وكونكم من الذين لا يعقلون (٢٣: ٢٩) ملكوته وقانونه * وعدم معرفته
 بداسة صحيفة الفطرة * وعدم تسخيركم اشياء الطبيعة * بل جعلكم عن مشيئته * وجهادكم
 فيه بغير علم * وسلوككم سبيله بغير هدى * وقولكم يا فواهم بغير عمل * وهجركم بكتاب
 الله ومع هذا ادعاءكم انكم تعملونه * وكونكم من الذين يؤفكون (٢٣: ٢٤) باقوا لهم انهم يعبدونه
 يسلمون * لو كنتم تعلمون * ولذلك قال الله لكم اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَوَاتِ مَا فِي
 الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى
 وَلَا كِتَابٍ مُّبِينٍ ۖ وَإِذْ قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَشْتَعِرُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا وَلَوْ كُنَّا

هم قد بينت على صفحة ٢٥ من هذه الافتتاحية ان العلم في لغة القرآن هو الذي يصدر من دلالة الطبيعة والذي يصدر من استعمال السمع والبصر الغوازي من بعد
 المشاهدة والخبرة فهذا ما علم الله بالعلم في هذه الآية وما الله بغير علم ولا استبداد للعلم الذي يجرى قلباً لا ناس من بعد علم فأنفقاً وأما الكتب من غير قول القانون التي جاءت به الانبياء
 من ربهم والذين سماه الله المكشفي في القرآن. او صحيفة الفطرة التي هي بين ايديكم :

الشَّيْطَانُ يَدْعُوهُمْ إِلَى عَذَابِ السَّعِيرِ وَمَنْ يَسْلَمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ
الْوُثْقَىٰ وَإِلَى اللَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزَنُكَ كُفْرُهُ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا إِنَّ
اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابِ عَلِيْظٍ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٣١-١٣٥﴾ * فَيَا مَنْ
لَا يَعْلَمُونَ رَتَبَهُمْ بِوَسْاطَةِ خَلْقِهِ ! وَيَا مَنْ يَقُولُونَ يَا فَوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ! مَا التَّوْحِيدُ بِمَا
انْتُم تَزْعُمُونَ * إِنْ هُوَ إِلَّا عِلْمُكُمْ أَعْمَالُ رَبِّكُمْ * وَهَرَكَمُ كُلُّ مَا يَشْغَلُكُمْ عَنِ السَّعْيِ * وَالْإِسْتِقَامَةِ
إِلَيْهِ * لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ * وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا تَسْرُونَ وَمَا تَعْلَنُونَ * لَا تَسْلُمُونَ وَجْهَكُمْ إِلَى اللَّهِ وَ
لَا تَحْسَنُونَ * وَلَا تَحْزَنُونَ لَا نَفْسُكُمْ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ * وَلَا تَسْبَغُونَ عَلَيْكُمْ نِعْمَةً ظَاهِرَةً
وَبَاطِنَةً بَلْ تُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ * وَهَدَىٰ * وَقَانُونَ * وَلَا تَسْتَمْسِكُونَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ * بَلْ
تَتَّبِعُونَ مَا وَجَدَ تَرَعَلِيهِ آبَاءُكُمْ فَلَنْ لَّكَ يَمْتَعَكُمُ اللَّهُ قَلِيلًا فِي هَذِهِ الْأَرْضِ لِيَقْطَعَ دَابِرَكُمْ مَبْلَسِينَ *
فَإِذَا جَاءَ أَجْلُكُمْ لَا تَسْتَخِرُونَ سَاعَةً وَلَا تَسْتَقْدِمُونَ * فَلَا شَيْءَ فِي اتِّكُمُ فِي تَوْحِيدِكُمْ قَهْمِلُونَ * بَلْ
تَتَّبِعُ أَهْلُونَ * وَلَا تَعْلَمُونَ وَلَا تَعْقِلُونَ * وَتَحْتَرِفُونَ الْقُرْآنَ لِتَجْعَلُوا آيَاتِ الْكُرْفِ تَحْتِ لُونِ * فَيَا مَنْ لَا يَتَذَكَّرُ
الْقُرْآنَ أَمَا قَالَ نَبِيُّكُمْ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ﴿٤٠:١٣٧﴾ * وَمَا هِيَ إِلَّا التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ
لَهَا عَاكِفُونَ ﴿٥٢:١٣١﴾ * أَمَا كُنْتُمْ هَذِهِ التَّمَاثِيلَ إِلَّا أَصْنَامُهُمُ الَّتِي كَانَتْ تَشْغَلُهُمْ عَنِ السَّعْيِ
الْعَمَلِ بَلْ تَفَرِّقُهُمْ وَتَقْطَعُهُمْ عَنِ الْعَمَلِ * أَصْنَامُ الْمَالِ وَالْبَنِينَ * وَأَوْثَانُ الْمَلَاحِ وَالْمَلَاغِبِ *
وَالِهَةِ النِّفْعِ وَالرَّحِمِ * مَنْ دُونَ مَا صَنَعَ مِنَ الْحِجَابِ أَلَا قَدْ مَوَّنَ ﴿٤٤:١٣٦﴾ * لِيَمِزَّ قَوْمَهُمْ كُلَّ مَرْمُوقٍ
وَيَهْدِيَهُمْ إِلَىٰ عَذَابِ الْحَرِيمِ * فَلَنْ لَّكَ قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّهُمْ عَلَىٰ قَوْلِي الْأَرْبَابُ الْعُلَمَاءُ ﴿٤٤:١٣٦﴾ *

وَلَنْ لَّكَ دَعَارِيهَ يَا رَبِّ لَا تَخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ * يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ﴿٨٨-٨٤:١٣٦﴾ * الَّتِي كَانَتْ

هم يجوز للمفسر ان يرد بتر هذه الآيات اشرف تدبره فالله عز وجل الناس فيها على تصنيف العلم من دلالة الطبيعة ليهيئ لهم الى القانون الذي يهيئ في العادة ويسلوا وجوه
له ومن بعد ذلك منى الله الناس عن تقليد آبائهم كالنعمان بل امرنا ان نتقدم الى العلم والحق بوجوهنا صراحة فاعلموا خلق المتقدي من ابناء ناسم الكذب والظن ومكر اللسان ومكر
الاتقال من دون السعي والعمل بصدق وامرنا فانه دعالي كما صنع علماء اقمنا في زماننا هذا - ولان لك قال في معاصري القصة صلى الله عليه وسلم انهم يعتقدون
بافواههم بالله ولكن ما لهم يقانونه وعادتهم من علم + * اي يبعث الله الاكاد والاباء والازواج وسائر الارباب يوم القيمة ليكونوا شهداء على ما كانوا ينادون به

النَّاسُ يَظْلُمُونَهَا عَظِيمًا * وَالَّذِينَ كَانُوا لَا يَسْمَعُونَ لَهُمْ أَذِيدُونَ * وَلَا يَنْفَعُونَهُمْ أَوْ
يَضُرُّونَ * (٤٣: ١٢٦) * إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ * (٨٩: ١٢٦) * بِالَّذِي يَسْلُمُ وَجْهَهُ لَهُ صِرَافِعُ الْبَاقِينَ
مِنَ الْمَعْبُودِينَ * وَالَّذِي يَطِيعُهُ وَلَا يَطِيعُ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ * وَالَّذِي لَا يَسْجُدُ لِلْمَالِ الْبَدِينِ * لِيَجَاهِدَ
النَّاسَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَلِيَكُونُوا مِنَ الْغَالِبِينَ * وَلِذَلِكَ دَعَا إِبْرَاهِيمَ رَبَّهُ قَالَ رَبِّ
هَبْ لِي حُكْمًا وَأَكْفِنِي بِالضَّالِّينَ * (٨٣: ١٢٦) * بِالَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ فَإِنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا
عِبَادَةُ الصَّالِحِينَ * وَقَالَ وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ * (٨٧: ١٢٦) * لِيَصِلَ النَّاسُ
عَلَيْهِ يَسْلُمُوا عَلَيْهِ مَا دَامَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ مُسَلِّمِينَ * وَقَالَ وَاجْعَلْنِي مِنْ رُكَّةِ الْجَنَّةِ النَّعِيمِ *
(٨٥: ١٢٦) * فَإِنَّ الْجَنَّةَ لَوَاسِعَةٌ جَنَّاتُ الْأَرْضِ مِنْ عَيْبُونِ * وَزُرُوعٌ وَمَقَامُ كَرِيمٍ * (٢٥: ١٢٦) * وَمَا هِيَ
إِلَّا لِلَّذِينَ قَالَُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقْنَا وَعَدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَشَبُوا مِنْ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ
فَرِحَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ * (٢٤: ١٢٦) * لِأَنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ *
(١٢: ١٢٦) * وَلِذَلِكَ قَالَ إِبْرَاهِيمُ وَأَزْلَفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ * (٩٠: ١٢٦) * وَتُورِثُ الْجَنَّةُ الْغُلَامِينَ *
(٩١: ١٢٦) * لِلضَّالِّينَ الَّذِينَ لَمْ يَرِثُوا مِنَ الْأَرْضِ قِطْعَةً وَكَانُوا مُسْتَضْعَفِينَ * وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ
أَعْمَى فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَى * (٤٢: ١٢٦) * وَلِذَلِكَ دَعَا إِبْرَاهِيمَ رَبَّهُ وَقَالَ وَاصْفِرْ لِي بَنِي
إِسْرَءِيلَ كَانُوا مِنَ الضَّالِّينَ * (٨٦: ١٢٦) * مِنَ الَّذِينَ لَمْ يَسْلُكُوا صِرَاطَ الْمُسْتَقِيمِ * صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ
عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ * (١٠١: ١٢٦) * فَالضَّالُّونَ هُمُ الَّذِينَ لَمْ يَقْدِرُوا عَلَى أَنْ يَهْتَمُّوا فِي
هَذِهِ الدُّنْيَا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمَغْضُوبُونَ * وَالْمَغْضُوبُونَ هُمُ الَّذِينَ لَمْ يَرِثُوا مِنَ الْأَرْضِ قِطْعَةً فَصَارُوا
مُسْتَضْعَفِينَ * وَالْمُسْتَضْعَفُونَ هُمُ الْهَالِكُونَ الْمَغْضُوبُونَ * فَإِنَّهُ قَالَ وَمَنْ يَحْكُلْ عَلَيْهِ عَصَايَ
فَقَدْ هَوِيَ * (٨١: ١٢٦) * وَصَارَ مِنَ الْهَالِكِينَ * فَسَلِّمْ عَلَى الْمُتَّقِينَ * الَّذِينَ يَرِثُونَ جَنَّاتِ الْأَرْضِ شَعْرًا

هـ اى ما تعبدون من اصنامكم عظيمين لها فم لا يستطيعون ان يذكروكم نعمتها اوضحنا والله هو الذى يملك لهم خيرا بل شرا + لما قالوا ابراهيم رب هب
لي حكما (٨٣: ١٢٦) فيصدم منه انه عليه السلام كان يحث قومه على التوحيد عملا ومثالا ليزداد اصنام القلوب على ما صنعوا من الحجر فيسعون الى الدنيا سعيا
بليغا ليسطيطوا على الارض +

يتبعون من الجنة حيث يشاءون * فنعم اجر العاملين السالحين الموحدين المستقين * والحمد لله

رَبِّ الْعَالَمِينَ (١١١) ❦

فما الشِّرْكُ الا ما يشغلكم عن السَّعْيِ اِتِّهَا الضَّالُّونَ الْمَغْضُوبُونَ ! وكل ما يصرفكم عن حدة
الامَّة والاتِّحاد الى الاشتات والافتراق هو الشِّرْكُ لو كنتم تعلمون ❦ ولذلك قال الله لكم اَنْ اَقِيْمُوا
الَّذِينَ وَلَا تَقْرَءُوا فِيهِ كُذِّبَ عَلَى الشُّرَكَائِينَ مَا تَدْعُوهُمْ اِلَيْهِ (١٣: ٣٢) لان الشِّرْكَ يكفهم عن الصَّلَامِ و

الاتِّحاد والمَشْرُوكُونَ هم الَّذِينَ يَفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يَرِيبُونَ وَلَا يَصْلَحُونَ ❦ كل

واحد منهم يشتغل بصفته ويفرح بمال يله صرفا عن الباقي ❦ والله يوحدهم

ويجمع بينكم ويقويكم لو كنتم تعلمون ❦ وإن من قوم في هذه الارض اتحدوا لاصلاح

الا انهم ظهروا قلوبهم من اوثان الاهواء والذات فالف بينهم الله وصاروا من

الموحدين ❦ ولذلك قال الله لكم وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا كُلٌّ جَزَاءُ بِمَا

لَدَتْهُمُ قُلُوبُهُمْ (٣١: ٢٦) ومن اشرك تقطع فصا من المداير ❦ ولذلك قال الله لكم فَلَا تَدْعُ

مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَكُونُ مِنَ الْمَعْدُومِينَ (١٣: ١٦) ❦ ولذلك قال الله لكم اِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً

وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ (٩٢: ٢١) ❦ فما التَّوْحِيدُ الا وُحْدَةُ الامَّةِ لو كنتم تعلمون ❦ وكل من يؤمن

بالله ويحجج رجا الشيطان ويظهر قلبه من الاوثان ويركي نفسه ولا يدخل في جوف قلبه الا التَّوْحِيدُ

يتيسر له لتقوية قومه الجهاد بالمال لانه لا يصلم المال ولا يتخذ الله من دون الله لا يشرك

ولا يلبس ايمانه بظلم ويؤمن بالله سوف يوفي اجرة من عنده ❦ ولذلك قال الله

لِنَبِيِّهِ قُلْ اِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ فَاَسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ

وَاسْتَغْفِرُوا لَهُ وَوَيْلٌ لِلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ (٦١: ٢١) ❦

ومن يؤمن بالله ويتوجه به يتيسر له الجهاد بالانفس والهجرة لانه من يؤمن به عملا ومعنا

فان وُحْدَةُ الامَّةِ
تُجْمَعُ فِي التَّوْحِيدِ
وتصدر منه وما
الشِّرْكُ الا ما ينافي
التَّوْحِيدَ

فان الجهاد بالمال
والجهاد بالانفس
الهجرة تصدق التَّوْحِيدَ
وتوحيده

فلا يجب نفسه من الله فالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ (١٦٥: ١٦٤) ٥ وَلَئِنْ قَالَ اللَّهُ فِيهِمْ وَالَّذِينَ آمَنُوا
 وَهَاجَرُوا وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَانصَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ
 وَرِزْقٌ كَرِيمٌ (٤٧: ٤٦) ٥ فما التوحيد إلا الجهاد والهجرة من دون ما تقدم إليها المسلمون المتوحدون
 وما يؤمن أحد عنده حتى جاهد ما جرت تقوية قومه بل هجر كل ما يشغله عن السعي والعمل من
 يفعل ذلك فأولئك هم المؤمنون حقا وأولئك هم الموحدون ٥ صدقاً عما قال القائلون كذب
 الكذّابون ٥ ومن يؤمن بالله وتوحيده ويزكي قلبه يتيسر له اطاعة أميره لا أنه لا يجد في
 قلبه وثناً يأمره بشئ آخر أو ينهيه عنه فلذلك قال الله لكم يا أيها الذين آمنوا أطيعوا الله و
 أطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم فإن تنازعتم في شئ فردوه إلى الله والرسول إن كنتم تؤمنون
 بالله واليوم الآخر ذلك خير وأحسن تأويلاً (٥٩: ٥٨) ٥ ولا تظنوا أن اطاعة الرسول في زماننا هذا

هي ما يهجر به فقهاءكم الجاهلون ٥ الذين قالوا انتمأهى اتباعاً لحديث النبي ليكرأ
 فيها مثل ما كروا في القرآن ٥ ويحرفوها مثل ما حرفوه علماء ومعتاضاً ويضربوا بعضها
 بعضها ٥ وليضربوها بكتب الله ٥ فيمشوا في الأرض جامدين صابرين وقائلين متعصبين ٥
 شاكرين بأن الله ما جعل عليهم في الدين من حرج وبأنهم هم المفلحون ٥ بل طاعة

الرسول هي طاعة ما كان الرسول يأمر المؤمنين في عهد يومئذ ما مشافهة ومواجهة
 من كونه أميراً على جماعتهم وسيتلهم ليظهرهم على أعدائهم ٥ وما كان يدعوهم لما يحبه
 أو يكرههم من الظلمة إلى النور ٥ لينصروا على أعدائهم غالبين ٥ ومن كان بطبعه أو يستجيب لأحكام
 من فور في عهد النبوة فهو الذي قد طاعه ٥ ومن يطيع الرسول فقد أطاع الله (٨٠: ٨١) وما
 كان للرسول أن يأتي بأمر غير ما أمركم الله ٥ أو يحكم بينكم إلا بما أنزل الله ٥ فما طاعة الرسول
 إلا أن الأاطاعة أميركم ٥ والاستجابة لصاحب الأمر منكم ٥ أول من خلف من بعدك ليأمركم أول من

فإن طاعة الأمير
 ضد من التوحيد
 وتوحيده وما
 طاعة الرسول
 إلا طاعة
 أولى الأمر منكم

قام مقام الرسول فيكم • بل من قام مقام اميركم فيكم • ولذا قال الله لكم ان اطيعوا اولي الامر منكم فالطاعة هي المقصود منه • لانه من اطاع اميره فقد اطاعوا في هذه الدنيا • ولا شك انهم في الآخرة من المفلحين • ولذا قال الله عز وجل لعاصي النبي ومن يطع الله ورسوله يخش الله ويثقه فأولئك هم الغالبون (٥٢: ٢٣) • ولذا قال الله لهم وما أرسلنا من رسول إلا ليطاع بأذن الله (٢٤: ٢٣) فالطاعة هي التي يريد الله منكم اجمعين • فلا تيسروا دينكم بالمكر والتأويل ولا تقسموا طاعة معروفة وإن الله خير بربما تعملون (٥٣: ٢٣) • امركم الله ان تطيعوا ذل الامر منكم • ولا تعصوه في اى حال واشكال • وان اختلفتم في شئ منه او تنازعتم فلا تزلوا تتبعوه • وردوا نزعكم الخليفة الرسول ليحكم بينكم بما انزل الله • او بما كان الرسول يفعل في عهد • وليؤاخذه بما فعل ويحاسبه • فهذا ما عني الله بقوله فردوه الى الله والرسول ان كنتم تؤمنون بالله (٥٩: ٢٣) • لان الفتنة أشد من القتل (١٩١: ١٢) • وما يريد بكم الله من شئ إلا ان تطيعوا اميركم طائعين • ولذلك ذهب السلف من علماء الدين الى انه من اطاع السلطان فقد اطاع الرحمن • لان الطاعة هي التي بُني عليها نظام العالم • وهي التي يهدى الامم منها في هذه الدنيا • ولين لم يسجد لله من في السموات والارض طوعا وكرها لفسدت السموات والارض • ولو كان فيها الهة إلا الله لفسدتا (٢٢: ١٢١) • ولذا قال الله للسماء والارض اثنيان طوعا أو كرها • قالتا اتينا طائعين (١١: ١٢١) • فما الايمان الا اطاعة الامير من دون ما تقدم بل التوحيد الا ان تنظموا انفسكم ساجدين وخائفين • ولذا قال الله لعاصي النبي فأتقوا الله وأصلحو اذات بينكم وأطيعوا الله ورسوله ان كنتم مؤمنين (١: ١٤) • ومن يخش الله الا الله يجعل في خوف قلبه الها غيره • وهذا ما ينفي التوحيد وما يناقض الايمان • فلذا قال الله

• اى لا تنتقل رعا الى رسولكم بالكر ولا تقسموا بالطاعة هي التي لا تخفى على احد ان تطيعوا بالتبعية من انفسكم فلا حاجة لكم ان تقسموا بالله للايمان • ثم هذا ما كتب السلطان محمد تقي ومن خلفه بعد على سيكتهم نظر الى تشديد ملكهم وتقوية حكمهم في الهند فلا شك في ان المسلمين في عهدهم كانوا يعبدون الله من طاعته ولا شك في انهم كانوا يعلمون ان اطاعة الرسول انما هي اطاعة السلطان •

أَخْشَوْهُمْ فَقَالَ اللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (١٣: ١٩) ﴿١﴾ فَمَا الْإِيمَانُ وَالْإِتْقَانُ وَالتَّوْحِيدُ
 الْأَشْيَاءُ وَاحِدٌ فِي الْأَصْلِ يَصْدُرُ مِنْ أَنْ يَطَهَّرَ الْإِنْسَانُ قَلْبَهُ مِنْ رَجْزِ الْأَوْتَانِ * وَلَا شَكَّ أَنَّ طَاعَةَ
 الْأَمِيرِ فَرْعٌ مِنْ فُرُوعِ الْإِيمَانِ * وَمَا هِيَ إِلَّا التَّوْحِيدُ أَصْلًا وَعَمَلًا لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢﴾ وَهَذِهِ مَا وَجَّهَ
 بِهِ كُلُّ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الدِّينِ الَّذِي شَرَعَ اللَّهُ لَنَا * وَالْفَطْرَتِ الَّتِي فُطِرَ
 اللَّهُ النَّاسَ عَلَيْهَا * لَا نَبِيَّاءَ نَاوِحًا وَهُودًا وَصَلْحًا وَلُوطًا وَشُعَيْبًا وَعِيسَى عَلَيْهِمُ السَّلَامُ قَالُوا لَا اقْرَأُوا هَؤُلَاءِ
 إِلَّا تَتَّقُونَ ۚ إِنَّي لَكُمُ رَسُولٌ أَمِينٌ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاطِيعُونَ ۚ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ
 رَبِّ الْعَالَمِينَ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاطِيعُونَ ﴿٣﴾ ﴿١١٠-١٠٦-١٠٧﴾ ﴿٤﴾ فَمَا أَصْرُ الْأَعْلَى تَقَاءُ اللَّهِ طَاعَةُ الْأَمِيرِ * لَا نَبِيَّاءَ سِرَ
 الْفَلَاحِ وَالْأَمْنِ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا * وَالْإِتْقَانُ سِرُّ الْإِيمَانِ وَالتَّوْحِيدُ * وَالتَّقْوَى وَالطَّيْعُونَ هُمُ الْأَمِينُونَ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٥﴾
 وَلِنُظَرُ إِلَى كُلِّ مَا تَقَدَّمَ فِي شَرْحِ التَّوْحِيدِ الْقَوْلَ الْحَقُّ الَّذِي لَا يَشَكُّ فِيهِ هَوَاتِ
 كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ أَصُولِ الْإِسْلَامِ الَّتِي تَقَدَّمَ ذِكْرُهَا أَعْنَى وَحْدَةِ الْأَمَّةِ وَطَاعَةَ الْأَمِيرِ وَلِهَذَا بَدَأَ الْفَسْرُ
 الْجِهَادَ بِالْمَالِ وَالْهَجْرَةَ وَالْإِسْتِقَامَةَ فِي السَّعْيِ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ وَالْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ بِالْآخِرَةِ يُوَلِّجُ فِي أَصْلِ التَّوْحِيدِ
 لِأَنَّ كُلَّ هَذِهِ الْأَعْمَالِ يَصْدُرُ مِنَ الْقَلْبِ الَّذِي لَا يَتَّخِذُ إِلَّا هَاطِغِهِ * وَلَا يَعْبُدُ إِلَّا طَاطِغَتَهُ * وَلَا يَصْنَعُ
 نَفْسَهُ * وَلَا يَجِبُ شَيْئًا غَيْرَهُ * وَلَا يَخْشَى أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ * وَالَّذِي يَسْعَى فِي الدُّنْيَا سَعْيًا بَلِيغًا لِيَعْرِفَهُ
 وَالَّذِي لَا يَسْئَلُ عَلَى مَا يَفْعَلُ مِنْ أَجْرِ الْأَعْلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٦﴾ وَمَا يَفْعَلُ كُلُّ هَذِهِ إِلَّا الَّذِينَ
 يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ وَقُلُوبُهُمْ وَجَلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ ﴿٧﴾ ﴿١٠٢: ٢٣﴾ وَمَنْ يَفْعَلْ هَذِهِ
 الْأَعْمَالِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ * فِي هَذِهِ الدُّنْيَا أَيْنَمَا نَظُرُونَ ﴿٨﴾ صَرَفًا عَنِ الْقَوْلِ وَبِعَقْدِ
 فَلَا شَكَّ فِي أَنَّ التَّوْحِيدَ فِي الْعَمَلِ هُوَ الَّذِي بُنِيَ عَلَيْهِ الْإِسْلَامُ * بَلِ الَّذِي قُطِرَ عَلَيْهِ النَّاسُ * بَلِ مَا
 خُلِقَتْ عَلَيْهِ الْجِنَّ وَالْإِنْسُ فَلِذَلِكَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لَعَلَّ

﴿١﴾ فَيَصْدُرُ مِنْ هَذِهِ الْأَبَاتِ الْجَمْلَةُ النَّافِعَةُ مِنَ الْإِتْقَانِ وَطَاعَةِ الْأَمِيرِ هُوَ بَرِيدُ اللَّهِ مِنَ النَّاسِ سِيَاقُ تَفْصِيلِ مَا لَا تَقْدَرُ عَلَى التَّصْفِيحِ الْأَتَمِّ (١٠٦-١٠٧) مِنْ مَعْنَى
 الْإِسْتِغْنَاءِ فِيهِمْ لِكَمَالِ الْإِيمَانِ بِبَرِيدِ اللَّهِ مِنْهُمْ فَعَدَّ طَاعَةَ الْأَمِيرِ وَطَاعَةَ اللَّهِ وَطَاعَةَ النَّاسِ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا وَهُمْ الَّذِينَ يَبْدُلُ اللَّهُ خَوْفَهُمْ بِإِيمَانٍ وَضَعْفَهُمْ قُوَّةً فَلِذَلِكَ قَالَ
 الْأَنْبِيَاءُ لَا قَرَامَ لِي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ (١٠٤: ١٣٩) أَيْ جَعَلَكُمْ بِالْعَاقِرِ الَّذِي يَبْدُلُ خَوْفَكُمْ إِيَّاهُ بِإِيمَانٍ أَكْثَرُ النَّاسِ مِنْهُ عَنِ جَنَّتِكُمْ بِأَمَانَةٍ فَهَلْ لَيْسَ بِصَحِيحٍ

لِيَعْبُدُونَهُ (٥٦: ١٥) وكل من يصرف عن هذه الاعمال يصرف عن التوحيد * ويشرك بالله *
 بل يظلم نفسه * فاولئك هم الهالكون * في الدنيا ايما تنظرون * ولا شك انهم في الآخرة
 من الخذلان * والذين يعبدون الله مخلصين له الدين * ولا يتخذون اربابا غيره علماء ومعنا
 في قلوبهم ابدل * ويسعون في توحيدهم سعيًا بليغًا لئلا يغلوا * ويستفتون على
 اعدائهم بتوحيدهم * فاولئك هم الغالبون * تجاء في جنودهم عن المضاجع يدعون ربهم خوفًا
 وطمعًا ومما رزقهم ينفقون (١٦: ١٣) * قليلا من الليل ما يهجعون (١٤: ٥) * ليجاهدوا في
 سبيلهم بايديهم وارجلهم حتى جهادهم وليغيروا ما بانفسهم جاهدن * وبلا سحرهم يستغفرون
 (١٨: ٥) * ليغفر الله لهم ما تقدم من ذنبهم وغفلتهم وما تاخر * ويرجعوا اليه مضاعفين سعيهم
 مقدرين * هم الذين قالوا ربنا لا تؤاخذنا ان نسينا او اخطانا * (في مساعينا ربنا ولا تحمل علينا
 اصرا كبيرا حملناه على الذين من قبلنا * لنستغفر على اعدائنا ربنا ولا تحمِلنا ما لا طاقه لنا به * واعف عنا
) نظر الى وسع انفسنا * وقلة حيلتنا * واغفر لنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا على القوم الكافرين *
 (٢٨: ١٢) * لهم البشري في الحياة الدنيا وفي الآخرة لا تبدل الكلام الله ذلك هو الفوز العظيم *
 (٦٣: ١١) * افرء يتكلم انكم عذاب الله بغتة او جهرة هل يهلك الا القوم الظالمون (١٧: ١٤)
 المشركون * ورايتهم انه من امن ولم يلبس ايمانه بظلم او ليك لهم الامن * وهم همدون (١٦: ٨٣)
 فيا من يزعمون الله ما العبادة الا اعتكافكم في بيوتكم او مساجدكم متصرفين عن خلق الله
 راغبين عما خلق الله في السموات والارض وما بينهما بالحق * حاسبين خلقه باطلا وعبتا * مكرين
 اسمائه بالها وهزلا * ما العبادة بما زعمتم * وما هي بجمود في زواياكم الذي يستحكم
 الى الدالة والمسكنة * او عزلة تضعف قولكم وتفشلكم * فتقولوا ما انزل الله علينا
 في القرآن من شيء * وما هو بشيء يصلح بالنا في الدنيا بل يحزننا ويحببنا * بل هو الذي

في الله ما العبادة
 الا طاعة احكامه
 تعالى والسعي والعمل
 وما هي بهيانية -

يشيع الذلة والمسكنة فينا * وما هذا إلا أساطير الأولين ❦ بل هُتِمَ اللهُ عن هذه الرهبانية
 أيها الجاهلون ❦ ابتدئوا رهبانكم وأجباركم وأصفياؤكم ليصلحوا بالانفسهم ويخربوكم * أو يكيدوا
 الله * ما كتبها الله عليكم قط إلا ابتغاء رضوان الله فمادعوها حق رعايتها (٢٤: ٥٤) أفلا تعقلون ❦
 إِنَّ أَنْتُمْ الْأَمُفَرُونَ (٥٠: ١١) * على الله فأنكم تقولون على الله ما لا تعلمون ❦ ما يريد الله من
 تعبدكم من شيء بل ما عبادة الله من شيء إلا أن تسعوا في الأرض جاہدين ❦ وما ابتغاء رضوان
 إلا أن تعملوا وتستقيموا إليه وتصابروا وتوكلوا عليه مبيتين ومصحين ❦ لتبتغوا فضلا
 منه ورحمة ونعمة فمن ابتغى نعمته وسعى لها سعيها فهو الذي ابتغى وجهه باليقين ❦ وما
 لأحد عنده من نعمة تجزي إلا ابتغاء وجه ربه الأعلى (٢٠: ١٩-٢٠) أفلا تتدبرون ❦ وما يريد
 الله من عبادته من شيء إلا أن تصبوا شيئا في جهادكم فتقلبوا خسران ❦ وإن لا تأخذوا شيئا
 ربكم فظنوا عليه أكفين ❦ شاعلين عز سعيكم فتكونوا من الخائبين ❦ وإن تقروا عليه لتقروا
 عما خلاه * ولتذهبوا له لتذهبوا عما سواه زاهبين ❦ لتروا الأرض فأنه من ورث الأرض فأولئك
 قوم عابدون ❦ وأولئك عبادة الصالحين ❦ فلذلك قال الله لكم لعبادوا الذين آمنوا بالآخرين
 واسعة فإني فاعبدون (٥٦: ١٢٩) بوراة الأرض الواسعة فإني فاعبدون ❦ فإني فاعبدون
 ونورثها من نساء من عبادة الصالحين ❦ فما العبادة إلا أن تستميتوا في أرضه الواسعة فافترين
 وإن تسعوا في منابها غالبين ❦ فأنه قال كل نفس أكفأت لثوابها ❦ فإني فاعبدون * والذين آمنوا
 وعملوا الصالحات لننبؤنهم من الجنة عرا فاعبدوا ❦ فإني فاعبدوا ❦ فإني فاعبدوا ❦ فإني فاعبدوا
 صابروا وعلى ربهم يتوكلون (٥٩: ٥٤-٥٩) في نتائج سعيهم ❦ فإني فاعبدوا ❦ فإني فاعبدوا
 لا يعلمون (٢٥: ٢٤) ولا يعقلون ❦ ما العبادة إلا ما ومتكم على التوحيد ما زلتكم وتعبدكم
 له ما استطعتم * واستقامتكم إليه ليلا ونهارا ❦ لتسعوا في الأرض جاہدين ❦ ليؤخذكم ويقوكم

ويغلبكم على العالمين ﴿١٥٠﴾ ويحييكم يا حيّ يا قيّوم ﴿١٥١﴾ ويلين قلوبكم بتركيب نفوسكم ﴿١٥٢﴾ ويشرح صدوركم
باجلاء الاوثان منكم ﴿١٥٣﴾ فتمشوا في الارض قاهرين ﴿١٥٤﴾ مرسلين انعم ربكم على انفسكم مدبرا كالتماء
والكلين من فرقكم ومن تحت ارجلكم فرحين ﴿١٥٥﴾ ولذلك قال هو لقومه ليقيم اعبد الله ما لكم من
الله غيره وان انتم الا مفترون ﴿١٥٦﴾ يقيم لا استلتم عليكم اجرام ان اجري الا على الذي قطري افا لا
تعقلون ﴿١٥٧﴾ ويقيم استغفر واربعكم ثم توبوا اليه يرسل السماء عليكم قدرا ويزيدكم قوة الى
قوتكم ولا تتولوا الجحيمين ﴿١٥٨﴾ ولذلك قال فوج لقومه يقيم اني لكم نذير مبين اراعبدوا
الله واتقوا واطيعون ﴿١٥٩﴾ واستغفر واربعكم ﴿١٦٠﴾ الله كان غفارا ﴿١٦١﴾ يرسل السماء عليكم
مدرا وازارا ﴿١٦٢﴾ ويمدكم باموال وبنين ويجعل لكم جنات ويجعل لكم انهارا ﴿١٦٣﴾ ولذلك
قال الله عز وجل ان الذين قالوا ربنا الله ثم استغفوا تتنزل عليهم الملائكة الا تخافوا ولا تحزنوا
وانبشروا بالجنة التي كنتم توعدون نحن اوليوكم في الحياة الدنيا وفي الآخرة ولكم فيها ما
تشتبهون انفسكم ولكم فيها ما تدعون ﴿١٦٤﴾ نزلا من غفور رحيم ﴿١٦٥﴾ فما العباد
الا ما يزيدكم قوة ويضعفكم نعمة ايها الضالون المفلتون الراهبون ﴿١٦٦﴾ والذي يجعل لكم جنات
في هذه الارض ويجعلكم مالكا لانهار والعيون ﴿١٦٧﴾ والذي يمدكم باموال وبنين والذي يبدل
خوفكم امنا ويستخلفكم في الارض ويبشركم في الحياة الدنيا ليكون لكم فيها ما تشتهون ﴿١٦٨﴾ ومن
اظلم من ان ترى على الله كذبا ﴿١٦٩﴾ وقال ان هذا القرآن لا يفلحني ولا يهديني ﴿١٧٠﴾ كذبا ان هذا
القرآن يهدي للتي هي اقوم ويبشّر المؤمنين الذين يعملون الصالحات ان لهم اجرا كبيرا ﴿١٧١﴾
افلاتنكرون ﴿١٧٢﴾ ومن اجل بعذاب الله لا تكمل تعلمون كتابه او تحزنون معناه الا انفسكم فتخلون
والله لا اجل في كل ما جرى في القرن الاولى في عهد نبينا صلعم صلوته غير هذه الصلوة او توحيد غير

هو فصل من الخوض في هذه الآيات الله تعالى ما خلقه بغير جنات غير مستحيين الا انهم لا جنت الارض ويعيونا لا الجنة الآخرة قط كما فهم كل الشارحين علماء
الدين منه - فما قصد عز وجل منه في اتي مقام الا الاستخفاف في الارض والتمكين من ربها ووجها ويؤيد هذا القول قوله تعالى في هذه الآيات يزيدكم
قوتكم الى قوتكم وقرنه بكم باموال وبنين وقوله يرسل السماء عليكم قدرا ويزيدكم قوة الى قوتكم في الآيات الا بالملكو (الباقية)

هذا التوحيد او عبادة غير هذه العبادة التي كانت تنصرهم على عدائهم غالبين ولا اجزى
 كلامه تعالى من اقله الى اخره مسحة من خبر الا انه ارسل رسوله بالهدى ودين الحق
 ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون (١٠٣-١١١) فهل انتم تؤمنون بهذا القرآن
 من هذه القليل انظروا على اعدائكم عابدين وبنا الصلوة لتخطوا كقار الارض مهلدين
 وبنا التوحيد لتقبضوا على الارض راهبين وبنا العبادة لتعبدوا اقوام الارض ساجدين
 ومن اطاع الله يطوع له جنت الارض ايها الغفلون فلستم بمؤمنين به ولستم له عابدين
 او مصلين او موحدين وما اكثر الناس ولو حرصت بمؤمنين وما نبأناهم عليه من اجر
 ان هو الا ذكرا للعلمين وكان من آية في السموات والارض يترؤون عليها وهم معرضون
 وما يؤمن من اكثرهم بالله الا وهم مشركون افامنوا ان تأتيهم غاشية من عذاب الله اولئك لهم
 الساعة بغتة وهم لا يشعرون قل هذه سبيلي ادعوا الى الله على بصيرة انا ومن اتبعني و
 سبحن الله وما انا من المشركين وما ارسلنا من قبلك الا رجا لا تؤجى اليهم من اهل القرى
 اقلتم سيروا في الارض فينظروا كيف كان عاقبة الذين من قبلهم ولدا الاخرة خيرا للذين
 اتقوا اولا تعقلون حتى اذا استأنس الرسل وطمئنا انهم قد كن بواجاء هم نصرنا فأتى من
 السماء ولا يرد بأسنا عن القوم المجرمين لقد كان في قصصهم عبرة لاولي الابصار ما كان
 حديثا يغفركم ولكن تصديق الذي بين يديك وتقصيل كل شيء وهدي رحمة
 لقوم يؤمنون (١١٢-١٠٣-١١١)

ولا شك في ان كل واحد من اصول الاسلام اعني التوحيد في العمل ووحدة الامة واطاعة
 الامير والجهاد بالمال والجهاد بالانفس والهجرة والاستقامة الى السعي ومكارم الاخلاق و

(البقية من صفة) يتعرف كلمات الله عن مواضعها وتهدل مقاصد القرآن ليجعلوا يسرا لانفسهم وقد بينت في كتابي تذكر ان الله قصد
 من لفظ جنت جنت الارض بالاشتغال على انه جاء في هذا المعنى في القرآن في مواضع شتى صراحة فليرجع القارى الى صفحات ١١٥-١١٦-
 تحت المتن للتشريح التريه اي هذا القرآن يقض عليكم كل ما يجري في الحاة يوما فيومنا تعتبروا

العلم والایمان بالآخرة التي تقدم ذكرها من لوازم الايمان بل شرائطه التي ما كانت لها
 ان تُفك عن الايمان ٥ فسن لزمها استقام في ايمانه ٥ ومن صرف عنها سقط ايمانه ٥ فتدبر وان
 انتم قومٌ تتفكرون ٥ فاما التوحيد في العمل او تعبده تعالى فلا يخلو اعلمه عز وجل الخالدين
 اقبأ بشد خشيتهم والثقات ٥ او بأشد حبه وابغاء وجهه ٥ حمل الله كلاهما على الايمان وقال
 في خشيتهم: **الْخَشَوْنَهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ** (١٣: ١٩) ٥ وفي الثقات: **أَتَقُوا اللَّهَ**
إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (١١٢: ١٥) ٥ وفي حبه والذين **آمَنُوا آمَنُوا حُبًّا لِلَّهِ** (١٢٥: ١٢) ٥ فلا يدخلون في
 جوف قلوبهم احدا من العالدين ٥ واما وحدة الامة فحماها الله على الايمان بل الزمها علينا
 بقوله **إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلَحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ**
 (١٠: ١٢٩) ٥ وبقوله **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ**
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (١٩٩: ١٣) ٥ وبقوله **فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا أَمْرًا إِذْ أَنْتُمْ تُبَيِّنُكُمْ وَأَطِيعُوا اللَّهَ**
وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (١١: ٥) ٥ واما اطاعة الامير فدل على كونها من الايمان قوله
 تعالى **لِمَاعَصْرِ النَّجْبِ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا أَمْرًا إِذْ أَنْتُمْ تُبَيِّنُكُمْ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ** (١١: ٥) ٥ وقوله
مَا كَانَ لِلْمُؤْمِنِينَ وَلَا لِلْمُؤْمِنَاتِ إِذَا افْتَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ
اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلًّا مُبِينًا (٣٦: ٣٣) ٥ بل قوله **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا**
الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَادَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (٥٩: ٢٣) ٥ وقوله **إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا**
كَانُوا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوا مِنْهُ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ
بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنٍ فَأَذَنْ لِمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ
رَحِيمٌ (٦٢: ٢٣) ٥ واما الجهاد بالمال والجهاد بالانفس والهجرة فحماها الله على

في اية واحدة
 واطاعة الامير
 من لوازم الايمان

الايمان ويؤيد هذا القول قوله **إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَ**

جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ (١٦: ١٠٩) **وقوله وَالَّذِينَ آمَنُوا**

وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَانْتَصَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ

كَرِيمٌ (٤٧: ٨) **وقوله آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَنْفَقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ**

فَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَأَنْفَقُوا لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ وَمَالُكُمْ لَا يَقْتُلُكُمْ بِاللَّهِ وَالَّذِينَ سَأَلُوا

يَدْعُوكُمْ لِتُؤْتُوا بِرُكُومٍ وَقَدْ اخَذَ مِنْكُمْ إِكْرَامًا كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (٥٤: ١٥) **وقوله كَفَىٰ لِلَّهِ الْبُزْغِينَةُ**

الْقِتَالِ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا (٢٥: ١٣٣) **وَأَمَّا الْإِسْقَامَةُ فِي الْعَمَلِ مِنَ التَّوَكُّلِ فِي النَّاتِجِ فَلَهَا**

عَلَى الْإِيْمَانِ بِقَوْلِهِ وَلَا تَهَيَّؤُوا وَلَا تَخْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ

(١٣٨: ١٣) **وبقوله يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ** (١٩٩: ١٢)

وبقوله إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ

رَبِّهِمْ يُتَوَكَّلُونَ الَّذِينَ يَفْقَهُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ

عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ (٢١٨: ٢٧) **وبقوله تَعَالَىٰ فِي بَنِي إِسْرَءِيلَ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الَّذِينَ**

يَحْكُمُونَ انْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمَا إِذْ خَلَا عَلَيْهِمُ الْبَابُ إِذْ ادْخَلْتُمُوهُ فَانْكَبُوا عَلَيْهِمْ وَعَلَىٰ اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ

مُؤْمِنِينَ (٢٣: ١٥) **وبقوله يَقُولُونَ كُنْتُمْ آمَنَّا بِاللَّهِ فَلْيُفْعَلْ لَكُمْ تَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُسْلِمِينَ** (٨٣: ١١)

وَأَمَّا مَكَارِمُ الْإِخْلَاقِ اعْنَى السَّعْيَ لِلْعَمَالِ لِأَخْرَجَةٍ مِنْ زِنِ الْأَعْمَالِ الْعَاجِلَةِ الَّتِي تَوْدِي إِلَيْكُمْ أَجْرَكُمْ

مِنْ فُورٍ وَمَا تَبْقَىٰ لَكُمْ مِنْ ثَوَابِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ الْأَعْدَابُ فَحَمَلَهَا اللَّهُ عَلَى الْإِيْمَانِ فِي قَوْلِ شُعَيْبٍ وَلَا

تَنْفُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِنِّي أُرِيكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَعْمَلُونَ خُذُوا خَوْفًا عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ فَجِيئٍ وَيَقُولُونَ

أَكْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَتَّبِعُوا النَّاسَ فِي شَيْءٍ هُمْ وَلَا تَعْتَوْنَ فِي الْأَرْضِ مُقْسِدِينَ بَقِيَتْ لِلَّهِ

خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (٨٢: ١١) **وفي قوله يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا**

فإن المهاد بالمال و
الانفس والهجرة من
الايمان

فإن الاستقامة في
العمل من الايمان

فإن مكارم الاخلاق
من الايمان

(١٤٠:٢) ۞ وَفِي قَوْلِهِ الزَّائِيَةُ وَالزَّائِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ
 وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا دَافِعِي دِينِ اللَّهِ إِنَّ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَيْشَهِدَ عَلَيْكُمَا طَرِيفَةٌ
 مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ (١٢:٢٣) ۞ وَإِنَّا الْإِيمَانُ بِالْآخِرَةِ فَمَعْظَمُ الْقُرْآنِ يَشْهَدُ عَلَى اللَّهِ مِنْ عَمَلِ الْأَعْمَالِ
 الْعَاجِلَةِ لِيَأْخُذَ أَجْرَهُ مِنْ فَوْقِ * وَلَمْ يَكُنْ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ * وَلَمْ يَرْجِعْ لِقَائِهِ تَعَالَى يَوْمَ الْقِيَمَةِ * وَلَمْ يَرِدْ
 إِلَّا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا * وَقَالَ مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ (٢٣:١٣٥) * وَامْرُؤٌ
 نَفْسُهُ بِالسَّوْءِ لِيَهْلِكَ قَوْمُهُ * فَلَمْ يَكُنْ مِنْ عِنْدِ * وَلَمْ يَسْلَمْ وَجْهَهُ * فَلِذَلِكَ قَالَ اللَّهُ مَنْ كَانَ
 يَرْيِدُ الْعَاجِلَةَ جَعَلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَدْمُومًا مَّا دُمَا حُورًا وَمَنْ
 أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا (١٨:١٤-١٩) * وَلِذَلِكَ قَالَ رَبُّنَا
 لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنَّنُوا فِيهَا وَلَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُونَ * أُولَئِكَ مَاؤُهُمُ النَّارُ
 بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (٤:١١) ۞ فَلَا شَكَّ أَنَّ الْإِيمَانُ بِالْآخِرَةِ فَرَعٌ مِنْ فُرُوعِ الْإِيمَانِ الَّتِي مَا كَانَتْ لَهَا
 أَنْ تَفُكَّ عَنْهُ وَيَشْهَدُ عَلَى ذَلِكَ قَوْلُهُ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ (٢:١٧) * الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ
 مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ (٢:١٢) ۞ مَعَ قَوْلِهِ اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (١١:١٥) ۞
 وَإِنَّمَا الْعِلْمُ بِحَمْلِ اللَّهِ تَحْصِيلَهُ عَلَى الْإِيمَانِ وَقَالَ إِنَّ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ
 لِلَّذِينَ يُؤْمِنُونَ (٣١:٣٥) * وَقَالَ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِلَّذِينَ يُؤْمِنُونَ (٣١:١٩)
 وَقَالَ وَاللَّهُ أَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ
 وَالْأَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ * أَلَمْ يَرْوِ إِلَى الظَّيْرِ مُسْتَحَرِّبٌ فِي جَوِّ السَّمَاءِ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا
 اللَّهُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (٤٩:١٦) ۞ وَمَا كَانَ لِلْعِلْمِ أَنْ يَفُكَّ عَنْ
 الْإِيمَانِ وَيَشْهَدُ عَلَى ذَلِكَ قَوْلُهُ وَمَنْ النَّارِ الدَّوَابِّ وَالْأَعْمَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَلِكَ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ
 مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ (٢٨:١٣٥) ۞ مَعَ قَوْلِهِ اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (١١:١٥) ۞

فَإِنَّ الْإِيمَانَ بِالْآخِرَةِ
 مِنَ الْإِيمَانِ

فَإِنَّ الْعِلْمَ بِحَمْلِ اللَّهِ
 مِنَ الْإِيمَانِ بَلْ هُوَ لَوَازِنُهُ
 وَمَا الْعِلْمُ إِلَّا بِرَأْعَالِ
 اللَّهِ وَمُطَالَعَةِ حِكْمَتِهِ
 الْفُطْرَةِ -

فلا شك في ان العلم هو الذي يوصل من دراسة اشياء الطبيعة ومطالعة صحيفة الفطرة باستعمال
السمع والابصار والافدة * ومن علم اعماله تعالى مشاهد ومواجهة * ودرس كتاب الله
الذي هو بين يديه شاهدا عليه فهو الذي قد علم ربه * وهو الذي عرفه حق معرفته * بل خشية
حق خشيته * فالعلماء هم الذين يتقون بالله بالحق واولئك الذين يؤمنون به اينما ينظرون
تقشع من درسه جلوه هم ثم تلين قلوبهم الى ذكر الله (٣٩: ٢٣) * لا تهم شهد اعماله العظيمة
الجليلة باعينهم بل شهد وامليكته وجوده التي لا يعلم وسعها وعدتها الا هو بسمهم وابصارهم
فلما عجزوا شهد واته هو العزيز الحكيم الباري الفاطر الجبار القهار الذي لا اله الا هو وهو على كل
شيء قدير * فلذلك شهد الله رضى نفسه بعظمة اعماله انه لا اله الا هو * ولكيلا يشهد اعليه
بقدرتهم ووسعتهم واولو العلم قائما بالقسط شهدوا على وحدته وعظمته بمشاهداتهم انه
لا اله الا هو العزيز الحكيم (١٤: ٣) فلا شك ان اولى العلم هم الذين يورثهم الانبياء في زماننا
هذا * لا تهم يورثون علمهم ونباهم بعد ختم الانبياء * بل ياتون بالنبا العظيم الذي جاء به الانبياء
من قبل نبينا منه * ليهدوا القوامهم قائمين بالقسط الى صراط مستقيم * وهم الذين يعرفون
ربهم بوساطة قانونه * ويطمعون ان يبتغوا وجهه باتباع مسنونه * ويخافونه ليرجوا ثوابه *
وينهون جماعتهم عن البغي والتفاد ليقوا عذابه * ويسجدون له عملا ومعنا ليبغوا فضله * بل
يصلون صلوة التمجيد والتشكر لينظموا جماعتهم * ويجاهدون باموالهم وانفسهم ليهديا
قومهم * ويهدونهم بعلمهم لعالمهم يفلمون * ولذلك قال الله لكم ان الذين يتلون كتاب الله
راى صحيفة الفطرة واقاموا الصلوة وانفقوا مما ادرنا من قبلهم سرا وعلا نبيلا يرجون تجارة لن تبور
ليؤتيهم اجرهم بغير حساب * فضل الله الله غفور شكور * والذين اوحينا اليك من الكتاب هو
الحق مصدقا لما بين يدينا ان الله بعباده خير بصير (٣٥: ٢٩-٣١) فلا شك في ان

* وليطير القاسم الى صفحة ١٣٠-١٣١ لتشرح هذه الصلوة * اي ما تضمنت لك من القانون من صحيفة الفطرة وما اوحيت اليك منه فهو يمتدق بما يجري بين يديه *

القرآن هو الفطرة * بل هو الذي تُخَصُّ فيه روح من امره تعالى * ولا شك في أن قانون ذلك الكتاب هو ما يصل من دراسة كتب الله اعنى صحيفة الفطرة * ولا شك في أن قانونه يصدق لما يجري في العادة وما يجري بين يديه يوماً فيوماً * فمن فاز في هذه الدنيا فقد فلح بهذا القانون * ومن هلك هلك عن بينة (٣٢: ٨) منه * فتدبروا انتم قوم يمد برون * ونظر الى كل ما تقدم من قوله تعالى في حقيقة العلم القول الفيصل الذي لا يشك فيه هو ان علماء الطبيعة هم الذين يؤمنون بتوحيد تعالى بالحق * بل يؤمنون بكتب الله الذي عرضة السموات والارض بالحق * بل بالكتب الذي اوحا الله الى نبيينا صلعم * فانه قال بل هو ايت بيئت في صدور الذين اوتوا العلم وما يحد باليتنا الا الظالمون (٣٩: ١٢٩) فما العلم الا فرع من فروع الايمان التي ما كانت لها ان تفك عنه * ومن علم اعماله تعالى بحمد وسعه وبلغ فيه اشد مبلغه فهو الذي قد امن به * فلذلك قال الله فيهم نظرا الى سجد هم ليلاد ونهارا الاحكامه وخيفتهم عذابه ورجاءهم رحمته بل قيامهم بالقسط ليحدوا القوامهم من عاقبة امرهم في الدنيا والعقبى * آمن هو قانت انا النيل ساجداً وقائماً يحدوا الآخرة وبرجوا رحمة ربه قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون انما يتن كروا اوتوا الا لياتيكم * ومما الله العلماء اوتوا الا لياتيكم لكونهم متفكرين في خلق سمواته وارضه ليعلموا قانونه ويدركوا مشيئته * وليفهموا ما يريد الله منهم ومن قومهم * وليتقوا عذابه فيؤمنوا به ويفعلوا ما يؤمرون * فلذلك قال الله فيهم ان في خلق السموات والارض واختلاف الليل والنهار لآيات لمن اوتوا الا لياتيكم الذين ينكرون الله قياما وعودا وعلى جنوبهم ويتفكرون في خلق السموات والارض ربنا ما خلقنا هذا باطلاً سبحناك فقنا عذاب النار ربنا انك من تدخل النار فقد اخزيتنا وما للظالمين من انصار ربنا اننا سمعنا منادياً ينادي للإيمان ان امنوا بربكم فامنا ربنا فاعف عنا ذنوبنا وكفرنا عما كنا ننسبنا وكفونا مع الكافرين ربنا وانا ما وعدنا على رسلنا ولا تخزنا يوم القيمة انك لا تخلف الميعاد

فَأَسْجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّمَّنْ ذُكِّرُوا أَنُفِئُ بَعْضَكُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَأَلِذِذُوا بِالْحَيَاةِ
وَأَخْرِجُوا مَن دِيَارِهِمْ وَأَوْدُوا فِي سَبِيلِي وَقَتَلُوا أَوْ قُتِلُوا لَا كُفْرَانَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَا دُخْلَ لَّهُمْ جَنَّتِ
بَحْرَىٰ مِنْ تَحْتِهَا إِلَّا نَهْرٌ تَوَّابٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ وَاللَّهُ عِنْدَ هُ حَسُنَ الثَّوَابُ لَا يَغْرُرُكَ تَغْلِبُ الَّذِينَ كَفَرُوا
فِي الْبِلَادِ مَنَّا قَلِيلٌ ثُمَّ مَا أُوتُوا مِنْ جَهَنَّمَ وَبَشِّرِ الْمُهَادَّةَ لَكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِهِمْ لَهُمْ جَنَّتُ بَحْرَىٰ
مِنْ تَحْتِهَا إِلَّا نَهْرٌ خُلِدَ فِيهَا مَنُؤُا مِّنْ عِندِ اللَّهِ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لِّلْآبِرَارِ ﴿١٨٩-١٩٤﴾ فلا شك
في أن علماء الطبيعة وأولى الألباب الذين يتفكرون في خلق السموات والأرض هم الذين يدركون
الله قياماً وقعوداً وعلى جنوبهم * لأنهم يفكشون خلقه ليلاً ونهاراً ليعرفوا قانونه * ويخوفون
قومهم عدلاً به ليتبعوا سنته * ويؤمنون بالقرآن عملاً ومعناً ليكفر عنهم سيئاتهم في الدنيا * و
يعلموا الأعمال الآخرة ليدلوا خوفهم أمناً * ويهاجرون ويخرجون من ديارهم ويؤذون في سبيله * و
يقتلون ويقتلون ليدخلوا جنت الأرض خلدن * وكل هذا ما يفعل الغربيون التصريفيون
في زماننا هذا علماء وعملاء لأنهم يعلمون قانونه ويعلمون الصلحت ويستفضلون فجتت الأرض بعلمهم
تفكرهم * ولا يغفرهم تغلبكم في بلادكم الباقية لأنهم يعلمون أنهم لا تتمتعون فيها إلا قليلاً لا تتخذون
ويخرجون * فهذا أثر لهم من عند الله على هذه الأرض لأنهم يخرجونكم من دار إلى دار فيمشون في جناتهم
أمين * بعلمهم صحيفة الفطرة وبإيمانهم بكتب الله الذي هو بين أيديهم * بل بإيمانهم بالقرآن
الذي هو بين أيديكم * ولا شك في أنهم هم الأبرار الذين آمنوا وعملوا الصلحت في هذه الأرض زماننا
هذا * ولا شك أنهم هم المفلحون * ولا تظنوا الله ما كان للتصريفيين الغربيين المعاصرين أن
يؤمنوا بقرآنكم هذا وإن لم يروا أورد سورة كل سكر فالله شهيد على إيمانهم به وعلمهم في القرآن في ما يلي
الآيت التي تقدم ذكرها وقال وإن من أهل الكتاب من يؤمن بالله وما أنزل إليكم وما أنزل
إليهم خاشعين لله لا يشترؤون بأيت الله شيئاً قلنا أولئك لهم أجرهم عند ربهم إن الله سريع

فيه فيصل من قوله من غير الله أن العجز هو أجل الناس حيث لا يصح أن يقال بعد ذلك وما عند الله في الآخرة هو خير منه * أي أجورهم في الدنيا لأنه سريع الحساب +

الْحَسَابِ (١٩٨: ٢) ❦ بل شهد على إيمان علماء اليهود به في القرن الخالية حين كانوا يأكلون من
 فوقهم ومن تحت أرجلهم لكونهم مقيميهِ وقال والله لتُنزِلَ رَبِّ الْعَالَمِينَ نَزْلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ
 عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ بِلِسَانٍ عَزِيزٍ مُبِينٍ وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ أَوَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَةٌ
 أَنْ يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَءِيلَ (١٩٢: ٢٧-١٩٤) ❦ بل قال فيكم فقد ان علمكم وعملكم وإيمانكم به
 في زماننا هذا ولو نزلناه على بعض الأعمىين فقراء عليهم ما كانوا به مؤمنين كذا لك سلكته
 في قلوب البحر مزين لا يؤمنون به حتى يروا العذاب الأليم فيأتيهم بغتة وهم لا يشعرون فيقولوا
 هل نحن مُنظرون أفيعدنا ربنا يستعجلون أفرأيت إن متعتهم سبعين ثم جاءهم ما كانوا يوعدون
 ما أغنى عنهم ما كانوا يمتعون وما أهلكتنا من قرية إلا لها منذرون وذكرى وما كنا ظالمين
 (١٩٨: ٢٧-٢٠٩) ❦ فلا شك في أنكم لا تعلمون القرآن ولا تؤمنون به أيها الأعمىون الجرمون المالكون
 وما يغني عنكم ما أنتم تمتعون في الدنيا عد سنين ❦ فأنه هوات ما أنتم به توعدون ❦ وما أنتم
 بمؤمنين بالقرآن حتى تروا العذاب الأليم ❦ أفيعدا ربكم تستعجلون ❦ فيأتيكم بغتة وأنتم
 لا تشعرون ❦ والمغربتيون هم الذين يؤمنون بالقرآن العظيم ❦ بعلمهم وعملهم
 في زماننا هذا ولو كره المسلمون المرتسمون ❦ لأنهم هم الذين خاضوا في السموات والأرض شدا
 خصا في هذا الزمان واستنبطوا من هذا الكتاب الجليل المبين آيات الله الباهرة النافعة التي
 هم بها مستسكون ❦ فلا شك في أنهم هم المؤمنون ❦ فأنه من آمن بسموته وأرضه التي خلقها
 الله بالحق وعمل صالحا فهو الذي قد آمن به بالحق ❦ وهو الذي شهد على وحدته وقانونه
 بل أي ملكوت السموات والأرض بعينه ❦ وهو الذي آمن بقرانه ❦ واسلم وجهه له ❦ وتنظم وأصله
 فتقوى ❦ واتقى عذابه ❦ وأولئك من المتقين المصلحين ❦ ولذلك قال الله لكم وما خلقنا السماء
 والأرض وما بينهما باطلا ذلك ظن الذين كفروا فويل للذين كفروا من النار أم نجعل الذين آمنوا

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ يُجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ (٢٨: ٢٨-٢٩) ومن بعد ذلك اشارة الى
 كتابه ليتدبره اولوا الالباب الذين يتفكرون في خلقه نظر الى استنباط قانونه منه ويتبعون فيخلقوا
 وقال كتب انزلناه اليك مبركا ليذكروا آياته وليتذكر اولوا الالباب (٣٨: ٢٩) ولذلك حرص الله
 الناس على مشاهدة خلقه وقال تَخْلُقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ لَكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ
 لَا يَعْلَمُونَ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا الْمُسِيءُ قَلِيلًا
 مَّا تَتَذَكَّرُونَ (٥٨: ٥٨-٥٩) بل لذلك اثنى الله على انبياءه وحمل عليهم وتفكرهم في خلقه و
 استمعوا لهم اشياء الطبيعة ومواليدها اشد مصرفها على الايمان وقال وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ
 عِلْمًا وَقَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا
 النَّاسُ عَلِمْنَا مِنْ مَنَظِقِ الظُّلُمِ وَأَوْثَيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ (١٥: ١٥-١٦) فما كان
 منطق الظير هذا الا ما جهد سليمان عليه السلام في استعمال الطيور واستخدمها لاجراء حكمه من بلد
 الى بلد * او لا يلاغرسلته حين الياس الجهاد في سبيل الله مثل ما استخدم داود وسليمان الشجعان
 والابطال وغيرها من الذين كانوا يعوذون في غياهبات الجبال والسواحل * من المنياء والغواص والتمال
 والصنم * ستمهم بنو اسرائيل الجحش والشيطن لفظاتهم ولكونهم صنعي الايدي في اعمالهم * و
 الذين كانوا يهاجرون الى ملك بني اسرائيل ويأتون من كل فج عميق ليخدموهم * وليبنوا مصانع لهم
 ويرفعوا مساكنهم ومساجدهم * ويحرقوا طبقات الجبال لهم * ويسوقوا امراكبهم على البر والبحر نظرا
 الى تسخيرهم للريح * ويعدنوا الاحجار والمعادن لهم نظرا الى تسخيرهم الجبال لاقطاع الارض * كما يعبدون
 او يستخذونكم المغربيون الان لطلب النفع منكم * وليستخروا ما خلق الله في السموات والارض جميعا لهم
 ومع هذا يستمونكم تسمية الفقراء والخفوة بل يقرنونكم في الاصفا لتعبدوهم فتوزعوهم فلذلك
 قال الله فيهم وَحِشْرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُودٌ مِنَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ الظُّلُمِ فَهُمْ يُوزَعُونَ (١٤: ٢٤) ولذلك اثنى

عليهما لتسخيرهم أشياء الطبيعة * وسعيهم لأجراء الصنعة والتجارة والعلوم في ملكهم وقال داود
وسليمان إذ يحكمين في محراب إذ نفشت فيه غمر القوم وكنا لحكمهم شهدين ففقهتم بأسليمن * و
كلامنا حكما وعلمنا وسخرنا مع داود الجبال يسبحن والطير وكنا فاعلين * وعلمناه صنعة لبوس
لنكف لخصمكم من بأسكم * فهل أنتم شاكرون * وسليمان الريح عاصفة تجرى بأمره إلى الأرض التي
بركنا فيها وكنا بكل شيء علمين (٨١: ٢١-٨١) وقال في تسخير سليمان البحر وأجاء حكمه عليه
فسخر ناله الريح تجري بأمره رخاء حيث أصاب والشياطين كل بناء وغواص وآخرين مقررين
في الآخرة ففاداه هذا عطاؤنا فامنن أو أمسك بغير حساب وإن له عندنا خزفي وحسن ما يب
(٣٨: ٣٦-٣٠) وسبحي لله داود الأبد لكونه عملا وبناء في ملكه * ولأنه عمارة أشد عمارة *
ومن البدائن * وإشاعة العمران في ملكه وسخر الجبال الطير لتقوية قومه وتشديد ملكه فقال إذ كثر عبدنا داود
دا الأبد إنه أوأب * أنا سخرنا الجبال معه يسبحن بالعشي والإشراق والطير محشورة وكل له أوأب وشكرنا
ملكه وأتيناه الحكمة وفصل الخطاب (١٤: ١٣٨-١٣٩) * وأثنى عليه أشد ثناء لأنه بلغه أشد مبلغه فصنعة الحكمة
وعمل الشبغت * وتقدير السر * وثنى عليهما كل تشية وحيلتهما أسألهما الأرض عيوننا من الحنانية والقطر من الجبال
التي سخرها بواسطة البحر والشيطان وحمل كل هذا على الصلوات والعبادة التي شكره وقدره حتى قدمه وقال
ولقد أتينا داود منّا فضلا * يسبحون أوأبى معه والطير وألنا له الحديد أن اعمل سبيغيت فكنز
في السرد واعملوا أصالحا ما أرى بها تعملون بصيرت * وسليمان الريح غدوها شهر ورواحها شهر
وأسلنا له عين القطر ومن الجن من يعمل بين يديه بأذن ربه * ومن يزرع منهم عن امرئ نازلة
من عذاب السعير * يعملون له ما يشاء من محاريب وتماثيل وجفان كالجواب قد رزيت
اعملوا آل داود شكرا * وقليل من عبادي الشكور (١٣: ١٣٣-١٣٤) فهذا ما كان لهم بها
من علم ومن عقل وفكر في مخلوقاته وهذا ما كانوا يعملون * ليعملوا صالحا في الدنيا وليكونوا

في الآخرة من الصالحين ❦ فنبشرونكم بها صلاحيكم في هذه الدنيا أيها الغافلون الجاهلون ❦ و
 بما تشتركون بها أنكم في العقابي أن كنتم صدقين ❦ فالغريبون هم الذين آمنوا بالله على علمهم
 وعملوا الصالحات بأيديهم وأرجلهم بالحق فأولئك هم المفلحون ❦ وقد قال الله لكم في أمم
 خلت من قبلكم ولقد فجيتنا بنبي إسرائيل من العذاب المهين من فرعون أنه كان علياً من الشرفين
 ولقد اخترهم على علم على العالمين ❦ (٣٠-٣١-٣٢) ❦ وقد قال الله لكم وسخر لكم ما في السموات وما في
 الأرض جميعاً منه وإن في ذلك لآيات لقوم يتفكرون ❦ قل للذين آمنوا يغفروا للذين لا يرجون
 أيام الله ليجزى قوماً بما كانوا يكسبون ❦ من عمل صالحاً فلنفسه ومن سوء فعليها فزهر إلى ربكم
 ترجعون ❦ ولقد أتينا بنبي إسرائيل الكتب والحكم والنبوة ودررناهم من الظلمات والضلال
 على العالمين ❦ (١٣٥-١٣٦-١٣٧) ❦ فما فصلوا إلا أنهم تفكروا في خلق السموات والأرض وسخروا
 لأنفسهم ما فيهما وما بينهما وما عليها نبذاً منه ❦ وآمنوا بالذي خلقه الله بالحق وعملوا صالحاً
 بالقسط والحد يد فجزاهم الله بما كانوا يكسبون ❦ وأنتم لا ترجون أيام الله ولا تبتغون فضلاً منه ولا تكف
 لا تؤمنون ولا تصلحون بل تؤمنون بالظن من دون العلم وتؤمنون بأباطيلكم الشرعية المفرقة ❦ و
 ظنونكم المهلكة المعطلة ❦ ومساءلكم الفقيرة الواهية ❦ ما نزل الله بها من سلطان في يده ❦ تحسبون
 خلقه عبثاً وباطلاً وتخذوا آياته سخراً وهزلاً ❦ تكونون في محكم وبراغيتكم وشعركم أنكم أولو علم
 وتعتقدون بالجان والقبور والأولياء لتفعلوا بهم ❦ وتخذون الهة من الأرض لتكروا في توحيدكم
 فلا والله أنتم قوم تجهلون ❦ وقد قال الله لكم والذين آمنوا بالباطل وكفروا بالله أولئك هم
 الخاسرون ❦ (١٢٩-١٣٠) ❦ وقد قال أم حبيب الذين اجتروا السيات أن يجعلهم كالذين آمنوا أو
 عملوا الصالحات سواء محياهم ومماتهم ساء ما يحكمون ❦ وخلق الله السموات والأرض بالحق والنجاة
 كل نفس بما كسبت وهم لا يظنون ❦ (٢١٥-٢١٦-٢١٧) ❦ وقد تبهم الله في صفة العلم بقوله ولا تقف ما ليس

لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا (٣٧: ١٤) اَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿١﴾
 فما العلم الا ما يصد من استعمال السمع والبصر والفؤاده وما العلم الا ما تشهد من با بصاركم وتسمعون بسمعكم
 وتجربون به ليدلوا بهادافؤادكم والذي لم تشهد عليه سمعكم وبصركم وفؤادكم هو الظن فما تتبعون
 الا الظن وان انتم الا تفرصون ﴿٢﴾ وان ذلك هو اعلم من يضل عن سبيله وهو اعلم بالمهتدين
 ﴿٣﴾ ﴿١١٨: ١٦﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لِيُجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاءَ وَاَيۡمًا عَمَلُوۡا وَيُجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوۡا بِالۡحَسَنَةِ
 ﴿٣١١: ٥٣﴾ اَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٤﴾ فَاَلَّذِيْنَ اٰمَنُوۡا وَاَحْسَنُوۡا وَاَصْلَحُوۡا فِيْ هٰذِهِ الْاَرْضِ لَمۡ يَسْتَوِ ۚ اَلَا الْعِلْمُ وَلَمۡ
 يُوۡمِنُوۡا اِلَّا بِالْحَقِّ يُجْزَوْنَ بِالْحَسَنِ وَيَفْعَلُوْنَ ﴿٥﴾ وَاَنۡتُمۡ لَا تَصِلُوۡنَ وَلَا تُوۡمِنُوۡنَ فَاَلۡتَجَرَّوۡا اِلَّا مَا تَكْسِبُوۡنَ ﴿٦﴾
 وَقَدۡ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوۡا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمۡ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ
 مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيۡنَهُمُ الَّذِي رِضُوۡا لَهٗ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمۡ مِنْۢ بَعۡدِ خَوْفِهِمْ اٰمَنًا يَعْبُدُوۡنَنِيْ
 لَا يَشْرِكُوۡنَ بِيْ شَيْۡئًا وَمَنۡ كَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوۡنَ ﴿٧﴾ ﴿٥٥: ٢٣﴾ فَلَمَّا لَا يَسْتَخْلِفُكُمْ
 اللّٰهُ وَلَمَّا لَا يَبۡدِلْ خَوْفُكُمْ اٰمَنًا وَهُمۡ يَخْلَفُوۡنَ ﴿٨﴾ وَتُبۡدِلُوۡنَ بَقِيۡمَ غَيْرِكُمۡ فَتَضَرَّوۡنَ ﴿٩﴾ وَلَنۡ يَخْلِفَ اللّٰهُ وَعَدَهُ
 اَبَدًا اَفَلَا تَتَذَكَّرُوۡنَ ﴿١٠﴾ فَلَا شَكَّ اَنۡتُمۡ لَا تُوۡمِنُوۡنَ وَلَا تَعْمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ لَا تَعْبُدُوۡنَهُ بَلْ
 تَشْرِكُوۡنَ بِهِ وَاَكۡثَرُكُمُ الْفٰسِقُوۡنَ ﴿١١﴾ وَالْمُغۡرِبِيُّوۡنَ هُمُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ زَمٰنِ هٰذَا
 فَيَسْتَخْلِفُهُمُ اللّٰهُ وَيَسۡتَدۡلِجُكُمۡ مِنْ حَيْثُ لَا تَعْلَمُوۡنَ ﴿١٢﴾ اَكۡرَهُ كُلَّ هٰذَا اَوَلَا تَكۡرَهُوۡا وَسُبُوۡا قَاتِلَهُ اَوَلَا تَسۡبُوۡ
 لَكُمۡ لِهٰلِكَوۡنَ ﴿١٣﴾ فَاِنَّكُمۡ لَا تَسۡمِعُ الْمَوۡتٰى وَلَا تَسۡمِعُ الصُّمُّ الدُّعَاۤءَ اِذَا اُوۡلُوا۟ مَدۡ بَرِيۡنَ ۚ وَمَاۤ اَنۡتُمۡ هٰذَا الْعَمِیۡ
 عَنْ صَلَاتِهِمْ اِنَّ سَمِعَ اِلَّا مَنۡ يُؤۡمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿١٤﴾ ﴿٥٢: ٥٢﴾ وَحَرَامٌ عَلٰی قُرۡبَاۤئِكُمْ
 اَهۡلُكُنۡهَآ اَنۡتُمْ لَا يَرۡجِعُوۡنَ ﴿١٥﴾ ﴿٩٥: ٢١﴾ ﴿١٥﴾

فيا معشر الهالكين! ويا زحمة الميتين المستهلكين! المتعارفين في زماننا هذا بالمسلمين
 المؤمنين! ما لكم لا تتبعون الرسول النبي الذي يضع عنكم اصركم والاغلال التي تقيدكم فالذين

أَمْوَالِهِمْ وَعَزَّوَهُ وَلَصَرُّهُ وَالْبَعْوَةُ النَّوْرُ الَّذِي أَنْزَلَ مَعَهُ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٥٤﴾ ۞ يَدْعُوكُمْ
 لِمَا يُحْيِيكُمْ بِالْعِلْمِ وَالْعَمَلِ وَمَا اسْلَافُكُمْ إِلَّا الْعِلْمُ وَالْعَمَلُ بِلِ مَا يُؤْمِنُ بِهِ شَيْءٌ آخَرُ فَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ
 تَهْتَدُونَ ﴿١٥٥﴾ ۞ وَمَنْ قَوْمٌ عِيسَى أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَيَبْهَتُونَ بِهِ يُعْتَدِلُونَ ﴿١٥٦﴾ ۞ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ
 لَا تَصْلَحُونَ ۞ النَّصْرَانِيُّونَ قَدْ بَلَّغُوا الشَّدَّ مَبْلَغَهُمْ فِي الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ وَمَا لَكُمْ لَا تَعْلَمُونَ وَلَا تَعْمَلُونَ ۞ لَقَدْ
 وَرَثُوا الْأَرْضَ صَعِيدَهَا وَجَزْرها وَبِئْرَهَا وَبَحْرَهَا فَصَارُوا مِنْ عِبَادَةِ الصَّالِحِينَ ۞ لَقَدْ آمَنُوا بِالْتَّوْحِيدِ عَمَلًا
 وَعَمَلًا ۖ قَوْلُهُمْ إِنَّ اللَّهَ ثَلَاثُ ثَلَاثٍ ۖ ﴿١٥٧﴾ ۞ وَلَقَدْ اتَّهَمُوا عَمَّا كَانُوا يَقُولُونَ فَاسْتَحَقَّ اللَّهُ مِنْهُمُ الْعَذَابَ
 بِلِ صَارُوا مِنَ الْمُحِبِّينَ ۞ وَمَا لَكُمْ لَا تَحْظَفُونَ أَرْضَهُمْ بِلِ تَخْرُجُونَهُمْ مِنْ أَرْضِهِمْ وَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۞
 إِنْ آمَنْتُمْ إِنْ يَدْرُكُمْ فِي مَا بَقِيَ مِنْ دِيَارِكُمْ آمِنِينَ وَقَدْ قَبَضُوا عَلَى أَرْضِ مَكَتِكُمْ وَالْبَيْتِ الْمُقَدَّسِ
 مَهْلِكِينَ ۞ أَوْ آمَنْتُمْ إِنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ مَا قَدْ سَلَفَ اللَّهُ عَنِّي عَنِ الْعَالَمِينَ ۞ وَكَمْ مِنْ أُمَّةٍ ذَاتِ
 قُوَّةٍ أَهَكَ اللَّهُ مِنْ قَبْلِ وَمَا بَلَغَتْ مَعِشَارُهَا مَا بَلَغُوا فَمَلَّ تَحْتُونَ مِنْهُمْ مِنْ أَحَادٍ وَتَسْمَعُونَ لَهُمْ رُكُوعًا
 سَاجِدِينَ ۞ فَالْحَقُّ أَنْتُمْ لَا تَسْمَعُونَ أَذْذَ عَوْنٍ ۞ تَبْكُونَ فِي زَوَايَاكُمْ كَرَبَاتِ الْحِجَالِ فَلِمَا لَا تَحْلُونَ
 مِنْ أَسَاوَرٍ مِنْ ذَهَبٍ وَلَوْ لَوَّلُوكُمُ الْبُكَوَا عَلَى قِسْمَتِكُمْ مَشْتَمِي قُلُوبِكُمْ صَاكِينَ ۞ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ يَدَاوِلُهَا
 اللَّهُ بَيْنَ النَّاسِ لِيُخَصَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَحَقَّقَ الْكُفْرُ ۖ ﴿١٥٨﴾ ۞ لِيُحَقِّقَ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ
 وَلَوْ كَرِهَ الْجَاهِلُونَ ۞ ﴿١٥٩﴾ ۞ وَإِنْ أَنْتُمْ تَكْرَهُونَ كُلَّ هَذَا فَلِمَا لَا تَرْجِعُونَ ۞ أَوْ تَتُوبُونَ ۞ وَلَمْ
 تَقُولُوا مَكَرَآتِهِ لَغُفُورٌ رَحِيمٌ ۞ فَوَاللَّهِ إِنْ رَدَّكُمْ لَيْسَ لَكُمْ بَعْضُ تَرْجِيمٍ ۞ فَآلَهُ قَالَ وَالَّذِينَ زَعَمُوا
 السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِنْ بَعْدِهَا وَآمَنُوا أَنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لِيَغْفِرَ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۖ ﴿١٦٠﴾ ۞ بَلْ قَالُوا إِنَّ
 رَبَّنَا لَإِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ ثُمَّ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا ۖ إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَيَغْفِرُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۖ
 ﴿١٦١﴾ ۞ وَقَالَ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا ۖ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۖ ﴿١٦٢﴾ ۞ وَقَالَ إِلَّا مَنْ

١٥٤- الإشارة إلى قوله تعالى لَقَدْ آمَنُوا بِالْتَّوْحِيدِ عَمَلًا وَعَمَلًا ۖ قَوْلُهُمْ إِنَّ اللَّهَ ثَلَاثُ ثَلَاثٍ ۖ ﴿١٥٧﴾ ۞ وَلَقَدْ اتَّهَمُوا عَمَّا كَانُوا يَقُولُونَ فَاسْتَحَقَّ اللَّهُ مِنْهُمُ الْعَذَابَ بِلِ صَارُوا مِنَ الْمُحِبِّينَ ۞ وَمَا لَكُمْ لَا تَحْظَفُونَ أَرْضَهُمْ بِلِ تَخْرُجُونَهُمْ مِنْ أَرْضِهِمْ وَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۞

تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا وَمَنْ تَابَ
 وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا ﴿١٢٥﴾ وقال إلا الذين تابوا وأصلحو أو يموتوا فاولئك
 اتوب عليهم وأنا التواب الرحيم ﴿١٢٦﴾ ﴿١٢٧﴾ فما انتم تعلمون السيئات بجهالة * وما انتم بتائبين الى الله
 وما تؤمنون * وما تصلحون * وما تعملون الصلحت * وما تبينون بل تكمون شهادة الله * فكيف يبذل
 الله سيئاتكم حسنت * وكيف يكفر عنكم بالكم السيئة * او يغفر لكم بظلم وانتم ظالموا انفسكم بهيكم * وعلمكم
 عمل الكافرين ﴿١٢٨﴾ فانه قال واني لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحا ثم اهتدى ﴿١٢٩﴾ افلا تعلقون ﴿١٣٠﴾
 بل قال بئس عبادي انا الغفور الرحيم وان عدنا الى هو العذاب الا ليمه ﴿١٣١﴾ وقال اغفلوا
 ان الله شدد يد العقاب ان الله غفور رحيم ﴿١٣٢﴾ وقال رفع بعضكم فوق بعض رجب ليهلكوا
 في ما انتمكم وان ربك سرير العقاب والله الغفور الرحيم ﴿١٣٣﴾ فما هو الا الله يرفع بعضكم على
 بعض بعد ان ابتلاكم في انتمكم التي انتمكم * فمن يكفر بانعه يظلم نفسه فانه يعد بهم * ومن يشكر يرفع
 يل يزدحم فضلا ورحمة * فانه قال لمن شكر ثم لازيد ناكم ﴿١٣٤﴾ وما ربكم بظلام للعالمين ﴿١٣٥﴾ فمن
 تاب من بعد ظلمه واصلم فان الله يتوب عليه ان الله غفور رحيم ﴿١٣٦﴾ وانما التوبة على الله
 للذين يعملون السيئات ثم يتوبون من قريب فاولئك يتوب الله عليهم ﴿١٣٧﴾ والله بصير
 بما تعملون ﴿١٣٨﴾ وليست التوبة للذين يعملون السيئات حتى اذا حضر احدهم الموت قال اني تبت ان
 ولا الذين يموتون وهم كفار ﴿١٣٩﴾ * فمن امن واصلم من قريب غير باغ ولا عاد * ومن تجل سوء
 او يظلم نفسه ثم يستغفر الله يبدل الله غفورا رحيما ﴿١٤٠﴾ ومن اضطر غير باغ ولا عاد فلا اثم
 عليه ان الله غفور رحيم ﴿١٤١﴾ وليس عليكم جناح فيما اخطاتم به ولكن انا عملت قلوبكم
 وكان الله غفورا رحيما ﴿١٤٢﴾ ﴿١٤٣﴾ افلا تستعجلون بتوبكم خشعين ﴿١٤٤﴾ يؤاخذكم بما كسبت قلوبكم
 ﴿١٤٥﴾ فان تبتم يتوب الله من بعد ذلك على من يشاء وهو لطيف لما يشاء ﴿١٤٦﴾ ان الله

(البقرة من صفح ٩١) الاعطى لا يخلو على الاعلان في حجر الاجاد الذي يستامرون فيه ويشادون عا تابعد علم نظرا الى ابلانهم دينهم اتنا ومن معتلا لا تعفن بالوهيت ليهي (البقرة)

عَفْوٌ رَحِيمٌ (٢٤١٩) ﴿﴾ فَيَا أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ التَّجَاهَلُونَ الْمَعَاصِرِينَ! وَيَا أَيُّهَا الْمُسَاهَاوُونَ الْمَاغُونَ
 الْعَادُونَ! الَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ بِالْتَّعْدَمِ وَمَا هُمْ بِمُضْطَرِّينَ ﴿﴾ وَالَّذِينَ لَا يَتَوَبُّونَ إِلَى اللَّهِ وَسَيُغْفِرُ
 اللَّهُ عَفْوًا رَحِيمًا (٢٤١٥) ﴿﴾ الْأَخْبَثُونَ أَنْ يَقُولُوا اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ عَفْوٌ رَحِيمٌ (٢٢١٣٣) ﴿﴾ مَا كَانَ لِلَّهِ
 أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَلَسْتَ بِتَائِبِينَ إِلَيْهِ مِنْ فَوْرٍ بَلْ تَنْتَظِرُونَ * أَنْ يَحْلَ عَلِيكُمْ غَضَبُهُ وَمَنْ يَحْلُ عَلَيْهِ
 غَضَبُهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ هَالِكُونَ ﴿﴾ وَكَيْفَ تَزْعُمُونَ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ لَكُمْ غَفُورًا رَحِيمًا وَلَسْتَ بِفَاعِلِينَ
 مَا يَأْمُرُكُمْ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿﴾ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرٍ لِلنَّاسِ عَلَى ظُلْمِهِمْ وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ .
 (٢١٣: ٦) ﴿﴾ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿﴾ فَوَاللَّهِ مَا دَبَّكُمْ لَكُمْ بِغَفْوٍ رَحِيمٍ ﴿﴾ أَنْ هُوَ يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ مِنَ الْمُغْفِرِينَ النَّصْرَانِيَّةِ
 الْمُتَمَنِّينَ الَّذِينَ يَدْعُونَ فِي زَمَانِنَا هَذَا عَلَى جِهَادِهِمُ بِالسَّيْفِ فِي الْأَنْفُسِ لِيَكْفُوا إِلَيْكَ الْعَدَا
 عَنْهُمْ * وَالَّذِينَ يَهْجُرُونَ مِنْ مَلِكٍ إِلَى مَلِكٍ لِقُوَّةٍ فِيهِمْ وَالَّذِينَ يَصْبِرُونَ فِي سَعْيِهِمْ صَبْرًا
 تَامًا فَإِنَّهُ قَالَ تَعْمَلُونَ لِرَبِّكَ الَّذِينَ هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا قَاتَلْتُمْ جَاهِلُوا وَأَوْصِرُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ
 بَعْدِهَا يَعْفُو رَحِيمًا (١١٠: ١١٧) ﴿﴾ وَقَالَ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
 أُولَئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَفْوٌ رَحِيمٌ (٢١٨: ١٢) ﴿﴾ وَمَا هُوَ بِغَافِرٍ لِأَحَدٍ أَوْ رَاحِمٍ إِلَّا بِالَّذِينَ يَدْعُونَ
 عَلَى جِهَادِهِمُ بِالْمَالِ وَالْإِيمَانِ بِالْآخِرَةِ وَالْإِيمَانِ بِاللَّهِ وَعَلَى تَوْحِيدِهِمْ عَمَلًا وَمَعْنًا فَإِنَّهُ قَالَ
 وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِرُ بِاللَّيْلِ وَالْيَوْمِ بِالْآخِرِ وَيَخَذُ مَا يُنْفِقُ قُرْبَىٰ عِنْدَ اللَّهِ وَصَلَوَاتِ الرَّسُولِ إِلَّا أَنْهَا
 قُرْبَىٰ لَهُمْ سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِمْ إِنَّ اللَّهَ عَفْوٌ رَحِيمٌ (٩٩: ٩) ﴿﴾ وَمَا يَغْفِرُ إِلَّا لِلَّذِينَ لَمْ
 يَتَفَرَّقُوا وَلَمْ يَمُوتُوا عَلَى التَّفَاقُ بَلْ دَاوَمُوا عَلَى وَحْدَةِ الْأُمَّةِ فَإِنَّهُ قَالَ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ
 مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُّوا عَلَى التَّفَاقُ لَا تَعْلَمُهُمْ خُنُّ نَعْلَمُهُمْ سَنَعْلَمُهُمْ قُرْتَيْنِ ثُمَّ
 يَرْدُّونَ إِلَىٰ عِلَابِ عَظِيمَةٍ وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرُ سَيِّئًا عَسَىٰ اللَّهُ أَنْ يَتُوبَ
 عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ عَفْوٌ رَحِيمٌ (١٠٢: ١١١٩) ﴿﴾ وَلِلَّذِينَ دَاوَمُوا عَلَىٰ اطَاعَةِ أَمِيرِهِمْ وَأَمْرَابِهِ

(البقيّة من صليحة ٩) أو يكونه ابن الله الآ في الاستعارة والتشبيه وانما نعتقد انه كان يشرأ مثلنا الآ انه قد جاء من دنيا اليهنا بنا، فتدبر +

ما داموا في الأرض فاولئك الذين يحبهم الله ويغفر لهم ذنوبهم ويؤيد هذا قوله لمعاصره النبي
 قُلْ اَرَأَيْتُمْ يُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ قُلْ اطِيعُوا
 اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ (٣١-٣٠-٣١) والذين يستأذنون اميرهم
 لبعض شأنهم واذا كانوا معاً على امر جامع لم يذنبوا حتى يستأذنه وغضوا اصواتهم عنه ولم يرفعوا
 اصواتهم فوق صوته فاولئك الذين يغفر الله لهم فانه قال اَلَمْ نَأْمُرِ الْمُؤْمِنِينَ اَلَمْ نَأْمُرِ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
 وَارْءَاكُنَا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ اِنْ اِلَّا الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ اُولَٰئِكَ الَّذِينَ
 يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَاِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنٍ مِّنْ شَأْنِهِمْ فَاذْنُ مِنْ شَيْءٍ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهُ
 اِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ (٦٢-٦٣) وما هر بغفور رحيم الالذين يجهلون جهداً بليغا في مكالم
 الاخلاق ويسعون ان يزكو انفسهم عن رجز الشيطان فانه قال يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ
 الشَّيْطَانِ وَمَنْ يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْعِصْيَانِ وَالنَّكَرِ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ
 مَا زَكَّيْكُمْ مِنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَكِنَّ اللَّهَ يُزَكِّي مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ وَلَا يَأْتِلْ أَوْوَالُ الْفَضْلِ مِنْكُمْ
 وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولَى الْقُرْبَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا اَلَا الْحَبُورَةُ
 أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (٢٣-٢١-٢٢) بل يغفر للذين يدارسون صحيفة الفطرة
 ويستنبطون منها قانونه وعلمه فيشكرهم وينبذهم من فضله ورحمته فانه قال وَمَنْ
 النَّاسِ الدَّوَابَّ وَالْأَنْعَامُ خَلْقُ الْوَالِدِ كَذَلِكَ اَلَمْ نَأْمُرِ بِحُسْنِ اللَّهِ مِنْ عِبَادِهِ اَلَمْ نَأْمُرِ بِاللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ
 عَفْوُهُ اِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ
 تِجَارَةً لَّنْ تَبُورَ لِيُؤْتِيَهُمْ أَجْرَهُمْ وَنَرِيْلَهُمْ مِنْ فَضْلِهِ اِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (٣٥-٣٨-٣٩)

هم فليعلموا انه من يدرس اعمال الله والكتب التي هي بين يديه فيغفر له بل يزيده من فضله كما اذا الله الصرايين علما وفضلا وحكما في زماننا هذا وقد
 جاء تشريعه ما عسى الله بهن هذه الايات المخلقة البليغة على صفحة ٨٠ من هذه الاختصاصية "وسما في تشبيته في كتاب التنا كذا كذا بعد مرة - وقاموله
 تعالى شكور ففضل منه يشكر الناس يعظمهم بقدر وسعهم ويوفهم اجورهم مقدرا ما قل والله بل اساة صحيفة الفطرق +

رَجَائِمٌ ۖ اِنْ هُوَ يَغْفِرُ الْاِلَازِينَ يَتَّبِعُونَ الْعَشْرَةَ الْمُبَشِّرَةَ مِنْ اَصُولِ الْاِسْلَامِ عَمَلًا وَمَعْنًا وَمِنْ تَتَبِعَهَا
 فَاُولَئِكَ هُمُ الْمَفْلُحُونَ ۖ وَمِنْ صَرَفَ عَنْهَا فَهُمْ لَا يَسْتَبْعَتُونَ ۖ لَا فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ اِيْمَانًا
 تَنْظُرُونَ ۖ وَانْ تَسْتَغْفِرُ الْاَنْفُسَ سَبْعِينَ مَرَّةً ۖ اَوْ تَتُوبُوا اِلَيْهِ اَكْثَرُ مِنْهُ بِاَقْوَامِكُمْ اَوْ كَلِمَاتِكُمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ
 فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ذَٰلِكَ بِاَنَّكُمْ كَفَرْتُمْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۙ (٢٠٠) ۖ وَانْ
 تَعْمَلُوا وَتَعْلَمُوا فَاِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۖ يُوْتِيكُمْ اِجْرَكُمْ مِنْ فَوْرِ اللَّهِ وَذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۖ يَسْتَخْلِفُكُمْ
 فِي الْاَرْضِ لِتَأْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهَا وَمِنْ ثَمَرِهَا اَرْجُلُكُمْ خَالِدِينَ ۖ وَانْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ هَٰذَا اِلَّا الْبَالُغُ الْمُبِينُ ۖ
 وَعَلَيْكُمْ اِسْرَافُكُمْ اِنْ اَصْحَقْتُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ ذَٰلِكَ ۖ وَانْهَ قَالَ لَكُمْ يَعْزَابِي الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ
 رَّحْمَةِ اللَّهِ اِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۗ اِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۖ وَانْ يَبْرَأَ اِلَى رَبِّكُمْ وَاسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ
 قَبْلِ اَنْ يَأْتِيَكُمْ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصِرُوْنَ ۗ وَانْ يَبْرَأَ اَحْسَنَ مَا اَنْزَلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَأْتِيَكُمْ
 الْعَذَابُ بَعْدَهُ ۚ وَانْ تَسْتَعِزُّوْنَ ۙ (٢٠١-٢٠٢) ۖ وَانْ لَمْ يَسْتَحْيِ اللَّهُ مِنْ اَنْ يَهْلِكَ قَوْمٌ نَوْجًا وَابْرَاهِيْمَ
 صَالِحًا وَلُوطًا وَشُعَيْبًا مَوْسَىٰ غَيْرَهُمْ مِنْ اَنْبِيَآئِهِ فَلَيْسَ اِسْتَحْيَ مِنْ اَنْ يَهْلِكَ اُمَّةٌ مَحْمُلاً اَفَلَا
 تَعْقِلُونَ ۖ وَقَدْ قَالَ لَكُمْ وَاَكْمَرُ اَهْلِكُنَا مِنَ الْقُرُونِ مِنْ بَعْدِ نُوْحٍ ۙ (٢٠٣) مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۗ
 (الشُّعْرَاءُ) ۖ وَقَالَ اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسْجِدِهِمْ اِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَاٰيَةً
 اَفَلَا يَسْمَعُونَ ۙ (٢٠٤-٢٠٥) ۖ وَقَالَ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْقُرُونِ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ ۚ (٢٠٦-٢٠٧)
 وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرْآنَ بِظُلْمٍ وَاَهْلُهَا مُصَلِحُونَ ۙ (٢٠٨) ۖ فَاِيَّاهَا الْمُسْلِمُونَ ۙ تَوَبُّوْا اِلَى اللَّهِ
 مِنْ قَبْلِ اَنْ يَأْتِيَكُمْ الْيَقِيْنَ ۖ فَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِ مِنْكُمْ مِنَ الْعَالَمِيْنَ ۖ وَانْهُ هُوَ الَّذِيْ مَارَدَ الْقُوَّةَ
 الْمَتِيْنَ ۖ وَاعْلَمُوا اَنْ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْكُمْ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْمَاخُوْذِيْنَ ۖ يُوَاخِذُكُمْ فَرَادٍ اَوْ اِرَادِي
 وَلَوْ نَدِمْتُمْ هٰهُنَا اِجْرَكُمْ مَجْمُوعِيْنَ ۖ لَثَلَا تَقُوْلُوْا لَعَلَّ اللَّهَ يَغْفِرُ لَكُمْ اَوْ يَغَادِرُنِيْ فَاَكُوْنَ مِنَ الْمَفْلَحِيْنَ ۖ
 فَاِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۚ لَيْسَ لَوْفَعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۚ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۙ (٢٠٩-٢١٠) ۖ وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ وَتُرِي

ۙ الاشارة الى قوله تعالى استغفروا لهم ان تستغفروا لهم سبعون مرة فمن يغفر الله لهم ذلك يا قوم كفر يا الله ورسوله والله لا يهدي القوم الفاسقين

الْأَرْضَ بَارِزَةً ﴿٢٤:١٨﴾ وَعَرَضَ النَّاسَ عَلَى رَبِّهِمْ صِفَوْهَا مَسْوِيَةً ﴿٢٤:١٩﴾ فَقِيلَ لِنَفْسٍ ائْتِنِي بِمَا
 كُنْتَ تَفْعَلِينَ فِي الدُّنْيَا فَرَدَّ امْفَرَدَةً ﴿٢٤:٢٠﴾ لَاقَهُ مَا كَانَتْ الدُّنْيَا الْأَمْرَعَةَ لِلْآخِرَةِ ﴿٢٤:٢١﴾ ائْتِنِي
 بِمَا كُنْتَ تَشْرِكِينَ بِاللَّهِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً ﴿٢٤:٢٢﴾ فَازْجُرْ عَلَيْكَ مَا كُنْتَ تَفْعَلِينَ وَعَلَيْنَا مَا نَفْعَلُهُ ﴿٢٤:٢٣﴾ وَاهْلُ
 بَكَاءٍ وَتَعْزِيَةٍ ﴿٢٤:٢٤﴾ فَعَلَتْ لِرِضَى قَلْبِكَ وَتَجْعَلِي سِرًّا لَكَ فَالَانَ نَفْعَلْ مَا رَضِينَا وَتَرْضِيهِ ﴿٢٤:٢٥﴾
 ادْخُلِي فَإِنَّ لَكُمْ نَارًا حَامِيَةً ﴿٢٤:٢٦﴾ لَا تَكُونُ كَمَنْ تَسْتَحِبُّونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَتَذَرُونَ الْعَاقِبَةَ ﴿٢٤:٢٧﴾ وَ
 مَا كُنْتُمْ تَفْعَلُونَ مَا مَرْتُمْ لَتَكُونُوا فِي الدُّنْيَا فِي عَيْشَةٍ رَاضِيَةٍ ﴿٢٤:٢٨﴾ مَتَّكِينَ عَلَى سُرٍّ مُتَقَابِلَةٍ ﴿٢٤:٢٩﴾ فَادْخُلَا
 نَارَ اللَّهِ الْمَوْقُودَةَ ﴿٢٤:٣٠﴾ فِيهَا ظُلْمٌ وَنَصَبٌ وَتَصْلِيَةٌ ﴿٢٤:٣١﴾ خَالِدَةٌ بِأَقْيَةٍ ﴿٢٤:٣٢﴾ فَيَا ائْتِيهَا النَّفْسُ اهْلِي
 جَزَاءً وَفِزْعًا ﴿٢٤:٣٣﴾ وَإِنْ قَرَّبْتُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا ﴿٢٤:٣٤﴾ فَانْتَهَى
 قَالَ وَخَشَرْتُمْ لَهُمْ فَلَمْ تَعَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا ﴿٢٤:٣٥﴾ لَقَدْ جِئْتُمُونَا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَرُدُّوْا فِرَادًا
 بِلَ زَعْمِكُمْ لَنَبْجَلَّ لَكُمْ مَوْعِدًا ﴿٢٤:٣٦﴾ فَيَا سَفَا وَعَجْبًا مَا كُنْتُمْ تَشْرَكُونَ بِاللَّهِ وَلَا تَصْلَحُونَ ﴿٢٤:٣٧﴾ وَتَقُولُونَ
 وَلَا تَفْعَلُونَ ﴿٢٤:٣٨﴾ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ﴿٢٤:٣٩﴾ افْعَلُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ
 رَحِيمٌ ﴿٢٤:٤٠﴾ وَاتَّخَذَ اللَّهُ رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿٢٤:٤١﴾ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ﴿٢٤:٤٢﴾ مَلِكُ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٢٤:٤٣﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ
 نَسْتَعِينُ ﴿٢٤:٤٤﴾ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿٢٤:٤٥﴾ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴿٢٤:٤٦﴾ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴿٢٤:٤٧﴾
 ونظراً إلى كل ما تقدم في لوازم الأيمان وشرايطه القول الفيصل الذي لا يرتاب به هوان
 كل هذه العشرة من اصول الإسلام هي الأيمان * فمن عرف عنها في أي زمان ومكان
 سقط إيمانهم بالله بل كفر وابه اشد كفرًا * ومن سعى لها سعيًا تامًا ليلا ونهارًا فهم الذين
 اسلموا بل امنوا عند * وأولئك الذين يغفر الله لهم وبرحمتهم في الدنيا والآخرة من جزاء العلمين
 وما الأيمان بأن تقولوا آمنا بأفواهكم بل ان تصيد قوا ما في قلوبكم بالجهد والعمل في سبيله لو كنتم
 تعلمون * وما الأيمان أصلاً إلا ان تفعلوا ما انتم به تؤمرون * فوالله ما من مؤمن واحد

حتى اسلم وجهه له * ولم يقبل منه قوله حتى اعتصم بأمره وقانونه * ومن اعتصم بسو لاه
 ثم استقام فلا شك في أنه كان من الماجدين * ووالله ما يفعل أحد كل هذه العشرة حتى فعله
 إلا من أشعر نفسه التوحيد * واستعمر الله قلبه من دون سائر الآلهة * وشهر صدره للعمل
 ليشاكل قوله فعله * ومن قدّم لنفسه هذه الأعمال الآخرة برؤسائه إلى معاد ومن أفاض قومه
 بها فاولئك من الصالحين * وما هذه العشرة إلا قانون مولدكم الله في هذه الأرض وستة *
 وستة كل أمة مسلمة التي اصلحت ثم افلحت في الدنيا * بل سنة الله في الذين خلوا من قبلك
 ولئن تحدا لسنة الله تبدلناكم (٦٢: ١٣٣) افلا تدركون * وان منكم من يؤمن بحكمة هذا
 القانون على علمه فيهدي قومه على بصيرة من ربه * وان منكم من يعتقد بهذا القانون مرتسماً
 فيتبعه اتباع الكبرائه * وان منكم من يتبع عمله ومن يتبع بعلمه * ومنكم من يطيع بأبيه
 وارجله ومن يطاع بسمعته وبصوره وفؤاده * ومنكم سابق بالخيرات ومقتصد * ومن هو ظالم
 لنفسه * فيامعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والأرض لتنفروا
 من هذا القانون فانفذوا لا تنفذون إلا بسلطان (٣٣: ٥٥) منه فاته ما خلق الجن والانس
 إلا ليعبدوه وله أسلم من في السموات والأرض طوعاً وكرهاً * واليه يرجعون (١٢: ٣) * ارجوا يا ايها
 النفلان من قبل ان ياتيكم اليقين * وانيبوا الى ربكم ان اردتم ان تكونوا من المفلحين *
 انيبوا لان الله لا يعزبر ما يقوم حتى يعزبروا اما بانفسهم (١١: ١١) وحرام على قرية اهلكتم بانفسهم
 لا يرجعون (٩٥: ٢١) * وذروا شركاء الجن الهكم التي تشغلكم عن السعي والعمل كالأوقاطبة
 ان كنتم مؤمنين * ارجوا افراداً وارجوا جميعاً فانكم الى ربكم لتحشرون * ووالله لا يضل
 أحد منكم في الآخرة حتى يفلح قومه في الدنيا ومن افلح قومه وانتصر بعد ظلمه (٢١: ٢٢) وشركه
 فاولئك من المفلحين * ومن يفعل كل هذه العشرة وما يليها من الامور ويصدق ما جاء به بالعلم

فهم الذين يفلحون في هذه الدنيا اينما تنظرون * وهم الذين يدومون ماداموا في الارض عالمين *
ومن صرف عنها وكذب فاولئك من الهالكين * فمن امن امن * ومن اسلم وجهه له سلم * واولئك
هم المسلمون المؤمنون حقاً صوافاً قال الغاثلون وكذب الكاذبون * لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ
بَيِّنَةٍ وَيَحْيَى مَنْ حَيَّ عَن بَيِّنَةٍ (٨: ٢٢) وان الله ليس بظالم للعالمين * ولذلك قال الله لكم في
الامم الهالكة التي خلت من قبلكم فكدَّبُوهُ فَاَهْلَكْتَهُمْ وَاِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ
(١٣٩: ٢٤) * فاما الايمان الا ان تمشوا في ارض امنين * لتصلحوا بالكم في الدنيا ولتكونوا
في الآخرة من المامونين * ويوم يحشركم جميعاً فيقول بحسبكم واولياءكم الذين قالوا لكم
ان الذين هودى القال والقليل * ليضلواكم عن سواء السبيل * يَمْشُرُ الْجَنِّ فَاَسْتَكَرُّوهُمْ مِّنَ النَّارِ
(١٢٩: ١٧) لتصلحوا بال انفسكم في الدنيا وخرتم عبادى فانهم كانوا قوماً لا يفقهون * فداستمتمتم
من عبادى الذين لم يعبدونى وكانوا يعبدونكم بحجة ما لم استمتع منهم * ولم ارد منهم من ذرى ولم
ارد منهم ان يطعمون * فداستمتمتم منهم كذا لا تقم كانوا يريدونكم ولم يريدونى * وكانوا
يعودون بكم ولم يعودوا بى * وصاروا امرى بكم ولم يصيروا امرى بى * وكانوا يحبونكم اشد حباً
ولم يحبونى معشراً حبهم لكم * فانهم كانوا يفعلون ما امرتهم وما كادوا يفعلون ما امرتهم * يقرضونى
قرضاً سيقاً ويقرضونكم قرضاً حسناً * يجعلون الله متادراً من الحرج والالتعاصم (١٣٤: ١٧) والمال نصيباً
خبيثاً ويجعلون لكم نصيباً طيباً * بَلْ يَجْعَلُونَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ (٥٤: ١١) ولكم ما تشتهون *
وَإِذْ أَبَشَرْنَا أَدَمَ بِالْأُنثَىٰ طَلٍّ وَجْهَهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ (٥٨: ١٧) * وكنتم تجرون اذ بالكم على الارض
من التثعم * وتتخذون بيوتاً لكم من الذهب والفضة * وكنتم تخرجون * وكنتم تخرجون
انفسكم منهم ليعبدكم اشد عبادة ولو كنتم غائباً عنهم فغشيت السماء والارض فلم يعبدونى * وكانوا
ينفقون فى سبيلكم ليعلموا الغيب منكم وكنتم اعلم الغيب فلم ينفقوا حجة خردل فى سبيلى * بل

كانوا يقيمون دينكم ليحذوا ولم يقيموا ديني ولو اتهموا قاصدا ديني لا كانوا من فرقهم ومن تحت أرجلهم
 (٢٦: ٥) * فقال أولئك هم من الأرض الذين استمتع بعضهم ببعض بلعنا أجلا الذي أجلك لنا قال النار
 متوكلهم خلدوا فيها إلا ما شاء الله إن ربك حكيم عليم وكذلك نولي بعض الظالمين بعضا مما كانوا
 يكسبون يسعشر الجحيم والأرض لكم رسول فتكم يقضون عليكم أيني وينذرونكم لقاء يومكم
 هذا قالوا شهدنا على أنفسنا وعثرهم الحيوة الدنيا وشهدوا على أنفسهم أنهم كانوا كافرين ذلك أن
 لم يكن ربك مهلك القرى بظلم أهلها عفلون ولكل درجة بما عملوا وما ربك بغير عتنا
 يعملون وربك الغي ذو الرحمة إن يشاء يذهبكم ويستخلف من بعدهم ثمانية عشر كما استخلف من ذرية
 قوم آخرين إن ما توعدن لآت وما أنتم بمعجزين قل يقوموا عملوا على مكانتكم إني عامل فسوف
 تعلمون من تكون له عاقبة الدار إرادة لا يقبل الظالمون (١٣٦-١٣٩) * ولقد ذرانا لهم كثيرا
 من الجن والأرض لهم قلوب لا يفقهون بهاد ولهم أعين لا يبصرون بهاد ولهم آذان لا يسمعون
 بهاد أولئك كانوا عمدا هم أضل أولئك هم العفلون (١٤٩: ٥) * ويوم تقلب وجوههم في النار
 يقولون يا ليتنا أطعنا الله وأطعنا الرسول وقاؤنا ربنا إنا أطعنا سادتنا وكبراءنا فاضلونا السيد ربنا إنهم ضغيف
 من العذلاب عنهم لعنا كبيرا (٣٣: ٦٦-٦٨) * وقال الذين كفروا ربنا إنا الذين أضلنا من الجن والأشريقا حلت
 أقد إيماننا ليكنونا من الأسفلين (٣٩: ٣١) كما جعلونا أسافل له وضعافا إنا ثاورثنا * فبأيتها العفلون
 من الجن والأرض لما استمعون هذا القرآن الذي يهديكم إلى الرش يهديكم صراطا مستقيما *
 ويأكلوا الخلق من الجن وأجساد الأسلام لم تستكثرون من الأرض أفواجا ويجمعون وراء ظهوركم
 أحزابا * ولتقطعوا قلوبكم وتفرقوا دينكم فريقا * ولتسركوا بالله فانه قال ولا تكونوا من المشركين
 من الذين فترقوا دينهم وكانوا شيعا (٣١: ٣٢-٣٣) * لما يجمعون الذين يجمعون ويكفون الأرض على الحكمة
 لا تهدونهم طريقا سويًا * كبراء الخلق من الأمم الأخرى الجنة يهدون إنا سمعنا إلى العباد والنفوس الخلق

وانتم تضعفونهم ليفشلواهم ومن محقوا بهم جميعاً * العامة من الناس يؤمنون بكم لئلا يعلموا بكم
ونبأكم وغطايتكم * وهم لا يزالون يستمسكون بأذيالكم ويظنون بكم ظنونا ليفلحوا في الدنيا بوساطة
التور الذي يسعى في اذهانكم والنار التي تسرى في اعضاءكم وطينتكُم وانتم تستعملون نوركم وناركم
لتصلوهم صلياً مقضياً * خلق الانس من طين وعجل وحاء وانتم خلقتهم من نار ونور ونبأ * كاتم
اعلام في رأسها نار لعائن الهداة بكم * ولكن شيطانيكم من السادات والاحبار والزهاد يفسقون عن
امريهم ويجعلون للناس فحواً ومصالحاً ليضلوهم ضلالاً مبيناً * مالت الناس التحذيركم رباباً من
دون الله وما لكم تشركون بالله وتحتجز الناس على عبادتكم لتجمعوا خير الا انفسكم ولتجمعوا شر الههم وما
لكم تدعون انكم تكون لهم ضراً ورشداً * تدعون ان تجبروهم من عذاب الله وتعلمون الغيب
لستكم ثروا لانفسكم من الخير ولتتبعوا سبياً * ام عندكم خزائن ربكم ام انتم المصيطرون في الارض
منصبها ونسباً * ام لكم سلم (٣٨: ٥٢) لستم عز فيه سائر ربكم فليات مستمعكم سلطان مبين من
العرش هبطاً * وقد نبأ الله رسولكم السيد الامير الذي لم يكن مثله في الدهر ابداً * نبأه انه
يبلغ رسله فقط ولا يدعى من دونه شيئاً * وقال قل انهم ادعوا ربي ولا انشرك به احداً قل
اني لا امالك لكم ضراً ولا رشداً قل اني اني يجيرني من الله احداً ولن اجد من دونه ملجأ
الا بلغا من الله ورسلته ومن يعص الله ورسوله فان له نارا جهنم خلد فيه ابداً حتى اذا اراد ان
يؤعدون فسيعلمون من اضعف ناصراً واقل عدداً قل ان ادري اقرب ما توعدون ام يجعل له ربي
امراً علم الغيب فلا يظنهم على عيبه احداً الا من ارتضى من رسول فانه يسلك من بين يديه
ومن خلفه رصداً ليعلم ان قد ابغوا رسله زهواً واحاط بما لديهم واحصى كل شئ عدداً (٢٠: ٢٠-٢١)
فما لكم لا تبلغون رسلت ربكم لزيادة ولا نقصاً * ولا يجبرون انفسكم منه باتباع سنته معاً وعلاً
وما لكم تكلمون ما انزل الله من البيت والهدى من بعد ما بينه للناس في الكتاب (١٥٩: ٢) وتقولون ما لكم بالله

علينا القتال والهجرة والجهاد بالمال * وما كتب علينا اطاعة الامير والاستقامة في الافعال * ووحدة
الامة وتوحيد في الاعمال * والايمان بالآخرة ومكارم الاخلاق وعلم السموات والارض والجهال *
بل ما كتب على الاخلاق الا العقائد والاقوال * فالذين يكتُمون ما أنزل الله من الكتب ويشترُونَ به
ثمنًا قليلًا أولئك ما ياكلون في بطونهم الا النار ولا ياكلهم الله يوم القيمة ولا يزكيهم * (١٤٢: ١٢) و
اعد الله لهم عذابا نكرا * وان استطعتم بمعشر الجن ان تنفذوا من اقطار السموات والارض لتفروا
من قانونه تعالى او تحجزوه هربا لا تحجزونه فراذا وعدا * ولولست السماء هاتين بغرا من ملكوته و
حكمه لكونكم اولى علم ونيا وفطنة في زعمكم لو جدتموها ملئت حرسا شديدا وشهباء * (١٤٢: ١٢) فلماذا
كتب الله عليكم القتال وسائر مخلوقاته من الذبابة والطيور والانعام وغيرها يقتلون ويقتلون ليحفظوا
انفسهم من اعدائهم حفظا * والى اى حيوان او نبات نظرتم وجدتموه حافظا لنفسه شوكا ومنقلا
او اسنانا وقرنا * وفى اى ثمر او فرع او اصل تنظرون تجدونه جاهدا في سبيله سعيًا وعملًا * و
الجم تجدونه سالكًا سبل ربه طوعًا وذلًا * افتركتم صنع كل هذا من شركاءكم واولياءكم احدى
سوى * افهم يسجدون لحكمكم ام لاحد سواكم الجبار المهيم الاعلى * ام لكم شرك في السموات
فتقولوا نحن نصر في حيث نشاء ملكوته الادنى * ام كان لكم علم بالمد الا على فتعجبوا نحن نصر في
سنته في الارض ليكون للانسان ما يرضى * فتبرك الذى يبيده كل من خلق ولا يبيد لاحد سواه
اصلا * ولما لا كتب الله عليكم التوحيد في العمل من دون ما تذكرونه قولًا ولفظًا * فالعلمون
والحفظون والطائعون هم الذين يؤتون من عند ربهم اجرا حسنًا * فى زماننا هذا اينما تنظرون اليه
نظرًا * والقائلون لا يبالى بهم الله نقرًا ابدا * وان وجب على معاصرو التبين القتال ونحو لكم فهل
تحتسبون فى سنة الله بدلا * ام كنتم تفقدون من السماء مقاعد السمح حين يد الله كلمته وقد قال ما
يبدل القول لذى (٢٩: ٥٠) ولا يبدل وعدا * وان لم يكن للانبياء ان يقاطعوا الكفار والاعداء للذم

وحين البأس كما تقولون فلما ارسل سليمان الى امرأة سبأ كتابا والقي عليها قوله غلظا ﴿٣١﴾ ألا تعقلوا على
وأوتى سليمان ﴿٣١:٢٤﴾ تذكرون في بيوتكم وجناتكم حفظا وامنا ﴿٣٢﴾ وان لم تنتهوا اعد بكم عذابا
بئسا ﴿٣٣﴾ فيا معشر الجن والانس لم تفكرون على الله كن باوهجا ﴿٣٤﴾ وتقولون انما الاعمال للذين خلوا
وان لنا ما نقول نظرا وعقدا ﴿٣٥﴾ وان كان الاسلام قولكم بافواهكم فلما قال نبيكم للذي سئله ما الاسلام
انما هو التمسع والطاعة والجهاد بالسيف والهجرة والايمان بالله سعيًا وعملًا ﴿٣٦﴾ ولما لا قال كيف انتم فيه
احدا وان لا تشرك به حجرا ﴿٣٧﴾ والله كان في عهد النبي من اليهود رجالا مثلكم من الجن يستعاضون
برجال من الانس وكانوا يجيدونهم كما يعوذ الناس بكم وتجيرونهم الان ﴿٣٨﴾ وينتجون الناس بالغيب فيزعمون
كما تفعلون باحزابكم ﴿٣٩﴾ ويلسون السماء ليفروا من الله او يحجزوه بكمهم ويخبرهم سنة الله ﴿٤٠﴾ وينزعون
الهم الخلة وفي السماء مقاعد التمسع كما ترعون الان لتخدعوا الناس ﴿٤١﴾ صدقوا الى رسولنا يستمعون القرآن
فلما حضروه قالوا انصبوا فلما قضوا ولوا الى قومهم منذرين ﴿٤٢﴾ كلا ﴿٤٣﴾ قالوا ايقومنا انا سمعنا
كثبا انزل من بعد موسى مصداقا لما بين يديه يهدى الى الحق ﴿٤٤﴾ ولما سمعنا قرآنا نجيبا يهدي الى
الرشد قامنا به ولن نشرك بربنا احدا ﴿٤٥﴾ يصدق ما يجري بين يديه في العادة و
ويؤيد ما يجري بين يديكم من سنة الله نظرا وعملًا ﴿٤٦﴾ يقومنا اجيبوا داعي الله وامثابه يغفر لكم
من ذنوبكم ويحجزكم من عذاب البعير ﴿٤٧﴾ من دون ما يجيركم كن با ومكرا ﴿٤٨﴾ ومن لا يحب داعي الله
فليس ومعه في الارض وليس له من دونه اولياء ﴿٤٩﴾ فبئس ما اتخذتموا اولياءكم واربابا لكم
وبئسا نزعهم ان نجزي الله هربا ﴿٥٠﴾ والله تعالى جدير بما اتخذوا صاحبة ولا ولدًا والله كان يقول
سفيها على الله شططا ﴿٥١﴾ وانما امتنا قولكم واحبطنا اعمالكم بالشرك والظلم فلا نقدر
الان ان نبعثكم حيا ﴿٥٢﴾ بل جعلنا قلوبكم قسية ان لن نبعث الله الى يوم القيمة احدا ﴿٥٣﴾ فلا يبعثكم
الان بعد موتكم شيء الا ان لا تشركوا بربكم احدا اصلا ﴿٥٤﴾ اولم يروا ان الله الذي خلق السموات و

الارض ولم يعلو خلقهم بقدر على ان يخرج الموتى (٣٣: ١٧) بل ان ربنا يقدر على كل شيء جلا * و
 انا ظننا ان لن نقول الارض والجن على الله كذا باه وانه كان رجال من الانس يعوذون برجال من الجن
 فزادوهم رهقا وانهم ظنوا كما ظننتم ان لن نبعث الله احدا (وقالوا) انا لسن السماء فوجدناهم ملئت
 حرسا شديدا وشهبا واننا كنا نفعل منهم ما قعد السمع فمن يستمع الا نوحى له شهابا رصدا واننا
 لا ندرى اشر اريد من فى الارض ام اراد بهم ربهم رشدا وانما منا الصلحون ومنا دون ذلك كفتى
 طرايق فذرا * واننا ظننا ان لن نجبر الله فى الارض ولن نجبره هربا واننا لنعلم الهامى امثابه
 فمن يؤمن بربه فلا يخاف بحساو لا رهقا وانما منا المسلمون ومنا القاسطون فمن اسلم فاولئك
 هم المورثون وانما القاسطون فكانوا لجهنم حطبا وان لو استقاموا على الطريقة لاسقينهم ماء
 غافا لنقنتهم فيه ومن يعرض عن ذكر ربه يسلكه عدا باصعدا وان المسجد لله فلا تدعوا معه الله
 احدا * وانه لما قام عبد الله يدعوه كادوا يكونون عليه لبدا (١٩: ٥٤) فيا معشى الجن
 المعاصرين لم تتخذون مساجد الناس لكم ليلادونهم بالتمكروا انكم تستقيمون على الطريقة وقد قال الله
 واقبوا وجوهكم عند كل مسجد وادعوا مخلصين له الدين (٢٩: ٢٤) وادعوا خوفا وطعنا (٥٧: ٥٧)
 ولما قضيت لكم قرانا فريتوا لكم ما بين ايديكم وما خلفكم من عذاب ركبم جهادوكما فانه قد حق
 عليهم القول فى امرهم قد خلت من قبلهم من الجن والانس (٢٥: ١٣) وقد احق عليكم ربكم عذابا نكرا
 ولوانكم اقمتم دين الله وسنته لا كلمتكم ومن تبعكم من فوقكم ومن تحت ارجلكم من
 اعينكم جلا * فعلى الله الملك الحق (١١: ١٢) وقولوا لا شرك لربنا احدا * وقولوا لا شرك لربنا ابدا *

١٠ اشار الى قوله تعالى وقضينا لهم قرانا فريتوا لهم ما بين ايديهم وما خلفهم وحق عليهم القول فى امرهم فان خلت من قبلهم من الجن والانس
 ركبهم كانوا اخيرا ركبوا بعض جعل الله لهم اولياء فى الدنيا من تابعين يقولون لهم انهم يحسنون ما يصنعون وقد احسن ما قد سلف فلذلك لا يزالون
 بضلون الناس عن سبيله حتى يدر الله كلمهم من الجن والانس اى اكابرهم واصاغرهم ولا شك فى ان كبراء الخلق هم الذين يضلون العامة من الناس والناس
 يزولون عنهم ليعضلهم فليس على قولى ان الله ماعن الجن الا انهم كانوا يخلقونهم حتى اذا جاءتهم رسلنا يتوفونهم قالوا اين ما كنتم تدعون من دونه
 الله قالوا صلبوا عتقا وشهدوا على انفسهم انهم كانوا كافرين فان اذ خلقنا فى امرهم فان خلت من قبلهم من الجن والانس فى النار وكلما خلت امة (اى
 حرم الانس) لعنت امة تاروا من الجن حتى اذا اقرؤا فيها جميعا قالت اهلهم راي الانس لا والله (اى الجن) ربنا هؤلاء اضلوا قانتهم عذابا عظيما من النار
 قال لعل ضعت ولكن لا تعلمون وقالت اولهم (اى حزب الجن) لاخرهم (اى حزب الانس) فما كان لكم علينا من فضل فنزل العذاب ربنا ربنا

في ان العشرة
المبشرة من اصول
الاسلام تصد
من الاتقاء
وما الاتقاء
الا اتباع هذه
الاصول +

ولاشك في ان كل واحد من العشرة المبشرة التي تقدم ذكرها من لوازم الاتقاء من
دون الايمان فمن اتبعها عملاً ومعناً وسعى لها سعيها بليغاً فاولئك هم المتقون * صرفاً
عنا قال فقهاءكم الذين لا يعلمون * الذين قالوا الله من نعتمهم ويتأذروا مثل ما
نعتموا وتأذروا وارسلوا الحاهم فاولئك من المتقين * فاذا التوحيد والعمل
فعله الله على الاتقاء وقال يا ايها الناس عبدوا ربكم الذي خلقكم والذين من
قبلكم لعلكم تتقون (٢١:١٢) * لانه من يتق ربه اشد خشية فهو الذي يعبد الله بالحق ومن يعبد
بالحق فهو الذي يتقيه من ورع العلمين * واما وحدة الله في التصديق من الاتقاء الله خاصة ويدل على
هذا قوله وان هذه امة واحدة واحدة وان انا ربكم فاليقون (٥٢:١٣) * لانه من يتق ربه حق تقته
فلا يكادون ان يتنازعوا بينهم من خوف عذابه لانه قال فيهم يا ايها الذين امنوا اتقوا الله حتى تقبلوه
ولا تؤمنوا الا وانتم مسلمون واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا واذكروا نعمت الله عليكم اذ
كنتم اعداء فالف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمة اخوانا وكنتم على شفا حفرة من النار فانقذكم
منها كذلك يبين الله لكم آياته لعلكم تهتدون (١١٣:١٢) * ولذلك قال انما المؤمنون اخوة
فاصلوا بين اخوتكم واتقوا الله لعلكم ترحمون (١٠:١٣٩) * واما اطاعة الامير فهي التي تصد
ايضاً من الاتقاء ويشهد عليه قوله فاتقوا الله واصلحوا ذات بينكم واطيعوا الله ورسوله ان كنتم
مؤمنين (٨:٨) وقوله للاعراب اذ كان الرسول يامر عليهم ان الذين يغضون اصواتهم عند رسول الله
اولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوى لهم مغفرة واجر عظيم (٣:٢٩) * لانه من يتق اميره
يتق الله ويخاف عذابه الذي يصد من عصيان الامير فلذلك قال الله عز وجل يا ايها الذين امنوا
استجبوا لله وللرسول اذ دعاكم لما يحْييكم واعلموا ان الله يحول بين المرء وقلبه والله اليم عليم
والتيقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة واعلموا ان شديد العقاب (٨:٢٧-٢٨) *

(البقية من صفحة ١٠٣) كنتم تكذبون (٤: ٣٤ - ٣٩) وليرحم القاري ان قوله تعالى (١١٣: ٢١) و (٢٤: ٣٤) على ما سلف على صفحات ١٥-١٦ تحت المتن (الباقى)

وأما الجهاد بالمال والانس والهجرة فحلمها الله كلها على الاتقاء ويؤيد هذا قوله
 تعالى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ
 الْمُتَّقِينَ (١٢٣:٩) * وقوله وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ
 (٣٦:٩) * وقوله يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ
 (٣٥:١٥) * وقوله لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَنْفُسُهُمْ لِلَّهِ
 عَلَيْهِمْ يَوْمَئِذٍ سَلْطَانٌ ۖ وَقوله وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ
 لِلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ
 الْحَسَنِينَ (١٣٣:٣٩-١٣٣) * وأما الاستقامة في السعي فحلمها الله على الاتقاء ويعين
 عليه قوله تعالى وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ
 الْمُتَّقِينَ (٤٤:١٣) * وقوله فَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا إِلَى السَّلَامِ وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ ۗ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَكُفِّرَكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ
 إِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُوَ الْوَلِيُّ وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ يَأْتِكُمْ جُنُودُكُمْ وَلَا يَسْتَلِكُمْ أَمْوَالُكُمْ (٢٥١:٢٤-٢٥١) * وقوله
 قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ
 (١٢٨:٤) * وقوله يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ لَا يَتَّبِعُونَ أَلْيَمَ أَيْدِيكُمْ فَمَنْ كَفَرَ
 بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ وَأَقْبَضُوا إِلَهُهُمْ فَعَلُوا بِاللَّهِ عَدْوً ۚ وَاللَّهُ يَهْدِي الْقَوْمَ الْيَاسِينَ (١١٠:٥) * وأما مكارم الأخلاق
 فحلم الله معظمها على الاتقاء ويشهد على هذا قوله في التصديق بالعمل والذي جاء بالصدق صدق
 به أولئك هُمُ الْمُتَّقُونَ (٣٣:٣٩) * وقوله فِي إِيفَاءِ الْعَهْدِ بَلَىٰ مَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ وَاتَّقَىٰ فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ
 (٥:١٣) * وقوله فِي إِيفَاءِ الْعَهْدِ بِالْعَدَاءِ أَلَا لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ الشَّرِّ لَبَنٌ ثُمَّ لَكُمْ يَنْفَعُكُمْ شَيْءٌ وَلَمْ
 يَظَاهَرُوا عَلَيْكُمْ أَوَّلًا فَأَتُوا إِلَيْهِمْ عَهْدُهُمْ إِلَىٰ مَدَّتِمْ لَنْ اللَّهُ يُحِبَّ الْمُتَّقِينَ (٢٤:٩) * وقوله فِي
 التَّصَدِيقِ بِالْعَمَلِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (١١٩:٩) * وقوله وَلِيُخْذَ

الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةٌ ضِعْفًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا (٩١:٢) *
 وَقوله يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا (٩١:٣) * وقوله وَالرِّبَا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
 لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُتَعَدَّةً وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (١٢٩:١٣) * وقوله فِي الْعَدْلِ يَا أَيُّهَا
 الَّذِينَ آمَنُوا أَلَا تَتْلُونَ قَوْلَ اللَّهِ شَهِدْنَا بِالْقِسْطِ وَلَا يجِزِيكُمْ مِنْكُمْ شَيْءٌ قَوْمٌ عَلَى الْأَعْدَاءِ أَعْدِلُوا
 هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى ذَاتُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (٨:٥) * وقوله فِي الْقِصَاصِ فَمَنْ عَتَدَى عَلَيْكُمْ
 فَاعْتَدُوا عَلَيْهِمْ مِثْلَ مَا عَتَدَى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ (١٩٢:٢) * وغيرها
 من الأقوال التي لم أذكرها من الخوف الطواله * وأما العلم فحله الله على الاتقاء واستند عليه
 قوله إِنَّ فِي الْخَلْقِ لَآيَاتٍ لِلِّ الَّذِينَ يَتْلُونَ الْقُرْآنَ وَيَذْكُرُونَ مَا فِيهِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ (١٠:١٠) * وقوله
 وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ذَلِكَ ظُنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ
 أَمْ جَعَلُوا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ جَعَلُوا الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ (٣٨:٣٥-٣٨) *
 لأنه من حسب خلقه باطلا ولم يستمتع منه فقد كفر وفجر ومن طلب العلم منه فاولئك هم المتقون *
 ويشهد على هذا قوله إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (٢٨:٣٥) فالعلماء هم الذين يعرفونه
 حقا وبه يتقون * وأما الايمان بالآخرة فحله الله على الاتقاء بقوله ذَلِكَ الْكِتَابُ
 لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُوْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ
 وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَإِلَاخِرَةُ هُمْ يَرْجُونَ (٢٠:٢) * وما
 يؤمن من أحد منكم بالغيب حتى يتقى ربه بالغيب فلذلك قال الله وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى
 هَارُونَ الْقُرْآنَ فَانْضَيَّا وَذَكَرَ اللَّهُ الْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ هُمْ مِنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُونَ
 (٢١:٢١-٢١) وغيرها من الأقوال التي لم أذكرها من افتد برؤا انتم قوم يتفكرون * ولا شك في
 ان كل هذه الاعمال التي تصد من الاتقاء من لوازم الايمان لأنه قال فَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ كُنْتُمْ

[illegible]

ولذلك قال ولين خاف مقام ربه **جَنَّتْ** * (٢٧: ٥٥) وقال إن المتقين في جنّات وعيون *
 اخذين ما آتاهم ربهم وإتاهم كانوا قبل ذلك محسنين * (١٥: ٥١-١٦) وقال إن المتقين في جنّات
 وتعيون * فلهين ما آتاهم ربهم ووقاهم ربهم عذاب الجحيم * كلوا واشربوا هنيئاً بما أنتم تملكون *
 متكين على سرر مصفوفة وزوجهم بحور عين * (١٤: ٥٢-٢٠) وقال إن المتقين في جنّات وعيون *
 ادخلوها يسلماً آمنين * (٣٥: ١١٥-٢٧) وقال إن المتقين في مقام أمين * في جنّات وعيون *
 يلبسون من سندس واستبرق متقابلين * كذلك وزوجهم بحور عين * يدعون فيها بكل
 فاكهة آمنين * لا يدعون فيها الموت إلا الموت الأولى ووقاهم ربهم عذاب الجحيم فضلاً من ربك *
 ذلك هو الفوز العظيم * (٥١: ٥٤) وقال في بالهم في الآخرة وسبق الذين آمنوا ربهم إلى الجنة
 زمراً حتى إذا جاءوها وفتحت أبوابها وقال لهم خزنتها سلم عليكم ربهم فادخلوها خالدين * وقالوا
 الحمد لله الذي صدقنا وعده وأورثنا الأرض * (٣٩: ٤٥-٤٣) وقيل: **الجنة** حيث نشأ نعيمهم أجر العبد لله
 وترى الملكة حافين من حول العرش يستحون بحمد ربهم وقضى بينهم بالحق وقيل الحمد لله رب
 العالمين * (٣٩: ٤٣-٤٥) * فتدبروا يا أيها الفقهاء الجهلون المعاصرون * مال التقاء
 بما زعمتم وما بالذي أنتم به تهجون * ان أنتم إلا تقولون على الله ما لا تعلمون * وما
 تفرقتم إلا من بعد جاءكم العلم بغيابكم ان ربك يفضي بينكم يوم القيمة فيما كنتم فيه تختلفون *
 وقال الرسول يرب إن قومي اتخذوا هذا القرآن مهجوراً * (٢٥: ٣٠) أفلا تدكرون * وقالوا انما الاتقاء
 هو عبادهم وتساييرهم والاقوال والاسماء والحجج واساليب الاستنجاء والالبسة وغسل الجنابة وكلمات
 الكفر والتوافل وحفظ القرآن كاللبغاء من وز الأعمال ما أنزل الله بها من سلطان * (٥٣: ٢٣) فسحقاً لأصحاب
 الجحيم * أفلم ينبروا للقول أم جاءهم مآل آيات الباء هم الأولين * أم لم يعرفوا رسولهم فهم له

١٠٨ أي جنّات الأرض والجنة الآخرة. وأشار الله عز وجل في كل ما يلي هذه الآية (أي الآيات ١٥: ٥١-١٦) و(٢٠: ١٤-٥٢) و(٢٧: ٥٥-٢٧) و(٣٥: ١١٥-٢٧) إلى جنّات الأرض وإلى الجنة الآخرة. وفي قوله (٣٩: ٤٥-٤٣) إلى الجنة الآخرة وورثة الأرض وأما قوله دفع جنّات بحور عين في الآيات (البقرة: ٢٥) والاشارة إلى قوله تعالى وأنهم يفتنونهم فيها فما جاءهم العلم بغيابهم أن ربك يفضي بينهم يوم القيمة فيما كانوا فيه يختلفون * (١٤: ٥٢) *

مُنْكَرُونَ أَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ بَلْ جَاءَهُمُ الْحَقُّ وَكَثُرُوا الْحَقُّ كَرِهُوا * فَوَاللَّهِ
مَا قَالَ رَسُولُكُمْ لَكُمْ أَنْ تَحْفَظُوا الْفَاطَةَ الْفَرَانِ فِي صِدْقِهِمْ كَالْبَغَاءِ وَتَحْمِلُوا مِثْلَ الْحَارِ بِحَمْلِ اسْفَارِهَا
بَلْ أَصْرَعُوا عَلَى أَنْ تَحْفَظُوا مِثْلَهَا وَمَقَاصِدُهَا وَأَوَامِرُهَا وَنَوَاهِيهَا لِتَبَيَّنَ لَكُمْ مَا الْإِتْقَانُ عِنْدَ اللَّهِ وَمَا
شَرَّ أَطْعَمَهُ وَلَوْ أَمَرَهُ مِثْلَ مَا تَقَدَّمَ * وَلَعَنَ كُرْأَى أَنْفُسِكُمْ مَا الْإِيمَانُ وَلَوْ أَمَرَهُ وَكَيْفِيَّتُهُ وَكَمِّيَّتُهُ
وَأَوَابُهُ وَاجْرُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ كَمَا ذَكَرَكُمْ اللَّهُ فِي الْكِتَابِ * فَيُجَاهِدُوا فِيهَا حَتَّى يَجَاهِدُوا وَسِعِيهَا
فَتَكُونُوا مِنَ الْمُهْلَكِينَ * فَمَا هِيَ إِلَّا أَنْتُمْ فَرِيقٌ مِنْ دِينِ الْأَعْمَالِ وَالْإِشْكَالِ إِلَى دِينِ الْكَلِمَاتِ
وَالْأَقْوَالِ لِتُبَيَّنَ أَهَالُ أَنْفُسِكُمْ وَأَصْرَعُوا عَلَى الْبَغْيِ وَالْعَصْيَانِ لِتُبَيَّنَ أَمِنْ اللَّهِ فَاعْلَمُوا مَا أَنْتُمْ بِمُجْزِي
اللَّهُ فِي هَذِهِ الْأَرْضِ هَرَبًا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا خَشِرُونَ * فَذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِكُمْ وَجَعَلَ صِدْقَكُمْ ضَيْقَةً وَ
أَنْفُسَكُمْ مَا كُنْتُمْ عَلَيْهِ بَلْ أَنْفُسَكُمْ نَفْسَهُ وَأَقْنَى قُلُوبَكُمْ وَقُلُوبَ تَابِعِيكُمْ فِيهِ كَالْحَجَارَةِ أَوْ أَشَدَّ قَسْوَةً
وَأَنَّ مِنَ الْحَجَارَةِ لَمَّا يَنْفَجِرُ مِنْهُ الْأَمَّ هَارَةً وَارْتَمَتْهَا لَمَّا يَنْفَجِرُ مِنْهُ الْمَاءُ وَرَأَى مِنْهَا لَمَّا هَبَّ
مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ (٢٠: ١٢) فَلْعَمَلُوا أَوْزَارَكُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَمَنْ أُوْزَارُ
الَّذِينَ تَضِلُّونَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ أَلَسَاءُ مَا تَزِدُّونَ * أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صِدْقَهُ لِلْإِسْلَامِ فَمَوْعِدٌ عَلَى نُورٍ
رَبِّهِ فَوَيْلٌ لِلْقُلُوبِ السَّيِّئَةِ قُلُوبُهُمْ مَنْ ذَكَرَ اللَّهُ أُولَئِكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ (٢٢: ٣٩) * مَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ
يَشْرَحْ صِدْقَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صِدْقَهُ ضَيْقًا حَرَجًا كَالْمَاءِ يَصْعَدُ فِي السَّمَاءِ
كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ (١٢٧: ١٢) * فَهَلْ تَنْتَظِرُونَ مِنْ هَذِهِ أَيْهَا الْجَاهِلُونَ *

وَأَنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَانْظُرُوا إِلَى مَعَكُمْ مِنَ النَّظَرِينَ ❦

وَيَا أَيُّهَا الْمُفْتَتُونَ الْمُعَاصِرُونَ! الَّذِينَ يَتَفَاتَى النَّاسَ إِلَيْهِمْ فَيُرْسِلُونَ فَنَافِئَهُمْ كَالسَّاءِ

مَدَارًا إِلَى صِيْبِهَا مِنْ بَشَاءٍ وَن * وَالَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ الْمُصِيطَرُونَ فِي الْأَرْضِ لِيَحْلُوا غَضَبَ اللَّهِ

(الْبَقِيَّةُ مِنْ صَفْحَةِ ١٠٨) (٢٠: ٥٢) وَ (٥٢: ٢٣) فَمَا عَنِ اللَّهِ بِهَذَا شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَجْعَلَ لَهَا مَطَرًا حَسَنًا لَوَجْهَ بَيْعَتِهِ الْجَلْدَ الَّذِي رَوَّجَ الْمُسْلِمِينَ مِنْ بَدَنِهِمْ
مِنْ الْأَرْضِ + وَلَمْ يَذْكُرْهُ عَنَّا وَجَلَّ قُطْفَى مَنْ هُمْ فِي الْقُلُوبِ فِي تَوْصِيْفِ الْجَنَّةِ إِلَّا أَنَّهُ أَشَارَ إِلَيْهِمْ فِي تَوْصِيْفِ جَنَّةٍ كَثْرَةً بَعْدَ تَوْصِيْفِ جَنَّةٍ
فَمِنْ الْأَشَادَةِ إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى يَحْلُوا وَأَذَانَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَكَثْرَتِ الْأَنْزَارِ وَاللَّيْلِ يَحْلُوا لَكُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ أَلَسَاءُ مَا يُرْسِلُونَ (٢٥: ١٢)

على الناس برسولهم لعينين ❖ اذ علمتم انكم تعلمون كتب الله وقانونه ولو علمتموه لخرتم على
 اذ قالتم خاشعين ❖ متصدعين من خشية الله وكسرتهم اقالكم وقرظتم فراطيسكم كل متفرق
 تأثمين ❖ تعاندون بينهم وتعجزون لتضعفوا قواء امتكم فتقتلوا واذن هب ربحكم (٢٧: ١٨) ما تكونم
 على ظهر الارض من نفوسكم الا اتهمتموه بالكفر والفسق والشرك فهل عندكم من سلطان انزل الله اليكم
 بكفرهم او بايمانكم ان كنتم صدقين ❖ وان اخرجتم كل المسلمين من جماعتكم وانفض الناس
 من حولكم فمن يستفتيكم من بعد الا تبصرون ❖ وان تقدر من بعد ذلك على ان يعول الناس
 عليكم لتمشوا في الارض كافرين ❖ افترعون انكم مسلمون من دون الناس المسلمين من سلم المسلمون
 من يده ولسانه عند سولكم والمؤمنون المؤمنات يظنون بانفسهم خير (١٢: ١٢٣) عند الله افلا تذكرون ❖
 وقد قال لكم يا ايها الذين امنوا اجتنبوا كثير من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا يغتب
 بعضكم بعضا يحب احدكم ان ياكل لحم اخيه ميتا فكرهتموه واتقوا الله ان الله ثواب رحيمة
 (١٢: ٢٩) وقد قال لكم انتم المؤمنون اخوة فاصبروا بين اخويكم واتقوا الله لعلكم ترحمون (١١: ١٠٩)
 وان صار الناس مسلمين عندكم بلحاهم والبستم وعماهم وصاروا كفريين بتركهم البستم وعماهم
 مسائلكم التي ابدعتم في دينكم بغير علم وسلطين فاروق بماذا انتم تحكمون ❖ تستشهدون منكم
 الفقيهيه واباطيلكم الشرعية الخيرة التي لا يجوز لاحد ان يثق بها * وتنبدون كتب الله وراء ظهوركم
 لتخزيوه مهجورا * وتتساندون الى آراء اسلافكم وقياسات كبراءكم ووطنون جملاءكم الذين تتوهم
 العلماء لتحرفوا دينكم وتبدلوا كلمت الله * وتحكمون بما جاء من غير الله * ما كرين ان القرآن لم يقصد
 لكم من آيات الله حق تفصيلها ولم يبين لكم من كلامه حق تبينها * فما لكم لا تثقون الله قال لكم
 ومن لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الظالمون (٢٥: ٥) بل قال ومن لم يحكم بما انزل الله
 فاولئك هم الفاسقون (٢٥: ١٥) وقضوا بكم انه من لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الكافرون (٢٣: ١٥)

اخبر الله تبغون حكماً وهو الذي أنزل اليكم الكتاب **مفضلاً** (١١٥:١) والذين ألهم الله الكتاب يعلمون أنه منزل من ربك بالحق (١١٥:٢) فلا تكونن من الممتزجين * فالحق انكم ما انتم اوتيتهم كتابه ولا انتم تعلمونه باليقين * وهو الذي قال لكم وامتت كلمت ربك صدقاً وعدلاً لا مبال فيه **لِكَلِمَةٍ** وهو السويح العليم (١١٦:١) * وهو الذي نبه رسولكم نظر الى ما انتم تفعلون الان وقال وان طعم اكثر من في الارض يبطلوا عن سبيل الله ان يتبعون الا الظن وان هم لا يحضرون * ان ربك هو اعلم من يضل عن سبيله وهو اعلم بالمهتدين (١١٨:١-١١٩:٢) وقد قاله وكثر لنا عليك الكتاب تبياناً لكل شيء وهدى ورحمة وبشرى للمسلمين (٨٩:١٦) * فقد كفرتم وفسقتم في فتاؤكم ايها المفتيون الجاهلون المعاصرون * وقد ظلمتم انفسكم باخذكم ما وجدتم عليه اباكم * وبتقليدكم ما ظنوا واخترعوا من الشرع من انفسهم * ولم يؤمنوا بانك كلمت ربكم قد تمت في القرآن صدقاً وعدلاً فحسبنا كتابه * بل طعم اكثر من في الارض يبطلوا الناس عن سبيل الله * واتبعتم الظن من دون العلم الذي جاءكم في الكتاب المبين * افما قال الله لرجال مثلكم الذين لم يؤمنوا بالقرآن حق ايمانه او لم يكفهم انا انزلنا عليكم الكتاب يتلى عليهم ان في ذلك لرحمة وذكرى لقوم يؤمنون (٥١:١٢) * فالحق انكم ما استنبطتم من الكتاب من ذكروا من رحمة * بل ما امنتم به * ولو امنتم به وقرأت اياته حق قرأته لصبرتم من المفليحين * في الدنيا ابداً وفي الآخرة ابداً انه لا يضيع اجر المحسنين * وقد قال لكم الذين اتينهم الكتاب يتلونك حق تلاوته اولئك يؤمنون به ومن يكفر به فاولئك هم الخاسرون (١٢١:٢) * فلا والله ما امنتم بالقرآن حق ايمانه وما درستموه حق درسه وتلاوته بل كفرتم فصرتم من الاخيرين * فحسبتم ان الكفر هو اقول لكم وكلما تكلم * ونسيانكم اساليب الغسل والظهارة التي اهدتكم من انفسكم * ونسيانكم مسائل الحيض والتفاس ونسيانكم

الفاظ القرآن واعرابها حين التكرار * او سجرات الشهور في صلواتكم * او توجهكم الى الكعبة في
 الغائط * او تصرفكم في مناجي التعميم والتأثر * او اعتقادكم اللفظية * وغيرها من الاباطيل
 التي يستهزئ بها الناس التي لا تعد ولا تحصى * وانتم تتخذون الله هزواً ودينه لهواً ولعباً ايها
 الجاهلون ! * وان كان الكفر مثل هذه اودين الله مثل هذا اللغو فاقوا بشهادة حكمكم في الكتب
 ان كنتم صدقين * انما الكفر نسيانكم لدرس الله * وتتبعكم اراءكم الشئشي * واستمساكم
 مذاهبكم المختلفة * واتباعكم ظنونكم الواهية * بل اتيانكم بانفسكم بالكبر والجهل لو كنتم
 تعلمون * وانما الكفر هو الاعمال من دون الكلمات الاقوال * بل ما انتم تكسبون بايديكم
 وارجلكم ايها الغفلون ! * فانه قال لكل امرئ منهم ما اكتسب من الاثم (١١: ٢٣) وكل امرئ
 بما كسب رهين * * * * * (٢١: ٥٢) * وان ليس للإنسان الا ما سعى * فهل تجزون الا ما انتم
 تكسبون * * * * * وانما الاعمال بالنيات * فلا يؤخذكم الله باللغو في اقوالكم بل يؤخذكم بما كسبت
 قلوبكم (٢: ٢٢٥) * بل بما كسبت ايديكم وارجلكم بالتصديق من قلوبكم باعين عن احكام
 الله وفطرته ايها الجاهلون ! * وهو الذي قال وذُرِّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَهَوًّا وَغَرَّتْهُمْ
 الْحَيَوةُ الدُّنْيَا وَذَكَرَ رَبَّهُمْ اَنْ يُبْسَلَ نَفْسٌ مِمَّا كَسَبَتْ * * * * * ليس لها من دوز الله ولي ولا شفيع
 وان تعدل كل عدل لا يؤخذ منها اولئك الذين اسبلوا بهما كسبوا لهم شراب من حميم وعذاب
 اليم مما كانوا يكفرون (٤٠: ١٦) * * * * * فغرتكم الحياة الدنيا حين اتخذتم دينكم لعباً ولهواً
 بل كفرتم * لا تكلم صرتم عن دين الاعمال والاشكال الى دين الكلمات والاقوال * وقلتم على
 الله ما لا علمتم * وطفقتم تقولون ما لا تفعلون (٢: ١٧١) * لتسروا دينكم جامدين * * * * * كبر مقتداً
 عند الله ان تقولوا ما لا تفعلون (٣: ٧١) * * * * * فما الكفر بما رزقتم ايها الزاعمون الجاهلون ! * انما
 هو اعمالكم واعمال امتكم السيئة التي تهديكم الى الضعف والخوف * وتكذبكم بايات الله بالعمل و

نكذبكم رسوله بجهنم وقيادته قلوبكم لو كنتم تعلمون ﴿١٠٠﴾ ولو علمتم كتب الله لما هجرتم
 مثل هذا بل ما قلتم لمن القى اليكم قولاً لست مؤمناً ﴿١٠١﴾ ابداً ﴿١٠٢﴾ الا من كفر ربه بالعمل ﴿١٠٣﴾ و
 عصاه عملاً ومعناً ﴿١٠٤﴾ ومن لم يعتصم بجعله وصار من الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعاً كل حزب
 يسالك دينهم فرحون ﴿١٠٥﴾ وان كنتم على بينة من ربكم في فتاؤكم من الكفر والفسق و
 الشر والنجس او ترسلونها على بصيرة منه فاقول بشهادة حكمكم ان كنتم صدقين ﴿١٠٦﴾ و
 ان لم تفعلوا اولن تفعلوا ﴿١٠٧﴾ فقفوا اثبت لكم ما الكفر بما جاء في القرآن المبين ﴿١٠٨﴾ افما قال
 الله لكم في الكتب افسن هو قاييم على كل نفس بما كسبت ﴿١٠٩﴾ ان تؤدى النفس اجرها بما قالت
 ولا فعلت ﴿١١٠﴾ وكر الناس جعلوا لله شركاء في اعمالهم ياخذهم ارباباً واولياء من وده عملاً ومعناً
 على قولهم انهم يؤمنون بالله بافواههم قل سموهم وروبوهم الى ما لهم من شرك في السموات والارض
 فيكونوا اجددين له ﴿١١١﴾ ام يتوكلوا بما لا يعلم في الارض ام رجعون ان تحذروا الله بظاهري من
 القول لا توكلوا واكمروا بافواهكم والسننكم بل زين للذين كفروا مكرهم وصدوا عن السبيل
 ومن يضلل الله فما له من هاد ﴿١١٢﴾ لهم عذاب في الحياة الدنيا ولعذاب الآخرة اشقى واما هم
 من الله من وفاق ﴿١١٣﴾ قد مكر الذين من قبلهم فليدركهم الله المكر جميعاً يعلم ما تكسب
 كل نفس وسيعلم الكفر لمن عقى الدار ﴿١١٤﴾ فاما الكفر الا ما تصفون بالسننكم
 من الكذب وظاهر من القول في الله ﴿١١٥﴾ بل ما تحثون الناس عليه من الكلمات الا قول الينا
 انهم امنوا واتيناك حل الايمان في قلوبكم ﴿١١٦﴾ ايها القائلون الجاهلون ﴿١١٧﴾ وما الكفر الا ان
 تقولوا في الله ما لا تفعلون ﴿١١٨﴾ فانه لا يؤمن احد عند الا من صلب في ايمانه بالعمل
 ولا يؤخذ احد الا بما يكسبون ﴿١١٩﴾ فانه يعلم ما تسرون وما يعلنون ﴿١٢٠﴾ وانه امكر
 الماكرين ﴿١٢١﴾ يحول بين المرء وقبيله ﴿١٢٢﴾ ويعلم ما يفعل وما تصنعون ﴿١٢٣﴾ وما الكفر الا

﴿١٢٤﴾ وان لك سمي الله الذين كانوا ايمانهم بالعلم الكفرين في قوله يسئل الصديقون عن جندهم واعاد للكافرين عذاباً عظيماً ﴿١٢٥﴾

عبادكم اولادكم واموالكم * وشغفكم ببنيكم وبناتكم * واتخاذكم اولياءكم اربابا لكم * واتخاذكم
 مساكنكم وحكامكم اصناما لكم * وحبكم للقناطر المقنطرة من الذهب الفضة * لتحلوا قومكم
 دار الذل والمسكنة * وتكفروا من شدة عذابه وتذروا عاقبة قومكم والاخرة * فانه قال الله الذين
 له ما في السموات وما في الارض وويل للكافرين من عذاب شديد الذين يستحبون
 الحياة الدنيا على الاخرة ويصدون عن سبيل الله ويغترون بها عوفا اولئك في ضلال بعيد
 وقال من شر رب الكفر هذا فعليهم غضب من الله ولهم عذاب عظيم * ذلك بانكم
 استحبوا الحياة الدنيا على الاخرة وان الله لا يهدي القوم الكافرين اولئك الذين
 طبع الله على قلوبهم وسمعهم وابصارهم واولئك هم الغفلون لاجرم انهم في الاخرة هم
 الخسرون * وقال يا ايها الناس ان وعد الله حق فلا تغربكم الحياة الدنيا
 ولا يغربكم بالله الغرور ان الشيطان لكم عدو فاتخذوه عدوا وانما يدعو غوا حزبه ليكونوا من
 اصحاب السعير الذين كفروا لهم عذاب شديد والذين امنوا وعملوا الصالحات لهم مغفرة
 واجر كبير * فما الكفر الا اعراضكم عن التوحيد عما وعظما وعبادكم الشيطان
 وانفسكم وصدركم ايها القائلون وما الكفر الا عدم ملامتكم على التوحيد ليلا ونهارا
 واتخاذكم اصناما لكم من امتعة الحياة الدنيا يومافيوما واستعماركم قلوبكم الشهوات واللذات
 كربة بعد مرة * لتشركوا بالله وتشتغلوا عن ذكره واحكامه عملا ومعنا فانه قال واذا امرت الانسان
 فارد عاربه منيبا اليه ثم اذا اخوله نعمة منه نسي ما كان يدعوا اليه من قبل وجعل لله اذنا
 ليضلن عن سبيله * قل تمتع بكفرك قليلا انك من اصحاب النار * وقال اذا عشيهم
 موج كالظلل دعوا الله مخلصين له الدين فقلنا نجهمم الى البر فبينهم مقتصدون وما يجدوننا
 (اي احكامنا) الا كل ختار كفور * وقال واذا امرتكم الضم في البحر ضل من تدعون

في ان الكفر هو
 الاعراض عن
 التوحيد

* وفي موضع اخر جعل الله الاعراض عن التوحيد على الكفر وقال ومن يزل مع الله اليها الاخرة لا يوفى بها الا من كان له بها حسنة عند ربك ان لا يقبل الكفر من (١١٤: ١٢٣)

الْأَيَّاهُ ۖ فَلَمَّا جَاءَكُمْ إِلَى الذِّبَاعِ عَرَضْتُمْ عَلَيْهَا وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْكُمْ شِرْكٌ لَكُمْ فِيهَا ۚ بَلْ قَالُوا فِي هَذَا شِرْكُ الْمُشْرِكِينَ
 مِثْلَكُمْ فِي يَوْمِ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يَقُولُونَ الْآنَ لَا نَدْعُوا إِلَّا اللَّهَ بِالْإِسْنَيْنَا وَفِي صَلَاتِنَا شَرِّ قِيلٍ لَهُمْ إِنْ كُنَّا
 كُنْتُمْ تَشْرِكُونَ ۚ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالُوا أَصْلَوْا عَنَّا بَلْ لَمْ تَكُنْ تَدْعُوا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ
 الْكَافِرِينَ ﴿٤٣-٤٢﴾ وقال في المشركين الكفارين الذين اتخذوا الحبارهم أصفياء لهم
 وأبرارهم أرباباً من دونه ليقرَّبواهم إلى الله زلفى في زعمهم وليقطعوا قومهم قريباً قريباً ويصيروا
 شيعاً متخلفة مختلفة والذين اتخذوا من دونه أولياء ليجتنبوا ولياءة من بينهم وبين الناس فيقطعهم
 يقولون لكونهم في زعمهم عابدين لله كذباً ومكرًا ۚ مَا تَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُوا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى ۚ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ
 بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَذِبٌ كَفَّارٌ ﴿٣٩﴾ فَمَا الْكَفَرُ إِلَّا
 اختلافكم بينكم بظلمكم وشرككم وأعراضكم عن **وَحِيلَ إِلَيْهَا** الغفلون
 وما الكفر إلا تخلفكم بالمال لتقوية قومكم من اتخاذكم المال وثلاً لكم فإنه قال الذين
 يَخْلُقُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُحْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ
 عَذَابًا مُهِينًا ﴿٣٨﴾ بل مَا الْكَفَرُ إِلَّا انْفَاقُكُمْ أَمْوَالَكُمْ فِي سَبِيلِ حُكْمِ الَّذِينَ
 بعثهم الله عليكم ليعذبوكم ويضعفوا قواكم فكم فسدتم وكم فاته قال إن الذين كَفَرُوا أَيْتَقَفُوا أَمْوَالَهُمْ
 لِيُؤْتُوا رِيعًا يُزَيَّلُ اللَّهُ ۚ فَيَسْأَلُهُمْ أَمَّا تَكُنْ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً تُمْ سَحَابُوتُهُ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى
 حَتْمٍ يَحْشُرُونَ ۚ لِيُؤْثِرَ اللَّهُ الْحَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْحَبِيثَ بَعْضُهُ عَلَى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا
 فَيَجْعَلُهُ فِي جَهَنَّمَ ۚ أُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٣٧﴾ وما الكفر إلا انْفَاقُكُمْ أَمْوَالَكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
 بِالْأَكْرَاحِ لَتَجْعَلُوا خَيْرَ أَنْفُسِكُمْ وَشَرًّا لَكُمْ فاته نبيه رسولكم وقال وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ
 نَفَقَتُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَى وَلَا يُعْقِلُونَ إِلَّا وَهُمْ
 كَرَاهُونَ ۚ فَلَا تَحْجَبْ أَمْوَالَهُمْ وَلَا أَوْلَادَهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِمَا فِي الْبُحُولَةِ الدِّينَا وَزَوْجَهُمْ أَنْفُسَهُمْ

فإن الكفر هو
الأعراض عن
الأمانة والجهاد
بالمال

وَمَنْ كَفَرَ فَنُزِّلَ لَهُ آيَاتُهُ فَهُوَ كَافِرٌ ﴿٥٥﴾ وَقَالَ فِي اتِّخَاذِهِمُ الْمَالَ وَلَنَالَهُمْ لَيْسَ كَوَابِلُهُمْ فَيَسْتَغْنَوْنَ عَنْ عَاقِبَةِ قَوْمِهِمْ

وَوَيْلٌ لِلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ﴿٥٦﴾ فَمَا الْكَفَرُ إِلَّا عَمَلٌ

عَنِ الْإِنْسَانِ بِالْمَالِ إِنَّمَا الْمُفْسِدُونَ الْعَاصُونَ ﴿٥٧﴾ وَمَا الْكَفَرُ إِلَّا فِرَارُكُمْ بِالْإِسْتِغْنَاءِ مِنْ أَمْرِ أَمِيرِكُمْ وَ

اعْتَدِلْ أَرْكَمَ عَنْ طَاعَتِهِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ﴿٥٨﴾ وَأَعْرَاضُكُمْ عَنِ اسْتِجَابَةِ الْخَلِيفَةِ الرَّسُولِ مِنْكُمْ

إِذَا ذَكَرَكُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ أَوْ دَعَاكُمْ لِيَوْمِ النِّفَافِ ﴿٥٩﴾ فَاتَّهَ قَالَ فِي الَّذِينَ كَانُوا يَسْتَأْذِنُونَ الرَّسُولَ فَوَلَّاهُ مِنَ الْمَوْتِ

وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ أَتَدْعُنَا إِلَى الْفِتْنَةِ سَقَطُوا وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَكَبِيرَةٌ

بِالْكَافِرِينَ ﴿٦٠﴾ فَمَا الْكَفَرُ إِلَّا عَمَلٌ عَنِ الْإِنْسَانِ وَأَعْرَاضُكُمْ عَنْ طَاعَتِهِ لَوْ كُنْتُمْ

تَعْلَمُونَ ﴿٦١﴾ وَمَنْ لَا يَهْجُرَ أَوْ يَهْجُرَ كُلَّ مَا يَشْغَلُهُ عَنِ السَّعْيِ وَالْعَمَلِ لِقُوَّةِ قَوْمِهِ

فَاتَّ الْكَفَرُ
الْأَعْرَاضُ عَنْ
طَاعَةِ الْأَمِيرِ

فَهُوَ الَّذِي كَفَرَ عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ﴿٦٢﴾ فَاتَّهَ قَالَ فِي مَنَافِقِ الْقُرُونِ الْأُولَى وَذَوِّهَا

لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَكَفَرُوا سَوَاءٌ فَلَا تَسْتَعِدُّوهُمْ أُولِيَائَ حَتَّى يَخْرُجُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَإِنْ

تَوَلَّوْا فَنُحِذِّرُكُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَلَا تَسْتَعِدُّوهُمْ أُولِيَائَ وَلَا نَصِيرًا ﴿٦٣﴾ فَمَا الْكَفَرُ

إِلَّا أَعْرَاضُكُمْ عَنِ الْحُجَّةِ لِقُوَّةِ قَوْمِهِ أَوْ مَدَافِعُهُ أَنْفُسُكُمْ إِنَّمَا الْمَضْعُوفُونَ الْعَالُونَ

وَمَنْ لَا يَقَاتِلْ أَعْدَاءَهُ حَتَّى اسْتَطَاعَتْهُ حِيلُ الْبِئْسَ لِكَيْفِ أَيْدِي النَّاسِ عَنْ قَوْمِهِ

وَمَنْ فَرَّ مِنَ الْمَوْتِ فَشَلًّا وَجُبْنًا ۖ وَاعْتَدِلْ إِلَى الْأَمِيرِ لِيُخَالِفَ وَمِنْ صِدْقِ النَّاسِ عَنْ

الْجِهَادِ دُخُولًا وَتَرْهِيْبًا فَهُوَ الَّذِي كَفَرَ عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ﴿٦٤﴾ فَاتَّهَ قَالَ لِمُؤْمِنِي الْقُرُونِ

الْأُولَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا

غُرًى أَوْ كَانُوا عِندَ نَاصِيحَتِهِمْ أَوْ قَاتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَاللَّهُ

بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٦٥﴾ بَلْ قَالَ لَهُمْ دَمَا صَاحَبَكُمْ يَوْمَ النِّفَافِ الْجَمْعُ فَبَاذِلُ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنُونَ

فَاتَّ الْكَفَرُ
عَنِ الْهَجْرَةِ وَالْجِهَادِ
بِالسَّيْفِ

فَمَا الْكَفَرُ إِلَّا عَمَلٌ عَنِ الْإِنْسَانِ وَأَعْرَاضُكُمْ عَنْ طَاعَتِهِ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٦٦﴾ وَمَنْ لَا يَهْجُرَ أَوْ يَهْجُرَ كُلَّ مَا يَشْغَلُهُ عَنِ السَّعْيِ وَالْعَمَلِ لِقُوَّةِ قَوْمِهِ

وَلْيَعْلَمِ الَّذِينَ نَافَقُوا وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ ادْعُوا قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَا
اتَّبَعْنَاكُمْ هُمْ لِلْكَفَرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ
أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ الَّذِينَ قَالُوا لِلْآخِرَةِ هُمْ وَوَعْدُ الْوَاطِعُونَ مَا قَاتِلُوا قُلْ قَادِرٌ وَعَزَّ الشُّعْرَاءُ وَالنُّبِيُّ
إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٧٥: ١٧٤﴾ وقال في سألهم يوم خرجوا من ديارهم إلى بدر الصغرى الذين قال
لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ فَانْقَلَبُوا
بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَمْ تَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانِ اللَّهِ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ إِنَّمَا ذُكِرَ الشَّيْطَانُ
يُحْوِتُ أَوْلِيَائِهِ لَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُوا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ وَلَا يَحْزَنُ نَاكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكَفْرِ
إِنَّهُمْ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا يُرِيدُ اللَّهُ الْأَتَّحِلَ لَهُمْ حَقًّا فِي الْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرُوا
الْكَفْرَ بِالْإِيمَانِ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٧٦: ١٧٥﴾ وقال في موضع آخر في متسلة
الْقُرُونِ الْأُولَى وَالْمُنَافِقِينَ مِنْهُمْ فَإِنْ رَجَعَكَ اللَّهُ إِلَى طَائِفَةٍ مِنْهُمْ فَاسْتَأْذَنُواكَ لِتُخْرِجَهُمْ
فَتُجْرِبُوهُمْ أَعْدَاءُ وَلَنْ تُفْلِحُوا مَعِيَ عَدُوًّا إِنَّكُمْ رَضِيتُمْ بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوا مَعَ الْخَالِفِينَ وَلَا
تُضِلُّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَدْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَا تَوْفِيقَهُمْ فَسَقُونَ
وَلَا تُحِيطُ بِأَمْوَالِهِمْ وَأُولَاؤُهُمُ الشَّامِرُونَ يُدْعَى اللَّهُ أَنْ يُعَذِّبَهُمْ بِمَا فِي الدُّنْيَا وَتَرْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ
﴿٨٣: ٨٥﴾ وفي المَعْدَرِينَ مِنْهُمْ وَجَاءَ الْمَعْدَرُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِينَ كَذَبُوا
اللَّهَ وَرَسُولَهُ سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٩٠: ٩١﴾ وفي المَعْقُوبِينَ مِنْهُمْ قَدْ يَعْلَمُ
اللَّهُ الْمَعْقُوبِينَ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِينَ لِآخِرَتِهِمْ هَلْ يَكُونُ الْبَيْتُ وَلَا يَكُونُ الْبَيْتُ الْأَقْلِيَّةُ أَشْجَعُ عَلَيْكُمْ
فَإِذَا جَاءَ الْحُوفُ رَأَيْتَهُمْ يُنْظَرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْتَنَبُ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَإِذَا ذُهِبَ الْحُوفُ
سَلَفُوا بِالسَّنَةِ جَدًّا شَحَّةً عَلَى الْخَيْرِ أُولَئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا فَأَحْبَطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ وَكَانَ ذَلِكَ
عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿٣٣: ١٨-١٩﴾ وفي الْخَالِفِينَ الْمُنَافِقِينَ الْمَعْدَرِينَ مِنْهُمْ سَيَقُولُ لَكَ الْخَالِفُونَ مِنْ

الْأَعْرَابُ شَغَلْنَا أَمْوَالَنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرُنَا يَقُولُونَ بِالْإِسْلَامِ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ قُلْ مَنْ
 يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا بَلْ ظَنَنْتُمْ
 أَنْ لَكُمْ تَقَالِبَ الرُّسُولِ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزَيَّنَ ذَلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَّتُمْ ظَنَ السَّوءِ وَكُنْتُمْ
 قَوْمًا بُورًا وَمَنْ لَمْ يُؤْمَرْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ﴿١٣٨﴾ وَقَالَ
 يُعَذِّبُونَ النَّاسَ بِالْكَفَرِ إِذْ جَعَلُوا إِلَهُهُمْ قُلْ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ تَوْعَمَنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّأَنَا اللَّهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ وَسَيَرَى
 اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عِلِيمِ الْغَيْبِ وَاللَّهِ هَادٍ فِي سَبِيلِ الْكُفْرِ تَعْمَلُونَ سَبْحًا فَهُنَّ بِاللَّهِ لَكُمْ
 إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ تُعْرَضُونَ فَاعْرِضُوا عَنْهُمْ وَلَا تَرْجِسُوا مَا وَهَبَ اللَّهُ لَكُمْ بَرَاءً بَيْنًا مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ
 يُخْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِن تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ الْأَعْرَابُ أَشَدُّ
 كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ أَنْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ تَزَلَّ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٣٩﴾ وَ
 مَا الْكَفَرُ إِلَّا قِتَالُكُمْ فِي سَبِيلِ حُكْمِكُمْ وَاعْدَاءُكُمْ وَطَوَائِفُكُمْ الَّذِينَ بَعَثَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ لِيُعَذِّبَكُمْ فَتَتَّبِعُوا
 عَنْدهم الْعِزَّةَ وَتَتَّخِذُوا وَلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُسْلِمِينَ فَتَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ فَإِنَّهُ قَالَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي
 سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ
 الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا ﴿١٤٠﴾ ﴿١٤١﴾ فَمَا الْكَفَرُ إِلَّا اعْرَاضُكُمْ عَنِ الْحَقِّ بِالشَّيْطَانِ وَفِرَارُكُمْ
 مِنَ الْمَوْتِ لَا تَبْصُرُونَ ﴿١٤٢﴾ وَمَنْ لَا يُقَاتِلْ عَدَاةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَقَّ قِتَالُهُ وَيَدْعُمُ
 إِلَى السَّلَامِ حُلْمُ الْمَوْتِ فِيهِمْ وَيُجْزَنُ وَمَنْ يُؤَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ أَلَمْ تُحَيِّهِ قَالُوا قَاتِلُوا
 مُحَيِّزًا إِلَىٰ فِتْنَةٍ ﴿١٤٣﴾ ﴿١٤٤﴾ فَيُوهِنُ أَمْرُهُ فِي الدُّنْيَا وَمَنْ لَا يُغْلِبْ لَا يُنْصَرُ مِنَ اللَّهِ
 فَهُوَ الَّذِي كَفَرَ عَنِ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ﴿١٤٥﴾ فَإِنَّهُ قَالَ لِمُؤْمِنِي الْقُرْنِ الْأَوَّلِ بَلْ فِي كُلِّ مَنْ
 ادْخَلَ الْإِيمَانَ فِي قَلْبِهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَلَوْ قَاتَلَكُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلُوا
 الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ

فَإِنَّ الْكَفَرَ وَالْإِعْرَاضَ
 الْجَمَادَ بِالتَّيْجِيعِ الْإِعْرَاضَ
 وَأَمَّا الْإِعْرَاضُ عَنْكُمْ
 الْإِسْتِقَامَةُ فِي الْعَمَلِ
 وَالنَّظْمُ وَالنَّقْصُ

اللَّهُ تَبْدِيلًا ﴿٢٣٨: ٢٣٢﴾ وَقَالَ قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا اسْتَغْلِبُونَ وَخَشَرُونَ الْخِشْمَ
 وَبُئْسَ الْبِهَادُ ﴿١١٣: ١١١﴾ إِنَّهُ لَا يَعْلَمُ الْكُفْرُُونَ ﴿١١٤: ١١٢﴾ فَأَحَقُّ أَنْ الْكَافِرِينَ هُمُ الَّذِينَ يُغْلِبُونَ فِي
 هَذِهِ الدُّنْيَا إِنْ تَنْظُرُونَ ﴿١١٤: ١١٢﴾ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ خُلِقَ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ فَامْغْلِبُونَ
 هُمُ الْكَافِرُونَ أَبَدًا وَالْمُؤْمِنُونَ لَهُمُ النَّصْرُ وَأَبَدًا وَإِنْ جُنْدُهُمُ الْغُلَبُونَ ﴿١١٤: ١١٢﴾ وَلَنْ تَجِدُوا
 فِي سُنَّتِهِ تَبْدِيلًا وَلَوْ حَرَصْتُمْ عَلَيْهَا الْجَاهِلُونَ ﴿١١٤: ١١٢﴾ تَحْتَبُونَ أَنْ تَبْدِيلَهُ بِكُمْ وَقَدْ قَالَ مَا يَهْدِي الْقَوْمَ
 لَكَ لَيْ (٢٣٩: ١٢٩) أَيُّهَا الْمَاكِرُونَ ﴿١٢٩: ١٢٩﴾ فَهَذِهِ سُنَّتُهُ الْآنَ وَقَدْ مَضَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ (٣٨: ٣٨) ﴿٣٨: ٣٨﴾
 فَالْكَافِرُونَ هُمُ الَّذِينَ يُولُونَ الْأَدْبَارَ لَا يَنْصَرُونَ ﴿١٢٩: ١٢٩﴾ يُغْلِبُونَ لَكِنْ هُمْ مُوْهِنُونَ فِي أَمْرِهِمْ وَ
 مُسْتَضْعِفُونَ فِي سَعْيِهِمْ بَلْ يَأْسِينُ مِنْ حِمَّتِهِ فِي جَهْدِهِمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ وَلَا يَخْشَوْنَ اللَّهَ أَعْبُدْهُمْ
 حَقَّ حَشِيَّتِهِمْ خَشْيَتُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّى ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٣٠: ١٢٩﴾ وَالْمُؤْمِنُونَ
 اسْتَدْرَجَهُ فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ﴿١٣٠: ١٢٩﴾ يَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا
 (١٣٠: ١٢٩) يَرْجُو الْكَافِرُونَ وَإِنْ يَكُنْ مِنْهُمْ قِبَاةٌ يُغْلِبُوا أَفَلَا يَنْفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ
 (١٣٠: ١٢٩) سُنَّةُ اللَّهِ فِي هَذِهِ الْأَرْضِ وَلَا يَعْلَمُونَ ﴿١٣٠: ١٢٩﴾ لَا يَسْتَطِيعُونَ أَنْ يَنْظُرُوا وَيَنْظُرُوا أَنْفُسَهُمْ
 فِي الْآخِرَةِ وَيَعَانِدُونَ بَيْنَهُمْ وَيَخَافُونَ وَيُؤْكَلُونَ فِي تَدْبِيرِ أَمْرِهِمْ وَيَسْتَغْنُونَ عَنْ عَاقِبَةِ أَعْمَالِهِمْ
 وَآخِرُ سَعْيِهِمْ بَلْ يَنْكَرُونَ عَنْ أَجْرِ الْآخِرَةِ فَلِذَاكَ يَحْبِطُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ وَيُضِلُّ سَعْيَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ
 وَيُجَاهِلُهُمُ مِنَ الْآخِرِينَ ﴿١٣٠: ١٢٩﴾ وَلِذَاكَ قَالَ اللَّهُ فِيهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ أَصْحَابُ
 أَعْمَالٍ هُمْ ﴿١٣٠: ١٢٩﴾ وَالَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَنْ يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ سَبِيلَهُمْ وَيُصْلِحُ بِأَعْمَالِهِمْ
 (١٣٠: ١٢٩) وَقَالَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعَسَّ أَعْمَالُهُمْ وَأُضِلَّتْ أَعْمَالُهُمْ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أُنْزِلَ اللَّهُ
 (مِنْ سُنَّتِهِ) فَاحْبِطْ أَعْمَالَهُمْ (١٣٠: ١٢٩) وَقَالَ فِي مَا يَلِي هَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ لِيرِنَا أَيْ كَيْفَ يَحْبِطُ اللَّهُ
 أَعْمَالَهُمْ فِي الدُّنْيَا بِتَدْبِيرِ حُكْمِهِمْ وَسَلْبِ قُوَّتِهِمْ وَمَلَكِهِمْ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ

عَافِيَةِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ دَرَأَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلِلْكَافِرِينَ أَمْثَالُهَا ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا
 وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَى لَهُمْ (١١: ١٠٤) بل قال في ما يلي هاتين الآيتين ليساناً ما اجر المؤمنين
 في هذه الدنيا وما بال الكافرين فيها ان الله يدخل الذين آمنوا وعملوا الصالحات جنات تجري
 من تحتها الأنهار والذين كفروا لنكونوا منكم كمثل النعام والنعمة لهم (١١: ١٠٥)
 (١١: ١٠٦) فالحق ان الكافرين هم الذين لا يعلمون سنة الله في هذه الارض هم الذين لا يؤمنون بها
 نزل على محمد (٢: ١٠٤) فلذلك لا يكفر الله عنهم شيئاً ويذرهم يمتنعوا في الارض كالنعام خاسئين
 لا يسعون في الدنيا سعيًا بليغاً ولا يعملون الصالحات لا يوحى من انفسهم ولا ينظرون جماعتهم بل يقدر
 بما كسبوا على شيء ويحسبون انهم يحسنون صنعا غافلين * فلذلك قال الله فيهم مثل الذين
 كفروا ابغضهم اعدائهم كرماد اشتدت به الريح في يوم عاصف لا يقدر رعون بما كسبوا على شيء
 ذلك هو الضلل البعيد (١٨: ١٣٧) وقال والذين كفروا اعدائهم كسراب يبعده يحسبه الضمآن
 ماء حتى اذا جاءه لم يجده شيئا ووجد الله عنده فوفيه حسابه والله سريع الحساب او ظلمت
 في بحر حتى يحسبه موج من فوقه موج من فوقه سحاب ظلمت بعضهم فوق بعض اذا اخرجهم يده
 لم يكذب رجاء ومن لم يجعل الله له نورا فبالله من نور (٢٢: ٣٩-٢٠) افلا تتقون * وهم الذين
 يجادلون في آيت الله (اي احكامه) ليحرفوا مقاصدها ويجادلون بالظن ليدحضوا به العلم
 وليجعلوا يسرا لانفسهم ما كرين * فلذلك قال الله فيهم ما يجادل في آيت الله الا الذين كفروا ولا
 يغركم تقلبهم في السالكه كذبت قبلهم قوم نوح والاحزاب من بعدهم وهايت كل امة رسولهم
 ليأخذوه وجادلوا بالباطل ليدحضوا به الحق فاخذهم فكيف كان عقاب ذلك حقت كلمت
 ربك على الذين كفروا انهم اصحاب النار (٢٢: ٢٠) وقال ما ترسل المرسلين الا مبشرين و
 منذرين والذين كفروا بالباطل ليدحضوا به الحق واتخذوا آي الله وقايعهم (٢٢: ٢١) افلا تعقلون

ولذلك قال في عدم قدرتهم وقلت حيلهم وتوهمهم في الدنيا له دعوة الحق والذين يدعون من دونه
لا يستجيبون لهم شيء إلا كباسط كفيه إلى الماء ليبلغ فاه وما هو ببالغه فاه وما هو ببالغه فاه وما هو ببالغه فاه
الآ في ضلل (١٢: ١٣) * فلا تبصرون * فما الكفر إلا عدم استيفاءكم في العمل لعرضكم

عن النظم والشق بل تحرككم من شرككم وعبادتكم أولادكم وأهواءكم وشهواتكم
ومن تعبدكم كبراءكم وأولياءكم ومن استمساكم بأخباركم و
رهبانكم ومن ظلمكم أنفسكم من السعي والعمل في الدنيا لتغلبوا

في أن الكفر هو الأعراف
عن الاستقامة في العمل
والأعراف عن النظم
والشق -

أيها الفقهاء المتجاهلون المعاصرين! * وما الكفر إلا ضلل سعيكم
في الحياة الدنيا * وجبوط أعمالكم فيها * وسوء بآلكم في الأرض * ومتمتعكم كانعام على
ظهورها * وعدم قدرتكم وفقدان حكمكم في هذه * من توهمكم ونقص إيمانكم وسوء
أعمالكم وتعبدكم أنفسكم وعبادتكم الطاغوت لو كنتم تعلمون * فانه قال أحمسب الذين
كفروا أن يتخذوا عبادي من دوني أولياء * وأنا اعتدنا جهنم للكافرين نزلاً * قل هل ينبتكم
بالآخرين أعمالاً الذين ضل سعيهم في الحياة الدنيا وهم يحسبون أنهم يحسنون
صنعاً * أولئك الذين كفروا بايت ربهم ولقايتهم فحبطت أعمالهم في الدنيا فلا نفيع
لهم يوم القيمة وزنا * ذلك جزاءهم بما كفروا واتخذوا ولياً ورسلي هزوا * إن الذين
آمنوا وعملوا الصالحات كانت لهم جنات الفردوس نزلاً * خلد في فيها لا يبعثون عنها حولا * (١٢: ١٨)
* فلا ترجعون * وقال الذين كفروا وصدوا عن سبيل الله زدناهم عدداً * إنا في الدنيا فوق
العدايب * إنا عذاب الآخرة بما كانوا يفسدون * (١٢: ١٧) * وقال في بني إسرائيل حين فسدوا
علوا في الأرض وافضل الله حكمهم في الدنيا وقضينا إلى بني إسرائيل في الكذب ليقسداً في الأرض
فسرناهم ولتعلن علواً كبيراً * فإذا جاء وعد أولاهما بعثنا عليهم عبادنا من أولي باس شديد فجاسوا

خَلَّ الدِّيَارُ وَكَانَ وَعْدًا مَفْعُولًا ۖ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَاكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَاهُمْ
 أَكْثَرَ تَفْئِيرًا ۚ إِنَّ أَحْسَنَكُمْ أَحْسَنَكُمْ لَا تَفْسِكُمْ ۖ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا ۚ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسُوءَ
 وُجُوهَكُمْ وَلِيُلْغِيَنَّ اللَّهُ أَسْمَاءَكُمْ كَمَا دَخَلُوا خُلُوعًا ۚ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا تَتَابِيرًا ۚ عَسَىٰ أَنْ يَرْجَحَكُمْ
 وَإِنْ عُدْتُمْ عَدُنَا ۖ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا ۚ ﴿١٤٠-١٤١﴾ ۖ فَلَا تَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا وَلَا
 تَقُولُوا إِنَّ وَعْدَ الْآخِرَةِ لَمُنْجَىٰ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ لِيَسُوءَ وُجُوهَ الْكَافِرِ وَيَبْيِضَ وَجُوهُ الْمُؤْمِنِ ۚ قَدْ جَاءَ كَرَامًا
 وَقَدْ آسَاءَ وَجُوهَكُمْ وَلَا تَقُولُوا فِي قُلُوبِكُمْ إِنَّ الْقُرْآنَ يَهْدِي إِلَىٰ الدَّلِيلِ ۚ وَالْمَسْكَنَةُ أَوَّلُ الْعَامِ وَالشَّامِيمُ
 بِمَكْحَمَتِهِ ۚ قَالَ إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ
 الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ۚ ﴿١٤٢-١٤٣﴾ ۖ فَيَا أَيُّهَا الْمَفْتِرُونَ الْمَعَاصِرُونَ ۚ أَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا
 تَعْلَمُونَ ۚ ﴿١٤٤﴾ ۖ قُلْ إِنَّ الَّذِينَ يَبْغُضُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ۚ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ۚ إِنَّا كُنَّا
 مَرْجُومَهُمْ ۚ ثُمَّ نُنْزِلُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ۚ ﴿١٤٥-١٤٦﴾ ۖ وَمَا هُوَ إِلَّا أَنْ تَكْمُ
 بِحَدِّتِمْ هَذِهِ الْآيَاتِ وَكَمْتُمْ شَهَادَتَهَا ۖ وَمَا قَدْ مَتَمَّ شَيْءٌ مِنَ السَّعْيِ الْعَمَلِ لِتَجْعَلُوا لِنَفْسِكُمْ ۖ وَ
 مَا أَنْتُمْ بِالْكَاتِبِينَ ۚ بَلْ كَفَرْتُمْ ۖ ۚ قَالُوا لَيْتَ أُنْمِتَهُمُ الْكِتَابَ يُؤْفِقُونَ بِهِ ۚ وَمِنْ هَؤُلَاءِ مَنْ
 يُؤْمِنُ بِهِ ۚ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الْكَافِرُونَ ۚ ﴿١٤٧-١٤٨﴾ ۖ أَفَلَمْ يَقُلْ لَكُمْ فِي الْكِتَابِ خَلَقَ اللَّهُ
 السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ۚ ﴿١٤٩﴾ ۖ أَوَلَمْ تَتَوَجَّهُوا إِلَىٰ قَوْلِ
 اللَّهِ ۚ أَحْرَجَكُمْ مِنْ بَطْنِ أُمِّهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُونَ ۚ ﴿١٥٠﴾ ۖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۚ قَلِيلًا
 مَّا تَشْكُرُونَ ۚ ﴿١٥١﴾ ۖ وَقَوْلُهُ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا
 يَعْلَمُونَ ۚ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا يَسْتَوِي ۚ قَلِيلًا مَّا
 تَتَذَكَّرُونَ ۚ ﴿١٥٢﴾ ۖ ثُمَّ إِلَىٰ قَوْلِهِ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بِطُلُوحٍ ۚ ذَلِكَ ظَنُّ
 الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ قَوْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ ۚ ﴿١٥٣﴾ ۖ فَلَا شَكَّ فِي أَقْدَارِهِ ۚ تَعَالَىٰ حَرْصُنَا فِي هَذِهِ الْآيَاتِ

ۚ هذا القول بل الآيت التي تقدم ذكرها فندبره ۚ ۚ ۚ أي لا تطلبون العلم منها ومن طلب العلم منها فهو الذين آمنوا به وعملوا بها ۚ

على استعمال سمعنا وابصارنا وافيدتنا لنزى ملكوته ولنطلب العلم من اعماله من دون الظن و
 لنؤمن بسموته وارضاه وما بينهما اشد ايمانا ولنؤمن بالحق متصرفين عن الباطل فانه قال
 وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوا بِاللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٥٢﴾ وقال الَّذِينَ كَفَرُوا
 اتَّبِعُوا الْبَاطِلَ ﴿٣١﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا الْحَقَّ مِنْ رَبِّهِمْ ﴿٣٢﴾ وقال أَفَبِالْبَاطِلِ يُعْتَوَدُ
 وَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَكْفُرُونَ ﴿٦٤﴾ فما الكفر الا اعراضكم عن الْعِلْمِ إِنَّمَا يَجْمَلُونَ ﴿٦٥﴾

لتحلوا قلوبكم دار الذلة والمسكنة بجهلكم ولتنكروا النعم ربكم ولتلا تقدروها
 حق قدرها وشكرها فانه قال أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا وَحَلَقُوا قُلُوبَهُمْ
 دَارَ الْبَوَارِ ﴿٢٨﴾ وقال يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللَّهِ ثُمَّ يَنْكُرُونَهَا وَكَثُرُهُمْ

في ان الكفر هو الاعراض
 عن العلم وعن درس
 اعماله تعالى

الْكُفْرُونَ ﴿٨٣﴾ فمن قدر انعم ربه حق قدرها وطلب العمل منها وخاض فيها
 اشد خوصا وسلك سبل ربه ليدلوم عليها فاولئك هم المؤمنون ﴿٨٤﴾ واولئك هم المفلحون
 في الدنيا اينما تنظرون ﴿٨٥﴾ وما كان لله ان يجيب الذين يطردون انعمه بالاستحقاق او يكرهوا
 ما خلق السموات والارض ايها الغفلون ﴿٨٦﴾ فلا شك في انكم في اسلامكم الضالون ﴿٨٧﴾ ومن اعرض
 عَنِ مِثْقَ ثِمَارٍ إِلَّا خِلَافًا وَلَمْ يَسْعَ لَهَا سَعِيهَا فاولئك هم الكفرون ﴿٨٨﴾ فاما الايقان بالهوى فقال

إِنَّمَا أَلِيقَ عِنْدَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِمَّنْ يَقْضُونَ عَنْهُمْ
 فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ﴿٥٥﴾ واما الاسراف في المال فقال وَلَا تَبْذُرُوا رِبَّيْكُمْ

في ان الكفر هو الاعراض
 عن مكارم الاخلاق

إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا ﴿٢٧﴾ وغيرها من
 الاقوال التي لم اذكر هنا من خوف الطوالة فتدبروا ان كنتم قوما يتفكرون ﴿٢٨﴾ ولا شك في انه
 من لم يؤمن باليوم الآخر عملا ومعنا ولم يسع له سعيًا بليغا ولم يجد نفسه بل لم يجد الا الحيلة الدنيا
 فقد كفر عند ربه فانه قال مَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَدَّدٍ وَالَّذِينَ

كَفَرُوا عَمَّا أَنْزَلْنَا مِنْ مَعْرُضُونَ ﴿٣١﴾ وَقَالَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مِنْ مِثْلِهِ
 بَلَىٰ وَعَدَ عَلَيْهِ حَقًّا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ لَيَبْئِينَ لَهُمُ الَّذِي يُخْتَلَفُونَ فِيهِ وَلَيَعْلَمُ الَّذِينَ
 كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا كَذِبِينَ ۝ ﴿٣٢﴾ وَقَالُوا إِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ
 بَلْ هُمْ بِلِقَائِ رَبِّهِمْ كَافِرُونَ ۝ ﴿٣٣﴾ فَاكْفُرُوا لَكُمْ أَعْرَاضُكُمْ عَنِ الْإِيمَانِ
 بِالْآخِرَةِ عَمَلًا وَمَعْنًا لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ وَلَا تَجِدُ أَمِنْ قَوْلِكَ أَمْ تُوَعِّدُونَ
 بِالْآخِرَةِ بِأَقْوَالِكُمْ وَالسَّنَنَةِ كُلَّمَا نَكَمَ الشَّهَادَةَ فَأَلْقَوْا لَيْسَ شَيْءٌ عِنْدَ اللَّهِ
 يَحِبُّ الْعَمَلِينَ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ
 بِمُؤْمِنِينَ ۝ ﴿٣٤﴾ فَاعْمَلُوا وَاجْهَدُوا مَرَحِينَ لِقَاءَ رَبِّكُمْ وَاسْتَمِعُوا النَّفُوزَ فِي الدُّنْيَا فَإِنَّهُ لَا
 يَكَادُ أَنْ يَغْفِرَ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ حَتَّى تَمُوتُوا جَاهِدِينَ ۝ وَإِنْ تَشَاءُونَ أَنْ تَبْتَغُوا دَلَالََةَ اللَّهِ وَ
 حُبَّهُ فَلَا تَبْتَغُوهُ أَبَدًا حَتَّى تَعْرِضُوا أَنْفُسَكُمْ عَلَيْهِ وَتَمُوتُوا الْمَوْتَ فِي سَبِيلِهِ لَتَكُونُوا فِي
 الدُّنْيَا مِنَ الْغَالِبِينَ ۝ فَإِنَّهُ نَبِّهَكُمْ بِقَوْلِهِ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّى نَعْلَمَ الْجَاهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ
 وَنَبْلُوَنَّكُمْ بِأَقْوَالِكُمْ ۝ ﴿٣٥﴾ وَقَضَىٰ اللَّهُ يَحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ
 مَّرْصُوصٌ ۝ ﴿٣٦﴾ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝ وَإِنْ زَعَمْتُمْ أَنْ تَصِيدُوا أَوْلِيَاءَ اللَّهِ بِعَمَائِكُمْ وَسُبُحَكُمْ
 أَقْوَالُكُمْ أَوْ بَاعْتُمْكُمْ فِي الْبُيُوتِ وَالْمَسَاجِدِ فَارًا مِنَ الْمَوْتِ فَآكِرِينَ أَنْتُمْ تَعْبُدُونَ اللَّهَ وَتُحِبُّونَهُ
 فَسَاءَ مَا تَزْمَعُونَ ۝ وَقَدْ كَانَتْ إِلَهُكُمْ تَفَرُّ مِنَ الْمَوْتِ مِثْلَكُمْ عَلَىٰ هَذَا تَنْظُرُ بَانْفُسِهِمْ ظُنُونًا كَمَا
 تَنْظُرُونَ فِدَاهِهِمْ رَتَبَهُمْ بِقَوْلِهِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَتُّوا
 أَمْوَاتًا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ وَلَا يَمْتَنُونَ أَبَدًا بِمَا قَدْ مَاتَ آيِدِيهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۝ قُلْ
 إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَتَّقُونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلْقِيكُمْ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ
 تَعْمَلُونَ ۝ ﴿٣٧﴾ بَلْ عَاكِفٌ الْيَكْمُ قَوْلًا غَلِيظًا بِقَوْلِهِ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ وَلَسْنَا

فإن الكفر هو الأعراف
 عن إيمان بالآخرة

يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمُ الصَّابِرِينَ . وَلَقَدْ كُنْتُمْ يَتُوبُونَ الْمُتَوَيْتِينَ مِنْ قَبْلُ أَنْ
تَقُولُوا فَقَدْ دَأْيَمُوا وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ . (١٣١: ١٣٢) * فَمَا لَنْ مَطْلُوبُ لَطَالِبٍ وَوَلَدُهُ حَتَّى
لَا حِلَّ لَهُ اللَّهُ يَعْرِضُ نَفْسَهُ عَلَيْهِ وَيَتَمَنَّى الْمَوْتَ فِي سَبِيلِهِ لَا يَتَصَرَّحُونَ * وَمَا لِي أَحَدًا أَحَدًا
حَتَّى فَتَنَهُ وَعِلْمُ اللَّهِ يَصْدَقُ قَوْلُهُ بِالْعَمَلِ مِنْ صِدْقٍ فَأُولَئِكَ مِنَ الْمَحْبُوبِينَ * وَلَئِنْ قَالَ
رَبُّكُمْ لَكُمْ أَحْسِبِ النَّاسَ أَنْ يَتَزَكَّوْا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ . وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ
فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ (٢١٩: ٢٢٠) * وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ
إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ (٢١٩: ٢٢٠) * يُجَاهِدُ لِيُغْلِبَ نَفْسَهُ عَلَى الْعَدَاءِ وَلِيَكُونَ فِي الدُّنْيَا مِنَ
الَّذِينَ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ * فَيَا كِبْرَاءَ الْخَلْقِ مِنَ النَّاسِ اعْمَلُوا وَعَامِلُوا وَاصْبِرُوا
وَاصْبِرُوا وَلَا تَقْرُوا مِنَ الْمَوْتِ وَلَا تَقْنَطُوا ثُمَّ اعْمَلُوا بِأَيْدِيكُمْ وَارْجِلِكُمْ وَتَحَسَّسُوا مِنْ تَمْكِينِكُمْ مِنَ
الْأَرْضِ وَالْغَلْبَةِ وَالْأَمْنِ الَّذِي سَلَبَكُمْ اللَّهُ بِكُفْرِكُمْ وَلَا تَأْسُوا مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِنَّهُ لَا يَأْتِيَنَّكُمْ رَوْحُ
اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ . (١١٣: ١١٤) * وَلَا تَطْمِئِنُّوا بِالْكَافِرِ السَّوءِ فِي زَعَمِكُمْ إِنَّهُ سَيَغْفِرُ لَكُمْ فَإِنَّهُ
قَالَ إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنَّنُوا بِمَا أُولَئِكَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُونَ *
أُولَئِكَ مَا لَهُمْ مِنَ النَّارِ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ . إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِي اللَّهُ رَوْحَهُمْ إِذْ يَمُرُّ
بِهِمْ مِنْ حَتَمٍ يَأْتِيهِمْ مِنَ الْأَنْفُسِ فَزَيَّنَ لَهُمْ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ . (٩٠: ٩١) * وَقَالَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ
اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَنْتَوُونَ عَنْكُمْ لِأَنْ تَخْرُجُوا كَمَا يُسَلِّسُ الْكَافِرُ مِنَ أَصْحَابِ الْقُبُورِ (١٣١: ١٣٢) * وَلَا تَكْفُرُوا بِآيَاتِ
اللَّهِ عِلْمًا وَلَا تَكْذِبُوا بِهَا بَلِ اسْجُدُوا لِلَّهِ بِالْعَمَلِ وَلَا تَقُولُوا أَلَّا كُفَّارًا فِي عَهْدِ النَّبِيِّ لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا
الْقُرْآنِ وَالْغَوَافِلِ بِهِ (يَفْقَهُكُمْ وَاحِدٌ مِنْكُمْ وَجَاهِلٌ مِنْكُمْ وَأَيُّكُمْ تَغْلِبُونَ) . (٢٢٠: ٢٢١) * فَالَّذِينَ
كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَلِقَائِهِ أُولَئِكَ يَكُونُونَ مِنْ خَسِرَتِي وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابُ أَلِيمٌ (٢٢٠: ٢٢١) * وَالْكَافِرُ
هُوَ الَّذِينَ إِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ * بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُكْذِبُونَ (٢١: ٢٢) *

وَإِذْ نُنَاقِلُ عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا بَيْنَ يَدَيْ نَعْرِفُ فِي وُجُوهِ الَّذِينَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ يَكَادُونَ يَسْطُونُ بِالَّذِينَ
يَبْلُغُونَ عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا قُلْ أَفَأَنْتُمْ تُبَشِّرُونَ بِالْكَافِرِ النَّارَ وَعَدَهَا اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ بَشِّرُ الْمُصْذِرَةَ
(٢٢٢: ٢٢٢) أَفَلَا تَسْمَعُونَ ❖ فَيَا أَيُّهَا الَّذِينَ زَعَمُوا أَنَّمَا اسْبُجِدَ وَالْهَذَا الْقُرْآنُ وَاسْكُتُوا عَنده فَلَا
جِبَالَ لَكُمْ إِنْ تَفَرُّوْا مِنْهُ جَادِلِينَ ❖ هَذَا بَصِيرَاتُ الْيَوْمِ وَهَذَا فِي رَحْمَةِ الْقَوْمِ يُؤْمِنُونَ
وَإِذْ أُفْرِقَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (٢٢٣: ٢٢٣) ❖ وَلَئِنْ أَجْتَمَعَتِ الْأَشْرَارُ
أَجْنٌ عَلَى أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا (٢٢٤: ٢٢٤)
أَفَلَا تُؤْمِنُونَ ❖ وَلَوْ أَنزَلَ اللَّهُ هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَأَيْنَاهُ خَاشِعًا مَتَصَدِّعًا مِنْ خَشْيَةِ
اللَّهِ (٢٢٥: ٢٢٥) أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ❖ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ سَأَلُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ أُولَئِكَ هُمُ
الْفَاسِقُونَ (٢٢٦: ٢٢٦) ❖ وَلَا تَقُولُوا لِلْعَابِقِينَ مِنَّا سُبْحَانَكَ وَمَن يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ إِنَّا سَنَغْفِرَ لَكُمْ فَاِنَّهُ
قَالَ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلَنَحْمِلَ خَطِيئَتَكُمْ وَمَا هُمْ بِحَاظِينَ مِنْ خَطِيئَتِهِمْ
مِنْ شَيْءٍ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَنَّا لَا مَعَ أَثْقَالِهِمْ وَلَيَسَّ لَكُنَّ يَُوْمَ الْعِقَامِ عَمَلًا كَانُوا
يَفْكُرُونَ (٢٢٧: ٢٢٧) ❖ وَاهْجُرُوا الشِّرْكَ وَالْكَفْرَ هَجْرًا مَّهْجُورًا عَن قُلُوبِكُمْ وَاعْبُدُوا مَسْجِدَ اللَّهِ
بِالتَّوْحِيدِ وَصَلُّوا صَلَاةَ الْجَمْعِ وَالشُّجْرِ وَانْفِقُوا وَلَا تَسْتَكْثِرُوا مِنَ الْخَيْرِ وَاتَّقُوا اللَّهَ فَاتَهُ
قَالَ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسْجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ بِالْكَفْرِ أُولَئِكَ حَبِطَتْ
أَعْمَالُهُمْ فِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ (٢٢٨: ٢٢٨) ❖ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ
وَأَتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَحْشَ إِلَى اللَّهِ فَعَسَى أُولَئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُتَّقِينَ (٢٢٩: ٢٢٩) ❖ قُلْ لَنُظْرُوَنَّ
أَلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا فَأَنَّى لَهُمْ إِذَا جَاءَتْهُمْ تَهْمٌ (٢٣٠: ٢٣٠)
مَبْلِسِينَ ❖ فَلَا تَنْظُرُوا بِاسْمِكُمْ وَلَا تَنْتَظِرُوا وَلَا تَرْتَبُوا وَتَفْرَحُوا بِمَا عِنْدَكُمْ مِنَ
الْعِلْمِ لَئِنْ أَجَاءَكُمْ الْعَذَابُ فَانْتُمْ لَا تَنْظُرُونَ ❖ فَاتَهُ قَالَ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ

قَرَحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ. فَلَمَّا رَأَوْا أَنَا سَنَأُ
 قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَكُفِّرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ. فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا أَنَا سَنَأُ
 سُنَّتِ اللَّهُ الَّتِي قَدْ حَلَّتْ فِي عِبَادَةٍ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ. (٨٥-٨٣) فَقُولُوا الْحَمْدُ
 لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ. الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ. مَلِكُ يَوْمِ الدِّينِ. إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ. اهْدِنَا
 الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ. صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ. غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ. (١١١-١٠٧)
 وان حُرِّثَ الْفَاطَةُ الْقُرْآنُ أَشَدَّ حَرًّا أَوْ غَضَبًا عَنْهُ أَشَدَّ فَحَصًّا إِيَّاهَا الْمُفْتِيُونَ الْمُعَاصِرُونَ
 فَلَنْ تَجِدَ وَافِيَهُ كُفْرًا غَيْرَ هَذَا الْكُفْرِ بِالْأَفْعَالِ * أَوْ انكَارًا غَيْرَ هَذَا الْانْكَارِ بِالْأَعْمَالِ *
 وَلَنْ تَجِدَ وَافِيَهُ كُفْرًا بِالْأَقْوَالِ * أَوْ إِيْمَانًا بِمَكْرُ اللَّسَانِ وَالْكَلِمَاتِ وَالْأَمَالِ * أَوْ إِسْلَامًا بِالْعَمَلِ
 وَالْإِسْلَامِ وَالسَّرِّ بِالْأَفْعَالِ * أَلَا أَنَّهُ مِنْ جَاءَ بِكَلِمَةٍ سَيِّئَةٍ تَعْمَلُ لِيُشَاكِلَ قَوْلَهُ فَعَلَهُ ثُمَّ اسْتَدْلَمَ عَلَيْهِ وَ
 أَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ (٨١: ٢) * وَمِنْ صَرَفِ عَن آيَاتِ رَبِّهِ عَمَلًا وَمَعْنَى لِيُشْتَغَلَ عَنْهُ بِمَا خَلَاةُ تَعْظِيمًا وَتَكْرِيمًا
 فَقَدْ كَفَرَ عِنْدَ رَبِّهِ * وَلَا يَكْفُرُ أَحَدٌ عِنْدَ اللَّهِ حَتَّى يَبْلُغَ فِي اشْتِغَالِهِ مَبْلَغَ الْعِبَادَةِ * أَوْ تَوَقَّلَ فِي
 حُبِّهِ عَائِلًا * أَوْ تَعَدَّى حُدُودَ الْحُبِّ لِيُشْرِكَ بِاللَّهِ * فَلِذَلِكَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي التَّوْرَةِ لِبَنِي
 إِسْرَءِيلَ: أَلَا تَعْبُدُونَ اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّ اللَّهَ مِنْ يُشْرِكُ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَا فِيهَا النَّارُ وَ
 مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَلَاثُ ثُلَاثٍ وَمِمَّنْ إِلَهٌ إِلَّا إِلَهُ وَاحِدٌ وَإِنَّ لَكُمْ
 فِي هَؤُلَاءِ آيَاتٍ لِمَنْ يَتَذَكَّرُ. (٤٣: ٢٠) * فَمَا كَانَ قَوْلُهُمْ هَذَا إِلَّا مَا
 كَانَ يَحْتَمِلُهُمْ عَلَى عِبَادَةِ السَّيِّئِ عَمَلًا وَمَعْنَى صَرَفَ عَنْ أَحْكَامِهِ تَعَالَى فَلِذَلِكَ خُتِصَّ عَزَّ وَجَلَّ كُلُّهُمْ بِالْعَذَابِ
 الْأَمْرِ كُفْرِهِمْ بِالْعَمَلِ لِذَلِكَ سَمِيَ قَوْلُهُمْ الْمِضَاهَاةَ بِالْأَفْوَاهِ وَقَالَ: وَقَالَتِ الْيَهُودُ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ

وَقَالَتِ النَّصْرَى الْمَسِيحِيَّةُ إِنَّ اللَّهَ ذَاكَ قَوْلُهُمْ بِأَقْوَامِهِمْ يُضَاهِيهِمْ قَوْلُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ فَأَنشَأَهُمُ
 اللَّهُ أَنْ يَتُوبُوا وَكَوْنَهُ (٣٠: ٩) ومن بعد ذلك قال نظر إلى عبادتهم إيجابهم رهبانهم في العمل والعبادة
 أحداً أباه بلسانه وحمل هذا الفعل على الشرك بقوله اتخذوا أحوالهم ورهبانهم أرباباً من دون الله
 وَالْمَسِيحِيَّةُ مِنْ مَرْتَبَةٍ وَمَا أُرْوَاهُ إِلَّا لِيُعْبَدَ إِلَهُهَا وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُشْبِهُهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ (٣١: ٩) فتدبروا
 يَا أَيُّهَا الْفُقَهَاءُ الْقَوْلُونَ؟ مَا الْكُفْرُ مَا ظَنَنْتُمْ مِنْ أَلْقَوَالٍ بَلْ هُوَ مَا أَنْتُمْ تَفْعَلُونَ وَمَا أَنْتُمْ تَكْسِبُونَ
 وما أنتم تقولون بأقوامكم لتفرقوا بين الناس وتخاصموا بينهم فصدروا شيعاً فرحين بما لديهم من أقوالكم
 كلما تكلموا بالكفر * لأنه من لم يتصم بحبل الله ولم يصلح بين الناس لم يربط بين أحزابهم فهو الذي قد
 كفر عند الله أشد كُفْراً بل وليك الذين كفروا بالله برسالة بهتوجيه وكتبنا أولئك من المعدلين * فأنه
 من آمن بالله وبتوحيد حقايمانه فقد آمن بالاتحاد بين الناس * وهو الذي قد آمن بالمساواة والمصالحة و
 المواخاة بينهم * وهو الذي قد آمن بأن الله لا يرضى العبادة الاشتات إلا فتراق بل يرضى أن يكون الناس قواماً واحداً
 ومن آمن بالله حقايمانه فهو الذي قد آمن قولا وفعلًا بأن الرسل قد جاءوا من الله بكتبهم كتاباً واحداً بل جاءوا ليصالحوا
 بين الناس ليرابطوا ويعملوا ويجمعوا بينهم فيكونوا أسواء * ومن آمن بالله حقايمانه فهو الذي لا يفرق بين أحد من
 الرسل بلسانه لأنه يجب أن يوجد بين تابعيه بل لا يقصد من رسالته شياً إلا الإصلاح والاتحاد فلذلك
 الله الذين يريدون الاشتات بين الناس بأقوالهم الواهية الكفر بصدقها وقال (١٢: ٢) الَّذِينَ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ
 وَيُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا قَوْلَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ يَقُولُونَ نَحْنُ مِنْ بَعْضِ الْكُفَرِ بَعْضٌ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا قَوْلَ اللَّهِ
 سُبْحَانَ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الْكُفَرُ وَنَحَقًا وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُعِينًا وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا
 بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ أُولَئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أَجْرُهُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا (١٥٠: ٢٣-١٥٢) فإركان القول من
 كفر عند الله فما هو إلا أن تقولوا لتفرقوا بين الناس * أو تقولوا لتخاصموا * أو تقولوا لتفترقوا وتخاصموا * أو
 تقولوا لتساخوا * ومن يقل منكم مثل هذا الذي يدل الاشتات بين الناس فإياهم الكفرة * وإن كان الكفرة

* لأن الله عز وجل قد علم من هذا القول من دون الله ومن دون المسيح أن قوله لا اله إلا الله لا يعين أحداً من رهبانهم ولا رهبانهم ولا رهبانهم ولا رهبانهم

قول او كلمه عند الله فما هو الا ان تقولوا با فواهم انكم لا تؤمنون بكتب من عند الله غير هذا القرآن • او
تقولوا ان الرسل قد جاءوا من عند ربهم برسالت شتى • لا بالكتب الواحد الذي هو بين ايديكم • وتقولوا
ما كتب الله في الصحف التي جاءوا بها ما كتب الله لنا في القرآن ففقر قوا بين الله ورسله وتزيد الناس شتاتا لانه قال
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ وَالسُّورَةَ الَّتِي نَزَّلْنَا عَلَى سُلَيْمَانَ وَتِلْكَ الْآيَاتُ الَّتِي نَزَّلْنَا عَلَى مَرْيَمَ وَتِلْكَ الْآيَاتُ الَّتِي نَزَّلْنَا عَلَى هَارُونَ
بِإِذْنِ اللَّهِ وَلِكُلِّكُمْ فُرْقَانٌ يَوْمَ الْآخِرَةِ فَذُكِّرُوا بِالْكِتَابِ عِلْمًا • (١٣٦: ٨) • فما الكفر الا ما يهكم عن الاتحاد بل
يكفر عن التوحيد بين الناس ايها المتفرون المشتتون ! فقولوا انما نحن نعبد ولا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئا
ولا يتخذ احدا من رسول ربنا لنا تعظيما او تكريما وقلوا انما نحن له مسلمون • (١٣٦: ٢٢) • وما الايمان الا ان تكونوا
عيسويين او موسويين او محمديين خاصة بل ان تكونوا حنفاء لله مسلمين له غير مشركين به احدا من العالمين • فقولوا
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ مَالِكُ يَوْمِ الدِّينِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِينُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ
الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ • (١١٠: ٤) •

وما فهمتم ما الصراط المستقيم ايها الضالون ! • بل ما الذي ينعيم الله عليكم به ان كنتم به متمسكين •
وما الذي تشلون بكم ليلادونها اوفصلوا تكم ان يهديكم اليه متغافلين • وما الذي ستمه المتفردون من العلماء
اضيق من الشعر واحد من السيف في لغتهم وزعم الجهلاء منكم انه معبر على حفرة جهنم لتدخلوا الجنة وتركين على
ظهور غنمكم بقركم فحين • وازار خص الله لكم الجنة بلحومكم ودماءكم ونلتما اجوركم من هذه القبيل فهل نسخر
كل الدين • ام تتخذون دينكم هو اولعابها اللعوب ! • وما هو الا انكم تتلعبون بانفسكم فما موافقكم
ايها الغفلون ! • تتجاهلون لتخدعوا الله وتخدعون الانفسكم وما تشعرون • فما الصراط
المستقيم بما انتم فحرون • ان هو الا تعبدكم بربكم في العمل • واعراضكم عن الطاعات والرجال •
واشعاركم انفسكم بالثبوت • وما ومنتكم عليه بكرة واصيلا • فانه قال اَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَبْنَى
أَدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدَ الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ • وَأَنْ أَعْبُدُ وَفِي هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ • (١١٢: ٢٠-٢١) •

(البقرة من صفحة ١٢٨) يقولون با فواهم ان السجرات لله او انه هو الله وهذا ما يوافق بقوله عز وجل في آية (٢٠: ١٣٠) فقد قرأ

وَقَالَ قُلُوبِي هَذَا بَشَرٌ أَلِىَّ خَيْرٌ أَمْ مَنِ اسْتَقِيمُ ۖ وَبِنَاقِمَةٍ أَنزِهِم خَبِيرًا ۖ وَكَانَ مِنَ الْمُسْتَقِيمِينَ

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۖ لَا شَرِيكَ لَهُ ۚ وَبِذَلِكَ

أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ۝ (١٦٣-١٦٢-١٦١) ۖ وَقَالَ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ

خَبِيرًا ۖ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۖ شَكَرَ إِذْ أُنْعِمَ بِهِ ۖ وَهَدَاهُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۖ

وَآمَنَهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الصَّالِحِينَ ۖ (١٦٢-١٦١-١٦٠) ۖ وَقَالَ

إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۖ (١٦٣-١٦٢) ۖ وَقَالَ فِي التَّوْحِيدِ عَمَلًا وَمَعْنَى

وَالْإِعْرَاضِ عَنِ عِبَادَةِ الطَّاغُوتِ وَالتَّوَعُّونَ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۖ وَلَا يَصُدُّكُمْ الشَّيْطَانُ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ

عَدُوٌّ مُبِينٌ ۖ (١٦٣-١٦٢-١٦١) ۖ وَمَا صِرَاطُ رَبِّكُمْ السُّتَيْمُ إِلَّا مَا وَصَّكُمْ عَلَى وَحْيِ الْأَمْرِ

وَأَعْرَضَكُمْ عَنِ الْإِخْتِلَافِ وَالْإِفْتِرَاقِ بَيْنَكُمْ وَفِي كِتَابِ اللَّهِ ۖ بَلْ فِي الْكُتُبِ

الَّذِي جَاءَ بِهِ كُلُّ الْأَنْبِيَاءِ ۖ وَأَعْرَضَكُمْ عَنْ كُونِكُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ ۖ وَالْعَتَصَا

بِحَبْلِ اللَّهِ ۖ وَالْأَصْلَاحَ بَيْنَ النَّاسِ ۖ فَانَّهُ قَالَ وَمَنْ يَتَّخِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى

صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۖ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقْوَاهُ ۖ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۖ وَاعْتَصِمُوا

بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَادْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً ۖ فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ

فَأَصْبَحْتُمْ بَيْنَهُمْ إِخْوَانًا ۖ وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا ۚ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ

آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۖ (١٦٣-١٦٢-١٦١) ۖ وَقَالَ كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً ۖ فَمَنْعَتْ اللَّهُ السِّبِينَ

مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ۖ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيُحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِي مَا اخْتَلَفُوا فِيهِ ۖ وَمَا اخْتَلَفَ

فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أَزْوَاجُ ۚ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمْ الْبَيِّنَاتُ بَغْيَابِينَ ۚ فَمَهَّدَ عَلَى اللَّهِ الَّذِينَ آمَنُوا أَلَمَّا

اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِآذِنِهِ ۖ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۖ (١٦٣-١٦٢) ۖ وَمَا

صِرَاطُ رَبِّكُمْ السُّتَيْمُ إِلَّا اجْتِمَاعُكُمْ عَلَى نَقْطَةٍ وَاحِدَةٍ وَرُجُوعُكُمْ إِلَيْهَا التَّوْحِيدُ وَالنَّفْسُ وَالنَّجْدُ وَالْأَمْرُ

فِي التَّوْحِيدِ عَلَى
مَعْنَى اللَّهِ بِصِرَاطٍ
مُسْتَقِيمٍ

فِي وَحْيِ الْأَمْرِ
مَعْنَى اللَّهِ بِصِرَاطٍ
مُسْتَقِيمٍ

وَجَهْمَةٌ وَمِنْهَا جَاعِزٌ مِنْهُمْ أَعْدَاءُكُمْ لَنُظَرَ إِلَى وَحْدَةِ أَمَتِكُمْ فَإِنَّهُ قَالَ سَيَقُولُ الشُّعْبَةُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَهُمْ عَزَّ قِيْلَ لَهُمُ الَّذِي كَانُوا عَلَيْهِمْ أَفَلَمْ يَكُنْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يُهْدَى مِنْ شَيْءٍ إِلَى شَيْءٍ مَسْتَقِيمٌ (١٣٢: ١٣٢) وَمَا صِرَاطُ رَبِّكُمْ الْمُسْتَقِيمَ إِلَّا أَطَاعَتُكُمْ أَمِيرَكُمْ بِأَعْدَائِكُمْ

في أن مداومتا على
اطاعة الأمير و
الجهاد بالسيف
والجهاد بالمال و
الهجرة هو معنى الله
بصراط مستقيم

وَجَهْمَةٌ وَاتَّبَاعُهُ فِي أَيْ حَالٍ وَاشْكَالٍ وَعَرْضُكُمْ عَلَيْهِ أُمُورُكُمْ وَأَنْفُسُكُمْ بِأَعْدَائِكُمْ بِالسَّيْفِ مَعَ أَعْدَائِكُمْ وَجَهَادُكُمْ بِالْمَالِ وَالْهَجْرَةِ لَتَشْتَبُوا أَمَتَكُمْ أَشَدَّ تَشَبُّتًا فِي الدُّنْيَا وَلَتَكُونُوا فِيهَا وَفِي الْآخِرَةِ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلَتَكُونُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ مِنَ الصَّالِحِينَ فَإِنَّهُ قَالَ وَلَوْ أَنَّ كُتِبْنَا عَلَيْكُمْ أَنْ اقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ أَوْ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ مَا فَعَلْتُمْ إِلَّا قَلِيلٌ مِنْهُمْ وَلَوْ أَنَّكُمْ فَعَلْتُمْ مَا يُوعِظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرَ أَلْهَمٍ وَأَشَدَّ تَشَبُّتًا وَإِذَا أَلَيْسَ مِنْكُمْ مَنْ لِلدُّنْيَا أَجْرٌ عَظِيمًا وَلَهُدَايَهُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَجَرُّونَ الْيَمِينِ أَيْعَمَّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ السَّيِّئِينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءَ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا ذَلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ عَلِيمًا (١٣٣: ١٣٣) وَقَالَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ فِي اطَاعَةِ الْأَمِيرِ وَالْإِفْتِرَاقِ بَيْنَ النَّاسِ وَاعْرَاضِهِمْ عَنِ التَّوْحِيدِ عَمَلًا وَمَعْنًا وَلَمَّا جَاءَ عِيسَى بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلَآئِيْنَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي تَسْتَفْتُونَ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا اللَّهُ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَأَيَّخَلَفْتُ الْأَحْزَابَ مِنْ بَيْنِهِمْ قَوْلُ اللَّهِ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابٍ يَوْمَ الْيَوْمِ (١٣٣: ١٣٣)

فإن الاستقامة
في العمل هو معنى الله
بصراط مستقيم

وَمَا صِرَاطُ رَبِّكُمْ الْمُسْتَقِيمَ إِلَّا اسْتِقَامَتُكُمْ فِي السَّعْيِ وَالْعَمَلِ لَتَعْلَمُوا أَنَّ الدُّنْيَا وَصَبْرُكُمْ عَلَى مَصَائِبِكُمْ بِالْحَدِّ وَالْجَهْدِ وَتَوْحُّدُكُمْ عَلَى اللَّهِ فِي التَّوْحِيدِ وَجَهَادُكُمْ مَا أَصَابَكُمْ أَشَدَّ الْجَهَادِ لَتَكْفُرُوا عَنْ أَنْفُسِكُمُ الشَّيَاطِينِ فَإِنَّهُ قَالَ وَمَا لَنَا إِلَّا نَسُوهُنَّ عَلَى اللَّهِ وَقَدْ هَدَانَا لَنَسِيْنَكُنَّ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلَى مَا آذَيْتُمُونَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ (١٣٤: ١٣٤) وَقَالَ

في صراطنا المستقيم

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٦٩﴾ وقال إِنْ تَوَلَّيْتُمْ عَلَىٰ
رَبِّي وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هِيَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ ۚ إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ خُرَاطٍ مِّنْهُنَّ لَآتِي ۚ وَمَا هِيَ
إِلَّا غُلَظَتُمْ عَلَىٰ أَعْدَائِكُمْ وَحَفِظَكُم أَنْفُسَكُمْ مِنْهُمْ لَتَمِيلُوا عَلَيْهِمْ مِيلَةً ۖ وَاحِدَةً فَتَقْتُلُوهُمْ أَسْدَثَةً
بِاسْتِقَامَتِكُمْ فِي السَّعْيِ الْعَمَلِ فَإِنَّهُ قَالَ وَعَلَّكُمْ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُ مِنْهَا فَجَعَلَ لَكُمْ هُدًى وَ
كَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُونَ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿١٠٨﴾ وقال تَا
فَعَمَّا أَكْفَىٰ لِكُمْ مَقِيلًا ۚ لِيُغْفَرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ
صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿١٠٩﴾ وما صار طريقكم المستقيم إلا مدد أوتاكم على
مَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ وأعرضكم عن الفواحش ما ظهر منها وما بطن واجتنبكم
مناحر الله عليكم من كبائر الأثم صرفا عما يجر بها علماؤكم من الذبيحة والمنجفة
والطبيحة متوغلين في ما أنزل الله لقمشوا في مناكب الأرض آمين ﴿١١٠﴾ ولتعقلوا
سنة الله في الأرض وسنة من بقى على ظهرها أمنا ولتكنوا في الدنيا ما دمتم غالبين ﴿١١١﴾ فإنه
عز وجل قال قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّي عَلَيْكُمْ الْأَشْهُارَ كُورًا ۖ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۚ وَلَا
تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِمَّا فِي طُحْنٍ نُّزِقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ
وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ ذَلِكُمْ وَضَعُ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ
الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۚ وَأَوْفُوا بِالْعَيْلِ وَالْيَتَامَىٰ وَالزَّوْجَ ۚ لَا تَكْلِفُوا نَفْسًا
إِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدُوا ۚ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۚ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ۚ ذَلِكُمْ وَضَعُ بِهِ لَعَلَّكُمْ
تَتَذَكَّرُونَ ۚ وَإِنَّ هَٰذَا صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ
ذَلِكُمْ وَضَعُ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٥٢﴾ وما صار طريقكم المستقيم إلا دراستكم
أعمال ربكم وتحصيل العلم من صحيفه الله التي عرضها السموات والأرض ۚ ودراستكم أحوال

في أن المدد أومنة
على مكارم الأخلاق
هي ما عني الله بصراط
مستقيم

في انة حصل العلم
من مطالعة اعمال الله
وانتباعه هو ما عني
الله بصراط مستقيم

الطبيعة واحوال مخلوقاتها السفلية لتعرفوهم * ومن عرفهم فقد عرف
نفسه وربه * فانه عز وجل ذكرنا بسا خلق على ظهرا الارض من مخلوقاته
الحيوانية * ووحائق نسائها وتكوينها من ماء واحد * فخرص الانسان
على دراسة احوالها * وحمل مطالعتها على استقامة الصراط وقال **وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ**
مِّنْ مَّاءٍ (راى يصدون من اصل واحد) **فَمِنْهُمْ مَّنْ يَمْشِي عَلَى بَطْنٍ** (مثل الحيتان) **وَمِنْهُمْ مَّنْ**
يَمْشِي عَلَى رِجْلَيْنِ (راى الطيور) **وَمِنْهُمْ مَّنْ يَمْشِي عَلَى أَرْبَعٍ** (كالانعام والاسنان) **يَخْلُقُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ**
إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (٢٣: ٢٥) وبعد ذلك قال **لَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ مُّبِينَاتٍ** (راى الى
تتبين لكم من اين خلق كل هذه فتدسوا احوال مخلوقاته لتعرفوا من اين اني خلقتكم ومن اين
جئتم) **وَاللَّهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ** (٢٦: ٢٧) فاشعركم ربكم في هاتين الآيتين
بانه خلق كل شيء من ماء واحد واصداهم من اصل واحد ونسب كما قال الحكماء الغربيون
في توصيفهم مسألة الارتقاء وخرصكم على الاعتراف بهذه الحقيقة العجيبة الغريبة
لتعرفوا انفسكم ولتقدروا ربكم حق قدره ولتقدروا عظمته وجلاله ووسعة قدرته وحمل كل
هذه الدراسة على صراط مستقيم * وما صراطكم المستقيم الا طلبكم العلم وتبعية
ما شهدت عليه سمعكم وبصركم وفؤادكم من دون الكذب الظن فانه قال في موضع اخر في
الذين كانوا يتبعون الظن مثلكم في عهد النبي صلعم: **وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ**
وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يَغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا فاعرض عن من تولى عن ذكرنا ولو يرد الا الحجة الدنياء
ذلك مبطلهم من العلم ان ربك هو اعلم من صلعم عن سبيل الله (راى صراطه المستقيم) وهو اعلم من
اهتدأ (٥٣: ٢٨-٢٩) وفي موضع اخر قال النبي **وَإِنْ تَطَعُ أَكْثَرُ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ**
(راى صراطه المستقيم ان يتبعون الا الظن من دون العلم) **وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ** (ان ربك هو

أَعْلَمُ مَنْ يُضِلُّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ رَأَى صِرَاطَهُ الْمُسْتَقِيمَ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَكِبِينَ ۝ (١١٨-١١٤) ﴿١﴾ فَمَا
 صِرَاطُكُمْ الْمُسْتَقِيمَ ۖ الْأَخْصِيالُ الْعِلْمُ ۖ وَتَرْكُكُمْ مَا يَعْدُ فِي الْعَادَةِ ۖ وَالْخِذَاكُمْ مَا يَجْرِي فِيهَا ۖ وَ
 اسْتِمْسَاكُمْ بِسُنَّةِ اللَّهِ الْجَارِيَةِ ۖ وَدِرَاسَتَكُمْ أَحْوَالَ مَخْلُوقَاتِهِ ۖ وَمَعْرِفَتَكُمْ أَنْفُسَكُمْ ۖ وَغَلَبَتَكُمْ عَلَى
 أَعْدَائِكُمْ ۖ وَتَكِينَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ بِوَسْاطَةِ الْعِلْمِ بَلْ تَبْيِينُكُمْ حِكْمَةً مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ بِوَسْاطَةِ
 التَّوْرَةِ الَّتِي يُصَدِّقُ بِهَا مِنْهُ ۖ وَتَصْدِيقُكُمْ عِلْمَ الْقُرْآنِ وَحِكْمَتَهُ وَمَوْعِظَتَهُ عَلَى النَّصَرَةِ فِي الْبُيُوتِ وَغَيْرِهَا
 مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ بِالَّذِي يَجْرِي فِي الْعَادَةِ بَيْنَ يَدَيْهِ ۖ وَعَلَى رِءُوسِ الْأَشْهَادِ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢﴾ وَمَا
 كَانَ لَكُمْ أَنْ تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ فِيهِمْ بِالَّذِي أَلْهِمُوا الْمُتَعَدِّيَةَ الَّتِي تَسْرِي فِي أَذْهَانِكُمْ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ ﴿٣﴾
 وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُجَادِلُوا أَبْصَارَكُمْ وَفُحُوكُمْ أَوْ شَعْرَكُمْ وَضَنَائِعَكُمْ وَبِدَائِعَكُمْ أَوْ سُبُحَكُمْ وَعِمَائِكُمْ فَاتَّقُوا
 اللَّهَ مَعْزُومُونَ ﴿٤﴾ (١٣: ٣) ﴿٥﴾ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تَمِيلُوهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ أَوْ تَدْخُلُوهُمْ فِي زَمَرَتِكُمْ حَتَّى تَعْلَمُوا
 مِثْلَ مَا يَعْلَمُونَ ﴿٦﴾ وَتُجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ مِثْلَ الْجَاهِدُونَ ﴿٧﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَقُولُونَ لَكُمْ إِذَا جَادَلْتُمُوهُمْ
 بِمِثْلِكُمْ لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا تَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ۝ (٥٥: ٢٨) ﴿٨﴾ وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا
 عَنْهُ ۝ (٥٥: ٢٨) فَالْمُؤْمِنُونَ هُمُ الَّذِينَ إِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ۝ (٤٢: ٢٥) ﴿٩﴾ وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ
 قَالُوا سَلَامٌ ۝ (٦٣: ٢٥) مَعْزُومِينَ ﴿١٠﴾ يَعْلَمُونَ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ بِالْحَقِّ وَيَفْعَلُونَ مَا يُبْدِي اللَّهُ بِهِمْ
 وَيَتَّبِعُونَ الْعِلْمَ مِنْ دُونِ الظَّنِّ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ مِنْ شَيْءٍ وَلَا تَعْلَمُونَ ﴿١١﴾ بَلْ تَسْخَرُونَ وَتُخْرِصُونَ ﴿١٢﴾
 فَلَوْلَا يَجْزِي اللَّهُ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِأَحْسَنِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ﴿١٣﴾ (٣١: ٥٣) وَأَنْتُمْ تُخَذِّلُونَ ﴿١٤﴾ وَلَوْلَا
 قَالَ اللَّهُ لَكُمْ فِي أَهْلِ الْكِتَابِ ادْعُوا إِلَى سَبِيلِ رَبِّكُم بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلُوا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ
 (١٢٥: ١٢) (أَيُّ بِوَسْاطَةِ الْعِلْمِ وَالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ مِنْ دُونِ الظَّنِّ لِيَعْلَمَ الَّذِينَ أَوْفُوا الْعِلْمَ أَنَّ اللَّهَ الْحَقُّ
 مِنْ رَبِّكَ فَيُؤْمِنُوا بِهِ فَتُخْبِتَ لَهُ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿١٥﴾ (٥٧: ٢٦)
 وَقَالَ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ صَلَّيْتَ عَنْ سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَكِبِينَ ۝ (١١٥: ١٢) ﴿١٦﴾ فَمَا صِرَاطُكُمْ
 ۖ لَا شَارَةَ إِلَى فِرْطِهِ تَعَالَى وَلَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ يَجْزِي الَّذِينَ اسْتَأْذَنُوا بِأَحْسَنِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لِيَعْلَمَ الَّذِينَ اسْتَأْذَنُوا بِأَحْسَنِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لِيَعْلَمَ الَّذِينَ اسْتَأْذَنُوا بِأَحْسَنِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لِيَعْلَمَ الَّذِينَ اسْتَأْذَنُوا بِأَحْسَنِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

المستقيم ألا تعلمكم حكمة القرآن وتبيينكم موعظته أيها الغفلون الجادلون: ﴿بل هو آية﴾
 اجباركم الناس على حقيته وصدقه وعدله وهدايته ونوره وبنارته ورحمته وحكمته وعظمته
 وشفاءه بعلمكم وشهادتكم لا تكذب به يهلكم لو كنتم تعلمون ﴿فإنه يهدي الناس إلى السلم﴾
 والحفظ والامن ليكونوا في الدنيا من الذين لا خوف عليهم ولا هم يحزنون ﴿وليكونوا في﴾
 الآخرة من المكرمين ﴿ولما لا يفهم أن نزل الله اليكم كتابا يبدل خوفهم أمنا أبدا ويشرحهم﴾
 بنعيم مقيم ان يتنموا بعلمكم بل اكرمتموهم به انكم على ان يدخلوا في دينكم افواجا ساجدين ﴿فإنه قال﴾
 بل هو آية تبيّن في صدور الذين اوتوا العلم وما يحجّ به آيتنا ألا الظالمون ﴿٢٤٩﴾
 وبما لا يستسلمون للقرآن ان يتنموا هم نور لا اوجتموهم بنباه وعلمه بعلمكم وبما لا يستجيبون لكم
 ان اخرجتموهم من ظلماتهم وهديتوهم بالحق إلى صراط مستقيم ﴿فإنه قال في كتابكم﴾
 انتم هدى وزيه الان قد جاءكم من الله نور وكتاب مبين ﴿يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ﴾
 سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿١٥١-١٥٢﴾
 يخرجهم من ظلمات الخوف الحزن إلى نور السلم الامن بواسطة التوحيد والايان لتكونوا
 في الدنيا من الغالبين ﴿في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وذلك جزاء المسلمين﴾ والله
 يدعوا إلى دار السلام ويهدي من يشاء إلى صراط مستقيم ﴿٢٥١﴾ ﴿فما صراطكم المستقيم﴾
 ألا ان تسلكوا سبل السلم في الدنيا أيها الهاكون: ﴿وان تمشكوا ما أوحى الله الرسولكم من قانونه﴾
 مبينين ومبينين ﴿فإنه قال فاستمسك بالذي أوحى إليك إنك على صراط مستقيم﴾
 ﴿٢٣٣: ٢٣٣﴾ وان تشعروا قلوبكم بالايان ولوازمه واعماله وبروح من تعال فأنه قال لنبيكم
 راذلهم يحط علمه بالقانون الذي يجرى في العادة وكذلك أوحينا إليك روحا من أمرنا ما كنت
 تدري ما الكتاب ولا الإيمان ولكن جعلناه نورا تهدي به من شاء من عبادنا وإنك لتهدي بالنا

صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٥١:٢٢﴾ وقال إن الله لهادٍ للذين آمنوا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿٥١:٢٢﴾ وما

انتم بمقبى الصراط أو سالكة حتى تتقوا الله حق تقته بل تفعلوا أعمال الانقاء التي تقدم ذكرها وحتى

تطيعوا أمركم بل تعبدوا الله عملاً ومعناً فإنه كان نبياً عيسى من أنبياءكم قال لقن لهم يقين فأتقوا

الله واطيعون ﴿٥١:٢٢﴾ إن الله هو ربِّي وربُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٥١:٢٣﴾ ولن

تسلوا سبيلاً ربكم أو تقيموا صراطه المستقيم أبداً حتى تؤمنوا بالساعة أشد

إيماناً وتكونوا شهداء على الناس لها بهمادكم في الله أشدَّ جهداً وحتى تبينوا لهم

بعلمكم وعلمكم إن الساعة آتية ﴿٥١:٢٤﴾ يكاد يخفيها الله ليخزي كل نفس بائسة ﴿٥١:٢٤﴾

وحتى تكونوا شهداء على عين الناس برهاناً لهم ودليلاً عليهم علماً عندهم بأنكم

لا تستلونهم على ما تفعلون لهم من أجر وتؤمنون بأنكم تؤدون أجوركم يوم القيمة

فإنه كان نبياً من أنبياءكم عيسى قد صار لقومه علماً ليوم القيمة ودليلاً عليها بشدة اطاعته و

جهاده في الله وخدمة العباد فاشئ عليه ربّه أشدّ ثناءً وقال وإنه لعلم للساعة فلا تتردد

بها واطيعون ﴿٥١:٢٣﴾ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٥١:٢٣﴾ ولن تستطيعوا أن تسلكوا صراط ربكم المستقيم

حتى تحيوا أنفسكم وتخرجوا قومكم من الظلمات إلى النور ﴿٥١:٢٣﴾ وتذكروهم بإيمان الله ﴿٥١:٢٣﴾ مثل

ما فعل موسى وتمشوا في الناس بنور من ربكم وتشرحوهم من ربكم للعمل وتوسعوا قلوبكم

للجنة والجهنم لئلا يكون عليكم في دين الله من حرج • مرجز لقاء ربكم إلى يوم القيمة • محسنين

أنفسكم من إيمانكم بالآخرة • مصلحين عاقبة قومكم جاهدين • فإنه قال أو من كان مثلاً

فأحسينه وجعلنا له نورا يمشي به في الناس كمن مثله في الظلمات ليس بخارج منها كذلك زين

للكافرين ما كانوا يعملون • وكذلك جعلنا في كل قرية أكبر حميراً لهم وأفهاماً ومما يذكرون ولا

الاشارة الى قوله تعالى وكفنا أروسلنا موسى بالبينات أن يخرج قومك من الظلمات إلى النور • وذكرهم بإيمان الله • إن في ذلك لآيات لمن صبر

شكوره ﴿٥١:٢٣﴾ فما كان هذا إلا خارجاً إلى النور من الظلمة والاستخفاف في الأرض والتمكين منها بواسطة الجهاد بالسيوف • فتدبروا وليعلم

القاضي أن كتابي تذكره صفحة ٢٢٣ للتحرير

في آية الإيمان
بالآخرة مع الله
والعمل لها هل
الله بصراط
مستقيم

بأنفسهم وما يشعرون (١٢٣: ٩-١٢٣) ﴿ فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ فَلَْيَسِّرْهُ وَلْيَسِّرْهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ فَلَْيَجْعَلْ صِدْقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصْعَدُ فِي السَّمَاءِ كَذَٰلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ۚ وَهَٰذَا خَبْرُ أَطْرَبِكُمْ فَتَنْقِصُوا ۚ قَدْ فَضَّلْنَا الْآيَةَ لِقَوْمٍ تَذَكَّرُونَ ۚ لَهُمْ ذَٰلِكُمُ الْبَيِّنَاتُ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ مَآ كَانُوا يَعْمَلُونَ (١٢٨-١٢٦: ١٢٨) ﴿ وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْرِفُوا مَا أَلْفَيْتُمْ وَمَا دِينَ اللَّهِ وَمَا أَلْفَطَرَتُ اللَّهُ الَّذِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا حَتَّىٰ تَوْحِدَ وَالنَّفْسُكُمْ ۚ وَتَصْلَحُوا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَتَسَاحُوا بَيْنَكُمْ ۚ وَتَرَابُطُوا بَيْنَ أَحْزَابِكُمْ ۚ وَتَصْبِرُوا وَتَصَابِرُوا وَتَتَّخِذُوا ۚ وَحَتَّىٰ تَسْتَسْكِنُوا مِنْ أَمْرِ تَعَالَىٰ عَنْ الظُّوْهِ وَالنَّاسِ لِمَا لَنَا زَعَاوُ وَتُخْتَلِفُوا بَيْنَكُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ وَحَتَّىٰ تَوْسِعُوا حُرُودَ الْإِسْلَامِ أَشَدَّ تَوْسِيعًا لَتَغْلِبُوا فَإِنَّهُ قَالَ لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنَسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَازِعَنَّكَ فِي الْأَمْرِ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ إِنَّكَ لَعَلَّ هَٰذَا تَمْتَنُّونَ وَإِنْ جَادَلُوكَ فَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ۚ اللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ (٦٩-٦٤: ٦٩) ﴿ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تَسْلُكُوا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ خَاصًّا مَخْصَصًا الَّذِي سَمَّاهُ رَبُّكُمْ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ (١١٠) ۚ وَالْقُرْآنَ حَتَّىٰ تَفْعَلُوا مِثْلَ مَا فَعَلَ مُوسَىٰ وَهَارُونَ بِقُرْمَاهَا وَتَنْصَرُوا وَالنَّفْسُكُمْ مِثْلَ أَنْصَرَامِ وَتَنْجُوا قَوْمَكُمْ مِنْ فِرَاعِيْنَكُمْ مِثْلَ أَنْجِيَاهُمْ وَتَكُونُوا عَظَمَاءَ مِثْلَ مَا غَلَبُوا فَإِنَّهُ قَالَ وَلَقَدْ مَنَّ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ۚ وَجَنَّبْنَاهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ۚ وَنَصَرْنَاهُمْ فَكَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ۚ وَآتَيْنَاهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَقِيمَ ۚ وَهَدَيْنَاهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۚ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْآخِرِينَ ۚ سَلَّمَ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ۚ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۚ إِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ (١١٢-١١٣: ١١٢) ﴿ هَٰذَا هُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ ۚ وَهَٰذَا هُوَ الْهُدَىٰ وَدِينُ الْحَقِّ الَّذِي أَرْسَلَ بِهِ رَسُولُنَا يُظَاهِرُهُ عَلَىٰ الَّذِينَ كَلَّمَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ (٩: ٩) ﴿ وَهَٰذَا هُوَ صِرَاطُ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ (٤٩: ٣) ۚ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ (٤١: ٤) ۚ وَ

ان حرمتم الفاظ القرآن اشد حرثاً لنجد فيه الصراط المستقيم غير هذا بل لنجد به الا في
 هذه الايات افلا تسمعون ﴿ فَمَا الصِّرَاطُ إِلَّا أَنْ تَخْلُبُوا فِي الدُّنْيَا وَتَمْشُوا فِي الْأَرْضِ أَمِينِينَ ﴾
 وما الصراط الا ان تكونوا على في الارض وانتم الاعلوان ان كنتم مؤمنين ﴿ (١٣٨: ٣) ﴾ و
 لهذه تركعون وتسجدون في صلواتكم ايها الساهون! ﴿﴾

فيا ايها المسلمون الغفلون! ما صراط ربكم المستقيم الا ان تستقيموا الى العشرة المبشرة
 من اصول الاسلام لتمشوا في الارض غلبين ﴿ وهذه صراط الذين ينعم الله عليهم في زماننا
 هذا وهذه صراط غير المغضوب عليهم ولا الضالين ﴿ (١١١) ﴾ يغلبهم ايها المتظرون ﴿ و
 يمكنهم من الارض ويستخلفهم في منابكها على رغبتكم امنين ﴿ وانتم نسيتم صراطكم ايها الناس يوم
 نسيتم ولو تكرهوه في صلواتكم مراراً مهملين ﴿ نسيتم ولو ابتداء الله كتابه به وعرض عليكم
 ان الدين هو ابتغاء نعمته وانما هو هذا وان تبتغوا وجهه لتبتغوا من فضله ورحمته غلبين ﴿
 فمن صرف عن هذه الصراط يحل عليه غضبه وصار من الهالكين ﴿ ومن رغب عنه فاولئك
 من الضالين ﴿ ولو كانوا المسلمين المرحمين المعاصرين ﴿ وما عفى الله بالنعمة غير هذه
 النعمة ايها الغفلون! ﴿ وان تحرثوا الفاظ القرآن اشد حرثاً لنجد وافيته نعمة في غير هذه
 المعاني او نعمة عن نعمة الحياة الدنيا وما يزرقون ﴿ فلله علمكم رسولكم ان تركوا وسجدوا
 لربكم في صلواتكم متضرعين وخاشعين لتلينوا قلب الله لكم فيزيدكم نعمة ورحمة وفضلاً من فور
 فانه قال وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ﴿ (١١٢) ﴾ وقال وادعوا خوفاً وطمعا ان رحمة الله قريب
 من المحسنين ﴿ (٥٦: ٥) ﴾ وقال فاما الذين امنوا بالله واعتصموا به فسبيل خلوهم في رحمة
 منه وفضل ويهديهم اليه صراطاً مستقيماً ﴿ (١٤٦: ٣) ﴾ افلا تتدبرون ﴿ فمادعاكم في الصلوة
 للصراط المستقيم الا ان يغلبكم الله في الدنيا من فور ولهاذا تركعون ولهاذا تسجدون ﴿ لتعلموا

الحاقاً كالغفراء واعتصاماً به ولخافوا ان لا يهلككم الله بها ففعل المبطلون ﴿١٤٢﴾ فها هذا
 الا ان الله يذكركم بالروح من امره تعالى يوماً فيوماً ويعرض عليكم ليلاً ونهاراً كل ما جاء في
 الكتب المبين ﴿١٤٣﴾ وما الصراط المستقيم الا الله جُمع فيه كل ما كتب عليكم احكم الحكمين ﴿١٤٤﴾
 ولذالك قال الله لنبيه ولقد اتيتك سبعا من المثاني والقرآن العظيم ﴿١٤٥﴾
 لان المثاني تذكركم بالصراط المستقيم والنعمة وتخوفكم بغضب الله والضلالات الفلانيات
 بها الصراط المستقيم ﴿١٤٦﴾ وبها النعمة ومنون المغضوبون عليهم ومنون الضالون ﴿١٤٧﴾ ويوضح
 لكم كيف تسلكوا الصراط وكيف تهتدون ﴿١٤٨﴾ وانه لا احد من السيف واضيق من الشعر لو كنتم
 تعلمون ﴿١٤٩﴾ وان ضللت عنه مقدار عرض شعركم كبكم على جوهكم في النار انتم والغاؤون ﴿١٥٠﴾ وان
 نسيتم دروسكم يا ثباكم جهلاءكم وكبراءكم فسيذكركم به بعد الا تبصرون ﴿١٥١﴾ فاذوات
 رسولكم انقلبتم على اعقابكم ومن ينقلب على عقبيه فلن يضر الله شيئا ولا ترجعون ﴿١٥٢﴾
 وان تكفروا انتم ومن في الارض جميعا ﴿١٥٣﴾ فان الله غني عن العالمين ﴿١٥٤﴾ وسيعلم الذين
 ظلموا اي منقلب ينقلبون ﴿١٥٥﴾

فيا ايها المساكين المعاصرون ! الا انتم في اسلامكم الضالون ﴿١٥٦﴾ وفي نعمتكم المغضوبون
 الا تحببون ان يغفر الله لكم والله غفور رحيم ﴿١٥٧﴾ يغفر لكم ما تقدم من ذنبكم وما تأخر
 ويتم نعمته عليكم ويهديكم الى صراط مستقيم ﴿١٥٨﴾ الم تروا انكم تتخطفون عن كل مكان امن
 وتسلمون وتفقدون ﴿١٥٩﴾ ضاقت عليكم الارض بما رحبت ﴿١٦٠﴾ وانتم غفلون ﴿١٦١﴾ السارقون
 ذهب باث بيوتكم وانتم ناثمون ﴿١٦٢﴾ فهل تتركون في ما ههنا آمينين ﴿١٦٣﴾ بل هل تحسروا
 فيكم من نعمة ومن فضيل ومن رحمة لتزعموا انكم لمنظرون ﴿١٦٤﴾ افلم يهلك الله قبلكم من القرون
 وان هلكوا انتم الذاثمون ﴿١٦٥﴾ الخلق الله السموات والارض لعباد فتسخر وامنه لعبين ﴿١٦٦﴾

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿١١٥﴾ * أَمْ كُلُّ هَذِهِ أَمْرُهُنَّ فَيَكُونُ لَكُمْ
 مَا تَشَاءُونَ * * وَإِنْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ عَلَيْكُمْ طَوْعًا أَوْ كَرْهًا كُلَّ يَوْمٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا فَلَسْتُمْ بِمُجْرِبِينَ * *
 وَإِنْ كَانَ لِلْقَمَرِ دِينًا وَمُسْلِكًا يَتَّبِعُهُ كُلَّ لَيْلٍ فَهَلْ يُنْزِلُكُمْ كُلَّ دِينٍ * * وَإِنْ تَزُولُ الصُّجُومُ
 مِنْ بَعْدِ صُعُودِهَا فِي جِوَالِ السَّمَاءِ أَبَدًا فَلَسْتُمْ بِأَفْلِينَ * * وَإِنْ لَمْ يَتَبَدَّلِ الْمَاءُ سِيلًا وَإِذَا التَّارُ
 تُخْرِيقًا وَالرِّيحُ جَرِيَانًا مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ خَلَقْتُمْ فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْتَحْسِنُونَ * * وَمَنْ يَسْأَلْكُمْ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ
 أَنْ تَقْرُونَ كُلَّ مَنْ فِيهِ مَالُهُ فَانْتَبِهْ * * مُشْتَغِلِينَ بِمَا عَلَيْهِمْ مُسْتَغْنِينَ * * مَدَاوِينَ عَلَى الْجَلَمِ
 وَخَلْقِهِمْ غَيْرَ مُخَوِّلِينَ عَوَائِدَهُمْ مِنْ أَوَّلِ سَاعَةٍ فَلِمَا تَزْعُمُونَ أَنْ أَنْتُمْ تُبَدِّلُونَ * * وَإِنْ تَخَذُوا
 كُلَّ مَنْ خُلِقَ حَنْفَاءً لِلَّهِ فَلِمَا لَا تَرْكَبُونَ * * وَلَا تَمِيلُونَ وَلَا تَرْكَبُونَ * * فَتَبَارَكَ الَّذِي مَالٌ لِيهِ
 وَلَا يَمِيلُ وَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ﴿١١٦﴾ * * إِلَهَ الْخَلْقِ وَالْأَمْرِ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ
 ﴿١١٧﴾ * * وَإِنْ لَا تَسْتَطِيعُونَ أَنْ تَكْسِبُوا هَهُنَا لَأَنْفُسِكُمْ حَبَّةً مِنْ خَزَلٍ أَوْ مِنْ نَقِيرٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ
 جَهْدِكُمْ بِأَيْدِيكُمْ وَارْجُلِكُمْ فَهَلْ تَشْتَرُونَ جَنَّتَكُمْ بِالْأَقْوَالِ وَالْكَلِمَاتِ لَهَا الْجَهَنَّمُونَ * * أَفَأَعَدُّ
 مِنْ دُونِ اللَّهِ يَأْمُرُ عَلَيْكُمْ هَهُنَا قَبْلَ يَوْمِ الدِّينِ * * أَمْ يَبْدُلُ اللَّهُ عَادَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِيَجْعَلَ لَكُمْ
 شُرَكَاءَ * * أَمْ لَتُتَذَكَّرَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ مِنْ عَهْدٍ كَيْزُوجَتِكُمْ بِمُجْرِبِينَ * * وَإِنْ أَعْرَضْتُمْ عَنْ كِتَابِ اللَّهِ
 مَا أَرْسَلَ بِهِ خَاتَمَ الْأَنْبِيَاءِ وَنَسِيتُمْ دَرَسَهُ فَتَعَالَوْا إِلَى الْيَوْمِ لِنُنَاقِشَكُمْ * * يَبَيِّنُ لَكُمْ مَا نَزَّلَ اللَّهُ
 إِلَيْكُمْ فِي الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ * * لَتَذَكَّرُوا إِلَهَهُ وَلَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ * * وَيُوضِحُ لَكُمْ طَرِيقًا لِدُخُولِهَا فِي
 زَمْرَةِ الْأَحْيَاءِ فِي الدُّنْيَا وَلِتَكُونُوا فِي الْعَقَبَةِ مِنَ الْمُفْلِحِينَ * * وَلَكِنْ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ
 يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ﴿١١٨﴾ * * أَفَلَا تَذَكَّرُونَ * * وَمَا نَا
 مِنْ نَبِيِّ أَوْ عَالِمٍ أَوْ مَوْفِيٍّ أَوْ فَقِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ وَلَكِنْ أَخْبَرُوا بِأَنَّهُمْ لَهَا كُونَ * * فَصَبِرْ خَامِسَةً أَوْ اقْرُبْ مِنْهُ بِالْيَقِينِ
 إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَمَنُوا وَاصْلَحُوا وَاتَّقُوا فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَكُفَّ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١١٩﴾ * * فَاطْلُقْ بِرَبِّي

لسان شرح لي صدق وتباني سما جاء في القرآن العظيم ﴿ فشعت في تصنيف كتابي **تِلْكَ كِتَابِيَّةٌ** ﴾
 لا بين للناس ما نزل اليهم **العشرة المبشرة** ﴿ وغيرها من حجة الله البالغة النافعة ﴾ وبينته في عشرين
 مجلدات متتابعة ﴿ وابتدأته بهذه الافتتاحية البلاغية ﴾ لا شرع لهم ما عظمة صحيفة الله وما هي
 وما كنت ادمي ما الكتب لا الايمان فجعله ربي نوراً في صدري لاري قومي طريقهم فيه فانهم قوم
 لا يعلمون ﴿ فتعالوا الى القرآن العظيم ﴿ وتعالوا الى ليلته المبين ﴾ ولا تنظروا الى من قال كل هذا
 بل انظروا الى ما قال فاق انا الظالم **الخطاء** الا انهم ﴿ اظلم لنفسي ليلاً ونهاراً واعبدوا لا بخليل بكرة و
 اصيلاً لوزقي ﴾ ولا اعبدوا بغيري ليرزقني من لدنه ﴿ واكذب القرآن يوماً فيوماً ﴾ ولا استطيع ان اداوم على
 التوحيد بل اصنع لنفسي مكرًا بعد مكر ﴿ واسارع الى الشرك كربة بعد مرة ﴾ فلا تنظروا الى بل انظروا الى
 ما اقول ولولا افعل شقاوة لعلكم تفعلون ﴿ وقولوا رب اجعل لنا مقيمه ومستقيمي اليه واجعل
 قائله مقيمه وارزقنا من لدنك انك انت خير الرزقين ﴿ ربنا ظلمنا انفسنا ولن نغفر لنا ونرحمنا
 لنكونن من الخاسرين ﴾ ﴿ ربنا لا تؤاخذنا ان نسينا او اخطانا نزلنا والحق علينا اضرًا كما حملته
 على الذين من قبلنا ربنا ولا تحمِلنا ما لا طاقة لنا به واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولنا فانصرنا
 على القوم الكافرين ﴾ ﴿ ربنا انك التيت فرعونَ وملائكةَ ربيته واموالاً في الحياة الدنيا ربنا ليضلوا
 عن سبيلك ربنا اطمس على اموالهم واشد على قلوبهم فلا يؤمنوا حتى يروا العذاب الاليم ﴾ ﴿ (٨٨: ١٥) ﴾
 ربنا لا تجعلنا فتنة للقوم الظالمين ﴿ ونجنا برحمتك من القوم الكافرين ﴾ ﴿ (٨٥: ١١) ﴾ ﴿ ربنا اغفر
 لنا ذنوبنا واسئلكنا في امرنا ﴿ واقفر عاكينا صبرا وثبت اقل منا وانصرنا على القوم الكافرين ﴾
 ﴿ (٢٥٠: ٢) ﴾ واهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا

الضالين ﴿ (٥٠: ٥) ﴾

ويا ملوك المسلمين ! ويا اهل القوم الظالمين ! الاتضعون ان يغفر الله لكم

وَالَّذِينَ يَقُولُونَ ﴿عَسَىٰ رَبُّكُمْ بِأَمْرِ الْيَوْمِ غَفْلُونَ﴾ ﴿١٢٢﴾ اتَّخَذُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ
 اِتِّمَامًا وَتَتَّبِعُوا حُكْمًا وَفَضْلًا وَنِعْمَةً مِنْ رَبِّهِمْ عَلَىٰ عِلْمِهِمْ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَلَكِنْ كَثُرَكُمْ
 لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٢٣﴾ قَدْ قَالُوا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَا أَعْنَىٰ عَنْهُمْ فَاكَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٢٤﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ
 مَا كَسَبُوا وَالَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ هَؤُلَاءِ سَيُصِيبُهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿١٢٥﴾ أَوَلَمْ
 يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿١٢٦﴾ أَوَلَمْ
 يَدْرُسُوا فِي الْقُرْآنِ أَنَّهُ قَالَ ﴿مَجَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ﴾ ﴿١٢٧﴾
 وَقَالَ إِذْ أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُنَادِيَهُمْ فَيَقْضُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَا دَارَهُمْ
 وَأَعْلَانُ أَفْلَاتَنُ كَرُونَ ﴿١٢٨﴾ بَلْ قَالُوا وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَاهِرَةً وَأَنْشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا
 آخَرِينَ فَلَمَّا أَحْسَبُوا أَنَّ بَاسَنَا آذَاهُمْ مِنْهُمْ بَايَرَكُوا عَنْهُ لَا تُكْرَهُوا وَارْجِعُوا إِلَىٰ مَا أُتْرِفْتُمْ فِيهِ وَمَسْكَنُكُمْ
 لَعَلَّكُمْ تُشْكِرُونَ قَالُوا أَوَلَيْسَ لَنَا نَازِلٌ مِنَ السَّمَاءِ فَمَا آتَاكَ بِذَلِكَ دَعْوَاهُمْ حَتَّىٰ جَعَلْنَاهُمْ حَصِيدًا خَامِدِينَ
 وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لِعِبَادِنَا إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ لِنُحَدِّثَهُمْ مِنْ دُونِكَ إِنَّ كُنَّا
 فَعَالِينَ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ دَاهِقٌ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ وَلَكِنْ
 مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ يَسْتَحْسِرُونَ الْبَيْلُ وَالْأَرْضُ
 لَمْ يَكُنْ لَهَا لِيَفْتُرُونَ ﴿١٢٩﴾ وَقَالَ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ
 دَرَجَاتٍ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَاللَّهُ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٣٠﴾ وَقَالَ
 فِي مَوْضِعٍ آخَرَ وَقَطَّعْنَاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَمْثَلُكُمْ الصَّالِحِينَ وَفَضْلًا مِنْ ذَلِكَ وَلَكُمْ بِالْحَسَنَاتِ لَعَلَّكُمْ يَرْجِعُونَ
 فَعَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَذَا الْأَرْضِ وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا وَإِنْ يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِثْلُهَا يَأْخُذُوهَا أَلَمْ
 يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِيثَاقُ الْكِتَابِ لَا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوا مَا فِيهِ وَاللَّذِينَ خَلَوْا لِلَّذِينَ يَقُولُونَ أَفَلَا
 تَعْقِلُونَ وَالَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ بِالْكِتَابِ أَفَامُوا الصَّلَاةَ إِنَّهَا لَنْ يُضَاعِفَ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ ﴿١٣١﴾

افلم تؤمنوا من بعد ما بينت لكم ههنا بان الاسلام هو النظم والنسق والحدة والجهاد
 والسعى والعمل والقوة والاتحاد والغلبة والامن والاستبقاء من الله
 بل هو في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة * وانما هو هذه * بل كله هذه *
 لا بشئ من دون ذلك * ولا ما يجربه علماءكم الجاهلون * وان هو الا ان تؤمنوا بالتوحيد
 لتوحدوا انفسكم * وتصلوا لتنظروا انفسكم * وتصوموا لتصبروا وتصابروا * ونجحوا
 لترابطوا وتخالطوا * وتنقروا لتقوا قومكم وتعاضدوا بينكم طلبين * فما لكم
 لا تؤمنون بالله مواحدين * ولا تصلون منظمين * ولا تصومون مغلطين *
 ولا تنجحون مخوفين * ولا تؤتون الزكوة فاعلين بل فتالين * ولا تأخذن
 حذركم لقميلا على اعداءكم ميلة واحدة بازغين * ولا انفسكم لا تعدن قومكم الى الضراط المستقيم *
 فانكم انتم اقرأء المؤمنين * وما لكم لا تؤمنون ولا تصلحون * والذين آمنوا وعملوا
 الصالحات قالهم اجر غير ممنون (٦١٩هـ) * وما لكم لا توحدون ولا ترابطون لا تشاؤون
 بينكم لتقذروا في قلوب اعداءكم الرعب ولتنقصوا منهم وما لكم كيف تحكون * وما لكم
 ساء ما تصنعون * فالذين آمنوا امرهم شؤراى بينهم (٣٨١٣٢) واذا اصابهم البغي
 هم ينتصرون (٣٩١٣٢) * وما لكم لا تتخذون منكم اميرا اذ الله بسطة في العلم والجسم
 (١٢٤١٢) ليا امر عليكم وليقوم مقام الرسول فيكم بالحق علما ومعنا لتعصموا به * فالذين
 اعصموا باميرهم واطاعة حواطعته اولئك هم المفلحون * وما لكم تفرقون دينكم
 بينكم فمنكم شافعي ومنكم حنفي ومنكم حنبلتي ومنكم مالكيون * ووهابيون واهل
 الحديث واهل القرآن وغيرهما يصنعون * وانصتوا انتم كل هذه الاصفياء والابرار
 لتفرقوا دينكم وتشركو بالله فليات شريك من شركاءكم ليخلصنا من هذه المصيبة اويا تقا

مجتمعين ﴿ فذروا ما انتم عليه واجهوا السرك والاشتات وقولوا انما نحن مسلمون ﴾
 واحصوا الافتراق اشد محموا فانه قال ان الذين قتلوا فيهم وكانوا شيعة لست منهم في شيء
 انما امرهم الى الله ثم ينبتهم بما كانوا يفعلون ﴿ ١٧٠:١٧١ ﴾ واعلموا انكم وتعبدون مزدون الله
 حصيهم ﴿ ١٧١:١٧٢ ﴾ فهل يحبون ان تدخلوا الصفياءكم في النار اذ احبوا ﴿ ١٧٢:١٧٣ ﴾ وازتصلوا وتبجوا او
 تنفخوا وتنجوا او تؤمنوا وتشهدوا امثل انتم عليه ان ابدلنا يغفر الله لكم ابدلنا يكفر عنكم سيئاتكم
 ابدلوا ما كان لكم ان تفلحوا ابدلوا السلام ولو انتم تشبهون ﴿ ١٧٣:١٧٤ ﴾ واني لا اخافكم ومن انتم عليه ولكن اخاف
 عليكم عذاب يوم عظيم لا تكلم انتم امراء المسلمين المرجعون اليهم للهدى والمعوّلين عليهم
 للدين المستقيم ﴿ ١٧٤:١٧٥ ﴾ فلتصلوا وازاركم مع اوزار الذين هددوهم بامرهم الا ثقل ماتزون ﴿ ١٧٥:١٧٦ ﴾ و
 عظم ما تحملون ﴿ ١٧٦:١٧٧ ﴾ وانظنتم ان تفلحون في الدنيا باعاضكم عن دين الاسلام وتغلبون تفوزون
 بهجكم كتاب الله وبتهوينه ﴿ ١٧٧:١٧٨ ﴾ اوباعزكم عن جماعتكم وتشبهكم بغيرهم ﴿ ١٧٨:١٧٩ ﴾ او بتقليدكم سائليكم في
 والاخليلهم واعميائهم ﴿ ١٧٩:١٨٠ ﴾ اوباتبعكم طرقتهم تضهينهم وتشبههم ﴿ ١٨٠:١٨١ ﴾ اوبترككم عصبيّة قومكم وامتكم
 فاعلموا انكم ساء ما تزعمون ﴿ ١٨١:١٨٢ ﴾ وبئس ما تشتررون ﴿ ١٨٢:١٨٣ ﴾ ولن تستطيعوا ان تفلحوا ابدل الشبهة ابدل
 ولو حرصتم كل حرص فانقلبوا خاسرين ﴿ ١٨٣:١٨٤ ﴾ فاعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا وجاهدا
 لتظهروا ادينكم على دين التصري ولو كرهوا جمعون ﴿ ١٨٤:١٨٥ ﴾ واغلظوا عليهم اشتغلظة بل كونوا قوامين
 عليهم رحمة بينكم واذ القيموهم فضرّب الرقاب حتى اذا اخنتموهم فشدّ الوثاق فاما منابغهم
 واما فداؤهم حتى تضع الحرب اوزارها ﴿ ١٨٥:١٨٦ ﴾ واعلموا انهم يحبون ان يقطعوا ابركم مصابين ﴿ ١٨٦:١٨٧ ﴾ فقولوا
 الحمد لله رب العالمين الرحمن الرحيم مالك يوم الدين اياك نعبد واياك نستعين اهدنا الصراط المستقيم
 صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين ﴿ ١٨٧:١٨٨ ﴾

وانا للفقير الى الله الرحمن

محمد عناية الله خان الشرقي

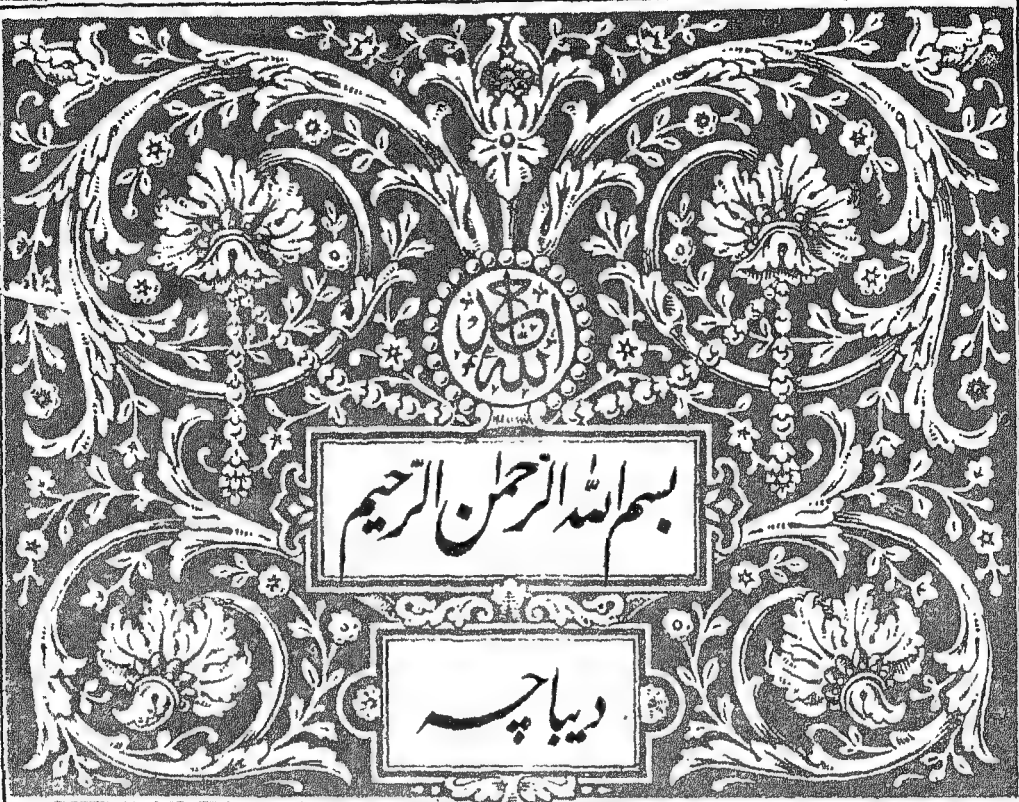
صاحب السلمين ورفيقهم

ادارة الاشاعة للتذكير

رقمه ببلدة امرت سر الهند

١٠ - رجب المرجب ١٣٣٥ هـ

محمد



الحمد لله العلی العظیم * والصلوة علی التبی الکریم * وعلی انبیائہ اجمعین * وعلی من سلك صراط المستقیم

دنیا کی سب مسلم اور مروج اشیا میں سے سب بڑا از مذہب ہے۔ یہ پوچنا کیا ہے؟ یہ جھگڑنا کیوں ہے؟ یہ رسمی عقائد اور شرعی مراسم یہ برہمن کے دقتی اور بت پرست کی مورتیاں، مسلم کی قربانیاں اور ہندو کے چڑھاوے کیوں ہیں؟ گبر کی شعلہ نوازی کیوں ہے؟ عیسائی کا ابن خدا کیا ہے؟ تسبیحوں کے بار، حج کے مناسک، جاترے، نماز، پیٹا، پن، دان، خیرات، صدقات، نذر نیاز، لمبی داڑھیاں، منتشر چہرے، تعویذ، صطبغ، ہون، اشنان، وغیرہ وغیرہ سب مذہبی مراسم مشق و رواج کے وہ اسرار جاری ہیں کہ انکی لم تک پونچھا عوام کے نزدیک کچھ ضرر نہیں باایں ہمہ ہر شخص ان کو نہایت عقیدت اور التزام سے کرتا ہے، انکے سچ یا جھوٹ، روایا اور اہوتوں کے متعلق ایک حرف زبان پر نہیں لاتا۔ جاہل اور عالم، کم فہم اور عاقل سب اس مشق نامعلوم میں حصہ لے رہے ہیں، اور ان کو حسب توفیق نباہتے رہنا زندگی کا منستہائے اہم سمجھتے ہیں۔ انسان کی تمام دوستان فرض یقین میں، نہیں بلکہ اسکی اکثر روئداد سعی و عمل میں مذہب ہی وہ ہمہ گیر اور خاموش

حامل ہے کہ اس کا حیرت انگیز اثر کم و بیش ہر فرد پر نمایاں ہے؛ اور مذہب ہی وہ بحث ہے منفک حیطہ دلیل سے خارج، اور اب جدی وہ اثر متواتر ہے کہ ہر شخص اُس پر بے چون و چرا قابض رہنا اپنا فرض منصبی سمجھتا ہے۔

تعب یہ کہ مذہب کی طرف اس عام میلان کے باوجود ابتدائے آفرینش سے آج تک قطعی فیصلہ نہ ہو سکا کہ کونسا مذہب سچا ہے، کونسا شارع کائنات کے منشا کے عین مطابق ہے، مذہب کی سچائی کا معیار کیا ہے، نہیں بلکہ خود مذہب کیا شے ہے، اور اس کا مقصود بالذات تعب یہ کیا ہے؟ خود خدا کی ہستی اور اُس کے صحیح منشا کے متعلق آج تک کوئی حتمی اور متفق علیہ دلیل نہیں مل سکی، ہنستہائے حیات کا عظیم بالکل ناتلاش کردہ پڑا ہے، موت کا حجاب کب رابر درارب انسانوں کی موت کے باوجود قطعاً ناقابلِ درک ہو! علم حساب کی صداقتوں پر آج سب انسان متفق ہیں، اسکی کسی ایک شق کے بارے میں شائبہ اختلاف پیدا نہیں ہوتا۔ علم الطبیعیات کے حقائق پر سارا جہان متحد ہے، اُن کو آنکھوں سے دیکھ رہا ہے، اُن سے طلب عمل کر رہا ہے، اُن سے تلخ اخذ کر کے قوت کی راہیں پار رہا ہے! نہیں زمین کی محوری حرکت یا سورج کے اضافی سکون پر بھی سب دنیا بالآخر متفق ہو گئی ہے، سب کے سب عینی شہادت کو فریب نظر سمجھ کر دم بخود ہو گئے ہیں۔ سکون زمین کے متعلق ارسطو کے غلط مذہب کا آج ایک پتیر و نظر نہیں آتا، اگلے وقتوں کے سب غلط علمی نظریے نسبتاً منہ پرچکے ہیں لیکن ہندو اور بدھ اگرچہ برہمن، عیسائی اور مسلمان کے درمیان اختلاف بدستور قائم ہے! مذہب کو ساکنان زمین نے کیوں ایسی شے فرض کر لیا ہے کہ اسکی سچائی کے باین یہ بُعد المشرقین قائم ہے؟ صداقت کی جامع الناس کیفیت کیوں ان سب کو کسی مشترک حقیقت پر جمع نہیں کرتی؟ یہ کیوں ہے کہ سب کی نظروں میں اپنا مذہب سچ ہے اور باقی سب غلط ہیں حالانکہ بظاہر سب کے درمیان تضاد قطبیں ہیں۔ اگر سب اپنی اپنی جگہ سچ ہیں تو اختلاف کیوں ہے، اور جب اختلاف قائم ہے تو سچائی کا ادعا کیا ہے؟

یہ سوالات ایسے ہیں کہ صاحب نظر انسان کو وسط حیرت میں ڈال دیتے ہیں! تاہم نسل انسانی کی اجتماعی بہتری کے لیے اُن کے قطعی طور پر حل ہو جانے کی عالم آراء اہمیت ایسے ہے کہ روئے زمین کی اکثر غزیریاں، اُسکے سب سے زیادہ ہولناک جنگ، اسکے بڑے سے بڑے محاربے اور قتالے اکثر اختلاف مذاہب کے باعث پیدا ہوئے ہیں۔ ایک قوم نے دوسری قوم کو اکثر اسی وجہ سے کاٹ کھایا کہ پہلا مذہب جدا تھا، اسکا عقائد الگ تھا، اسکا خدا دوسرا تھا، اسکا پیغامبر اور رہنما اور تھا! اگر فی الحقیقت یہ تمام غزیریاں اور فساد، یہ خانہ جنگیاں اور مجاہدے انسانی رہنماؤں کے ایما اور اُن کے پیغام کے باہمی اختلاف یا بالارادہ تباین کے باعث شروع ہوئے تھے، اور قرنہا قرن تک اسی نمط پر ہوتے رہیں گے تو نسل انسانی کا ایک نہ یک دن لڑکر کالعدم ہو جانا، یا ابد اسی طرح پر لڑتے رہنا منشاء ایزدی ہے۔ اس منشاء غالب کے ہوتے ہوئے اُن میں باہمی اشتراک و اتحاد محال ہے، اُن کے بچے ان کی مشترک سطح پیدا کرنا امتنعاً طبعی سے ہی۔ لیکن اگر نوع انسانی فی حقیقت ایک ہی نسل ہے، اسکا بے حد ایک ہی، اسکو پیدا کرنے والی محرک طاقت ایک ہی، اگر وہ حقیقت ایک ہی مطلب کے لیے پیدا ہوا اور ایک ہی منشاء کی طرف لوٹ رہا ہے تو یہ سب باہمی فساد غیر فطری ہے، منشاء طبعیت کے برخلاف ہے! خود کشی اور استہلاک ہے، ظلم عظیم اور جہالت کی موت ہی!

میر یقین ہے کہ دنیا کے مختلف پیغامبر جہاں سے آئے تھے ایک ہی پیغام لاتے تھے۔ انہوں نے اس کارخانہ جہاں کو ایک ہی چشم تحیر سے دیکھا تھا، وہ انسان کی حیران کن مخلوق کو ایک ہی مقام بلند سے دیکھ کر تڑپ اٹھے تھے! حیرت کی بکیاں، اور علم و خبر کی سنسنیاں اُن کے بدنوں میں ایک ہی راہ سے داخل ہوتی تھیں! وہ اس سوال میں محو تھے کہ یہ سب کچھ کیا ہی اور کیوں ہی؟ اس محویت اور عشق کے پردہ شکن اضطراب میں حجاب آراء حقیقی نے چلن کی آڑ میں جھلک دکھلائی اور کچھ کہہ کر پھر اوجھل ہو گیا، لیکن جو کہا وہ سب ایک تھا! نوائے ساز ایک تھی! بوسہ بہ پیغام ایک تھا! چپٹک ناز ایک تھی!

کلمہ راز ایک تھا! جب تک مجسم اسرار لوگ اس دنیا میں رہے اس راز کو برملا کہتے رہے، سولی پر چڑھ
 چڑھ کر اور رسوا ہو کر خلق خدا کو آمادہ عمل کرتے رہے، سب کو ایک نصب العین اور ایک قانون پر متحد
 کرتے رہے! لیکن جب ناحقیت شناس اور ناجلوه آشنا لوگوں نے اس کلام کو منہجالاتو لوگوں کو آپس
 میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، پیغام خدا غلط سننا کر اپنے پیچھے صفیں کھڑی کر دیں! آج سطح زمین پر خدائے قادر
 کا مستقامہ عذاب اکثر اسی ضد اور بغاوت سے ہے۔ یہ تنگ ظرفی کی چڑ اور نابند بینی کی ضد ہی ہے
 جس نے دنیا کو اکثر قضا ب خانہ بنا رکھا ہے اور اگر چندے یہی حال رہا تو نسل انسانی کا خدا حافظ ہے!
 پس مذہب کی ضد فی الحقیقت جہالت اور ناشناسی کی ضد ہے، کم نگہی اور تنگ حوصلگی کی ضد ہے،
 نسیان درس اور انسانیت کی ضد ہے، علم اور نبوت کی ضد قاطبہ نہیں! علم جہاں ہوتا ہے اتحاد و
 اشتراک پیدا کر دیتا ہے، حفظ و امن اور سعی و عمل پیدا کر دیتا ہے، اس کے بالمقابل مخالف کو دم مارنے کی مجال
 نہیں ہوتی، اسکے ہوتے ہوئے جدال ناممکن ہے، شقاق متعذر ہے، جمود محال ہے۔ دو مخالف فسریق
 آج تک اس بات پر نہیں لڑے کہ پانی ستیاں نہیں، آگ ٹھنڈی ہے، یا بوجھل شے آسمان کی طرف گرتی
 ہے ایسے کہ سب کو ان کے متعلق علم ہے، سب نے حقیقت کو برائی لعین دیکھا ہے، سب انکے اثر کو ہر وقت اور
 ہر حال مشاہدہ کر رہے ہیں۔ بعینہ اسی طرح اگر روئے زمین کے تمام مذاہب علم کی کسوٹی پر پرکھے جائیں، اگر
 انکی اصلیت اور تعلیم بھی علم کے معیار پر آزمائے ماکرالم نشر کر دی جائے اگر ان پر سے بھی وہ تمام رسمی غلاف جو جہل و
 نسیان سے لوگوں نے ڈال کر ان کی حقیقت کو مسخ کر رکھا ہے الٹ دیئے جائیں، اور اس مشترک اساس، اس
 حقیقت مجرورہ، اور اس نفس الامر کی طرف رجوع کیا جائے جو فی الحقیقت ادیان عالم کی سنام اور ان کا
 صدق بسیط ہے، جس پر ہر جا اور ہر حال عمل ہو رہا ہے، جسکو ہر شخص بچشم خود دیکھ رہا ہے، جسکو علم نبوت نے
 عیاں کر کے سب کو متفق علیہ کر دیا تھا، تو آج ہی نسل انسانی متحد اور متفق العمل اس طرح پھر ہو سکتی ہے جیسا کہ
 ابتدائے آفرینش میں تھی، آج ہی سب مقاتلے پھر بند ہو سکتے ہیں، زمین کی سب بگڑی پھر بن سکتی ہو!

دنیا کے ہر شعبہ تلاش و تحقیق میں علم کا پردہ کشا اثر انسانی اعمال و آرا پر اس شدت سے مصلح ہو کہ اس کے بعد کم از کم اُس شق میں فستراق مستعد ہے۔ علم کا منہائے نظر ہر جگہ ملانا ہے، خلیج فاروق کو حتی الوسع کم کرنا چاہئے۔ مشترک سطح پیدا کر کے سب کو مجبور یقین کر دینا ہے! لیکن شرط یہ ہے کہ علم علم ہوسیع و بصیر کی شہادت ہو، وہی اعتقاد نہ ہو، "فرضی یقین" نہ ہو، دل کو دھوکا نہ ہو اگر یہ بات کسی جگہ حاصل ہو گئی ہے توجیر مقابله اور جرثقیل کی طرح سب دنیا اسکے ماننے پر مجبور بلکہ مجبول ہے! ۱۔

لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ پیغام بنفسہ کیا تھا، وہ صدق بیسوط اور نفس الامر کیا تھا؟ اسکی نوعیت کیا تھی؟ اسکا علم کیا تھا؟ وہ کیا تھا جو بن بن کے بگڑا اور جیتک پیغام بتر آتے رہے پھر بستر ہا؟ اگر انسان کی حس مشترک اس اہم اور وسیع سوال کو لاگ لپیٹ کے بدون کسی بلند مقام نظر سے حل کر سکتی ہو تو جواب یہ ہے کہ اُس مالک کو کون و مکان اور جہاں پناہ بے نشان نے بے نیازی کی شان میں ان دل باختہ لوگوں سے اگر کچھ کہا تو یقیناً انسان کی اپنی ہی بہتری کے لئے کہا، اُسی کی بہبودی کو پیش نظر رکھ کر کہا! یہی ہو گا اور قطعاً ہے کہ اولاد آدم اس کار گاہ جہان کے اندر کیونکر رہے؟ اور حیوانوں کے بالمقابل فطرت کی یہ اتنی اور جاہل مخلوق کیا کرے؟ اور کیسے چلے؟ وہ کیا ہے جس سے نسل انسانی کو زندگی اس تگاپورے دامد میں امن حاصل ہو، حفظ و ارتقا حاصل ہو، بقا اور رضا حاصل ہو! یہی اس نبی اعظم کا لب لباب تھا جو حکم قضا و قدر کے استثناء علیہ سے نبیوں کو ملی، اور یہی سچی نبوت ہو، یہی انتہائے علم و خبر ہے، کمال کشف واکتشاف ہو۔ اس علم کے بالمقابل سب ماسوا کا علم ہیچ ہے، سب کمتر معاملوں کی خبر ہیچ ہے، علم حقائق الاشیا صفر ہے، علم موالید جہاں ہیچ ہے! بڑی سے بڑی اور نفع مند خبر جو انسان کو مل سکتی ہو یہ ہے کہ اس زمین و آسمان کی ملکوت کیا ہے، حکم قضا و قدر کیونکر ہے، الہی فیصلے کس اصول اور قانون کے مطابق ہیں، اُمتیں کیوں فلک الافلاک چرچرھ جاتی ہیں، تو میں کیوں تحت الشرع میں گرتی ہیں، سزا کس معیار کو دیکھ کر آتی ہے، جزا کس دستور کو نباہ کر ملتی ہے؟ یہی وہ مہتمم بالشان سوال ہیں جو نسل انسانی کیلئے موت

حیات کے سوال ہیں۔ ان کے بالمقابل کسی فرد کی بہبودی کا سوال بیچ ہے شخصی افراط کی تلاش بیچ ہے، انفرادی تفریط کا خیال بیچ ہے۔ جو بات حتمی اور قطعی ہے یہ ہے کہ زمین کا یہ کارگاہ جلیل کمال عدل انصاف چل رہا ہے، صحت اور توازن سے چل رہا ہے، دھڑلے اور تکنت سے، قوت اور زور سے چل رہا ہے۔ سہیں جو بات ہو رہی ہے نقد و نظر سے ہو رہی ہے، انتخاب انتظام سے ہو رہی ہے، نظم و نسق سے اور غور و خوض سے ہو رہی ہے۔ اس کا محرک جل و علی وہ مالک سمیع و بصیر ہے جو ہر شے کو بغیر تمام دیکھ رہا ہے، پہنائے زمین کو دیکھ رہا ہے، نسل انسانی کو دیکھ رہا ہے، اُنہوں کے اعمال کو دیکھ رہا ہے، افراد کے سعی و عمل کو دیکھ رہا ہے، بدنیک کو، کہ دیر کو، شاہ و گدا کو، بالا و پست کو دیکھ رہا ہے، اس منظم اور مضبوط، اس لڑنے لگنے اور صحت حکومت کے اندر استبداد کی بوجھ قطعاً نہیں، قطعاً نہیں، افراط و تفریط قطعاً نہیں، ثواب کی لالچاً نہیں اصلاً نہیں؛ میرا یقین ہے کہ ملکوت جہان کی اسی اہم شق کا علم سب انبیائے کرام کو ملا، اور اسی آئین جزا و سزا کی خبر انہوں نے ڈنکے کی چوٹ دی۔ انہوں نے انسان کو اس زمین پر خوش اسلوبی سے رہنے کا ڈھنگ سکھلایا، انہوں نے اجتماعی بقا کی راہ دکھلائی، انہوں نے اقوام کے مدوجرز کے اصول بیان کیے حکومت خدا کو ظلم سے قطعاً بری ثابت کر کے دنیاوی سزا کی تعمین کی، اُخروی جزا و سزا کی تبیین کی، افراط کے طرز عمل کو ظاہر کیا، اُنہوں کو راہِ رست پر چلا کر صدیوں تک ممکن اور دوام دے گئے، نافرمانوں کو ان آنکھوں سے سزا ملتی ہوئی دکھا گئے؛ یہی اُن کا لایا ہوا دین تھا، اور اسی دین (طرز عمل) پر چلنے کا خدا متمنی تھا۔ اگر انسان کے اس دنیا میں چلنے کا فی الحقیقت کوئی مقرر دستور نہیں، اگر اُس کا اس جہان میں طریق عمل سب ان اپنا اپنا سٹاپ اور اٹا سٹاپی ہے، اگر اُسکی نسل کے متعلق شادی و غم، عسرو سیر، سزا و جزا، فنا و دوام کے سب فیصلے کسی صحت اور التزام سے نہیں ہوتے، اگر زمین و آسمان کے اس کارگاہ عظیم میں انسان ہی وہ بد بخت وجود ہے جس کا اس دنیا میں طرز عمل کسی اصول کے ماتحت نہیں، اس کا کوئی دین مقرر نہیں، دراصل ایک ادنیٰ مخلوق حیوانی اور نباتاتی سب کی سب اپنی اپنی راہ اور مذہب پر لگی ہے، مقرر

فرض ادا کر رہی ہے، نہیں، جب سوچ کا دین سے تیرہ لاکھ ٹنا بڑا کرہ بھی اس شان و اہمیت کے باوجود اس صحت اور التزام سے اپنے وقت پر نکلتا ہے، ساکنان زمین کو نور دے رہا ہے، کسی بینشال حاکم کے حکم پر مجبور ہے، کسی ہیبت انگیز اور لرزہ خیز قانون کو نباہ رہا ہے، اگر یہ اوروں کے حق میں سب کچھ ہو اور انسان کے حق میں کچھ بھی نہیں تو اس نیا کے اندر سزا و جزا سب ظلم ہے، شادی و غم ظلم ہے، فنا و بقا ظلم ہے، شان کبریا سے بعید ہے، حکومت کی ساکھ کے خلاف ہے، سنت اللہ اور عادت رب العالمین کی نفی ہے اگر اس کا رخانے کی بنا انسان کے حق میں یہ ظلم ہے تو یہ زمین اُس کے رہنے کے لائق شتانہیں اور اگر عالم آرائے زمین و آسمان نے انبیاء کو کم از کم یہ طریق عمل، یہ آئین بشر، یہ دین متین، نہیں بتلایا تو حقیقت کچھ نہیں کہا! پس انسان کا اس دنیا میں صحیح طرز عمل ہی فی الحقیقت اس کا دین ہے اور امتوں کی سزا و جزا کا اہل دستور سمجھ لینا اس کا فرض عین ہے، اسی کا علم **علم الاولیاء** ہے، اسی دین کی قطعی ضرورت ہر فرد بشر کو ہے، اسی عمل کے مختلف اجزاء و تمام و کمال ہمیں ہر لحاظ میں مختلف موقعوں پر لائے اور تفسیروں تک لوگوں کو اُس بتائی ہوئی راہ پر چلاتے رہے۔ نیکی اور بدی، سچ اور غلط، راستی اور کجی کا تاثر احساس نا بلداً حیوان تا انسان میں اسی علم کے باعث پھیلا۔ وہ اجتماعی خوبیاں اور صلاح عمل جو روزِ ازل سے ہر زندہ قوم کے افراد کی طبیعتِ ثانیہ بن جاتی ہیں، سب کی سب اسی تعلیم سے ماخوذ اور اسی علم کا جزوِ قلیل ہیں۔ وہ اصول بقا و دوام جن پر سب مرتقی آتے ہیں آج بدرجہ اتم عامل ہیں اسی علمِ طویل کے بقیہ آثار ہیں! نسبتاً کو فطرت کے اس حکم کبرے کا علم ان کی بے مثال بصیرت کے باعث ملا! اس کا رگاہ جہاں کو بحیثیت مجموعی اور اجتماعی نقطے پر دیکھ کر ملا! کمال غور و انہماک سے ملا! وسیع نظری اور بلند بینی سے ملا! تعلم کے بام بلند، اور تدبیر کے افاقِ اعلیٰ، چڑھ کر ملا! زمین سے کئی منزلیں بلند ہو کر بلکہ **ستاروں** کی صد گاہوں پر پونچھ کر ملا! نہیں، آسمان سے اور آسمان پر بسنے والے خدا سے ملا! وحی اور نبوت سے، عجز اور عشق سے، تدقی اور حکم سے ملا! نبی م

کی نبوت اُس کے اپنے زمانے میں وہ لرزہ فگن اور سکون برانداز شے تھی کہ جو گروہ اُن کے حلقہ اثر میں آجاتا تھا اُن کے کہے پر یکسر عامل ہو جاتا، وہ رہنمائے جلیل اپنے گردوں شکافِ علم اور سپہمِ عمل سے، اپنی یقین انگیز تعلیم اور جوصلہٴ افراتدیس سے، اپنی پردہ کشائیں و تلقین سے قانونِ حسد اور اُس کے امن افزا نتائج کو ہر مصاحب کی نظروں میں ڈو اور دو چار کر بیٹھ عیاں کر دیتا، پھر عالموں کا جم غفیر پروانہ وار اُس کے گرد جمع ہو جاتا، اقلِ قلیل مدت میں وہ اُمت کا میاب اور فائز المرام ہو جاتی، اور سچی عمل کے اس دارالحسنہ میں آئندہ نسلوں کو مدتوں عمل کی راہ دکھلاتی! انسانی امتیں اس الٰہی درس کو بار بار بھولتی رہیں، بار بار اُن کے عزم میں تزلزل اور علم میں کمی واقع ہوتی رہی۔ کچھ مردِ وقت کے باعث، کچھ غلط تبلیغ سے، کچھ ناشناسوں کی کج بینی اور غلط رہنمائی سے، کچھ انسان کے اپنے مکرو تاویل سے، کچھ خوش اعتقادوں کی حُسن نیت سے، کچھ مکاروں کی بدبستی اور نفس پسندی سے لوگ اُس محمدِ خداوندی کو بار بار بھولتے رہے لیکن نہبیائے کرام نے پھر ایک ت کے بعد اس سبق کی تجدید کی، قانونِ الٰہی کو دہرا کر پھر عمل پیدا کیا، قرون کے جبین و انحطاط کو مردی اور بامردی میں بدلتے رہے۔ پہلے سبق میں کچھ اور ملاکر ہدایت کو بیش از بیش مکمل کیا، نئے احوال کے باعث نئے اوزارِ عمل وضع کیے، پُرانی روشوں کو جسے اصل قانون اور نفسِ دین پر کچھ اثر نہ پڑتا تھا، بے اثر یا غیر ضروری سمجھ کر متروک کر دیا، نئے اور مؤثر طریقے اُس اصل اصول کے لیے اختیار کیے، الغرض جس صورت اور رنگ میں اس تعلیم کا طور ہوا، اُنکے ذریعے سے **صل دین** ہی کی تجدید بلکہ تکمیل ہوتی رہی۔ کوئی مخالفِ اہ عمل، کوئی نیا دین یا جدانہب دنیا کے کسی نبی نے حتماً قائم نہیں کیا۔ وہ سب کے سب اُس ایک اصل اساس ہی کو اُسی حقیقتِ مفردہ اور صدقِ بسیط کو، اُس **دینِ فطرت** اور قانونِ خدا ہی کو باز سر نو عیاں کرتے رہے جو عصیان کار اور فطرت سے باغی انسانی امتیں دہم دم بھولتی رہیں، اور دردناک سزائیں پاپا کر ہلاک ہوتی رہیں۔ الغرض انہوں نے اُسی ناقابلِ بدل آئین پر اپنے تمام عقائد کی، اعمال و افعال کی، مراسم و شرائع کی تعمیر کی۔ لوگوں نے بعد میں دینِ فطرت کے ان تمام ظواہر و مناسک جو قانونِ خدا پر چلنے کے صرف خارجی

وسائل تھے، اساس دین سمجھ لیا، فروعات کو عین شریعت سمجھ کر اصل سے غافل ہو گئے، انکی سطحی اور سی
 نباہ پر ہی اپنا سارا زور صرف کر کے نتائج سے بے پروا ہو گئے! ادھر امتوں نے اپنے رہنماؤں سے ذاتی عقیدت
 اور نیاز مندی ظاہر کرنے اور حسب مطلب احکام کو ضرورت سے زیادہ اہم سمجھنے میں ناروا غلو کیا، ایک پیغمبر کے ظواہر
 و شعائر سے ہٹ کر نئے رہنما کی ملت میں شامل ہونا تو ہیں سمجھا، پھر لوگ نبیؐ کی وساطت سے قانون خدا
 کی تعمیل کرنے، اور اسکو ذریعہ علم سمجھنے کی بجائے اُن کے پیچھے لگ کر فرقہ بندی بن گئے، خدا کو تسلیم کرنے اور
 مُسْلِم بننے کی بجائے موسوی، اور گوتی، عیسائی اور محمدی بن گئے۔ اُسی کو سراہنا، اُن کو اپنے اعمال و
 افعال میں بُت بنالینا جزدین جانا، نفعانیت اور ضد کی اس کشاکش میں صلیت سرتاپا مسخ ہو گئی، قانون خدا
 نگاہوں سے اوجھل ہو گیا! مذہب صرف جذبہ اثر رسوم اور بے سبب رواجوں کا نام رہ گیا، انکی لم کیسٹ غائب
 ہو گئی۔ ہندو نے گائے کے احترام میں ناروا توکل کر کے اُسکی پرستش شروع کر دی، اوصاف خدا کو ظاہری
 اہمیت دینے کے بہانے سے ہر وصف کا علمیہ منظر دیوتا کی صورت میں وضع کیا، عیسائی مسیح کو سچ مج
 ابن خدا کہنے لگے، مسلمانوں نے دائیوں اور تہمدوں، مسواکوں اور دھیلوں کو اسلام سمجھ لیا، یہودی
 تسیحوں کے پیچھے لگ گئے، بدھ چلہ کشی میں محو ہو گئے، گبر نے نور آتش کو خدا سمجھ لیا، پھر حج، جاترے،
 نماز، زکوٰۃ، روزے، برت وغیرہ وغیرہ سب کے سب بے مطلب سوم اور بے نتیجہ شعار ہو گئے، مذہب بے دلیل
 شے بن گیا، ذہن اور منطق سے اسکا کچھ واسطہ نہ رہا، خدا کے بنائے ہوئے آئین عمل اور نبیؐ کے لائے
 ہوئے علم نے خدا کے دیئے ہوئے ذہن کو قطعاً بے دخل کر دیا! آج مذہب اور علم کے مابین جنہیت،
 اور اُحم عالم کے مابین سب داخلی اور خارجی فرقہ بندی اکثر اسی سیان دس اور غلو فی الدین کا
 نتیجہ ہے!

آج دنیا کے نئے اور پرانے سب مذہب حیطہ دلیل سے اصلاً خارج ہو چکے ہیں، لوگوں نے اُن کے
 بارے میں استدلال کرنا، اُن کی حکمت اور فہم پر غور کرنا، اُن سے نتائج اخذ کرنا، الہامی کتابوں کا بغور تمام

مطالعہ کر کے الٰہی دلیل کی تہ تک پہنچنا کٹھن سمجھ لیا ہے۔ ساکنان زمین کا یقین ہو چکا ہے کہ مالکِ مینِ آسمان کے احکام آنکھیں میچکرانے کے ہیں، اُن میں کوئی دنیاوی حکمت مضمر نہیں، اُن کا کوئی مستقل مصلحت نہیں، کچھ دنیاوی پہلو نہیں، کچھ فوری غرض و مطلب نہیں! اس طلسمِ تابی جہان اور گارخانہ کائنات کا قہر اور گوشہ اُس خلاقِ عظیم کی حکمت کا لہ اور حجت بالغہ کی روشن دلیل ہے، انسان فطرت کے بحرِ بیکران سے ہی کچھ صدفِ ریزے چن چن کر بادلوں میں اڑ رہا ہے، زمین پر لکڑی کے گھوڑے اور پانی پر لوہے کے مگرچھ دھڑا رہا ہے، کھر باکی حیرت انگیز طاقت مشرق اور مغرب، شمال اور جنوب کو ایک کر رہی ہے، ہزاروں میل پر بھی ہوئی بات چشمِ زدن میں کانٹن لیتا ہے، حرکت، حرارت، نور، مادہ سب اپنی مخفی ممکنات کو عیاں کر کے دنیا کو دم بخود کر رہے ہیں، یہ سب کچھ اس خدائے عظیم کے کیئے ہوئے کام سے اخذ ہو رہا ہے مگر اُس کا کلام الٰہیاذ بانٹ دے معنی ہے، ناقابلِ التفات ہو، بے نتیجہ اور بے مطلب ہے، اُس میں کچھ علم و حکمت موجود نہیں، کچھ خبر و نبوت نہیں! **مغرب** کے دارثانِ علم بھی آج اپنی تمام تحقیق و تدقیق کو اشیائے فطرت کے خواص اور اجسام کائنات کے حقائق کی تلاش میں وقف کر رہے ہیں، وہ اپنا سب زور اسی میں صرف کر رہے ہیں کہ ابدان کا صحیح علم حاصل کریں، اور اُسکی وساطت سے ترقی کے بامِ فریب پر چڑھیں۔ اُن کا علم آج فلک افلاک کی بلندیوں اور تحت الثرے کی گہرائیوں تک ہاتھ پیرا رہا ہے۔ فطرت کی صحت اور وقت اشیاء کی لاستِ نہا ہی ممکنات اور امنِ منہ کی کیفیات پر اُن کو یہ صبرِ گسل یقین ہے کہ کائنات کے ہر جزِ بلا تجزئہ کے اندر انکو ایک پہاڑ پوشیدہ ہونے کا امکان نظر آ رہا ہے۔ وہ اس موشگافی اور دقیقہ آرائی میں عمریں صرف کر رہے ہیں، جانیں فدا کر رہے ہیں، حیرت انگیز اضعا فی قوت کی دور بینیں اور خورد بینیں، دقیقہ رس آلات اور مینر انین اس عجوبہ گاہ فطرت کے ہر ذرے کو بغور تمام پرکھ رہی ہیں، لیکن خدا کے کئے ہوئے الفاظ اُن کے نزدیک کچھ لائق التفات نہیں، کچھ قابلِ تفتیش نہیں، کچھ محمل اور حامل المعانی نہیں، کچھ وقتِ نظر کے محتاج نہیں، کچھ دور بینی اور خورد بینی امتحان کے اہل نہیں! **علم الابدان** سے مغرب کو یہ انتہائی

شنف ہو لیکن علم الادیان کی طرف یہ بے توجہی ہے! نسل انسانی کو چند لمحوں کے لیے قوی تر بنادینا
 اُن کے نزدیک اس قدر ضروری ہے لیکن جماعتی بقا کے لیے محکمہ قضا و قدر کی ٹوہ لگانا کچھ ضروری نہیں
 وہ حفظ و آرام کے فوری سامان پیدا کرنا ناگزیر سمجھتے ہیں لیکن دوام اُمم کے اصول کو نظر انداز کر رہے ہیں
 اشخاص کی نفسی صحت کا انکو بے حد خیال ہے مگر اقوام کی اجتماعی موت سے کچھ سروکار نہیں، گہری آرتھرائٹس
 کا یہ خاص الخاص استہام ہے مگر گہری دیر تک رہنے کا کچھ فکر نہیں! صد ہا امتیں دیکھتے دیکھتے اس روئے
 زمین سے محو ہو گئی ہیں، اُن کے عہد عروج کے حیرت انگیز کارنامے آج صرف افسانوں میں باقی ہیں، ہلاکت
 کا حکم خسروی کئی ایک کے بارے میں نافذ ہو چکا ہے یا ہو رہا ہے، مگر اُن کے اسباب فساد و انحطاط، اُن کے
 اس دنیا میں بُرے طرز عمل، انکے بُرے دین، اور غلط مذہب کا علم حاصل کرنا کچھ ضروری نہیں! **الممانیہ**
 اپنے بے نظیم علم حقائق الاشیاء، فقید اللشال عسکریت، اور محسوس العقول قوت هجوم کے باوجود
 حال کے محاربہ عظمیٰ میں شکست فاش کھا چکا ہے مگر اس دہشت انگیز آبی فیصلے کی لم کو جانتا، فریقین کے اعمال
 کی سب کا اضافی اور مکمل مطالعہ کرنا، انگریز کی مجموعی صلاحیت اور المانی کی اجتماعی عدم صلاحیت کی تہ تک پہنچنا مغربی
 مفتش کی نگاہ میں چنداں ضروری نہیں۔ خود انگریز کا اگلارعب و وقار اسکی اپنی مستعمرات پر چند برسوں
 سے اس تیزی سے مٹ رہا ہے، مشرقی مقبوضات پر اسکی گرفت استعد بے ثبات اور ڈھیلی ہو رہی ہے کہ اتنی
 عجائب نمایوں اور تماشہ آرائیوں کو دیکھ کر بدن کے رونچھے کھڑے ہو رہے، لیکن انگریز کی گمراہی، انس کی
 بُرے راہ روی اور اُسکے غلط مذہب کا صحیح علم رکھنا یا اسکی تادیبی عدم صلاحیت کے باعث کو مدون کرنا کچھ لائق توجہ
 نہیں رہا! کیا انسان کے لیے اس دنیا کی ہر شے کو دریافت کرنا، اُن کی داخلی ترکیب و ترتیب کے درپے رہ کر
 اُن سے طلب عمل کرنا تو نوا ہے مگر خود اپنے بارے میں اس بات کا علم رکھنا کہ دنیا کے اس ناپید کن محیط اوکا زار
 جہان کی اس حیران کن گادوں میں وہ صحیح حل رہا ہے یا غلط حل رہا ہے، فنا یا بقا کی طرف جارہا ہے، اسکی مجموعی روش
 بعینہ کیا ہو، نکتہ اور اس کیونکر ہو، حفظ و دوام کس طرح حاصل ہو، غالب اور فائز المرام کیسے ہے، فی الحقیقت جرم عظیم ہے

کیا آج مغربی حکیم صرف اس بات پر مطمئن ہو گیا ہے کہ ڈارون کے اپنے زعم میں فیصلہ کن قول کے مطابق دنیا میں اسی گروہ کو بقا میسر ہے جو اصلاح ہے، وہی قائم رہا ہے جو عیشت کے پیہم تنازعے میں گونے سبقت لیجا رہا ہے، اور جب تک مسابقت قائم رکھ سکے بے خوف و خطر ہی؟ کیا بدہیتیات کی اس نادون شق کو مدون کر لینے کے بعد پہلا اور آخری سوال یہ نہیں رہتا کہ اصلاح فی الحقیقت کیا شے ہے، وہ کس نامعلوم ملک کا نام ہے، اس کا مکمل اور صحیح مفہوم از روئے قانون طبیعت کیا ہے؟ بلکہ شرط قضا و قدر کی وہ کتاب تفسیرات کہا ہے جس میں اسکی تعریف لکھی رکھی ہے، جس میں اسکی سبب ثقیں بالتفصیل درج ہیں، جس میں اسکے ہر ممکن کیف حال کو اس طرح پر عیاں کر دیا ہے کہ بعد ازاں غلط عمل اور شک کی گنجائش قطعاً نہ رہے؟ اگر اس بیچ در بیچ سوال کا حل حکماء مغرب کے ایک عام اجلاس میں طے ہونا قرار پائے اور دس بیس یا دس ہزار حکیم بھی اپنے علمی تجربہ اور ذاتی تجربات کو ایک مرکز پر جمع کر کے اصلاح کی ایک تعریف وضع کر لیں، اور بعد ازاں تاریخ زمین کو سامنے رکھ کر دنیا کی سب غیر صالح مخلوق اور فنا شدہ اقوام کے نامہ ہائے اعمال کو اپنی وضع کی ہوئی تعریف سے منطبق ثابت کر دیں، تو بھی انسانی قیاسات اور منطقات کی اس دلچسپ اور گراں گزشت بحث میں آخری اعتراض ہی وارد رہے گا کہ اصلاح کی اس سلسلہ تعریف کی اصل اور حتمی سند کیا ہے، اس کے کامل اور حاوی ہونے کی کیا شہادت ہے؟ اسکی الٹی اور سکرری تصدیق کہاں ہے، اس پر محکمہ قضا و قدر کی ٹھکر کدھر ہے، اس پر شخصہ حکومت کے کہاں دستخط ہیں؟ یہ کیا سخن پوین ہے کہ مجرم یا معمول علیہ رعیت کے نسراد کا ایک گروہ خود ہی کتاب تفسیرات کی ایک دفعہ کو لیلے، اور بعد ازاں اپنے چند ایک بہائی بند مجرموں کی روئے ادب سے اس کو سامنے رکھ کر اس دفعہ کی قانونی مصطلحات کی ایک لگتی ہوئی تعریف وضع کر لے، اور تصدیق شدہ ہدایت سے بے نیاز ہو جائے؟ ایسی ناقص اور خود ساختہ تعریف منشاءے حاکم کو بعینہ کیوں نہاد کر سکتی ہے؟ نہیں، بلکہ حاکم وقت کی غیرت اور قدرت، اس کے علم و فضل، اسکی مصلحت شناسی اور ہمہ بینی کو مدنظر رکھ کر رعیت کا اس تعریف کو حاکم سے

من وعن قبلوا لیسنا کیونکر ممکن ہے؟ پس بسزا و منزل کے معیار و سبب کی کامل تعیین حاکم اعلیٰ اور مقتن اول ہی کر سکتا ہے۔ یہ اسی کا منصب ہے کہ مصلح حکومت کو پیش نظر رکھ کر ایک قانون بنائے، اور پھر اس قانون کی جس طرح پر مناسب سمجھے تشریح و تبیین کر دے، اسکے بنانے کیلئے اسالیب عمل مقرر کرے، جو وضع کرے دس پچاس بلکہ سو قدم آگے کو دیکھ کر وضع کرے، جو کئے اس میں رعیت کی دائمی بہبودی نظر ہو، چین اور آرام پیش نہاد ہو۔ نابلد اور کوتاہ نظر رعایا کا مقام نہیں کہ ایک لامتناہی وسعت اور ناپیدائنا علم و خبر کے بالمقابل اپنی محدود نقد و نظر کے مست رفتار گھوڑے دھائے، یا حاکم کا صحیح اور مکمل غدیہ محکوم کے وقتی اور مقامی احوال کو دیکھ کر اخذ کرے۔ اس طریق استقرار و استنباط سے جو کچھ اخذ ہوگا اقلًا مکمل ہوگا، اکثر قیاس رائے ہوگا، تخمین و گمان ہوگا، اٹکل کے لگ بھگ ہوگا، وہ علم و نبوت کے بلند مقام تک ہرگز نہیں پونچ سکتا، گو کہ تجویزین نے اپنے زعم میں اسکی اکثر بنا مشاہدے اور تجربے پر رکھی ہو اور سب نتائج حوادث خالیہ یا احوال جاریہ کو دیکھ کر ہی مرتب کیوں نہ کیئے ہوں۔ *

میرا یقین ہے کہ انسان کو وحی کی ضرورت اُسکے اسی مفتقر اور محتاج ہونیکے باعث سے ہے، کم نہیں اور کوتاہ نظر ہونیکے سبب سے ہے، تنگ افق اور نارسا ہونے کی وجہ سے ہے۔ نہیں، بلکہ علم الابدان کے مبادیات کے بعد انسانی راہ عمل اور دین کے علم حلیل کی ابتدا یہیں سے ہے! کائنات فطرت کی اس ناپیدائنا کثرت و فضا میں جہاں جہاں انسان کا بدنی علم پونچ رہا ہے اسکو بالآخر اسواختیر کے کچھ ہاتھ نہیں لگتا، وہ آنکھیں پھاڑ چکا ہو دیکھتا ہے مگر آخر کار رہ جاتا ہے، کان لگا لگا کر سنتا ہے مگر سٹپٹا جاتا ہے، وہ سمجھنے کی سعی بالابطاق کرتا ہے مگر پھر کچھ نہیں سمجھتا کہ وہ خود کیا ہے اور کہاں سے کہہ کر جاتا ہے! ایسے نگار خانہ چین اور سختی زار عالم میں جہاں اسکو ابھی اسسما اور ابدان سے پوری واقفیت نہیں ہوئی، جہاں اسکو زمین سے نزدیک ترین سیارے تک کی مخلوق کا حال معلوم نہیں ہوا، جہاں وہ زمین کی مخلوق کا صحیح اندازہ کرنے میں حاوی ہونے کا ادعا نہیں کر سکتا، وہاں اسکا انسانی اہتوں کے بقا و فنا کی خفیہ مسئلہ پر حاوی ہو جانا از بس متعذر ہے! اقوام عالم کے بارے میں وہ سب

تذہیر اور جو حکمت قضات در اکثر اوقات ہزاروں برس میں کرتا ہے، جس کا سبب بے کشادہ عاجز اور ہچمپیہ ز
انسان کے دست نارسا سے ختم بالا تر ہے، جس کے دریائے علم و اہمت میں انسان یا اُس کے رساترین ذہن کی ہستی
ایک تینکے سے زیادہ وقت نہیں رکھتی، جس کے صحیح کتبے پایاں کی ہولناں درودیوں میں اس کی بڑی سے بڑی
اُزنت پرواز گس سے زیادہ بلند تر نہیں ہو سکتی، ایسے تدبیر امر کی کنہ و اہمیت دریافت کر چیکے لیے انسان کے
ظاہری اور باطنی حواس اور یہ اقل قلیل علم از بس عاجز نہیں، اُس کے لیے کوئی یقینی استقصا بے سود ہے،
استقرار بحث ہے، استنباط محال ہے۔ انسان اس دنیا کے اندر اپنی بہتری کے لیے سب کچھ کر سکتا ہے، اپنے
استعمال کے لیے ہر شے مستحق کر سکتا ہے، موالید و عناصر کو اپنا طمع بنا سکتا ہے، آب آتش پر، بر و بحر پر،
بالا و پست پر قابض ہو سکتا ہے، اپنے حواس ظاہری کو اشیائے فطرت کی مدد سے بحد طاقتور اور دور رس
کر سکتا ہے، لیکن اپنی موت و حیات کے سوال کو اس تھوڑے سے علم کی مدد سے آپ حل نہیں کر سکتا
اُس کے مکمل قانون کا علم لامحالہ اُس قدر نواز اور غریب پرورد خدا کی مومہبت کبریٰ ہی ہو سکتا ہے جس نے
اس زمین و آسمان کو پیدا کیا، اُس سے کمزرات کی طرف سے اسکا اذعان ہونا محال ہے، جس قوم کو نعمت غیر متبر
ماہل ہو گئی ہے، اور جو قوم اُس قانون کو دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت فی الحقیقت سمجھ کر اس پر صحیح معنوں میں عمل پیرا
ہے وہی صالح ہے، وہی نورا اور ناز قابل ضرر ہے، وہی دائم اور قائم ہے، اُسی پر زمین و آسمان کے درواز
بلاشبہ کھل چکے ہیں اور جب تک اس صحیح عمل سے یک سرہ تفاوت اور تجاوز نہیں ہوتا اس دنیا میں پیچوف
خطر ہو کر رہنا اُسی کا حصہ ہے!

مغربی حکمائے کلام وحی کو قطعاً اُس نظر سے نہیں دیکھا جیسا کہ اُس کا حق تھا۔ وہ ادیان عالم کے باہمی خفا
اور اصولی تضاد کو دیکھ کر اس سے یکسر متنفر ہو گئے، وہ اقوام جہان کے اُس کے متعلق مضحکہ خیز عمل کو دیکھ کر تیز ہو گئے،
جو دیکھا اُس کے متعلق کثرت سرگرا دیا، جو پایا اُس سے فی الجملہ خاموش اعراض کیا! تین خداؤں کا ہونا اور پھر ایک کا ہونا،
خدا کے ہاں بیٹے کا پیدا ہونا، اُس کا چند سپاہیوں کے ہاتھ سے مصلوب ہونا، اُس کی عدالت پر متکفل خدا کا

بندوں کو اپنے غیظ و غضب سے بچانے کیلئے کاٹھ کی سولی پر جان دینا، اسکا مرقہ ہو کر جی اٹھنا، اس کا بن باپ کے
 لیکن ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا، ہندو کا ایک حیوان کو خدا سمجھنا، پتھر کے اپنے ماتھے سے تراشے ہوئے بتوں
 کے آگے ماتھا ٹیکنا، دریاؤں اور آبِ رام فلکی کو خدا سمجھنا، گبر کا لگ کے سامنے سجدہ کرنا، مسلم کا خدا کو مٹھ سے
 ایک ایک پتے رہنا، کھٹے اور لالچل پڑھ پڑھ کر جنت کے حقدار بننا، قرآن کا ایک ایک حرف پڑھ کر دس
 نیکیوں کے منتظر رہنا، پیروں کی پرستش، قبروں کی زیارت، پھونکا پھانکی اور استنجاؤں کو دین سمجھنا وغیرہ
 وغیرہ، فی الحقیقت ایسی مضحکہ انگیز، ناکار برآر اور بے دلیل باتیں تھیں کہ ہر سلیم الذہن شخص کو ان سے اعراض کرنے کے
 سوا چارہ نہ تھا۔ انہوں نے فسادِ عقل کے اس تمام کدِ بستانِ اعتقاد میں نہ علم دیکھا، نہ سمجھ بصر کی شہادت!

علمِ فطرت کی حقیقت کشا، نفع مند اور نتیجہ خیز تعلیم کے ہوتے ہوئے اُن کو حالت کی ان فہمہ خیز
 کارفرمایوں میں نہ مسلم کی افواہی توحید پسندی نہ عیسائی کا قبیلہ ساز شرک! وہ اسی دھن میں
 لگے رہے کہ اعتقادات کو یکسر خیر یا بد کہہ کر قیاسیات کی طرف اپنی ساری توجہ صرف کر دیں اور مذہب کے اپنے
 دائرہ تحقیق سے یکسر خارج کر دیں! یہ دلیل کہ ایک خدا کی طرف سے ایک بنی نوع انسان کی طرف ایک لاکھ پیغمبر
 کی وساطت سے بھیجا ہوا پیغام بھی ایک ہی ہو سکتا تھا بجائے خود اس قدر کارگر تھی کہ عیسائی اور ہندو اور یہودی
 اور مسلمان کی اپنے اپنے مذہب کی سچائی کے متعلق ایک ہزار دلیلیں بھی اُسکے بالمقابل جتنا نہ ٹھیر سکتی تھیں، لیکن
 انسانی ابداع و اختراع کی اس ظلمت انگیز دروغبانی میں مغربی عالم نے اس امر کی طرف توجہ نہیں کی کہ طالع
 علم کا فرض نفسِ حقیقت اور اصل پیغام کی طرف توجہ ہونا ہے، عوام کی اُس پیغام کے بارے میں بنائی ہوئی
 محبت سے اُسکو چنپ داں بحث نہیں۔ یہ سوال کہ کیا سب ہنایانِ خلق اور اجلۃ الناس جو اپنی مدۃ العمر میں
 عمل کے بعد خلق خدا کو ایک راہ پر لگا گئے تھے، جو اپنی دھن کے اس قدر پکے تھے کہ گردنیں کٹوا گئے مگر اپنی بات کو
 نہ چھوڑا، کیا یہ سب العیاذ باللہ جھوٹے اور دغا باز جاہل تھے؟ کیا اُن کا تانا بوا سب تانا کمزور فریب کا جال ہی تھا
 جو لوگوں کو بچانے کی غرض سے بچایا گیا تھا؟ کیا ان سب کو نفس نے اس قدر دھوکا دے رکھا تھا کہ دھوکے میں

بیٹے رہے ، دھوکے میں کہتے رہے ، دھوکے میں قوموں کو نسلِ صلاح و امن کے فلکِ الافلاک تک پہنچا گئے ، اور دھوکے میں مر گئے ؟ یہ سب سوالات بذاتِ خود اس نمط کے تھے کہ ادنیٰ تا ثل کے بعد مغربی مفقش کو ان کے لئے ہونے نفسِ پیغام کی طرف متوجہ کر نیکیے لیے بس تھے ، اور یہی تلاشِ وحی کی سچی ترغیب تھی ! کیا موسیٰ فی الحقیقت ایک بے علم ، بدحواس ، اراک دھنا اور مختل الجواس مجنون تھا جو فرعون کی طاغوتی حکومت کے برخلاف برسوں تک علانیہ سر پیکار رہا ، جو اپنی بے سرو سامانی کے باوجود علی الاعلان اُسکو ہلاکت کا اٹل پیغام سناتا رہا ، جس نے ڈنکے کی چوٹ اُسکو اور اُنکی قوم کو عذاب کی دھمکیاں دیں ، جو عذاب کو اُنکوں سے آتا ہوا دکھا چل نکلا ، اور بنی اسرائیل کے ایک جم غفیر کو خدائے مصر کی سب نیاں دانی کے باوجود بے آبِ رزق جنگل میں لیجا کر چالین برس تک ڈیرہ ڈلے رہا ، اور بالآخر اُس خشتِ پز اور ننگے اور سیاہ بدن پر چمڑے کے گندے ہونے کوڑے کھانے والی قوم کو بادشاہ بنا کر چھوڑا ! کیا علیہ السلام دراصل ایک مرتحان و مرج ، ایک ساؤ لوح اور خالی الذہن ، ایک نیا و ما فیہما سے نابلد اور بھڑیوں کا چرانے والا گڈیا تھا جس پر صبر و روم نے فسترا باز حکمران اُسکو سلطنت کا باغی اور واجبِ قتل ترار دیا تھا ، جس کے ساتھ ساتھ محکوم یہودیوں کو خوش کر نیکی بہانے سے حکومت وقت کے خفیہ کارندے لگے رہتے تھے جو اُنکی دن بھر کی کار گزاری روزِ نامچوں کی صورت میں پہنچاتے تھے ، اور جسکی بابت ایک سرکاری کارکن نے بادشاہ وقت کو اطلاع دی تھی کہ ”اسکی سنجیدہ آنکھوں میں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت کے متعلق حال میں ایک عجیب غریب شہادت دستیاب ہوئی جو اس اولوالعزم نبی کی حیثیت کو صحیح طور پر سمجھنے میں بہت کچھ مدد دیتی ہے یہ شہادت ایک لوحِ کتب میں درج ہے جو حضرت کے ایک ہم عصر اور واقعہ صلیب کے یعنی شاہد نے اپنے سلسلے کے اصحاب کو مصر میں لکھا ، اور جو مسندِ یہ کے ایک پُرانے مکان میں ایک حبش (ابی سینیا) کی ایک تجارتی شرکت کے رکن کو دورانِ سیاحت میں ملا ۔ حکمہ آثارِ مذہب مصر نے اس امر کی تصدیق کی ہے کہ یہ پُرانا مکان زمانہ قدیم میں اسرائیلی فرشتے کا مسکن تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں علمائے فطرت کا ایک معتقد با خدا اور با عمل خفیہ گروہ تھا ۔ اسی مکان کے اندر اس فرشتے کا اواجی کتب خانہ بھی تھا اور یہ پھر بھی اسی کتب خانے کا بقید جو مدارِ بظاہر غریب شکوک اور مبہم ہے ۔ آج یہ لوحِ فری ہمیں جماعت کی وساطت سے المانیہ (جرمنی) کی ایک علمی انجمن کے قبضے میں ہے ۔ اور چونکہ اسے اندر حضرت عیسیٰ کے صلیب پر جان دینے اور تمام عالم کے گناہوں کے کفارہ ہونے کے عیسائی عقائد کی تفسیر ہوتی ہے ۔ اس لیے عیسائی پادریوں کی دستبرد سے فی الجملہ محفوظ رہا ۔ مکتوب میں راقم نے اس امر کا دعویٰ کیا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ کے معلوب ہو نیکیے وقت یعنی شاہد تھا ، حضرت کو یہود کے سامنے پلاطوس حاکم کلیل کے فرمان کے مطابق صلیب دی گئی ۔ لیکن چونکہ یہ سب کی رات ہونے کی وجہ سے اُن کو سر شام چند گھنٹوں کے بعد صلیب سے اتار دیا گیا اور اُن کی ہڈیاں ہی نہیں توڑی گئیں ، اس لیے وہ مرے نہیں اگرچہ یہود کو طمسِ سانچ چوکیا تھا کہ وہ مر گئے ہیں اور یہ وہ دار نے بھی اس امر کی تصدیق کر دی تھی ۔ جلا دسپا ہیوں کا حضرت عیسیٰ کے بدن میں چھوٹی چھوٹی اور اس سے خون اور پانی کا نکلنا بھی (جس کا ذکر انجیل میں ہے) اس امر کی تصدیق کر کہ حضرت دراصل مرے نہیں تھے ۔ لیکن یہود کو گمان ہو گیا تھا کہ وہ مر گئے ہیں ۔ قرآنِ حکیم میں اس واقعہ کی حیرت انگیز طور پر تصدیق ہوتی ہے ۔ اور یہ سو برس کے بعد اسکا ایک ہم عصر شہادت سے مصدق ہونا صاحبِ نظر کے لیے قرآن کے انسانی کلام نہ ہونے کی ایک بے مزل دلیل ہے ، وَقَدْ لَهْمُ رَاكَا قُلْنَا اَلَمْ يَمْسَسْ عَيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَّوْاْ وَلٰكِنْ مَّشَيْتُمْ لَكُمْ وَاَدْبَارُ الَّذِيْنَ اَخْتَلَفُوْا فَاِنَّهُ لَبِئْسَ اَوَّلُ مَا لَكُمْ فِيْهِ مِنْ عِلْمٍ اِنَّ اَوَّلَ الْاَيَّامِ الْظُّلْمِ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ (النساء) (واقعی چھوٹی آیت)۔

(فقہ صفحہ ۱۶) راقم مکتوب اس امر پر ندرتاً یہ ہے کہ فساد میں حکیم نے جو کبیری فرقت کا ایک اعلیٰ رکن تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مناسب علاج سے یوسف کے باغ قبر میں اچھا کیا، وہ تیسرے دن اسی جسم و بدن سے اٹھ کر طرے ہوئے اوصاف و جوہر انتہائی نقابت کے اپنے حواریوں سے ملے وغیرہ وغیرہ جو فرشتے سفید لباس میں اس اشرار میں لڑنے سے انجیل، قرآن کی مخالفت کرتے رہے وہ بھی کبیری فرقت کے خفیہ خربند تھے جو ان کی تیار درسی پر تعین یکے کے بعد راقم مکتوب کے یہ خطا سے لے لکھا گیا ہے کہ وہ اختلاف جو حضرت کی وفات کے متعلق عوام میں پھریا ہے اور جس کی وجہ سے سطح سطح کے اوصاف باطلہ اور فرق عادت کے ظنون جہلا میں پھیل گئے ہیں وہ دو بد جانوں، قرآن اللہ بِنِ احْتِکَافِ اِیْمُو کَفِی شَرِّکَہٗ جِا کہ جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے *

لیکن کس حکایت سے قطع نظر جسکے جزئیات کا انجیل کے بیان سے حیرت انگیز طور پر تطابق ہے جو مستقل سبق اس کتب سے اخذ ہوتا ہے یہ کہ اسیری فرزند جس کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک مقتدر مرنے والے۔ علم حقائق لامتناہی اس حیرت انگیز طور پر ابرار و قانون فطرت سے بڑا انگریز کہ تھا۔ خدمت عباد کے عمل کا جزو و عظم تھا۔ روئے زمین کے ہر قریب میں اسکے کا نام سے موجود تھے۔ ان کے باضابطہ ملاطس ہوتے تھے کسی پسر کے مسلسل سعی و عمل اور علمی محامدوں کے بن ایک شخص کو اسکا کین اعلیٰ متناصب ہوتا تھا اکثر با علم لوگ اس خفیہ اخوت کے ساتھ ہمدری رکھتے تھے خود ملاطس اسکی طرف مائل تھا اور عیسیٰ علیہ السلام کو سب سے ایک بن پہلے صلیب دینا اور ان کی نفس کا پیرا کے سپرد کر دینا بھی اسی وجہ سے تھا۔ اگرچہ اس خرقہ کا بظاہر ادعا بھی تھا (امدیہ کتب بھی اسی ہندو دینا ہے) اگر حکومت وقت کی سیاسیات میں دخل نہ دے مگر قانون فطرت سے باخبر اور صاحب علم ہونے کی وجہ سے حکومت اس پر دست خوت سے غم و خوفزدہ ہوتی تھی۔ عیسیٰ علیہ السلام سے خوفزدہ رہنا چاہتی ہے جو سے بنا۔ صلیب بیچ کے فروٹ میں بھی جو پائیتس ملاطس نے حکایت وقت کے ایسا سے جاری کیا حضرت پر غامدی، مسقری علی انڈر اور کتباب ہوئے علاوہ باغی حکومت اور قبیضی قوانین و آئین کے دشمن۔ ۵۔ نے ان الزام لگایا تھا، اور صلیب کی اہلی و جب ختم بھی محکوم ہو دیوں کو خوش کرنا اسقدر ضروری نہ تھا۔ علاوہ انہی عوام میں سے کہ دیکھا وہی بادشاہت کا قریب

[illegible]

لوگ اُس سے متاثر ہوتے رہے! نہیں، کیا وہ سالارِ نبیاء اور ختمِ رسل محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام جسکے آسمانِ شگاف علم و عمل کو دیکھ کر رحمتِ ایزدی کا موسلا دھار مینہ روئے زمین کو ابد الابد تک تربیہ و تکریم کا جسکے قانون بقا و فنا کی تمین کو پاکر بر و بحرِ اوشمس و قمر اُس پر سلام بھیجتے رہیں گے، جسکی قوتِ تغیر و انقلاب کا اندازہ کر کے مسخام کو کُنڈن بننے کی دائمی آرزو رہیگی، کیا وہ سرورِ عالم فی الحقیقت ایک گُن نشین اور کلی پوش، ایک بیعلم امی اور ناراز دان زاہد، ایک نماز گزار متوکل اور فادہ کش متقی ہی تھا جس نے ایک اقلِ قلیل مدت میں عرب کی بے نام و نشان اور جمود زدہ قوم سے علم و عمل کے وہ آتشیں فوارے اکنافِ عالم میں رواں کیے کہ دنیا ہمیشہ تک اُن کے کارناموں کو سن کر سر و ہنسا کرے گی! کیا یہ سب کُبرائے خلق اور پیشوایانِ زمان العیاذ باللہ چھوٹے تھے؟ کیا انکی دی ہوئی تسلیم میں کوئی شے فی الحقیقت آموز اور تہیج خیز نہ تھی؟ کیا انکی اس دنیا میں مہتمم بالشان کامیابی، کروڑ در کروڑ ساکنانِ زمین کی اُن سے صدیوں تک عقیدت مندی، اُنکے لگائے ہوئے پودوں کا اس قدر پھیلنا، انکی پیدا کی ہوئی تحریک کا اس قدر دوام و ثابت خود اس امر کی دلیل نہیں کہ یہ لوگ فطرت کے محکمۂ تدبیر میں قضا و قدر کی بہت و کشاد کے مستقل کارندے تھے، وہ ملکوتِ زمین کے متعلق اتنی تجویز کے مقرر شدہ کارکن تھے کیا آج ایک یادش یا دس ہزار بڑے سے بڑے طبعی حکماء اور فلسفیوں کی مجلس بیسیوں برس کے شفقہ سعی و عمل سے ساکنانِ زمین پر وہ تسلی اور اجماعی اثر، وہ فوقِ یقین، وہ لطفِ اعتقاد، وہ حرکت اور موج، وہ بات پیدا کر سکتی ہے جو ان رہنما یانِ زمین میں سے کسی ایک فرد نے پیدا کی؟

کہ ”میں نے سمجھ لیا اور راز کو پالیا! اور جب کویش نظر رکھ کر عرب کا آخری پنجب ببول اُٹھا کہ اگر سورج میرے
ایک ہاتھ پر رکھ دیا جائے اور چاند دوسرے ہاتھ پر تو میں اپنی بات سے باز نہ آؤں گا! لٹا آفریش سے آج تک
حکماء گزرے ہیں انہوں نے اس رازوروں کو بہ تمام و کمال سمجھنے میں کوئی قابلِ ذکر کوشش نہیں کی، اور باوجودیکہ
ہر نئی نئی کم از کم اپنی مدتِ حیات میں اس اسی سبق کو لوگوں پر دوا و دوا چار کی طرح روشن کرنے میں کئی
دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا ہوگا لیکن وہ کیفیت اور ماحول جو انہوں نے ہم عصر امتوں کے افراد میں پیدا کیا تھا
خود اس قدر ناممکن البیان را کہ بسا اوقات پہلی پشت ہی اُس تخیل کو اگلی پشت تک صحیح و سالم پہنچانے میں ختم
ناکام رہی۔ یہی وجہ ہے کہ جب اصلیت نظروں سے اوجھل ہو گئی تو ناشناس لوگوں نے مذہب کو وہ کچھ بنایا
جو وہ آجکل ہے بلکہ اسکی اصلیت یہاں تک مسخ کر گئے کہ پرنے خط و خال کا پچا ننا قطعاً محال ہو گیا۔ ویدوں اور گیتا
کی صحیح تعلیم کے متعلق تحقیق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ اسکا صحیح اثر کتنی دیر تک ہندومت میں جبر سرار رہا مگر اسلام
کے بارے میں جو مذاہب عالم میں سے سب سے زیادہ یہیے وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ عرب کی اُمت اسلام کے
آئی اور نبوی تخیل پر غلبہ برس سے زیادہ قائم نہ رہ سکی! خلفائے راشدین کے بعد جو عروج مسلمانوں کو نصیب ہوا
وہ صرف اُس آئی دین کو جسے جتہ یاد رکھنے کا نتیجہ تھا لیکن تشریف سنی سن کا ایک اہم حصہ اُس وقت وہیوں قطعاً
نکل چکا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری غالب ہے کہ اُسکے آئی تخیل کو سرے سے اخذ ہی نہ کر سکے ہوں، اُن کا
بہت جلد اپنے نبی کی ناروا تعظیم یا پطرس کا اُسکی ناروا تکفیر میں مشغول ہو جانا ہی اس دامانگی کی صحیح دلیل
ہے، مگر پطرس کی استقامت اور عیسائیت کا بعد از وقت فروغ ایک حد تک اس امر کی تائید کرتا ہے کہ پیغام
خدا کا وہ اہلِ درس جبکہ عیسیٰ علیہ السلام دیتے دیتے اور نتائج کا انتظار کیے بغیر چل بے تھے، کم از کم پطرس
نے صحیح طور پر جذب کر لیا تھا۔ بدھ مذہب کو ہندوستان میں بے انتہا شوکت نصیب ہوئی تھی لیکن آریوں کے
اپنے صدیوں کے بھولے ہوئے سبق کو دہرائینے اور بدھوں کے دوسری پشت میں ہی اُسکو بھول جانے نے اُس
شوکت کو جلد تر تباہ کر دیا، اور بالآخر اس عظیم الشان مت کا اثر بھی ساکنانِ زمین پر فی الجملہ جلد ناپید ہو گیا۔

آج اگرچہ تمام علمی دنیا ان پیشوایان مذاہب کی عظمت کی اعتقادی طور پر خاموش قائل ہے لیکن انکی تعلیم ان کی عظمت کی ماہیت، انکے علم کا صدق، بیط ماہر علم جدید کے دائرہ تحقیق و بحث سے اس قدر خارج ہے کہ وہ گنہگار، ٹنڈا و ست، تورات، انجیل، قرآن وغیرہ وغیرہ سب مقدس کتابیں محکمہ علم و تحقیق جدید کی مینر پگھلی ہونے کی بجائے اسکے عجائب خانے میں بطور ایک تاریخی تیرک کے لپیٹی پڑی ہیں، مغربی حکیم انکی طرف تاریخی ندرت اور غربت کی نظر سے دیکھتا ہے، اُن کو ایک کونے سے اٹھا کر دیکھتا ہے اور باحتیاط تمام پھر لپیٹ کر کھڑکھٹاتا اس میں شک نہیں کہ علم کی مذہب کی طرف سے یہ تمام بے رخی اُسکے دائرہ تدقیق و تحقیق سے خارج ہو نیکے عام یقین کی وجہ سے ہے۔ اگرچہ یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ نبی کی ہم عصرا مت ہزار نے اپنے پیشوا کی دی ہوئی تعلیم کو اس قدر برحق، اس قدر مدلل، اس قدر رسا، اور بلا غلط نتائج اس قدر نفہمند، روشن اور بین یقین کرتی رہی ہے کہ آفتاب کی کرنیں اور مہتاب کی شعاعیں بھی اُسکے بالمقابل وہ نور وضیعا نہیں رکھتی تھیں، اور انسانی سعی و عمل کا دستوبھی روز اول سے ہی رہا ہے کہ کوئی شخص کسی امر کے متعلق دس قدم اٹھانا گوارا نہیں کرتا جب تک اُس دس قدم اٹھانے کی دلیل شمس و قمر کی طرح سامنے موجود نہ ہو اور نتائج عین یقین سے نہ دیکھ لیئے جائیں، تاہم مذہب کی حقیقت کو مسخ کرنے والی ناشناس اور نااہل، بے عمل اور جمود زدہ خوالف امتوں کا عقیدہ کبھی رہا ہے کہ مذہب کے بتائے ہوئے اصول کسی دلیل کے متحمل نہیں، اُن میں استدلال کرنا یا عقل کو دوڑانا شرعاً ناجائز ہے، انکی سب باتیں باطنی اور فطری اور فوق الدلیل ہیں، اسکے متعلق تدبیر کرنا الحاد و کفر ہے یہی خیال کسی نہ کسی رنگ میں حکمائے مغرب کو بھی تحقیق مذہب کے باز رکھتا رہا ہے اگرچہ اس سے باز رہنے کی وجہ یہ اوپری دلیل اور اعتقادی شان ختم نہ ہو لیکن ان امور کے علاوہ جو اہم مشکلات اس راہ میں عصر جدید کے واژین علم کو پیش آتی رہی ہیں، یہ ہیں کہ اُن کے پاس ختم کوئی ایسی آسمانی کتاب موجود نہ تھی جو انسانی تصرف اور تبدل سے کامل طور پر محفوظ رہی ہو۔ تورات، زبور، انجیل سب کی سب موجودہ حالت میں اپنی اصل زبانوں سے مجزؤ شدہ ہیں حتیٰ کہ اُن کے اصل نسخوں کے متعلق یہ بھی معلوم نہیں رہا کہ وہ کس زبان میں تھے، اور مطالب کا وہ ناقابل

فساد جو ترجمے اور بالخصوص لفظی ترجموں سے پیدا ہوتا ہے منشاءً وحی کی صحیح صلیت تک پہنچنے میں سہ
 اسکندری کا حکم رکھتا ہے۔ ایک تو فرین تحریر بجائے خود کسی شخص کے حقیقی خیالات اور اُن کے صحیح کیف کو ادا
 کرنے کا از بس ناقص اور نامکمل منظر ہے اور نبی کی آسمان سے لائی ہوئی وحی بسا اوقات امر و نہی کے صحیح کیف
 حال کے ادا کرنے میں اسی وقت ادھوری رہ گئی ہے جب اُس لڑھکے انگشت کو لوگوں کی عام ہدایت کیلئے
 معرض تحریر میں لایا گیا ہے، لیکن بعد ازیں اگر اصلی مصنف کی وہ نص مبین بھی انسانوں کی مدد سے ترجمہ و ترجمہ
 کر دیجائے تو حقیقت کے جس جزو صغیر کا اُس ترجمے میں باقی رہ جانا ممکن ہے، ظاہر ہے۔ اکثر اور صحیفے بھی جنگی
 بابت انسان کا ادعا ہے کہ وہ آسمانی تھے اسی تحول و تبدل میں نسیانٹا ہو گئے، اُن کے مطالب اور مفاد
 محرف ہو چکے ہیں، الفاظ بدل چکے ہیں، کتابت کی غلطیاں، مطالب کی نا فہمیاں، ذاتی اغراض و مفاد،
 زمانے کی دستبرد وغیرہ وغیرہ سب کے سب اُن کی صلیت کو چپانے میں مؤید ہوئے ہیں۔ روئے زمین کے
 آسمانی کتب خانے میں لے دیکر صرف ایک قرآن ہے جو سب انسانی تصرف سے محفوظ رہا ہے، اس میں ایک
 حرف کے برابر کچھ تبدیلی نہیں ہوئی، الفاظ کی ترتیب میں، آیتوں کے الفاظ میں، سورتوں کی آیتوں میں
 یہ کتاب بعینہ وہی ہے جو پیغمبر آخر الزمان نے دنیا کو دی۔ کوئی تساہل، کوئی کوتاہ نظری، ہر دیانتی، یا
 غرض مند ہی اس کو پہلے دن سے نقل کرنے میں نہیں ہوئی، نہیں بلکہ اسکے ایک پرانے نسخے کے متعلق جاڑ
 انکشاف جو حال میں ہوا ہے اُسے حکماً اور علماً ثابت کر دیا ہے کہ یہ وہی ہے جو پہلے تھی، وہی ترتیب ہے جو ایک
 دفعہ مقرر ہو چکی تھی۔ وہی نص ہے، وہی الفاظ ہیں، سینوں کے جوف میں ہے تو وہی ہے، اور کاغذ کے
 میدان پر ہے تو وہی ہے!

ایسی محفوظ اور مصون کتاب کے مضامین سے مغربی حکیم لگ رہا ہوتا تو بہت کچھ اخذ کر سکتا تھا، اُس کو کم از کم
 ایک مذہب کی صحیح اساس قرار دے سکتا تھا، ایک مستقل اور قائم مذہب کی صلیت تک پہنچ کر اُس کو روضہ شرف

۱۰ ایک نامعروف اسم ازنی صیاتی (دنگا نا) نے مال میں قرآن عظیم کے ایک پرانے نسخے کے بعض ٹکڑوں کا انکشاف کیا ہے جو عیسائی مذہب میں جو آج کل رائج ہیں +

کی طرح سچ یا غلط ثابت کر سکتا تھا۔ ایک سے فلغ ہو کر پھر انہی اصول پر اور مذاہب کو لے سکتا تھا، اور اس طرح پر دنیا میں مذہب کے سر عظیم کا پول کیسے کھول کر سب کو ایک حقیقت کے لئے پر متفق عمل یا ایک کذب عظیم سے مستنفر کر سکتا تھا، جو ثقیل یا علم حساب کی طرح سب تفرقوں کو مٹا کر دنیا میں ایک عصبت، ایک مت، ایک امت، ایک اخوت قائم کر سکتا تھا، نہیں بلکہ ابد الابد تک مذہب کے متعلق سب جھگڑے، سب جنگ و جدل، سب نیریزیا سرے سے محو کر کے دنیا کا باو آدم بدل سکتا تھا۔ اس طریق عمل سے مذاہب عالم کے شرعی رہنماؤں کا تعصب بھی یک بیک بے اثر ہو جاتا، لوگ بے دلیل اور مضحکہ انگیز باتوں کو شدہ شدہ چوڑ کر حقیقت کی طرف لپک لپک کر پونچتے، اور علمی نظریات کی طرح انکے غلط مذہب کا حامی بالآخر ایک باقی نہ رہتا! سب بلا استثنائے احد سے ایک مذہب اور ایک مسلک پر قائم ہو جاتے یا سب لامذہب بن کر ایک ہو جاتے! لیکن بد قسمتی سے قرآن مغرب کے لئے روز اول سے ممنوعہ درخت کی مانند رہا، عیسائی پادریوں نے جنگو اسکے کارناموں سے خاص طور پر چسپڑی، جن کی تبلیغی مساعی بلکہ بسا اوقات سیاسی منصوبوں کو اسنے خاص طور پر روک کر اکث کو کالعدم کر دیا تھا اسکے کذب افتراموں کے متعلق بے ستر پافسانے بنائے۔ انہوں نے مشہور کر دیا کہ قرآن بت پرستی کا بڑا سنگ ہے! ”مہوند“ یعنی محمدؐ کو خدا کہتے ہیں، عرب پیغمبر کے شانے پر ایک کبوتر بیٹھا رہا کرتا تھا جس کے ذریعے سے وہ شعبہ بازیاں کیا کرتا تھا! اسلام نے عورتوں کو عام جائداد قرار دیا ہے، اب ہر شخص انکی عصمت کا وارث ہے!۔ بعض زیادہ متکار اور ہوشمند اور معاملہ فہم دشمنوں نے اڑادی کہ محمدؐ کو صرع کی بیماری تھی جس کو وہ جبریلؑ کی وحی قرار دیتا تھا! ”قرآن میں فاش تاریخی اغلاط موجود ہیں۔“ وہ ایک کتاب ہے جسکا ماخذ تورات اور انجیل ہے! اسکے سب افسانے یہودیوں کی غیر مستند روایات سے لئے گئے ہیں! وہ ستر پابے ربط ہے اور کسی جنون زدہ شخص کا کلام معلوم ہوتا ہے! وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب الزامات اس غلط کے تھے کہ انکے بعد کسی شہوند شخص کا اس کتاب کی طرف متوجہ ہونا ہی دور از بحث تھا، ان نقائص کے ہوتے ہوئے اسکا خالص المتن ہونا یا تحریف لفظی سے محفوظ رہنا بھی کچھ قابل توجہ نہ ہو سکتا تھا۔ انگلستان کے ایک مشہور فلسفی (کارلائل) نے بالآخر

اس کذب و افتراء پر سے نقاب اُٹا، ان الزامات کو مسیحی پادریوں کی صریح بد معاشی قرار دے کر عیسائیت کو قرآن اور پیغمبر قرآن کے متعلق غلط نشر و تبلیغ کرنے کی شہم دلائی، عرب کے آخری پیغمبر کو بطلانِ سیار کا خطاب دے کر اُسکی اولوالعزمیوں کو سزا، اُسکو خدا کی طرف سے پتھری ہونے کی سند اپنے زعم میں اپنی طرف سے دی، مگر مذہبی تعصب اور تجربہ کا اثر اس علم و شہادت کے زمانے میں بھی انسان کے ہر گ و پے میں اس قدر سرایت کر چکا ہے کہ اس فلسفی نے بھی عرب رسول کی بحث کے ضمن میں تمہید کے طور پر یہ کہہ دیا کہ ہم نے اس پیغمبر کو بطلانِ سیار کے طور پر بالخصوص اسلئے منتخب کیا ہے کہ ہم اس کے حسن و تسبیح پر دگویا بالمقابل عیسیٰ علیہ السلام زیادہ آزادانہ طور پر بحث کر سکیں گے، ادویوں تو ہم میں سے کسی شخص کے عیسائیت کو چھوڑ کر مسلمان بن جانے کا امکان نہیں! اس اقرار نما انکاری حالت میں ظاہر ہے کہ کسی بڑی سے بڑی وجہ سرائی کا کیا اثر ہو سکتا تھا، لوگ اسکو علم ادب کے نکاحات کا ایک منظر بھمکے خاموش ہو گئے، بہتہ چند ایک اہم الزامات کی دشمنی کی اپنے منہ سے تردید ہو گئی اور معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

الغرض یہ وجوہات تھیں جنکی بنا پر قرآن بھی مذہب کے متعلق کسی فیصلہ کن علمی تحقیقات کی اساس نہ بن سکا۔ لوگوں نے مذہب کو ایک مابعد الطبیعی اور ناقابلِ درک شے قرار دیا تھا، علمائے مغرب نے بھی جن کے علم کی بنیاد بیکن کے مشہور عالم مسئلہ مستقر^۱ کے بعد سے یکسر مشاہدے اور تجربے پر ہی ہے، اور جو سمع و بصر اور قلبِ سلیم کی شہادت کے بدون کسی شے کو علم کا بلند مرتبہ نہیں دیتے، یہی سمجھ لیا کہ مذہب مابعد الطبیعی ہے، فہم سے بالاتر ہے، کسی تختیل زدہ لوگوں کی عالم خیال کے جوش میں بنائی ہوئی شے ہی، اسلئے اسکو کسی صورت سے چھیڑ کر جہلا میں ایک ہنگامہ غظیم برپا کر دینا روا نہیں۔ جوں جوں علم کا اثر دنیا کے اکناف اطراف میں وسیع ہوتا جائے گا لوگ خود بخود اسکی بے حقیقت باتوں سے متنفر ہو کر اسکو چھوڑ جائیں گے، اور اس حقیقت کشا اور پردہ در علم کی طرف خود بخود راغب ہونگے جو اس کا گاہِ فطرت کے مطالعے سے

۱۔ سند مستقر (۱۹۲۹ء) ان عالم انگیز مسئلوں میں سے ہے جس کے نتیجے میں مغرب کو آج تمدن کے فلک الافلاک پر پوچھا دیا ہے۔ (دیکھو مہل کتاب بحثِ مہل صفحہ ۸۳) *

اخذ ہوتا ہے اور صحیح معنوں میں واقع الامر ہے۔ مذہب جاریہ کی اعتقادی اور بنیہ تصویرت نے
 اُنکو اس حقیقت تک ہرگز نہ پہنچنے دیا کہ مذہب فی الحقیقت اس دنیا میں خوش اسلوبی سے رہنے کا طریق عمل تھا
 جسکو آج مروجہ مذہب اور دستور زمانہ نے اعتقادی رنگ دیکر مسخ کر دیا، وہ نہ سمجھے کہ کلام وحی کو فنا و بقائے
 اقوام اور موت و حیات اُمم کے سوال سے ایک گہرا، طبعی، اور ناقابلِ حُکب لگاؤ ہے، اور انبیاء
 جہاں بھی محض اسی غرض کے لئے مبعوث ہوئے تھے کہ کم ہیں، ناشناس، اور کوتاہ نظر انسان کو قیاسات
 اور آرا کی اس ظلمت انگیز رستخیز میں قانون الہی سے صحیح طور پر واقف کئے اُن کو بقا کے صراطِ مستقیم کی طرف
 لیجائیں۔ وہ اس راز کو حتماً نہیں سمجھے کہ بلا استثناسب انبیاء اپنی اپنی جماعت کو اپنی حیات میں قوت
 اور اس کی راہ پر لگائے، اُنکو قعرِ عزل و جدو سے نکال کر اوج سعی و امن پر بلا واسطہ مشرف کر گئے۔ یہی اُن کے آنے
 کی وحی غرض تھی، اور اسی مطلب کے حامل کر نیسے لئے انکا بے مثال سعی و عمل تھا۔ **نشارة الثانیہ**
 کے اوائل میں طبعیوں کا سارا زور اسی میں صرف ہوا کہ مسئلہ استقرار کو اساس قرار دیکر خالق الاشیاء کی طرف
 متوجہ ہوں اور اُن سے صحیح نتائج مستنبط کر کے فطرت کے خزانہ عامہ کو اپنے استعمال میں لائیں۔ لیکن جب اشیا کے
 مطالعے سے ظلمتِ شب دور ہوئی، نور کے درز یک بیک کھلتے گئے، انسان کو سقفِ آسمان کے نیچے اپنی ہستی کا
 رضائی احساس ہوا، وہ آسمان کی ہولناک دوریوں کو سمجھا، اس قدر مقدار زمین کا اندازہ لگایا، جب اُس نے مولید
 زمین کی تدوین کی، اجناس حیوانات کی تقسیم کی، اقوام خالیہ کے بقیہ آثار کو دیکھا، بے شمار محوشہ حیوانی
 انواع کا ملاحظہ انگشتِ بدنہاں ہو کر کیا، اپنی کمال بے بسی اور صانعِ فطرت کی کمال قدرت کا اندازہ کیا، اور ہر گاہ گاہ
 زمین و آسمان کے بارے میں وہ سب قیاسی خیالات حرفِ غلط ثابت ہوئے، تو پہلا سوال طبعاً ہی پیدا ہوا
 کہ اس صحنکِ زمین پر اجتماعی بقا و فنا کا راز کیا ہے، وہ کیا قانون ہے جس پر چکرِ قوت اور امن ہی، راحت

۱۔ اس کتاب کا اہم طبع نظرِ مدلل اسی امر کو بیانِ ثبوت تک پہنچاتا، اور تہذیبِ تمام نبوت کی صحیح غرض غایت کو منکشف کرنا ہے۔ اس دیباچے کے صفحہ ۶۶-۶۷ الخ پر اس مضبوط
 پر ہر لکھا گیا ہے اور اس کی قرآنی شہادت ایک حد تک پیش کی ہے لیکن مکمل شہادت اصل کتاب میں چاہیے گی۔ اگر انبیاء کرام کے مبعوث ہونے کا پیشِ نہاد اپنی اپنی امتوں کو قانونِ خدا
 سے آگاہ کر کے قوت اور امن کی راہ دکھاتا نہیں تھا تو میرے نزدیک وہ مدلل وہ کوئی پیغام نہیں لائے اور نہ اُن کے پاس فی الحقیقت کوئی علم تھا۔ مذہب کی اعتقادی صورت خواہ کچھ ہی
 بن جائے لیکن فطرت کے طالب علم کو اس حقیقت کے اعتراف کے سوا چارہ نہیں۔

اور بخت ہی، خلد و دوام ہے، بقا و ارتقا ہے؟ ایک اُمت کیوں اس روئے زمین سے چشم زدن میں مستحالی ہے؟ دوسری اُسکی جگہ کیوں اور کس استعداد پر لیتی ہے؟ یہ کیا رسمِ مداخلت ہی کیا ریشہ برانگیز قانون ہے جو اس قوت اور زور کے ساتھ اس دنیا میں نافذ ہے۔ اسکا تھل پیر کہاں ہے، اسکا سر پھر راز کیا ہے؟ معرفت نفس کی یہ پہلی منزل تھی جو مغرب کو فطرت کے پیہم شاہدے اور استقصا کے بعد ملی، اور اسکے بارے میں آج تک وہ شبانہ روز سعی و تلاش کے باوجود کمالِ تحیر میں ہیں۔ انگلستان کے مشہور طبیعی ڈارون نے اور حکماء کی معیت میں مدۃ العمر سعی و جدل کے بعد اس سوال کے جواب میں بقائے اصلح کے عالمِ انگیرسن کے پیش کیا، انہوں نے حیوانی اُمتوں کے مدو جزر کے بارے میں بہت کچھ چھان بین کی، اصلحیت کے چند موٹے موٹے اصول بیان کیے، قانونِ موت و حیات کی ایک لگتی ہوئی تعریف وضع کی، مگر جب اس کا اسحاق انسانی اُمتوں پر کیا گیا، تو اصلح کی تعریف میں حیسد و ماندگیاں، بے اندازہ مشکلات، ناپیش دید رکائیں پیش آئیں۔ وہی تعریف اصلح، جو حیوانی اُمتوں کے بارے میں بادیِ الرائے میں فیصلہ کن معلوم دیتی تھی، انسانی اقوام کے رُو سے از بس نامکمل، بیحد نارسا و ناقص بلکہ اکثر اوقات غلط نظر آئی۔ انسانی فطرت کا ہمتن اونٹنی حیوانی جبلت پر مجبور ہونا بھی بجائے خود ایک مشکوک مسئلہ تھا جس کے نتیجے میں مغرب نے ناروا غلو کیا، اس کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ مغرب کی تمام تہذیب میں ہیمنیت، وحشیت، درندہ پن اور نوعی انحطاط کے آثار نمایاں ہونے لگے، بائیں ہند مغرب نے آج تک کلامِ وحی کی طرف رجوع نہیں کیا، انہوں نے اعمالِ خدا کے مطالعے کو چھوڑ کر الفاظِ خدا کے مطالعے کی طرف توجہ نہیں کی، اُن کا ذہن اس طرف منتقل ہی نہیں ہوا کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام نے اپنی بلند اجتماعی نظریے سے وہ بات ختم پالی تھی جس تک انکی دور بینیں قطعاً نہیں پہنچ سکتیں۔ اُن کا علم انکو نقدِ نظر کے اس اُفقِ اعلیٰ تک لیگیا تھا جہاں آج بھی کسی بڑے سے بڑے وسیعِ انظرِ طبعی کا پونچھنا محال ہے! وہ آئے تھے اور اپنے ساتھ زورِ عمل لائے تھے! آسمانِ شگاف علم لائے تھے! اُمتوں کو آسمان تک اٹھا دینے کے پیرم لائے تھے! زمین کو تہ و بالا کر دینے کے کدال لائے تھے! انکی وقتِ نظر میں آسمان

اُن کی پشت پناہ تھا۔ خلاقِ ارض و سماں کی تائید میں تھا! زمین اُنکے علم و غم کے آگے پانی کی طرح بہ جاتی تھی! بزرگوار اُن کے حوصلوں اور یقین کو دیکھ کر سپر ڈال دیتے تھے! جب تک انسانی ہنسراویں اس طاقتِ عمل، اس قدوسیِ علم، اس آئی ایمان اور یقین، اس روحانیت، اس لازوال غم کا حسن و قلیل موجود نہ رہے، امتیں کیونکر اس دنیا میں دوام حاصل کر سکتی ہیں۔ صلاحیت یہی ہے کہ انسانی چلن انسانی فطرت پر قائم رہے، مغلی تغیر قبول نہ کر سکے، بہتر اور قائم تر فطرت کی طرف رجوع کرے، ادنیٰ حیلت کی طرف رغبت نہ ہو، اُمت فی الجملہ امن میں ہو، اسکے ہر عضو میں بیداری اور تڑپ برقرار ہو، سب اعضا متناسب ہوں، ہر حصہ گھٹے نہ ہوں، اسکے کسی شعبے میں نقص پیدا نہ ہو، اگر کوئی قوم کسی ایک حصہ عمل میں بے اندازہ طور پر پڑھ گئی ہو، دراصل ایک باقی حصے بے نشوونما پڑے ہیں تو وہ حقیقتِ صلیح نہیں، وہ ایک بیڈول پیدائش ہے مہضتہ بے ہنگم ہے، عجوبہِ خلقت ہو! ایسی شکل اُمت کا اس متناسب اور خوبصورت دنیا میں کسی پر مدت تک رہنا محال ہے!

یہی وجہ ہے کہ حکمائے مغرب نے صلاح کی صحیح تعریف وضع کرنے میں بے اندازہ دامانِ گدیاں بلکہ فاش غلطیاں کی ہیں، انہوں نے احوالِ تاریخ کو یا اپنے سے ادنیٰ مخلوق کے فطری عوائد کو ہی علم الدین کا صحیح ماخذ قرار دے کر انسانی اخلاق کی تعمیر اُن احوال و عوائد پر کی، اور جس قدر قضا و قدر کے فیصلہ جات سمجھنے میں ایک حصہ ارادہ خدگی مشیت اور صاحب ارادہ انسان کے اہم ترین عناصر کو بیدخل کر دیا، وہ اس ناروا تجل میں لگے کہ مدوجز اقوام کے قانون کی تدوین بھی لامحالہ اُسی انداز پر ہے جس پر بشر ثقیل یا علم حساب کے قواعد مرتب کر دیئے جاتے ہیں، اور حسبِ سطح پر خواص الاشیاء کے معلوم کر لینے سے مرکبات کے خواص کی طرف ہمنامی ہوتی ہے سطح جاتے ہیں، افراد کے مطالعے سے اقوام، اور عام حیوانی مخلوق کے مطالعے سے خاص انسانی مخلوق کی طبیعت اور فطری میلان کا کامل تہ لگ سکتا ہے۔ بیٹرز خیال بجائے خود آج اس قدر کم نفع مند ثابت ہوا ہے کہ جہاں صلاحیت کا صحیح تجل نہ ہو مادی ترقی کے مدارج اعلیٰ پر چڑھ جانے میں بیش از بیش کامیاب ہوا ہے، وہاں اس کا غلط مفہوم اس کو حقداری

اخٹاط کے درک اسفل کی طرف نہایت تیزی سے گھسٹ رہا ہے۔ وہ آج سب کے سب اپنی مادیت پر خوش ہوئی بجائے اپنے فقدان روحانیت کا ماتم کر رہے ہیں۔ سیاست کا صحیح علم اگر کہیں انکو ایک گز ابھار رہا ہے تو روحانیت سے کم علمی دوسری جگہ انکو دو گز دبا دیتی ہے۔ وہی تمدن جو اپنی حیرت انگیز قوت استنفاع کے باعث دنیا کے ہر گوشے کو آباد اور پر رونق کر رہا ہے، اُن کے اپنے گہروں کو دردناک طور پر اُجاڑ رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اشیائے فطرت کے بمثال علم اور ابدان عالم کے متعلق صحیح خبر کے باوجود مغرب کا روئے زمین پر دوام ازس مشتبہ امر ہے! وہ علم الدین سے کما حقہ بہت کم واقف ہیں، انکو اس دنیا کے اندر صراطِ مستقیم کے ایک اہم حصے کی کچھ خبر نہیں رہی۔ سیاست اور مادیت کے ناروا غلو نے نامعلوم طور پر یہ بات انکی گھٹی میں ڈال دی ہے کہ اس دنیا کے اندر اصلیت محض جسمانی زور اور مادی طاقت ہی ہے، یہی کمتر مخلوق کے اخلاق کا جزو عظم ہے، اسی کے اندر بقائے انواع کا راز ہے! وہ اس مادی زور کو بدرجہ اتم حاصل کرنے کے لئے سب ممکن اشیائے فطرت کو کراہیہ پر لے رہے ہیں۔ اور اُن کی وساطت سے زور آور بنتے ہیں۔ لیکن افراد کی روحانی صلاحیت اور تہذیب نفس کے آسمان شکن زور کی اُن کو کچھ خبر نہیں، وہ اپنی باطنی ملکوتی طاقتوں کو مادیت کی بیجان قربان گاہ پر چڑھا رہے ہیں۔ اور حیرت منانے کے ہاتھوں جلد مٹ رہے ہیں! اسی غیر روحانی اور کراہیہ پر لپٹے ہوئے زور کا اشتداد شریذ مبلغ المانیہ کی بے مثال جُندیت تھی جس کا بیشتر حصہ حال کے محاربہ عظمیٰ میں تباہ ہوا اور اسی خواہش کا ادنیٰ منظر انگریز کی تشریفانہ جوع الارض اور اسکا حکمائے استیلاہ جوج اسکی اجتماعی بیخ و بن بیاہ کو کھوکھلا کر رہا ہے!

مغربی اقوام کے بالمقابل مشرقی اقوام میں صلاحیت کا مادی اور روحانی تختیل دونوں صلاً مفقود ہو چکے ہیں اُنکے نزدیک فطرت کا یہ کارگاہ عظم اصلاً بیکار اور باطل ہے، اس میں کچھ شے لائق تفتیش نہیں کچھ سعی و عمل کی اہل نہیں۔ دنیا کو غائر نظر سے دیکھنا اُن کی نظموں میں عبت ہے۔ اس جہان میں خوش اسلوبی اور زور سے رہنا انکی نگاہوں میں نقش بر آب پیدا کرنے کی سعی کر رہا ہے۔ وہ خدا کی اس عظیم الشان صنعت پر لات مارنا

خوشنودی خدایتھے ہیں، اور آخرت کے دوام و بقا کے دل خوش کن تصور میں غرق ہیں! روحانیت اُن کے عالم خیال میں ایک بے ہمہ زندگی ہے جسکا نتیجہ بیکاری اور جمود ہے، فطرت کے عطائے ہوئے اعضا کا انحال ہے بے نتیجہ مجاہدے اور تپکارہ اعمال ہیں، یکم از کم ایک ناکارآمد زہد و توڑ ہے جس کا حلقہ اثر دس قدم تک سجت نہیں رکھتا! صلاحیت کا وہ مصلح جماعت، مقلب القلوب اور انقلاب انگیز تخیل جو نبیائے کرام نے کسی زمانہ میں رواں کیا تھا۔ آج مشرق میں حرف غلط کی طرح مٹ چکا ہے، اور اس کی نانات شرط و جزا اور عمل سعی و عمل میں بیکار بن کر دکھ پانا انکا شیوہ اعتقاد ہو گیا ہے! مذہب و سیاست اُن کے ہاں ایک دوسرے سے اس قدر الگ ہو چکے ہیں کہ گویا اُن کے مابین کوئی مابہ الاشتراک قطعاً نہ تھا۔ وہ سیاست جو روحانیت کے زور اثر پر قوم عالم کو نبیاری کی وساطت سے ملی تھی اُن کی آخرت کیلئے مدون ہو گئی ہے! گبر و برہمن، بدھ اور سلم، سب اس سعی نامشکور میں مصروف ہیں کہ دنیا کے نقد کو غیر کے ہاتھ دے کر آخرت کے نیسے کو بزم خود خریہ لیں، اور کم از کم اس دنیا کے نیسے مذہب کا ہونا بیکار ثابت کر دیں۔ الغرض جہاں نقد پسند مغرب صلاحیت کے جسمانی قوت کی پیدائی ہوئی سیاست کے ماسوا کچھ اور سمجھنا گناہ سمجھتا ہے، اور مذہب کے بضبی اور ناخوش آئینہ دما کو اُسکے اصلی وطن (ایشیا) میں دھکیل کر، زور کی اگر پر اس دنیا میں دوام کی لاطائل سعی کر رہا ہے وہاں مشرق کا نیسے پسند بلکہ روحانیت کے اصلی مفہوم کو خیر باد کہہ کر فروری اور جمود کی پاکبازی اور ہنس موشی سے ہی اپنے آپ کو مصلح سمجھتا ہے اور اپنے ہاتھوں آپ مٹ رہنے میں بقا کا راز عجب ٹٹول رہا ہے!

میرا یقین ہے کہ سعی و سکون کے یہ دونوں مناظر افراط و تفریط کے مناظر ہیں، فساد و تہلاک کے مناظر ہیں، خط و امن کے مناظر نہیں! اس دنیا کی چار دیواری میں رہ کر کسی قوم کا سچا مذہب اُسکے دوام و بقا کا مذہب ہی ہے اور یہی سچی سیاست اور سچی صلاحیت ہے۔ دوام کے لیے جہاں اشتد شدید زور کی قطعی ضرورت ہو وہاں اس زور کو ہتھسار رکھنے کے لیے انتہائی تزکیہ نفس واحد اور آخری وسیلہ ہے۔ بہت ممکن ہے کہ گراہ پر لے ہوئے انسانوں یا زور کے منتظر مزدوروں کی ایک جماعت اس دنیا کے اندر

چند لمحوں کیلئے زور پیدا کر دے، اُس میں سب لازماً غلبہ و استیلا کے موجود ہوں، اُس میں جو بات ہو بلا جبر
اور بے مثال نظر آئے، زور آوروں میں اشد زور ہو، کمزوروں میں اشد کمزوری ہو، ایک طرف کمال بخت و
انبساط ہو، دوسری طرف انتہائے عجز ہو، لیکن ایسے زرخیز زور کو دوام قطعاً نہیں! اُس میں صلاح کی باطنی
استقامت نہیں، اُس میں تلور کی انکساری صلاوت موجود ہے، لیکن فولاد کی اندفاعی لچک قطعاً نہیں۔ ایسی بنا
کی مثال ایک مکڑی کے جالے کی ہے جس کو بادِ تند کا فدا سا جو نکا کا عدم کر دیتا ہے، اور بعد ازاں اُس نل کو تھمیر
کا نشان تک باقی نہیں رہتا۔ یورپ کے تمدن کا جو عظیم اسی کمزوری اور نادور بینی پر مبنی ہے۔ اقوام کے اس دنیا
میں بقا کیلئے ضروری ہے کہ اسکے افراد کا تعلق حتیٰ الوسع صلح فطرت کے اخلاق سے مائل ہو، اشرف المخلوق
انسان سے کسی برتر مخلوق بننے کا تہیہ ہو، نہ یہ کہ مغلی پیدائش سے ارتقا کیا ہو انسان، پھر اُسی درکِ سفلی کی
طرف لوٹ آئے۔ ایسی تہذیب اپنے پاؤں پر آپ بٹھ رہی ہے گو کہ اپنے زور کے نشے میں وہ فی الحال استعد
ست ہو کہ اس خود کشی کا کچھ اندازہ نہ کر سکے!

میر یقین ہے کہ مغرب کو ایک ایک ن اعمالِ خدا کے مشابہے کو کچھ مدت کیلئے ملتے ہی کر کے الفاظ
خدا کے مطالعے کی طرف آنا پڑے گا! اُس ن انکی سب حیرت اور مذہب حالتِ تیش میں بدل جائے گی، فطر
مستقیم کے بارے میں انکے سب شکوک رفع ہو جائیں گے، 'صلاح' کا کثرت غلط تخیل درست ہو ہو کر مکمل ہو جائیگا
انکے علم فطرت سے مستنبط کیے ہوئے اکثر معاشری اور تہذیبی اصول کی تائید ہزاروں برس پیشتر کے کہے ہوئے
الفاظ سے جبرت انگیز طور پر ہوگی! اُن کو نسبتاً کے اس دنیا میں علمی مقام کا صحیح اندازہ ہو جائے گا، اپنی غلط
روی کے متعلق صحیح اور تہذیبی چیزیں معلوم ہوں گی، صحیح روی کی الہی اور سکری بند مل جائے گی، پھر اُن کا فطر
آسمان سے یہ تجاہل عارفانہ بھی نہ رہ سکیگا! 'منکرے' بنکر ہر رنگِ مستانِ رستین کے مصداق نہ رہ سکیں گے،
اُس حکیم علی الاطلاق کی حکمت پر کھلا اور بے حجابانہ یقین، اُسکے اعمال پر متفقانہ نظر، اُس کے الفاظ کی خدائے
انکی حمت کی بے محابا تمنائیں اور تقدیم کے بڑے ہوئے حوصلے اس کثرتِ زراعت کو بہری بھری کر دیں گے! پھر انسان

بھی ایک دوسرے سے اُفت سے رہ کرے گا۔ آئے دن کے مقابلوں کا جہنم اُسکی معاشرتی ہیئت کے بہشت کو کچھ منتقص نہ کرے گا۔ اگر مغرب اور مشرق نے فی الحقیقت مذہب کو علم کی نظر سے دیکھا، اور علم نے بھی اُسکو اپنی آغوشِ لطفِ مرحمت میں لیکر کلامِ خدا کو از سر نو انسان کا مشترک صراطِ مستقیم اُسکا واحد دستور العمل، رب العالمین کا ایک اور اُثلِ پیغام، اُسکا ایک اور ناقابلِ بدل قانون بلکہ انسان کا لمجائے وحید اور اودائے فرید ثابت کر دیا، اور اگر ساکنانِ زمین نے بھی دانشمندی اور تدبیر سے کام لیکر پیغمبرانِ جہان کی ذاتیات پر بحث کرنے کی بجائے خدا عظیم کے نفسِ الامم کی طرف توجہ کی، سب فروعات اور ظواہر کو بالائے طاق کھسکا کر اصل قانون کو اپنا پیوہ عمل بنایا، تو جہنم کے سب دروازے یک بیک بند ہو جائیں گے! اس دنیا میں ہر کار شیطان کا کچھ کام نہیں رہے گا، اور بد قسمت زمین پر اُسکے مستقر ہونے کی بجائے اُسکو کسی اور آسمانی کُرے کی طرف ہماگنا پڑے گا!

وحی کی صحیح حقیقت اور عظمت بھی آج ہی نسلِ انسانی پر عیاں ہو سکتی ہے جب کہ اُسکا علم اوجِ کمال پر پہنچ رہا ہے، جب اُسکو مزینِ سخن سے ہمکلام ہونے کی آزدی ہے، جب اُسکے سمع و بصر کی حکومت باہم آسمان تک پہنچ چکی ہے، جب اُسکا سازِ ذہن اس سحرستانِ کائنات کو اجتماعی نظر سے دیکھ رہا ہے، جب اُمتوں کے فنا و بقا کی مکمل تصویر ان کی آنکھوں کے سامنے موجود ہے! جاہل اور کوتاہ نظر اُمتوں نے جو آج سے پہلے ہو گزری ہیں اُس مالکِ سمع و بصر اور علامہِ مطلق خدا کے کلام کو کیا سمجھا ہوگا، اُسکے ناپید اکنارِ علم کی کیا قدر کی ہوگی، اُسکے عاجز و نوازا احکام کی کیا لہم سوچی ہوگی، درِ اُخالیہ کہ وہ سمجھتے رہے کہ زمین کا چورس ٹکڑا بیل کے سینک پر پڑ چکا رکھا رہا ہے، اور بیل مچھلی کی کمر پڑکا ہے! وہ کیا سمجھتے ہو گئے کہ اس مالکِ زمین و آسمان نے کیا کہا؟ کس غرض و مطلب کے سوچ کر کہا؟ کس منہ تھامنے جلیل کو پیشِ نظر کھسکا کر کہا؟ توحید پر اصرار کیوں ہے؟ شیطان سے احراز کیا ہے؟ ایمان کا کیا مطلب ہے؟ اتفاق سے کیا مقصود ہے؟ تفریق کیوں منع ہے؟ اتحاد کی توثیق کیسی ہے؟ بہشت اور دوزخ کیا ہیں؟ جاتروں کی کیوں تاکید ہے؟ تزکیہ نفس کی ترغیب کیوں کر ہے؟ پُن دان، نکو کاری کا کیسا

مذہب اور غیر وغیرہ! آج اس علم و شہادت کے زمانے میں ہی مذہب کے اوامر و نواہی اپنے صحیح اور اصلی رنگ میں ظاہر ہو سکتے ہیں، اُن کے مقاصد کی صحیح تعین ہو سکتی ہے، اُن سے مستقل نتائج اخذ ہو سکتے ہیں، اُن سے قانون خدا اور امر رب العالمین کا پتہ چل سکتا ہے، نوکر کو اُفّا کا صحیح عندیہ اور اُقا کو نوکر سے سچی رسم و راہ پیدا ہو سکتی ہے، ذاتیات اور تعصب، سب غلو فی الدین اور منہراط و تفریط قطعاً نابود ہو سکتے ہیں، اس امر کا وثوق کے ساتھ فیصلہ ہو سکتا ہے کہ پیغام فی الحقیقت ایک ہی تھا، صرف اُس پر عمل کرنے کے مظاہر جدّ جِدّات تھے، مقصود بالذات اصل دین ہی ہے، قانون فطرت ہی ہے، عادت خدا کو سمجھنا ہی ہے! افروغات اور ظواہر اصل مذہب تھیں! انہیں بلکہ جوہر اصل کہ پکڑے ہوئے ہے وہی اُس کے خزانہ عامر سے انعام پارہی ہے، جس نے روح کو، نفس الامر کو، صدق بسیط کو چوڑ دیا وہی ہلاک ہو رہی ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے جب اتحاد عالم کا نصب العین بیش از بیش معرض عمل میں آ سکتا ہے، جب ہشمنان زمین کی ایک موثر علم کی شعل کو ہاتھ میں لے کر دنیا کو ایک راہ پر لگا سکتی ہے جب مذہب کا افواہی اور قولی شعبہ صرف غلط بکمرٹ سکتا ہے، جب اسکا عملی اور اتحادی پہلو ذہنوں پر پھیر کر لکیر و نکتہ سکتا ہے جب اسکے حزبی اور خست لافی، بغاوتی اور حسدی اثر کے کالعدم ہونے کا امکان ہے، جب آئین بالہجر اور آئین بالخفی کی سب مضحکہ انگیز بحثیں طرفہ العین میں بند ہو سکتی ہیں، جب سچ اور جھوٹ، روا اور ناروا کا تصفیہ لمحہ لبصر میں ہو سکتا ہے! وحی کی سچی قدر، اُس پر سچا اور بے ریا یقین، اُس پر مسلسل اور تہیجہ خیر عمل، اُس پر کامل اور لاینفک اتحاد و حقیقت علم ہی سے ہو سکتا ہے اور وہی صراط مستقیم صحیح معنوں میں بقا انگیز اور تقدم خیر ہے جس کے مسئلہ اصول کی تائید براہ راست وحی سے ہوئی۔ دنیا کی سب سے آخری کتاب وحی (یعنی قرآن) نے نوع انسان کی موجودہ تفریق راہ صواب بلکہ مذہب کی ماہیت کا فیصلہ یک قلم اس بنا پر کر دیا ہے کہ مناسب اور ظواہر اور شے میں اور امر اور چیز ہے: لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنَسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَارِعُ عَنْكَ فِي الْاٰمْرِ وَاذْعُ اِلٰى رَبِّكَ اِنَّكَ لَعَلَّ هٰذَا يَسْتَفِيْهُمُ ﴿۱۲۲﴾

گو یا مناسب کو بنائے نزع سمجھ کر قانون رب العالمین میں جھگڑا پیدا کرنا ہی صراط مستقیم اور مذہب پر ہے ہٹنا ہی!

لیکن علمائے جہان کی تذکرہ صد و نو ترے قطع نظر ہوشمند اشخاص اپنی اپنی مطالعہ گاہوں میں بیٹھے ہوئے بطور خود
 اس بات کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دنیا کے سب مروجہ آسمانی صحائف کے اندر انکی اس محترف شدہ صورت میں بھی
 وحدت پیام کی ایک نہر سبیل و ڈھری ہے، سب کا بین النورینہ عا و نورستہاد ہی ہے، مطمح نظر ایک ہے، ہر
 ایک ہے، اگرچہ ظواہر اور مناسک اکثر حالات میں الگ الگ ہیں۔ اگر کہیں کوئی اختلاف اس امر عظیم پر عمل
 کرنے میں رونما ہوا ہے تو وہ صرف نقطہ نظر کا اختلاف ہے، منظر تصویر کا اختلاف ہی، رویائے قلب کا اختلاف
 ہرگز نہیں۔ یہی باعث ہے کہ دنیا میں جعفر پیغمبرؑ اپنے سے پہلے پیغمبروں کی تصدیق کرتے رہے،
 بدھؑ نے کرشنؑ کی تائید کی، موسیٰؑ نے ابراہیمؑ کی تصدیق کی، عیسیٰؑ نے موسیٰؑ کی شریعت کو بنا قرار دیا، محمدؐ
 نے سب انبیاء کو بلکہ ہر قوم کے بلادی کو، ہر فریے کے مذہب کو، ہر امت کے رسول کو مانا، حتیٰ کہ سکھ اُمت کے
 پیشوا نانک علیہ الرحمۃ نے بھی ختم رسلؑ اور باقی سب ایلچیوں کو برابر سمجھا! یہ تصدیق بذات خود اس امر کی
 تصدیق ہے کہ یہ سب لوگ آپس میں راز و اس تھے، ایک ہی قانون سے واقف تھے، ایک ہی امر مہم سے
 آشنا تھے، گویا سب سیانے تھے اور ایک ہی مہم رکھتے تھے! بلند بینی اور وسیع نظری کے باعث ان کے
 ذہن اس قدر رسا اور انکی تعلیم اس قدر حقیقت کشا بن گئی تھی کہ ظواہر اور شعار کا اختلاف انکو کچھ اختلاف دکھائی نہ دیتا
 تھا! انکی نگاہیں اس قانون، اس نفس الامر، اس دین فطرت کی طرف لگی تھیں جس پر چکر ہر جا امن ہے
 قوموں اور قبیلوں کا امن ہے، گہروں اور افراد کا امن ہے! مثال کے طور پر عرب کے آخری پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کی آسمانی کتاب ابراہیمؑ، موسیٰؑ، داؤدؑ، عیسیٰؑ، وغیرہم علیہم السلام سب انبیاء کی اپنے اپنے وقت میں مروجہ نمازوں
 کو اُسی ایک لفظ الصلوٰۃ سے تعبیر کرتی ہے، وہی الزکوٰۃ کا لفظ سب کے بارے میں موجود ہے، صوم کے بارے میں
 وہی لگا کتب علی الذین منہم لیکھ لکھا ہے، حج، جاد، ہجرت، سب ادا امر کی توصیف میں جو آج ایک مختص
 شریعت سے مخصوص ہو کر اس مذہب کے شارب بن چکے ہیں، وہی مشترک الفاظ ہیں، سب کے لئے یکساں ثواب اور برابر کا
 عذاب متعین ہے، حالانکہ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ ان سب کے ظواہر الگ الگ تھے، نماز کے وہ کو ع و بھونہ تھے،

زکوٰۃ کے وہ تھے بجز نہ تھے، صوم کیلئے وہ ماہ رمضان نہ تھا وہ اوقات نہ تھے، وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب اس لیے کہ قرآن کو نفس الامر کے بیان کر نیسے غرض ہے، کسی اہمیت کی سطحیات سے اسکو کچھ بحث نہیں۔ اسکے نزدیک آج بھی الصلوٰۃ وہ شے ہے جو دہی تحیف دل، وہ نتیجہ خیر اطاعت، وہ سبب نفس، وہ توقیت عمل، وہ اخلاق اور موالات، وہ تعاون اور محافظت پیدا کر دے، جو ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے لئے ہوئے پیغام میں مقصود تھی، محمدی ناز کے ظواہر اور ارکان سے اسکو کچھ سروکار نہیں۔ اور جس طرح بھی نتائج پیدا ہو جائیں اسکی نظروں میں بارگاہ خدا میں تسہول ہیں۔ نہیں بلکہ اگر کسی نماز سے وہ بات پیدا نہیں ہوئی تو قرآن کی مطلق لغت میں ظواہر کا وہ بے روح پیکر الصلوٰۃ کہلانے کا اہل نہیں۔ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے قانون خدا کو بعینہ اسی نقطہ نگاہ سے دیکھا، اور اسی لیے سب سے ایک دیکھا، سب نے صہلیت اور حقیقت کو پایا۔ اور اگر آج بھی صحیف آسمانی کا مطالعہ اس مقام نظر سے کیا جائے تو پیغام خدا کی حقیقت کو پالینا اور تمام عالم کا ایک نقطہ وجود پر متفق ہو جانا کچھ متعذر نہیں۔ البتہ اس غرض و مطلب کے لیے، اخلاقیان ملت کا قانون خدا کے بحر فکر و علم و نبوت کی عینکے دیکھنا لازمی ہے، جہالت کی تنگ چٹائی اس صراطِ مستقیم کا کچھ فیصلہ نہیں کر سکتی!

مجھے یقین ہو چکا ہے کہ اس قانون خدا اور امر رب العالمین کی حقیقت تک تمام و کمال پہنچنے کیلئے قرآن حکیم سے بہتر کامل تر، واضح تر اور صحیح تر آسمانی کتاب اس دنیا میں کہیں جو نہیں سب آسمانی صحیفے اپنے اپنے وقت نزول سے آج تک کم و بیش لفظی تحریف کا شکار ہو چکے ہیں، ان میں سے کثرت الفاظ و وحی روئے زمین سے کلیتہً ناپید ہیں، اکثر میں مرد و وقت کے باعث رد و بدل وارد ہو چکا ہے حتیٰ کہ خود حاملان وحی کو اس حقیقت کا اعتراف ہے، لیکن لفظی تحریف کا گناہ عظیم انسان نے کم از کم اس کتاب کے بارے میں حتم نہیں کیا۔ قرآن حکیم کے مطالب اور مقاصد میں اگرچہ بے حد معنوی تحریف ہو چکی ہے، اُس کا اصلی اور نبوی منشا جہلا اور علما کی متفقہ تاویل کے باعث اکثر خبط ہو گیا ہے، اُسکے معانی پر عجیب شرعی اور فقهی غلاف پڑ چکے ہیں، اُسکے کسی ایک

امر ہم کا اتنی مفہوم صحیح طور پر سمجھنا ان عالم کے ذہنوں میں باقی نہیں رہا، اُسکے اوامر و نواہی پر اعتقاد کج صرف اقوال اور افواہ تک محدود رہ گیا ہے، اُسکو لوگ جو کچھ مان رہے ہیں مومنوں اور لفظوں، پھونکوں اور استخاروں کے مان رہے ہیں، لیکن اس کے الفاظ بعینہ اور باصلہ موجود ہیں۔ انسان کا بڑے سے بڑا فریب بھی اب اُنکو بدل نہیں سکتا اب کی کچھ کتر بیوت نہیں کسکا محقق کیلئے رہنما بن کر رہے ہیں پر موجود ہونا ایک غیر مترقبہ نعمت اسلیئے ہو کہ صفحہ آسمانی کے صفحہ مطالعہ میں قرآن حکیم کے الفاظ اور تحقیق شدہ مطالب کی مدد نہائی صحیح نشانے خدا کی طرف پہنچی رہ سکتی ہے۔ جہاں اور سب کتب آسمانی اپنی موجودہ حالت میں کسی ایک امر کے بارے میں کوئی حکمی فیصلہ نہیں کر سکتیں، وہاں قرآن اُس امر کے متعلق اپنا قطعی اور آسمانی فیصلہ دے سکتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ جو مشترک باتیں آسمانی صحائف میں اسوقت پائی جاتی ہیں، اور جن کا وجود اس آخری کتاب سے بھی ثابت ہے، اُن سب کا قرآن صحیح معنوں میں مُصدّق بنجاتا ہے۔ اس مقام پر اگر کسی فرعونہ آسمانی کتاب کے اکثر مضامین اور قرآن کے مابین کوئی ماہہ الاشترک ثابت ہو گیا ہے تو اُس فرعونہ کتاب کا اُسکے اپنے عہد نزول میں منجانب اللہ ہونا بھی متحقق ہے۔ الغرض یہ کہ کو علم کے بلند درجے تک پہنچانیکے لیئے یہ گویہ نہایاب از بس بے بہا اور گرانا میہ ہے۔ طالب حقیقت کی انتہائی خوش قسمتی ہے کہ اُن کے پاس کم از کم ایک ایسی کتاب موجود ہے جسکو خدا کے ہاں سچے بڑا رہست ہونے کا اِذعا ہے، اور جو آپ نامحرف اور بے غل و غش خالص ہے، اسکا کام اب صرف اتنا ہے کہ اسکو علم کی کسوٹی پر چکھ کر دیکھ کر سوتا ثابت کر دے، یا اگر وہ اس محک پر پوری نہیں اُتر سکتی تو اسکا ناقص عیار ہونا علی الاعلان ثابت کر کے دنیا کو مذہب کے فریبِ عظیم سے یکسر نجات دلوادے!

یہ وہ خیالات ہیں جنکی بنا پر میں اس کتاب کو ساکنانِ زمین کے سامنے پیش کرنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ مجھے یقین ہو چکا ہے کہ قرآن حکیم اپنی جامعیت اور مانعیت میں، اپنی حجت اور حکمت میں، اپنے علم و خبر میں وہ فقید المثال کتاب ہے کہ اسکا علم انسانی دانست کے ہر ممکن معراج سے بالاتر ہے۔ سب آسمانی کتابیں قانونِ خدا اور دینِ فطرت کے صرف بعض یا اکثر حصوں کو پیش کرتی ہیں مگر یہ نادر الوجود حسیفہ اسکو بہ تمام و کمال پیش کر رہا ہے۔ انسانی معاشرے

اور تمدن، دنیاوی بخت اور امن، علمی تقدم اور عمران، علی فوقیت اور فساد کا کوئی شعبہ نہیں جسکو حاصل اور برسر رکھنے کیلئے اسکے اندر مکمل اور معنی خیز اشارات نہ موجود ہوں۔ تہذیب کے ہر مرحلے میں، عمران کی ہر منزل میں، تقدم کے ہر قدم پر یہ کتاب انسان کیلئے سچی رہنما ہے۔ اسکی انگشت زہنار لامحالہ اسی طرف اشارہ کر رہی ہے جس طرف بالآخر نقصان ہے، اجتماعی ضعف ہے، مجموعی موت ہے! اسکا بخوف خطر علم اسی صراط مستقیم کی طرف ہے جس پر چل کر امن ہے، غلبہ و بقا ہے، نعمت اور عزت ہے! اسکا اہم ترین مطمح نظر امتوں کی اجتماعی حالت کی اصلاح ہے، لیکن اسی مجموعی بہت کثاد کے ضمن میں اسنے افراد کی شخصی فلاح کا اہل دستور العمل بھی پیش کر دیا ہے۔ اسکو روئے زمین پر پہنچنے والا وہ صاحب علم و خبر، وہ مالک سمیع و بصیر، اور وہ عالم الغیب الشہادۃ کہ بنی نوع انسان کے انتہائی ارتقا کو ہزاروں بلکہ لاکھوں برس پہلے دیکھ رہا ہے! صد ہا برس کے گزشتہ واقعات کی سند پیش کر رہا ہے، امن کے لازماًت کی طرف اشارہ کر رہا ہے، خوف کے مقامات سے ڈرا رہا ہے! الغرض جو کہہ رہا ہے قوت اور زور سے کہہ رہا ہے، یقین اور وثوق سے کہہ رہا ہے، غنا اور بے نیازی سے کہہ رہا ہے! اسکا قانون اس قدر مکمل ہے کہ نارسانا نظریں اسیں عیب نگا لیتی ہیں، اسیں کچی دیکھتی ہیں، اسکے متعلق شکوک پیدا ہوتے ہیں مگر علم کی وسعت اور بلند بینی پھر ان شکوک کو مشکوک کر دیتی ہے! ہر شے کے متعلق نئے احوال، نئی معلومات، نئے مقام نظر آئے دن ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور مشکوک کو بالآخر درمندانہ اور سپر انداختہ کر دیتے ہیں! مقام نثار، تعدد از دواج، ممانعت خمر، معاشری مساوات وغیرہ وغیرہ چند در چند ایسے مسئلے ہیں جنکے متعلق دنیا تمدن کے اس مرحلے میں مشکل سے ایک رائے و یک زبان ہو سکے گی، اُنپر جب تک انسانی فطرت کا علم نامکمل ہے بحث کا سلسلہ جاری رہ سکے گا مگر ان مباحث دقیقہ کے متعلق قرآن کے قطعی اور کسی فیصلے وہی ہیں جنہر دنیا کی عام رائے کا اہم ترین حصہ نامحسوس طور پر متفق ہو رہا ہے! وہ وہی ہیں جو تلخ تجربوں، فطری گناہ کی سزاؤں، پست بینی غفلتوں کے سم آلود نتیجوں، افراط و تفریط کے مہلک اور قاطع النسل اثرات اور ترقی علم سے اخذ ہو کر دنیا کو نئی راہوں پر لگا رہے ہیں! دنیا کسی شش و پنج میں گرفتار ہے، صراط مستقیم کی تلاش میں یہ غلط اور وہ صحیح بار بار کہتی رہے، زید سے ہٹ کر عمر کو طرف

اور عروس بکر کی طرف راجع ہو، مگر قرآنی محاکمے ناقابلِ بدل اسلئے ہیں کہ بالآخر انسانی طبیعت انہی کی طرف
 مائل ہو کر رہے گی۔ اپنی فطرت سے بچ کر انسان انہی پر مجبور ہے، انہی سے ہٹ کر شکست و ریخت ہی، انہی پر چلکر
 حفظ و اس ہے! جہاں انفرادی ہے اسی کے عصیان سے ہے، جہاں بالمش ہے اسی کو مان کر ہے۔ قرآن کا بتایا ہوا
 اسلام ایک فطرت ہے جس پر نسل انسانی بلا امتیاز رنگ ملک مخلوق ہے، اس میں کوئی تبدل و تحول
 اصلاً اور طبعاً نہیں ہو سکتا! یہی وہ صراطِ مستقیم ہے جسے سوا کوئی دوسرا خط مستقیم ہدایت ممکن نہیں بہتہ اگر
 لوگ اسکی تلاش میں ایک راہ سے ہٹ کر دوسری راہ پر چل رہے ہیں تو اسکی وجہ کمی علم ہے جس نے فطرت انسانی کا
 علم مکمل ہو جائے گا نہ صراطِ مستقیم سورج کی کرنوں اور مہتاب کی شعاعوں سے زیادہ روشن تر حقیقت ہو جائے گی یہی
 بنا پر قرآن نے اپنے بتائے ہوئے صراطِ مستقیم کے بارے میں کہا ہے: **فُطِرَتِ اللّٰهُ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا**
لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (الزمر: ۶۰)

قانونِ خدا کے متعلق قرآن حکیم کے اجمال اور کمی علم کے باعث بسا اوقات اُسکے بدیہی اغلاق کے باوجود اس کا
 بیان کردہ آئین اہل نظر کی نگاہوں میں اس قدر تین ہے کہ کسی ایسی مختصر کتاب کا اس سے زیادہ امین اور کامل ہونا محال ہے!
 وہ بظاہر ایک ایسے مختصر صحیفہ ہے مگر اس کا دعویٰ اپنے متعلق **تَبَيَّنَا نَا لِكُلِّ شَيْءٍ** ہے! اجمال کے لئے اغلاق
 لازمی ہے مگر اُسکے وحی کرنے والے کا دعویٰ اس کے بارے میں **يَسِّرْ لَّهِ يَسِّرْ لَكَ** ہوا لوگ اُسکو عیاں کرنے کی
 سعی میں قرونوں سے تفسیر کے طومار باندھ رہے ہیں مگر اُسکا اپنا **اَوْعَا الْكِتَابِ الْمُبِينِ** ہی ہے! شرعی علماء اُسکی
 ایک ایک آیت کو لائقِ شرح و بیان بتاتے ہیں مگر اُسکا اپنا محاکمہ **الْكِتَابُ مُفَصَّلًا** اور **تَفْصِيلُ كُلِّ شَيْءٍ** ہے! اُجکل کے
 مولوی اُسکی حکمت میں استدلال کرنا گناہ سمجھتے ہیں مگر یہ آپ **اَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ** اور **لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ** کی صلائے
 عام دے رہا ہے! حدیث کے شیعہ دینی اُسکی کسی ایک آیت کو صحاح ستہ سے بے نیاز نہیں سمجھتے مگر اُسکا اپنا فیصلہ
اَوْ لَوْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ وَرِجَالَهُمْ اور **فَاَنْزَلْنَاهُ بَعْدَ الْيُحْيَىٰ** اور اس کے ایک شیعہ دینی (حضرت عمرؓ) کا فیصلہ **حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ**
وَلَنْتُ وَلِيَّ اسْكُوْلَتِ كَا مَحَلِّجِ كَتَمِ ہیں مگر اس کے بڑے سمجھنے والے اور اسپر بڑے علّٰی کر نیوالے دو سو برس تک اسکو لغت کے

بدون سمجھتے رہے! اسلامی دنیا اسکی ادبی خوبیوں اور شنیدہ فصاحت پر سر دھنتی رہی ہے مگر اسکا اپنا اعلان
 مَا عَلَّمْنَاهُ الشُّعْرَ اور قَانُوا رَبَّكُمْ... اُھدی ہی رہا ہو! اسکے اکثر حامل پچھلی کئی متصل قرونوں سے وہی لوگ رہے
 جو اعمال خدا اور فطرت کے علم سے فی الجملہ نابلد اور تقنیسیات سے اکثر متنفر رہے مگر اسکا روئے سخن بہر نوع لفظی
 یَعْلَمُونَ اور لَقَوْا یُؤْتُونَ ہی رہا ہے! اسکے دشمن پکار پکار کر اور دوست دبی آواز سے کہہ رہے ہیں کہ قرآن کے
 اندر ربط کا کچھ تہہ نہیں لگتا مگر اسنے اپنی بے ربطی کا الزامی جواب الَّذِیْ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضْدَیْنِ ہی دیا ہے!
 الغرض عقیدت مند لوگوں کی اسکے متعلق سخن آرائیوں سے صرف نظر کر کے جو قیسی بات قرآن حکیم کے بغور اور
 پیہم مطالعے کے بعد اخذ ہوتی ہے یہ ہے کہ وہ فی الحقیقت ایک نہایت عمیق اور بلیغ کتاب ہے، اسکے انداز انسانی
 نسل کی اجتماعی مرفہ الحالی کا پورا اور دائمی سامان موجود ہے، انہیں کمال تدبیر اور انتہائی غور و فکر کی پوری
 گنجائش ہے، وہ اپنے دائرے کے اندر مکمل ہے، قیاسات اور آرا کے سب انسانی مجموعوں سے بے نیاز ہے
 وہ آپ صحیح معنوں میں اپنی تفسیر ہے، وہ سب انسان کی بنائی ہوئی اور قابل بدل لغات سے مستغنی ہے،
 اسکی اپنی اور ناقابل تغیر لغت خود اسیکے اندر ہے، اسکا داخلی طریق تسمیہ اسکے اپنے مقرر کیے ہوئے معبود و ذہنی کواد
 کر نیکیے لئے استعارہ کافی ہے کہ کسی خارجی مدد کی اسکو حتمًا ضرورت نہیں، اسکی سب قانونی مصطلحات و آئینی شعارات
 خود اسکے ضمن میں اس صحت اور وقت، اس سلامتی اور کمال سے واضح کر دی گئی ہیں کہ اسکے بعد کسی ایک حصے کے
 مطالب کی صحیح تعین میں شک و شبہ کا گمان تک نہیں گذر سکتا! اسکے ہر لفظ کے صحیح مطلب اور صاحب القرآن
 کے اس لفظ کے متعلق صحیح عندیہ میں وہ حیرت انگیز استقلال ہے کہ اقل سے آخر تک اسکا وہی ایک پیش نہاد
 اجماع امت یا تاویل یا انسان کا نفسانی مکر اسے مقصود کو قطعاً نہیں بدل سکتا۔ اسکی ایک آیت کے صرف ایک معانی
 میں، اسکے متعلق طرز عمل ایک ہو، پیش نہاد ایک ہے، محاکمہ اور عندیہ ایک ہے، سیاق کلام ایک ہے، سابق ایک
 ہے! اسی بنا پر قرآن حکیم اختلاف باحثو کے ہذا انسانی عیب سے قطعاً مبرا ہے! جہاں کہیں اسکی آیتوں کے
 اندر تناقض کا گمان یا تکرار و تخالف کا شائبہ نظر آتا ہے وہیں اُن کے الٹی مطالب سمجھنے میں کسر رہ گئی ہے، وہ کہہ کر

مقامات اور موٹے موٹے جزیروں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ لوگ اس طرز بیان کے شہسازانوں ہوتے ہیں اور بادی نظریں ان کے باطنی ربط کو نہیں دیکھتے، وہ نہیں دیکھ سکتے کہ ان سب بیانات کی تہ میں ایک قابل التفکاک تعلق ہے، ان کے نیچے ایک مشترک اور مضبوط زمین ہے، ایک طبعی اور غیر منقطع منطقی تسلسل ہی پہاڑوں کی سرنگھٹ چوٹیاں علیحدہ علیحدہ نظر آ رہی ہیں مگر ان کے واسن اور وادیاں انکی بنیادیں اور مشترک قواعد ان کے عمیق علم کے محیط میں غرق ہیں۔ وہ خود انکو بے گمان طور پر دیکھ رہا ہے، مگر لوگ اپنی نظریں کے باعث جلد مضطرب ہو جاتے ہیں؛ عیسیٰ علیہ السلام کا پہاڑی پردیا ہوا وعظاً آجتکے ربط نظر آتا ہے، اُس کے انسانی الجملہ کوئی منطق اور ترتیب نظر نہیں آتی، اُس کے سب محاکے بادی الزائے میں متفرق اور غیر تعلق دکھائی دیتے ہیں، ان سے کوئی مستقل نتیجہ قانون خدا کی ماہیت کے بارے میں مرتب نہیں ہوتا، تاہم یہ بات ہر عیسائی اور غیر عیسائی کے نزدیک مسلم ہے کہ پہاڑی کا وعظ اس اولو المعزم نہی کا سب سے مشہور، سب سے مکمل اور سب سے زیادہ نتیجہ خیر وعظ تھا! نہیں بلکہ نصارے کا شنیدہ اعتقاد صدیوں سے اُس کے متعلق یہ رہا ہے کہ عیسائیت کی روحانی تعلیم بہ تمام و کمال سی وعظ کے اندر مضمر ہے۔ لوگ آجتک اکثر نہ سمجھ سکے کہ دل کے غریب، بعینہ کون لوگ ہیں اور آسمان کی بادشاہت کیا ہے اور کیونکر انکی ہو؟ حلیم کون اشخاص ہیں اور زمین کی دراشت کیونکر انکو مل رہی ہے؟ پاک دل ہونی سے کیا مراد ہے اور خدا کا دیدار کیونکر انکی کا حصہ ہے؟ مسیح نے تورات یا پہلے جیسوں کی کتاب کو کیونکر منسوخ ہی نہ کیا، بلکہ مکمل کیا حالانکہ عیسائی اور یہودی ہیں آج کوئی بات مشترک نظر نہیں آتی، ڈوبنے کال پر طمانچے والی تعلیم سے کیا مراد ہے، شمول سے پیار کرنا کیونکر دین فطرت ہو سکتا ہے، کل کی فکر نہ کرو کیونکہ کل اپنی چیزوں کی آپ ہی منکر کر لینگا، کس طرح پر ایک باعل اور وارث زمین بنائے شخص کی تعلیم ہو سکتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ جہانیک ایک سطحی نظر سے تمام کو دیکھا جائے اس کے اندر کوئی منطق کوئی متفق علیہ دلیل، کوئی تسلسل، کوئی صغرے کبرے ثابت نہیں ہوتا۔ بڑے سے بڑا نتیجہ جو ایک نتیجہ کس شخص اس سے نکال سکتا ہے یہ ہے کہ یہ ایک مذہبی اور انفرادی تعلیم ہے جو دنیا کو رہبانیت کی طرف ایجا رہی ہے ایک نیا دانش کلاس سے چنداں متمتع ہونا اور بس متعذر ہے۔ لیکن ابھی دو پرس نہیں گزرے کہ

اسی طمانچے والی حلیم بنانیوالی تعلیم کے ایک جزو قلیل کو سزین ہند ایک متقدماور باعمل سیاسی رہ نمائے صحیح طور پر لیا، اور اگرچہ اسکی تمام منطق کو سمجھنے سے وہ فی الجملہ قاصر رہا لیکن اُسپر کما حقہ عمل پیدا کرنے کی سعی کی، اور لوگوں کو اُس اہل روحانیت کی ترغیب اور وراثت زمین کا نصب العین پیش کر کے چند مہینوں کے اندر وہ ماحول پیدا کر دیا کہ انگریزی حکومت کے اوسان خطا ہو گئے! لیکن نبی کی تعلیم کا یہ لشکر انگیزہ رلبط اور اسکا ضابطہ مستقیم صرف اُسی شخص کو حاصل ہو سکتا ہے جسکی نظر بحد وسیع ہو، تعصب کی تنگ نظری اسکے رلبط کو نہیں دیکھ سکتی!

انبیاء کی تبلیغ یک طرفہ، دنیا کے اور بڑے معلوم کا کلام بھی بسا اوقات سطحی نظروں میں بے ربط معلوم دیتا ہے۔ بسکین کی اکثر فلسفیانہ تصانیف اور مضامین میں ایک غلاق ہے جسکے حل کرنے کے لیے ذہن کو ناگوار تکلیف برداشت کرنا پڑتی ہے۔ مولانا روم کی مثنوی کے اشعار میں مصنوعی لگاؤ کا معلوم کر لینا آج بھی آسان بتا نہیں، وہ سب کے سب نظم و متیوں کی طرح لڑھکتے دکھائی دیتے ہیں اور بہت کم اشخاص مصنف کے صحیح عندیے کی تشریح کر سکتے ہیں! خود کار لائل جس نے عرب پیغمبر کے لائے ہوئے قرآن کو پریشان خیالات، کہہ کر اسکی تخفیف کرنی چاہی ہے، اکثر اوقات اپنی تصنیفات میں اسی عظمت کا مصنوعی رنگ پیدا کرنا چاہتا ہے، اگرچہ وہ آپ کسی بڑے پائے کا معلم ہیں اور دینی زبان سے معترف بھی ہے کہ اسی پریشان خیالات کے مجموعے نے عرب کو تمدن کے فلک الافلاک تک پہنچا دیا تھا! اسطو کے اکثر اقوال مغلط ہیں، بلکہ اُسکے سلسل مضامین بھی کئی کئی بار پڑھنے کے بعد سمجھ میں آتے ہیں غالب کے دوسرے عربوں کے درمیان بعض اوقات رلبط ٹھیک طور پر قائم نہیں ہوتا، نیوٹنی است لال کے دو متصل مراحل میں مبتدی کو اکثر اوقات دشواریاں پیش آتی ہیں۔ الغرض جہاں جہاں کسی مقتدر تصنیف میں کوئی غلاق نظر آتا ہے، جہاں الفاظ کی بے انتہا کمی اور مضمون کی بے انتہا کثرت ہے، جہاں منطق پر بلاغت اور عمق مطالب نے پردہ ڈال رکھا ہے، جہاں واقعات اور نتائج کو اسقدر اہمیت ہے کہ دلیل ایک ثانوی اور تابع شے بن چکی ہے، جہاں علم کا پیدا کیا ہوا استغنا جمل کے متفقہ عجز و احتجاج کی پروا نہیں کرتا، اور سچائی کے

زور پر تسلیل و تشبیح سے بے نیاز ہو چکا ہے، وہیں حقیقت کی پردہ نشین عروس جلوہ گر ہے! وہیں سچا اور لازوال حسنِ مستور ہے! انہی بندہ نما اور مخلوق دہیچوں کی ادٹ میں محسنی کی شرمسار معشوقہ حجاب آرا ہے! اصلی اور بے مثال حسن کو نمائش اور اعلان کی ضرورت ہرگز نہیں ہوتی، اسکی آبت تابا و مجربیت ہی مجربیت میں ہے، انہیں دعوت اور تشہیر نفس کا ادھیچا پن قطعاً نہیں ہوتا، اسکا ستور رہنا ہی نقاد نظروں کے لئے ہلا کی دعوت ہے! بہترین میٹج ہے! پیام وصال ہے! بوسہ پیغام ہے! نہیں بلکہ بسا اوقات نظر انتقاد کی تاریں بھی حجاب بن کر اسکو چھپا لیتی ہیں اور ظاہر ہو جانے کی خفقت کو برداشت نہیں کر سکتیں!

قرآن اگر اُس خالقِ زمین و آسمان کا کلام ہے، اگر وہ اُس مالکِ شمس و قمر کے عرب پیغمبر کے قلب پر نازل کئے ہوئے الفاظ ہیں، اگر وہ فی الحقیقت اُس معلمِ اول اور اُس ادب آموز ازل کا ساکنانِ زمین کو آخری درس ہو تو سیکھ کی نظروں میں اسکا غیر مربوط و ناہمی کی بری سے بڑی خوبی ہے۔ وہ گرم و بوط ہو سکتا ہے تو اُن ہونوں کے اندر جنہوں نے اس کائناتِ عظیم کے چپے چپے کو دیکھ مارا ہے، جنکو اس صحیفہِ فطرت کے رازِ دروں کا اکثر علم ہو چکا ہے، جنکو علم کی بلند نگاہی اور حقیقت کی وسیع نظری آسمانوں اور ستاروں کے افق اعلیٰ پر لے گئی ہے، جو عقلی منطق کے صغریٰ و کبریٰ سے بے نیاز ہو کر واقع الامر کی قطعیت تک پہنچنے کے دیپے ہیں، جو شرط و جزا، سبب اثر، اور علت و معلول کے اس عظیم الشان موسیقی ساز میں ایجاب قبول کی ٹھیکہ سروں اور قضا و قدر کی پوشیدہ نواؤں کے محرم ہیں، جنکو اس بظاہر بے ڈیل ڈول، بے مرشد، نامنظم، استبداد سے بھری اور افراط و تفریط سے پر دنیا کے اندر ایک حیرت انگیز توازن، ایک محیر العقول عدل و تسویہ، ایک بہتر تقویم اور تنظیم نظر آرہی ہے! خدائے زمین و آسمان اپنے کلام میں اس امر کا تحمل ہو نہیں سکتا کہ مبنیوں کی طرح انسان کو حروف ہجا سکھائے، پھر حرفوں اور جملوں کو آپس میں جوڑے، پھر جملوں اور فقروں میں ربط و کھلاتا پھرے، اُس کا کمال عاطفت یہی ہے کہ اعلان کر دیا کہ یہ کتاب مکمل ہے، مفصل ہے، گنجینہ علم و حکمت ہے انسان سے اسکا مشیل پیدا ہونا محال ہے، آسان ہے، مبین ہے، اختلاف سے برتر ہے، صاحب علم و فکر قوم

کے لئے ہو، ہدایت اور رحمت ہے، نور و شفا ہے، مربوط ہے! یہ امور بجائے خود اسکی حقیقت کو اظہر من الشمس کے ہیں، اب انسان کا فرض ہے کہ اس میں یہ خوبیاں دیکھنے کی سعی والا یطاق کرے، علم کی محاک پر آزمائے، حکمت کے معیار پر اُتارے، مربوط المطالب بنانے کی سعی کرے، اول سے آخر تک واحد المطلب ثابت کرے، والا اسکو مسترد کر دے! بڑی سے بڑی اور ناقابل انکار دلیل اس کے مربوط اور نتیجہ خیز ہونے کی یہ ہے کہ دنیا کے ایک انسان نے اسکو لیا، قیثیں برس کی زہرہ گداز تکلیف کے بعد اسکی تعلیم کو لوگوں پر اظہر من الشمس کر کے اس کے ایک ایک حرف، جملے اور فقرے کے اندر وہ ناقابل انشقاق ربط، و منطقی تسلسل، وہ شرط و جز کا قطعی اور عملی ماحل پیدا کیا کہ ایک نیا اسکو دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئی! اگر آج علت و معلول کا وہ آسمانی پیکر، وہ خدائی برہان کا مجسمہ کُبر ہے، وہ حجتہ اللہ علیہ الغیہ وہ مشیت ایزدی کا ناقابل بدل موقع انسان کے نسیان و فرس کے باعث بے دلیل اور بے ربط بن چکا ہو تو اس میں آسمانی صحافت کی ادارت کا کیا گناہ ہے؟

خدا کے کہے ہوئے الفاظ اگر عامۃ الناس اور جملہ کی نظر میں پریشان اور بے ربط رہے ہیں تو خدا کی بنائی ہوئی فطرت ابتدائے آفرینش سے آج تک عوام کی نگاہوں میں اس سے کہیں زیادہ بے ربط رہی ہو؟ معلوم آج بھی خدا کی بنائی ہوئی آتش چیزوں کے درمیان کوئی ربط نہیں دیکھتا، اسکو اکثر مخلوق بے لہم اور بے سبب نظر آ رہی ہے! اکثر حشو اور بے سلیقہ ہے، وہ سمجھتا ہے کہ اکثر کے بدون کام کل سکتا ہے، اکثر کے نہ ہوتے ہوئے انتظام اور آرام بہتر ہو سکتا ہے۔ درخت کی شاخوں میں ایک ناخوش آئینہ بندی ہے، دریا کی پچ و پچ راہوں میں تکلیف دہ کچی جو جنگل کے درخت، سمندر کی بے پایاں مخلوق، موسمی حشرات الارض، آسمان پر بکھرے ہوئے تارے اس کے نزدیک سب بے وقعت ہیں، وہ چٹھرے فی الجملہ ناخوش ہے، کتھی کو دخل در معقولات سمجھتا ہے، بلی کا خوب صورت کتبہ کو گنجانا اس کے نزدیک ظلم ہے، مرغ کا کوڑے کو بے ڈکار ہضم کر لینا گناہ ہے، مادر زاد اندھا اسکو کپکپا دیتا ہے، نیم کی زہرہ گداز آئیں، جوان کی ناگماں موت، چینیل سے گلی ہوئی ڈانگ، نگو کار کی موت آلودہ گودھی، زنا کار کے سر بفلک محلات میں اسے اول سے آخر تک ایک نامور تقسیم، ایک بے مطلب فساد، ایک بے سبب ظلم

ایک نا ضروری تشدد، ایک ناقابل انکار استبداد نظر آ رہا ہے۔ نظم و نسق، مساوات اور عدل، صلح و فساد، فقر اور ایجاد کے مسئلہ اصول کے مطابق بادی النظر میں اُسے اس دنیا کے اندر کوئی سلیقہ، کوئی تدبیر، کوئی تجویز نظر نہیں آتی۔ وہ اس دنیا کی طرف آرائیوں اور بدنائیوں کو دیکھ کر ہر اوقات اس کے اندر کسی مجبور اعلیٰ کے وجود سے بھی انکار کر گیا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ سب کچھ جو سامنے نظر آ رہا ہے حُسن اتفاق کا ایک حیران کن اور دلربا منظر، یا سورہ تدبیر کا ایک مکروہ اور فساد آرا منظر ہے مگر توازن اور ربط اس کے اندر قطعاً نہیں، منطقی دلیل قطعاً نہیں، علت و معلول کشش نہیں! یہی باعث ہے کہ علم و جبل کے مختلف مرحلوں میں انسان کا خیال خدائے واحد کے وجود سے ہٹ کر متفرق خداؤں کی طرف بکھینچا گیا ہے۔ جو شے بذات خود حیران کن تھی بجائے خود خدا بن گئی، کہیں سورج ایک دیوتا تصور ہونے لگا، کہیں کوئی دریا خدا بن گیا، کہیں لگ منظر اللہ بن گئی، کہیں برہمچریں تقسیم ہو گئی، پیاریاں جٹوں اور ہوتوں سے متعلق ہو گئیں، آفتوں اور آسیبوں کے الگ علم پرور مقرر ہو گئے، جہاں معلول کے تپے ہوئے علت ناپید تھی وہاں علت بنالی گئی، جہاں علت موجود تھی معلول فرض کر لیا گیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر جبل کی ذہنی طوائف الملوکی نے انسان کو مدتوں تک یہ توفیق نہ دی کہ وہ ان سب ظواہر فطرت کو اپنے دماغ میں مناسب مقام دیکر انکو سب سے پہلے ایک طبعی ترتیب دے، پھر ان سب کے درمیان ایک علت و معلول، ایک شرط و جزا، ایک علت و اثر قائم کر کے ان سب کو ایک علت **لعلل** کے ماتحت لائے اور کائنات فطرت کے اس ہنگامہ عظیم کو واحد بالذات ثابت کر دے۔ اب بھی جہاں جہاں حالت کی حکومت قائم ہے فطرت کی یہ ظاہری بے ربطی خداؤں کو الگ کر رہی ہے اور اگرچہ خدا کا کلام آہنگ بند لوگاں فیہما آلہما لا اللہ لفسدناہ پکار رہا ہے مگر جب تک جاہل کو اس دنیا کے اندر فساد کی صورت نظر آ رہی ہے، جب تک علم کی روشنی مشرق اور مغرب کے، شمال اور جنوب کے، آسمان اور زمین کے درمیان، نہیں بلکہ پانی اور لگ کے درمیان، کتھی اور پھول کے درمیان ایک ناطق اتحاد اور فیصلہ کن تعاون نہیں قائم کرتی، جب تک نظم و عدل کا سفلی اور تنگ تنخل آسمانی وسعت سے ہم آغوش ہو کر نار و کوکب سرودا، غلط کو کیس صریح اور زمین کو آسمان کا ایک جُز ثابت نہیں کرتا تب تک کائنات فطرت کا مربوط نظر آنا یا اس کے باعث اول کا ایک

دیکھ سکتیں، اسکو دیکھ کر کھسیانی اور پزار ہو جاتی ہیں، جاہل نے اُسکے ٹکروں کو الگ الگ کر دیا ہے، کم ہیں اُس کے اکثر الفاظ کو حشو اور زوائد سمجھ رہا ہے، مولوی اسکو علی الحساب رواں پڑھ لیتا ہے، حافظ اسکو الگ بڑبڑا لیتا ہے، کوتاہ نظروں نے اُسکے حصوں کو ایک کر الگ الگ بت کھڑے کر دیے ہیں، صوفی اُسکے ایک ٹکڑے میں تو غل عظیم کر رہا ہے، عاکف اُسکے ایک حصے کو سیاق سے الگ کر کے لا تقربوا الصلوة کا منظر پیدا کر رہا ہے، فوندھوں کی شہو حکایت کی طرح کوئی اس باقی کو چھت کا ستون کہہ رہا ہے، کوئی ٹکڑے سے تشبیہ دے رہا ہے، کوئی دیوار یقین کر رہا ہے! الغرض ہر قرآن کا ہیسنے والا خدا الگ ہے، ہر سورۃ اور آیت کا خدا الگ ہے، ایک حصہ دوسرے حصے کے بالمقابل صف آرہے، قدم قدم پر اختلاف پیدا ہے، بات بات پر تفرق ظاہر ہے۔ ایک تجوید، ایک لائحہ عمل، ایک تدبیر، ایک منتہائے عمل، ایک بطو تسلسل، ایک راہ قرآن کی کسی شے سے ثابت نہیں ہوتا یہی باعث ہو کہ اس کتاب عظیم کے نامہ **خدا** ہونی سے آج فیصدی مسلمان انکاری ہیں، دل میں انکار موجود ہے، ذہن باغی ہے، اعضا سن ہیں، زبانی استرار لاکھ ہو مگر اُسکے کچے پڑن قدم چلنا سچ مج چلنا گوارا نہیں یہ سب کچھ بے علمی کا ایک دردناک منظر ہے، ہمالیہ کا تہلکہ انگیز جمود ہے مگر اسکی کبیر علم کے ماسوا کچھ نہیں۔ قرآن حکیم نے اپنے مرن جانب اللہ ہونے کی سکت دلیل بھی اَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْفُتُورَانَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا یہی دی ہے مگر عدم تدبر اور کمی علم نے اختلاف کثیر اسقدر پیدا کر دیا ہے کہ آج صحیح معنوں میں اُسکے مرن جانب اللہ ہونے پر شک ہو، اُسکے احکام کی قطعیت پر شک ہے، اُنکی نافعیت پر شک ہے، مزدکار پر شک ہے، نفس امر پر شک ہے! وہی **لَقَدْ كَذَبْنَا** والی دلیل جو قرآن حکیم نے آسمان و زمین کو ایک صناع عظیم کی صنعت بتا کرنے میں دی تھی یہاں بھی اپنا اثا کام کر رہی ہے۔ جب مطالب میں فساد ہے، جب ایک آیت دوسری آیت سے علانیہ برسر پیکار ہے، جب قرآن کے اندر کُرام مجاہد ہے، تو قرآن کا بنانے والا کیوں ایک ہو، ہر آیت کا خدا الگ کیوں نہ ہو، فرقہ بندیوں کیوں نہ ہوں، جمود اعضا اور فساد ذہن کیوں نہ ہو، نہیں باطنی انکار کیوں نہ ہو! قرآن کو سمجھنے کے لئے انتہائی تدبر اور علم کی ضرورت کسی زمانے میں اسقدر تھی، اسکو تمام و کمال لیکر

اسکے ہرگز سے پرچشیت مجموعی غور و فکر کرنا اس قدر درکار تھا، ہر ایک حصے کو سب سے منطبق اور سب کے ساتھ متوافق کر کے ایک لائحہ عمل اور ایک صراطِ مستقیم مستنبط کرنا اس قدر اہم تھا کہ خود صاحبِ امتِ قرآن نے سرور کائنات کو تنبیہ کی کہ اُسکے مطالبِ سچے میں جلد بازی مت کرو، بات کے پورا ہونے پہلے اور اُسکے تمام و کمال وحی ہونے سے پیشتر اپنے تجلی کے گھوڑے مت دھڑاؤ، یہ خدائے زمین و آسمان کا کلام ہے، اثباتِ بات نہیں، علم کا کمال ہی تم کو اسکی انتہائی حکمت پر پونچھائے گا، اسی کو اپنے اندر زیادہ کرو اور اسیکی زیادتی کی دعا مانگا کرو، وَلَا تَجْعَلْ بِالْعُرْوَةِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَنْفُضَ إِلَيْكَ وَحْيَهُ ذَوْقُ رَبِّ ذَذْنِ عَلَمَاءِ یہی وجہ تھی کہ تینیس برس میں حبسِ جہنم اتارا اور رسولِ عظیم کے قلب پر ایک ایک آیت اس طرح کا نقش فی الحجب کر دی کہ اُس یقین کا ہیجان صدیوں تک قائم رہا، مسلمان جو کچھ سمجھتے ہیں سچتے ہیں، اسکو ایک رات کے اندر سو سو بار پڑھ کر مُردوں کو ثواب پہنچاتے ہیں، اسکو جُردانوں اور غلافوں میں لپیٹ کر مکر سے چوستے چاٹتے ہیں، بالائے طاق رکھیں یا انکھوں پر لگائیں اور کام کے وقت اسکے لیے دس قدم نہ چلیں مگر یہ وہ کلام ہے جسکو اس زمین پر پہنچنے سے پیشتر خدای (معاذ اللہ) تینیس برس تک سوچتا رہا، جسکے سمجھنے کیلئے اُسکا رسول تینیس برس تک ذذنی علما کی دعا مانگتا رہا، جس علم کے وارث قرونِ آؤں میں وہ علم سار بنے جن کا علم بنی اسرائیل کے نبی یسار کے علم کے برابر تھا جو فطرت کی طرح خوبصورت ہے پسکیران ہے، منظم ہے، ہمیشہ شال ہے، قطعی اور آخری ہے، اور جو آج جہلا کے منہ چڑھ کر وہ پیش پا افتادہ بات بن گئی ہے کہ زمین و آسمان اس ناقدر شناسی کو دیکھ کر لرز رہے ہیں، وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كُنَّا نَزَّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنَ جُمْلَةً وَاحِدَةً كَذَلِكَ لَنُكْفِتَنَّ بِهِ فَوَادَكَ وَذَلَّلْنَاهُ نَكْفِتَنَّهُ (الفرقان)

کسی قانون کے شایانِ شان یہی ہے کہ واحد المعانی ہو، متوافق لمطالب ہو، اسکی کسی ایک دفعہ سے ایک اور صرف ایک مطلب نکل سکتا ہو، انہیں تاویل اور مکر کی گنجائش قطعاً نہ ہو، اسکو جس صورت اور نظر سے دیکھا جائے اُسی ایک پہلو پر ٹھیک بیٹھ سکے والا وہ قانون قانون نہیں مجتہدِ فساد ہے، محشرِ ستانِ خلافِ ہی کشت زارِ نزاع قانون میں تاویل کا ممکن ہونا اتحادِ عمل کو توڑ دیتا ہے، لوگ اپنی اپنی پسند کے پروانوں کو دلیکمرست ہو جاتے ہیں

ایسی ناکر سوچتے ہیں یا ایک دوسرے کے خلاف علم نصب کر لیتے ہیں، پہلے یہ نہ وہ مطلب جو اجڑے قانون
 سے پیش نظر ہوتا ہے کیسے خبط ہو جاتا ہے، اور وہ سپیکر کر دیا کسی معنوں میں قانون نہیں رہتا! رعیت کے کسی
 فرد نے آج تک حکومت وقت کے بنائے ہوئے قانون کی تاویل نہیں کی، کوئی انجمن اس غرض
 سے منعقد نہیں ہوئی کہ اپنے ملک کی کتاب تعزیرات یا اسکے نظام نامے کی کسی دفعہ کو لیکر اُس کے آسان اور سبب
 معافی تجویز کرے اور اس طرح پر بادشاہ وقت کو اپنا ہم آہنگ کر سکے۔ ایسے ستم ظریف گروہ کی مثال سادہ لوح
 کبوتر کی ہے جو بلی کو آتے ہوئے دیکھ کر انھیں بچ لیتا ہے اور چند لمحے آرام کے گذار کر موت کے منہ میں جا پڑتا
 ہے! ہر منظم اور مقتدر حکومت کا قانون اصلاً ایک ناقابل تاویل شے ہے، اُس کا صحیح اور واحد عندیہ خود اسی کے
 الفاظ کے اندر ہے، اُسکی مطلق اور شرح طلب اصطلاحوں کی تشریح وہیں موجود ہے، کسی شخص کے ذاتی قیاس
 یا رائے کو اسکی تعین میں قطعاً کچھ دخل نہیں! گناہ کی نوعیت ہی تو وہیں ہے، فرد جرم ہے تو وہیں ہے، سزا ہے
 تو وہیں لکھی ہے۔ مجرم اس سزا سے گریز کرنے یا اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنے کی ایک لاکھ سبیلیں پیدا کرے
 لیکن حاکم وقت کے فیصلے پر کسی تاویلوں کا کچھ اثر نہیں ہوتا، کوئی ویسل یا پیرو کار اس امر کا مجاز ہو نہیں سکتا کہ
 مجرم کو سچائی کے لئے نفس قانون کے معافی بدل دے یا اُس کا مقصود اور پیش نظر اپنے منشا کے مطابق تسلیم کر لے
 اگر شہادت اور حالات سے ثابت ہو کہ جرم ہو چکا ہے تو سزا اٹل ہے، اسکو آئی ہوئی نہ سمجھنا یا اُسکے بارے میں
 بحث امیدیں اور لاطائل مکرنا بچا لٹ ہے۔ پس قانون خدا کی تعین و تشریح میں نہ کوئی اجمال انت
 مفید ہو سکتا ہے، نہ ذاتی قیاس و رائے، نہ تاویل سے کام چل سکتا ہے۔ نہ علمائے قانون کے انفرادی یا متفقہ
 فتاوے مفید ہیں۔ وہ بذات خود اسقدر محکم اسقدر اٹل، اسقدر ناقابل بدل اور ناممکن التحریف شے ہونی چاہیے کہ
 فاطر زمین و آسمان بھی اسکو بدلنا نہ چاہے۔ وہ اُسکی مشیت کے عین مطابق اسقدر ہو کہ اس میں تبدیلی محال ہو، اس قدر
 سوچ بچار کے بعد نافذ کیا گیا ہو کہ اُس پر نظر ثانی یا منہج کی ضرورت نہ پیدا ہو، اسقدر مقرر و متعین شے ہو کہ اس میں
 گھٹاؤ اور بڑھاؤ کی گنجائش باقی نہ رہی ہو، اسقدر مطابق اور متوافق ہو کہ سب کا سب ایک ہی مقصد و نیت کی طرف

کرنیے اسوقت تک اعراض کریں گے جب تک کہ انکو صحیح اور یقینی علم حاصل نہ ہو جائے۔ بایں ہمہ ان کے سچ اور
وحید المعانی ہونے پر سچا اور غیر متزلزل یقین رکھنا ہر حامل قرآن کا فرض ہے۔ اس یقین کے بعد ان کے
 صحیح مقاصد کی تلاش میں لگے رہنا عین ایمان ہے، انکو سمجھنے اور انکی وساطت سے نئے راہ عمل دریافت کرنے
 کی خاطر اپنے علم کو وسیع کرتے رہنا شرط اسلام ہے، وغیرہ وغیرہ۔ ایک معتد بہ حصہ اس قانون کا بالکل عیاں ہے
 ہمیں کسی تشبیہ، کسی تاویل، کسی التواء، کسی مکروفریب کی قطعاً گنجائش نہیں۔ یہ محکمات ہیں، اور یہی اصل
 قانون ہے، اس کے ماسوا جو ہے فرع ہے مگر اہم اور ضروری ہے:

هُوَ الَّذِي أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي
 فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلَةٍ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ
 إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ رَبَّنَا
 لَا تَجْعَلْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ
 النَّاسِ لِيَوْمٍ لَا يُخَالِفُ فِيهِ إِلَّا اللَّهُ لَا يَخْلُفُ لِمُعَادِهِ (آل عمران)

۴۱۔ اسے پیہرا خدا وہ صاحب فضل و کرم خدا ہے جس نے تمہیں یہ قانون دیا۔ اس میں بعض آیات اپنے مطالب میں محکم ہیں (مُحْكَمَاتٌ)، اور یہی قانون خدا کی اصل و اساس ہے
 (أُمُّ الْكِتَابِ)، بعض باوی النظر میں متشابہ مطالب ہیں (تَشَابَهَ مِنْهُ) اس کے بارے میں بھی واحد ہے، ترجمان لوگوں کے دلوں میں رکھی علم کے باعث، کبھی اور کم نہیں ہے
 تو فساد رائے یا اختلاف کٹر کرنے کی غرض سے (ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ) یا کم از کم اصل مقصود کی تلاش میں (ابْتِغَاءَ تَأْوِيلَةٍ) ان ہمہ آجوں کے پیچھے اپنے علم میں ترقی کیلئے
 بغیر لگے رہتے ہیں، حالانکہ امر کے سوا ان کے اصلی مقصود اور تین میں (تَأْوِيلَةٍ) کا علم کسی کو نہیں ہوتا۔ البتہ جو لوگ علم میں بڑی پانچواں رکھتے ہیں (وہ جب ان
 آیات کے صحیح مقاصد تک نہیں پہنچ سکتے تو کہتے ہیں کہ ہمارا ان کے سچ ہونے پر پورا یقین ہے، اگرچہ صحیح مطالب معلوم نہیں، یہ سب ہمہ خدا کی طرف سے ہیں
 (جس کا علم تمام عالم پر حاوی ہے) اور قرآن حکیم سے وہی شخص متسل نتائج اخذ کر سکتے ہیں (يَذَّكَّرُ) جو ارباب علم و دانش ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو خاموشی سے دانش کے
 ہر حصے میں زبان حال پکارتے ہیں کہ اسے ہمارے پروردگار، توراہ و کلامائے پیچھے ہمارے دلوں کو قرآن کے متعلق کچھ نئی کی طرف مائل نہ کر اور اپنی سرکارت سے ہر کچھ
 علم عطا فرما کر کسی تیری بڑی رحمت ہے، یہ شک تیرا ہی بخشش کرنے والا ہے اسے ہمارے پروردگار توراہ و تفسیرات کو جس کے واقع ہونے میں کوئی بھی شک نہیں سب
 لوگوں کو اکٹھا کر کے ان سے ان کے اختلاف کے متعلق باہر پر (کرنے والا ہے) سب کو یہی توفیق دے کہ تیری آیات، دینیات کے متعلق کوئی اختلاف پیدا نہ کرے کہ باعث ہوا
 اور متحاصل بنے رہیں) اس میں شک نہیں کہ تو اپنے وعدوں کے خلاف نہیں کرتا اور یہ پرسش ضرور کر کے رہیگا

متذکرہ صدر ترجمے میں آیات اسی تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ (۲۱۳۶) اور تِلْكَ آيَاتُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٍ مُبِينٍ (۱۱۳۶) اور تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ وَقُرْآنٍ مُبِينٍ (۱۱۳۵)
 وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ (۲۱۳۶) کو پیش نظر رکھا گیا ہے جن میں قرآن کو کتاب مبین کہا گیا ہے آیات، بَلْ هِيَ آيَاتٌ يُتْلَىٰ فِي صُورٍ مُّتَنَادٍ وَأَوْفَىٰ نُفُوسٍ (۲۱۳۶) اور كَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ آيَاتٍ
 مُّبِينًا وَكَذَلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ مَا قَدْ مَضَىٰ (۱۱۳۵) سے شروع ہو کر قرآن صاحب علم لوگوں کے سینوں میں تین ہوا اور اہل آیات تین آیات تین ہیں۔ کِتَابٌ مُّفَصَّلٌ آيَاتُهُ مُتَنَادٍ مُّتَعَارِفًا يُقْرَأُ يُتْلَىٰ (۲۱۳۶) سے شروع ہو کر قرآن صاحب
 علم کو کہنے پر متذکرہ آیات، هَذَا نَقُصُّ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ كُلَّهُ وَرَحْمَةً لِّقُلُوبٍ مُّؤْمِنَةٍ (۲۱۳۵) اور كَذَلِكَ يُزِيلُ الْفُتْنَةَ وَلِكُلِّ شَيْءٍ قَدَرٌ مَّا يُغْنِي عَنْهُ اللَّهُ لَعَلَّكُمْ تُفْهِمُونَ (۲۱۳۵) اور كَذَلِكَ يُزِيلُ الْفُتْنَةَ وَلِكُلِّ شَيْءٍ قَدَرٌ مَّا يُغْنِي عَنْهُ اللَّهُ لَعَلَّكُمْ تُفْهِمُونَ (۲۱۳۵)
 يُتْلَىٰ لِقَوْمٍ يُفْهِمُونَ (۲۱۳۵) میں دیکھتے ہیں کہ قرآن کی تفسیر ہی کی ہے۔ آیت کِتَابٌ مُّفَصَّلٌ آيَاتُهُ مُتَنَادٍ مُّتَعَارِفًا يُقْرَأُ يُتْلَىٰ (۲۱۳۶) سے شروع ہو کر قرآن صاحب علم
 میں کہا گیا ہے کہ قرآن تفسیر کے لئے ہو اور اولیٰ الالباب ہی اس سے نتائج اخذ کرتے ہیں۔ ان سب آیات الہی کو نظر نہ کر کے متذکرہ صدر مطالب کی صحت عیاں ہے +

قرآن حکیم کا اپنے بارے میں یہ حیرت انگیز اعلان فی حقیقت اس امر کی بالواسطہ دلیل ہے کہ وہ سب کا سب واحد المعانی ہے، فاطر زمین و آسمان کا عندیہ اس کے ایک ایک حرف اور ایک جملے کے متعلق ایک ہی ہے، لا مبدل لہ^۱ لکلمتہ^۲، یہ فی حقیقت انسانی علم کی کمی ہے جو اس کے مطالب کو مشکوک یا مستعد کر رہی ہے، ایک سلامت رو آیت کے اس کے مطالب کی صحیح حفاظت ایسی سوج ہو سکتی ہے کہ کسی ایک زمانے کی تشابہ آیات کو اپنے دائرہ بحث سے بحیر خارج کر دے لیکن اعمال خدا اور صحیفہ کائنات کے علم کو حتی الامکان وسیع کرتی رہے، پھر اگر علم کی وسعت کے باعث نور کے دراز اس قدر کھل گئے ہیں کہ وہ حقیقت جو الفاظ کے اندر چھپی بیٹھی تھی خود بخود عیاں ہو رہی ہے تو ایسی علم و وحدت کے نور پر اس کو الم نشرح کرے اور پھر معانہ اس کو محکمات میں داخل کر کے اسپر عمل پیرا ہو جائے۔ مثال کے طور پر اگر کسی زمانے کے حکماء کا ناقص علم فطرت سوج کے عظیم الشان گڑے کو فضائے اثیری میں ساکن متصور کر رہا ہے درآخی البیکہ قرآن حکیم کا مثل محاکمہ اس امر کے متعلق وَالشَّمْسُ بَجَرٍّ لَّیْسَتْ بِفَیْضٍ لِّمَا یَکْفُرُونَ تَقْدِرُ اُولَی الْعِزِّ نَزِیْرُ الْعَذَابِ^۳ موجود ہے تو یہ آیت بلاشبہ اُس زمانے کی مشابہات میں سے ہے، اس کے متعلق کسی قسم کی تاویل کرنا حتمًا ناجائز ہے، علمائے فطرت کے متبع میں یا اُن کے دعاوی کو صحیح مان کر رد و بدل کرنا یا تحریف پیدا کرنا انسانی دیانت ہے، اسلامی اُمت کا فرض ضرر اس قدر ہے کہ اس آیت کے صحیح مطالب کی تشریح سے یکسر سراض کرے اور سوج کی کسی مستقر کی طرف حرکت کے بارے میں پیہم مشاہدے کرے، اس کے متعلق ناقابل انکار معلومات فراہم ہوں، اس مننتی کی طرف قرون اور صدیوں تک لگی رہے، شاہد روز تجربے اور معائنے ہو کریں، اُمت کے مختلف اہل گروہ اس حقیقت کو سچ کر نیچے درپے ہو جائیں، یا اگر اس شخص کے ضمن میں اس آیت کے کوئی اور مطالب منکشف ہوں تو اپنی توجہ اوپر منتقل کر دیں مگر جب تک سوج کی کسی مستقر کی طرف فضائی حرکت کے متعلق وہی اکتشاف نہ کر لیں جبکہ بالآخر مغرب کے ایک حکیم ہرشل نے تمام عمر کے مسلسل مشاہدے کے بعد کیا، اُمت کے سر سے اس آیت کے بارے میں گراں فرض نہیں ٹل سکتا، اور نہ وہ آیت اُس وقت تک محکمات میں داخل ہو سکتی ہے۔ اس مقام نظم سے

* زمین کی حرکت، سوج کے اضافی سکون، اور نور الذکر کی فضائی حرکت کے متعلق ایک تاریخی بحث اہل کتاب صفحہ ۲۱-۲۲ تحت اہل حق میں آگے چلا کر رہی ہے۔ وہ ان پر ہجرام ساری ادباً مخصوص زمین کی حرکت کے متعلق قرآنی شہادت ہی درج کر دی ہے۔ یہ شہادت اس قدر قطعی اور ناظر ہے کہ اس کے بعد کسی شہادت کی ضرورت نہیں رہتی۔

متشابہات کا کتاب الہی کے اندر موجود ہونا انسان کے لئے تحقیق و تلاش کی ایک بہم راہ عمل ہو، انکی وجہ سے افراد امت کا ازہرہ مختلف یافتہ بند بن جانا حتماً مقصود نہیں۔ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآيٰتٍ لِّلْمُتَّقِيْنَ (الباقیہ ج ۱) کا الہی محاکمہ قرآن پڑھنے والے صاحب ایمان لوگوں کو جب تک زمین و آسمان قائم ہیں روز بروز نئی راہ عمل دکھاتا رہے گا، وہ الہی صراطِ صلاح میں صاحب ایمان بننے کی لازوال ترغیب پر آیاتِ خدا کی تلاش میں کائناتِ فطرت کا ہر گوشہ دیکھتے رہیں گے، بہت ممکن ہے کہ اس آیتِ جلیلہ کی کامل تفسیر اور صاحب القرآن کا اسکے بارے میں مکمل عنایتِ رفیقا مت تک معلوم نہ ہو سکے، اور صحیح معنوں میں یہ آیت ابد الابد تک متشابہات میں داخل رہے۔ مگر اعمالِ خدا کی تلاش کو جزو ایمان قرار دیکر سعی و عمل کا ہیجانِ عظیم پام کر دینا ہی اس آیتِ جلیلہ کا واحد منہائے نظر ہے، یہی اسکا واحد اور ناقابلِ بدل مطلب ہے، مقصود وہی ایک ہے، یہ نہیں کہ سوال پیدا کر دیا جائے کہ آسمان و زمین میں آیاتِ خدا کس نوعیت کی ہیں، اور خدا کی مروت عیسہ انکی کوئی شق سمجھتی ہے؟ اور پھر ان سوالات کو بنائے نزاع قرار دیکر دوا دشن فریقِ بنجائیں جو ایک دوسرے کی رائے کو منطقی اور کاغذی اجتہاد سے روکتے ہیں، لیکن اس آیتِ کریمہ کے اصل مقصود کی طرف ایک قدم جنبش تک نہ ہوا

متلاشیانِ فطرت کا دستور بھی اکثر اسی انداز پر رہا ہے، علمِ حقائق الاشیاء کے ماہر سمیع و بصیر اور قلبِ سلیم کی شہادت پر ایک نظریہ مرتب کرتے ہیں، اسکو اساس قرار دیکر مشاہداتِ طبیعت کی توجہ میں اضافہ کرتے ہیں، توجہات کی مجموعی شہادت کو اُس نظریے کی صحت کا مزید ثبوت یقین کرتے ہیں، سبکے سب اُس پر متفق علیہ ہو کر اسکو علم کے معیار پر آزماتے ہیں، پھر جوں جوں وہ نظریہ عمل کے صحیح معیار پر پورا اترتا ہے، جوں جوں اسکے ذریعے سے نئی مشکلات یا مظاہر کا حل ہوتا ہے وہ بذاتِ خود واقع الامر اور حقیقت بنتا جاتا ہے، والا سبکے سب اسکو مسترد کر کے کسی دوسری غالب حقیقت کی طرف رجوع ہو جاتے ہیں اور اپنی تفسیر شروع کر دیتے ہیں۔ علم کی حیرت انگیز ترقی اور حقائق الاشیاء کا مجر العقول انکشاف دنیا میں اسی باہمی تھل اور تسلیع

يَقْنَعِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝ (المجادہ ۲۷)۔ انہوں نے آج تک کلام خدا کی تفسیر کے کوئی مشترک علمی اصول مقرر نہیں کیے، کوئی مشترک اساس بحث و تنقید کی پیدا نہیں کی، کلام خدا کے عظیم الشان عجوبہ گاہ کے اندر کوئی صحیح اور مرتقی افق نظر قائم نہیں کیا، کوئی ربط اور تسلسل کوئی حتمی دلیل اور حجت واضح نہیں کی یہی باعث ہے کہ قرآن کا صحیح علم اور اس کی عظیم الشان حکمت آج نظروں سے اکثر نہاں ہو چکی ہے، اسکا پڑھایا ہوا سبب لگاؤں سے بھی بھولا جا چکا ہے، وہ آپ سب کا سب ایک ناقابل التفات اور بے معنی شے بن گیا ہے، لوگ آج اس کے الفاظ کو دیکھ کر کچھ متعجب نہیں ہوتے، اس کے احکام کو سن کر اپنے میں کچھ متحرک نہیں پاتے، اس کی حکمت کو پا کر کچھ ترپ نہیں اٹھتے، وہ مستور حقیقت جسکی مستوریت اور دلربائی بجائے خود ایک عالم کو محو تلاش اور نعل درآتش کرینکے لیے ابدالاً بابتک کافی تھی، آج بے حس اور بے اثر بن چکی ہے، وہ آیات خدا جسکے مطالب کی جستجو میں کارگاہ جہان کے سازا من دراحت پر بجائے خود ایک پیہم مضرب عمل تھی، آج انسان کی ضد اور جہالت، نا اہلیت و نا اہلیت اور ناقدر دانی کے باعث جمود و عصیان، فرقہ بندی اور ضعف کے محور بن چکی ہیں۔ غلط اعتقاد اور ناروا تاویل کا زنگار انہیں جرم کراہت کی ہی طاقت کو کھارہا ہے۔ علمائے دین اور شارحین اپنی اپنی ڈیڑھ انیٹ کی مسجد جدا کر گئے ہیں، ہر شخص اپنے اپنے پروانے کو لیے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھا ہے اور موت کے انتظار میں حراغ محری کی طرح ٹٹا کر اپنی زندگی کا سطحی ثبوت دے رہا ہے، يُصِلُّ بِهِ كَثِيرًا مِّنْ هَدًى يَهْدِي بِهِ كَثِيرٌ مِّنْهُ لَمَّا يُضِلُّ بِهِ أَكْثَرُ الْفَاسِقِينَ ﴿۱۰﴾ کسی قانون کے شلج کا فرض میرے نزدیک یہ ہے کہ وہ اسکی سبب و فعات کو بحیثیت مجموعی ایک مقصد اور ایک منہائے اعلیٰ کی طرف جاتا ہوا ثابِت کرے، نظام حکومت کو پیش نظر رکھ کر و فعات کے صحیح مقاصد کی تبیین کرے، و فعات کے مطالب کی تعیین کرے نظام حکومت کو واضح کرنے کی سعی کرے، ہر امر و نہی کا منہائے حیدریت کا امن حاصل کرنا ثابِت کر دے، انکار کے نتائج واضح ہوں تبمیل کا انعام ظاہر ہو، حکومت کی طاقت کا نقشہ روز روشن کی طرح سامنے ہو، جزا و سزا کا واقع ہونا آنکھوں کے سامنے صاف دکھائی دے، نہیں، بلکہ اوامرو نواہی کی اساسی حکمت عملی کی تہ میں ایک زوال قسط و عدل، ایک حقین و گنیز منطق، ایک برہان قاطع اور

حجتہ بالغہ، ایک مہیج اعضا علم کا موجود ہونا ثابت کرے، جو اس قانون پر عمل کرنے والوں میں ایک عالم گیر انجنت اور
 اضطراب عمل چارو ناچار پیدا کر دے۔ وہ اس مدلل اور قائم، اس طاقتور اور عادل حکومت کے اندر شرط و
 جزا، علت و معلول اور سبب اثر کا آپس میں ایک لاینفک تعلق دیکھیں، اور اس شرط و علت کو طوعاً و کرہاً اپنا شعار
 عمل بنالیں۔ میر یقین ہے کہ نسبیلے کرام نے قانون الہی کو اپنی استول پر جیسندہ اسی طرح پر واضح کیا، اسی سے
 انکا بے مثال عمل تھا، اور یہی ایمان کی پہلی و آخری منزل ہے! جو تفسیر کلام خدا کو اس طرح پر عیاں نہیں کر سکتی
 وہ ایک بے روح جسد ہے جسکا ہونا نہ ہونا برابر ہے، اور جو ایمان اس عیسیٰ یقین کے متبے تک نہیں پہنچا
 وہ ایک بے روح پیکر ہے جسکا اس دنیا کے اندر بیکار ہونا ظاہر ہے۔ انسان کے کالبد کی چھوٹی سی ادارت کے
 اندر اسپرٹرا حکومت کرنے والا عضو ذہن ہے، باقی اعضا کے تمام اعمال و محسوسات کی پہلی طالع اسی کو
 پہنچتی ہے، یہی عضو سیر کی چھان بین کرتا ہے، انکو صحیح یا غلط قرار دیتا ہے، اسکو حوصلوں یا مادیوں
 کی کمک پہنچتا ہے، اور یہی وہ امار عظیم ہے جسکے حکم پر سب اعضا ہٹتے اور کام کرتے ہیں۔ جب تک ذہن
 کسی شے کو تسلیم نہ کرے، اعضا کا اس شے کے بارے میں حرکت کرنا، اسکو بحال عمل بنالینا انہیں متعذر ہے۔
 پس قانون خدا کی کوئی تشبیح جب تک ذہن کو اپنا مؤید اور قلب سلیم کو اپنا حمایتی نہ بنائے کسی شخص کے اندر سچی عمل کا
 ہیجان یا ایمان کا عالم انگیز نور پیدا نہیں کر سکتی۔ یہی باعث ہے کہ طور اسلام سے لیکر آج تک کلام خدا کی تہمین و تشریح
 کے متعلق مسلسل سعی کے باوجود اسکی کوئی تفسیر حتمائے ایمان، اس لشکر انگیز یقین، اس نہر و گداز عمل کا کر و راجح
 نہ پیدا کر سکی جو نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تینیں برس کی بالمشاذ تشریح کے بعد پیدا کیا تھا، اور جس کا پھر
 پیدا ہونا عملی نقطہ نظر سے آج محالات سے شمار ہو رہا ہے۔ نہیں بلکہ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ قرآن کے ہزار ہزار
 شارحین میں سے ایک متنفس بھی اپنے قارئین میں سے کسی ایک کے ذہن کو اس طرح پر نہ مناسکا کہ وہ عضو تیس
 علی الاطلاق باقی سب اعضا کو وقف عمل کم از کم ایک عمر کے لیے کر دیتا۔ ہر منہتی کا آخری سوال اسکے مالہ و علیہ کو
 پڑھ لینے کے بعد بھی مشہور قصے کی طرح یہی رہا کہ زلیخا مروتی یا عورت۔ قرآن کی تسلیم کا حاصل کیا ہے، انہیں کیا

لکھا ہے، اسیں اللہ صاحب نے چند الفاظ میں کیا حکم دیا ہے، اسیں دہشتے کہاں ہے جس نے عرب کی تمام قوم کو چند
 برسوں کے اندر اندر سرکھنچ اور پاب رکاب کر دیا تھا، وہ بات کہہ رہے جس نے چوٹوں اور بڑوں کے، جاہل اور
 عاقل کے، مدعی اور مضیع کے، غریب اور امیر کے دل میں وہ سکوں سوزاگ لگا دی تھی جو قرونوں تک بچھائے بچھی
 جس نے سیکڑوں برس تک ایک پوری امت کے اعمال و افعال، عادات و حسنات میں، معاملات و تعلقات
 میں وہ مدِ عظیم پیدا کر دیا تھا کہ آج اُس تہیج کو پھر دیکھنے کے لیے آنکھیں ترس رہی ہیں! آج اگر کوئی طالبِ حقیقت اپنی
 بچی ہوئی لگ کو سلگانے کی نیت سے کسی بڑی سے بڑی تفسیر کی طر ف رجوع کرتا ہے تو پہلا ورق کو دہتے ہی نہیں
 انسانی ہٹل آرائی اور غلط گوئی، داستانِ سرائی اور حقیقت پوشی، آسمانِ سوا لی اور رسیاں جوابی کی وہ جیسا سوز
 بدعنوانیاں دیکھتا ہے کہ اُس قصابِ زمانہ فہم و عقل کو دیکھ کر روح کا نپ اٹھتی ہے۔ کہیں اُس کے اندر صرف نوح کے
 مستقل مقالے ہیں، کہیں اعراب کے رفع و نصب پر لمبی چڑی بکھینچیں کہیں اسالیب فصاحت چرب و ترس ہے۔
 کہیں ظن و قیاس کے ظلمت انگیز مناظرے ہیں، کہیں حد ثنا اور قال قال کا بے سُر راگ ہے، کہیں فرضی اور سنہ
 قصوں کا طومار ہے، کہیں بے ربطیاں میلوں تک ڈیرہ ڈالے ہوئے ہیں! ہر آیت سیاق سے الگ، سابق سے
 علیحدہ، اندر سے ٹکڑے ٹکڑے، باہر سے بے مطلب اور بے نتیجہ بن گئی ہے! جہاں ربط روز روشن کی طرح عیاں ہے
 وہاں طفلانہ نہایت ہے، جہاں بے ربطی کی خلیجِ عظیم اور تندہ اور علم کی ضرورت ہے وہاں آئیں بائیں شائیں ہیں!
 نہ اصول مطلب سے بحث ہو، نہ نتائج پر نظر ہے، نہ علم کی تلاش ہے، نہ حکمت کی جستجو ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شائع
 کو خدائی دیسل کی آسمان تک پہنچانے والی شاہ راہ کے ہوتے ہوئے اطراف راہ کی اپنی پیدا کی ہوئی
 الجھنوں اور خاکشیموں کے باعث راہ نہیں ملتی، اسکو گس کی مانند درختوں کی کثرت کے باعث جنگل نظر نہیں آتا،
 وہ خار دار جھاڑیوں میں خود گمستا ہے اور قدم قدم پر دامن کو کاٹتوں سے چھڑاتے چھڑاتے اپنا پچھلا طے کیا ہوا
 رستہ بھی جھول جاتا ہے، بالآخر جب مکر و دیکھنے سے ہاتھ پٹے کچھ نہیں بڑھتا تو پار و پار منہ اٹھاتے ہوئے جدھر
 بن پڑتا ہے اپنے آپ کو دھکیلتا جاتا ہے۔ کسی مفسرِ قرآن کی اکثر نظر آنکس اس بات پر نہیں رہی کہ تفسیر کے

ناظر کا بڑا مدعا الہی پیغام کی ماہیت کو سمجھنا ہے، یہی اُسکے اس ضخیم کتاب کو کھول کر پڑھنے کا واحد مطلب ہے، نیز مقصد کیلئے اُس نے ایک محل اور مغلط کتاب کو چھوڑ کر اپنے زعم میں ایک سہل اور مفصل کتاب کی طرف رجوع کیا ہے اور بعینہ اسی بنا پر، مفسر کے کلام خدا کے بارے میں حُسن اعتقاد کی تمام طومار نویسیوں اور حاشیہ آرائیوں کے باوجود ناظر کا مدعا وہی ہے کہ قرآن کا **نفس پیغام** کیا ہے، چند الفاظ میں اُسکے اندر کیا لکھا ہے، چند جملوں میں وہ کیا اصول ہیں جن پر عمل چاہئے، انکی الہی حکمت کیا ہے، انکی دستوری سند کیا ہے، وہ کیوں **ذُکِّرَ لِلْعَالَمِیْنَ** ہے کیوں **هُدًى رَحْمَةً** ہے۔ بعینہ یہی باتیں ہیں جو ہر تفسیر اور ترجمے میں کالعدم ہیں، اسی مدعا کو دل میں مٹان کر لوگ تفسیر میں پڑھتے ہیں اور ایکوس ہو کر جاتے ہیں کوئی مستقل اصول، کوئی مختصر کوئی کارگر بات جو وہ تفاسیر سے اُن کے ماتھے پر نہیں پڑتی الغرض تفسیر یا ترجمہ قرآن کا مطالعہ تلاشی علم کے لئے مدت مدید سے وہ بے نتیجہ اور ناموافق شے رہا ہے کہ ایمان کے شعلے کو آسمان سا کرنے کی بجائے معتقد کی اُس خفیف سی سنگلتی ہوئی چنگاری کو بھی بجھا دیتا ہے جو ہر مسلمان کے دلمیں رہنا یا خلتاً موجود ہے اور بار بار ایسا ہوا ہے کہ ایک شہنشاہ اور سلیم الدین شخص ان تشریحوں اور ترجموں کو دیکھ کر دین اسلام سے یکسر متنفر ہو گیا ہے اور وہ رہی سہی عصیت جو اُسکے دل میں مسلمان ہونے کے باعث موجزن تھی ہمیشہ کے لئے ساکن ہوتے ہوئے کالعدم ہو گئی ہے!

ایک مغربی نقاد نے حُسن اعتقاد کی ان ہلاکت انگیز باطل آرائیوں کی ایک دلچسپ اور معنی خیز مثال انگلستان کے ایک مشہور شاعر کے کلام کی بے شمار مرقعہ تشریحوں کو پیش نظر رکھ کر اس طرح پر دی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ پاپائے ریتو الکبر کے مقتدیوں (رومن کیتھولک) کے ہاں دستور ہے کہ اپنے راہبوں اور اولیاءوں کی تصویریں گرجاؤں میں بطور تبرک کے لٹکا دیتے ہیں، پھر لوگ اپنے اعتقاد کے مطابق اُن تصویروں کے نیچے برتھیاں اس نیت سے جلاتے ہیں کہ اُن کی روشنی اُسکے چہروں کو منور کر دے اور وہ آؤ بھی پُر رونق نظر آئیں۔ جتنا اعتقاد کی شدت کسی کی نسبت لوگوں کو ہے، اسقدر شمعیں اُسکے نیچے جلتی ہیں اور اسقدر عوام کی نگاہوں میں وہ شخص بزرگ شمار ہوتا ہے۔ ہر شخص اپنی اپنی حیثیت کے مطابق چسپراغ جلاتا ہے، کوئی موم پتی کا صقیل کیا ہوا شمعہ ان لاکر رکھ دیتا ہے تو کوئی روئی کی پتی کا

پرانی وضع کا تیل سے بھرا ہوا دیا نہایت ارادت سے نکال دیتا ہے۔ مگر اس تمام عقیدت آرائی کا مجموعی اثر اُس تصویر پر یہ ہوتا ہے کہ بستیوں کا پیچ و پیچ اور چکنا چٹ سے بھرا ہوا دھواں اُس دلی کے چہرے کو سیاہ کر دیتا ہے، چہرے کے تمام خط و خال رفتہ رفتہ مسخ ہو جاتے ہیں، تیل کے داغ لگ لگ کر تمام تصویر چمکٹ ہو جاتی ہے اور بالآخر وہ بزرگ منش کسی بھوت کی ڈراونی شکل بن جاتا ہے۔ شاعر کے بارے میں نقاد لکھتا ہے کہ وہ ہزاروں ہزار تشریحیں جو شکسپیر کے مذاحول نے اُسکی تصنیفات کو روشن کرنے کی غرض سے لکھی ہیں، بجائے خود اسکے منشا کی اصلی تصویر کو سیاہ کر رہی ہیں، خوش اعتقاد مفسروں نے اُسکے کلام کے ایک ایک جُملے کے متعلق معافی کے وہ بے سرو پا افسانے بنائے ہیں جو لکھتے وقت شاید مصنف کے دہم و گمان میں نہ تھے۔ ایک شاعر کے بے نفع و ضرر ادب نے تیسرا کلام کے متعلق عقیدہ مند لوگوں کا یحسَن ظن ممکن ہے دنیا کے ایک فرد پر بھی فی الحقیقت کوئی مضر اثر نہ ڈال سکا ہو۔ اسکے دس معتقدوں کا بھی صحیح معنوں میں شاعرن کی اس تمام کذب آرائی سے بال تک بیکانہ ہوا ہو لیکن مالکِ زمین و آسمان کے کلام کے مطالب میں اسلامی مفسروں کی صدیوں سے رطبِ یابس سب، رائے زنیوں اور قیاس رانیاں ایک عالمگیر قوم کی تاریخِ نفع و انعام میں وہ ناقابلِ تلافی نقصان، اُسکے اعمال میں وہ ناپید اِشمال شرارتیں، اُسکے اخلاق میں وہ موت انگیز بیماریاں، اور اُسکے سعی و عمل میں وہ ملامت انگیز دامانِ گدیاں پیدا کر گئی ہیں کہ نعتِ سلاب کی اس موجِ فرسا حکایت، اور انسانی اقوال کی اس مضرت انگیز اور عمل برانداز روند کو سُنکر بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں! قرآن حکیم کے صحیح مقاصد کی سب مونی موت سترِ پاسبان ہو چکی ہے، اسکے اصلی اور حیات پرور حسن کا ایک خط و خال ظاہر نہیں رہا، ایک ایک آیت، جُملے اور اصطلاح بلکہ اکثر اوقات الفاظ اور نشانات کے مطالب بگڑ چکے ہیں، تعلیم کے بگڑ چکی ہے، نصب العین بگڑ چکا ہے، نہیں نیتیں بگڑ گئی ہیں، حوصلے بدل گئے ہیں، دل اور جگر بدل گئے ہیں! غلط نقد و نظر اور بے محابا تاویل کی پے در پے گھٹا ٹوپ بدلیوں نے معافی پر سیاہ دھوئیں کی کئی ایک تہیں جاد دی ہیں، پھر اُن تہوں پر عادت اور تہذب کا سیاہ روغنِ منجھ منجھ کر اس قدر چمکیلا اور پُرانا ہو گیا ہے کہ آج کسی متنفذ کو اصلی تصویر کے موجود ہونے کا اعتراف تک نہیں رہا، ذیائے اسلام ایک روح پرور، دلولہ انگیز اور دلربا

صورت کے بدلے ایک میل سے چیکٹ چوکٹے پر اپنا اعتقاد جاری ہے اور سن کی لٹ کر انگریز ٹرپ کے نہ ہوتے ہوئے
فرض و گمان کے جمود میں نامردی اور موت کی طرف آہستہ آہستہ گمست رہی ہے!

کیا تفسیر کے اس ظلمت انگیز چراغِ اُغال کے ہوتے ہوئے میں بھی فی الحقیقت آئندہ اوراق میں اپنی خوش
اعتقادی کا ایک اور دُعا خیز دیالے آیا ہوں، اور اس طرح پر قرآن کو اور سیاہ کرنے کا مجرم بنا ہوں، اس کا
فیصلہ زمانہ آپ کرتا رہے گا، مگر حسن نیت کے دلوں میں اور شارحین کی طرح غالباً مجھے بھی حق حاصل ہے کہ ظاہر
کردوں کہ کلامِ الہی کی اس تبیین میں میں نے جان بوجھ کر کوئی بددیانتی نہیں کی۔ کوئی تاویل، کوئی تکریمیں، کوئی فرائی
قیاس یا رائے جس سے اپنے زعم میں میرا اپنا چمٹکارا ہو سکتا تھا میں نے ختمائش نہیں کی میں نے صرف علم اور صحیح
ملکی برقی مشعل کو قرآن حکیم کے سامنے لا کر رکھ دیا ہے، اسکی دروں اس حقیقت کشا اور برق شعاعیں کلامِ خدا
کے مطالب کی اہلی اور پہلی تہ تک پہنچا دی، انسان کے اُسپر اپنے ہاتھوں کیے ہوئے بدنما رنگِ روغن کے نیچے
حقیقت کی پردہ نشین لہتابِ گسل جُہن سے مژدیں اتر چکی ہے بے نیاز عروس کی ایک جھلک دکھلا دی ہے، کم از کم
یہ رک لگا دی ہے کہ الفاظ کے انہی مستعمل، بے قدر و قیمت اور دیدہ آتشنا جھروکوں کی آٹھیں انسانی فلاح کی وہ
آسمان تاب عقیقہ، اور سیاہ پاش عصمت مآبہ بیچی ہے جسکو قرونوں سے کسی جن و انش نے چھوا تک نہ تھا اور ہی اس
قدوسی کلام کے اندر سچی مطلوب ہے! وہی طلحہ قصوب ہے! اسی کو پالینے سے تو میں عشق و نیاز کی اس جاں گداز منزل
میں فائز المرام ہو جاتی ہیں، اُسی سے بے نیاز ہو کر عالمِ اسلام پر ڈل و مسکن کے بادل آج چھا رہے ہیں غضب
الہی کا تشویر و جوش مار رہا ہے، انعام یک بیک چینیے جارہے ہیں، موت سامنے نظر آ رہی ہے! اسی و تلاش کے اسی
حوصلہ زاتقدم میں میں نے جو کہا ہے بخوفِ خطر کہنا ہے، کسی رسم و رواج کی رعایت، کسی اجماعِ امت کا فیصلہ،
کسی وضعی مسئلے کی پیروی، کسی شاہ و گدا سے ارادت، کوئی کفر کے رُلمائی فتوے، کسی حکومت وقت کا خوف، مقاصد
قرآن کے متعلق میری تحقیق پر کچھ اثر نہیں کر سکا، قانونِ خدا کے متعلق جو بات واقع الامر ہے اُسکو سچ کہ دیا ہے
جو جھوٹ ہے اُسکو چپا کر نہیں رکھا، جو شہادت ہے اُسکو من و عن کھول کر رکھ دیا ہے، جو منکر ہے اُس کے

بچے اور بیڑ دیئے ہیں۔ اگر کسی بات کے کہہ دینے سے میں الٹی مسنوں میں مسلمان نہیں رہ سکتا تو اسکی کچھ پرواہ نہیں، آپ عامل نہ ہونے کی وجہ سے اسلام کی صورت کو مسخ کروینا میرے نزدیک کسی طرح روا نہیں۔ باقی مسلمانوں کے ساتھ ساتھ میں سب سے پہلے قصور وار ہوں، اور کسی نبوت یا ولایت، کسی مصوئیت یا اعجاز، کسی کشف یا کرامت، کسی مجددیت یا قیادت، فضیلت یا علم کا ادعا حتماً نہیں کرتا۔ میری نگاہ میں قانون خدا کی تعین میں اپنے نفس کے لئے اونی سی رعایت نہ نظر رکھنا، اور اپنے آپ کو حتی الوسع مومن بنائے رکھنا ناقابل عفو گناہ ہے، ایک ہمت کے پورے گناہوں کو اپنے اوپر لاد لیسنا ہے، اسکی ہلاکت کا صحیح طور پر مؤید بن کر اپنے آپ کو جہنم میں جھونکنا ہے، چند عارضی تمتعات کے عوض میں اپنے پیٹ کو دوزخ بنانا ہے، اِنَّ الَّذِیْنَ یُكْفِرُوْنَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْکِتَابِ وَیَسْتُرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ۚ اُولٰٓئِكَ مَا یَأْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَمَةِ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۚ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوْا الضَّلٰلَةَ بِاِلْهَادِی الْعَذَابِ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَا أَصْبَرُ لَهُمْ عَلٰی النَّارِ ۚ ذٰلِكَ رِیَآءُ اللّٰهِ تَزَلُ الْکُفْبُ بِالْحَقِّ ۚ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِی الْکِتَابِ لَفِی شِقَاقٍ بَعِیْدٍ (بقراء)، لعنت خدا کا مستحق بننا ہے، اِنَّ الَّذِیْنَ یُكْفِرُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَآلِهٰتِهِمْ مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنَّا لِلنَّاسِ فِی الْکِتَابِ اُولٰٓئِكَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَبَلْعَنَهُمُ اللّٰعُنُوْنَ ۚ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاصْلَحُوْا وَبَیَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اُنُوْبٌ عَلَیْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (بقراء)۔ خدا سے بدعملی ہے، بدعاشی اور بے ایمانی ہے، وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیثَاقَ الَّذِیْنَ اَوْفُوا الْکِفْبَ لَعَبِیْنٰهُ لِلنَّاسِ لَا تَكْفُرُ لَہٗ زَعْبَدُوْۤہٗ وَذَآءَ ظُہُوْرِهِمْ وَاَشْرَوْا بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ۚ فِیْئُسْ کَیْفَ تُوْرُوْنَ (آل عمران ۳)

جو امور میں نے کتاب خدا کو آیات بیّنات ثابت کرنے میں پیش نظر رکھے ہیں یہ ہیں کہ قرآن مکمل کتاب ہے مربوط ہے، اس میں کوئی لفظ حشو نہیں، کوئی شاعرانہ زوائد نہیں، اسکی لغت خود اسکی اندر موجود ہے، یہ آپ اپنی تفسیر ہے، اسکو کسی خارجی مدد کی ضرورت نہیں، ابدالاً بابت تک انسان کے لئے سچا دستور العمل ہے، اس میں کوئی بات ایسی نہیں جس پر عمل ضروری نہ رہا ہو، اس میں کمال تطابق ہے، اسکی ہر آیت کا ایک اور صرف ایک مطلب ہے، تمام قرآن کا مستہائے نظر ایک ہے، اسکا بتایا ہوا صراط مستقیم ایک ہے، اسکی تعلیم عام اور مطلق ہے، کسی ایک زمانہ

یا اُنت سے مخصوص نہیں، یہ ایک قانون ہے جس میں تاویل کی قطعاً گنجائش نہیں، اسکی سب آیات آیات بینات ہیں، مستقل اور ناقابل انکار حقائق کی طرف ایجا رہی ہیں، جہاں تشابہ ہے کمی علم کی وجہ سے ہے، وہیں میری طرف سے جمل کا علانیہ تسلیم ہے! اگلی ہر تکرار میں تشریح ہے کسی نئے علم کا اضافہ ہے، کوئی توکید فرمید ہے، یہ رب زمین و آسمان کی طرف سے انسان کے نام ایک مکتوب ہے، پیام عمل ہے، فرمان خسروی ہے، حکمائہ خدا ہے، اسلئے اسکا ایک ایک حرف قابل اہمک ہے، یہ فطرت کی طرح وسیع ہے اسلئے اسکے تمام لائحہ عمل پر عادی ہو جانا، ایک قرن، ایک فیض، یا ایک اُنت کا کام نہیں۔ انہی امور کو پیش نظر رکھ کر میں نے قرآن حکیم کے بارے میں اُنکے صحیح ہونے کا بلا واسطہ علمی ثبوت دیا ہے، پیش از وقت ارادت یا عقیدت کو اس تحقیق و تلاش میں خلل کر دینا قطعاً گوارا نہیں کیا۔ میرا مقصود تمام آئندہ بحث و تحقیق سے کتاب خدا کی خوبی کو ثابت کرنا ہے، مسلمانان عالم کو ایک قطعی اور نفع مند ایک مختصر اور حیرت انگیز راہ عمل کی طرف پھر اشارہ کرنا ہے، اس سبق کو پھر یاد دلانا ہے جو کبھی اس طفل کم سواد کو خوب از بر تھا مگر آج قطعاً ہولنا جا چکا ہے، قرآن سے نا آشنا اور فطرت سے باخبر مغرب پر ثابت کر دینا ہے کہ اگلی تمام سیاست و تدبیر ان کا سب علمی استقصا اور تقدیم، انکی سب قطعی شہادت و بصیرت، اُنکے تمام نظریے اور علینے قرآن کے ہو شربا علم اور ہر گداز انکشاف کے بالمقابل، بیچ ہیں، اپنے علم کی برتری جتلانا، اپنی مسابقت ظاہر کرنا، یا کسی نئے راہ عمل کی داغ بیل لگا کر فرقہ بندی بنانا قطعاً نہیں۔ میرا نیتہا اتحاد اور خالصۃ اتحاد ہے، اسلام کی ہلاکت انگیز داخلی فرقہ بندی کو حتی الوسع مٹانا ہے، سب کے لئے ایک صراط مستقیم کو صحیح ثابت کر دینا ہے، ہر فرقہ بندی اُنت یا فز کو جہنم کا مین تسلیم کر دیکر سب کو ایک مشترک سطح پر لانا ہے، دُحَّاٰ بَیِّنٰہُمْ کَاذِبِی قُرْاٰن کا ماحول پھر پیدا کرنا ہے، اسی اتحاد کو دین اسلام کا رکن رکین، اسکی سب حکمت کاملہ کی اساس اول، اسکی حُجَّۃ بالغۃ کا محور عمل، اسکی فلاح و نجات کی علت اولیٰ ثابت کر دینا ہے، اسکے ماسوا کچھ نہیں! شیعہ اور سنی، حنفی اور شافعی، مقلد اور غیر مقلد، صوفی اور ربانی وغیرہ وغیرہ میرے نزدیک کچھ شے نہیں، یہ سب جہنم کی تیاری ہے، خود کشی اور سہلاک ہے، موت کے ساتھ لہو و دوس ہے، اس زمین و آسمان کی چار دیواری کے اندر اگر کوئی

اسی قانون کسی جگہ نافذ ہے تو وہ خالصۃً اتحاد اور خالص اتحاد ہے، عملاً اتحاد ہے، طوعاً و کرہاً اتحاد ہے، مدافعتاً بلکہ جارحانہ اتحاد ہے، روز و شب کا اتحاد ہے، صلاً اور فرعاً اتحاد ہے، کم و فریب کے یہ کم دینا کہ اصولاً اسلام میں کوئی فرقہ نہیں اور پھر فرقہ بند بکراجل زندہ اُمت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا، انکی رہی سہی طاقت کو اور سلب کر دینا، اُن میں اشتتات عمل، طوائف الملوک اور موت کے سامان پیدا کر دینا، اور پھر اپنے یا سب فرقوں کو بھی جنت کا مکین سمجھنا میرے نزدیک پرے درجے کی فریب کاری ہے، خدا سے مکر ہے، آشوب چشم ہے، سودائے سر ہے۔ اُمت کے کسی موجودہ یا گذشتہ قائد یا مدعی قیادت کو، کسی پیر یا امام کو، کسی بزرگ یا ولی کو، کسی تجاہد نشین اور مرشد کو، کسی فراریا خانقاہ کو پیش نظر رکھ کر اُن کا اتہال کرنا، اُن سے تعبد اختیار کرنا، عام جماعت سے الگ ہو کر اتحادِ عمل میں رخنہ ڈالنا، میرے نزدیک اگر کاباقرین دُوبن اللہ کو پکڑنا ہے، عبادتِ ماسوا ہے، شکر ہے، ظلم عظیم ہے، اس دنیا میں موت کی تیاری ہے، آگے چل کر جہنم کی لکڑیاں بننا ہے، اُن بیچاروں کو دوزخ کا ایندھن بنانا ہے۔ اسلام کے داخلی اتحاد اور انکی ماہیت کے بارے میں میرا یہ فیصلہ اس قدر مضبوط ہے کہ دنیا کی بڑی سے بڑی مخالفت یا منطوق میرے اس غم کو متزلزل نہیں کر سکتی میں اسلامی جماعت کے اندر سب نظری اور اعتقادی، سب اتوالی اور اعمالی، سب اتباعی اور غیر اتباعی، سب شرعی اور فقہی تفرقے کے برخلاف ہوں، سب کو علانیۃً مٹانا چاہتا ہوں، سب مطیعوں اور مطاعوں مریدوں اور مرادوں کو خدا کی سزائش کا قطعی اہل اور عذابِ آخرت کا قطعی مستوجب سمجھتا ہوں لیکن باہنگر کوئی شخص یا جماعت اس کتاب کے کامل مطالعے کے بعد عقیدۃً یا عملاً مجھ کو اسلام کے کسی نئے فرقے کا رہنما تصور کرے تو وہ میری دانست میں نہ صرف مجھے صوب جہنم بنا رہی ہے بلکہ آگے چل کر جہنم کی دیوکتی ہوئی آگ میں ابدالاً باذیک جلتے رہنا اُس کا حصہ ہے!

اسلام میرے نزدیک سب اولیاء و اصفیاء گندہ کر صرف محمد (صلعم) کی پیروی ہے، نہیں اُسکے لائے ہوئے قانون کی پیروی ہے، انبیاء کے لائے ہوئے طریقِ عمل (دین) کی پیروی ہے، قانونِ خدا کی پیروی ہے!

آئین رب العالمین کی پیروی ہے، قانون فطرت کی پیروی ہے، تورات انجیل، زبور اور تلمود، صحف نوح اور صحف ابرہیم، بلکہ دیدار زنداوست، کے لئے ہوئے مشترک قانون کی پیروی ہے، متفقاً اور متحداً پیروی ہے، عملاً اور معنئاً پیروی ہے، قولاً اور اعتقاداً پیروی ہرگز نہیں: **إِنَّمَا كُنْتُمْ شُرَكَاءُ مَعَهُ** (۱) یہ نوحاً والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابڑھیمہ و موسیٰ علیہ السلام لا تفرقوا فیک کبر علی الشراکین ما تدعوا الیک اللہ یختص الیک من یشاء ویختص الیک من یشاء وما تفرقوا الا من بعد ما جاءہم العلم بغیا بینہم (۲) یہی اشیاو میں اسلام بلکہ میری دانت میں تمام اسلام ہے، یہی نفاق اور تفرقہ عین شرک ہے! سب خواہشات نفسانی کی پیدائی ہوئی فرقہ بندی کو مٹا کر ایک راہ عمل (دین) اور مساوات پر آجانا ایک مشترک قانون کو پکڑ لینا، سب کا ایک مشترک خدا کے تابع بن جانا، ہر فرد کا اپنے ذاتی عمل کا ذمہ دار بننا، اور کسی دوسرے شخص یا پیر یا ولی یا بزرگ کے عمل سے بے نیاز ہو جانا، کسی دو فرقوں کے مابین کسی حجتہ کا قائم نہ رہنا، اور ہر دم اس بات کے درپے رہنا کہ ساکنان زمین کے بڑے سے بڑے مجمع میں اتفاق عمل پیدا ہو میری نگاہ میں اسلام ہے: **قُلْ لَکَ قَادِرٌ وَاسْتَقِمْ کَمَا أُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ هُمْ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ کِتٰبٍ وَافَرْتُ لِاَعْمَالٍ یَّسِّرْکُمْ ۗ اللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّکُمْ لَنَا اَعْمَالُنَا وَکُمْ اَعْمَالُکُمْ لَا یُحِجُّ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اللّٰهُ بِحُجَّتِ بَیْنَنَا وَلَیْلَہُ الْمَصِیْرُ (۳) اسی پر میرے تمام اسلام کی بنیاد ہے۔ خدا نے زمین و آسمان کا یہ مذہب سب انبیاء کو یکساں ماننے میں، ان کو ایک مشترک پیغام کا حامل سمجھنے میں استدر فرخ دل اور سیرت میں کہ ہر قرن کے لئے ایک کتاب لَیْلَ اَجَلِ کِتَابٍ (۴) ہر قوم کے لئے ایک مادی و دینی و لَیْلَ قَوْمِ ہَادِ (۵) ہر امت کے لئے ایک رسولؐ و لَیْلَ اَمْرِہِ الْاٰخِلَیْنِہُمَا (۶) ہیں۔ انہیں ہر قریے کے لئے ایک نذیرؑ و لَیْلَ اَمْرِہُمَا (۷) قرار دیا۔ لَیْلَ اَمْرِہُمَا (۸) کا آنا ماننا ہے لیکن سب کو ایک قانون کا مبلغ، ایک قانون الہی کا ناشر، ایک الٰہ کا حامل قرار دے کر اللہ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْکِتٰبَ (۹) انکو فرقہ بند سمجھنے اور اس طرح پر خدا اور رسولؐ کے درمیان تفرقہ ڈالنے کی اس شدت سے مخالفت کرتا ہے کہ تمام قرآن طول و عرض میں اگر کوئی شے فی حقیقت کفر ہے تو**

۱۔ یہی ہے یہ حکم کہ تم سب کو برابر کرو، تمہاری امت کی حق سب برابر کر کے سب کو ایک مشترک مبلغ ہے اول ۲۔ چنانچہ سورہ بقرہ میں: وَلَیْلَ اَمْرِہُمَا (۳) یہی ہے +

[illegible]

اس صریح کفر کی پاداش میں عذاب نہیں بھیجا، اور اس الکتاب کے آخری وارثین سے جی بھر کر بدلہ لیا جب
 اسلام کے پیش نظر خارجی اتحاد اس قدر ہے تو بعینہ اسی بنا پر ختم رسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اسلامی جماعت کے
 اندر کوئی ذرا سی تفریق پیدا کرنا بھی میرے نزدیک صحیح معنوں میں کفر ہے، جو مدعی ہے کفر کا مترکیب ہے، فخر کی
 تفریق، شریعت کی تفریق، مسئلہ مسائل کی تفریق، طریقت اور سلسلوں کی تفریق، پیروں اور سجادہ نشینوں
 اولیاء اور خانہ نشینوں کی تفریق، مزار پرستی اور اولیا پرستی کی تفریق سب کفر ہیں، سب الکا خد ہے سب
 عبادت طاغوت ہے، سب اکابر باطن و دوزخ کو پکڑنا ہے، سب شرک جلی ہے، شرک محض ہے
 شرک اکبر ہے، وہ ظلم عظیم ہے جسکی بخشش کی حما کوئی آس نہیں، وہ یہی ہے جسکی پاداش جہنم ہے، وَاَلَا
 تَكُونُوا مِنَ الْمَشْرِكِينَ ۚ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا اَدْبَارُہُمْ مُّمَدِّدَةٌ ۚ وَكَاذِبِیْنَ عَمَّا لَدَیْہُمْ فَرَحُونَ ۚ (الزمر: ۲۵) قرآن پر
 محکم ہوں میں علم ہے، آیات بینات ہے، قانون خدا ہے، راز زمین و آسمان ہے: قُلْ اِنَّ لَہٗ الَّذِیْ یُعَلِّمُ
 الْغُیُّوْنَ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (فرقان)، فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْہَا ۚ ہے، ایسے علم ایسی روشن حقیقت
 ایسے راز، ایسی فطرت کا منتہا ہر جگہ اتحاد چاہیے، اس میں بنی نوع انسان کو اپنے میں جذب کر لینے کی وسعت چاہیے
 نہ یہ کہ خارجی توسیع تو یک طرفہ خود گھر میں فساد پیدا کر لیا جائے، امت اس علم کو لیکر آپ مکرے مکرے ہو جائے
 ایسی فرستہ بندی میری دانست میں اسکی سب سے بڑی ناقہ شناسی ہے، اس سے پورا جہل ہے، آپس میں انتہائی
 بغاوت کا نتیجہ ہے، ناقابل عفو گناہ ہے، جہنم کی تیاری ہے۔ جو قوم علم کے ہوتے ہوئے متحد نہ ہو سکی اسکا
 کسی اور طاقت نے متحد ہو جانا خیال محال ہے: وَاتَّبِعْتُمْ بِزَیۡفٍ ۚ فَمَّا احْتَفَفُوۡا اَلَا مِّنۢ بَعۡدِ مَا جَاءَہُمُ
 الْعِلْمُ بِمَا کُنتُمْ تَعْمَلُوۡنَ ۚ (نور) ۚ فَمَا احْتَفَفُوۡا اَلَا مِّنۢ بَعۡدِ مَا جَاءَہُمُ الْعِلْمُ بِمَا کُنتُمْ تَعْمَلُوۡنَ ۚ
 اُنکے کسی حصے کو علم ثابت نہیں کیا، سب کے سب جہالت اور قیاس و ظن اور رائے، اعتقاد اور اقوال کی ظلمتوں میں پے
 ٹاٹک ٹوٹے رہے، اسی لئے یہ دردناک اختلاف ہے، اسی لئے ہلاکت انگیز فرقہ بندیاں ہیں، اسی لئے کل

جَزْبًا مِّنْكَ لَا يَهْتَمُّ فِرْعَوْنُ بِشَيْءٍ لِّئَلَّا يُصْلَىٰ شَرْكَهُ ۚ جَسَدُ دَن تَابِ خُدا پھر علم ثابت ہو گئی، پھر
 زمین و آسمان کی ملکوت کا سر عظیم بن گئی، پھر ساکنانِ زمین کی جبلت اور طینت قرار پائی، پھر
 یہ یقین ہو گیا کہ اسی کے علم کو مان کر امن مل رہا ہے، ہر قوم کو، ہر امت کو، ہر ملک کو، ہر شے کو اس دُنیا سے
 کسبِ عمل کے ہر گوشے میں امن مل رہا ہے، ان آنکھوں کے سامنے امن مل رہا ہے، انعام مل رہے ہیں،
 ملک مل رہے ہیں، دولت اور سلطنتیں قدموں پر نثار کیا جا رہی ہیں، رحمت الہی کا دریا سب طرف موجیں مار رہا
 جسدِ ناصدیق ہو گیا کہ اسی کے علم سے ہٹ کر اسلام کو ذل و سکنت نصیب ہو رہی ہے، شکستوں پر شکستیں
 مل رہی ہیں، ملک یک بیک چھینے جا رہے ہیں، طاعون اور قحط، خون اور پیپ، جُویں اور چھتھرے مل رہے
 ہیں، آگ مل رہی ہے، اُسیدن یہ سب اختلاف مٹ جائے گا، سب فرقہ بندیاں فنا ہو جائیں گی، سب
 اَرْضِ حِندِ اَدُمِ واکر بہاگ جائیں گے، حَذْلَ عَنَّهُمْ لَمَّا كَانُوا يُفَكَّرُونَ (انعام) کا سامان بندھ جائے گا، سب اولیاء
 اصفیا، پیر و فقیر عرش سے گر کر فرشِ زمین پر آ جائیں گے، طاعوت کی پرستش ماند پڑ جائے گی، جنت و نرس میں
 مساوات ہو جائے گی، سب کا خدا پھر ایک بن جائے گا، پھر اُس دن اس علم سے منفی بھی مشکل نظر آئے گا، طوعاً
 و کرہاً لوگ پھر قرآن کو حسبِ ناپکار آئیں گے، سب اعتقادی کتابیں جنہوں نے فتنہ عظیم بہا کر رکھا
 ہے فی النار و التقریر دیکھا جائے گی، سب جلکد خاک سیاہ ہو جائیں گی۔ یہ فی الحقیقت کئی خداؤں نے ہی فساد ڈالا
 ہوا ہے، عَلَا بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ (نور) کے صدق بن رہے ہیں، لَفْسَكْ نَا کا منظر پیدا ہو رہا ہے، جمالت کا تفرقہ
 ہے، ورنہ جہاں علم ہے وہاں اتحاد ہے اور وہیں سچی اور اصلی اے لاگت بے ریا توحید بھی ہے!

ہاں قرآن کو میں سترِ پا علم ثابت کرنا چاہتا ہوں مگر سلام میرے نزدیک سترِ پا عمل ہے، اس کی
 توحید عمل ہے، اس کا ایمان عمل ہے، اس کا اتقاعل ہے، اس کی عبادت عمل ہے، اس کا صراطِ مستقیم
 عمل ہے، اس کا شرک بدکاری ہے، اس کا کفر بد نظمی ہے، اس کا فسق بد عملی ہے، اس کا عملِ امت کا اجتماعی
 عمل ہے، متحین اور شفعہ عمل ہے، ہاتھوں اور پیروں کا عمل ہے، دلوں اور جگر دلوں کا عمل ہے، طاقت اور زور کا

(وَأَذْكُرْ عَبْدًا مَّا دَاوُدَ الْأَيُّوبَ إِنَّهُ آوَابٌ مُّقْتَدِرٌ) ! سُنْدَةٌ تَامِلْ كَلِمَةً اور اُنَيْدَةُ الْحِكْمَةِ (مَنْ) كَمَا، اُنَيْتًا حَكْمًا وَعِلْمًا (اللَّهُ)

کما۔ سلیمان علیہ السلام کو اپنا بہترین بندہ اور نعم العبد کما، آوَاب کے الہی لقب سے فرسز کیا، فرمایا کہ ان کو ہمارے ہاں بڑا تقرب اور بہترین مقام حاصل ہو (وَأَنَّ لَهُ عِنْدَ نَاكِلُ لَفِي وَحَسَنَ مَا يَنْ (مَنْ))۔ اس عظیم الشان نبی کی دعا

کا انداز بھی مدۃ العمر ہی رہا کہ بار خدایا! وہ عظیم الشان سلطنت، وہ شوکت اور اُتبت، وہ بے مثال جاہ و جلال، منصب فرما کہ کسی کو آنکھ اٹھا کر دیکھنے کا یا رانہ رہے (قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مَلَكًا لَا يُنْفِكُ لِي أَحَدًا مِّنْ بَعْدِي (مَنْ))۔ ملکہ سا کو گمراہی

خط لکھا کہ مطیع ہو کر رہو گی تو خیر مٹاؤ گی ورنہ وہ جسرا لشکر لے کر آدھکوں گا کہ تمہارے اوسان خطا ہو جائینگے، مقابلے کی تاب ہرگز نہ لاسو گی اور ذلیل و خوار ہو کر رہاؤ گی، (أَلَا تَعْلَمُونَ أَنَّكَ وَأَنْتَ فِي مَسِيرٍ مِّنْ رَبِّكَ، إِنْ جِئْتَهُمْ

فَلَنَأْتِيَنَّهُمْ بِجُنُودٍ لَا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِنْهَا أَذِلَّةً وَهُمْ صَاغِرُونَ (الْعن))۔ یہ سب کچھ اس ابدی سلطنت کو محفوظ رکھنے کی تدبیریں تھیں لیکن ارضی تصرف کے یہ والمانہ انداز کچھ داؤد اور سلیمان علیہما السلام سے مخصوص تھے،

سب انبیائے کرام بلا استثنائے احد سے اسی رنگ میں رنگے آئے اور اسی منظر پر اپنی امتوں کو امن کے معراج تک پہنچا کر یا اسکا مستقل سامان پیدا کر گئے۔ موسیٰ علیہ السلام کو بارگاہ الہی سے جب قانون ملا تو قوم کو اسی عجیب

شکست و سختی، اسی غلامی اور جمود کی ظلمتوں سے قوت اور امن کی روشنیوں کی طرف نکالنے کا تھا، محکومیت کے اندھیرے کو بادشاہت کے اجالے میں بدلنے کا تھا، ناعاقبت شناسیوں اور نا انجام پسینیوں کی سیاحت کی

طاقت اور دوام کے نور سے اچک لینے کا تھا، کابل اور شرمہ، غافل اور کاچور دلوں کے بچھے ہوئے اور سیاہ حجر و کوروش اور منور، محشر انگیز اور زلزلہ خیز میدانوں سے بدل دینے کا تھا (وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ

قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (البرہان))۔ اس سکون پذیر اور مائل جمود نسل انسانی کے اندر ایک عالم انگیز حرکت، ایک لازوال بالش، ایک متواتر سعی و عمل پھر پیدا کرنے کا تھا، نہیں خدا سے آگاہ کر کے پھر وہی ایام خدا نکھو واپس لے آئیگا

تھا، ایک مظلوم اور اجل زندہ قوم کو پھر سرسبز زندہ کر دینے کا تھا، الغرض غلامی کی لعنت اُتار پھینکنے کا تھا، وراثت زمین کا تھا، تیرا تلو اور کا تھا، توپ اور تفنگ کا تھا! (وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ

الظِّلْمَةُ إِلَى التَّوَدُّ وَكَرِهَتْهُمْ بِأَيْدِيهِمُ اللَّهُ (ابراہیم)۔ وراثت زمین کا مستقل نصب العین نبوت کے مرحلے میں
ہر نبی کے پیش پیش روز اول سے اس قدر رہا کہ وارث زمین آسمان تعالیٰ نے صالحیت اور صلاحیت کا صحیح
معیار بھی سب آسمانی کتابوں میں بادشاہت زمین ہی سے لے کر دیا (وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرْثُهَا
عِبَادِي الصَّالِحُونَ) (انبیاء)۔ یہی وہ بڑا پیغام، بڑی بشارت، بڑی خبر تھی جو اسی کے عظام ہر عبادت گزار، ہر گرفتار
خدا، ہر ملازم اور پابند قانون خدا، ہر سرکرا سوا، قوم کے لئے لائے (لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ غَيْرِ ذِي زُلْمٍ هُوَ الَّذِي
أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَبِالْحَقِّ لِيُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ) (انبیاء)۔ اسی بنا پر ملک زمین و آسمان کی بڑی
راہ پر لیجائے کی تھی (وَكُنْ لَكَ نَبِيٌّ إِنْ هُوَ إِلَّا نَبِيٌّ مَكْتُوبٌ) (الشعرا)۔ اس کا رخا نہ جان کی ملکوت کا علم حاصل کر کے اپنی قوم کو بقاء کی
ہونیکے باعث زندہ رہنے کی تھی (وَأَجْعَلْ فِي لِسَانِ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ) (الشعرا)۔ اسی بنا پر ملک زمین و آسمان کی بڑی
سے بڑی آزمائش کے بعد حضرت کو بڑے سے بڑا انعام (إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا) (نساء) کا ملا، ان کی اپنی اولاد
کے بارے میں درخواست بھی اسی نعمت کے دوام کی تھی (قَالَ دَمِينٌ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنْتَظِرُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ مَدِينًا)۔
وہ جب تک صاحب علم و عمل رہے اس موہبت کبرے کے وارث رہے، اُس علامہ مطلق خدا سے اولو الایہ
والایصار کا خطاب حاصل کرتے رہے (وَأَذْكُرْ عِدَّتَنَا أَنْزَلْنَاهُ لِنُؤْمِنَهُ وَالْحَقُّ وَيَعْقُوبُ أُولَى الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ) (مؤمن)
جب علم و عمل نہ رہا، ظالم بن گئے! آل ابراہیم کو بھی یہی انعام ملا (لَا تَحْزَنْهُمْ عَلَيْهِمْ شَيْئًا مِنْهُمُ ظَالِمٌ) (نساء)۔ ابراہیم، یونس، لوط علیہم السلام اور
انکے آباؤ جساد، بہائی بند اور اولاد سب کو یہی بے مثال فضیلت دی (وَأَسْمِعِلْ وَالْيَسْمَعُ وَيُؤْنَسُ وَلَوْطًا وَكَوْنًا
فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ) (انعام)۔ نوح، صالح، ہود علیہم السلام کی قوموں پر بھی یہی مخالفین کی ہلاکت اور وراثت زمین کی
وحی نازل ہوئی (لَقَدْ كُنَّا لِلظَّالِمِينَ) وَلَكِنْ كُنَّا كَوَالِدِمْ مِنْ بَعْدِ هَؤُلَاءِ (ابراہیم)۔ بالآخر ان کو دریاؤں سے سیراب
اور سرسبز جنات زمین میں داخل کر دیا (وَأَدْخِلْ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ) (ابراہیم)۔

(تیسرے صفحہ ۶۸) میں پھر وہی اہی سلطنت کا جو اور کتاب اول سلاطین باب ۹-۱۰-۱۱ میں اس سلطنت کو چھین لینے کی جگہ بھی دی ہے۔ ابراہیم سے قبل خدا پروردگار نے عالم سے نبی کے لئے دعا کی

عام اور قطعی محاکمہ دے دیا کہ ایمان اور عمل صالح کا اٹل نتیجہ بادشاہت زمین ہے (وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ جُزْئِيًّا مِنْ خِلَالِهَا الْأَنْهَارُ) (النہار)، ابدی سلطنت ہو، ظلمدحرمت ہو (خَلِيلِينَ فِيهَا أَبَدًا وَعَلَى اللَّهِ
حَقُّ الْقَائِمِينَ أَصْدُقُ مِنَ اللَّهِ فَيَذَرُوهُ) (النہار)، نہیں بلکہ صاف، غیر مشکوک اور ناقابل تاویل الفاظ میں کہہ دیا کہ اگر قانون خدا
مٹے پہر لوگ تو اجتماعی ہلاکت قطعی ہے، يَسْتَخْلِفُ رِيقِي قَوْمًا غَيْرُكُمْ (موجود) کا مذاہم، محکومیت کا جہنم ہے
غلامی کا طوق لعنت ہو، خوفِ عزّز ہے، عجز اور بے بسی ہے، دنیا خراب اور جو آگے چل کر ملنا ہے وہ اس سے
کسیں بڑھ چڑھ کر ہے (وَإِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ مَا أَرْسَلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ وَيَسْتَخْلِفُ رِيقِي قَوْمًا غَيْرُكُمْ وَلَا تَحْزَنُوا
شَيْئًا إِنَّ رِيقِي عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَافِظٌ) (ہند)، برضلاف اسکے اگر نبی کے لئے ہوئے قانون کی پیروی کرو گے تو اس کا
اٹل نتیجہ یہ ہے کہ دشمن عن قریب ہلاک ہو جائے گا، تم خود اسکی زمین کے وارث بن جاؤ گے، يَسْتَخْلِفُ فِي الْأَرْضِ
ہونے کا مقام حاصل ہو گا اور بعد ازاں جو کچھ ہے تمہارے اعمال پھیلے اگر اسی طرح عمل کرتے رہو گے تو جب تک
زمین و آسمان قائم ہیں بادشاہ زمین بنے رہو گے ورنہ اس خوب صورت اور منظم، اس باسلیقہ اور خدا کی اپنی حفاظت
میں لی ہوئی زمین سے تمہارا بیک بینی و دو گوش نکال دیا جانا قطعی ہے! (قَالَ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُهَبِّلَكُمْ عَدُوًّاكُمْ
يَسْتَخْلِفُكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرْ كَيْفَ تَعْمَلُونَ) (اعراف)۔ یہ دنیا دار لجن ہے، اس میں جو شے پائدار ہے سچی عمل ہے محنت
اور تکلیف برداری ہے، بے عمل اور مجبور ذرہ قوم کا یہاں پر صلاً اور طبعاً گذارہ نہیں!

الغرض وراثت زمین اور ممکن فی الارض کا اہم منصب بعین نثار آفرینش سے اسلاف نبیہا کے پیش نظر
بلا شرکت غیر سے رہا، وہ تمام عمر اسی بات کے دپے رہے کہ اپنی امتوں کو اس لازوال قانون، اس اٹل آئین عمل،
اس امر رب الغلین، اس العلم سے آگاہ کر کے عمل پر اکریں جس کا نتیجہ اجتماعی بقا ہے۔ دوام فی الارض ہے
بادشاہت اور غلبہ ہے۔ یہی اٹلا لایا ہوا دین تھا، اور نسل وراثت کا اسی طرز عمل کو تسلیم کر کے اس پر عمل پیرا ہو جانا نبیہا
کے مذہب کو ماننے کے مترادف تھا، یہی اپنا ایمان، لایکے معنی تھے، یہی ایمان کا لازمہ بلکہ بذات خود ایمان تھا۔
اسی بنا پر رسول کا اس دنیا میں منظر و منصور ہونا لازمہ رسالت تھا، اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ (صفت) کا مصداق بننا

نہ صرف جزو دین، یا عین ایمان، بلکہ تمام دین تھا، اِنْ جُنْدًا نَالَهُمْ الْعِلَادُونَ (صفت) نہ صرف ایمان والوں کی
 علامت یا مومنوں کا نشان سیما تھا بلکہ غالب بننا تابع بنی امتوں کا واحد مطمح نظر تھا۔ دشمن قوم کی ہلاکت بھی
 اس وجہ سے ہوتی تھی کہ وہ نبیؐ کے لئے ہونے قانون پر عمل پیرا نہ ہوتے تھے، بیخ اور محنت میں اپنے تن بدن
 کو ڈالنا پسند نہ کرتے تھے، احکام سے گریز کرتے تھے، یہی انکو نہ ماننے کے مترادف تھا، یہی کفر تھا، یہی کج
 رسل تھی۔ اور اسی بنا پر نبیؐ کی تابع امت سرگرم و پرغلبہ حاصل کر جاتی تھی۔ قرآن حکیم نے ایمان اور کفر کی اسی
 عملی کیفیت کو کسی قوم کی صلاحیت یا عدم صلاحیت کا صحیح معیار قرار دیکر قطعی لازوال اور اٹل محاکمہ پیش کر دیا
 کہ صاحب ایمان قوم کے کافر قوم سے قتال کا نتیجہ ہر نوع اور ہر حال یہ ہے کہ ایمان والی قوم اس زمین پر
 کبھی ہٹے نہیں پھیرتی، جب ہٹے پھیرینگے کافر ہی پھیرینگے۔ روز ازل سے یہ ایک طے امر ہے، قانون خدا
 جو روزِ آخر پیش سے برابر چلا آیا ہے اور جب تک زمین آسمان قائم ہیں برقرار رہیگا، وَلَوْ كُنْتُمْ كَافِرًا لَّوَلَّوْا
 الْاَدْبَارَ لَسْتُمْ لَاحِقُونَ وَلَئِنْ لَمْ يَنْصُرُوا لَكُمْ فَاصْبِرْ اِنَّ سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ يَجْدَلَ سُنَّةَ اللَّهِ تَبْدِيلًا
 (النح)۔ گویا جہاں فتح و ظفر کا چرچم لہا رہا ہے، جہاں ایک قوم کو دوسرے گروہ پر غلبہ حاصل ہے، جہاں ایک فطر
 عجز اور بے بسی، اور دوسری طرف قوت اور استیلا قائم ہے، وہیں ایک قوم نبیؐ کے خدا کے ماں سے لائے
 ہوئے مشترک قانون کی صحیح معنوں میں مومن ہے، اُس العلم کے کسی نہ کسی اہم حصے پر عمل کر رہی ہے، نہیں
 اس علم و عمل کی وجہ سے ہی کامیاب ہو رہی ہے، وہیں دوسرا گروہ اس قانون خدا سے کفر کر رہا ہے، اس کا علماً
 منکر ہے۔ یا اُس کی کما حقہ تعمیل کرنے میں کسر رہ گئی ہے، یا مخالف فریق اُس پر بہتر اور باحسن وجہ عمل کر رہا ہے۔ فتح
 و نصرت کا سلسلہ جیتک قائم ہے، کفر و ایمان کا یہ محاکمہ قطعاً پورا ہوتا رہیگا۔ خدا کے قانون کی پہلی اور آخری فہم یہی ہے
 کہ ایمان بہ نوح و فتح و نصرت کے مترادف اور کفر بہر حال شکست اور زوال کے ہم معنی ہے
 اسلاف نبیؐ سے قطع نظر خود نبیؐ اس الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واحد مطمح نظر رہے زمین پر
 غلبہ حاصل کرنا اور امت عرب کو بقا و دوام کے معراج پر پہنچانا تھا، یہی ان کے مبعوث ہونے کی اہم ترین غرض

تھی (مَنْ آتَىٰ أَرْضَهُ بِالْحَقِّ وَالْحَقُّ لِيُظْهِرَهُ عَلَىٰ الَّذِينَ كَلَاهُ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ) (سجہ) نہیں
 بلکہ ایسی غالب ہو کر رہنے کے علم کو حاصل کر کے اس پر عامل ہو جانا عین اسلام اور عین دین بلکہ تمام اسلام اور تمام مذہب
 تھا۔ سرور کائنات اگر کوئی پیغام بشارت اپنی قوم کے لیے لاتے تو یہی یمَّعَكُمْ مَتَاعًا حَسَنًا (ہو) کالائے، نَصْرًا
 مِنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ (سجہ) کالائے، لِيَسْخَبَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ (سجہ) کالائے، لِيَسْبِقَ إِلَيْكُمْ قُرْبَىٰ بَعْدَ خَوْفِهِمْ أَمْنًا (سجہ)
 کالائے، هُمْ الْغَالِبُونَ (سجہ) اور أَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ (سجہ) کالائے، قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَعْيُهُمْ لَكُمْ بَرَاءٌ كَلَّا لَئِنْ
 بَدَّعْتُمْ عَنْ آلِ الْكَافِرِينَ (سجہ) کالائے، إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ اور تَخَافُونَ أَنْ يَخَضَّعَكُمْ الْإِنْسُ كَ
 بَعْدَ مَا وَكَّفُوا وَإِنَّكُمْ خَصِيصَةٌ (سجہ) کالائے، وارث زمین بنا کر خدا کی نظروں میں صلح اور عابد بن جائے
 کالائے رَوَّلْنَا كَتَبَنَا فِي الزُّبُرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنْ الْأَرْضَ يَرْثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ إِنَّ فِي هَذَا لَكَلَامًا لِّقَوْمٍ
 غَائِبِينَ (سجہ) نہیں بنی نوع انسان کو مستمکن فی الارض کر کے حفظ و امن دینے آئے، دوام اور بقا دینے آئے
 خوف کی ظلمتوں سے نکال کر امن کے نور کی طرف لے آئے (كِتَابُ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ بِالْحَقِّ وَالْحَقُّ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ
 بِإِذْنِ رَبِّهِ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (سجہ) دشمنوں سے ناک گر کر اس نور کو پورا کرنے آئے (وَاللَّهُ مُتَعَدِّ قُوَّةٍ
 وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ) (سجہ) متحد کر کے قوی اور بے خوف و خطر کرنے آئے! اسی نقطہ نظر سے وہ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (سجہ)
 تھے، صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ پر تھے، فرستادہ خدا تھے، بشیر اور نذیر تھے۔ اس نیک سیرت نبی نے اگر اپنی قوم
 کو کسی فوری عذاب سے ڈرایا: تو ایسی اجتماعی ہلاکت کے جہنم سے ڈرایا، مجموعی راحت اور نیوی امن کی شاہ راہ
 دکھلا کر شکست و مخطاط کے یوم کیوں سے ڈرایا (مَعَكُمْ مَتَاعًا حَسَنًا إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَدَّدٍ وَ يَوْمَ تَصْبِرُ فَصَلِّ
 وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيرٍ (سجہ) غیر قوم کے عرب پر مسلط ہو جانے کے عذاب الیم سے ڈرایا
 (لَا تَنْفَرُوا يَوْمَ يَكْفُرُ عَنَّا بِالْإِيمَانِ وَيَسْتَبْدِلُ قَوْمًا غَيْرَكُمْ) (سجہ) محکومیت اور غلامی کے سیر سے ڈرایا (وَإِنْ تَوَلَّوْا

مذہب و ملت مستقیم کے انہی مفہوم کے متعلق ایک مختصر اور مفید تذکرہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ۱۱۹-۱۲۰ ہجری تک ہے۔ اور یہ کتاب میرا نسخہ ۲۲۳ ہجری تک لیکن یہاں پر سورہ فتح کی چند آیات معنی خیز اور حقیقت کش آجیوں
 کو پڑھ کر دیا جائے جس میں صراط مستقیم کے الفاظ واضح ہوئے ہیں اور جس سے حقیقت اور ہی واضح ہو جاتی ہے کہ دشمن پر برزخ غالب ہو کر رہنا، ان کے وسائل دفاع امداد و شراع کو ٹوٹ کر ٹوٹ کر ٹوٹ کر ٹوٹ کر
 بے دست و پا کر دینا اور اپنی جانت کو ان کے دست قہدی سے حق اویس بچانے کے نہایت ہی خدا کی نظروں میں اس نیاں رہنے کا راہ راست اور صراط مستقیم ہے۔ بہت رضوان کے ذکر میں شاہ
 الہی ہے: لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْ النَّبِيِّ إِذْ يُرَىٰ نَبِيُّكَ حَتَّىٰ تَخْرُجَ مِنْهُمَا قُلُوبُهُمْ فَانْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَآثَابَهُمْ فَفَتَحَ قُرَيْشًا وَمَعَا نِيْلَهُمْ كَيْدًا يَا خُنْدَسَارَ دَهْدَا وَكَانَ اللَّهُ مَعَهُ
 حَكِيمًا وَعَلَىٰ كَيْدِ اللَّهِ مَعَكُمْ كَيْدُهُمْ تَأْخُذُ دَهْمًا فَفَعَلَ كَقَوْلِهِمْ وَلَقَدْ آتَيْنَا الْكَافِرِينَ تَمَكُّنًا وَلَقَدْ كَانَ مِنْهُمْ قَوْمٌ يَكْفُرُ صَوْرًا حَاطَةً مِّنْهُمَا
 (سجہ) تفسیر تفسیر کے ہے ہر کتاب پر ۲۲۳ ہجری کو درج کیا ہے +

يَسْتَدِلُّ قَوْمًا غَيْرُكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمثالَ الْكَفَرَةِ (عہد)، صُحِبَتْ عَلَيْهِمُ الذَّلَالَةُ وَالسَّكِينَةُ (بقرا) سے ڈرایا، فَزَيَّنُوا
 حَقَّ يَأْتِي اللَّهُ بِآيَةٍ (ایہا کفار!) اجتماعی زوال کی آسمانی بجلی سے ڈرایا، (كَانَ يَوْمَ يَوْمٍ يَوْمَ مَا يُؤْعَدُونَ لَكُمْ يَوْمَ لَا سَاعَةَ
 مِنْ تَهَارَاتٍ بَلَمَّ، فَهَلْ يَهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ (اعاش) اگر کچھ قوم کے پیش نظر کر دیا تو یہی دنیاوی حالت کی بہتری
 کر دی (سَيَهْدِيهِمْ وَيُضِلُّهُمُ بِالْهَمَّةِ (عہد)، اجتماعی زہوں حالی کے دور روپے کا وعدہ کیا (كَفَرْتُمْ سَيَأْتِيَهُمْ
 اضْلَالٌ بِالْهَمَّةِ (عہد)، جنات زمین پیش روپے، منکروں کی خستہ حالی کا سماں باندھ دیا (إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ
 آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَنَبَّهُونَ وَيَاكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ مَرْبُوعًا
 أَوْ ذِكْرًا أَرْضُهُمْ ذُرِيَّتُهُمْ وَآمُوا الْهُوَ (عہد) کا احسان جت لایا، فَذَكَ فِي قُلُوبِهِمُ الشَّعْبُ (عہد) اور وعدہ کر
 اللَّهُ مَخْلُوعًا كَذِبًا (عہد) کا انعام بتایا، الغرض جس رنگ میں آسمانی پیغام دیا اس کا مستہائے طلیل ہی اجتماعی
 تکلن اور وراثت زمین ہی رہا۔ قرون اولیٰ کی اسلامی زندگی کے تمام عملی ماحول کو پیش نظر رکھ کر دقیقہ رس و حقیقت
 شناس شخص کیلئے آج بھی اس امر کا اعتراف کچھ متعذر نہیں کہ عہد رسالت میں اور اس کے کئی برس بعد تک مسلمان
 کی زندگی اسی واحد نصب العین کے لئے وقف رہی، ہر فرد اسی 'الاعلون' بن کر رہنے کو عین اسلام
 بلکہ تمام ایمان سمجھتا رہا۔ ہر شخص کا مستہائے عمل، اس کا اٹھنا اور بیٹھنا، اس کی زندگی اور موت اسی امر کے
 درپے رہی کہ یا اسلامی اخوت اپنی مسامت کے زور پر خود بخود مسعود و مسیح جوتی جائے کہ دشمن ایک باقی نہ رہے
 یا منکرین پامنیہ کر دیئے جائیں کہ سب طرف یَكُونُ الَّذِينَ كَلَّمَ اللَّهُ (انسان) کا سماں بندہ کر رہے، چھپڑے کے
 پرتلوں میں حائل کی ہوئی تلواریں اور رسیوں سے مرمت کیے ہوئے نیزے اس عہد نبوت میں جزو اسلام
 تھے، سرکب اور تیغ بہر مجاہد ہو کر رہنا نئے مسلمان بننے کی نشانی تھی، زخموں پر پٹیاں باندھنے اور بزدل
 خاوندوں سے ناراض رہنے والی بیبیاں صحیح معنوں میں مومنات تھیں۔ یہ وہ اسلام اور وہ ایمان تھا جسے
 باعث سرور کائنات کی وفات کے بعد بارہ برس کے اندر اندر عرب مسلمانوں نے سطح زمین کے چھتیس ہزار شہر و
 قلعے سر کر لیے تھے، چار ہزار ہیکلوں اور تھانوں کو بیوندر زمین کر دیا تھا، صد ہا گرجے مسجدوں میں تبدیل کر دیے

تو بریس کے اندر اندر اس اولوالعزم نبی کے اولوالعزم پیروانہ کی برفانی چوٹیوں اور فرسہ کے سرسبز میدانوں میں
جادو کے! افریقہ کے تپتے ہوئے بیابانوں کو چشم زدن میں طے کر کے جنات زمین کی تلاش میں لگ گئے، خدا کی
زمین خدا والوں نے شیطان والوں سے جبراً اور کرنا چہین لی، کسے کی غفلت کو ملیا میٹ کر دیا، قیصر کے
تخت کی بنیادیں ہلا دیں، فرعون کی کھوپڑی پر گھوڑے دوڑائے، ادھیراج ہمارا بے رام رام پکار اٹھے، یوہو
کے بلند نشینوں کو فرش پر گرا دیا! مذہب اسلام بعد میں خواہ کچھ کا کچھ بن گیا ہو، اسکی یہ منزل الاض صورت
نا حقیقت شناس لوگوں کی متفقہ تاویل سے یا عوام کے متفقہ مکر کے باعث کچھ کی کچھ بن گئی ہو، سعی و عمل کی
وہ لشکر انگیز اور کارکن تڑپ اُتوال اور اعتقاد کی آرام وہ اور ناکارہ صورت میں بدل چکی ہو، مگر قرآن حکیم کے
طالب العلم اور مذہب کی تہ کو پہنچنے والے دقیقہ رس کے لیے، نہیں بلکہ پیام خدا کو ابتدائے آفرینش سے
اخیر دم تک ایک یقین کرنے والے حقیقت شناس کے لیے اس واقع الامر سے انکار کرنا محال ہے کہ
خاتم النبیین کا لایا ہوا اسلام دراصل ہی **قرن اول** کا اسلام تھا، وہی ابو بکرؓ اور عمرؓ عثمانؓ اور علیؓ والا اسلام
تھا، خالدؓ اور طارقؓ، مسلمؓ اور ابوعبیدہؓ والا اسلام تھا، غالب بنکر رہنے اور پیچھے نہ پھرنے والا اسلام تھا،
دوست کو آغوش لطف و مرحبا میں لیکر تنومند کر دینے والا اسلام تھا، دشمن کو ہمت دے کر نیت و نابود کرنے
والا اسلام تھا، سب بنی نوع انسان کو سطح زمین کی تحد، بے روک ٹوک اور بے خوف خطر بادشاہت پر
خاتم کر کے، نسل انسانی کو باہم فساد سے پاک اور ایک کر دینے والا اسلام تھا (حاشی لا تَحْشَوْا فِتْنَةَ
وَيَكُونَنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ كَلَّةً يَلْعَنُ اللَّهُ زُلْفَانًا)، نہیں گمراہ بن، یہود اور عیسائی، آتش پرست اور گور پرست کے سب مادیوں اور
پیغمبروں، سب رہنماؤں اور رسولوں کو اسی الاسلام کے حامل قرار دے کر، وہی وارث زمین اور متحد
بنانے والے پیغام کے مبلغ یقین کر کے، اسی مذہب اسی جائے ذباب اور اسی راہ عمل کے ناشر مانکر سب کے
درمیان **تفرقہ** اور مخالفت مٹا دینے والا اسلام تھا! سب انسانوں کو ایک خدا کے مشترک بندے، ایک
باپ کے ہم مرتبہ بیٹے، ایک نوع اور ایک جنس کے یکساں اور مساوی افراد یقین کر کے ان کے درمیان **دعائے بیہود** کا

ماحول پیدا کرنے والا اسلام تھا! اس اسلام میں شدت تھی (اَلْبِدْعَةُ عَلَى الْكُفَّارِ النُّجَى)، اس میں سختی اور غلاظت تھی (وَأَعْلَظُ عَلَيْهِمْ دُونَ)، اس میں دعوت اور اضطراب تھا، انا نیت اور اعتصاب بھی تھا (إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ آل عمران)، فاتحانہ تجرہ اور فائزانہ محکم تھا (لَا يَجْعَلُ الْمُؤْمِنُونَ الْكُفْرَ بِآلِهِمْ مِنْ عَمَلِ الْمُؤْمِنِينَ آل عمران) اس میں حیت اور عصبیت بھی مگر تعصب قطعاً نہ تھا، مذہبی اور اعتقادی تجرید گزرتھی، یہود سے یہود ہونیکے باعث نفرت نہ تھی، عیسائی سے عیسائی ہونیکے باعث جہت ناث تھا، یہود سے کرشن علیہ السلام کی وجہ سے مخالفت نہ تھی، پارسی سے زرتشت علیہ الرحمۃ کی پر حاش نہ تھی، نہیں اسلام سے محمد مرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے عمت نہ تھا (وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُولَئِكَ نُمَاتُ آتَ قِيلَ أَتَقْتُلُونَهُ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَتَّقِلْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَنُصَرِّفَنَّ اللَّهُ شَيْئًا وَنَسِيحُنَّ إِلَى اللَّهِ الشُّكْرَ (آل عمران)، دین خدا سے دین محمدؐ ہونے کے باعث محبت نہ تھی۔ سرور کائنات علیہ التَّحِيَّةِ وَالسَّلَام کی وفات کے بعد جب حضرت عمرؓ نے تلوار ہاتھ میں لیکر اراد کیا مصلحتاً لوگوں سے کہا کہ رسول خدا مرے نہیں تو حضرت ابو بکرؓ نے منبر پر چڑھ کر فرمایا کہ لوگو! اگر رسول خدا کی تلاش میں ہو تو وہ تو انتقال کر گئے لیکن خدا زندہ ہے اور اس موت گہر نہیں یہ سب اس لیے کہ اُس اسلام کو محمدؐ سے بحث نہ تھی، اس کو اُس جسم اطہر سے غرض نہ تھی جو مٹی میں ملکر مٹی ہو جانیوالا تھا، اُن کو بنی نوع انسان کی طرف خدا کے بھیجے ہوئے قاصد کو بُت بنانا نہ نظر نہ تھا، اُن کو سچا م خدا غرض تھی، نامہ رب العالمین سے بحث تھی، بنی نوع انسان کی طرف خالق زمین و آسمان کے بھیجے ہوئے خط کی بیابانی تھی، مکتوب کو چوڑ کر نامہ بر کی آؤ بھگت کرنا کچھ نہ نظر نہ تھا! وہ اس بات کے درپے تھے کہ حکماء خدا کی تعمیل ہو، مشیت ایزدی پوری ہو کر رہے، جو شے وہ بادشاہوں کا بادشاہ چاہتا ہے اُسکی تعمیل ہو، جو نفس پیغام ہے اُسکی طرف توجہ ہو، یہ دین خدا کا ہیجا ہوا دین ہے، سب انبیاء کا لایا ہوا دین ہے محمدؐ کا بنایا ہوا دین مگر نہ نہیں! یہود اور نصاریٰ سے تجرہ بھی اسی عدم تعمیل کی بنا پر تھا، وہ اس نصب العین کے درپے تھے کہ رب زمین و آسمان اپنے سب بندوں کے ساتھ مساوات اور اتحاد چاہتا ہے، نسل انسانی کا دو دم

بقا چاہتا ہے۔ انسان کو اس زمین پر صحیح معنوں میں اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہے [اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً] کی تکمیل چاہتا ہے۔ لَا کُفَّیْ اِمْرًا فَوْقَهُمْ وَهُمْ یُحْکِمُوْنَ اَکْثَرُ مِنْکُمْ (۱) چاہتا ہے، سطح ارض پر ایک متحد قومیت کا تسلط چاہتا ہے (وَلَوْ شَاءَ رَبُّکَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً رَّبُّہٗ) (۲)، مشرق اور مغرب کا، شمال اور جنوب کا، برہمچرے کے مکر کا آپس میں کامل اتفاق عمل چاہتا ہے، فساد سے فی الجملہ ناخوش ہے، زمین کی متحدہ خلافت کا نصب العین بنیں کر کے سب کا ایک طرز عمل، ایک دین، ایک صراطِ مستقیم، ایک ملت چاہتا ہے، سب نبیؐ کو اسی پیغام کا حامل، اسی اہم دستور العمل کا مبلغ، اسی غیر محصول آماجگاہ کا مشاق قرار دیتا ہے، ہر انسان سے یہ بات قبلہ کر سب کو ایک کر دینا چاہتا ہے، ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ مَا کَشَفَتْ اَیْدِی النَّاسِ (۳) کے کلمات انگیزہ منظر کو یک قلم دور کر کے خَلِیْفَیْنِ فِیْہَا مَا دَامَتِ السَّمَوْتُ وَالْاَرْضُ (۴) کا امن نسرا ماحول پیدا کرنا چاہتا ہے، اِنْ یَّکْفُرْ اِنَّہُمْ کُفْرًا وَّیَا بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ اِنْتُمْ کُفَرْتُمْ (۵) کے محشر انگیز سے کو حتی الامکان پیدا کرنا نہیں چاہتا! یہی وجہ تھی کہ صدر اسلام میں ختمِ ریل کا لایا ہوا دین صرف ایک جمہوریت تھا، ایک بنی نوع انسان کا بلا امتیاز رنگ و نسل اور بلا اختلاف قوم و مذہب بھائی چارہ تھا، ایک بردست اور عالمگیر اخوت تھا، ایک اٹل اور غالب عصبت، ایک محرک اعتصاب شرکت تھا، دوسری قوموں کو ناپاق چھڑا کر، اُنکے مقدس غیپبروں کو گالیاں دیکر، اُنکے خوف یا محرف دین کو برا بھلا کر اپنا دشمن بنا لیں اس اسلام کا نصب العین ہرگز نہ تھا! اسی مساحت اور بلند نگاہی کے باعث اس دین میں مقناطیس کی جاذبی کشش پیدا ہو گئی تھی، یَذْحِکُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَوْ اَجَاہِدْہُمْ کَا سَمَاءٍ ہَرْطَفَ نَظْرًا تَا تَا، اسی کے باعث زمین کے ایک بڑے سے بڑے حصے پر امن پیدا ہو گیا تھا، اُنکی حکومت مالک ارض و سما کی منشا کے عین مطابق قائم ہو گئی تھی، دوست مال جائے بہائی کی طرح بغلیگر ہوتے تھے، دشمن موت کے انتظار میں دم بخود تھے۔ امن اور بادشاہت تھی، اگر اہ اور اجار نہیں تھا، دین کو لوگ فرقہ بندی نہ سمجھتے تھے، اہل بیوی اور بیویوں کے بالمقابل محمدیؐ بنا کر شہ نہ جانتے تھے، اُن کے پیش نظر صرف قانون خدا کا علامہ مطیع بننا تھا، مسلم بننا تھا، خدا کے بھیجے ہوئے دستور العمل کو پیہم سعی و عمل سے نبا ہنا تھا، خدا کے آخری رسول کو بُت بنا کر

اُن کے پیچھے صف آرا ہو جانا نہ تھا! یہی سچی اور بے لاگ توحیدِ رمی، یہی توحید فی الرسالت کی صحیح معنی تھی! (مَا كَانَ لِأَنبِيَائِهِمْ تَعَزُّوْنَ وَلَآ تَصْرَافُكُمَا وَلَٰكِن كَانَتْ خَتْمًا مُّسَلِّمًا زَالِ عَرْنًا) ! آج جو قومیں اِس الاسلام اس دینِ محمدؐ، اِس مذہبِ خدا اور راہِ مالک الملک کے عشرِ شیر پر بھی صحیح معنوں میں عمل پیرا ہیں جو وراثتِ زمین کو انسان کا صحیح معنوں میں واحد نصب العین اور یکتا مذہبِ عمل یقین کر کے اِس رہنمائی میں دن رات لگی ہیں، جو لاشریک با و شامت کو خدائے بے ہمتا کا واحد حکم سمجھ کر اس حکم کو فعل میں لانے کی سعی کر رہی ہیں، جو مالکِ زمین و آسمان کو قوی و عزیز سمجھ کر قوت اور عزت حاصل کرنے کے درپے ہیں، جو اسکو سمیع اور بصیر اور علیم یقین کر کے تخلقوا باخلاق اللہ کے کسی حصے پر عامل ہیں، نہیں جو وراثتِ زمین کو اپنا دین و ایمان، اپنا تپاؤ اور مسلک یقین کر کے اور سب دینوں کے مستغنی ہیں، عیسویت اور موسیویت، ہندویت اور محمدیت کی سب اعتقادی ہول بھلیوں سے بے نیاز ہیں، اپنی جماعت کے اندر ایک اٹل عصبت ایک عالمِ آرا وحدت، ایک دشمن کش اشتداد پیدا کر کے عاجز کو اور عاجز کر رہی ہیں، اَشِدُّ اَعْلٰی الْكُفَّارِ اور رَجَاءُ بَيْتِ الْفُتُوْر کی سچی تصویر ہیں نہیں جو قومیں اُس صنمِ بی مثال کے اپنے ماتھوں سے بنائے ہوئے کیڑوں اور کوڑوں، پرندوں اور حیوانوں کے اعمال و عادات، معمولات اور اخلاق کا صحیح مطالعہ کر کے انہی کی طرح اِس زمین کے برعکس ہر اُسکے بلا ہست پر اُسکے جبل و سہل پر، اُسکے تحت الثری میں، تحت البحر میں اور جو فِ آسمان پر ہر کن طریقے سے قابض ہونا چاہتی ہیں، انہی کی طرح کے ایک قطع کے اشیائے، ایک رنگ کا لباس، ایک طرزِ ریش، ایک دستورِ عمل، ایک شکل و صورت، ایک نصب العین، ایک قاعدہ اور طریقہ، ایک دین، ایک مذہب، اپنے افراد کے اندر قائم اور دائم کر کے ایک اٹل عصبت اور جہاں شکن زور اپنے اندر پیدا کر رہی ہیں۔ ہاں جو قومیں اُس دینِ فطرت پر عمل رہی ہیں جو ہر صاحبِ صبح و بصر کو ہر جا اور ہر وقت اِن آنکھوں کے سامنے نظر آتا ہے جو فطرَ النَّاسِ عَلَیْہَا رَحْمَۃً کا صحیح مصداق ہے، جو قومیں اِس طرح پر اپنے پا جاموں اور گپڑیوں، اپنی داڑھیوں اور مونچھوں کو جزو دین سمجھتی ہیں، اور اِس اٹل زور اور اشتداد کو، اِس یگانگت اور یک رنگی کو، اِس تنگن اور یکتائی کو، اِس لاشریک

بادشاہت زمین کو، اس لایمیراۃ فی حکمہ احکاۃ کے الٰہی حلاق کو، اس سخن بڑے الارض (زمین) کی
 ربانی صفت کو، اس لایمیراۃ فی حکمہ احکاۃ کی کبریائی خاصیت کو اپنا واحد شعار اور ایک مذہب جمعی میں اور
 اسکے سوا کسی انسان کے من گھڑت مذہب، کسی خود ساختہ شریعت، کسی لمبی وارھیوں اور مسواکوں، کٹنیھیوں
 اور استنجاف، کسی کپڑیوں اور پاجاموں کو استنجاؤ کے نصب العین سے علحدہ کر کے نہیں جانتیں، وہی آج فطرت کے
 خزانہ عامر سے انعام پا رہی ہیں انعمت علیکم (خدا کی مصداق ہیں، انہی پر رحمت ایزدی کا موسلا دھاری
 لگا رہا ہے۔ اور جب تک اس صراط مستقیم پر ہیں لگاتار برستار ہے گا بڑے عز و جل نے اسی دین
 فطرت کی ماہیت کو کوتاہ نظر اور نابالید انسان پر واضح کرنے کی غرض سے اعلان کر دیا تھا کہ اگر اس دنیا کے
 اندر صراط مستقیم چاہتے ہو تو یہ سمجھ لو کہ سب حیوانی امتیں اور سفلی مخلوق تمہاری ہی طرح کی امتیں ہیں جو
 وہ کر رہی ہیں وہی منشائے خدا ہے، جو کچھ اُنکو سکھلادیا ہے میری ہی مشیت ہو، ہم نے اس کتاب
 عظیم کے اندر جو کتنا تاکہ دیا ہے اب ذمہ داری اور جواب دہی کا بوجھ تمہاری گردن پر ہے۔ سمع و بصر اور قلب
 سلیم تمہیں ارزانی ہے، اب ہاں بوجھ گرونگے اور ہر سے اور اندھے بن جاؤ تو اسکی سزا آپ بھگتا کرو گے، وَمَا
 مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا ظَلْمٍ يُظْهِرُ حُجَّتَاجِہٖ إِلَّا أُمِّمَ أَمَّا لَكُمْ مَا فَرَضْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ فَتَوَلَّوْا سَمَیْہُمْ
 یُخْشَرُونَ۔ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُوبُوا بِكُمُ فِي الظُّلُمَاتِ مَنْ يَشَاءُ اللَّهُ يُضِلُّهُ وَمَنْ يَشَاءُ يُصْلِحْهُ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ
 (انعام)۔ چھپر کا نیش مار کر اپنے آپ کو اعلیٰ ثابت کرنا یا زمین کے ایک بڑے سے بڑے ٹکڑے پر قبضہ کر کے انسان
 کو مار بگا نامیراۃ ہی بنائی ہوئی فطرت ہو، مجھے اُس بالہام وجود کی مثال بیان کرتے ہوئے کچھ شرم نہیں آتی۔
 کیونکہ وہ بہر نوع مومن ہے، اور اپنی ذرا سی بساط کے مطابق اعلیٰ رہنے کی سعی کرتا ہے، خدا کے رزاق سے
 باندھے ہوئے عہد کو توڑتا نہیں، اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٰ اَنْ يُّضْرِبَ مَثَلًا مَّا يَعْوَضُہٗ فَمَا فَوْقَ مَا فَاَمَّا الَّذِیْنَ يَمُؤِنُوْنَ
 فَبَعَلُوْنَ اِنَّہٗ لَخَبِیْرٌ مِّنْ رَّحِیْمٍ۔ وَامَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَبَقِیُّوْنَ مَاذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِہُمْ اَمْ لَہُمْ اَمْتًا لَّہٗ یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا فَاَقْبِرْہِیْ بِہٖ کَثِیْرًا
 وَمَا یُضِلُّ بِہٖ اِلَّا الضَّالِّیْنَ۔ الَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیثَاقِہٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِہٖ اَنْ یُّصَلَّ وَ

يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَكِنَّكُمْ خَيْرُ الْخَائِرِينَ (بقرہ)، میری سب مخلوق اپنی فطرت اور ہدایت پر روزِ آفرینش سے چل رہی ہے، ایک سرِ نمو اور ہر اور نہیں بنتی (اعطیٰ کل شیء خلقہ فخرِ ہدایٰ (۱۸۷))، مگر انسان اپنی جبلت کو بہول بہول کر اپنے آپ کو دُکھ میں ڈال رہا ہے اور لَقَدْ عَمِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلِ فَكَيَّوْا وَلَمْ يُجِدْ لَهُ عَزْمًا (۱۸۸)۔ بارِ باغیبست لاری
دینِ فطرت کو لائے، مگر اس میں اپنی جبلت پر چلتے رہنے کا عزم نہ تھا۔ میں لا شریک خدا ہوں کسی دوسرے خدا کا اس زمین و آسمان کے اندر ہونا مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتا، اگر اس کائنات کے اندر میرے سوا کوئی اور خدا ہوتا تو یہ زمین و آسمان کبھی کے بگڑ گئے ہوتے (لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلَهِ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا) (انبیاء)، میں خود اپنی فوجوں سمیت اُس چرپرانی کر دیتا اور اُس کو سچا کر رہتا (وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنَ إِلَهٍ إِذْ أَذْنَبَ كُلُّ إِلَهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَّا بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ) (المؤمنون)، تم بھی اس طرح اس میری بنائی ہوئی زمین پر لا شریک رہو، کسی کو اپنے مقابلے میں آنے نہ دو، وہ غالب بن کر ہو کہ زمین پر فساد کی کوئی صورت باقی نہ رہے! یاد رکھو کہ میں خدا ہوں لیکن تم **منظہرِ خدا** ہو، اوصافِ الٰہی کا مجسمہ صغریٰ ہو، میری طرح سب اور صبر ہو (فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا) (ہجر)، قلبِ سلیم رکھتے ہو، صاحبِ ست قدرت ہو، مالکِ ارادہ ہو، اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ (۱۸۹)۔
 بن سکتے ہو، میں نے تمہاری جبلت کے اندر اپنی لازوال اوصاف کا ایک جزو صغیر ڈال رکھا ہے، اپنی رُوح تم میں پھونک دی ہے (فَنفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي) (نہج)، یہ اسلئے کہ میں تم سے وہی چاہتا ہوں جو میں خود ہوں، وہی کہتا ہوں جو کر رہا ہوں۔ میں خود قوی اور عزیز ہوں، تمہاری بھی قوت اور عزت چاہتا ہوں۔ جبار اور قہار ہوں تم سے بھی جبار اور قہار چاہتا ہوں۔ رحیم اور رحمن ہوں تم سے بھی مسامت اور رواداری کا متمنی ہوں۔
 كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (عن) کا مصداق ہوں تم سے بھی انتہائی سعی و عمل چاہتا ہوں، خلاقِ عظیم ہوں، تم سے بھی بڑی بڑی ایجادات اور اختراعات کا متوقع ہوں، تم اس زمین پر میرے قائم مقام ہو، خلیفہ خدا ہو، مژشتوں کی مرضی کے برخلاف تم کو یہ مقام سب مل چکا ہے (وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوا أَجَاعِلُ فِيهَا مَنْ يَفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ

مَا كَانُوا يَتَعْلَمُونَ۔ (یعنی) اسیلئے ان کے طعنہ آمیز قول کے مطابق اس زمین پر فساد پیدا نہ کرو! میری ہی بحسبِ اعلیٰ
 میں گھے رہو، نہیں اسیلئے متاثر کیا گیا ہے کہ تم میں علم ہے، علم اسماء اور علم حقائق الاشیاء کی کامل استعداد
 رکھ دی گئی ہے، ان بچاے فرشتوں میں یہ بات اصلاً نہیں، وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى
 الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ قَالَوا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا بِأَسْمَائِكَ إِنَّا كُنَّا نَعْلَمُكَ
 أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ۔ قَالَ يَا آدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ۔ فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَنَا
 عِلْمُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ۔ (یعنی)، یہی علم عمل تم کو اس دنیا میں سرسبز
 کرے گا، یہی خلیفہ خدا ہونے کا سچا اہل بنائے گا، یہ سب ملائکہ بھی تمہارے ہی خادم ہیں، تمہارے ہی مطیع بن کر
 رہیں گے، تمہیں ہی سجدہ کرتے رہیں گے، یہ جو کچھ زمین و آسمان میں ہے تمہارے لیے ہی مسخر کر رکھا ہے (وَسَخَّرَ
 لَكُمْ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ) (ما فی۴)، تمہاری ہی اطاعت اور تمہارے ہی استعمال کے لیے ہے
 بشرطیکہ تم اس کے اہل بنو، اگر کہیں کوئی شے تم سے برتر تہ ہو کر رہے گی تو وہ شیطان ہے۔ اُس پر غالب آنا تمہارا
 کام ہے، وہی تم سے اگر اگر کر رہے گا اور طمع بنا حتی الامکان گوارا نہ کر سکے گا۔ پس اس خلافتِ خدا کے
 اہل بن کر دکھاؤ، لا شریک اور قومی بن کر دکھاؤ، عالم اور عامل بن کر دکھاؤ، یہ دنیا دارِ الحقن ہے،
 اس میں بے علم اور بے عمل قوم کا طبعاً کچھ گذرہ نہیں!

قانونِ خدا کا یہ وہ حیرت انگیز اور حقیقت کشا علم تھا جسکو تین برس کی جاں گز اور روحِ فسیلِ محنت کے بعد پھر
 عرب کی امی اور اجد، بے ہتیار اور بے زر قوم نے نئے زمین کے چتیں ہزار شہر باز ہر جس کے اند اندر سر کر لیے تھے
 زمین پر حفظ و امن کی ایک غیر منقطع صورت پیدا کر دی تھی! باغ کی مروجائی ہوئی کھیتیاں یکدم لہلہا اٹھی تھیں،
 سرد سمن و جدیں آگئے تھے، یہی وہ معرفتِ نفس کی پردہ شکن اور تاب گسل منزل تھی کہ اعمالِ خدا کے علم کا
 حامل کرنا ہر مسلمان کا طفرائے استیاز ہو گیا تھا۔ اسکی تلاش میں چین اور روم ایک کر دیئے تھے، مرد اور عورت سب
 اسی رنگ میں رنگے گئے تھے۔ خدا کی بنائی ہوئی اشیاء طلبِ عمل کرنا، اُن کا علم حاصل کرنا جو ایمان بن گیا تھا،

کہتے ہیں، آنکھیں ہو ہو کر نہ دیکھیں، کانوں سے کہ سنیں، ذہنوں کو استعمال میں نہ لائیں اور کرکی نہیں لے لے کر اسلامی اُمت کو اور رسوا و ذلیل کر دیں مگر قرآن کا بتایا ہوا اسلام ہر صاحبِ قلب کی نگاہ میں وہ روشن اور نالائق جو حقیقت ہے کہ دس لاکھ علماء کی متفقہ تائید یا دس ہزار اُمتوں کا پورا اجماع بھی اُسکے بتائے ہوئے قانون کو بدل نہیں سکتا! جتنک اور جس شدت سے، جس وقت اور جس اُمت میں وہی قرن اول کا اسلام عملاً اور معنیاً موجود ہوگا، جو قوم اُس قانون خدا کا اتباع اپنے تن بدن کو دکھ میں ڈال کر کرے گی، ہاتھوں اور پیروں کو محنت اور تکلیف برداری کا ٹھوگر بنا کر اس کشت زار کرب و غل میں، نہیں اس مزرعۃ الآفرۃ کی چین خیز سز میں چند دانے سعی و عمل کے بو کر انکی مناسب طور پر آبپاری کرتی رہے گی، اور سرِ بفلک درخت اُگنے کے والہانہ انتظار میں خوشدل باغبان بنے رہنے کو اپنی زندگی کا وہ خد مال سمجھے گی، وہی اُس جفا طلب و صبر آزما خدا سے کچھ لیکر رہے گی۔ وہی اسکی صحیح معنوں میں محبوب اور منظور نظر اُسکی مُسلم اور عابد بن جائے گی۔ اگر اس دنیا میں غالب بن کر رہنا مسلمان اور ایمان کی شرط ہے اگر خلیفہ خدا املاک زمین بننا عین اسلام اور تمام تر اُن ہے تو یہ سب کچھ عمل اور صرف عمل سے ہو سکتا ہے، پیہم اور شبانہ روز تکلیف سے ہو سکتا ہے آرام طلبی کے نئے ڈھنگ نکال کر اور قانون خدا میں آسانیاں وضع کر کے اس مقامِ جلیل کے برسرِ رہنے کی امید کرنا ہوشمند قوم کا کام نہیں۔ لفظوں اور عقیدوں، کلموں اور قولوں پر اکتفا کر کے شرعی پا جائے اور باعزت گڑیا پہن لینا اور اس طرح پر اپنے آپ کو مسلمان بنائے رکھنا کا چمچور اور ناپاکار اُمت کا شیوہ ہے۔ اُس دن آج نہان و آشکارا کو عیب و دہوکا دینا ہے۔ خیر الما کرین کے ساتھ مکر کرنا ہے۔ ایک چھوٹے سے چوٹا آقا بھی اس زبانی جمعِ حسیج اور لفظی عبادت کی کچھ پردہ نہیں کرتا، کاچور نوکر کی صرف زبانی آؤ ہگت کو دیکھ کر ہاڑ سے چشم زدن میں رخصت کر دیتا ہے، پہر آقائے شمس و قمر سے اس کام پر اجرت یا نعمت کی امید رکھنا پوری بھالت ہے اور جو قوم کی اس حقیقت کی معترف بننے سے انکاری ہے یا مستتر بننے کے بعد عمل سے گریز کرتی ہے اسکی زندگی کے دن اس سطحِ زمین پر قطعاً گئے جا چکے ہیں!

پس میری دانست میں اگر ایک شخص اپنے لفظی اور زبانی عقیدے پر عامل نہیں تو اس کا عقیدہ خدا کی نظروں میں محض کچھ شے نہیں، اگرچہ وہ کہہ رہا ہے۔ اس کے مطابق عمل نہیں کرتا تو یہ کہنا بھی کچھ نہیں، نہیں بلکہ کہنا اور کہہ کر بہرہ کرنا سچی منافقت ہے، اصلی بدعاشی ہے، ایمان کی ضد ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ**۔ **قرآن کا گناہ کبیرہ ہے:** **(كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ)**۔ (ص ۱) ایسے شخص کے لئے ایمان کا دعوے دار بننا حقیقت کا منہ چڑانا ہے، کم از کم خدا کے نزدیک اس قول کی کچھ قیمت نہیں، وہ خدا کو دھوکا دینے کی سعی کر رہا ہے، اور خدا کو دھوکا دیا دراصل اپنے نفس کو مکر کر رہا ہے: **وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ يَخُذُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِمَّا يَتَخَذُونَ لِيَ أَنفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ** (بقوۃ)۔ بر خلاف اس کے جو شخص عمل کر رہا ہے، کسی حکم خدا پر عامل ہو کر اپنے تن بدن کو تکلیف میں ڈال رہا ہے، اس کا عقیدہ بھی درست ہی نہیں بلکہ وہی عقیدے کا صحیح معنوں میں مدعی ہے، اُسی کے دل میں عقیدت اور یقین کا ایک لازوال ہیجان موجود ہے، وہی اس حکم خدا کی نافرمانی کا سچا قائل ہے، وہی اُس کے حاکم علیٰ ہونے پر سچا ایمان رکھتا ہے، وہی اُس کو صحیح معنوں میں مان رہا ہے، وہی اُس کو دل سے آقا تسلیم کرتا رہی، وہی مسلم اور مومن ہے۔ کسی نوکرے ملازمت آجک مُنہ کے کہے سے نہیں ہوتی، زبانی عقیدے یا کسی کلمے کو دہرا کر گز نہیں ہوتی، وہی صحیح معنوں میں نوکر ہے جو کام کر رہا ہے جو کہا مان رہا ہے، وہی تنخواہ بھی لے رہا ہے، وہی آقا کو آقا مان رہا ہے اور وہی اُس کے حاکم ہونے کا مستحق بھی ہے! چہرے کو نگین بنا بنا کر اور لبے سانس بھر بھر کر یہ کہتے رہنا کہ ہم خدا کے قائل ہیں، ہم اُس کو وحدہ لا شریک سمجھتے ہیں، ہم اُس کو ایک مانتے ہیں، ہم اُس کے وجود پر شاکہ نہیں، ہم اُس کے ہونے کو تسلیم کرتے ہیں، ہم مسلمان اور مومن ہیں اور ساتھ ہی اُس کے دیئے ہوئے حکموں پر عمل نہ کرنا، انکو پرکھ کے برابر نہ سمجھنا، توفیق نہ ہونے کا شیطانی عزائم کرنا لانا اور باوجود اس کے عقیدہ درست رکھنے کا طاغوتی اصل کرنا میرے نزدیک پرے درجے کی فریب کاری ہے، انتہائی ریاوی، ملائی جہالت اور ایسی تجاہل ہے! کسی فرد واحد نے آجک کسی شہر کے حاکم کو اس طرح پر نہیں مانا، کوئی تن واحد اُس

مالک نفع و ضرر کا اس منہج پر قائل نہیں ہوا، کسی نے اس کو اس طور پر تسلیم نہیں کیا، اس کو ماننا، اس کو تسلیم کرنا، اس کو حاکم
 سمجھنا، اس کا معتقد ہونا ہر جگہ اور ہر شخص کے نزدیک ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ اس کے احکام کی بہر نفع اور بہر حال تعمیل کی
 جائے، اس کے حکم کو مرگ مفاجات، سمجھ کر چارو ناچار مانا جائے، اس کے مروج قانون کی حدود سے باہر نہ نکلا جائے
 شب روز اور سپہیم تعمیل ہو، طوعاً و کرہاً تعمیل ہو، توفیق ہو نہ ہو مگر حکم کے برخلاف کچھ نہ ہونے پائے۔ اور اگر کوئی
 ستم ظریف حکم عدولیاں کر نیکے بعد بھی حاکم شہر کو یہ سن رہا ہے کہ وہ اس کو کم از کم منہ سے مان رہا ہے، وہ اس کو
 نوصہ لا شریک کہتا ہے، وہ اس کے وجود کا زبان سے شائبہ ہے، تو حاکم کیلئے اس سحرے کے دماغ کو درست کرنے
 کی اس سے بہتر کوئی سبیل نہیں کہ اس کو پاگل خانے بھیجا جائے، یا جو کچھ منوا نا ہے بنوک سنگین منو کر شہر بدر
 کر دیا جائے! زبانی عقیدہ اطاعت اور عمل کے بدون کچھ شے نہیں، نہ اس سے اس عالم اسباب و علل و رکائز
 شرط و جزا کے اندر سلطنتیں مل سکتی ہیں نہ غلبہ قائم رہ سکتا ہے، اور جب عمل موجود ہو اور کسی شخص کے ماتھے پاؤں
 آقا کی ملازمت کے سپہ گروہ بخائیں تو زبانی عقیدہ کی ہول بھلیوں میں پڑنا محض بیکار ہے۔ مسلمانوں کی کاچو
 اور کم ہمت قوم نے آج اطاعت کی تکلیف وہ صورت کو خیر باد کہہ عقائد کی آرام دہ مکاری پر اپنے دین کا تمام
 سمجھ لیا ہے۔ اور اس مکر کے اندر ایک نیا مکر یہ پیدا کر لیا ہے کہ نہایت عقیدتمندی سے اس بات کے دے پتے
 ہیں کہ خدا کو خوش کر نیکے لئے عقائد کو درست کیا جائے اعمال کے درست ہونے پر بحث قطعاً بند ہو چکی ہے گویا
 ملک اسلئے چینیے جا رہے کہ اس حاکم زمین و آسمان کو اس لاٹولی اُمت کے ملفوظات پسند نہیں رہے، اور جب تک
 اقوال کو درست نہ کیا جائے زمین و آسمان کی اس قول پسند ملکوت کے اندر خدا کو خوش کر لینا محال ہے و لکن
 جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ اَكْبَرًا مِّنْهَا لِيُذَكِّرَ الَّذِيْنَ هُمْ لَا يَشْعُرُونَ (الانعام) *

ایک قطعی اور آخری فیصلہ پیش از وقت دینے سے محنت زہر ہوں۔ میرے نزدیک اسلام کی اس پُر آشوب حالت میں مصنف کے اپنی تصنیف کے بارے میں طبعی سنجیدگی کا وقت گزر چکا ہے۔ ایک مارگریہ اُمت کیلئے عراق سے تریاق منگولنے کی تجویز کرنا اب لا حاصل ہے۔ یہ تکلفات پُر امن اور فرصت کے زمانے سے تعلق رکھتے ہیں، آج وہ زمانہ ہے کہ مسلمانانِ عالم کیلئے چند لمحوں کے لیے بھی کسی مستقل اور یقین انگیز کسی نفع مند اور مختصر راہ عمل کی طرف نہ آنا فوری ہلاکت کا سامنا کرنا ہے۔ دلیلیں اور بحثیں اصل کتاب کے آئندہ اوراق میں ہوتی رہیں گی، میں نے اُن اوراق میں اس بات کا التزام کر لیا ہے کہ کسی امر کے متعلق ایک حرف بے دلیل نہ کہا جائے اور ایک قدم آگے نہ بڑھایا جائے جب تک کہ اتنی حجت کو پیش کر کے پچھلے قدم کو قطعاً مضبوط اور غیر متزلزل نہ کر لیا جائے لیکن میں نے جلدوں کا انتظار ناظر کتاب اور بالخصوص قرآن سے آشنا شخص کیلئے نہایت تکلیف دہ ہے، اور طوالت میں اصل مطلب کا ضبط ہو جانا بھی بسا اوقات امر غالب ہے۔ اس امر کو مد نظر رکھ کر میں نے عربی فستاحیہ میں جو کچھ کہنا تھا حتیٰ الوسع کہہ دیا ہے۔ مسلمانانِ عہد حاضر کو ایک قطعی اور مختصر راہ عمل کی طرف عام فہم الفاظ میں پھر اشارہ کر دیا ہے ایمان کے لازماً پیش کر دیئے ہیں، توحید کا سچا اور اصلی مفہوم بتا دیا ہے، اَللّٰہ کے اعمال واضح کر دیئے ہیں، شرک کی مابیت کو کھول دیا ہے، کفر کی مستوحش حقیقت کے بچھے اُدھیڑ دیئے ہیں، صراطِ مستقیم کو اظہار میں لائیں کر دیا ہے، قانونِ خدا کا وہ علی اور بتدائی، وہ اہم اور اہل حصہ پیش کر دیا ہے جس پر حکم ہر قوم کو ہر امت کو، ہر قریہ اور محلے کو ہر وقت اور ہر جگہ اس دنیائے کسبِ عمل کے اندر امن مل رہا ہے۔ وہ دُشمنِ عظیمِ انسانِ اصول غیر مشکوک اور واضح الفاظ میں پیش کر دیئے ہیں جنکو پاکر اُمتِ محمدیہ کو چند لمحوں کے اندر بادشاہتِ زمین مل سکتی ہے، جن پر دینِ اسلام کا تمام صرب ہے، جن پر خاتم الانبیاء کے لئے ہوئے قانون کی ساری بنیاد رکھی ہے، نہیں بلکہ جو ہر بادشاہِ قوم کا واحد اور دائم مدبر ہے اور جتنک زمین و آسمان موجود ہیں ہی طرزِ عمل رہیگا۔ اس مختصر فائدہ کتاب کے اندر حتیٰ الامکان اتنی سنجیدگی بدرجہ ہے، ایک ناقابلِ رنج و توجہ کو قرآنِ عظیم سے لیکر تاویل کی فریب کاری اور عقائد کی بد معاشی کو جوڑے لکھ کر دیا ہے

برہان خدا کی بے رحم کلہاڑی کو انسان کے اپنی کامجوری اور غفلت سے آگائے ہوئے جنگل پر یہ بیدار ہونے لگا
 کیا ہے کہ ہر صاحب کو اس مملکت اور قاطع نمونہ، اس بیکار اور ناخوش آئند گاہ و گیارہ کے نیچے اسلام کے شونا
 اور شرف و پودے کی شکل پر نظر آجائے۔ بے خوف و خطر یہ دعویٰ کر دیا ہے کہ اسلام عمل اور صرف عمل ہے،
 جو عامل ہے اسکا عقیدہ بھی درست ہے۔ نہیں بلکہ اسکو کسی عقیدے یا زبانی قول کی ضرورت ہی نہیں۔
 جو قائل ہے وہ بہ نفع کچھ نہیں، آج کچھ نہیں، کل کچھ نہیں، ابد الابد تک کچھ نہیں۔ نہیں بلکہ اس دعویٰ
 کی اتنی سند بھی ایک حد تک پیش کر دی ہے۔ قطعی اور نصی، ناقابل تاویل اور نالائق جو دو شہادتیں
 پیش کی ہیں، جو کچھ کھول دیا ہے اس امر کو پیش نظر رکھ کر کیا ہے کہ ناظر کتاب کو مذہب اسلام کے متعلق میرا
 عندیہ پہلے سے واضح ہو جائے، ابتدا سے اُسپر یہ امر روشن ہو جائے کہ میں مذہب کو کیا سمجھ رہا ہوں، کس بات
 کی طرف جا رہا ہوں، میری دانست میں قرآن کا کیا لائحہ عمل ہے، دین کیا شے تھا اور کیا کا کیا بن چکا ہے، اس
 کتاب کے سیاق و موضوع کے متعلق اُسکے پڑھنے والے کی تڑپ کو پہلے سے دور کر دینا چاہتا ہوں، اُسکو جو کچھ
 میں نے بالآخر اور بتدریج تمام کہنا ہے اول کہہ کر جلد جلد ورق گردانی کے اضطراب کو دور کرنا چاہتا ہوں۔ قاری
 کو چند الفاظ کے اندر سب کچھ بتلا کر آئندہ ادراک پر نہایت ٹنڈے دل سے غور کا خواہاں ہوں۔ الفاظ وحی کے
 مطالب کے متعلق سب پڑانے اور وقیانوسی، سب ناکارہ اور بے نتیجہ خیالات پر سبلی گرا کر قرآن عظیم کو نئے سرے
 سے پھر پڑھوانا چاہتا ہوں! میں چاہتا ہوں کہ اُس کتاب جلیل کے ایک ایک لفظ پر غور ہو، اُسکے بارے
 میں صاحب القرآن کے واحد اور صحیح عندیے کا کھوج لگایا جائے، نہ کو پونہچکر ایک مستقل راہ عمل پر پونہچا جائے،
 اتنی دلیل اور قرآنی سند سے باہر سبکی تمام پونہچا جائے، اسو کے اقوال کو یکسر نظر انداز کر کے مفہوم خدا کی تلاش کی جائے،
 لیکن اقلیدس کے مقالوں کی طرح دعاوی کو پہلے بیان کر دیا جائے۔ قرآن سے آشنا شخص یا گروہ کیلئے
 اس طریق کار میں یک گونہ سہولت ہو، وہ ممکن ہے پہلے ہی اپنی نتائج پر پونہچ چکا ہو اور ظاہر کرنے کی فرصت یا
 ہمت نہ رکھتا ہو۔ مذہب کیلئے سوچنے کا کھلا موقع ہے، انا آشنا کے لئے ایک چوکا دینے والا انتخاب ہے

متلاشی حقیقت کیلئے مقصود کا پالینا اور عامل کے لئے ایک اہم کام کا سرست پیش ہو جانا ہے! اس ترکیب سے مسلمانوں کے سامنے صدیوں کا ہولہوا قرآن پر پیش نظر ہو جائے گا، ایک کامل صحیح یا کامل غلط راہ پیش پیش ہو جائے گی، وہ اس طرح عمل معاشرہ کر نیکے قابل ہو جائینگے یا کم از کم اسکو فوراً غلط قرار دے کر دس مجاہدات کی طباعت کے انتظار میں پریشان قلب ہو نیسے پچیں گے!

میرے نزدیک قرآن کی توحید یہ ہے کہ دل کے اندر کسی ماسوا سے تعلق نہ رہے کسی ناپائی شے سے اس قدر عتسانہ بڑھے کہ غیر خدا کو خدا پر ترجیح دیجائے، قلب کے اندر اولاد کا بُت نہ ہو، گھوڑوں اور کالوں زمینوں اور بیویوں کے بُت نہ ہوں، باپ اور ماں کی اقربا اور اعزاء کی محبت کا بُت نہ ہو، پیر و فقیر، اولیاء و اصفیاء کی ارادت کے بُت نہ ہوں، حکام سے غرضندی کے بُت نہ ہوں، طمع و حرص کے بُت نہ ہوں، نفس پسندی کا بُت نہ ہو، تن آسانی کا بُت نہ ہو، حُب جاہ کا بُت نہ ہو، الغرض شیطان کا کچھ غلبہ نہ کوئی شے سوائے خدا کے دل پر حکمران نہ رہے، کسی بُت کے دل آسا اور آرام دہ حکم کو خدا کے سعی طلب اور صبر آزمائے حکموں پر کسی وقت ترجیح نہ دیجائے۔ یہ توحید ہے، یہی اصل ایمان ہے، یہی پتھر موحّد بنیادی وَالَّذِينَ آمَنُوا أَكْبَرُ اللَّهُ (نساء)۔ جو شخص چوبیس گھنٹے اس توحید کو نباہ رہا ہے، ہر لمحہ جو کچھ کر رہا ہے خدا کا کام کر رہا ہے، شیطان کی ملازمت نہیں کرتا، اسکی فوری اجرت اور نقد مزدوری کا خیال نہ کر کے خدا کے اخروی اجر کو نہیں اس عالم طلاق کے وعدے کیے ہوئے نیسے کو، اسکے ذہن اور صراط کو بہتر سمجھ کر شیطان کی ابلہ فریب ترغیب نہیں چلتا، وہ اس چوبیس گھنٹے تک موحّد ہے، مومن خدا ہے، منکر شیطان ہے، ملازم حکم اکملین ہے، اللہ کا نوکر ہے، عابد خدا ہے! جسوقت اسنے حکم خدا کو چھوڑ کر کوئی بت اپنے دل کے اندر پیدا کر لیا کسی ماسوا کے حکم کو ترجیح دی، کوئی تن آسانی کا مکر بنایا، کسی فوری نفع کے پیچھے لگ گیا، اسوقت سے اسکا ایمان ساقط ہے، اسکی توحید زائل ہے، وہ مومن نہیں رہا، مسلم قطعاً نہیں، عبادت گزار نہیں، ملازم خدا نہیں۔ نہیں بلکہ وہ صحیح معنوں میں مشرک ہے، منکر خدا ہے، کافر رب العالمین ہے! یہی میری

نگاہوں میں سچی عبادت ہے، یہی لفظ عبادت کا آئینی اور قرآنی، سچا اور اصلی مفہوم ہے۔ منہ سے اللہ اللہ پکارتے رہنا، زبان سے احدا حد کہتے رہنا، اور دل کے اندر تین سو ساٹھ تہوں کا ایک صمد رکھنا، اور کام کے وقت توفیق نہ ہونے کا ایسی عند ثمان لینا میرے نزدیک بد معاشی ہے، پوری بے ایمانی اور انتہائی کفر ہے، مگر عظیم ہے! کسی ملازم نے آج تک اپنے آقا کو ایک ایک کر کے نہیں پکارا! کسی تنگ دل سے تنگ دل آقا نے اپنے نوکر کو اس بات پر متعین نہیں کیا کہ وہ اسکو روز و شب ایک ایک کر پکارتا رہے! ایسا حکم ازب مضحکہ انگیز ہے، ایسا عمل ازب اہلمانہ ہے! آقا کی توحید یہی ہے کہ نوکر کسی ہمایے کا کام نہ کرتا پھرے، کسی دشمن کا ملازم نہ بنے، جس سے امیدوار فرد ہو اسی کا حکم مانے، نہ یہ کہ منہ سے تو اس کا رگ الاپتا پھرے مگر کام بخیر دل کا کرے اور تنخواہ کے وقت آ حاضر ہو۔ نہیں بلکہ جو شخص آقا کے اذن میں ہے، خوش دل فرد ہے، تندہی سے اس کے احکام کی تعمیل کر رہا ہے، اس کی خاطر اپنی جان جو کھوں میں ڈال رہا ہے، شبانہ روز اطاعت میں مصروف ہے اس کے لیے آقا کو دمدم سر رہتے رہتا بھی ضروری نہیں، اسکو لمحے لمحے کے بعد سلام کرنا بھی محل عبادت ہے، اسکا ہر وقت کلمہ پڑھتے رہنا بھی ملازمت میں مارج ہے، اسکو ایک ایک کہتے رہنا بھی عبادت ہے! مضحکہ انگیز ہے اسخو پن ہے! اس کے ہاتھ پاؤں کی حرکت، اس کے گھر کی جہاز پونچھ، اسکا آقا کی مشابہت کو درست رکھنا، اسکی تنگ و دو، دوڑ و دھوپ وغیرہ وغیرہ سب اس بات کی حتمی نشا ہد ہیں کہ وہ ایک خواجہ ملازم ہے، ائمہ دین کا مولیٰ الہو کا مصداق ہے۔ اس سے بڑھ کر اس آقا کی توحید کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں! ارادت با عقیدت کے اظہار کے لئے احیاناً نوکر کا سلام کرنا بھی ضروری ہے اس کے حضور میں حاضر ہو کر نہایت بجز اور محبت سے، اخلاص اور ولولے سے کچھ منہ سے کہہ دینا بھی ضروری ہے، یہ بھی مسیح خدمت ہے، محرک اخلاص ہے! تنگ و دو کے حوصلے بڑھاتا ہے، آقا سے ارادت پیدا کرتا ہے، اسکو آفر خوش کرنے کا ایک عجیب غریب نسخہ ہے! نہیں یہ بھی ایک نقطہ نظر سے اس نوکر کی ملازمت اور بندگی، اسکی غلامی اور عبادت کا ایک جزو خفیف ہے! ادنیٰ سا مگر برونوع ضروری حصہ ہے مگر یہ سلام سلام بھی سیدقت جتا ہے جب کہ نوکر اپنے مالک کے پیروں میں

[illegible]

شیخی پر منہ دکھلاتا پھرے گا۔ اگر اس نے کچھ کام نہیں کیا تو اسکی حاضری بھی عبث ہے، اسکی رہبانیت بھی لامحالہ مالک کی رضا جوئی کے لیے قطعاً نہیں، نہیں بلکہ اسکو انطاطیش میں لانے کا عمدہ بہانہ ہے، قرآن کی اُصلوۃ صرف ایک نوکر کا پنجوقتہ سلام ہے، ایک کارکن خادم کی اجیائا اپنے مالک کے حضور میں حاضری ہے، ایک نعمتِ حصول کی عرضداشت ہے (اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم) (ماخ) کسی ترقی تنخواہ کی عرض معروض ہے، کچھ قرب شاہ کے باعث عرصہ فراخی کا سامان ہے، کچھ خدمت کے سوائے ہوئے جذبے کو خیر کر نیکا وسیلہ ہے، کچھ تنہی کے ہوئے اعضا کو پھر تروتازہ کرنے کا ذریعہ ہے، کچھ آقائے نامدار کے ساتھ اپنی ارادت کو تیز کرنے کا اوزار ہے، یہ سب کچھ ہے مگر عبادت قطعاً نہیں۔ خدا کی عبادت فی الحقیقت ان پانچ وقتوں کے بعد شروع ہوتی ہے، وہ اسوقت ہو رہی ہے جب مصلّاؤں سے اٹھکر لوگ احکام خدا کی تعمیل میں لگ جاتے ہیں، جب ہاتھ اور پاؤں سعی و عمل (۱) میں مصروف ہوتے ہیں، جب تن آسانی کے بُت کو توڑ کر تنگ دو کی جاتی ہے، جب وراثت زمین کے نصب العین کو پیش نظر رکھکر سب اعضا واقفِ عمل ہو جاتے ہیں، جب نفس کے بُت کو زیر کر کے نادار کے ساتھ احسان کیا جاتا ہے، جب محبت مال کے بُت کی پروا نہ کر کے خدا کی راہ میں جہاد بالمال (۲) ہوتا ہے، جب حُب اولاد کے بُت سے بے نیاز ہو کر حکم خدا سے سفر ہوتا ہے، جب مکانوں اور باغیچوں کے بُتوں سے تعلق توڑ کر خدا کے اشارے پر ہجرت ہو کر جاتی ہے، جب نفس پسندی کے بُت کو توڑ کر جہاد بالسیف (۳) کیا جاتا ہے، جان کچھ کچھ کر طلق تک پہنچتی ہے اور خدا یاد آ جاتا ہے، جب کبر و نخوت کے دیو کو رام کر کے مہمِ عبادت کی اطاعت (۴) میں سر جھک جاتے ہیں، جب فرقہ پسندی کے طاغوت اور خود رانی کے دجال کو جہنم میں جہنم کے لوگ متحد ہو جاتے ہیں، توحید کو عملاً مان کر اُمت میں وحدت (۵) اور یکسوئی ہو جاتی ہے۔ یُوَفِّعُ بَيْنَكُمْ الْعِدَاۃَ وَالْبَغْضَاءَ (۶) کا شیطانی دوسرہ اللہ اَلْفَ بَيْنَهُمْ (۷) کے ربانی عمل سے ہل جاتا ہے، شرک کی پیدا کی ہوئی تفریق توحید (۸) کی پیدا کی ہوئی توحید سے بدل جاتی ہے! عبادت خدا کا وقت و حقیقت وہ وقت ہے جب اعمال خدا کے علم (۸) کی تلاش میں مشرق اور مغرب ایک کر دیئے جاتے ہیں، جب خدا کو جانتے، اسکی

(بقیہ صفحہ ۹۰) نعمت یوں گواہ و رسالت اور توحید گو گوں کو ممکن فی الاثر نہ ادا ثابت کی طرف یحیائی کو یہ خدا نے اپنے فرض کردی تھی اور اسی حد تک کو بنا ہے رہا رضائے خواہی، یہ تمہید اعتقاد خدا کے کہ خدایت +

عظمت اور حکمت کا برای عین اندازہ لگانے، اسکی معرفت اور شناسائی کے مدارج علیاً تک پہنچنے کے لیے اسکی بنائی ہوئی اشیاء کی معرفت جزو دین بن جاتی ہے، جب **حسنِ حِلاَق** (۹) اور مسامتت، عدل اور احسان، ایقانے عہد اور اخوت، رحم اور رافت کی ربانی بزرگیاں ہنسنفس کا عین ایمان اور عین اسلام بن جاتی ہیں، ہاں خدا کی عبادت فی الحقیقت اُس وقت ہو رہی ہے جب ذر جزا کے یقین پر اور یوم آخرت (۱۰) پر ایمان کے باعث بندہ خدا اپنے تن کو من کو، دھن کو اُس آقائے نامدار اور اُس مملکتِ یوم الدین کی خوشنودی اور خدمت میں قربان کر دیتا ہے مینے کے اخیر پر تنخواہ ملنے کی امید میں مدینہ ہر جان لڑا دیتا ہے، نہیں اس چاروں کی زندگی کے ختم ہونے پر ابد اللہ آباد تک الجنۃ کے حقدار ہونے کی توقع میں اپنے آپ کو پیہم دکھ، مسلسل تکلیف اور متواتر سعی و عمل میں مشغول رکھتا ہے عبادت کا سچا اور صحیح مفہوم یہ ہے، یہی توحید ہے، یہی **اَلَا تَعْبُدُ اِلَّا اللّٰهَ** (۱۱) کے ناقابلِ کار معانی ہیں یہی **لَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا** (۱۲) کا واحد مطلب ہے، اسی عبادت وقت اور مقام، قوموں اور قعدوں، رکعتوں اور رکنوں سے قطعاً مستغنی ہے، فجر اور ظہر، عصر اور مغرب، عشاء یا اشراق، مسجد یا خانقاہ سے اسکو کچھ واسطہ نہیں یہ ایک پیہم اور مسلسل عمل ہے، چند لمحوں تک کٹھڑا ہونا یا بیٹھ جانا اسکو ادا کرنے کا اسلوب نہیں۔ قرآن کی بتائی ہوئی الصلوٰۃ اگر کسی معنوں میں داخل عبادت ہو تو ایسے کہ یہ بھی اذہبیسوں حکموں میں سے خدا کا ایک حکم ہے اور بنا بریں اس فرض کا ادا کرنا بھی اور حکموں کی طرح شامل خدمت ہو یا اگر وہ داخل عبادت ہو سکتی ہے تو اسطرح پر جسطرح کہ ایک تجارتی اسمار کا اپنے اقداروں کو چند لمحوں کے لیے تیر کر لینا دن بھر کی مزدوری میں شامل ہے۔ اگر چہ مستاجر کی اصلی غرض ہمارے مکان تیار کرولنے کی ہے اس سے کتر کچہ نہیں، وہ اسی بات کو پیش نظر رکھ کر اقداروں کو تین کرنا بھی ملازمت اور مزدوری میں شامل کر لیتا ہے۔ اور اسکو نوکری کا ایک جز سمجھتا ہے۔ لیکن جو تجارتی تمام من تبتیا تیز کرنے میں صرف کردے اور کام کر نیسے گریز کرے، ایک کیل نہ ٹھونکے، ایک تنختے کو صاف نہ کرے، ایک شیشہ کو موقع پر دنگائے، وہ مستاجر کے نزدیک کچوری کر رہا ہے بلکہ اس بدعاشی کی اجرت مانگنا ہی گستاخی ہے۔

۹۔ یہ دو قسمیں ہیں جن پر نکل بحث فرماتا ہے کتاب میں جو پہلی ہے۔ دین اسلام کا اصل یہی غرض ہے۔ اسی پر ایمان کا تمام دار و مدار ہے (دیکھو انستائیس صفحہ ۴۹-۵۰) دین پاکیزہ جمل بحث عن قربانے کی +

پس میرے نزدیک اصل عبادت عمل اور صرف عمل ہے۔ نری پنجوقتہ نماز پڑھ لیتا قطعاً کوئی عبادت نہیں! آفاقی ملاذ اور عبادت کا پہلا محرک آقا سے تعلق لگائے رکھنا ہے، اور اس تعلق کو مستحکم کرنے کا عمدہ ذریعہ الصلوٰۃ ہے۔ پس اگر کوئی نماز خدائے لگاؤ پیدا کر کے اُسکی خدمت اور عبادت نہ کرائے، اُس کا ذکر، اس کا کہنا، اُسکی یاد، اُسپر پڑھ یقین، اُسپر ایمان بالغیب پیدا کر کے اُسکے دیئے ہوئے حکموں کی تعمیل سپہم نہ کراتی رہے تو وہ ایک ہیکل ہتیار ہے، نہیں بلکہ اُس کا فساد و کسک اور ڈر کا پیدا ہو جانا ہی اصل مقصود ہے، اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَاۃِ وَالْمُنْكَرِ ۚ وَلِكِذٰلِكَ لَکُمُ اللّٰهُ اَكْبَرُ ۗ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ (عنکبوت)۔ نماز بجائے خود مقصود بالذات نہیں۔ الصلوٰۃ صرف اُسوقت ایک مٹھرا اور بجا آمد ہتیار ہے جب اُسکو پنجوقتہ ادا کر نیسے دلوں کے تنگ اور بغض سے بہرے ہوئے حجر پہنائے زمین و آسمان کی طرح منسوخ ہوتے جائیں، جب سب نمازیوں کے دلوں میں محبت اور رافت کی ایک نہر سیل سپہم دوڑتی رہے، جب مسلمانوں کی عالم آرا اُمت میں باہمی اتحاد کی مشترک جنبشیں اور خوفِ خدا کی مشترک لرزشیں برآں پیدا ہوں، جب مساوات اور اخوت کا آسمان شکن زور اُمت کے ہر گڑھے میں ہر وقت جاری رہے، جب اطاعتِ امام کو دراصل اطاعتِ مہی سر کی ایک سپہم یاد دہانی سمجھ کر پوری اُمت ایک امیر کے اذن میں سرکف اور تیغ بہر پہرتی رہے، جب اس پنجوقتہ اجتماع کو آہی فوج کی اپنے سپہ سالار کے حضور میں پنجوقتہ پیشی سمجھ کر ہر مسلمان ہر وقت سپاہی بنا رہے، جب عام جماعت کے متفقہ رکوع و سجود کو نظم و نسق کا خدائی سبق اور اطاعتِ اولوالامر کا بغرنبی حکم سمجھ کر ہر مسلمان کی گردنیں رسولِ خدا کے سچے نشان اور اُمتِ محمدیہ کے سچے قائد اعظم کے آگے ہر دم جھکی رہیں۔ ہاں الصلوٰۃ صرف اُسی وقت الصلوٰۃ ہے جب اس سے اِنہا عن الفحشاء والمنکر ہوتا رہے، جب خدا کے نزدیک انسان کی سب سے بڑی یعنی تفرقہ و نفاق کی بدی (المنکر) کا نام و نشان باقی نہ رہے، جب اس پنجوقتہ صحبت کو اتحادِ عمل کا ایزدی سبق یقین کر کے عداوت اور بغضت کا طاغوتی بُت ہر لحظہ ٹوٹتا رہے، جب خدا کے نزدیک انسان کا سب سے بڑا یعنی تنگیِ قلب و دل اور بغل کا عیب (الفحشاء) دلوں سے معدوم ہوتا رہے، کوئی شے، کوئی مانگ نہ کر کسی مسلمان سے دریغ نہ کرے، جُرسی

بڑی سماعت، بڑے سے بڑا ایثار، بڑی سے بڑی رواداری بھی کسی سرپرگراں نہ گذرے۔ نہ یہ کہ نماز پڑھ کر رکے اور ریا کر کے دل اس قدر تنگ، خیالات اس قدر کینے اور وصلے اس قدر پست ہو جائیں کہ یَنْعَوْنَ الْمَاعُونُ (عن) کا مصداق بنے! (قَوْلُ الْمُصَلِّينَ: الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ: الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ: وَيَعْوِزُ الْمَاعُونُ) قرآن کی الصلوٰۃ ان سب بیماریوں کی قاطع ہے، ان سب مریض اور متعدی، طبعی اور جبلی امراض کیلئے کثیر عظم فی انسانی اخلاق کی اس دل آویز تعمیر کے لیے بہترین اوند ہے: اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوًّا ۚ اِذَا مَنَّ الشَّرُّ جَوًّا ۚ وَاِذَا مَنَّ الْخَيْرُ مَنُوًّا ۚ اِلَّا الْمَصْلُیْنَ (سجہ)۔ نہیں جنات زمین کی بادشاہت حاصل کرنے کا عمرہ ذریعہ، اَوْ لَقَدْ اخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ بَنِي اِسْرَآءِیْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَبِیًّا ۚ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَكُمْ وَاِنْ لَمْ اَقِمُّ الصَّلٰوةَ وَآتِیْتُ الزَّكٰوةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَتَعَزَّوْا عَنْ مَّوَدِّعِیْكُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّا تَكْفُرْ اَنْتُمْ سَیِّئَاتُكُمْ وَلَا دَخَلَتْكُمْ جَنَّتْ فَمَنْ لَّکُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ فَمِمَّا تَقْوُوْهُمْ فِیْمَا تَقْوُوْهُمْ فِیْمَا تَقْوُوْهُمْ لَعَنَهُمُ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَسِیَّةً یَّجْرُفُوْنَ الْکَیْمَ عَنْ مَّوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُکِّرُوا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَآئِنٍ مِنْهُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (مائدہ)۔ اسکا پیدا کیا ہوا ملکوتی اسحاق، اسکے ذریعے سے پانی ہوئی قوت، اسکی وساطت سے حاصل کیا ہوا غلبہ بلاشبہ عبادت ہے، خدا کی نوکری ہے، رب العالمین کی بندگی ہے، مگر وہ آپ دخل عبادت نہیں۔ اوزار کو مزدور کے دن بہرہ کا کام بھینا یا اوزار کو کھانے کا متاجر سے اجرت طلب کرنا حماقت ہی، بیکار اوزار یا کچھ مزدور سے اجرت کمانے کی امید کرنا عبث ہی، اور جو قوم نماز کی روزانہ چند اٹھ بیٹھکیں یا بے روح رکوع و سجود کر کے اپنے آپ کو عابد خدا تصور کر رہی ہے اسکی کم عقلی اور ناخدا دانی کا جعفر ماتم کہا جائے کم ہے!

بہینہ یہی حال میری دہشت میں اور اسلامی مناسک کا ہو۔ زکوٰۃ، حج، صوم، کلمہ شہادت سب کا یہی منتہی ہے، یہی غرض و غایت اور یہی پیش نہاد ہے۔ زکوٰۃ میرے نزدیک صرف جہاد بالمال ہے، پیہم جہاد مال ہے، اُنت کی تقویت کیلئے جہاد بالمال ہے، قوم کی بہتری کے لیے جہاد مال ہے، کسی اہم غرض

و مقصد کے لئے جہاد مال ہے، شبانہ روز جہاد مال ہے، حتی الوسع جہاد مال ہے: رَسَلْتُكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ ۚ قُلِ الْعَفْوَ (بقرة)، نہیں کامل جہاد مال ہے: (اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنْ يَّكُوْنُوْا لِحُجَّتِهِ ۙ ذُوْۤا اِيْمَانٍ ۚ) ابو بکر صدیق کا پورا جہاد مال ہے، عمر کا آدھا جہاد مال ہے، تصدق دل اور تثبیت نفس کا پیدا کیا ہوا جہاد مال ہے، صدق قلب اور رضائے خدا کا پیدا کیا ہوا صدقہ مال ہے، اُمت کے نو خیز جن کی محبت اور محنت سے آبیاری کر کے روکشِ جان بنا دینے والا جہاد مال ہے: (وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِبَتِّغَاءِ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْٓتٍ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصْبَاهَا وَاَيْلٌ ۙ فَاتَتْ اَكْمَافًا ضَعِيفِيْنَ ۙ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْهَا وَاَيْلٌ ۙ فَطَلَّ ۙ وَاللّٰهُ يَمَّا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۙ) (بقرة)۔ خدا پر مبنی و احسان رکھ کر دیا ہوا یا بعد میں دل کے اندر دکھ اور اوتیر محسوس کرنے والا اور پچھتاوے سے دیا ہوا جہاد مال نہیں: (الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَمْ يَكُنْ لَّيْسَبُوْنَ مَا اَنْفَقُوْا اَمْثًا وَّلَا اَذٰى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۙ) (بقرة)، صرف ماہِ رجب کا جہاد مال نہیں، نوافلی اور شرعی چالیسویں حصے والا جہاد مال نہیں، بھگت گوروں اور کچھوروں کو نذر دینے والا جہاد مال نہیں۔ ماں زکوٰۃ میرے نزدیک بیت المال میں جمع ہونی والا جہاد مال ہے، منظم اور مرتب جہاد مال ہے، توپوں اور تلواروں، ہمازوں اور طیاروں والا جہاد مال ہے، مجاہد کو ستر پالیس رکھنے والا، اُن کو گدی گر نہ بنانے والا، انکو سولی بننے سے مستغنی کرنے والا، اُمت کے ہر طبقے سے مسکنت کو دور کر کے مسکین کو نومند بنانے والا، مسافر کی آوہگت کر کے عالم آراخت پیدا کرنے والا، غلاموں کو آزاد بنانے والا، مقررہ ضوں کو بے عزت نہ کرنے والا، دشمن سے جہاد بالسيف کر کے دنیا میں غالب رکھنے والا جہاد مال ہے، مُت خاک کی طرح ہوا میں کہیں دینے والا، اور گھر ٹھونک تماشہ دیکھنے والا جہاد مال ہرگز نہیں! (اِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالمَسْكِيْنَ وَالعَمِلِيْنَ عَلَیْہَا وَالمَوْلٰٓئَةِ قُلُوْۤا لَهُمْ وَفِي الرِّقَابِ ۙ الْعَامِيْنَ ۙ) (البقرہ)۔ انفاق مال کے لئے میری نگاہوں میں وقت اور مقدار کی قطعاً کوئی بندش نہیں، وہ بھی اور عبادات کی طرح کی ایک پیہم عمل ہے، تطہیر قلب اور تزکیہ نفس کا

بڑا ذریعہ ہے (حَدَّثَنَا مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا) تو یہی وجہ مال کے لم نیل اور لامیوت بہت کو
توڑتے رہنے کا عمدہ اوزار ہے! جو شخص اسکو حتی الامکان اور ہر آن نباہ رہا ہے وہ فی الحقیقت توحید کو نباہ رہا
جو اس سے گریز کر رہا ہے وہ دراصل اپنے قلب کے اندر شرک کا ناقابل عفو شاہد پیدا کر رہا ہے، قوم کی بری
عاقبت اور بد انجام سے غافل ہے، روزِ آخرت کے نیک اجر سے منکر ہے، (يُوحِي لِي أَتَمَّ اللَّهُ كُرَالَهُ
وَاحِدًا فَاسْتَفِيدُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوا ذُنُوبَكُمْ لِلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ
(طہ المؤمن))۔ اُمت کی اجتماعی شکست اور محکومیت کے روز ہر سے بے نیاز ہو چکا ہے، اپنے آپ سے دراصل نخل کے
اپنی جماعت کو موت کے گھاٹ اتار رہا ہے، (هَلْ أَنتُمْ هَؤُلَاءِ لَدُّعُونَ لِمَنْ تَعْبُدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبِمَنْ خَلَقَهُ
وَمَنْ يَخْلُقُ فَلِمَ تَأْتِيهِمْ عَنْ نَفْسِهِ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنتُمُ الْفُقَرَاءُ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبَدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا
يَكُونُوا أُمَّةً لَكُمْ) (مائدہ)۔ شرعی ماحول اس اسلامی شعائے گرد گرد کچھ کا کچھ پیدا ہو جائے، لیکن زکوٰۃ بہر نوع
مسلمان قوم کی اپنی ہی بہتری اور حفاظت کے لیے ہی، خدا اس روپے پیسے سے قطعاً بے نیاز ہے۔
حجج کا اسلامی شعائری نگاہوں میں صرف وحدتِ اُمت اور اتحاد کا ایک عظیم الشان منظر ہے، صرف تمرکز
اور اجتماع کا ایک ہی مثال پیکر ہے، اِنَّمَا تَكُونُوا آيَاتٍ يَكْرِهُهُ اللَّهُ جَمِيعًا (نبؤ) کو عمل میں لانے کا صحیح اور کارگر
ذریعہ ہے، يَا تَوَلَّوْا... مِنْ كُلِّ فِرْعَوْنِي (رج) کے ولولہ انگیز منظر کو پیدا کرنے کا واحد وسیلہ ہے، مشترک آقا کے
مشترک خوف کو اُمت کی ہر گ روپے میں جاری کر کے سب کو ایک کرنے کا مشورہ اور ہدایت (لَنْ يَنَالَ اللَّهُ الْكُفْرَ مَا وَكَلَا
دِمَاؤُهُمْ وَلَكِنْ يَنَالَهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ) (آ) اس سے کمتر یا زیادہ ترجیح نہیں۔ خدا کی نظروں میں مشرق اور مغرب
سب ایک ہیں (قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ (نبؤ))، اسکی نگاہوں میں روئے زمین کی ہر اُمت کا کوئی نہ کوئی مرکز ہے
(وَلِكُلِّ دِيْنَةٍ هُوَ مَوْلَاهُمْ) (نبؤ))، کوئی نہ کوئی مرجع، اور ایک نہ ایک مآب ضرور ہے، انہیں بلکہ ہر قوم کا اپنے خدا کے
تعبد اور تعلق کا طریقہ اظہار بھی خود اُسی نے مقرر کیا ہے، (لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُهُ) (رج) پس اگر حج
سے میری نظروں میں دراصل کچھ مقصود ہے تو یہی لازوال عصمت اور ناقابل شکست استحباب ہے، یہی اس سے یقین

غالب اور لاشریک بن کر رہنا ہے، یہی اس واقعہ غیور فی ذرّہ کو بیچنی الیہ نمازات کل شیعہ (قصص) کا ہر مانے میں مصداق بنا کر رکھنا ہے، ایک بے آباد اور بے آب سترزمین کو مالک بنیں آسمان کا مقرر کردہ مرکز قرار دیکر پروانہ و اسکے گروہوں رہنا، اور زمہ و گداز سعی و عمل سے اسکو شکام بنا کر یوں رکھنا ہے کہ لندن اور پیرس بھی اسکی شان و اہمت اسکے جاہ و جلال کے بالمقابل عرق شرم میں پڑے ڈوبتے رہیں۔ اگر مسلمانان عالم نے اس خدا کے مقرر کیے ہوئے مرکز کو آسمان شکن اعضا کے زور پر یہ کچھ نہیں بنایا تو انہوں نے فی الحقیقت حج کے اتنی مقصود کو نظر انداز کر دیا، وہ "کاستبقوا الخیرات" کی اتنی برمان اور آسمانی منطق تک کچھ نہیں پونچھے، وہ منعم لم یزل کے بہترین اجتماعی انعامات (الخیرات) کی طرف ہرگز نہیں لپکے، انہوں نے "خوفاً و ترسفاً" کے لاپرواہی فلسفے کو قطعاً نہیں پایا، انہوں نے حظ و ان کی شکر انگیز تڑپ کچھ پیدا نہیں کی، یہی وجہ ہے کہ آج وہ بلد امین ان سے چین کر لندن اور پیرس کے سختی عاملوں کو دیا جا رہا ہے، ایک عالم آرا اُمت کی آبرو، جیا، شرم، غت، موت، حیات الغرض سب کچھ اب غیر کے ہاتھ میں ہے۔ یَسْتَبْدِلُ قَوْمًا عِبَادَکَ لَیْکُمْ لَئِیْلًا مِّنْکُمْ لَیْسَ لَکُمْ اَلِیَھِمْ شَیْءٌ مِّنْ شَیْءٍ کَالِیَہِمْ کَالِیَہِمْ مَنظَرِ بیدار ہو چکا ہے، ایک عصمت مآب خاتون کی عفت پر دوسروں کا قبضہ ہے۔ اس نصب العین پرے ہٹ کر حج کے فریضے کو علی الحساب ادا کرنا، یا حجب اسود کو چوسنے کی خاطر چرنا میرے نزدیک فی حقیقت بُت پرستی ہے، ایک عبث اور بے نتیجہ کام ہے، کروڑ کروڑ ستیاریوں کے مالک خدا کو بیت الحرام کا مکین سمجھ کر اسکی حفاظت نہ کرنا، اسکو فی الحقیقت بلد امین نہ بنانا، یُحْتَظَفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِہِمْ عِبَادَتِہِ کے منظر کو پیش نظر رکھ کر اسکو کم از کم اسقدر مامون و مضمون نہ بنا دینا جسقدر کہ لندن اور برلن ہے اور با اینہم عمر کے آخری تھے میں اپنے بلغم سے بہرے ہوئے وجہ کو عصا کے سہارے استنانہ خدا پر پونچا کر حج کے سفر کو ادا کیا ہو سبھنا، میری نگاہوں میں پرکاش کے برابر عمل نہیں، عبادت قطعاً نہیں، توحید قطعاً نہیں۔ صوم بھی میرے نزدیک صرف ایک جہاد نفس ہے۔ صرف نفس اتارہ کے دیو کو تین دن تک تکلیف دے کر سال بہر کیلئے کمزور کرنا ہے، صرف خواہشات نفسانی کے زور کو کم کر کے زور آور بننا ہے، محض صبر و استقلال ہے خدا کے

پس اصل دین میرے نزدیک توحید ہے اور توحید قلوب کے اندر سپہم بُت شکنی کرتے رہنا ہے، یہی عبادت خدا ہے صوم و صلوة، حج و زکوٰۃ کو رُسْمًا اور عادتًا یا تعظیماً ادا کر لینا یا کلمہ شہادت کو بصحت تمام پڑھ لینا میرے نزدیک قطعاً کوئی عبادت نہیں۔ عبادت میری سمجھ میں اُسی کی ہو رہی ہے جس کے لئے عمل ہو رہا ہے، جس کی خاطر تکلیف اٹھانی جا رہی ہے! اگر ایک شخص کے ہاتھ پاؤں کسی نفسانی غرض کی خاطر حرکت میں آ رہے ہیں، اگر کسی شے کی نواستد لگی ہے کہ اُس کے لئے ہر طرح کی تکلیف گوارا ہے، نیند حرام ہو گئی ہے، شبانہ روزہ مضطرب ہے، اگر ایک شخص کسی پیر یا ولی کے پیچھے لگا ہے، اُس سے ارادت یا تعبد ہے، اُس کے حکم پر اٹھتا بیٹھتا ہے، اُس کے اشاروں پر عمل کرتا ہے یا اولاد کی محبت میں متفرق ہے، دن رات انکی خدمت میں مصروف ہو، یا انگریز سے اعتنا کرتا ہو اور اُس سے بیم ورجا کے لوازم پیدا کر رہے ہیں تو میری دانست میں وہ شخص اُس نفسانی غرض، اُس شے، اُس پیر، اُس انگریز کی عبادت کر رہا ہے: (وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِلَٰهًا مَّا يَتَّبِعُهُمْ الْكُفْرَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَبَعًا لِّمَا يَحْكُمُونَ) (النور: ۲۱)

اَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ (بیشتر) وہ انکو خدا کے بالمقابل رند اور شریک بنائے ہوئے ہو۔ زمین پر رکھ کر انکے آگے
 سجدہ کرنا عبادت کے مقرر ہونیکے لئے کچھ ضروری نہیں۔ خود اس کے ہاتھ پاؤں، اٹھنا بیٹھنا، محنت اور تکلیف اس
 امر کے پیغم گواہ ہیں کہ اس کا معبود و مخدوم وہی ہے، اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ الْهَوَاَءَ هَوَاً وَاَضَلَّ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ
 وَخَفَرَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غَشَاةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ اَفَاَلَا تَنْتَفِرُونَ (دعاۃ) وہی اسکا
 الہ ہے، وہی حقیقت میں خدا ہے، اس حالت میں خدا نے غزوہ جیل کی پنجوقتہ نماز پڑھ لینا یا حج، صوم، زکوٰۃ کا
 چھڈنا سارا تار و تار بھی کچھ معنی نہیں رکھتا۔ سجدہ اسکا ہے جس کا تعبد ہو رہا ہے۔ دل یا بین یا ایک تسبیحوں کا
 آسان عمل چند لمحوں کے لئے کر کے باقی وقت غیروں کی اطاعت میں صرف کر دینا اور بعد ازاں عبودیت خدا کا
 دعوے کرنا میری نگاہ میں از بس مضحکہ انگیز ہے۔ نہیں بلکہ ایسا سجدہ فی نفسہ بے معنی ہے، ایسی نماز ہو یا نہ ہو خدا
 نزدیک کچھ وقعت نہیں کہتی بعینہ اسی بنا پر اگر کوئی فرد یا قوم اپنے اعمال میں خدا کے احکام پر چل رہی ہے، اس کے
 قانون کی عملاً مطیع ہے لیکن رستہ یا عادت یا روایا کسی بہت، کسی تھپسہ، کسی شمس و قمر کے آگے مانتا ٹیکے ہی ہو
 تو وہ حقیقت خدا کی عابد ہے اگرچہ اس کا اس پتھر کے آگے مانتا ٹیکنا ایک فعل عبث ہے، اور عابد خدا قوم کیلئے
 یہ ظاہری سجدہ بھی فی الحقیقت اُسی خدا کے آگے ہونا چاہیئے، لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي
 خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُونَ (ذم السجۃ)۔ پتھر کی رسمی پرستش یا خدا کے آگے رسمی سجدے کر لینے سے
 کسی قوم یا فرد کے عابد خدا یا عابد ماسوا ہونے کا فیصلہ نہیں ہو سکتا، اس کے مشرک یا موحد بن جانے کا محاکمہ
 نہیں ہو سکتا۔ عبادت کا فیصلہ عمل اور صرف عمل پر ہے۔ اس بات کو دیکھنا ہے کہ کس کے احکام کی
 تعمیل ہو رہی ہے، پھر جسے حکموں پر عمل ہو رہا ہے، ایسی عبادت ہو رہی ہے! اگر خدا معبود ہے تو وہ قوم کو
 ہے اگرچہ رستہ پتھروں کو کیوں نہ پوج رہی ہو، یا تو لا خدا کو تین یا دس یا دس ہزار کہہ رہی ہو۔ اگر ماسوا کی عبادت
 میں لگی ہے تو وہ قوم مشرک اور کافر ہے اگرچہ رستہ اور عادت خدا کے آگے سجدوں کے انبار لگا کر مکر کر رہی ہو۔
 اس دنیا نے کسب عمل کے اندر جو شے ضائع نہیں ہوتی وہ عمل ہے: لَا تُضِيعْ عَمَلَ عَابِدٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرِ اللَّهِ اَوْ اُنْشِئَ

تہا زائد کوۃ، اور سچ اور راز سے رہنا اور کر کے اور محتاشِ شیطان کی عبادت کر کے ضائع ہو سکتے ہیں: (تختلف من بعدہم خلف اصناعوا الضلوة واتبعوا الشهوات فسوف يلقون غيۃ) (مریم)، مگر صحیح یا غلط عمل ایک ذرے کے برابر ضائع نہیں ہوتا! (فمن يعمل مثقال ذرۃ خیرا تذکرہ وامن يعمل مثقال ذرۃ شرا تذکرہ) (زلزلہ)۔ ظاہری قول اس زمین و آسمان کے اندر بہر نوع کچھ شے نہیں، اور جو قوم صرف ظاہر کو پکڑے ہوئے ہو اور باطن کو اپنے آرام کی خاطر نظر انداز کر رہی ہے وہ درحقیقت خدا سے مکر رہی ہے۔ نہیں بلکہ اس کے کافر اور مشرک خدا ہونے میں شک شبہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں، (فمن هو قایم علی کل نفس بما کسبت وجعلوا للہ شرکاء قل سبوح من قبلہ لا یموت ولا ینام لا یظاہر من القول بل الذین کفروا مکرہم وصدۃ عن السبیل ومن یضلل اللہ فمالہ من ہادہ لہم عذاب فی الحیۃ الدنیا ولعذاب الاخرۃ اشق وواللہ من فراقہ رقتہ وقد مکر الذین من قبلہم فلیلہ المکر جمیعاً یعلم ما تکسب کل نفس وسیعلم الکفر لمن عقیبہ الذاریہ (الزمر)۔

اس عبادت خدا، اس توحید، اس ملازمت رب العالمین کا واحد منتہا میری نگاہوں میں نئی نوع انسان کی اپنی ہی بہتری ہے، سب سے پہلے اس دنیا کے اندر بہتری ہے، قومی اور اجتماعی بہتری ہے، سیاسی اور اقتصادی بہتری ہے، ممکن فی الارض ہے، جنات زمین کی بادشاہت اور غلبہ ہے، اختلاف فی الارض اور بقا ہے۔ آگے چلکر ضروری بہتری بھی ہے، الجنتہ بھی ہے مگر اس دنیا کے اندر اسکے ماسوا یا اکثر ختم کچھ نہیں، جو قوم شبہ روز میں عبادت خدا میں مشغول ہے، چوبیس گھنٹے ماسوا کے بتوں کو توڑ کر خدا کی طرف متوجہ ہے، چوبیس گھنٹے اس قانون پر چل رہی ہے جو خدا نے بتایا ہے، چوبیس گھنٹے کسی غیر خدا، کسی طاغوت، کسی شیطان، کسی بت، کسی صنم، کا آرام دہ حکم نہیں مانتی، چوبیس گھنٹے ان حکموں پر نہیں چلتی جن میں فوری مزہ نقد فائدہ، یک بحث اجر، مقارحت، لیکن بالاحسن نقصان اور آخرت کی تکلیف اور ہر خط ان احکام پر عمل پیرا ہے جن میں فوری تکلیف اور بالآخر راحت ہو، جن میں گمراہیوں کا بیج اور گمناموں کا امن ہے،

وہ توحید پر بلاشبہ حامل ہے، وہ لا الہ الا هو (بند) پر عمل کر رہی ہے، وہ الا تعبدوا الا الله (بند) پر صریح معنوں میں عمل کر رہی ہے، عابد خدا ہے۔ ایسی قوم کا اس دنیا میں قوت اور زور سے رہنا اٹل ہے، ممکن فی الارض رہنا اٹل ہے، ستخلف فی الارض ہونا اٹل ہے، ہر مشرک اور آرام پسند، ہر کابل اور شیطان پرست قوم پر غلبہ پانا اٹل ہے، ایسی قوم کے لئے اتحاد و امت، اطاعت امیر، ہمد و بالمال، ہمد و بالتیغ، ہجرت، ایمان بالآخرہ، علم، استقلال وغیرہ وغیرہ سب احکام خدا فی الحقیقت توحید کے لوازم ہیں کسی نہ کسی بہت شکنی کی تمہا ہیں، اور جو امت ان احکام پر تن دی سے عمل پیرا ہے اس کا وارث زمین بخانا قطعی ہے۔ اگر نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو کسی عبادت کیلئے کہا تو اسی وارث زمین بنانے والی عبادت اور انہی معنوں میں تعبد خدا کے لئے کہا **اِنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَانْتَفَوْهُ وَاَطِيعُوْهُ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ يُؤَخِّرْكُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّتَّعٍ** (دفعہ)، اسی سیاسی ممکن اور اقتصادی نفع دینے والی ملازمت کے لئے کہا: **يُرْسِلُ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ قِدْرًا رَّاہُ وَيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ أَنْهَارًا** (دفعہ) اگر یہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو کسی عبادت کی طرف متوجہ کیا تو انہی معنوں میں تعبد خدا اختیار کرنے کے لئے کہا، اسی رحمت ایزدی کے مو سلا و حار میں نہ بسانے والی چاکری کے لئے کہا، اسی نفع مند، اسی نتیجہ خیز، اسی قوت افزا اور غلبہ اندوز توحید پر زور دیا: **(وَ اِلٰى عَادٍ اِخَاهُمْ هُوْدًا اِذْ قَالَ يُقُوْمُ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهُ يَقُوْمُ اسْتَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ لَشَرُّ تُؤْبُوْنَ اِلَيْهِ يُرْسِلُ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ قِدْرًا رَّاہُ وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا الْجَحِيْمَ مٰیْنًا)** (ہود)۔ اگر نبی آخر الزمان نے عرب قوم کو کسی عبادت خدا کسی توحید، کسی اسلوب فقہ کی طرف راجع کیا تو مشرک خدا کی اُسی مشرک عبودیت کی طرف کیا جس کا نتیجہ وحدت امت ہے، اس دنیا میں قوت اور زور سے رہنا ہے: **اِنَّ هٰذِهِ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّبِعُوْنِیْ** (نبی صلی اللہ علیہ وسلم)، اسی دنیاوی حالت کو بہتر بنانے والی، فضل خدا کو روز افزوں کرنے والی، بقا نصیب کرنے والی اور اجتماعی ہلاکت سے بخوف و خطر کرنے والی عبادت کی طرف مائل کیا، اُسی قوت انگیز

توحید اور نعمت چاکری خدا کی طرف اشارہ کیا جس کا نتیجہ ممکن فی الارض اور متاع حسنہ ہو، تسبیحوں و سجدوں
 راہبوں اور گوشہ نشینوں والی عبادت کے لیے قطعاً نہیں کہا: **أَلَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ مَا اتَّخَذَ الْكُفْرُ مِنْهُ نَذِيرًا**
بَشِيرًا ۚ وَلَئِنْ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُغْفِرْ لَهُمْ مَتَاعًا حَسَنًا إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ ۖ
وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يُعَذِّبُكُمْ بِهِ ۚ وَمَا أَغْنِي عَنْكُمْ كَيْدُهُمْ (ہود) اور اگر اس عبادت خدا کا کوئی دنیوی انعام اور منطقی نتیجہ جلد آیا
 تو یہی اُسکی راہ میں جان کی متاع عزیز قربان کرنے کی خدمت کے عوض میں پہنائے زمین کے بڑے بحر کی وسیع
 بادشاہت پیش کر دی: **يُعْبَادِي الَّذِينَ آمَنُوا إِنِّي أَرْضِي وَأَسْعَىٰ فَإِنِّي فَأَعْبُدُونِ ۚ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ**
الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ (عنکبوت)، بلکہ اسی سعی و عمل اور استقلال کے تسلسل میں اُغروی الجنۃ کا دائمی
 امن بھی پیش کر دیا: **وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ غُرًّا فَاصَّةً وَمِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ**
فِيهَا ۚ نِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ۚ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ (عنکبوت)، نہیں بلکہ جب سجدہ اور رکوع
 بلکہ الصلوٰۃ اور الزکوٰۃ کا ذکر کیا عبادت کے استمراری عمل کو ان رسمی اور وقتی افعال سے الگ کر دیا، **(فَاتَّبِعُوا اللَّهَ**
وَالْعَبَدُوا (نہم)، **وَجَعَلْنَاهُمْ أُمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ**
وَكُلُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُقْبَلُونَ (نبأ)۔ قرآن کی بتائی ہوئی عبادت، قانون خدا کا وہ پیہم اتباع، اور توحید کے اصل اصول پر
 وہ شبانہ روز ملاومت ہو جس کا اٹل نتیجہ وراثت زمین ہے: **وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ**
يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۚ إِنَّ فِي هَٰذَا لَبَلَاغًا لِّقَوْمٍ عَابِدِينَ (نبأ)، وہ دراصل سب ماضی خدا کی عبادت
 سے الگ تہلک و کفر قانون خدا کی تعمیل میں اپنے اندر وہ سپاہیانہ استعداد، وہ اتحاد کا آسمان شکن زور،
 وہ یک منہی کی ماحی وعدہ عصبتیت پیدا کرنا ہے جس کا واحد نتیجہ فلاح دنیوی اور غلبہ ہے **إِلَّا أَنْ حَزَبَ اللَّهُ هُمْ**
الْمُفْلِحُونَ (مجادلہ)۔ کسی قوم نے آج تک زمین کی بادشاہت زمی تسبیحوں یا رسمی نمازوں یا گوشہ نشینیوں کے زور
 حاصل نہیں کی، اسکا خدا سے بیشتر اسلوب و راول سے مقابلہ اور مجاہدانہ ہی رہا ہے، دلوں کی پیہم بُت شکنی اور
 سعی و عمل پر مسلسل آمادگی ہی بہر حال قوموں کو اس مقام محمود ہمیشہ سے پونہ چاتی رہی ہے، جہاں جہاں اور جس قوم میں

اہرمن کا نقش اثر کمزور اور یزدان کی محرک اعضا حکومت دلوں پر ستوار ہوتی گئی ہے۔ میں خلافت زمین کا
 انعام بارگاہ ایزدی سے بے دھڑک مٹا رہا ہے! جہاں شیطان نے اپنے قدم جاکر اُمت کے تولے عالم کیڑو
 کر دیئے ہیں، افراد کے اعضا میں آرام کا قاطع لٹل چمک لگا کر انکو محنت سے متنفر کر دیا ہے وہیں حکومت اور ہلاکت
 کے انگارے پڑے دکھ رہے ہیں۔ دنیا کے اس کارگاہ پنج و من میں ہی دو پڑی طاقتیں ہیں جو ایک دوسرے
 پیہم برآزمانی میں مصروف ہیں۔ شیطان کا متمدن اور خدا سے برگشتہ ملک ہر جگہ اپنے طاغوتی کروہیل سے انسان
 کو نقد اجرت کی طمع دے دیکر اپنے دام میں پھنسانا چاہتا ہے، بنی آدم کی ضعیف الخلق پیدائش کو فوری آرام کی
 مہلک اعضا ترغیب و تحریص پیش کر کے تھپک تھپک کر سنانے کے درپے ہو، اسکے قلب کے اندر دلفریب بتوں کی
 ایک بہری محفل لگا کر خدا اور اُس کے محرک اعضا احکام سے برگشتہ کرنا چاہتا ہے کبھی نگے سے آتا ہے، کبھی پیچھے
 سے آکر کتا ہے، کبھی دائیں سے آنکلتا ہے، کبھی بائیں سے آماضر ہوتا ہے اور سعی و عمل کے صراط مستقیم سے
 ورغلا تا رہتا ہے، ممنوعہ درخت کی طرف بلا کر اُسکو حفظ و امن کے الجھنہ سے نکالنا چاہتا ہے: قَالَ فِيمَا
 اَعْوَجْتَنِي لَوْلَا اَنْتَ لَهَم صِرَاطُكَ الْمُسْتَقِيمُ ثُمَّ لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ (اعراف)۔ یہی وہ لازوال طاغوتی طاقت ہے جو ہر وقت اور ہر لمحہ
 انسان کے درپے ہے، اُسکو ہر دم اور ہر آن بہکا رہی ہے، لمحے لمحے کے بعد نیابت پیدا کر رہی ہے، توڑے ہوئے
 بتوں کو چشم زدن میں پھر چڑھتی ہے، نئی نئی اور دلفریب موتیں از سر نو پیش کر کے خدا کے بتائے ہوئے صراط
 مستقیم میں لادخیل مشکلات، لازوال رکاوٹیں، قدم قدم پر ٹھیر جانے اور خدا تکٹ پونہنے کے سامان پیدا کر دیتی ہے
 خدا کی راہ پر چلنے والے اور اُسکی عبادت اختیار کرنے والے شخص کیلئے شیطان کا اس زمین پر موجود ہونا ایک ابتلا
 عظیم ہے، بلائے مسلسل ہے، شبانہ روز امتحان ہے! اُسکے لئے اُس کا مطلب اور صبر آزمائے خدا کو خوش کرنے کی
 سبیل ہی ہے کہ ہر دم اس مردود خدا ملک کے بنائے ہوئے بتوں کو توڑتا رہے، راہ خدا میں اس قتل عام طریق
 کے آراستہ کیئے ہوئے منظروں کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے، اُسکی البفریب آراستہ ہوں کا کچھ خیال نہ کرے،

اسکے علی کے خوف و ترس بتوں کی پس پردہ چشموں کو دھیان میں نہ لائے، (اِنَّكَ يَرٰكَ هُوَ وَ قَبِيْلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرٰوْهُمْ) اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِيْنَ اَوْلِيَاءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (مذمت)، راہ خدا میں اسکی یاد دلائی ہوئی تکلیفوں کی کچھ پردہ نہ کر کے منزل مقصود تک پہنچنے کی سعی کرے، پیہم سعی و عمل کئے کے اس نیا کے اندر عز و تمکنت سے رہے، خلیفہ خدا بنے، بادشاہ زمین بنے، تَفَكَّرْتُ فِيْهِ مِنْ دُوْحَى كَا مُصَدِّقٍ هُوَ، تَخْلُقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ پُر عمل کر کے اپنے آپ کو خدا کا مائثل ثابت کرے، سجد و ملائک ہو، مخدوم انا م ہو، معبود انا م ہو۔ الغرض اس دربارِ احکم الحاکمین کی کسی صفِ نعال میں بیٹھنے کے قابل ہو جائے، ابنہ خدا اور عابد رب العلیین تو م کا اس زمین پر یہی کام ہے، یہی صراطِ مستقیم ہے: قَالَ رَبِّ اجْعَلْنِيْٓ اَنْزِلَٰتٍ لَّهُمْ فِى الْاَرْضِ وَلَا اَكُوْنُ مِنَ الْجٰوِلِيْنَ ۝ اَلَا عِبَادَ اللّٰهِ مِنْهُمْ الْمُتَخٰصِنُ ۝ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلٰى مُسْتَقِيْمٍ ۝ اِنْ عِبَادِىْ لَيُنۢۡبِئَنَّكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ۝ اَلَا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝ وَاِنْ جَهَنَّمَ لَمَوْءِدُهُمْ اَجْمُوْنٌ ۝ (حجہ) جو قوم اس عبادت خدا اس توحید کے صراطِ مستقیم اس تلوار سے تیار اور بال سے سوا باریک راہ سے ادھر اُدھر ہٹی اسکے لیے اس دنیا میں اجتماعی جہنم ہے، مخلوئیت کا دوزخ ہے، غلامی کا سیر ہے اور آگے چلکر ایک ایک کو جہنم ہے۔ قَالَ فِیْ حَزَنٍ تَاۡكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهِمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اَلَا عِبَادَ اللّٰهِ مِنْهُمْ الْمُتَخٰصِنُ ۝ قَالَ فَالْحَقُّ ۝ وَالْحَقُّ اَقْوَلٌ ۝ اَلَا مَلٰٓئِكُ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنۢ تَتَّبِعُكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ (مذمت) عبدِ مخلص بن کر رہنا، اپنی تمام ارادت اور عقیدت کو خالصتہً اُسی کے لیے وقف کر کے اُس کے تکلیف دہ احکام پر عمل ہو جانا، محنت طلب خدا کو شبانہ روز محنت کر کے خوش رکنا ہی وہ صراطِ مستقیم ہے جسکے سوال اس دنیا کے اندہ کوئی دوسرا راہ بہت موجود نہیں اِنَّ اللّٰهَ مُوَدِّعٌ وَّرَءَکُمْ فَاَعْبُدُوْهُ وَلَا هٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيْمٌ (مذمت) وَلَا يَصُدُّ عَنْكُمْ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُذَّۡبٌ وَّمُبِيْنٌ ۝ (مذمت) اُس کا رکن اور کارِ نر خدا کے لیے نہیں اُس شاید امتحان طلب کے لیے اُسکے اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے اشرف المخلوق انسان کی ارادت اور محبت، اسکی اطاعت اور عبادت کی آزمائش کی اس سے بہتر کوئی سبیل نہیں کہ ایک لامیوت اولم نرِ طاغی طاقت پید کر کے اس زمین پر عہد اکھلی چھوڑ دے، جو اُسکے دیئے ہوئے احکام سے انسان کو ہر دم و رغلاقی رہے، جو اسکی راہ میں پیہم حائل ہو،

جو لمحے لمحے کے بعد اسکے قدموں کو متزلزل کرتی رہے! ایک مطلوب کے لیے طالب کی محبت کے امتحان کا اس سے
 بہتر کوئی اسلوب نہیں، جذبہ دل کی تصدیق کا اس سے صحیح تر کوئی معیار نہیں، کہہ اور کھوٹا پہچاننے کی اس سے بہتر
 کوئی محک نہیں! صرف زبانی دعووں سے اطاعت اور ارادت، عشق اور ول کا مقام قطعاً حاصل نہیں ہو سکتا!
 أَحِبَّ النَّاسَ أَنْ يُزَكَّوْا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ
 صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ (مکہوت)۔ اسکے لیے پیہم جہاد شرط ہے، جان کی پیشکش شرط ہے صبر
 اور استقلال شرط ہے: (وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّى نَعْلَمَ الْمُجْتَهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَ أَجْزَاءَكُمْ) (مائدہ، منہج)
 موت شرط ہے: قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِنْ زَعَمْتُمْ أَنَكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَتُّوا الْعَمَلِ
 إِنَّ كَيْدَ صَدِيقَيْنِ (جمعہ) اُس صبر آزماء اور فتنہ شعار خدا نے اپنی راہ رضا میں تاب گسل اور بلہ نسیب بتوں کا
 ایک جم غفیر کھڑا کر دیا ہے، اپنے اور انسان کے درمیان ہزار در ہزار حجاب آراستہ کر کے ہر پردے پر ایک عیار
 اور عشوہ گر حاجب بٹھا دیا ہے، ہر حاجب کو اشارہ کر دیا ہے کہ انسان کو حتی الوسع اُس حجاب آراستے حقیقی اور اُس
 منزل مقصود تک پہنچنے نہ دے۔ وحدت اُمت کے حکم کے بالمقابل عداوت اور بغض کا بُت، اطاعت امیر کے
 بالمقابل خود رائی کا بُت، جہاد بالتیف کے مقابلے میں نفس پسندی کا بُت، جہاد بالمال کے مقابلے میں حُب
 مال کا بُت، ترک دُطن کے بالمقابل ہجر اولاد کا بُت، الغرض ہر امر و نہی کے برخلاف ایک بے بردست اور لازوال
 مخالفت کے سامان پیدا کر دیئے ہیں۔ شیطان کو نفس تارہ کے اندر اس قدر شکن کر دیا ہے کہ قدم قدم پر پلنزش کا
 سامنا ہے، انسان کو سمیع و بصیر اور قلب سلیم کی امانت عطا فرما کر اسکے لیے اس دنیا میں صحیح طور پر
 رہنا وہ دشوار کر دیا ہے کہ آسمان و زمین اس امانت کے بوجھ کو دیکھ کر لرز رہے ہیں، تعقل اور ارادہ
 ارزانی فرما کر اسکے لیے یہ موت انگیز الجھنیں، یہ الناک دشواریاں، یہ گمراہ کن نادور بینیاں، یہ ہلاکت خیز
 انجام شناسیاں پیدا کر دی ہیں کہ ہر قدم پر لڑکھڑکیٹ ہے۔ بے تعقل اور بے ارادہ سورج کا زمین سے تیر
 لاکھ گنا بڑا کرہ تو روزِ ازل سے اسی صحت اور اطاعت سے اپنے صراطِ مستقیم پر چل رہا ہے جو اسکے لیے ایک دفعہ

مقرر کر دیا تھا ہر وقت اور ہر کیف لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ (پس) کا مصداق ہے، کروڑ در کروڑ آسمانی اجرام اور سورج سے کروڑ در کروڑ گنا بڑے ستارے بھی انہی قاعدوں پر چل رہے ہیں جو قسام ازل نے ایک بار متعین کر دیئے تھے، سب کے سب کسی بے مثال حاکم کے اہل علم پر مجبور نظر آ رہے ہیں، اس ناموس اکبر کی وقار واری کے باوجود عظیم کے پتھل ہیں کہ یک سر وادھر اُدھر نہیں ہٹتے۔ نہیں ہزار ہزار قسم کی ادنی حیوانی اور نباتی مخلوق بھی روزِ آفرینش سے اپنے اپنے مقرر قاعدوں پر چل رہی ہے، اَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ فَهُوَ مُخْلِئٌ (لہذا) کی صیح مصداق ہے، بعد مخلص ہے، مُخْفَاً بَدِيْهِ ہے، اسی لازوال ہدایت اور صراطِ مستقیم کی بنا پر سطحِ زمین کے ہر حصے میں اجتماعی دوام حاصل کر رہی ہے، ہَتَمُكُنْ فِي الْاَرْضِ ہے، مگر فہم و ادراک کی امانتِ عظمیٰ کا قریضہ فال اس ظلوٹِ جہول انسان کے نام کچھ ایسے بُرے وقت نکلا ہے کہ اُسکو اپنے دین سے محض بے خبری ہے، اپنے صراطِ مستقیم کا کچھ پتہ نہیں، اپنی عبادت کے انداز کچھ یاد نہیں، اپنا دین ضیف کچھ اُڑ نہیں، اپنے راہِ راست پر کچھ قیام نہیں، اپنے قیام و دوام کا کچھ عشق نہیں، اپنا بقا کچھ میسر نہیں، اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْتُمِلْنَهَا وَأَلْفَقْنَهَا وَنَحْنُ لَا نَسْمُو اِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا (اعراب)۔ شیطان نے اس زمین پر اپنا مستقر قائم کر کے اس کج بخت وجود کے لئے ہلاکت کے وہ لامتناہی سامان پیدا کر دیئے ہیں کہ روزِ آفرینش سے مَنْ يُفْسِدْ فِيْمَنَا وَيُفْسِدِ الْاِمْلَاءَ (زُفَر) کا ایک لامتناہی شہرِ باہ ہے۔ ایک اُمت اگر خدا کی عبادت میں مصروف ہو کر ابھر رہی ہے تو دُنیاں اتنی شیطان کی عبادت میں لگ کر ہلاک ہو رہی ہیں، ملک سے ملک الگ، اُمت سے اُمت جدا، شہروں اور قریوں میں فساد، گمروں اور محلوں میں تفریق، بات بات پر شتمات الغرض شیطان کی حکومت اکثر جگہ قائم ہے شرک کے خانہ برانداز تفرقوں اور عبادتِ شیطان کے فارق الناس سوسوں نے بنی نوع انسان کے اندر وہ خستِ لال عظیم برپا کر رکھا ہے کہ پوری نوع کی ہلاکت سروں پر منڈلاتی نظر آ رہی ہو! اَنْ يَتَّخِذَ مِنْ هَبْكَ وُجُوْدًا يَخْلُقُ جَدِيْدًا (فاطر) کا ہولناک سماں قریب کھائی دے رہا ہے! سفلی مخلوقات کی ہر نوع کے افراد کے مابین ایک غیر منقطع امن ہے، وہ سب کے سب آپس میں متحد و متفق العمل ہیں مگر انسان ایک نوع ہو کر

ایک دوسرے کو کاٹ کاٹ کر کھا رہے ہیں، ادنیٰ مخلوق کی ہر امت کا ایک مذہب، ایک راہِ عمل، ایک ملک ایک رہنمائے اعظم ہے، مگر یہاں ایک نوع میں ہزار در ہزار امتیں، ہر طرف ایک علمیہ رہنما، ہر جگہ ایک نیابت، اور گمراہ فطیری، اور خمیری کا جگڑا ہے! ظہر الفساد فی الدنیا والآخریہ بِمَا كَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ لِنَفْسِیْ لَیْذِیْ بَعْضُ الَّذِیْ عَمِلُوا الْعَالَمُ یَرْجَوْنَ۔ قُلْ سِیِّئُوا فِی الْاٰخِرِ قَانِظُوا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِ، كَانَ اَکْذٰهُمُ مُّشْرِکِیْنَ۔ (روم)۔ الغرض یہ سب کچھ عبادتِ شیطان کا طور ہے، اُس معلوم ملکوت کی ادنیٰ کافر بنائی ہے ورنہ نبی آدم و حوا حقیقت ایک ہی امت ہیں: كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً (مائدہ)، ایک نوع، ایک نسل، ایک مصدر، ایک ابجد، ایک تقویم، ایک خدا اور ایک ہی کافر سرکاری رعیت ہیں۔ شیطان کا تعبد اور خدا سے برکشتگی لاکھ ہوتی رہے مگر اُس چارہ نہایتے جان اور بدیع زمین و آسمان نے بھی انسان کا ڈھانچا تیار کرتے وقت پہلا معنوی عہد جو اسکی جبلت اور طبیعت پر لیا یہی تھا کہ اس دنیا کے اندر خوش اسلوبی اور زور سے رہنے کا صراطِ مستقیم ہی ہے کہ شیطان سے تعبد قطعاً نہ ہوئے پائے، جس کی مخلوق ہو، اُسی کے حکموں پر چلنا تمہاری فطرت میں داخل کر دیا ہے، اُس بتائے کون و مکان نے یہ بات تمہاری ہیبت اجتماعی کی ہر ممکن حالت تمہاری چال ڈھال، تمہاری سیرت اور چلن، تمہارے انداز معاشرت، تمہارے تمدن، تمہاری تکوین میں نہیں بلکہ تمہارے بقا و فنا کے ہر شعبہ سعی و عمل میں رفا و اذل سے رکھ دی ہے کہ غیر خدا کی ملازمت سرے سے نہ ہو:

اَلَمْ اَعْمَدُ لَیْکُمْ یٰۤاٰدَمُ اَنْ لَا تَعْبُدُوْا الشَّیْطٰنَ اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۚ وَاِنْ اَعْبُدُوْا فِیْیَ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ وَّلَقَدْ اٰخَذْنَا مِنْکُمْ جِیۡلًا کَثِیْرًا ۚ اَفَلَا تَتَذٰکُرُوْنَ۔ (ہود)۔ توحید تمہاری مٹی میں خمیر کی گئی ہے۔ تمہاری طبیعت اور جبلت میں مختل ہے۔ جس نے تمہیں پہلے دن بنایا تھا اُس نے اپنی ملازمت کے عنصر کو تمہارے ہیو میں گوندھ دیا تھا، اُس کو بناتے وقت اس قدر سوچ ضرور تھی کہ یہ سرکشی کا پتلا اور آگ کا پر کالا، یہ خود رائے اور صاحب رائے مضغہ گوشت، یہ کبر و ادعا کا نطفہ منی، یہ انانیت اور شیطنیت کا پیکر کبر، یہ صاحبِ ست و قدرت، یہ اوصاف خدا کا مجسمہ صغیر ہے زمین پر پر کبر اس قدر شیطنیت یا اس قدر کبر پائی نہ کرتا پھرے کہ خدا کی خدائی سے نکل باہر ہو، اُس کے

دارہ عبودیت کو مسترد کر دے، جس جس رنگ میں روئے زمین پر یہ اپنا اجتماع و استعمار کرتا پھرے گا، رب زمین و آسمان کے قانون کی پابندی، اس کے حلقہ عبودیت کے اندر ہو کر رہنا اس کے ہر کہ و مہر پر، شاہ و گدا پر، مطیع مطاع پر، مرید و مراد پر، کبیر و صغیر پر، جن و انس پر فرض رہیگا: (وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِعِبَادَتِي) (ذاریات)۔ اگر اس تعبد سے منکک اس نے شیطان کی ملازمت اختیار کی، توحید سے گریختہ ہو گیا، زمین و آسمان کے اس عالم آرا اصل اصول سے عملاً بگڑ بٹھا تو کچھ پرواہ نہیں، اس کی جبلت میں یہ بات پہلے سے مولیت رکھ دی گئی ہے کہ اس خصوصیت کے ہوتے ہوئے اس کی اس زمین پر کچھ وال نہ گل سیکے شکست اور انتشار کے جہنم میں پڑا جتا رہے گا، فقر و فلاس، واما ندگی اور بیچارگی، محکومیت اور جوتیاں، چیتھرے اور جوتیں، قحط اور وبائیں، ہر آن اس کے دامن گیر رہا کرینگے، مَا هُمْ بِمُخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ (بقرہ) کا منظر قدرت پیش پیش ہوگا، لَا مَلَكٌ جَهَنَّمِ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ أَجْمَعِينَ (ہود) کا قول پورا ہو کر رہے گا، یہاں ہر جماعی جہنم اور آگے چل کر ایک ایک غلط کار کو آخری جہنم نصیب ہوگا! موجود زمین و آسمان ہو کر مجھ سے یہ توقع رکھنا کہ میں نے اپنی ملکیت کے اندر انسان کو اپنے سے محض جو تعلق پیدا کیا ہے، یا اس کو ہولے سے مختار بنا کر اپنا اختیار کھو دیا ہے محض عبث اور طفل تسلیاں ہیں! شیطان کا اگر اس زمین پر غلبہ ہے تو یہ بھی میری مشیت اور قضا سے ہو رہا ہے، یہ بھی میری ہی قانون فنا کی ایک شق ہے، میری ہی امتحان پسند عادت کا ایک کرشمہ ہے، میری ہی سعی طلب طبیعت کا تقاضا ہے تاہم اس زمین و آسمان کی حدود کے اندر ہر اگر کوئی قانون بقا و حیات جاری ہے تو وہ خالصہ میری ہی عبادت ہے، توحید اور صرف توحید ہے! میں آقا ہوں، موجود اور صورت ہوں، لیکن مومن اور مہمین بھی میں ہی ہوں، اپنی ہی عبادت پر اس کا رخانے کی بنیاد رکھنا میرا حق ہے، اور میری مخلوق ہو کر میری حدود و ملکیت باکری کو مفر نہیں: يَمْحَشُرُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِنْ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا وَإِنْ لَا تَنْفُذُوا وَلَا يَسْطِطِنَ (رحمن) یہی توحید انسان کا وہ واحد و یکتا ہے کہ وہ ایک صراط مستقیم، ایک اصل اصول، ایک اساس کار، ایک بن حنیف، ایک فطرت ہے جس پر بس انسانی مجبور بلکہ مجبور ہے، اس خدا و افطرت میں رد و بدل کا ہر گنا

۱۰ گویا رسول صلعم بر ایوان کلاذنی خیمه به کاشی دنیا و می حالت اچمی بر میخیزد قوم کی زیادی حالت درست نہیں انسکوئی آخر از ازل زمان علی الصلوٰۃ و السلام بر کچھ بیان میں کیونکہ: اُسے لاسٹ سچے حکام پر نہیں ملتی۔

کچھ شے نہیں، عقیدے اور رسمیں کچھ شے نہیں، عیسائی اور موسائی، کرسنوی اور محمدی بننا کچھ شے نہیں، یہ بھی ایک بُت پرستی ہے، جگو چوڑ کر میرے بندوں کو پکڑتا ہے، قانون خدا اور امر رب العالمین سے جدا ہو کر کسی رسمی اور شرعی مذہب کے نواہر کچھ شے نہیں، نماز کی رکعتیں قانون سے الگ ہو کر کچھ شے نہیں، حج کے مناسک کچھ شے نہیں، جو شے میرے نزدیک مقبول ہے وہ توحید پر عمل ہے، ہر نوع عمل پر، ہر لحظہ عمل پر، جو عمل کر رہا ہے، وہی میرے نزدیک مسلم ہے، وہی مومن ہے، وہی محمد کا سچا پیرو ہے، وہی بخوفِ خطر ہے، میں نے نوح و ابراہیم کی رسمی اُمتیں ہلاک کر ماریں، موسیٰ کی اُمت کو رسوائے جہاں کر دیا، لوط، ثعیت، صلح، ہود، سب کی شرعی اُمتوں کی بھنگ تک باقی نہیں رکھی، وَكَمْ اَھْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَبْلِهِ هَلْ اَرٰی مِنْهُمْ مِّنْ اٰیٰتٍ اَوْ لَقِیْہُمْ لَھُمْ دُکُوٰۤا۟ عَرٰیۡمٌ، یہ اس لیے کہ وہ سب کی سب مجھ سے بگڑ بیٹھی تھیں، مَا كَانَتْ اَكْثَرُھُمْ مِّنْ مُّیْمِنٍ۔ (اعراف) کی مصداق بن چکی تھیں، اب محمد کی اُمت کو ہلاک کرنے میں مجھے کیا شرم ہے یا منہ سے تین خدا کہنے والی لیکن توحید پر عمل کرنے والی اُمت کو زبردستی کرنے میں کیا عار ہے۔ مسلمان اور اسکا اٹھا کر کیا نسل انسانی کا تختہ الٹ کر اس بہتر اور قائم تر نسل کو لا بٹھانے میں کیا دیر ہے قَالَ مُوسٰی اِنْ نَّكَحْتُمُوْا اٰتِیْتُمْ مِّنْ فِیْہِ الْاَرْضِ جَمِیْعًا اِلَّا بَآئِلَ اللّٰہِ لَعَنَیْ حَسِبْنٰہُ۔ (یہ کہہ)۔ میں قاسط اور عادل، بے نیاز اور بے پڑا خدا ہوں، بادشاہوں کا بڑا بادشاہ ہوں، میرے ہاں وہی قوم بے خوف و خطر ہے جو توحید پر عامل ہے، جو شیطان کی ملازمت کو قبول نہیں کرتی، اُسکے فوری جبر کو، اُسکی نقد تنخواہ کو کوشش نہیں مانتی، جسکو میرے نیسے، میرے اُدھار، میری یومِ آخرت کو دیکھنے والی تنخواہ پر اعتماد ہے۔ قولی مسلمان یا شرعی ایمان دار رسمی یہود یا اسی نصاریٰ، گبر و برہمن، وغیرہ وغیرہ میرے نزدیک کچھ شے نہیں، جو جس قدر عمل کر رہا ہے، اُس قدر میرے ہاں سے اُجرت لے رہا ہے، اسی قدر وہ قوم اس دنیا میں بے خوف و خطر ہے، اسی قدر غالب اور ستمگر فی الارض ہے، اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا وَالَّذِیْنَ ہَادُوا وَالنَّصَارَی الصّٰلِحِیْنَ مِنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلْ صٰلِحًا فَلَهُمْ اُجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھُمْ وَلَا یَخَافُ عَلَیْھُمْ دُکُوٰۤا۟ۢ لَھُمْ یُحْیِیْہُمْ۔ (یہو)۔ میری اُجرت شیطان کی اُجرت کی طرح فوری، غارضی، اور

تباہ کن نہیں وہ جس کو مل رہی ہے اُس کو اس زمین پر کسب ربانی اور جبروت حاصل ہے !

پس اس کارگاہ کسب و عمل کے اندر اگر کوئی شخص کسی مفید جماعت منستہا کو پیش نظر رکھ کر لڑاں جہیل ہے

تو وہ از روئے قرآن خدا کا عابد ہے۔ جو قوم تکلیف اٹھا کر اپنے آپ کو بہتر بنا رہی ہے وہ فی الحقیقت توحید پر چل

رہی ہے۔ جو کابل اور بے عمل ہے وہ مشرک ہے، منکر خدا ہے، عابد شیطان ہے۔ جو کام کر رہی ہے وہ حلقہ

عبودیت میں شامل ہے۔ جو کہہ رہی ہے وہ کچھ نہیں۔ جہاں جہاں جو کچھ سعی و عمل ہو رہا ہے، خدا کے قانون کو

مانکر اور شیطان کو مسترد کر کے ہو رہا ہے۔ توحید کا اصل اصول فی الحقیقت اَنْ لِّیْسَ لِلّٰہِ شَکَکَ اَکَ مَا سَعٰی (۱) ہی کو

تسلیم کرنا ہے۔ یہی خدا کو ماننا اور شیطان گریز کرنا ہے، یہی عبادت ہی، یہی توحید ہے، شیطان کی ملازمت کی اصل

بنیاد فوری آرام اور آخری تکلیف ہی، خدا کی خدمت کا اصل اصول فوری تکلیف اور آخری آرام ہے۔ نہیں بلکہ

جس عمل میں آخری آرام نہیں، جس کا انجام نیک نہیں، جس کا پیش نہاد اُمت کی بہتری نہیں، جو آپ نامنظم اور

بے سلیقہ ہے، جس سے کچھ قوت حاصل نہیں ہوتی، جو رکھ کے ڈھیر کی مانند پریشان ہو جانے والا ہے وہ بجائے

خود کفر ہے، بڑی سے بڑی گمراہی ہے، مَثَلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَمْوَالُهُمْ اَعْمَالُہُمْ کَمَا اِشْتَرٰتْ بِہِ الرِّیَاسَۃُ زُکُوْرًا وَّعَاصِفًا یَقْعَلُوْنَ

وَمَا کَسَبُوْا عَلٰی شَیْءٍ مِّنْ ذٰلِکَ ہُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ (۲)۔ خدا کا منکر، اُس کے قانون کا منکر، اُس کے منظم اور مَرَب

زمین و آسمان کا منکر، اُس کے شمس و قمر کا منکر، اُس کی رکھی ہوئی میزان کا منکر فی الحقیقت وہ شخص ہو جو ایک سعی و سبیل

کر رہا ہے، جسکی کوشش اس دنیا کے اندر کچھ ٹھکانے نہیں لگی، جسکی لگت دوسے کچھ نتیجہ نہیں نکلتا، جو ایک حقیقت

اور باطل شے کے درپے ہو: الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَاتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَبِّہُمْ فَاُولٰٓئِہِمْ ہُوَ

سراب کے پیچھے لگا ہے، پانی سمجھ کر لپکتا ہے مگر پانی نہیں پاتا، ظن و وہم کی دامیوں میں سرگردان ہے اور بے نتیجہ

عمل کر کر کے دکھ اٹھا رہا ہے: وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَعْمَالُہُمْ کَسْرًا یَّقْبَعُوْنَ یَحْسَبُوْنَہُ الطَّمَانُ مَاءً ۚ حَتّٰی اِذَا اُنْجَا

لَهُمُ یَحِدُّہُمْ شِیْئًا وَوَجَلَ اللّٰہُ عَنْہُ فَاَوْفٰہُ حِسَابَہُ ۚ وَاللّٰہُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ (النور)۔ عبادت کا خدائی مفہوم خدا کے اس

آخری کلام میں اس قدر وسیع اور عالم آرا ہے، کفر کا اتنی اطلاق استعدنا مقید اور مطلق ہے، توحید کا قرآنی مقصود

استقدر لغتِ رسد نتیجہ خیز، استقدر رخصتِ مزہ اور بھار آمد ہے کہ جہاں کہیں اس دنیا کے اندر کوئی مستقل بہتری کی صورت پیدا ہو رہی ہے، جہاں کچھ کامیابی اور کامرانی کے سامان جمع ہو رہے ہیں، کوئی تکلیف، کوئی تگ و دو، کوئی شیطان سے انکار اس بنا پر ہو رہا ہے کہ انسان کی ہیئت اجتماعی کی حالت بہتر بنے، کچھ قوت اور زور حاصل ہو، کچھ بادشاہت زمین پر، عزت اور غلبہ ہو، ارتقا اور بقا نصیب ہو، وہیں عبادتِ خدا کا شائبہ قطعاً ہے، وہیں ایمان کا شائبہ قطعاً ہے، وہیں توحید کا عمل ضرور ہے، وہیں بت کم ہیں، شیطان کا کم غلبہ ہے، وہیں ایمان باللہ ہے۔ جہاں نامراد می ہے، وہاں کفر قطعاً ہے، خدا سے انکار قطعاً ہے، شیطان کی عبادت قطعاً ہے (وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوا بِاللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَسِرُونَ) (عنکبوت)۔ جہاں کوئی قوم ناکامیاب ہو رہی وہاں خدا سے اعراض ہے، اُسکے قانون سے اعراض ہے، کسی ماسوا کی عبادت ہو رہی ہے، کچھ شیطان سے لگا رہی ہے، وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ شَيْءٌ إِلَّا كِبَاسٌ كَفَيَهُ إِلَىٰ الْمَلِكِ لِيَبْلُغَ فَاقَهُ وَمَا هُوَ بِالْعَمِیْهِ وَمَا دَعَا الْكُفْرَانِ إِلَّا فِي ضَلَالٍ رَّعْدًا۔ کفر اور توحید کا صحیح معیار اس دنیا کے اندر قائم ہے کہ جو بت اور مومن قوم بہ نفع غالب ہے، بہ حال ترقی کر رہی ہے، اُسکی دولت اور حکومت، عزت اور اقتدار سب کچھ بڑھ رہے ہیں، جماعت کی کثرت ہو رہی ہے، جنات اور اثمار مل رہے ہیں، نئی قوموں پر حکومت مل رہی ہے، الغرض وہ منعم لم یزل اُس سے بحیثیت مجموعی راضی ہے، وہ بھی خدا سے راضی ہیں، اور جن تک عبادتِ خدا کا دھبہ نہ رہیگا اس دنیا کے اندر اُن کا فلاح پاتے رہنا ایک طے شدہ امر ہے: رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (جادو)۔ شیطان کی عبادت اور خدا سے اعراض کرنے کا اس دنیا میں رسوا اور ذلیل ہو کر رہنے سے استقدر گہرا اور طبعی تعلق ہے کہ کافر قوم کی زندگی بہ نفع چارپایوں اور موشیوں کی زندگی ہے، بیگار اور بار برداری کی زندگی ہے، محکومیت اور بیچارگی کی زندگی ہے، افلاس اور آہ و بکا کی زندگی ہے، لیکن مومن کے لیے بہ نفع جنات زمین ہیں، بادشاہت اور عزت ہے، قوت اور امن ہے: إِنَّ اللَّهَ يَدْخُلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كُنَاكِلَ الْأَشْجَارِ

وَالْكَافِرُ مَتَّوًى تَهْوُوهُ رِيحًا - کافر کا ہر جگہ اور ہر نوع منہ کالا ہے، مومن کو ہر جا اور ہر حال نشہ نصیب ہے، نہیں ہنست و نصرت کی طرف اقدام کر کے اپنے آپ کو غالب کر دینا ہی عین ایمان ہے، عین عبادت اور نری توحید جو۔ اگر زرتشت علیہ الرحمۃ نے یزدان اور اہرن کو اس دنیا کے اندر دو بڑی طاقتیں مانا تھا، اگر اُس نے لوگوں کو اہرن کی شکست انگیز طاقت اور یزدان کی خیر فیر قوت کی طرف متوجہ کر کے رب ہیشال کے بقا و فنا کے اس پس پر قانون آگاہ کرنا چاہا تھا تو اس کا پیش نہاد بھی ساکنان زمین کی اسی توحید اور تعبد خدا کی طرف بلانا تھا، جن لوگوں نے اسکی تعلیم کو "وحدانیت" کے منافی یا "دو خداؤں کے منوانے والی" سمجھا ہے انکی جہالت پر جقدر ماتم کیا جائے کم ہے! جس قوم نے اس دنیا کے اندر شیطان کی برباد کن قوت کو تسلیم نہیں کیا، جو اسکو ہر لحظہ اپنا کھلا دشمن سمجھ کر اُس سے فی الجملہ محنت نہ نہیں رہے انہوں نے فی الحقیقت توحید کی حقیقت کو کچھ نہیں سمجھا!

اگر عہد حاضر کے مسلمان قرآن حکیم کے ان قطعی اور عام محاکموں کو نظر تعمق سے نہیں دیکھتے، اگر آج انکو تین خدا کہنے والے نصرانی کی دنیاوی خوشحالی کا خوشنودی خدا اور عبادت رب یا توحید اور ایمان پر محمول کرنا ایک انکسہ نہیں بھاتا، اگر وہ آج اپنی ہر مصیبت کو "ابتلاء" اور دوسروں کی ہر جت کو "بلا" سمجھ کر مگر کی نیندیں لے رہے ہیں اور خداؤں میں آسمان کو العیاذ باللہ مشرق کا کوئی لائبالی اور مستبد، کوئی بے اصول اور بے قانونا تو اب جھک کر انکی قسمت پر شکر بیٹھے ہیں تو بیٹھے ہیں مگر انکھیں ہو ہو کر ان کا اس حقیقت سے انکار کرنا، مالک شمس و قمر اور خالق زمین و آسمان کو "ظَلَامٌ لِّلْعَبِيدِ" سمجھنا، اُسکے دیئے ہوئے انعاموں کو بلا استحقاق اور اسکی بھیجی ہوئی عقوبت کو بلا وجہ سمجھنا، اسکی مشیت کو "گہ بے سلامے بخت بد و گہ بد شمنائے خلعت و ہنہ" کا مصداق یقین کر کے قسمت اور تقدیر کو پیٹتے رہنا فی الحقیقت وہ آشوب چشم اور وہ سودائے سربے جسکا علاج موت کے سوا کچھ نہیں۔ قرآن حکیم کے مطالعے کے بعد کفر اور ایمان، عبادت اور توحید، فتح و شکست کے منتقم میرا یہ فیصلہ سقاہر حکمی اور قطعی ہے کہ زمین کی بڑی سے بڑی مخالفت بھی مجھے اس عزم میں کمزور نہیں کر سکتی۔ مجھے یقین ہو چکا ہے کہ مذہب اسلام اس دنیا میں قوت اور زور سے رہنے کا واحد اور سچا طرز عمل ہے، توحید اس مقام محمود پر پہنچنے کا واحد اور موثر اور آسان۔

اس سطح زمین پر تو مندر بن کر رہنے کی سچی اور کمری سیاست ہے۔ انسان کے ہر لمحہ عمل میں اس طرح شامل اسکے ہر اسلوب کار میں اس طرح داخل، اسکے قانون مدو جب سر کی وہ شرط لائیٹنگ، اسکے بقاد و دام کی وہ علت اولیٰ، اسکی بہبودی اور خوشحالی کی وہ محرک اعلیٰ ہے کہ اسکو انسان کے کسی فعل حسن سے جدا کرنا ناممکن ہے، نہیں بلکہ میری نظروں میں اگر سوچ اپنے وقت پر زور چڑھتا ہے تو اسی توحید کے زور پر، اگر چاند کی منہ لیں مقرر ہیں اور وہ انکو نباہ رہا ہے تو اسی توحید کے زور پر، اگر نجم و شجر روز آفرینش سے اپنے مقررہ فرائض کو ادا کر رہے ہیں اور ایک سرسبز اور ہر اہر نہیں مٹتے تو اسی عبادت خدا کے زور پر (وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ۔ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ)۔ (دعۃ ۱)۔ اگر داتا اور ملائکہ اپنا اپنا کام کر رہے ہیں تو اسی خوف خدا کے زور پر۔ یہ ہر ایک کا اپنے فرض کو مقررہ وقت پر اور بے تردد و بدل ادا کرنا ہی انکی مسلاۃ ہے، یہی انکی تسبیح اور سجدہ ہے، یہی کُلِّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ (النور) کا صحیح مفہوم ہے، یہی وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا اَيْنُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلٰكِنْ لَا تُفْقَهُوْنَ تَسْبِيحَهُمْ (ہی اسئل) کا صحیح تفقہ ہے۔ پس جب اس زمین و آسمان کا سامان نظم و نسق اسی توحید کے زور پر ہے تو انسانی امتیں بھی جہاں کہیں ابھر رہی ہیں اسی وحدت کے زور پر ابھر رہی ہیں جس قوم اور گروہ میں نظم و نسق قائم ہے، جس میں ہر شخص اپنا مقررہ فرض ادا کر رہا ہے، سب کا معاون اور سب مستعد ہے، سب کا ایک صراطِ مستقیم، ایک راہِ عمل، ایک قانون، ایک میزان ہے، نہیں جو قوم یا گروہ اس سطح زمین پر اس طرح عمل کر رہا ہے کہ اُس کا عمل اسکو بہتر اور طاقتور بنا رہا ہے اُس میں توحید قطعاً موجود ہے، اُس میں ایمان باللہ موجود ہے، اُس میں خشیتِ خدا موجود ہے، اسلام موجود ہے، دسواں یا ہزارواں حصہ موجود ہے، مگر ایک شائبہ قطعاً موجود ہے: (وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ؕ اَلَا تَطَعُوْنَ اِيَّاهُ الْيَوْمَ)۔ (رحمن)۔ اسلام کے مذہب عمل کو کسی خاص فتنہ یا گروہ کی تخصیص نہیں۔ یہی اسلام ابراہیم اور موسیٰ اور لوط اور شعیبؑ وغیرہم علیہم السلام کی ہلاک شدہ امتوں سے پے درپے نکل کر قرن اولیٰ کے عرب و عجم تک پونچھا تھا، ایک نے نکل کر دوسری میں اور دوسری سے تیسری میں ودیعت ہوا تھا، اور اگر یہی اسلام ہم سے نکل کر کسی دوسری امت میں چلا گیا ہے تو یہ امر خدا کے نزدیک

دل سخت ہو ہو کر وہ پتھر بن جاتے ہیں کہ پتھر بھی اُنکے سامنے مات ہو جاتا ہے، قلب کی سنگلاخ زمینوں میں
 موت انگیز برادیاں، وہ ہلاکت خیز ویرانے، وہ اعضا شکن خرابے پیدا ہو جاتے ہیں کہ سعی و عمل کی بالیدگی
 نام تک کو باقی نہیں رہتی؛ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لِمَا
 يُتَفَجَّرُ مِنْهُ أَلَأَنْهَارُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَاءٌ يَنْفَجُّ مِنْهُ الْمَاءُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَاءٌ يَنْفَجُّ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ
 عَمَّا تَعْمَلُونَ (ہر حرف پر تفسیر)۔ یہ سب اس لیے کہ شرک اتحاد اور عمل دونوں کا صحیح معنوں میں قاطع ہے، دونوں کو قوم کے
 ہر کہ و مہ سے نیست و نابود کر دیتا ہے، لوگ اپنے اپنے بتوں کو لیکر اُن میں مست ہو رہتے ہیں، کسی کو کسی سے
 کچھ رسم و راہ باقی نہیں رہتی! کوئی مال میں مست، کوئی اولاد میں لگن، کوئی پیروادیا میں مشغول، کسی نفیس
 حاکم، کسی کا حکم وقت خدا، کسی کو جاہ سے غرض، الغرض کوئی مشترک تعلق، مشترک خوف، مشترک طاقت
 دلوں کو مشترک حرکت دیکر اُن کو آپس میں متحد نہیں کر سکتی۔ کُلُّ حُزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ (دہم) کا سماں سب طرف
 بندھ جاتا ہے۔ اُمت کے اندر ملک ملک میں، شہر شہر میں، محلوں اور گروں میں، قریوں اور مکانوں میں،
 حتیٰ کہ ایک گھر کے مختلف افراد میں، باپ بیٹوں میں، ماں بیٹیوں میں، ماں جائے بہائیوں میں تفریق و ہٹتا
 کا ایک محشر ہوا ہو جاتا ہے! (وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا
 کُلُّ حُزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ (دہم)۔)۔ پیروں میں تفریق، طریق عمل میں تفریق، مذہب اور مسلک میں تجرؤ
 افراد و دیار میں تجرؤ، قوم کی تمام قوتوں کو بیکار کر دیتے ہیں۔ اپنے اپنے بتوں میں مشغول رہنے کے باعث
 ایک عارضی طمانیت اور فرحت تو فرد افراد و ضرور حاصل ہو رہی ہے مگر قوم کی بیخ و بن یا ایک اقل قلیل مدت
 میں اس ظلم عظیم کے باعث اکٹھا جاتی ہے! (كَأَلْ لَّعْنُ لِّابْنِهِ وَهُوَ يَعْظُمُ يُسَى لَا تُشْرِكْ لَ بِاللَّهِ إِنَّ
 الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (ممت)۔)۔ انسانی قلوب کے اندر توحید ہی فی الحقیقت وہ محرک اول ہے جو افراد کو
 مابین ایک اصلی اور ناطق، ایک اُتم اور قائم اتحاد پیدا کر سکتی ہے۔ یہ نفسانی ابھوا و اغراض کے بتوں کو کسر توڑ کر
 سب کا ایک مشترک خدا کے اذن میں آجانا ہی اتحاد کا صحیح باعث اور توحید کی سچی تفسیر ہے۔ یہی وہ توحید

اور وہ ایمان باللہ ہے جسکا اٹل نتیجہ اس دنیا میں قوت ہو، زہد اور بادشاہت ہے، امن اور بقاء ہے، الَّذِينَ
 اٰمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (انعام)، یہی سچی اور اصلی، دائم اور قائم
 ہدایت ہے! روئے زمین کے تمام تر خزانے بھی صرف افراد کے جسموں کو چند لمحوں کیلئے جوڑ سکتے ہیں ان
 میں ایک ناقص اور عارضی اتحاد عمل پیدا کر سکتے ہیں مگر دلوں کا سچا اتحاد توحید اور صرف توحید ہی سے قائم ہو سکتا
 ہے! دو افراد آپس میں اس وقت تک صحیح معنوں میں متحد نہیں ہو سکتے جب تک کہ نفسانی اغراض کے متبلیی بت
 پیہم نہ محو ہو رہے ہوں اور دلوں کے اندر ایک محرک اعلیٰ عملاً اور اصلثاً قائم ہو گیا ہو۔ جہاں سب بت
 ٹوٹ چکے ہیں اور صرف خدا باقی رہ گیا ہے، وہاں وحدت اور موافقات، مسامتت اور ملاطفت اٹل ہو جس
 قوم کے دلوں کا محرک شیطان نہیں رہا، اسکا موتف خدا کی سر ہے، اور اسکا ہر دشمن سے عہدہ برا ہونا اٹل ہو
 وَالْاَلَفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا مَّا اَلْفَتْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اِلٰهَ اَلْفَ بَيْنَهُمْ
 لَآ اِنَّ عَزِيزٌ حَكِيْمٌ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اِلٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (افعال)۔ جہاں تفرقہ ہے وہاں طاغوت
 سے تعبد قطعاً ہے، شرک قطعاً ہے، نہیں بلکہ جو قوم متحد ہے اُسکے افراد کے دلوں میں توحید بلاشبہ
 قائم ہے! شیطان کی ملازمت سے عملاً انکار ہی خدا سے تعبد کا معنوی اقرار ہے، اور جس قوم کے
 افعال روز و شب اس امر کے شاہد ہیں کہ اُس کا شیطان سے کچھ سروکار نہیں رہا، اُسکو خدا کی عابد نہ سمجھنا صرف لفظوں
 کا بے پیر پھیر ہے۔ خدا کی نظروں میں نہ قوم اسکی کڑی آزمائش میں پوری اتر چکی ہے۔ شیطان کو عملاً مسترد کر چکی ہے
 اُسکے حلقہ عبودیت میں داخل ہو چکی ہے کیونکہ اُسکے قانون کی معترف ہو، اُسکے حکموں پر غالب ہے، اُس کے
 سوا کسی کو اللہ نہیں مانتی! یہی اصلی اور سچی توحید ہے! اس کا گاہ کسبِ عمل میں نہ انسانی سعی و عمل خدا کیلئے
 ہے، نہ منہ سے اُس پناہ عالم کے مُقَرَّب بن کر اسکی شان میں اضافہ ہو سکتا ہے، یہاں تو جو کچھ ہے انسان کی اپنی
 بہتری کے لیے ہی، اگر اُسکے حکموں کی تعمیل ہو رہی ہے تو اپنی ہی بہتری اور خوشحالی کے لیے، اور اگر انکار ہو رہا ہے
 تو اپنی ہلاکت کے لیے، اُسکی اپنی ذات کیلئے نہ یہ ہے نہ وہ ہو رہا ہے: وَمَنْ جَاهَدْ فَاِنَّمَا جَاهِدْ لِنَفْسِهٖ

اور کراہوں، نوحوں اور مرثیوں کے باوجود دے رہا ہے، مسجد اقصیٰ کو دے رہا ہے، بلداہین کو دے رہا ہے، بیت الحرام کو دے رہا ہے، روم اور مصر کو، عراق اور عرب کو دے رہا ہے! یہ سب اسلئے کہ قانون پر عمل نہ کر لیں ابن اللہ والوں کا ہے، حکموں کی تعمیل انہی مسیح کو خدا کہنے والوں کی ہے، پیغم بکلیف ہی اٹھا رہے ہیں، دلوں کی بُت شکنی وہی کر رہے ہیں، شیطان کی عبودیت سے وہی خارج ہیں! نئے منہ سے کہنے والے مسلمان کچھ کام نہیں کرتے، کچھ پابند قانون نہیں، کچھ عابد خدا نہیں۔ اگر اُس باریک ہیں اور دقیقہ رس، اُس لطیف لکھنا پڑے (روئے) اور خیر بیکار تَعْمَلُونَ (نوبہ) خدا کے ہمتان و اساک، اُسکی جزا و سزا کی یہ توجیہ صحیح نہیں تو اِس دنیا کے اندر جو کچھ مسلمانوں سے ہو رہا ہے ظلم ہے، جو کچھ نصرانیوں سے ہو رہا ہے استبداد ہے، بے سبب قہر ہے، بلا وجہ جبر۔ ایسے مستبد، جابر اور العیاذ باللہ ظالم خدا سے کیا دور ہے کہ کل کو سوچ کو حکم دے کہ صرف ملک فرنگ پر چڑا کہنے یا پانی کو کہہ دے کہ صرف المانیہ میں بہا کرے اور عرب میں جا کر لکڑی کی مانند ٹھوس ہو جائے! إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَٰكِنَّ النَّاسَ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (پس اس عظیم الشان اور صحیح، اس منظم اور منسق کارخانے کے اندر جو کچھ ہو رہا ہے کسی اصول کے ماتحت ہو رہا ہے، ظلم اور استبداد، جبر اور قہر سے کچھ نہیں ہوتا۔ ظاہری بُت پرست مگر متحد قومیں اُسکی مطلق اصطلاح میں عابد خدا اسلئے ہیں کہ اُسکے قانون پر عمل کر رہی ہیں، رسمی بُت پرستی کے باوجود متحد ہیں۔ یہ اتحاد بھی اسوجہ سے ہو کہ دینیوں کے آگے ماتھا ٹیکنا صرف رسمی اور عاداتی رہ گیا ہے، صدیوں کی آہنی زنجیروں کا بقیہ ہے، ایک فعل عبث ہی، ایک بے نتیجہ بات ہے، افواہی اور ملامتی کفر ہے، لیکن اس پتھر سے فی الحقیقت کوئی والہانہ تعلق یا اُس میں کوئی تفرقہ انداز تو غل باقی نہیں رہا۔ جو شے قوم میں فی الحقیقت تفرقہ انگیز ہے، ولذات اہوا کی پرستش ہے، اولاد کو پوجنا ہے، مال کی عبادت ہی نفسی اغراض کا پیدا کیا ہوا تجنب و تحسید ہے، وغیرہ وغیرہ ایسی وہ غیر مادی اور موائی بُت ہیں جو بُرے سخت ہیں جبکو توڑنا پڑا مشکل ہے، پتھر کے بتوں کو توڑنا یا اُنسے تعلق منقطع کر لینا کوئی بڑی مردانگی نہیں، وہ صرف محو غوغائی کی توجیہ ہے، احمد مدظلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توحید قطعاً نہیں! پتھر کے بت اسوقت صحیح معنوں میں ہلاکت انگیز

ہو جاتے ہیں جب اُن سے بھی وہی مال و اولاد والا اعتنا پیدا ہو گیا ہو، جب اُن کے آگے چند لمحوں تک مانتھا
 رگڑنے کی بجائے چوبیس گھنٹے کا تعبد ہو اور ہر گہرا و قبیحے کا بُت جدا ہو، لیکن یہ عبودیت جس قوم میں پیدا ہوئی ہے
 چند مہینوں یا برسوں سے زیادہ طبعاً نہیں رہ سکی۔ ایک اقل قلیل مدت کے اندر اُن پتھروں سے عبودیت
 مسلمانوں کے آجکل کے خدائے تعلق کی طرح صرف رسمی اور زبانی رہ گئی ہے اور وہ بُت فی الجملہ بے نفع و ضرر ہو گیا ہے۔
 لذات اور اُنہو یا پیر و اولیاء کے اعتقادی نفع و ضرر کے بُتوں کا یہ انداز قطعاً نہیں، وہ جب تک نسل انسانی اور خدا کا
 بنایا ہوا معلم المملکوت موجود ہے انسان کے ساتھ لگے رہیں گے، اُسکو اپنی عبادت پر سہم اُکاتے رہیں گے
 جوں جوں اُنکی عبادت زیادہ ہوتی رہے گی، اُن سے ولوع زیادہ ہوتا رہے گا، سب تک دو اُنکے لیے وقف ہوتی
 رہے گی، خدا کے حکموں کیلئے کچھ عمل باقی نہ رہیگا، ہر اعضا سست پڑ کر اُس قوم کو تباہ کر دیں گے، یہی حیوۃ دنیا
 میں استغراق ہے، یہی حیوۃ دنیا کی وہ متاع قلیل ہے جس سے حبسِ ناب کرتے رہنا ہر عابد خدا قوم کا شیوہ ہے،
 ذَیْنٌ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهْمَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ
 وَالْأَنْعَامِ وَالْخَرْبُ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا، واللّٰهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَاٰبِ (آل عمران)۔ جس قوم نے ان بُتوں کی
 عبادت کی اُسکی اس دنیا میں مٹی پلید ہے، وہ اپنے حقیقی دشمن شیطان کی عبادت کر رہا ہے جو ان سے عفو و
 درگزر کر رہا ہے، ان سے کچھ کچھ پھرتا ہے، ان سے کنارہ کشی اور مغفرت کر رہا ہے، ان صنفِ جمیل کا بڑا ڈاکر
 اُنکی طرف نظر میں بہرہر کر نہیں دیکھتا وہی اُس خدائے بے نیاز سے اجرِ عظیم کا مستحق ہے، یَاٰیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ
 مِنْ اٰذٍ وَّاجَلَکُمْ وَاَوْلَادَکُمْ عَلٰی الْکُفْرِ فَاحْذَرُوْهُمْ وَاِنْ تَعَفَوْا وَتَصَفَّحُوْا وَتَعَفَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَفُوٌّ رَّحِیْمٌ اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ
 وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ وَاللّٰهُ عِنْدَہٗ اَجْرٌ عَظِیْمٌ (تغابن)۔ جس قوم نے ان بُتوں میں لگ کر اپنی قوائے عالمہ کو مضمحل کر دیا
 جو ان مرادوں کی مرید بن گئی، جسے مال اور مکان، بیٹوں اور بیٹیوں، گھوڑے اور جو رو، پیر اور کسب، باغ و
 اور طریقوں کو اپنا معبود بنالیا اُسکی عاقبت قطعاً خراب ہے، اُسکی سب رسیاں ایک نہ ایک ن کٹ جائیں گی، بہتری کا
 کوئی وسیلہ باقی نہ رہیگا، اُسدن مرید سے مراد الگ، مطیع سے مطاع جدا، اور یاسن حسرت کے سوا کچھ سامنے نہ ہوگا۔

دوستی اور ولایت کا دعویٰ کس منہ سے کر سکتی ہے! اُسکو منعم علیہ قوموں کی توحید میں شک کرنے کا کیا حق ہے؟ اُسکو نصرانی کی عبودیت سے انکار کس برتے پر ہے؟ اُسکو اس اسلام کا احسان کس شیخی پر ہے:

قُلْ اَنْعَمْتُ عَلٰی اللّٰهِ يَدِيْزُكُوْا وَاللّٰهُ يَعْزِمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (محررات)۔ نبی آخر الزمانؐ کی صدر اسلام میں لائی ہوئی توحید فی الحقیقت وہ سکوں سوز اور تاب گسل، وہ لرزہ فگن اور شک شکن شے تھی، مومن کے لئے اُسکا ہر وقت نباہتے رہنا وہ مصدر کس بن گیا تھا، اسکا دلوں کے اندر کیمیف حال وہ مصلح اعمال اور مزئی افعال شے تھا کہ چند لمحوں کے لئے کسی ادنیٰ سے ادنیٰ بُت کی محبت کو قلب پر حکمران کر لینا بھی ایمان کے منافی ہو چکا تھا! اُنکو ہر لحظہ اور ہر آن اس امر کا خوف تھا کہ ادنیٰ سی عبادت یا سوا کر کے مشرکوں کے حلقے میں جا داخل ہونگے۔ اُنکے دن مسلسل تکلیف اور پیہم اطاعت میں گزرتے تھے، راتوں کو بستر سے پہلو اٹھانا نہ ہوتے تھے؛ نَتَقَا فِيْ جُنُوْهِمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُوْنَ (سجۃ)۔ امت کی ہتری اور وراثت زمین کی طمع میں روضیں کھچ کھچ کر خلق تک پہنچتی تھیں کھچے مومنوں کو آجاتے تھے، آنکھیں پھر پھر کر رہ جاتی تھیں مگر اُس رب امتحان طلب کی خوش دلانہ ملازمت مانتوں بل نہ آنے دیتی تھی؛ اِذْ جَاءَهُمْ وَقَوْمٌ فَوْفَكَ وَمِنْهُمْ اُسْقَلٌ مِّنْكَ وَادْعَاةٌ اِلَيْكُمْ اَوْبَدًا وَبَلَغَتِ الْقُبُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَكَظَمُوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَ كَا هٰذَا لَكَ اِنْثَلٰى الْمُنٰى وَمُنُوْرٌ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا (احزاب)۔ منعم لم یزل کے یہ خوش دل مزدور اور چاکری خدا کے یہ سچے شہداء اسی دم مرن اطاعت اور غیر مستزل عبادت کو الجحنتہ میں داخل ہونے کا واحد ذریعہ سمجھتے: اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسْتَكْبِرِيْنَ (الباقی) وَالظَّهْرَ اَوْ زُلْزِلُوْا حَتّٰی يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُ مَعَ الَّذِيْنَ لَا اِنَّ لَصَرَ اللّٰهِ قَرِيْبًا (مائدہ) مومن کے دنیاوی تکلن کو رضائے خدا کا آخری وسیلہ جانکر دشمن پر غائب کر رہنا عین ایمان سمجھتے: رَحِمَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (مائدہ)۔ قرن اول کے مومن کی توحید کا سچا کیمیف کسی طوفان زدہ کشتی کے بکیر سکینوں کا وہ کیف خشوع، اور اُسکے ڈوبتے ہوئے بے بسوں کا وہ زہر گذار

خضوع و سجدہ تھا جسکے ہوتے ہوئے دلوں کے اندر کسی ماسوائے اعتنا کا باقی رہنا نا طبعاً ناممکن ہے، اسکا شکر
 بھی سبکساران سائل کی تمرد اور نڈری کی پیدا کی ہوئی وہ بگڑی تھی جس کی ایک بہری اور آرمستہ مجفل شیطان کی
 دلوں پر حکومت ہر جگہ قائم کر دیتی ہے، فَادَّكَرْتُ فِي الْقُلُوبِ دَعَاُ اللَّهِ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ فَلَمَّا بَلَغْتَهُمْ
 إِلَى الْبَرَاءِ إِذْ هُمْ يُشِيرُونَ ۚ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَهُمْ ۚ وَلِيَتَمَنَّعُوا فِيهِ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ (عنکبوت)، اگر آج ہی
 توحید مسلمان کی آرام پسندی اور ہرزہ درانی، کا چوری اور یا وہ گوئی کے باعث پتھر کے بتوں سے پرہیز کر نیوالی
 توحید بن چکی ہے، اگر آج ہر مسلمان نے بلا استثناء اصرارے لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ شَيْئًا رَحَّۃً کی روح فرسا مگر بادشاہ توحید
 کو لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ شَيْئًا کی حجرا کی آرام وہ مگر محکوم کن توحید سے بدل دیا ہے، اگر وہ سب کے سب الہی مقاصد اور کلام خدا
 کے اندر حیرت انگیز تحریر لیں پیدا کر کے اپنے نفس کے لئے آسانیاں پیدا کر رہے ہیں اور خدا کو منہ سے ایک ایک
 جکتے رہنا اپنی زندگی کا منتہا ہے اہم سمجھتے ہیں تو سمجھتے رہیں لیکن وہ یاد رکھیں کہ خدا بھی وہ خیر الما کرین خدا ہے
 کہ آج اُن سے اُنکے مکر کا دردناک بدلہ اُنکی پوری امت سے لے رہا ہے، اُن کے گمروں کو اُجاڑ رہا ہے؛ اُنکے
 مرکوزوں کو تباہ کر رہا ہے؛ اُنکی قوتوں اور فضیلتوں کو آہستہ آہستہ سلب کر کے موت کے گھاٹ اتار رہا ہے،
 ہاں یہ سب کچھ اُنے چھپ چھپ کر علیٰ غم انف اُن لوگوں کو دے رہا ہے جنہوں نے باپ، ماں، بیٹا، روح القدس النفس
 خدا کا ایک پورا کُتیبہ بنا رکھا ہے، جنہوں نے آج تک ایک کلمہ شہادت نہیں پڑھا، ایک مسی نہیں دیکھی، ایک
 حرکت ہوئے سے ادا نہیں کی، ایک روزہ نہیں رکھا، ایک پیسہ زکوٰۃ میں نہ دیا، ہو لکر کئے اور مدینے یا
 نبی آخر الزمان اور قرآن کا نام تک نہیں سنا؛ ہاں لیکن خدائے عادل کے ہاں سے تباہی کا فرمان خسری ہی
 قوم کے حق میں نافذ ہوتا ہے جو اُسکے ساتھ مکر کر رہی ہے جو اُسکے حکموں کو عملاً اور معنیاً چٹا رہی ہے جو سب
 اُسکو ایک ایک کہ مکر عملاً اُسکو دس ہزار ثابت کر رہی ہے، عادل اور دقیقہ رس، اللَّطِيفُ الرَّحِيمُ اور الْخَبِيرُ (نام)
 خدا صرف بتوں اور اعمالِ سلوب کو دیکھتا ہے؛ لَا يُؤْخَذُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِنَا وَلَا نَحْنُ وَلَكِنْ نَأْخِذُكُمْ
 بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ بِاللَّغْوِ، لوگوں کے لغو اقوال اور یہودہ اعتقادات کو کچھ نہیں دیکھتا، اُسکی تہمت توجہ اسی بات

خوش کرنے کے لیے اپنی محبوب ترین شے دیدینا کچھ مشکل نہیں، اسکی نگاہ میں اپنی محبت کی تصدیق کیلئے اس سے بہتر کوئی سند نہیں: **لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ**! ماں جس قوم نے توحید کو اسطرح پر یقین کر لیا، جس نے ہر بت شکنی کو خدا سے بیشال کی سچی عبادت سمجھا کر اپنے دل کے اندر ایک غیر منقطع اجر کی ڈھارس باندھ لی، اُسکے لیے اپنی قوم کی بہتری کی خاطر ہجرت وطن کچھ شے نہیں، ترک اولاد کچھ شے نہیں، ترک اقربا، ترک متاع، ترک خان و پان کچھ شے نہیں، اُسکی نظروں میں یہ سب فوری تکلیف ایک لازوال اور غیر منقطع امن کا پیش خیمہ ہیں، ایک قائم اور دائم حکومت، ایک محبت خدا کی موسلا دھار بارش کی تمبیدیں، **يُؤْتِيكَ كَثْرًا مَّا مَوَالٍ وَبَنِينَ** (ذوال) کا مقدمہ لہجش میں، ایک نقد و کیر اُس صادق الوعد خدا سے دس اودا کر لینے کی تیاریاں ہیں، ماں جو اُمت اس توحید پر اس منج سے چل رہی ہے، اُسکے لیے اپنی سعی و عمل میں استقامت اور نتائج کے رو سے خدا پر توکل ناگزیر ہے، اُسکے افراد میں ایمان بالآخرۃ کا موجود ہونا قطعی ہے، اُس میں علو حقائق کی قدوسی بزرگیوں کا قائم رہنا قطعی ہے۔ روزِ معاملات میں مسامت، عدل، ایفائے عہد، رحم، نیکو کاری، پاکدامنی، حیا، دیانت، وغیرہ وغیرہ غرض ان سب مکارم حقائق کا موجود رہنا جو سچی خدا ترسی اور خدا شناسی کے باعث قوم میں پیدا ہو جاتے ہیں اُٹل ہے۔ نہیں بلکہ اُس قوم میں زمین و آسمان کی اس ناپید اکنار تکوین کے گوشے گوشے کا علم چل کر کے اپنے دوام و بقا کے لیے قانون خدا اور امر رب العظیم کا پتہ لگاتے رہنا، اُسکی مشیت کی صحیح درک لگانا، اُسکے بلا و سبت میں آیات خدا کی تلاش کرنا، سمع و بصر کا صحیح استعمال کر کے اُسکی سچی معرفت میں لگے رہنا نہ صرف عین اسلام اور عین ایمان بلکہ عین توحید ہے! جس قوم کے اندر توحید کے یہ عظیم الشان اعمال بدرجہ اتم قائم ہیں، جسکے افراد میں توحید فی العمل، وحدت اہمیت، اطاعت امیر، جہاد بالمال، جہاد بالسیف والانس، ہجرت، استقامت فی السعی مع التوکل فی النتائج، علم، مکارم حقائق ایمان بالآخرۃ کے دس عظیم الشان اصول عملاً اور اصلاً موجود ہیں، اُسکا اس دنیا میں ہمیشہ تک بادشاہ زمین رہنا، جنات زمین میں متمکن رہنا، قائم و دائم رہنا، منظور خدا رہنا، منعم علیہ رہنا، ایک طے شدہ امر ہے! جب تک نہ

آسمان قائم ہیں اُس اُمت کو سیطرے کوئی آسیب قطعاً نہیں پہنچ سکتا، اُسکی زندگی اس دنیا میں قطعاً محفوظ
 خطر ہے اور یوم آخرت کو البجۃ کی نعمت عظمیٰ کا وارث بنکر ابد الابد تک آرام پانا اُسکا حصہ ہے، وَاَقَالُوا
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي صَدَقْنَا وَعَدَهُ وَاَوْفَيْنَا الْاٰرْضَ نَتَّبِعُ اَمْرَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ (۲۸)۔

یہ وہ دس عظیم الشان اصول ہیں جن پر سیری دانست میں نبی آخر الزمان کے لئے ہوئے اسلام کی تمام بنیادیں
 ہے۔ کلمہ شہادت، صوم، صلوٰۃ، حج، زکوٰۃ سب عالمی شعار جو اجل ارکان اسلام سمجھے جاتے ہیں انہی دس
 ماخوذ اور انہی دس میں شامل ہیں۔ کلمہ شہادت صرف توحید کا ایک رسمی اظہار ہے، صوم صرف جہاد نفس کا
 ایک ادنیٰ مظہر ہے، الصلوٰۃ صرف طاعت امیر اور وحدت اُمت ہے، الحج صرف حدت اُمت اور جہاد نفس ہے، الزکوٰۃ
 صرف جہاد مال ہے۔ یہ سب سبنا سک دین اسلام کے صرف ظواہر اور شعار ہیں لیکن اصل دین اور کلامی دس اصول میں
 یہی عشرہ مبشرہ دین فطرت ہی یہی فطرۃ اللہ الّٰہی فطرۃ الناس علیٰ ارضہم ہی وہ لائحہ عمل ہے جس پر حکمران قوم آرام پا رہی،
 مستکن فی الارض ہے، مورث زمین ہے جس سے اجل زدہ قومیں اکثر نا آشنا ہیں، اٰذِکَ الَّذِیْنَ اٰتٰیہُمُ الْفَقِیْمُ وَلٰکِنْ اَکْثَرُ النَّاسِ
 لَا یَعْلَمُوْنَ (۲۹)۔ یہی وہ علم ہے جس کے نتائج ان آنکھوں کے سامنے نظر آرہے ہیں، وہ سمیع و بصیر کی شہادت ہے، جیسے
 دنیا طوعاً و کرہاً متفق ہے، وہ علم جلیل ہے جو سب انبیائے کرام بلا استثنائے احد سے آسمان سے لائے، وہ حمد و ثناء
 ہے جو بنی اسرائیل سے قائم ہوا تھا جو نسیان کا رانسان سے بارگاہ کیا گیا، جو نوح اور ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ اور باقی سب
 انبیائے عظام سے لائے، شہر کفرین الذین ما وصى بہم نوحا و الذین اوحینا الیک و ما وصینا بہ ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ لعلکم
 الذین لا تتفترقوا فیہ کبر علی الشریکین ما تدعونہم الیک و اللہ یحییٰ الذین من یشاء و یتوکل علی الذین من یشاء (۳۰) جو ہر شرک
 اور طاغوت پرست قوم پر طبعاً گراں گذر رہا ہے، جسکی طرف ہر موصدا و خدا پرست قوم لپک کر پہنچتی ہے، جو گیتنا کا واہد
 ہے، کرشن کا واہد پیغام ہے! یہی وہ عشرہ مبشرہ ہے جسکا ایک جزو قلیل (جہاد بالسیف) مچھڑ کا دائمی مذہب ہے، جسکے
 ایک حصہ صغریٰ (ہتھامہ فی اسی) پر شہد کی مکھی روز افزائش سے چل رہی ہے، جسکے اصل اصول (توحید) پر پنجم شجر
 چلے جا رہے ہیں، و النجم و الشجر یتجددن دین، جسکی بیج و بنیاد (اتحاد) پر ربوہ بحر قائم ہیں، جسکی اساس مشرک ہر دنیا آباد ہے،

جو باعث تقویم کائنات اور بنیاد تکوین، جہاں ہر جس قوم نے اس میں خلیفہ منہ موڑا، جسے وحدت اُمت اور طاعت امیرِ قتال، بالشیف اور جہاد بالمال، استقامت فی السعی اور ترک لذات (ہجرت) معرفت خدا (علم) اور ایمان بالآخرۃ، محکام اخلاق اور توحید فی العمل کو اپنا واحد اور دائمی شعار نہیں بنایا، ماں جس قوم نے لَوْ كَانَتْ فِیْهَا اِلٰهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ كَفَرًا (انبیاء) کی لاپرواہی اور عالمِ آراہمت کو نہ سمجھا کہ اپنے اندر ایک غیر منقطع اسن کی صورت قائم نہیں کی، اُسکی اس میں نیا میں ٹھی پلید ہی زینِ آسمان کا یہ منظم و مضبوط، یہ بے بدل اور مضبوط کا رخانہ اُسکی دھجیاں اڑا کر رہیگا، اور اقل قلیل مدت میں وہ قوم صفحہ زمین سے خاک کر دی جائیگی۔ فاطرِ زمین آسمان کی نگاہ میں ہی تو مظلوم ہے جس نے اپنے افراد میں تفرقہ ڈالا، متقی وہی ہو جو تہ واحد نہ کر رہی، مومن وہی ہے جسے سبکچھاڑ دیا، کافر وہی ہے جو سبکچھر گئی، فاسق وہی ہے جسے اپنی حفاظت نہ کی، عابد وہی ہے جو وارثِ زمین بنی، صلح وہی ہے جو خوفِ خطر ہو گئی، فَبِئْسَ الْاٰتِیُّ وَاصِلٌ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْكُمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (ہود)۔ قرآن حکیم کا دستور العمل اول سے آخر تک ایسی تسبیح و شکرست، اسی جماعی ملکات اور اہل مکمل و مفصل، ایک ناقابل بدل اور ازل مرتب ہے اور صیبتِ سعی و عمل کا یہ کارگاہ اکبر قائم ہی اس آسمانِ زمین کے ہوتے ہوئے یہی قانون نافذ رہیگا۔

قانونِ خدا کا عشرہ مبشرہ دینِ اسلام کا جزو لاینفک اس قدر ہے کہ قرآن حکیم کے طولِ عرض میں جہاں جہاں اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ مَرْیَمَ کی شرط ہے وہیں اِنْ دَنَسَ اَصْلُوْهُں میں سے کوئی نہ کوئی اصل قطعاً موجود ہو (افتتاحیہ کتاب صفحہ ۱۹۰ تا ۱۹۱) جہاں اتقائے خدا کے اتنی مفہوم کی تشریح ہے وہیں اِنْ دَنَسَ میں سے ایک ایک اصل شرط لاینفک (افتتاحیہ صفحہ ۱۹۱ تا ۱۹۲) جہاں صراطِ مستقیم کی توضیح کر دی وہیں یہ دس بطور حکمِ ناطق کے ہیں (افتتاحیہ صفحہ ۱۹۲ تا ۱۹۳) اصل کتاب صفحہ ۱۹۳ تا ۱۹۴ جہاں کفر کی اتنی تفسیر ہے وہیں اِنْ دَنَسَ میں سے کسی ایک سے عملاً اعراض ہو، (افتتاحیہ صفحہ ۱۹۴ تا ۱۹۵) جہاں شرک کا قطعی محاکمہ دیا ہے وہیں اس ذہ کو نہ توحید سے عملی تناقض ہو (افتتاحیہ صفحہ ۱۹۵ تا ۱۹۶) جہاں اَفْتَوْا وَاَعْمَلُوا الصّٰلِحٰتِ کی کوئی شق بیان کر دی ہے وہیں اِنْ دَنَسَ کچھ نہ کچھ حصہ ہے، جہاں راشتِ زمین کی جزائش کر دی ہے وہیں یہ بطور شرط کے موجود ہیں جہاں الجنت کی شرط لکھی ہے وہاں یہ بطور لاینفک جزا کے قائم ہیں، جہاں جہنم کی سزا عائد ہو رہی ہے وہاں اِنْ دَنَسَ

تمہیداً پیش کر دیے ہیں۔ اصل کتاب کو شروع کرتے وقت مجھے اس تحریر یا اس قدر مفصل افتتاحیہ لکھنے کا گمان نہ تھا، بلکہ خیال تھا کہ قانون خدا کی طرف سے جس مجلدات کے طواریط میں مباحث کے بعد بتدریج تمام رہنمائی ہو، کسی شخص یا گروہ کے عقائد کی جذبات کو بیٹھتے کم سے کم ٹھیس لگے اور جب تک شجاعت دلی کے سپہم تقاطر سے دلوں کی زمینیں قطعاً نرم نہ ہو جائیں اور قرآن حکیم کی ایک ایک آیت اور لفظ کے متعلق کئی پہلوؤں سے نقد و نظر کر کے کوئی قطعی اور آخری، ناقابل رد و انزال نقیض انکار فیصلہ نہ ہو جائے کلام الہی کا تمام لائحہ عمل ظاہر نہ کیا جائے۔ اس امر کو پیش نظر رکھ کر میں نے قریباً چھ مجلدات کا سو فیصد دو سال کے اندر اندر ختم کر دیا۔ اس میں یہ التزام کیا کہ تمام کتاب اول سے آخر تک کلام الہی کے مطالب اور مقاصد کی ایک مسلسل اور مربوط کہانی ہو، اس مہستان میں صرف قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے بمقابل عروج کار از کولہ دنیا پیش نظر ہو۔ عہد حاضر کے مسلمانوں کے انحطاط کی نہ کوئی پوچھ کر اسکی وجوہات کا کھوج لگایا جائے، سب پہلے قرآن حکیم کے اپنے متعلق نفسِ عادی کو دیکھا جائے، پھر ان دعاوی کی تصدیق کی تلاش ہو، پھر نفسِ اسلام کے ہر شعبہ عمل پر مستقل حجت ہو، اس کے قانون کی کثرت و ماہیت اور الہی اور امر و نہی کی منطق کی طرف توجہ ہو، اور انہی مباحث کے ضمن میں آیات الہی کے صحیح مطالب کی تبیین کر دی جائے۔ آیات الہی کی توضیح اس ترتیب سے ہو کہ ہر آیت کے مطالب کا انحصار حتی الوسع پہلے تصدیق شدہ مطالب کی بنا پر ہو، کوئی آیت حتی الامکان ایسی نہ پیش کی جائے جسکی مصطلحات کی تبیین اس پیش کی آیات میں نہ ہو چکی ہو۔ گویا سب اگلے اور پہلے خیالات کو یک طرفہ کر کے اور قرآن کے متعلق خالی الذہن ہو کر اسکو از سر نو پڑھا جائے اور جوں جوں آیات الہی پیش ہوتی جائیں، مذہب کی ماہیت کا نقشہ خود بخود ہونوں پیش آتا رہے۔ یہ التزام اصل کتاب کی تمام تحریر میں جو متن میں ہو قائم ہے اور حتی الوسع قائم ہے گا جو اشی کتاب میں جو جہتیں فرمایش پرور نہایت اصرار سے لکھے گئے یہ التزام ہر جگہ قائم نہ رہ سکا اور نہ اسکا کھ سکا ممکن تھا لیکن اسلام کی ہر آشوب حالت اور طباعت کی بحید شکلات نے اس تدریج کے خیال کو بدل دیا۔ اور جب نثر مجلدات کا بیٹھتے وقت پیش کر دینا مستعذر نظر آیا تو خیال ہوا کہ تمہید کے طور پر جو کچھ کہنا ہے بیخوف خطر کہہ دیا جائے۔ جب ایک شے حقیقت ہو تو اسکا چھپانا یا اسکو روک روک کر ظاہر کرنا بھی اصل مطلب کی خطر کرنا ہی۔ دلیل کے انتظام میں یا مخالفت کے خوف سے ایک عالم آرا حقیقت کے

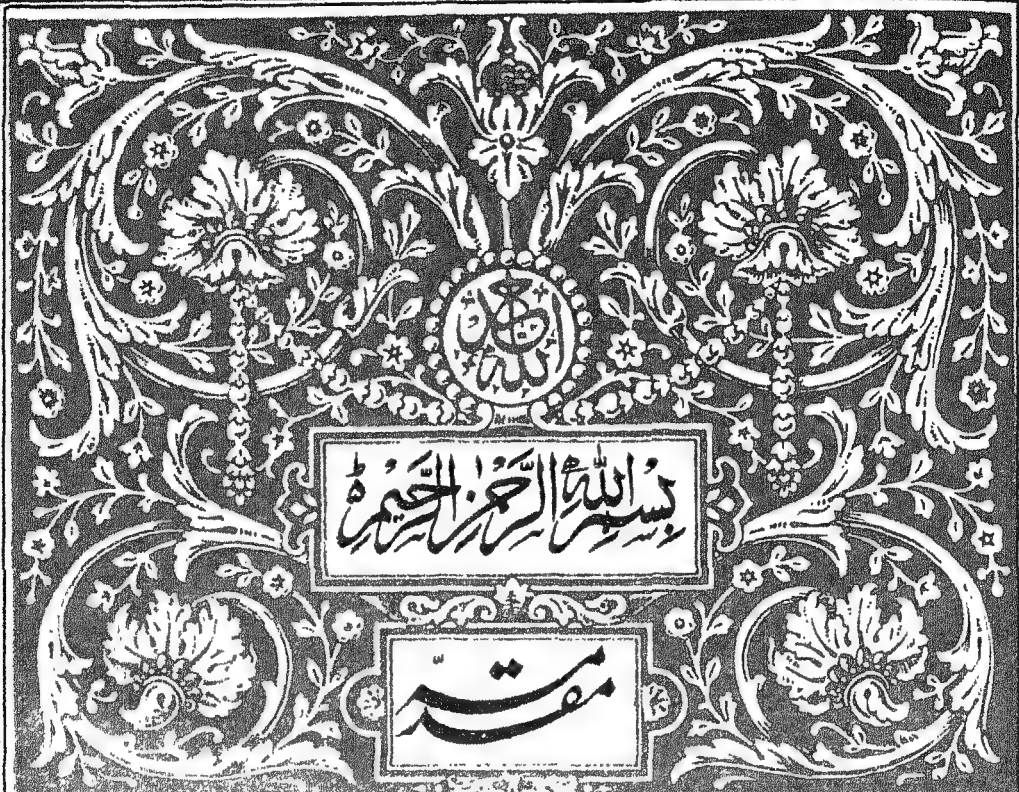
اعلان کو ملتوی کر دینا شیوہ مردانگی نہیں۔ نہیں بلکہ آفتاب کی دہلیز آفتاب کے سوا اور کچھ شے نہیں، جو شخص صاحب نظر ہے اُسکو کسی طول و طویل تحریر کی ہول بھلیوں میں لپکا کر منوانا عجیب ہے، جسکی نگاہ کمزور ہو اُسکو آہستہ آہستہ آفتاب کی کھٹکے کیلئے سب کے واسطے اندھیرا کر دینا کچھ ضروری نہیں۔ اگر جو کچھ میں نے کہنا ہو میری نگاہوں میں حقیقت ہو، صدق بسط اور واقع الامر ہو، زمین و آسمان کا ایک اور اٹل، دائم اور قائم قانون ہے، اگر یہ سب کچھ آج ان آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے اُسکی تصدیق ہے، جو ہو چکا اُسکی ایک ناطق اور فیصلہ کن سند ہو، جو ہو کر رہ گیا اُسکی ممبر بن دہل ہے، تو اس حقیقت کا جقدر جلد بیابانگ دہل اعلان کر دیا جائے اچھا ہی۔ جسقدر جلد اسکے مخالف یا موافق پیدا ہو جائیں بہتر ہے۔ علم کے اعلان کیلئے کسی لمبی چوڑی دلیل کی ضرورت نہیں، وہ بذات خود ایک ممبر بن شے ہو اور بین کو بین کرنے کی سعی کرنا دراصل اُسکے سچ ہونے میں شکوک پیدا کرنا ہے۔ خود قرآن حکیم جب نازل ہوا علم تھا، ایک دشمن اور بین حقیقت تھی، لیکن جب آیا بن دلیل آیا، اس بن دلیل علم اور صدق بسط نے سعی و عمل کی آگ اسیلئے لگا دی کہ اس حقیقت کو تسلیم کر نیکی لئے دلیل کی ضرورت نہ رہی تھی، اُس آفتاب کے آفتاب ثابت کر نیکی حاجت نہ باقی تھی۔ جب قرآن علم نہ رہا اور ظن و اعتقاد کی ادنیٰ سطح پر گر گیا اُسیدن سے دلیلیں شروع ہوئیں، اُسیدن سے لوگوں نے تفسیر و تشریح کے طواریاں باندھ کر ہر کس و ناکس نے اسکے سچ ثابت کرنا اپنا شعار بنالیا، اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ استدلال کے باوجود قرآن پر علم بن سکا، نفی منطق کے پائے چوہیں سخت بے تمکین ہی ہے، سعی و عمل پہر پیدا نہ ہو سکا پس اگر آئندہ اوراق کے اندر منطق اور دلیل کا ایک بے پایاں دریا غر و ٹمکنٹ سے بہ رہا ہو تو اس دریا پے کے اندر اُس دریا کا آبدار موتی اور گوہر غلطاں موجود ہے اگر اُس مفصل کے اندر دلیل اور برہان کی متانت قائم ہے تو دریا پے اور افتتاحتی کے مجلوں میں علم کا تختہ نہ استیلا اور حقیقت کا بے نیازانہ اختصار ہے۔ جس سرد مری یا گرم جوشی سے اس کتاب کا عالم سلام میں استقبال ہو گا مجھے اس سے سروکار نہیں، میں نے اپنی طرف سے علم اور منطق دونوں پیش کر دیئے ہیں، اجمال اور تفصیل دونوں یکجا کر دیئے جس نے اس اجمال سے کچھ حاصل نہیں کیا اُسکے لئے دلیل اور تفصیل آگے آرہی ہے، جسے تفصیل کو دیکھ کر کچھ نہیں سمجھا اُسکے لئے اجمال حاضر ہے۔ اسلام کی ماہیت کے متعلق جو کچھ میں نے کہا اور کہنا ہو میری نگاہوں میں

حقیقت ہے۔ فی الجملہ اور بحیثیت مجموعی حقیقت ہے۔ پس اس امر کے متعلق کسی حیس میں پڑنا میری نظروں میں عیب نہ ہو
 میں اسلام کے اندر اس کی اس کتاب لب لباب عالماتیں کوئی نیا فرقہ پیدا کرنا نہیں چاہتا، نہ معترض سے مخالفانہ رویہ اختیار کر کے
 مجھے اپنا اعلیٰ مقصود ہے، پس مجھے اس تحسیر کے مؤید سے اعتنا ہے نہ مخالف سے سرکار اگر کام عالم اسلام بیکار
 اسکا مؤید بنکر اس پر عامل ہو گیا تو میں سمجھوں گا کہ میرا مقصود حل ہو گیا۔ اور اگر نہیں تو خمیر ہی افطیس ہی کی بحث میں پڑنا
 یا ایک گروہ کی آمادگی عمل پر غرض ہو جانا میرے نزدیک طائل ہے۔ مسلمانان عالم دین اسلام کی اس تبیین سے بچنا
 یا سوہن تک اور انکاری ہو لیں، لیکن جب تک شدید العقاب خدا کا منتقامہ عذاب اس طرح پڑنازل نہیں ہوگا کہ موت کے
 علمبردار خدائی جلاوسینوں پر چڑھ چڑھ کر اُمت کا گلا گھونٹ رہے ہونگے اور فنا کی لازوال حقیقت عین سامنے
 آ حاضر ہوگی تب تک اس کتاب کے مقصود کی طرف ہم تنہا جمع ہو جانے کی امید عیب نہ ہو۔ ابھی تک جو کچھ ہوش
 فاقہ مستی اور بے آبروئی کے نشے ہیں، فتح و شکست کے قمار خانے میں پاک بازی کی اگر ہے، ملانی تجربہ یا ہمت
 کا پیدا کیا ہوا استغناء ہے، لسیان درس کی خوش طبعی یا بے اعتدال ہم تنہا العلم (المنہج) کی فرصت ہو لیکن جسدن موت
 نے چپکے سے اسلام دیا اُسدن یہ اگر سب کھجائے گی، یہ غفلت کے نشے سب بہر ہو جائینگے، یہ کبر و منی کے عجب
 سب باطل ہو جائینگے: فَكُلُّ لَآ اِذَا بَلَغَتِ الْخُلُوفُ وَ اَنْتُمْ حِينِيذٍ مُنْظَرُونَ وَ لَنْ اَكْرَبُ الْيَوْمَ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْخِرُونِ
 (روافد)۔ ہاں اُسدن اس تحریک کی طرف پھر جمع ہوگا، اسکے اوراق کو طاق نسیاں سے اُٹھا کر پھر پڑھنا شروع کر دیں گے
 اسکی توجید کو پا کر آمتا پکار اٹھیں گے، قرآن کو اُٹھا اُٹھا کر حسبنا کہہ دینگے، غیظ و اسف سے انگلیاں کاٹ کاٹ کر دے
 جائینگے، فرش سے عرش تک ایک چنچ پکار پیدا ہو جائے گی، آہ لیکن وہ وقت توبہ اور عمل کا نہیں ہوگا، قضا اور
 اجل کا ہوگا، موت و پلاکت کا ہوگا، بآتِ بَیِّنَاتٍ جَدِيدٍ کا ہوگا، هَلْ مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ غَرَفًا بِهِنَّ جَنَنُكُمْ رُفْغَفًا
 شَعْلُوكَ ہوگا، آہوں کر اہوں کا ہوگا، اُس اُسے اور آخری وقت میں اس حید، اس اسلام اس ایمان کی طرف جمع کرنا عجب
 فَكُلُّ لَآ اَوْ اَبَاسْنَا قَالُوا اَمْثَلُا بِاللّٰهِ فَخَرَّ وَ كَلَّمَ نَامَا كَتَابًا مَّشْرُوكًا۔ فَلَمْ يَكُ يَنْقَعُ مِنْ اِيْمَانِهِمْ لَمَّا ذَا وَ اَبَاسْنَا سَمِعَتْ اللّٰهُ اَنَّى قَدْ

نیز در تمام کتابیں جاری
 جہاں سے چاہے

خَلَّتْ فِرْعَانُومَ وَ خَصِرَ هَالِكُ الْكَافِرُونَ (المنہج)

ادارۃ الاشاعت
 امرت مس



الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا ۖ قَيِّمًا لِنَبَذِ الرَّبِّ أَسَاسًا يَذَرُ

لَدُنَّهِ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا ۖ (۱۸: ۲-۱)

وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِكَ أَهْلًا بَطَرَتْ مَعِيشَتُهُمْ فَتِلْكَ مَسَكِدُهُمْ لَمْ يَسْكُنْ مِنْ بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلٌ ۚ وَكُنَّا

نَحْنُ الْوَارِثِينَ ۖ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي

الْقُرَىٰ (الْأَوْاهِلُ ظَالِمُونَ) (۲۸: ۵۸-۵۹)

مسلمانانِ عالم گذشتہ دو صدیوں سے ایک مسلسل انحطاط کے گرداب میں مبتلا ہیں۔ اس تنزل کی سرعت، اور سہو کی تیز رفتاری جس قدر خوفناک ہے اُسی قدر وہ عام جمہور اور فقدانِ حس درد انگیز ہے جو مسلمانوں کو کامل طمانیت اور سکونِ دل کے ساتھ قطعی ہلاکت اور قسینی موت کی طرف لیجا رہا ہے۔ ملت کے ہر فرد میں وہ قوائے ظاہری و باطنی جو تمدن کی جان، اور عمران کی روحِ روان ہیں مفقود ہو چکے ہیں۔ وہ جذباتِ انہنی جن کی زوہبِ سیار اقوام کو کپکپا دیتی ہے نرم پڑ چکے ہیں۔ قوم کا ایک ایک متنفسِ نفسِ سرادی اور اجتماعی حیثیت سے بیکار ہو گیا ہے حیاتِ دینی کا اہم اور مفید ترجمہ زائل، اور سیاراتِ دنیوی کی تحصیل میں مسلمانوں کا تعطل

ضرب المثل ہو گیا ہے۔ قوت ارادی اور قدرت اقدام عمل تنظیم جماعت اور تقسیم کار، قوائے عالمہ کا اتحاد و تمرکز، استقلال اور استمداد باہمی کا دستور العمل، مطابقت و انقیاد کا جذبہ مشترک، اور سیادت و قیادت کا ملکہ سلیم، جن کے التزام کے بغیر اقوام کیا فائدہ بھی چھوٹے سے چھوٹا کام پایہ تکمیل کو نہیں پہنچا سکتے، محض چند فعل کلمات رہ گئے ہیں جو حقیقت سے بے بہرہ، اور معافی سے نا آشنا ہیں۔ اس حالت میں تعجب نہیں اگر حصول مراد کی ہر کوشش میں مسلمانوں کو بالآخر ناکامی کا سامنا ہوتا ہو۔ ہر تدبیر جو وہ اپنی بہتری کی امید میں عمل میں لائیں نامرادی سے بدل جاتی ہو، ذہنی انتشار، اور جماعتی تفریق و اشتات کا ہولناک عفریت اُن کی قوت عمل کو بے اثر کر دیتا ہو، اور سرمای نصیبی ان کے کمزور حلاق پر غلبہ پا کر اُن کے جذبہ ایمان کو کچل دیتی ہو۔

میں ایک مدت سے اس دردناک نظارے کو باکراہ تمام دیکھ رہا ہوں۔ گزشتہ ستو سال کے تاریخی شواہد، اور سیاسی نامہ اعمال کی روح فرسا سرگذشت نے ثابت کر دیا ہے کہ اُمت حاضرہ اب اخلاقی تنزل کے اُن انتہائی درجے تک پہنچ چکی ہے جہاں اُن کا کوئی فعل، کوئی طریق عمل، روئے زمین کے کسی حصے پر صلاحیت سے تکمیل کو نہیں پہنچتا۔ اگر نظام عمل کے عام فقدان کے باوجود، بالخصوص کسی فرد یا جماعت کو ایک طریق کار کی طرف جانے کی توفیق عطا ہوئی ہے تو پیشتر اسکے کوئی مفید نتیجہ نکلتے، مخالف اثرات اور تشویش کے ہلاکت خیز سرین جراثیم نے اُس جماعت کی انتظامی قوت کو اندر ہی اندر سلب کر دیا ہے! قوم کی جس تحریک کی طرف دیکھو یہی حال ہے۔ گزشتہ قرن کے اندر ترکوں کی سب سے اہم ملکی تحریک، جو ایک نقطہ نظر سے منظم، اور ایک مقتدر وزیر عظم (مدحت پاشا) کے سیاسی تخیل کا نتیجہ تھی، دستوری حکومت کے اصول کی سنی سالہ تبلیغ اور بالآخر اس کا انعقاد ہے۔ مگر یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ انجمن اتحاد و ترقی، چند لمحوں کے لیے بھی یورپ کی اس عجیب و غریب صنعت کی 'حنات جاریہ' اور 'برکات لامتناہیہ' سے بہرہ اندوز نہ ہو سکی، اور ترکوں کی سلطنت کے لیے اس کا رسمی نفاذ بالآخر اعلان شکست ثابت ہوا!

مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی

ہیولا برق حسن کا ہے خون گرم دہقاں کا

تاریخ کے صفحات خونیں کو اور الٹ دیجئے، یہی رنگ نظر آئے گا۔ سوڈان میں ہمدی کا ہولناک خروج، مصر میں محمد عبده کی نیم سیاسی تبلیغ، ہندوستان میں ہنگامہ غدر، جنگ بلقان کا المناک حشر، ایران میں مجلس شورے کا انعقاد وغیرہ وغیرہ، سب کے سب اہم اور ہمہ گیر انقلابات تھے، لیکن اگر یہ اسماعیل نظران کے سقوط کے اصلی اسباب کی چھان بین کی جائے تو ہر نامرادی اور فساد کی تہ میں عدم نظام عمل اور وسائل کی یاس انگیز کمی، استقلال کا فقدان اور ذہنی طوائف لہلوکی، جدوجہد کا تششت اور غلط اندازہ کار، آرا کا ہولناک تفرقہ اور قوتوں کا المناک انتشار، ایک ہلاکت آفرین بحران کی صورت میں نظر آئے گا۔ کم و بیش یہی صورت قوم کے ادنیٰ مشاغل کی ہے۔ کوئی ملکی تحریک یا مقامی تجویز، اجتماعی انجمن یا سیاسی مجلس، خیراتی مصرف یا تجارتی شرکت، علمی مشغلہ یا انتظامی سلسلہ، ایسا نہیں جو مسلمانوں کی مختصر پسندانہ کارفرمائی سے ایک اقل قلیل مدت میں کالعدم نہ ہو گیا ہو!

ہچوں سپند پیش تو اے مختصر پسندا!

در نالہ تمام کنم با جبرائیل

مگر فی الحقیقت جو حوادث دنیا نے اسلام پر اس چودھویں صدی کے آغاز میں رونما ہو رہے ہیں ان کی مثال اسلام کی گذشتہ ہزار سالہ تاریخ کا تاریک سے تاریک صفحہ بھی پیش نہیں کر سکتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ بالآخر صدیوں کی مژمن بیماری نے مریض کے ہر عضو کو مضلل، اور ہر جوڑ کو دردا نمود کر دیا ہے۔ اعضا کی پیہم شکست، اور طاقت کے مسلسل زوال نے دفعۃً خوفناک علامات پیدا کر دی ہیں، دل، دماغ، اور جگر، سب کے سب مرض کی لپیٹ میں آچکے ہیں۔ سلامتی اور بقا کی چند آخری گھڑیاں ہلاکت اور فنا کے مہیب دیو سے قطعی اور فیصلہ کن مجادلہ کرنے کو ہیں۔ حیات مستعار کے چند عارضی لمحات عدم کی بیکران ازلیت اور ابدیت کے محیط میں پیوست ہونے کو ہیں! اگر محیثت

اور مہمات کی یہ اندوہناک کشمکش فی الحقیقت کذب اور فتنہ، فساد اور امن، باطل اور حق کی آخری آویزش ہے تو فیصلہ اٹل ہے: فنا کی لازوال حقیقت کے سامنے کسی باطل اور فاسد ہستی کی کچھ وقعت نہیں، وہ مٹ کر رہے گی، اور تمام کوششیں جو اسکو فرغ دینے کے لئے اس اخیر وقت میں کی جائیں گی بیکار ثابت ہوں گی۔ لیکن اگر اسلام سرِ پانچوائسیت ہے، مجتہدہ صدق اور حشیمہ حقیقت ہے، شارع قدرت کی عالمگیر سنتوں میں سے ایک سنت ہے، تو فطرت کا عدل اور تسویہ اس امر کا مجاز ہو نہیں سکتا کہ ایک حقیقت کے نفوذ و جبر کے ضمن میں دوسری حقیقت قربان کر دی جائے، یا کائناتِ فطرت کی اپنی طاقتیں ہی ایک دوسری کی تخریب و تعدیم پر آمادہ ہو جائیں!

فَطَرَتِ اللّٰهُ الَّذِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْہِمَا لَا تَبْدِلُ یٰلَیْکَ الْحُکْمُ اللّٰہُ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیْمُ
وَلٰکِنْ اَکْثَرُ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ (۳۰: ۳۰)

دین اسلام خدا کی بنائی ہوئی وہ فطرت ہے جس پر اسے تمام انسانوں کو پیدا کیا، اس سے کسی فرد کو مقرر نہیں، اور خدا سا فطرت میں کسی رد و بدل کا امکان نہیں۔ دنیا کو نبائے کا صحیح اسلوب عمل و مصلحت مستقیم ہے، لیکن کثیر لوگ اس حقیقت کا علم نہیں رکھتے۔

وَلَنْ یَّجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَمٰیلاً ۝ (۶۲: ۶۲)

اور تو قانونِ خدا میں کوئی رد و بدل ہرگز نہیں پائے گا۔

اس قطعی استدلال کی بنا پر میرا ایمان ہے کہ قانونِ فطرت کی کوئی متضد حقیقت اسلام کو فنا نہیں کر سکتی! مسلمانانِ عالم کا روئے زمین پر بالآخر بطور ایک غالب عنصر کے رہنا لاجب ہی ہے۔ اور جب تک زمین و آسمان اور کل کائنات موجود ہے یہ صورت قائم ہو کر رہے گی۔ اگر مروج حوادث کے تلامظم اور واقعات کی لشکر انگیزی نے بظاہر اس نکتے سے شرف پیدا کر دیا ہے تو وہ استثنائی اور عارضی ہے، اسکی حقیقت رسوا اسکے نہیں کہ مخالف

۴۰ دین اسلام کے مطلق قرآن کا دعوئے ہے: فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْہِمَا، یعنی یہ کہ تمام ساکنانِ زمین کو اسی پر مجبور کر دیا ہے، اور یہی اُن کی فطرت ہے! یہ ایک بڑے اور جبرت انگیز دعوئے کا اعلان ہے جسکو وہ اور دو چال کی طرح عیاں کر دینا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ صرف کہہ دینے سے کوئی شخص سکون نہیں سکتا! یوں تو اس دعوئے کے صحیح مفہوم کو دوسری نظر سے پالنا بھی ازہر آشکار ہے۔ اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ اکثر لوگ اس حقیقت کبر کے علم نہیں رکھتے۔ بہرِ نفع یہی نکتہ اس کتاب کے طول و عرض میں پیش نظر ہے اگرچہ نتائجِ اخیر پر جا کر ترتیب ہوں گے۔

اثرات کے دباؤ نے ایک غیر مانوس صورت نمایاں کر دی ہے جو ہٹ کر رہے گی! دین اسلام کے عالمِ راتِ تعمیرؐ
 فلسفے کا یہی وہ بنیادی پتھر ہے جس نے اُس کے قیام و استحکام کا ذمہ ابتدائے آفرینش سے لیا اور آج تیرہ سو
 سال کے مصائب و نوائبِ عالم کے باوجود اس کی حیات کو قطعی، اور اسکے قانون کو لازمی اور ابدی قرار دیتا ہے۔ صانع
 قدرت نے اس صلیت کا انکشاف فطرت کے ہر اصول اور ہر طرزِ عمل میں کیا ہے؛ جب تک صداقت صدق ہے
 اُس کا غلبہ، جہاں کہیں وہ ہو، یا جس پیرایہ میں ظاہر ہو، ناگزیر اور اٹل ہے۔ اگر دنیا میں کذب و دیا، مکر و تلبیس، ظلم و
 خج کے لانتہا فساد انگیز اثرات کے باوجود فطرت کے اصول قائم، اور قانونِ خدا کی حکومت مسلط ہے تو اس کا
 اصلی راز یہی ہے؛ اگر ہو او ہوس کی چند روزہ گرم بازاری، اور خواہشاتِ مغلی کی عاضی زہاروی کے باوجود سطحِ زمین اب تک
 بحیثیت مجموعی جاہِ اعتدال سے منحرف نہیں ہوئی تو اس کا حسیقی باعث یہی ہے۔ باطل اور فاسد ہستی کے تصادم کا
 ایک مستقل حقیقت پر اثر یعنی مثل اُس پتھر کے نقش کے ہو جو ایک آتھہ سمندر کی سطح پر پھینکے سے خفیف تھو تو چند لمحوں کے
 لیے پیدا کر دیتا ہے، مگر اپنی ہستی کو ابد الابد کے لیے کالعدم کر دیتا ہے!

فروغِ شعلہ جس یک نفس ہے

ہوس کو پاس ناموس وفا کیا

اسلام کا زورِ اثر آج اگر اس قلیل مدت کے بعد، فی الحقیقت نابود ہو گیا ہے تو دو صورتیں ہیں؛ کائناتِ قدرت
 کا مسئلہ قیام نیز ختم ہے؛ فطرت کی عظیم الشان تعمیر کا نظم و نسق بھی اپنی بنیاد سے ہٹ چکا ہے؛ کیفیات کے
 طلوع و غروب کی عمر بھی پوری ہونے کو ہے؛ اجسام کا جذب و اتصال، اجزاء کا مزج و خلط، احوال کی مدولت،
 آثار کا حلول، تراکیب کا قدرِ عمل، یہ سب کچھ بھی اپنی اپنی مہلت پا کر خست ہو رہے ہیں اور بالآخر معمولِ فطرت
 کے اس حیرت انگیز استیلائے اثر کے بعد، زوالِ عالم کی منزل قریب ہے! اور اگر یہ حالت نہیں تو آج خود نفسِ اسلام
 بلکہ مقاصدِ قرآن کے اندر، حقیقت کی روح قطعاً انہیں رہی؛ اُسکی قوتِ تاثیر و نفوذ اپنا ظرف چھو کر کسی دوسرے قالب

منقل ہو گئی ہے! اسکا دائرہ علم و عمل مندریں، اور اسکی رُو یائے قلب محو ہو گئی ہے! معنی کی عرویں منفعل، بدسلوکی
 و اہل مسلمان کی رفاقت سے بیزار ہو جانیکے بعد، صورت کے تنگ تاریک اور الفاظ کے مہلک موج جھلوں کے
 اندر، اس تغافل، بے ہمتی، اور بیدردی کا شکار ہوئی ہے کہ آج اسکی ہستی کا اعتراف بھی کسی متنفس کو نہیں رہا!
 دنیا نے حقیقت نوازی جنگ آج اس قلیل غفلت کی اپنی فاسد اور ناکارہ ہڈیوں سے ہے جن کے ڈھیر کی المناک
 سرگذشت، مہلت کے پردہ خفا نے قرنہا قرن تک مستور رکھی ازلے کا ہل رہا مگر جیسے ہاتھ آج تصاب غافلہ روح
 عمل کی اسی ندیوں جیانش کو سپرد زمین کر رہا ہے جس کے ایام سجدہ کا عروجیات، مہر نیمروز کی کرنوں سے بھی
 درخشاں تر حقیقت تھی! آہ! لیکن قالب کا ممکن اگرچہ خست ہو چکا ہے، اور حقیقت کی مضطرب تر روح بہتر اور
 صالح تر جسموں میں حلول کر گئی ہے، مگر زمانے کی عجائب نمائی، بلکہ رب لم یزل کے تقاضائے غیرت نے کم از کم
 اس مُردہ ڈھانچے کی اس قدر حرمت تو ضرور برقرار رکھی ہے کہ آج صدا برس کی موت کے بعد بھی اُس کے اصلی
 خط و خال کا نقشہ صاحبِ نظر سے نہاں ہو نہیں سکتا۔ **قرآن عظیم** اب بھی جلِ نوسیان کی ظلمات کے اندر وہ سطح
 لطیفِ حکمت ہے کہ عین نظروں میں سیاہی کا تقابل اسکی پسیدی اور چمک کو اور بھی دو بالا کر رہا ہے! مطالب کی
 غلط فہمیوں، اور مقاصد کی دور افتادگیوں کے باعث جس قدر اسکی ہر بات عوام کے نزدیک ناقابل التفات اور
 بے معنی ہو رہی ہے، اُسی قدر صحیح القلب تقاد کی نظروں میں اسکی عظمت کا رنگ گھلتا جا رہا ہے! اسلام کی از سر نو
 حیات کے دن لامحالہ اُس وقت پھر نہ لگیں گے جب کہ بد اعمالی، کفر، اور تکذیب کے ہوش رہا جمود، اور عالم گیر
 شکست و ریخت کے محیطِ اکلِ عجز میں خود مسلمانوں کا کوئی غمزدہ اور دل باختہ بندہ خدا، قرآن حکیم کی طرف پھر
 متوجہ ہوگا، اور نامہی، غلط عمل، سیہ بینی، ہل آرائی اور عدم یقین کے حجاب و حجاب کو اُس کے مائی اور
 پڑمردہ چہرے سے الٹ کر، ایمان کی صلیت کو بے نقاب کر دے گا۔ اُسی دن حقیقت کی روٹھی ہوئی دامن پھر

۴۴ خلافت عباسیہ کے عہد انحطاط اور چوتھی صدی ہجری یا اسکے کچھ دیر بعد سے آج تک جو زمانہ جزوی اس یا عالمِ آفاق کا دنیا سے اسلام پر گزرا ہو
 میرے نزدیک فہمیت کی ایک صورت ہے جو لامحالہ آخری اور انتہائی عذاب کا پیش خیمہ ہے۔ اسی زمانے میں اسلام رفتہ رفتہ صرف ایک صورت
 اور رسم کا نام رہ گیا۔ معنی اور روح دونوں نکلے گئے!

من جائے گی اور اسلام کے ویران گھر کو یکدم آباد کر دے گی !

اسی بنا پر قرآن کریم کا وہ مبشرانہ اور فیصلہ کن وعدہ جو آیہ کریمہ وَلَا يَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ (۱۳۸: ۳) میں ہے، ایک ایسی حقیقت کے ساتھ مشروط ہے جس کا التزام اجتماعی غلبے کے استمرار و تسلسل کے لیے ہنزلہ روح ہے۔ ایمان کی جانفزاد صداقت، مرگ و نیست کی کشمکش کے قیام کے لیے اکسیر عظیم ہے، وہ ہر کامرانی کی کلید، اور ہر کامیابی کی تہیہ ہے۔ وہ ٹوٹے ہوئے دلوں کے لیے مویا ہے اور مرے ہوئے حوصلوں کے لیے آب حیات ہے، اسکی ہر افزائش میں کشادہ کار کاراز، اور ہر کاہش میں نارمدی بھید ہے، وہ نسیج کی ہر منزل پر نئی روح، اور شکست کی ہر علامت پر نئی زندگی بخشی ہے، وہ اجماع امت کا مرکز، نظم و نسق کا محور، اور انتہائی جدوجہد کی اساس ہے، اسکی کشش اتصال، فاسد اور متفرق طاقتوں کو جمع کر کے قوت و دفع کو دیوار آہن کی طرح مضبوط کرتی ہے، اسکا اخذ زبانی اثر، اشتات و انتشار کے اجزا کو سمیٹ کر اقدام عمل کی توفیق دیتا ہے، جس متنفس کو حیات کی جانکاہ مسافت میں ایسا سچا رہنما نصیب ہو، اسکے ہر قدم پر فتح و نصرت شامل حال ہے، اور جس قوم کو تحفظ و بقا کے اندوہناک مجادلے میں ایسا جارجانہ اور رافعاۃ حیرہ عطا ہوا ہو، اسکا مخالف اثرات پر تسلط یقینی، اور تغلب اور تمکین فی الارض ایک طے شدہ امر ہے:

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ (۵۵: ۲۳)

تم میں سے جن لوگوں کا ایمان سچے دل سے قائم رہا، اور جنہوں نے اسکے علاوہ تنہی سے اعمال صالحہ کیے، ان سے اللہ تعالیٰ شانہ کا وعدہ ہے کہ وہ انہیں زمین میں قیام عطا فرمائے گا جیسے ان لوگوں کو قیام عطا فرمایا تھا جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں، وہ اس دین کو جو اس نے انکے لیے پسند کیا ہے جاکر رہے گا، اور بعد ازاں اس خوف کو بھی جو انہیں دشمن سے لاحق ہے امن سے بدل جائے گا۔ ان کا مسلک عمل یہ ہے کہ میرے غلام بن کر میرے حکموں پر چلتے رہیں (يَعْبُدُونَنِي)، اور طاعت گزاری میں کئی دوسری شے کو میرے ہم مقام

سلطہ اور نرم پڑ کر بہت نہ مارو، اور آئندہ غاصب نہ ہو، کیونکہ اگر تم ایمان والے ہو تو احسن کارسب میں تمہاری ہی جیت ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نہ کریں (لا یُفیر، کون فی شئینا) اور جنہوں نے اس نکتہ اور قیام کے بعد اطاعت احکام سے انحراف کیا، اور اپنی بد اعمالیوں کے باعث اس نعمت عظمیٰ کی ہرقدری کلاکھت، تو وہی فاسق ہیں! (اور وہی اجتماعی ہلاکت کے اہل ہوں گے) (۳۶: ۳۵)

شائع قدرت کا یہ حتمی میثاق، نہ صرف اسلام بلکہ تمام اقوام عالم کی حیات ممت کا مکمل اور آخری فیصلہ ہے۔ قرآن کریم کی محبت بالغہ، اور شریعت خدا کی حکمت جامعہ و مانعہ، حمد للبقا اور مقاومۃ للنفس کے اُطبعی نتیجے پر تیرہ سو برس پہلے پونچھ چکی ہے جو فلسفہ وان فارابی، ہیکل اور ڈارون کے مسئلہ ارتقا و انتخاب طبعی کی اصطلاح میں **تقاء صالح** کے نام سے معروف ہے۔ اس آئیہ کریمہ میں دو باتوں کا فیصلہ کر دیا ہے: اولاً یہ کہ **استخلاف فی الارض**

۴۰ آیات قبل، (۲۴: ۳۸-۵۴)، و ابداً (۲۳: ۵۶) کے ربط کو پیش نظر رکھ کر، عبادتِ شکر، کفر اور فتن کا یہ ترجمہ کیا گیا ہے۔ نہ کہ ان کریم کی نعت میں یہ چاروں اصطلاحیں، اور ان کی مثل اور الفاظ جن کا ذکر آگے آئے گا، اس مندرجہ جات اور مانع ہیں کہ ان کی صحیح اور قابلِ حاشیہ کرنا، اصل قرآن کی تمام حکمت اور انحراف کو عیاں کر دینا ہے۔ یہاں پر یقیناً دیکھنے سے لیکر فیضون تک جو ترجمہ کیا گیا ہے، ذرا پیش از وقت ہے، مگر اس کا کافی ثبوت کتاب کے آئینہ اوراق میں مل سب گا۔ قرآن حکیم کا ربط بھی اس مندرجہ جات اور باہر سے نہیں کہ اس کتاب کے محض ابتدائی اوراق میں واضح کیا جاسکے۔ اس کے سب سے انتہا غور و فکر اور صحیح علم کی ضرورت ہے۔

۴۱ سورۃ احقاف کے اخیر میں ہے: **فَقُلْ يَهْلِكُ لَكُمْ الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ** (۳۶: ۳۵) تو کیا ماسوا فاسق قوم کے کوئی اور قوم بھی ہلاک ہو سکتی ہے؟ گو یا فاسق قوم کی ہلاکت قطعی ہے۔ اس بنا پر ترجمے میں اس ضروری ایضاح کا سبب ظاہر ہے۔

۴۲ مسئلہ ارتقا، جس کی مجلس تشریح آئندہ موقع پر کر دی جائے گی، منجملہ ان عالم آرا مسائل کے ہے جس کی اختراع و ابداع اربع صدیق کے متعلق چند سر برآوردہ ناموں کا انتخاب کر لینا از بس مشکل ہے۔ مختلف قرون کے علمائے اس مسئلے پر بحثیں کیں، اور ہر بار متعدد اضافے ہوتے رہے۔ اہل یونان اور رومن لکھنے کے زمانہ عروج میں اسکے اعتراف کے آثار پائے جاتے ہیں، مگر اسوا قہر قبطس (المتوفی ۳۵۴ ق م) اور لوقیطس (المتوفی ۵۵۴ ق م) قبل مسیح، مشہور شاعر کے کوئی پرانا فلسفی اسکے متعلق مفید معلومات بہم نہیں پہنچاتا۔ اہل ہند کی پرانی کتابوں میں کہیں کہیں اسکا مشکوک سا ذکر پایا جاتا ہے۔ اسلام کے عروج میں مختلف حکمائے اس مسئلے کو لیا، اور اسکے متعلق بہت کچھ چھان بین کی۔ اس سلسلے میں، الفارابی (المتوفی ۳۳۹ ق م) ابن سینا (المتوفی ۴۲۹ ق م) ابن باجہ (المتوفی ۵۲۶ ق م) اور ابن سکویہ (المتوفی ۵۲۲ ق م) خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ یورپ کے عہد ارتقا میں جو نام سب سے زیادہ سر برآوردہ ہیں، ہیکل (المتولد ۱۲۵۰ ق م) و لے (المتولد ۱۲۳۸ ق م) ۱۶۲۳ ق م، ہیکل (المتوفی ۱۶۴۱ ق م) اور ڈارون (المتوفی ۱۸۸۲ ق م) کے نام ہیں۔ مبحثہ الذکر کی کتاب "اصل الانواع" مطبوعہ ۱۸۵۹ ق م نے آج اس مسئلے کو باہر ثبوت تک اس قدر پونچھا دیا ہے کہ اب اسکی تحقیق و تدوین کا تمام سہرا ڈارون کے سر پر ہے۔ لیکن اس عظیم الشان نظریہ کی ارتقائی شق کے دعوے کو اول اول جن علمائے مستقل صورت دی وہ حکمائے اسلام ہی ہیں۔ ابن خلدون نے تاریخ لیب کے مرتبہ میں بھی غمناکی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اصل کتاب میں ہم نے ابو نصر الفارابی کا نام تجویز نہیں کیا ہی نہ صرف اسلئے کہ مسئلہ ارتقا کی ابتدائی تدوین و تحقیق میں الفارابی کو بہت بڑا دخل تھا بلکہ اسلئے کہ اس کا حیم اصل کی عالم اسلام میں غلط فہم و نرسہ ہوئیات الاعیان میں ابن خلدون نے بوعلی سینا کے ہاں استاد معظم کو سلام کا سب سے بڑا حکیم کہا ہے!

یعنی بقا و استبقا کے لئے ایمان شرط ہے، اور اللہ کا وعدہ انہی لوگوں سے کیا گیا ہے جو ایمان رکھتے ہوں۔
ثانیاً یہ کہ ایمان کامل کے ہوتے ہوئے اعمال صالحہ کا اکتساب لازمی امر ہے جس جماعت کے ہمسرا میں
یہ دونوں باتیں موجود ہوں وہی اصلح ہے۔ اُسی کی صیانت اور سلامتی کا ذمہ قانونِ فطرت نے اپنے

ہم قرآن کریم میں اختلاف کا لفظ، آیہ اختلاف سے قطع نظر چار موقعوں پر آیا ہے جو یہاں پر اس وسیع التاویل لفظ کے مطلب کی صحیح توضیح کے نیالکھ دیئے جاتے ہیں۔ پہلا موقع سورہ انعام میں ہے:

وَذَٰلِكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ إِنْ يَشَاءْ يُبَلِّغْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِهِمْ مِمَّا يَشَاءُ كَمَا أَنْشَأَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ قَوْمًا آخَرِينَ ﴿١٣٣﴾

اور اسے پھر! جہاں تمہارا پروردگار بڑا رحم والا ہے وہاں بڑا ہی نیاز بھی ہے، وہ اگر مناسب سمجھے تو تم سب کو دنیا سے اٹھائے جائے، اور تمہارے
بعد جس میں اہمیت دیکھے تمہارا جانشین کر دے، جیسا کہ آخر دوسرے لوگوں کو ہلاک کر کے ان کی بنیاد میں سے تم کو نئے قوم دے ہی چکا ہے۔

دیشا کے معنی ہم نے مناسب سمجھا، کیونکہ اس کا ثبوت فلسفہ عمل کے عنوان، یعنی دوسری جگہ میں آئیگا۔ دوسرا موقع سورہ اعراف میں ہے:

قَالَ عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ لَكُمْ مِنْكُمْ مَخْلُوفٌ فِي الْأَرْضِ فَلْيَنْظُرْ كَيْفَ تَقُولُونَ ﴿١٢٩﴾

اس پر موسیٰ نے جواب دیا کہ لوگو! اب یہ وقت قریب آگیا ہے کہ تمہارا خدا تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے، اور تم کو ملک میں اسکا جانشین بنائے۔ پھر دیکھے
کہ تم کیا سببی دہل کرتے ہو۔

تیسری جگہ سورہ ہود میں ہے:

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبَدْنَا لَكُمْ آلَكُمْ وَأَسْتَخْلِفْ رِثَىٰ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُمْ وَلَا يَضُرُّوكُمْ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ ﴿٥٤﴾

اِس پر ہود نے ان سے کہا کہ اگر تم نے ان احکام سے گریز کیا تو کم از کم میں نے اپنا پیغام تم تک پہنچا دیا، اور اِس نافرمانی کا نتیجہ لا محالہ یہ ہوگا کہ خدا
عظیم تم کو ہلاک کر کے کسی دوسری قوم کو تمہارا جانشین کر دے گا، اور وہ اس قدر صاحب قوت ہوں گے کہ تم ان کا کچھ بگاڑ بھی نہ سکو گے۔ اور یاد
رکھو کہ میرا پروردگار ہر قوم کے اعمال کو نبردِ تمام دیکھ رہا ہے۔

ایک موقع، جس میں اختلاف کا لفظ ذرا مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے، سورہ حید میں ہے:

أَمَّا بَشَرٌ لَّدُنَّا لَکُمْ رَسُولٌ مِمَّنْ لَمْ تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَهُمْ كَخِزَانٍ ذَاتِ أَبْوَابٍ ﴿٥٤﴾

لوگو! خدا کو خدا مانو، اور رسول کو اسکا بھیجا ہوا پیغام بھیج کر کے احکام کی تعمیل کرو، اور اُس مال جیسے حبکا وارث اگلوں کو تباہ کر کے تم کو بنایا ہے۔

(اعلانے خدا میں) صرف کر دے کیونکہ جو لوگ احکام کی پیروی کرتے رہے، اور جنہوں نے ایثار یا مال کیا، ان کو خدا کے مال سے ابغیر ظہیم ہے۔

(آمنوا کے ان معانی کی تشریح آگے آئے گی، یہاں اِس سے بحث نہیں)۔ ان چاروں مثالوں سے یہ امر واضح ہے کہ اختلاف کے معانی قرآن کریم میں ایک ہی
کو ہلاک کر کے دوسری قوم کو اسکا جانشین بنانا ہے اِس سے زیادہ کچھ نہیں۔ نہ اِس سے مراد بالخصوص وہ سلسلہ خلافت ہے جس کا مرکز انجیل قسطنطنیہ ہے، اگرچہ
وہ بھی یہیں شامل ہے۔ نہ اِس سے مراد خاص کر عرب کا اختلاف ہے، نہ عجم کا۔ نہ مشرق اور مغرب کا۔ جو قوم ایک کے ہلاک ہوئے پیچھے اس کے ملک اور
دولت کی وارث ہوئی وہی خلف، خواہ وہ چین کی ہو یا روم کی۔ یہی بقا و استبقا ہے، اور اِسی لحاظ سے ہم نے یہ معانی متن میں لکھے ہیں۔

اختلاف، کے ان معانی کی حتمی تائید قرآن عظیم کی دو آیتوں سے ہوتی ہے جن کے نفس موضوع کا مقابلہ سورہ ہود کی تذکرہ صدقہ آیت (۱۱: ۵۴)

سے کرنا چاہیے۔ سورہ توہر میں ہے: وَإِلَّا تَنْفِرْ فَايُضِلِّكُمْ عَدَا بَا إِلَهُكُمْ وَيَسْتَبْدِلْ فَوْقَ مَا عُنِيَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٤﴾

”اگر (اِسے) غایت پسند نہ کرے (لوگو!) تم اِس موقع پر لڑائی کے واسطے ہمد تن مستعد نہ ہوئے تو خدا تم کو درونِ کسرت سے گرا دے گا اور تمہارے سوا کسی دوسری خدا

اوپر لیا ہے، قرونِ ماضیہ کی اقوامِ متہدہ کی طرح اُسید کا غلبہ اور استخلاف قائم رہیگا جب تک ایمان اور صلاحیتِ عمل ان میں باقی رہے، اور فسق و کفر کی حد تک نہ پہنچیں!

هرگز نمی‌دانم که دلش زنده شد بعشق

ثبت ست ہر جبریدۂ عالم دوام!

(بقیہ تحت لہجہ صفحہ ۹) قوم کو تم سے بدل دے گا، اور وہ اس قدر صاحب قوت ہوں گے کہ تم ان کا کچھ بگاڑ بھی نہ سکو گے، اور یاد رکھو کہ خدا وہ بے نیاز خدا ہے کہ وہ ہر بات کر سکتا ہے۔ یہاں استبدال اور استخلاف کا ترادف عیاں ہے۔ سورہ محمد میں بھی استبدال انہی مضمون میں ہے: **وَإِن تَتَوَلَّوْا لَيَسْتَبْدِلْ فَوْجَنَا بِكُمْ كَمَا نَسْتَبْدِلُ لَكُمْ بِأَمْثَلِكُمْ ۖ وَأَن تَوَلَّوْا لَنُصْلِبَنَّ فِيكُمْ سِيَرًا وَآيَاتٍ لِّأُولِي نُبُوَّةٍ** (۳۸: ۴۷) یعنی اگر تم نے ان احکام سے سترائی کی تو کچھ پروا نہیں وہ خدا کے عظیم تہمات سے سو کسی اور قوم کو تم پر لا بٹھائے گا۔ پھر وہ تم جیسے بدل بنا فرماں، اور نفس پسندی نہ ہوں گے۔ ان آیات الہی سے صاف ظاہر ہے کہ استخلاف اقوام و ممالک کا استبدال نہیں ہے جو قوم بادشاہت زمین کی اہل نہ رہی، جو قانون خدا سے سترائی کرنے کے باعث اپنی قوتیں سلب کر چکی اس کا روئے زمین پر سے بیک بینی و دو گوش نکالے جانا فطری ہے۔ جو دار و زمین ہے وہی متخلف ہے وہی ہست و سرور صالح تر ہے، وہی ناقابل ضرر و راقویٰ ہے، اور اس کا اس دنیا پر باقی رہنا طے شدہ امر ہے۔

خلف کا استعمال اور بقا کے معنیوں میں کمی جگہ ہوا ہے۔ یہاں پتین سو فے قابل ذکر ہیں: وَكَوْنَتْ لَكُمْ جَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُقُونَ (۴۳: ۶۰)، اور اگر ہم مناسب سمجھتے تو تمہیں کو فرشتے بنا کر اس زمین میں تمہارا جانشین کر دیتے ۛ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ (۱۲: ۱۱)، پھر ہم نے ان کے ہلاک ہوئے پیچھے تم کو زمین میں ان کا جانشین بنایا اور دیکھیں کہ تم کیا سعی عمل کرتے ہو ۛ وَمَا آتَيْنَا مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ ۛ (۳۴: ۲۹)، اور جو یا ثار مال بھی تم کرتے ہو خدا اس کو بقا نصیب کرتا ہے اور اس کا عوض دیتا ہے ۛ ان مثالوں سے ظاہر ہے کہ خلف اور استخلف دراصل ایک ہی معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔ اور انہی معنوں میں اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَہٗ (۲: ۲۵) ہے ۛ یعنی ۛمیں زمین میں ایک قائم مقام بنانے والا ہوں ۛ

ایک اور بات جو ممتاز ائمہ اور بالخصوص (۴: ۱۲۹)، (۱۱: ۵۷)، (۱۵: ۱۳۷) سے مستخرج ہے، یہ ہے کہ متخلف فی الاصل کا مقام حاصل کرنے، اور کوا قیام رکھنے کے لیے عمل کرنا شرط ہے۔ "ایہ استخلاف میں شرط عمل صلح ہے۔ اب یہی بات کہ عمل صلح کیجائے ہے۔ اس کا جواب اس کتاب کے طول و عرض میں ملے گا۔ اور اصلاح کی تعریف از روئے قرآن کرنا آسان کام نہیں۔

تیسری بات جو ان آیات میں غور طلب ہے یہ ہے کہ الارض کا استعمال (۴: ۱۲۹)، (۳۳: ۶۰)، اور (۲: ۳۰) میں مطلق معنوں میں ہوا ہے، اس سے کوئی خاص حصہ زمین مراد نہیں، جیسا کہ آیہ استخلاف کے الارض کے متعلق بعض مفسرین کا خیال ہے، اور وہاں الارض کے معنی زمین کہلے ہیں۔ یہ بحث کتاب کے متن میں کی جائے گی، لیکن یہاں اس بات کا اظہار ضروری ہے کہ الارض کا لفظ مطلق ہے۔ (۴: ۱۲۹) سے کچھ شبہ پڑتا ہے کہ موسیٰ کی مراد خطہ مصر ہو مگر تاریخ شاہد ہے کہ بنی اسرائیل کو استخلاف سرزمین مصر میں ایک مدت مدید کے بعد حاصل ہوا، اس سے پیشتر وہ ملک شام میں بادشاہ بن چکے تھے۔ (۱۳: ۱۰) سے بھی ضعیف سا شبہ پڑتا ہے۔ لیکن اس سے پہلی آیت (۱۳: ۱۰) کو ملا کر پڑھنے سے یہ شبہ رفع ہو جاتا ہے۔ ہر نفع ان آیات کے غائر مطالعے کے بعد حقیقت جیسا ہو جاتی ہے کہ قرآن میں استخلاف فی الارض کے الفاظ سے اقوام عالم کا اس لئے زمین پر اجتماعی بقا حاصل کرنا مراد ہے، اس کے پیش کچھ نہیں، وہ شرعی یا مذہبی احوال جو اس اصطلاح کے گرد و موزہ رفت یا رستی تکرار کے باعث پیدا ہو گیا ہے خود لوگوں کا پیدا کردہ ہے، قرآن کریم کو اس سے کچھ سروکار نہیں۔

ڈارون کا نظریہ ارتقاء: نشا آفرینش سے لیکر ظہور انسان تک، ہر ذی حیات شے کی انفرادی

۱۔ مسئلہ ارتقاء کی تخصیص و توہین جس انداز سے آج مسلمانانِ عالم اپنی کئی علم و غلبہ جہل کے باعث کر رہے ہیں، اس سے کم از کم یہ ترشح ہوتا ہے کہ بسطاط پذیر اقوام میں اپنے آبائی کارناموں کی یاد کس سرعت سے محو ہو جاتی ہے۔ صفحہ ۸ کے تحت اہل حق میں چند انسانی حکمائے عظام کا ذکر کیا گیا تھا جنہوں نے اس مسئلے کی تصدیق و تثبیت میں مستقل حصہ لیا، اسکو علم کلام کا اہم جز قرار دیا، علم فطرت کی ایک بڑی حد تک توسیع کر کے مختلف ثبوت اسکی تائید میں ہم پونہچاے، اور صاف اور غیر مشکوک الفاظ میں ارتقاء کی نوعیت بیان کی، لیکن آج چونکہ حنفی حکمائے اس نظریہ کو بایہ ثبوت تک پونہچا دیا ہے، اور اس سے مستقل نتائج اخذ کر کے حفظہ ان کی راہیں ڈھونڈھ رہے ہیں، مسلمان اس سے یکسر بیزار ہو گئے ہیں اور اسکی تصحیح کر کے اپنی نادانی کا ثبوت دے رہے ہیں؛ مسئلہ ارتقاء و انتخاب طبعی، آج مغرب کے تمام پہنائے علم و تحقیق میں وہ عظیم الشان انکشاف ہے جس کی عظمت اور ناقصیت کا صحیح اندازہ لگانا قانون فطرت کے صحیح علم کے بدون ازیں مشکل ہے۔ اس مسئلے نے صحیح معنوں میں فطرت کے سرعظیم کو ایک بہت بڑی حد تک آشکارا کر دیا ہے؛ اس نے حیات کے حجاب کبیر کو چاک کر کے انسان کو معرفت نفس کا پہلا اور گراں قدر سبق دیا ہے؛ اس نے انسان کو شناسائی خدا میں متقل مدد دی ہے؛ اس نے وحدت خدا اور وحدت ماسوا، وحدت مکان اور وحدت کمین کو ثابت کرنے میں اہم حصہ لیا ہے؛ اس نے انسان کا دائرہ علم و عمل بیدار کر کے اسکو صحیح معنوں میں خدا کا قائم مقام بنادیا ہے؛ نہیں بلکہ اسے نوال و بقائے ائم کے وہ پنہاں حمول بھی ایک حد تک عیاں کر دیئے ہیں جو الہامی کتابوں اور بالخصوص قرآن حکیم کے سوا آج تک اور کہیں نہیں ملے۔ جو لوگ اس مسئلے سے اس لینے بیزار ہیں کہ ہمیں نشو و نما و خست یاری کے باعث تعطل خدا کی شان پائی جاتی ہے، یا اسکی خالقیت میں ایک ناقابل برداشت تعویق ثابت ہوتی ہے، ان کے دلوں میں خدا کی عظمت اور قدرت، اربیت اور اہدیت کا اندازہ بہت کم ہے۔ قرآن میں مَا قَدْ رَفَعَ اللَّهُ صَوْتَ قَوْلِهِ ط (۲۲: ۷۴)، اس امر کی شہادت ہے۔ اکثر لوگ اس حقائق عظیم کا اندازہ انسانی قوتوں اور بشری دماغیوں کو پیش نظر رکھ کر کرتے ہیں، اور اسی لیے حلیت کی لامتناہی وسعت تک نہیں پہنچ سکتے۔ مختصر الفاظ میں اس مسئلے کا یہ دعوے ہے :-

۱۔ "اس عالم کون و مکان اور پہنائے زمین و آسمان کے اندر آفرینش کے ابتدائی ایام سے لیکر آج تک ایک ارتقائی اور تعمیری، ایک تدریجی اور ترکیبی انقلاب واقع ہو رہا ہے جو تخلیق کا فوری اور بلا واسطہ باعث ہے، حرکت اور حرارت اس تکوین کی علل اولیٰ ہیں۔ علت انتہائی وہ علت لعل وجود ہے جس نے سب اشیاء کو اپنی اپنی جبلت و عطا کر کے اپنے اپنے کام پر لگا دیا ہے۔"

قرآن حکیم کا حکم کہ اس امر کے متعلق موسیٰ علیہ السلام کے ان الفاظ سے ظاہر ہے :-

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمْ يَا مُوسَىٰ قَالَ رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقًا فَتَبْتَغِي عَنْ رَبِّكَ فَبَشِّرْهُ بِمَا هُوَ آتِيكَ (۲۰: ۵۰-۴۹)

فرعون نے اندازہ سوال پوچھا کہ اسے موسیٰ! وہ تم دونوں بھائیوں کا پروردگار کون ہے؟ موسیٰ نے جواب دیا کہ وہ وہ رب ہے شال ہے جس نے اس عالم کائنات کی ہر مخلوق شے کو، اسکی جبلت اور خلقت عطا فرما کر اپنا اپنا راہ راست دکھلا دیا ہے۔

۲۔ عالم موجودات کی سب ذی حیات مخلوق، بشمولیت نباتات و خورد، یعنی حیوانات، ایک سلسلہ تکوین کی مختلف کڑیاں ہیں جنکو بقدر انکے اعضائے رئیسہ و غیر رئیسہ کی سہولت اشکال ترکیب کے ایک تدریجی سلسلے میں پتہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ سب تکوین آفرینش کے مختلف مراحل میں ایک معین ترتیب سے ہوتی اور بتدریج ہوتی۔ اس دنیا کا کمال ایچ انسان ہے جسکے اعضا کی تقویم سب اولیٰ حیوانات سے بہر نواع بہتر ہے۔

(اے ساکنانِ زمین! اس عالم کا کائنات کا ہر ذرہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم نے انسان کو جس نخل بنایا، اُسکے اعضا میں بہترین صلاحیت اور استعداد

پہلے کہی۔ پھر اس صلاحیت کے انحطاط کے باعث اسکو (اُسی) کتر سے کتر مخلوق کی طرف لوٹا لائے (جو کہی زمانے میں تھا)۔

درہم نے التین الزیتون کی شہادت پیش نہیں کی، لان کی تشبیح میں ایسی بہت دیر ہے۔ مگر زکوة کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ انسان اپنی نشا را اول کے ابتدائی حیرس میں اہل سافلین تھا۔ اہل سافلین کی علمی تشبیح آگے چل کر ملے گی۔

۳۔ ”دنیا ایک عظیم الشان امتحان گاہ جہد و عمل ہے، جس میں ہر ذی حیات فوہ بطور ایک مجاہد کے ہے۔ سب کے سب اپنے اپنے دائروں کے اندر، ایک لامتناہی لگشمکش، اور غیر منقطع مزاحمت میں لگے ہیں۔ قیام، بقا کا ماتر حصر ای جہد و جہد پر ہے۔ ہر جنس، نوع، اور فرد، جزو فائمی اور متطاعمی حدود کے اندر، اپنی ہمایہ مخلوق کے بالمقابل مصنف راہے، فطری اور مقامی موانع کا مقابلہ کر رہی ہے، بہتر اور قوی تر اجناس سے نبرد آزما ہے، شہین سے عمدہ براہوئے کی بچو نہیں لگی ہے، کمتر اور کمزور مخلوق پر تسلط ہونے کی سعی کر رہی ہے۔ الغرض اپنی بہبودی اور بچاؤ، اپنی تقویت اور ذوال کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہی ہے۔ اس مقام نظر سے عالم حیوانات و نباتات کی سب مجتہعات باقیہ، قوی تر اجناس النوع کی جارحانہ دستبرد کے باعث، ایک متصل خوف کے ماحول میں گھری ہیں جس سے بچ نکلنا، اور جھکنا من سے بدل دینا ہر ذہنہ مخلوق کا منہائے وحید ہے۔“

قرآن حکیم کا نام دستور العمل میں وعن ابن مسعود اور اجتماعی جذبہ و جد کما مونیہ ہے۔ چند مثالیں صفحہ ۱۰ کے تحت اہتم میں لفظ اختلاف کی بحث کے ضمن میں گذر چکی ہیں، مگر لَئِنْ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَخَىٰ (۵۳: ۳۹) کا اصل اصول قرآن عظیم کے ہر ورق پر جلی حروف میں لکھا ہے آیہ اختلاف کا نفس موضوع بھی اسی خوفِ عدم کو محفوظ اس میں بدل دینے کی معنی خیز داستان ہے؛ وَلَيَكُنَّ لَهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِمَا رَزَقْنَاهُمْ وَإِنَّهُمْ لَكَاظِمُونَ وَلَيُؤْتِيَنَّهُمْ بَرَاقِدًا فِي سُبُلٍ مُّطَارًا وَسَبُعًا غَابِرًا وَقَدْ قُدِّرَ الْغَيْبُ لَا يَنْتَفِعُونَ بِهَا مِنْ شَرْحٍ وَلَهُمْ فِي ذَلِكَ عَذَابٌ أَلِيمٌ اور بے سعی و عمل ایسا حاصل کر لینا قطعاً محال ہے۔

جنس قوی کی چار حانہ دستبردار شدہ، اس بہت لاگاہ سعی و عمل میں، وہ بدیہی امر ہے کہ اسکے بچے کسی بڑی چھان بین کی ضرورت نہیں۔ انکی مخلوق سے لیکر شرف المخلوق انسان تک ہر نوع اس قاعدے پر عمل پیر ہے؛ قوی ہر جانپنی طاقت کا استعمال ضعیف جنس پر کر رہا ہے؛ بڑی مچھلی، چھوٹی مچھلی کو نگل کر اپنا پیٹ پال رہی ہے؛ کمزور قومیں زوردار قوموں سے ہر دم خوفزدہ ہیں؛ اور ہر طرف دوست زور بالائی تمیل بظاہر ہر جہر ہی ہے۔ سو فاضل انفال میں خدائے عظیم نے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کو ایسی خوف عدو کا ماحول یاد دلایا کہ ان کو دیکھا کہ دشمن پر غالب ہو کر محفوظ مقام حاصل کر لینا ہی نیکو آتی ہے؛

وَأَذْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَخِفُّ عَلَيْكُمُ النَّاسُ فَأُولَئِكَ مِنْكُمْ بَصِيرَةٌ ذَرَأْتُمْ
مِنَ الصَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (٢٦:٨)

اور سدا نوا! وہ وقت یاد کرو جب تم اس زمین میں تھوڑی سی تعداد میں تھے، کمزور اور بے بس گئے جاتے تھے، اور ہر آن اس خوف کے باعث سسکے رہتے تھے کہ دشمن تمہیں اچک نہ لیا کریں۔ پھر دے دے ذوالجلال نے! تمہارے اعمال کو پسند فرما کر، تم کو اپنی پناہ میں لے لیا، اپنی مدد سے تم کو قوی

۱۵۔ انسان کو کچھ میسر نہیں ہو رہا جو بقدر اس کی سعی کے ہے۔ ۱۶۔ مطالب کے لئے دیکھو صفحہ ۱۷۔

صنف ضعیف کے سقوط، اور جنس اسلح کے بقا اور تدریجی ارتقا کی مسلسل رسید، طبقات الارض کی

(بقیہ بحث بہمن صفحہ ۱۲) بنایا، اور دشمن پرستج دے کر عمدہ قسم کی دنیاوی نعمتیں بخشیں، اور یہ سب اس لیے کہ تم ان نعمات کی دل سے قدر کرو۔
(لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ) (مُشْكِرُکُمْ) ان معانی کا ثبوت بعد میں ملے گا، یہاں سپر بحث نہیں۔)

۴ مختلف انواع و اقسام کا ظہور اور قیام، خارجی اور مقامی حال و احوال اور باطنی استعداد و صعود کے متفقہ زور اثر سے ہوا۔
جو نویں احوال طبیعت کی خارجی مزاحمت کے بالمقابل پوری ذلتیں گئیں، جنہوں نے اس کٹکٹ میں پورا حصہ لیا ہے آپ کو مستعد ثابت کیا، صعود کرتی گئیں۔ عالم حیات کا سب کون و فساد اسی عالم اصول کے تحت ہو رہا ہے حفظ نفس، اس مزاحمت کا محرک اقل ہے جس ناتی یا حیوانی نوع کا اختلاف زمین کے کسی حصے پر قائم ہے۔ وہ ضلع ہے جس کا ممکن فی الارض مشتہار ہے وہ غیر ضلع ہے۔ جو نوع سے ممکن، سب سے زیادہ نجاہ اور مستعد سب سے زیادہ کمتر اور ارتقائی اہلیت رکھتی ہے وہی اپنے دائرے کے اندر ضلع ہے، اسی کا بقا قطعی ہے فطرت خود بخود اس کا انتخاب کر کے اس کو بے خوف و خطر کر دیتی ہے؟

انسانی امتوں کے قیام و بقا کے متعلق قرآن حکیم نے بعینہی لازوال اصول پیش کیے جو آج مغرب کی تمام علمی تحقیقات اور ادبی تقدم کے محور بن چکے ہیں۔ سورۃ اعراف میں ہے:-

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۚ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْذِنُونَ سَاعَةً ۚ وَلَا يَسْتَقْدِرُونَ ۚ يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْفُ بَعْثِهِمْ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۚ (۲۴: ۲۵-۲۶)

اور ہر ایک گروہ کے صفحہ ہستی سے مٹنے کی ایک مہل و مقرر ہے، ہر جب اس کی تباہی کے اسباب مکمل ہو چکے ہیں تو اس سے ایک گھڑی پیچھے رہ سکتے ہیں نایک گھڑی کے بڑھ سکتے ہیں۔ ہر اگر اس وقت کوئی عند پیش کرے گا تو ہم کہیں گے کہ اسے بنی آدم، اہم نے تم سے پہلے کیا کیا تھا کہ جب کبھی ہماری طرف سے تم ہی میں سے ہمارے قاصد تمہارے پاس پہنچیں، اور ہمارے احکام تم پر واضح کر دیں، تو جس قوم نے ان احکام پر عمل کر کے حفظ نفس کی راہ اختیار کر لی (انھیں) جو ہلاکت سے دہن بچا کر چلی (انھیں) اور صلح بن گئی (انھیں) اس کو اس نیاں کر کے تم کو خوف و خطر

اُس کے چکر ہم اسی جہل میں ثابت کر سکتے کہ ارتقا کی بعض اہم شرائط کیا ہیں، ارتقا کی مکمل شیعہ عمل کے عنوان (دو جہلی جلد) میں آئے گی۔ صلاح کی ترویج میں ابھی بہت دیر ہے۔ وہ عظیم الشان آیات جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عالم حیوانات کا قانون فنا و بقا بھی اسی انداز پر ہے جس پر انسانی امتیں چل رہی ہیں بہت بعد میں آئیں گی۔ یہاں ہم نے صرف قرآن حکیم کی چھ دفعہ معاون آیات کو پیش کر دیا ہے۔ ان سے کچھ ثابت کرنا بھی مقصود نہیں۔ لیکن اگر کتاب کے اس محض ابتدائی حصے میں کوئی تیسرے فیض اور قابل ذکر بات ان آیات سے مستنبط ہو سکتی ہے تو یہ ہے کہ کتاب الہی نے کس تسلسل کے ساتھ اختلاف فی الارض کی شرط کو باجبا سعی و عمل، امتحان و بہتلا، بگ و دستار دیا ہے جو سلسلہ ارتقا کی اصلی روح رواں ہے۔ چنانچہ ہمیں جس میں سورۃ

انعام کی آخری آیت نہایت قابل لحاظ ہے:

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ حَكَيفَ الْأَسْرِ ۚ فَمِنْ دَفْعٍ بَعْضُكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ ۚ وَرَجَبٌ لِّمَن لَّوْكَدُ فِي فَأَنَّكُمْ إِنَّا دَلَّكَ سِيرَ نِعَمِ الْعَوَاظِ ۚ وَارْتَاكَ لَعَفُوقُ دَسَّ حَرِيرٍ ۚ (۱۶: ۱۷)

اسے سامان زمین؛ خداوند عظیم الاختیار خدا ہے جس نے تم کو اس میں اپنا نائب اور قائم مقام مقرر کیا ہے کہ تم اس کی حکومت اور انتظام کو اپنے ماتھے میں لو، اور تم میں سے ایک قوم کو دوسری قوم پر کئی درجے فضیلت اس لیے دی جو کہ معیشت کی اس سادہ کٹکٹ میں وہ تمہاری اُن قوتوں اور صلاحیتوں کا امتحان لے جو اس نے تم کو دیں۔ جانے رہو کہ اگر تم اس ابتلا میں پورے دائرہ کے، اور دوسروں سے پیچھے رہ گئے، تو لامحالہ خدا بڑا جلد جلد سزا دینے والا ہے، اور اگر اپنی سعی و عمل کے باعث بہت لگے گئے تو اس میں بھی شک نہیں کہ وہ عیوب پر بڑا پردہ ڈالنے

مشی میں دینی ہوئی ہڈیوں کی ربانی ہے۔ اس تمام چھپیدہ سکے کی تہ میں یہ بات ظاہر کر دی گئی ہے کہ

(بیتہ تحت آیت صفحہ ۱۱) (غفور) اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔

۵۔ انسان کی تکوین کثر مخلوق کے ارتقا سے ہوئی، مگر اس انقلاب عظیم کی تکمیل میں قرنہا قرن گزر گئے، حتیٰ کہ ایک نوع کا انتقال اُس سے اگلی نوع میں بھی ہزار باریں ہو، اس مدتِ مدید میں زمین بھی لا انتہا جزائی اور طبعی، کیمیائی اور فیزیکی انقلابات کا مکین بنی، اور اب تک ہی۔ ارتقا کا سلسلہ بند نہیں ہوا، بلکہ جب تک کہ بیڑ آسمان موجود ہے، جاری رہیگا۔ اس نقطہ نظر سے بہت ممکن ہے کہ ایک مدت کے بعد انسان اپنی قوتوں، صلاحیتوں، اور علم و عمل میں ارتقا کرتے ہوئے اس سے بھی بہتر مخلوق بن سکے جو اپنی صفات میں شائع کائنات کی فات سے قریب ہو۔ اس بنا پر زمین و آسمان کی تکوین کا سلسلہ انسانی نقطہ نظر سے ایک بے پایاں سلسلہ ہے جو ہزاروں ہزار بلکہ لکھوں باروں سے چل رہا ہے اور ممکن ہے کہ لکھوں باروں تک ایسی طرح چلتا رہے گا

مسئلہ ارتقا کی اس شق کے متعلق قرآن کریم میں وہ حیرت انگیز اور ناقابل انکار شہادت موجود ہے کہ اُس کا تمام و کمال یہاں پر لکھ دینا بہت کچھ بیش از وقت ہے۔ یہاں پر صرف چند آیات اور اُن کا مربوط ترجمہ لکھ دیا جاتا ہے۔ صحت مطالب کی ناقابل رد دلائل ایک ایک لفظ کے متعلق اپنے اپنے موقع کتاب کے متن میں آئیں گی۔ سورہ سجدہ میں ہے:

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۚ مَا لَكُم مِّنْ دُونِهِ مَن قُدِّرَ ۚ لَا تَجِدُ خَلْقًا تُنَادِي بِكَرْمٍ وَلَا يُدْعَىٰ إِلَى الْإِسْمَاءِ إِلَى الْإِسْمَاءِ إِلَى الْإِسْمَاءِ ۚ يَوْمَ كَانَ مَقْعَدُ الْكِتَابِ ۚ سَنُفِخُ فِي سُفُوفٍ ۚ نُّعَدُّونَ ۚ ذَٰلِكَ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ۚ الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ۚ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنسَانِ مِن طِينٍ ۚ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِن سُلَالَةٍ مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ ۚ ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِن رُّوحِهِ ۚ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۚ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ (۳۳: ۹-۱۰)

لوگو! خدا وہ عظیم جل جلالہ جس نے آسمانوں اور زمین کے اس حیرت انگیز کارخانے کو چھ بڑے مدید الوقت اور طویل المیعاد دنوں میں پیدا کیا، اور اب تختِ مملکت (العرش) پر جمجا بیٹھا اس ادارتِ عظمیٰ کو چلا رہا ہے۔ لوگو! اُسکے سوانہ قمار کوئی کار ساز ہے، نہ سفارشی۔ اُسی کی حکومت ہر جا چل رہی ہے، اُسی کا قانون ہر جگہ جاری و ساری ہے، تو کیا تم لوگ اس کارخانہ جہاں اور اس عالم آرا حکومت سے کچھ عبرت نہیں پکڑتے!

وہ وہ عظیم کار اور بزرگ اعمال خدا ہے کہ ایک عالم آرا قانون (الاکھرا)، ایک امر نامہ (الاکھرا)، ایک حلیل القدر فیصلہ یا معاملہ (الاکھرا) کی تجویز آسمان سے لیکر زمین تک کر دیتا ہے، پھر وہ معاملہ، اپنی عظمت اور وسعت کے باعث، رفتہ رفتہ اور محسوس طور پر، ایک مدتِ مدید میں (فی بقیہ) جس کی مقدار انسانی شمار کے لحاظ سے ایک ہزار برس یا اس سے بھی زیادہ ہو، اُسکی مشیت کی طرف (الیوم) صعود کرتا ہے (بعض چیز)، اور اپنے اعلیٰ زمرہ سے کمال کو پہنچ جاتا ہے (اگرچہ اُسکی عظیم الشان تجویزیں ہزاروں برس میں جا کر کٹ جاتی ہیں، اُسکے قانون کا عالم انمیر نفوذ صدیوں میں چلکر محسوس ہوتا ہے، اُسکی اعلیٰ مشیت قرون کے امتداد کے باوجود پوری ہو رہی ہے) یہ ہے وہ ہزاروں برس کے بعد کے حالات کا علم رکھنے والا (علیہ الغیب)، اور آج کے حال و احوال کا صحیح پرکھنے والا (وَالشَّهَادَةِ)، غالب القوی (الغیرین)، صاحبِ غیور و گداز (الرَّحِيمِ)، خدا جسکے رحم و رحمت اور کمال علم و عمل پر ہر کارگاہِ کبر چل رہا ہے!

وہ وہ صنایع عظیم ہے جس نے ہر پیدا کردہ شے کو بہتر سے بہتر کر دیا ہے، اور انسان ہی اشرار الخلق مخلوق کی ابتدا (دیکھا) مشی سی حقیر اور کثر مخلوق سے کی، پھر رفتہ رفتہ اس ہذا اول، اس کثر مخلوق، اس خلقِ قدیم کی نسل کو ہزار باروں کی تہ پر امر اور تکمیل نوع کے پورا اعلیٰ حیوان کے

بلکہ اسکی حفاظت اور بقا کا اصلی راز صلاحیت اور استعداد ہے۔ جس نفع حیوانی نے سعی و ابتلا کے

دریغہ تحت (متن صفحہ ۱) (مستحق) میں لے آیا، جو حسن الخلق بشر کا قالیجہ۔ جو قوم ہمارے اعمال کو سمجھتی، اور اسکا صحیح علم رکھتی ہے، اسکو ہم نے اپنی قدرت کے یہ عجوبات (الآیات) ان افظوں میں بالتفصیل بیان کر دیے ہیں۔

(نفس کا لفظ نہایت معنی خیز ہے جسکے معنی مطلق جان کے ہیں۔ قرآن حکیم میں انسان کی پیش کے متعلق ہر جگہ نفس، اذیہ، کافر، و بشر و ان کا کہیں فی نفس لیکر یہ بحث اپنے موقع پر دوسری جگہ آئے گی)

قرآن کو کتاب خدا مان کر مسئلہ ارتقا کے درست ہونے، یا مسئلہ ارتقا کی عینسی اور علمی شہادت پاکر قرآن حکیم کے منجانب اللہ ہونے کی آج تک اس سے بہتر اور روشن تر شہادت کہیں موجود نہیں!

(ب) تعرج کے لفظ سے جو سورہ سجدہ کی محولہ بالا آیت (۵۳: ۳۲) میں ہے، اردو کے نحو یہ ظاہر ہے کہ اس کا فاعل خدا ہونا چاہیے (یہ کی جگہ لاکر) ... ثُمَّ يَعْرَجُ لَيْسَ، اور اللہ کی ضمیمہ کا مرجع الّا کہ ہونا چاہیے۔ مگر مفسرین نے تعرج کا فاعل الّا کہ اور ضمیمہ کا مرجع خلاف اسلوب کلام خدا لکھا ہے، اور اس آیت کا عجیب غریب ترجمہ کر دیا ہے جس کے نقل کرنے کی یہاں ضرورت نہیں۔ متذکرہ صدر ترجمے میں اردو کے نحو عام مفسرین کا اتباع کیا گیا ہے، مگر انصافاً اس اتباع کی ضرورت بھی معلوم نہیں ہوتی۔ اور چونکہ تعرج کے معنی یہاں پر بتدریج ارتقا کرنا ہے۔ اس لیے اس لفظ نظر سے معافی اور بھی زیادہ صاف ہو جاتے ہیں:

خدا و عظیم کار اور بزرگ اعمال خدا ہے کہ ایک امر مہم کی تجویز آسمان سے لیکر زمین تک کر دیتا ہے اور پھر اس امر عظیم کی طرف ایک مدت میں جسکی مقدار ہمارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال ہوتی ہے، آہستہ آہستہ اور نامعلوم طور پر ارتقا کرتا ہے، گویا اس امر کی تکمیل کہیں ہزار برس میں جا کر ہوتی ہے۔ اس صاف ترجمے سے ارتقا کا وجود اور بھی واضح ہو جاتا ہے۔

(ج) سورہ سجدہ کی یہ آیت والی آیت سے یوم کی تشریح فیصلہ کن ہے، اور ظاہر ہے کہ زمین و آسمان کی پیدائش ہماری گنتی کے چھ دنوں میں ہوئی اور جو بھی آسوت نہ تھا، نہیں ہوئی، بلکہ ہزاروں برس یا کم از کم چھ ہزار برس میں ہوئی۔ لیکن یہ تعین بھی درست نہیں۔ کیونکہ ایک دوسری آیت میں یوم کی اس تفسیر کو اڑا دیا گیا ہے اور کائف سنۃ "مگر اسکو غور و فکر دیا گیا ہے، و یستعجلون اننا یالعداب و لکن یخلف الله و عن فاد و ان ینا عتد دینک کائف سنۃ و ینا نعلون ۵ (۱۲۳: ۲۷) اور یہ لوگ تم سے عذاب کے بارے میں جلدی پھا رہے ہیں، حالانکہ خدا اپنا وعدہ ہرگز خلاف نہیں کرتا اور ہمارے پروردگار کے نزدیک تو ایک دن بھی ہمارے شمار کے ایک ہزار برس کی مانند ہوتا ہے، پھر اسکو کوئی جلدی پڑی ہے" اور سورہ معارج میں تو یہ کہی مدت پچاس ہزار برس لکھی ہے، تعرج الملیکۃ و الذریر الیہ فی یوم کان مقداره خمسین کائف سنۃ (۷: ۳۴) ملائکہ اور روح اس خدا سے عظیم کی طرف ایک مدت (یوم) میں ارتقا کرتی ہیں جس کی مقدار پچاس ہزار برس کے برابر ہے، الملیکۃ اور الذریر کی تشریح میں ابھی بہت دیر ہے۔ لیکن ان آیات الہی سے ظاہر ہے کہ یوم ایک محدود مدت ہے جو ہزاروں بلکہ لاکھوں برس کی ہو سکتی ہے، اور ارض و سموات کی پیدائش بھی لاکھوں برس میں ہوئی۔ ملائکہ اور روح کا پچاس ہزار برس میں عروج کرنا (ظاہر ان کی حقیقت کچھ ہی کیوں نہ ہو) ارتقا کی طرف ایک اور اشارہ ہے جو ہر صاحب نظر پر واضح ہے۔ سنۃ یا ہر کے متذکرہ صدر الفاظ میں لفظ سنۃ (چھ) کی تخصیص کو سمجھنے کے لیے مزید تشریح و کار ہے جو آئندہ اوراق (صفحہ ۳۶-۳۷) میں کر دی جائے گی۔

۲ انسان کے اپنی موجودہ حالت سے بہتر مخلوق بننے کے متعلق قرآن عظیم میں ایک خفیف سا اشارہ ہے، جو بتخلاف کی بحث میں صفحہ ۱۰ کے تحت لہن میں ہوئی، لگژ چکا ہے۔ یہاں پر اسکا اعادہ کیا جاتا ہے: و لو نشاء جعلا منکم مملکۃ فی الارض یخلفون ۵ (۳۳: ۶۰) اور اگر ہم متا سمجھتے تو تم ہی کو فرشتے بنا کر اس زمین میں تمہارا جانشین کر دیتے! یہاں مملکۃ کے الفاظ نہایت قابل لحاظ ہیں، لیکن یہ امر کیا مملکۃ ہمہ جہ انسان بہتر مخلوق ہیں یا نہیں نہایت بحث طلب ہے، اور اسکی تشریح اپنے موقع پر آئے گی۔

۱۔ نفس واحد کے اجتماع اور امتزاج سے مختلف نوعیں پیدا ہونیں لیکن ہر نوعی اجتماع نہ صرف پہلے نوعی اجتماع سے بہتر اور صالح تر ہو بلکہ ہر ایک صورت اجتماع میں بھی، اسکے اپنے دائرے کے اندر اصلاح اور ارتقا کی تجویز قائم رہی، حتیٰ کہ وہ صنف بذات خود اوج کمال کو پہنچ گئی۔ گویا ارتقا ایک شجر ہے جسکی متعدد و متفرع شاخیں ہیں، اگرچہ اصل ایک ہی ہے؛ مختلف شاخیں اپنے اپنے خطوط پر پڑتی پھلتی گئیں، بلکہ شاخ و شاخ بن گئیں، اُن پر مختلف پھول لگے، جو اس شے کی صالح ترین انواع ہیں۔ بعض شاخیں اور پتے پھڑتے گئے، جو غیر صالح انواع کی مصداق ہیں۔ اس تنے کی بلند ترین شاخ انسان ہے جسکی کئی ایک فروع ہیں جو لحاظ اختلاف لون و نسل، اور ہستیا پر فہم و ادراک، ایک دوسرے سے قوی تر، صالح تر اور تدبیر تر ہیں۔ جس قوم یا نسل کی حکومت، صورت اور معنای، اس زمین کے بڑے جبر پر قائم ہے وہی آج 'اصل' ہے، اہل غلط فہم انسان درخت کی چوٹی پر ٹھکن ہو نا ایسی کاٹھڑا ہے ہستیا پر ہے!

الف) کتاب خدا نے شجرے کی صورت کو نہایت بلوغ اور پُر معنی الفاظ میں ادا کیا ہے، اگر کوئی حقیقت نااہل مسلمانوں کے ہاتھوں مدت ہوئی مسخ ہو چکی ہے۔ سورہ نور میں ہے: **وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كُنْتُمْ تَاْكُلُوْنَ** (۱: ۷۱) اور اسے ساکنانِ زمین! خدا نے عظیم نے تم انسانوں کو زمین سے ایک درخت کی طرح کیا گا یا! گو یا جب انسان کی زمین سے درخت کی مانند لگنے کی ظاہری صورت کوئی نہیں تو ان الفاظِ روحی کے لاجملہ کوئی اور عظیم الشان معانی ہیں جن کی تعلیم دینے کے لیے رب بے مثال نے ایک مستقل آیت بھیجی کی تکلیف گوارا کی۔ مگر آج کل کے مسلمانوں کو جو کسی عزیز کے سرنے پر ایک رات میں پورے قرآن کو کوئی بارود مہر کر مردے کو ثواب پہنچانے میں مشغول ہیں، قرآنِ عظیم کے مطالب سے کیا غرض ہو! جب ایک ایک حرف کی تلاوت ہلا کر کیا نیکیاں خود بخود دلِ ربی ہیں تو معافی جو کچھ بھی ہوں ہوتے رہیں! ان سے بحث کرنے کی کیا ضرورت ہو! اسی سورہ میں ایک اور مہم بالشان مضمون ہے جو پوری دو آیتوں میں ادا کیا گیا ہے:

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا (١: ١٣-١٤)

اسے لوگو! ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اس خدائے عظیم سے عزت اور ابرہہ کی اس نہیں لگاتے، تم انکے قانون پر چل کر تبرج بننے کی امید نہیں رکھتے، حالانکہ وہی رب بے مثال اور وہی منہم حسیق تو ہے جس نے تم کو کئی طریقوں، اور تخلیق کے کئی مرتبوں سے مرقی کر کے پیدا کیا ہے، ادنیٰ مخلوق سے اعلیٰ مخلوق میں ترقی دیکر، اور ایک جہت سے دوسری اعلیٰ جہت میں یہ کھر اشراف المخلق ہونے کا وقار بخشا ہے!

کیا یقیناً اور اظہارِ الٰہی آیات کا ربط اس کے سوا کسی اور معانی میں ہو سکتا ہے ؟ اور کیا نوح علیہ السلام ایسا اہلِ انوار و انوارِ نبی اس وقا کی حقیقت معلوم کیے بغیر انہی تحرم کو خطاب کر رہا تھا ؟

(ب) اپنی نوع انسان کی سب مخلوق پر فضیلت خدا کے عظیم کی اس زمین پر ہر شخص کو سرور و واضح ہے، اور جو انسانی نسل زمین کے برتر و اولیٰ ہے، رزق کی مالک ہے، اُس کا افضل بھی انہرمن لٹس ہے مگر زمین و آسمان کے مالک کا کلام انسان کی فضیلت تمام عالم کی مخلوق پر نہیں مانتا، اور اُسکی ناپید کنارا آسمانی فضائیں لا محالہ کسی شریف تر مخلوق کے وجود کی گواہی دے رہا ہے، لیکن اِس کئے کی تصدیق کے لیے میسجے چمکتی کی کسی کرنے والے یورپ کو ابھی نہ معلوم کتنی در صدیاں درکار ہیں! سوئے بنی اسرائیل میں ہے:

اور میک ہم نے ہی آدم کو اشرف المخلوق بنا کر بڑی عجب تہی ان کو اس پہنائے زمین کے بڑے بھروسے کا پیش کر کے بھیجے مسموم میں اس زمین کا کھنکھ کرنا۔

وحیات کی اس مجاہدانہ کشمکش میں اپنی ظاہری اور باطنی قوتوں کا مناسب اور بہترین استعمال

(انبیاء تحت آیت ۱۷۱) اعلیٰ سے اعلیٰ منتیں اُگھوئیں، اور اس کائنات عالم میں جس قدر مخلوق ہم نے پیدا کی ہے، اُن میں سے اکثر پران کو فضیلت عطا فرمائی۔

کے۔ طبقات الارض کی تہوں میں میلوں کی گہرائی پر دینی ہوئی ہڈیاں نہ صرف اس مخلوق کی یادگار ہیں جو انسان سے پہلے اس زمین پر رہیں ہی تھیں، بلکہ زمین کے اُن طبیعی اور جغرافیائی، مقامی اور تخلیقی انقلابات کی سلسلہ اور سرگزشت میں جو نشانہ آفرینش سے ہوتے، اور آج پورے ہیں۔ گویا زمین کے تدریجی طبعی کتابِ فطرت کے مرتب اور اُن کی ہڈیاں وہ ناقابلِ محو حروف ہیں جن کی وساطت سے باجرائے زمین کا سلسلہ اور پتہ لگ سکتا ہو۔ اسفلِ طبقے اعلیٰ طبقوں سے لامحالہ قدیم تر ہیں، اور اُن کے ہا قیام آئنا رنگین کے تدریجی سلسلے کی صحیح سند ہے۔ ان آثار کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ شجر ارتقا کی ابتدا سب سے نیچے طبق میں اُن نہایت ابتدائی حیوانات سے ہوئی جو محض ایک غریبی سی مضغہ گوشت تھے، مگر سطح زمین کے نزدیک اعلیٰ طبق میں ذریعہ ارتقا، اُس شدید ہوا کہ بڑے بڑے جسم اور زوردار حیوان (جن کے ڈھانچے آج کل کے بڑے سے بڑے حیوان سے بھی کئی گنا بڑے ہیں) رونے زمین پر بدتوں کثرت سے آباد رہے اُن کا بالآخر سطح زمین سے محو ہو جانا، اور بظاہر ضعیف جنسوں کا لکھو کما برس سے جاری رہنا، اس امر کی دلیل ہے کہ مزاحمت جتنی جسمی زور یا جارحانہ قوت ہی کفایت نہیں کرتی، بلکہ صلاحیت بقا، ان کے سوا کچھ اور شے بھی ہے۔ یہ صلاحیت فطرت کی اہل قوتوں کا، جو بقا کی راہ میں طاعن ہیں، اور جو مخلوق کے بالمقابل بقا کی سہولتوں کے برابر اسکی سہولتوں کے برابر آتا ہے، مستعدی سے مقابلہ کرنا ہے۔ اگرچہ چوٹی کی نسل باوجود اپنے ضعیف جسم کے ایک مدتِ مدید سے اس زمین پر ٹھکنے ہے، اور آٹھ لیکہ وہ عظیم جلیلِ مہمیت، جو موجودہ ماضی سے کئی گنا بڑا تھا، تباہ ہو چکا ہے، تو اس کی باعث لامحالہ یہی ہے کہ چوٹی نے موانع طبیعت کا مقابلہ زیادہ مستعدی اور کامیابی سے کیا ہے؟

قرآن کریم کا تمام دستور العمل اس حیرت انگیز اور گراں بہا حقیقت کا وہ مکمل اور آئینہ دار ہے، اور ناقابلِ ترمیم اور ناپیدا مثال مرتب ہے، جس کے بالمقابل آج اس بیسویں صدی کے یورپ کا علم و عمل، اسکے سب معاشری اصول اور اجتماعی حکمت، اسکا عقلی تفضل اور سیاستِ مدن، اُسکا اطفال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ یہ صلاحیت کی صحیح اور ناقابلِ انکار تعریف کرنا ہی اس کتاب کا اہم موضوع ہے، اور اسکی شہادت کتاب کے ہر ورق میں ملے گی، خود یہ اختلاف اس حقیقت کے لئے کی بصراحت تمام مؤید ہے۔ فی الحال استدلالِ اتفاقی اس حق کی تائید میں رہتا صرف دو معنی خیز آیتوں کو پیش کیا جاتا ہے لیکن مجھے خوف ہے کہ کتاب کے اس ابتدائی حصے میں اُنکے صحیح مطالب اخذ کرنے میں غلط فہمی نہ پیدا ہو، اگرچہ فہم طلب کے لئے ان کا اعادہ کتاب کے متن میں اپنے موقع پر کیا جائے گا:

وَرَبِّكَ إِنَّكَ لَشَدِيدٌ عَلَى الْكَافِرِينَ اسْتَنْصِفُوا فِي الْأَكْصَى وَجَعَلَهُمْ آيَةً وَجَعَلَهُمُ الْوَاقِعِينَ ۝ وَكَانَ لَكُمْ فِي الْأَكْصَى وَرَبِّكَ يَرْفَعُكُمْ وَهَافُونَ وَجَعَلَهُمْ آيَةً لِّكُمْ ۝ (۲۸: ۵-۶)

(ادھر سے جوں اپنی فرعونیت میں مصروف تھا، کمزور اور غلط فہم رعیت کے مختلف فرقوں کو ایک دوسرے سے لڑا کر اپنا التوسیدہ کر رہا تھا، اور بنی اسرائیل کی بے کس قوم پر تو بڑے ظلم مور ہے تھے (۲۸: ۶)، ادھر ہم اس بات کے درپے تھے کہ انہی لوگوں کو جو اسکے ٹلک میں نہایت کمزور سمجھے جاتے ہیں، اپنے سایہِ عاطفت میں لے لیں۔ ان کو قانونِ خدا کا پابند بنا کر زمین کے سوار بنادیں)

۱۔ سطح زمین کی جمیع تہوں میں مخلوقاتِ قدیمہ کے ان آثار باقیہ کہ طبقات الارض کی علمی مطالع میں رکاز کہتے ہیں۔ ان کائنات کی تفصیل عنقریب بندہ تحت آیت ۲۹-۳۰ میں لکھے گا۔

کرتی رہی، اور حفظ نفس کے اصل اصول چپکے سر پر مقابل سے فی الجملہ عمدہ برآہونی

(بقیہ تحت لہزن صفحہ ۱۸) اور بالآخر اسی سلطنت کا وارث بنا جس کی شیخی پر فرعون اُن سے بول نک بھول چڑھتا تھا۔ نہیں بلکہ ہم چاہتے تھے کہ انکو اس زمین میں کیسے شکن کر دیں، اور فرعون بادشاہ مصر، اور مان فدیہ غلام، اور اُن کے مغرور گوداشاہی سپاہیوں کو جو بول ہو چکے ہوتاؤ دیکر اپنے پیٹھے پھر لکرتے تھے، ایک فحہ وہی تباہی اور زوال کن کی اپنی آنکھوں سے دکھا دیں جس کا چہرہ انکے دلوں میں دینی اسرائیل کے مظلوم شہت پندوں کو کڑے مارے، اور اُن کی عورتوں اور بچوں کو بے دھڑک قتل کرتے وقت، راکرتا تھا! (اِذَا كَانُوا لِيَوْمٍ هَٰذَا) وَادْرَأْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوا يُسْتَضَعُّونَ مُتَشَارِكًا اَلَّذِيْنَ مَعَانِيَهُمُ الْيَتٰمٰى بَرَكْنَا فَاِذَا مَا وَفَّيْتُمْ كَلِمَتَ رَبِّكَ الْحَسَنٰى عَلٰى نَبِيٍّ اَسْرَآءَ يٰۤاٰلَہٗمَّا صَبِرُوْا وَاَدْفِرُوْا مَا كَانِ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا بِعَرٰشُوْنَ ۝۴۰ (۱۳۷)

اور اس مبارک اور زرخیز سرزمین کے مشرق و مغرب کا وارث بالآخر ہم نے انہی لوگوں کو کیا جو بظاہر کمزور گئے جاتے تھے۔ اور ضلے عظیم کا وعدہ نیک تو نبی اسرائیل کے حق میں اچھل نکھیل ہو چکا، کیونکہ انہوں نے نہایت غم اور استغفال سے دشمن کی سختیوں کی برداشت کی تھی، اُن کے ظلم و ستم کا مردانہ وار مقابلہ کیا تھا، اور دعویٰ کی قیادت میں مدافعت کے لیے نکل کھڑے ہوئے تھے (یٰۤاٰلَہٗمَّا صَبِرُوْا) پھر ہم نے فرعون کے سب منصوبوں کو تھس تھس کر دیا، اُس کی قوم کی سب عظمت خاک میں ملا دی، اور جو اونچی اونچی عمارتیں وہ نبی اسرائیل کے آویسوں کو بیگا دیں کپڑے کپڑے کر بنولتے تھے، ایک اقل قلیل بیت میں خاک میں ملا دیں!

کیا آج فرعون اعمال اور خون آشام یورپ کو اس قانون خدا، اس آئین موت و فنا، اس تعریف عدم صلاح کو پھٹکے لہز میں نہیں ہو گیا، یا کیا بچکا و ادو مظلوم مشرق کو، ان آیات خدا کی صحیح روح جذب کر لینے کے بعد، اصلاح عمل کی کوئی اور تعریف کر دینا باقی ہے! مسند ارتقا کی تحسینی شق یہ ہے:

۸ (الف) کہہ فلک کے اس ناپید انارحیہ میں، جسکی وسعت قطعاً ناقابل مساحت ہو، لاناہما عظیم و طویل گئے ہوں! گنیز فاصلوں پر ہر طرف پھیلے ہوئے اپنے اپنے مداروں پر چل رہے ہیں۔ منظار اللہ کی ناقابل انکار مشاہد نے آج یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچا دی ہے کہ ان سب مجامع عوالم کی ترکیب اجزائیں وہی مشترک عناصر، ہوتاؤ اور فلزات، شامل ہیں جو زمین پر موجود ہیں، کوئی نیا عنصر یا فلزی اور ہوائی مرکب! بتک اُن کے کسی حصے میں داخل ثابت نہیں ہوا۔ اس شہ سے لامحالہ ثابت ہو کہ آسمان کے سب دور اور نزدیک کرے بشمولیت زمین، آفرش کے محض ابتدائی مراحل میں ایک مشترک ہیولہ سے فضائی تھے جسکے مختلف حصے علیہ علیہ ہو کر، برفاق المکرزوت کے (ثرے) ٹھوس اجسام بن گئے، اور نئے مداروں پر پٹنے لگے۔ طبعی نقطہ نظر سے فطرت کی وحدت اس بنا پر ایک آشکارا امر ہے جسکے لیے کسی مزید ثبوت کی ضرورت نہیں!

(ب) اجرام سماوی سے قطع نظر کر کے ہر گرام عالم حیات کی طرف نظر دوڑائی جائے تو فطرت کا طالب العلم لامحالہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ ماہیت حیات کا راز سب روئے زمین پر ایک ہے۔ اس کا کیف و حال سب مخلوق میں سہا ایک ہے، اس کے لازمت اور اجزائیت، تاثرات اور حسوسات ایک ہیں۔ پانی اسکا وہ مشترک اور عالم اراقوام ہے جسکے بغیر اس کا قائم رہنا محال ہے۔ ارتقائے حیات کے مختلف منازل میں یہی وہ شے ہے جو ہر حال میں موجود ہے اس بنا پر حیات کی روئے زمین پر وحدت بھی ایک ہی امر ہے!

۵ اس حیرت انگیز حقیقت کو سرزمین ہند کے مشہور طبی فلسفی (جگدیش چندر بوس) نے حال ۱۳۳۵ء میں پایہ ثبوت تک پہنچا دیا ہے۔

وہی قانون طبعی کی اصطلاح میں صالح ہے، وہی متخلف فی الارض اور غالب ہے، وہی

(بیتہ تحت اہل صفحہ ۱۹ رج) مشاہدہ فلک نے ثابت کر دیا ہے کہ ہیولائے فضائی سب کا سب ابھی ختم نہیں ہوا، بلکہ مختلف شکلوں میں، بعض مجامع انجم کے گرد گرد، فضائے اتری میں پراچکر کھارہا ہے۔ اس بنا پر تخلیق عالم کا سلسلہ بھی ختم نہیں ہوا، بلکہ روز بروز نئے گڑے وجود میں آ رہے ہیں، یا پرانے نئی مانیٹیا ہو کر ہیولائے فلک بن رہے ہیں۔ الغرض یہ سب تعمیر و شکست ایک بے پایاں سلسلہ ہے جس کا، کوتاہ نظر انسان کے محدود علم کے درجے اٹل نتیجہ ایک ہی ہے۔ اور وہ یہ کہ تمام کائنات فطرت ایک ہی، اسکی علت اعلیٰ ایک ہے، صورت و اتحاد ایک ہی، نسخہ حیات ایک ہی، راز مہات ایک ہی، نظم و نسق اور مطلع بے مثال ایک ہے!

وحدت کائنات کا یہ ہوش ربا انکشاف مغرب کے حکمائے عظام کو آج اس جاگزا تلاش اور قرونوں کے پیہم مشاہدے کے بعد حاصل ہو رہا ہے جسکی مثال سطح زمین کا کوئی گذشتہ قرن جتنا پیش نہیں کر سکتا۔ مگر اسی عالم آرا اور حقیقت کشا توحید کا اعلان تیرہ سو برس پہلے اس پہنائے زمین میں گیتا عرب کے آئی پی پیچیمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اس مشہور مدے ہوا کہ دنیا اُس تسبیح فیضیقین کی مثال پھر پیدا نہ کر سکے گی۔ آج اس توحید کے رسمی نام لیبہ الکریم اُسی خدا کے اہل قانون کے مطابق مٹ رہے ہیں۔ مگر خدا کا نوشتہ آئینہ ہے، اور یوں کہے تثلیث سے بیزار اور قرآن سے آتش، طبعی فلسفی تحسین و آفرین کہتے ہوئے نہ جانے کیا کیا معنی خیز سوال کر رہا ہے! سورۃ ہبیا میں ہے:

أَوَلَمْ يَلَّا لَ بْنَ كَعْبٍ وَأَنَّ السَّمُوتِ وَالْأَكْصَنَ كَانَتْ أَرْثًا فَقَدْ تَقَنَّنَا وَجَعَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ سُلٰمًا لِّمَنْ أَفَّا كَرُّهُنَّ وَنُورًا

اسے پیہرا کیا قانون خدا اور خدا کے منکروں نے، انکار کرتے وقت، اس عظیم الشان حقیقت پر نظر نہیں کیا کہ آسمانوں کے لائٹا کر کے بشمولیت زمین، پیدائش کے ابتدائی مراحل میں، باہم ملے ہوئے تھے (کائنات ارتقا)، ان کے مواد کا باہمی تضام اور اتصال تھا ارگاکا ارتقا، ان کا ہیولہ ایک تھا ارگاکا ارتقا، پھر ہم ہی نے اُس ہیولائے فضائی کے مرکبے ٹکڑے کر کے اس حیرت انگیز سیریلے اور تیز

اس عجیب العقول نظم و نسق کے ساتھ آسمان اور زمین کو بنایا (فَقَدْ تَقَنَّنَا)۔ اور تمام عالم کے سب بالوں پست میں وحدت کائنات اور وحدت خدا کی عین اور ناقابل انکار، زندہ اور لازوال شہادت قائم کر دی! اور یہی نہیں بلکہ ہم ہی نے ہر ذی حیات شے کی حیات کا قوام پانی سی عام اور مشترک شے سے کر کے، تمام عالم کو وحدت حیات اور وحدت خلاق کا بدیہی ثبوت دے دیا! تو کیا اب بھی یہ لوگ اُس خدا عظیم کی وحدت، اسکی لامتناہیت، اسکی لاشربیک حکومت، اُس کے عالم آرا تسلط، اُس کی عظیم کاری اور نظم پسندی پر ایمان نہیں لگتے؟

کیا آج سے تیرہ سو چالیس برس پہلے، جب کہ زمین خدا کے طول و عرض میں مغرب کی موجودہ علمی تحقیق کا نام و نشان تک نہ تھا، جب جبل و ہم کی ہوشیاری خلقت سب طرف کیسے چھائی ہوئی تھی، پھنائے بروجسہ کی سب سے جاہل، سب سے علم، مغلوب الوہم اور بے ہنر قوم کا ایک آن پڑھ، یتیم، اور مظلوم بشر اپنے نور مشاہدہ سے۔ اپنے خدا واد علم، اور قلب سلیم کے باعث سب دوسریوں اور غریبہوں سے بے نیاز ہو کر ملکوت زمین و آسمان کا وہ یکنا اور فردا لہر عالم نہ بن گیا تھا جس کا اندازہ آج لگاتے ہوئے ہوش و پاش پاش ہو جاتے ہیں! اور کیا وہ ان آیات خدا کے قلب پر نازل ہونے وقت اُس صاحب کبریا و جبروت سے، جو اُس کائنات جہان کا باعث ازل ہے، جو گرد و گرد اس سے بھی تریب تر بیٹھا ہوا گردوں کے افق اعلیٰ کا تماشہ تجسیم خود نہ دیکھ رہا تھا؟ سورۃ نجم میں اللہ العالمین کی طرف سے اس تسبیح پرچے کو یہی سند ملی ہے جس کی شہادت آیہ رقی کے اس حیرت انگیز انکشاف کے بعد سب کا ایک ایک حکیم بے اختیار دیکھا،

وَالْجَبَّارِ إِذَا هَمَّ بِمَا خَلَقَ صَاحِبِكُمْ وَمَا عَنِیْہِ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی عَلَیْہِ شَدِیْدًا
الْقَوٰی ؕ وَدُّعَیْہِ قَاسَیْہِ ؕ وَهُوَ بِالْاٰتِیِّنِ الْاٰخِرِیْنَ اَعْلٰی ؕ ثُمَّ دَنٰی فَدَنٰی فَاٰتٰی قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی فَاَوْحٰی اِلٰی
عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی ؕ مَا کَذَبَ الْفَقْہُ اِمَّا دَاوٰی اَفْہَمُوْہُ عَلٰی مَا یَرٰی (۱۱۰: ۵۳)

مرتقی، ممکن، اور صحیح معنوں میں زور آور ہے۔ اگر یہ صورت نہ ہوتی تو آج وہ عظیم انجمن انیال

(دینیہ تحت اہل بیت صفحہ ۲۰) اے صبح زمیں کے بے خبر بننے والو! اور اے عظمت خدا کے ناقد روان بندو! بام آسمان کا وہ بلند یوں پر تو
والاستارہ جو شکست کے آخری مرحلوں سے گزر کر تم سے بدرجہا زیادہ قانون فنا و بقا سے باخبر ہو گیا ہے، اس بات کا شاہد ہے
(وَالْبَحْرِ إِذَا هَلَّتْ) کہ تمہارا نسیق محمدؐ نہ تو غلط چل رہا ہے، اور نہ کچھ بہک گیا ہے۔ وہ زمین و آسمان کے جو حقائق عالیہ تمہارے
سامنے بول رہا ہے، کچھ اپنے وہم اور خواہش نفسانی سے نہیں بولتا، بلکہ وہ سب سب آسمانی انکشاف ہیں جو اس پر رکھے جا رہے
ہیں، وہ خدا کی آواز ہے جو اوج آسمان سے بول رہی ہے۔ اس کو یہ سب علمی اور حکمی معارف شدید القوی اور غالب الامجد نے
خود سکھائے ہیں، اسی علم کے زور سے وہ آج، اوج کمال پر پہنچ کر، افق اہل پرستش سے (فَأَسْتَقْبَلُ وَهْوَ بِالْأَفْقِ الْأَعْلَى) ملک
الافلاک کی بلند یوں پر ہم کر بیٹھا (فَأَسْتَقْبَلُ وَهْوَ بِالْأَفْقِ الْأَعْلَى) ملک خدا کا شاگرد رہا ہے، نہیں، بلکہ وہ اس سے بھی بلند
ہو کر خدا وازل کے عرش تک پہنچ گیا ہے (لَقَدْ دَنَى)، اور اس آستانہ کبریا و علم پر جہین نیاز گیسے گیسے (هَتَكَتْنِي) بقدر و کمال
بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ پر رہ گیا ہے! ہر جب وہ علم اور عجز، مشاہدہ اور اداوت، استعداد اور نیاز، فوق اور شوق کے اس
مقام منہج تک پہنچ چکا، تب کہیں اس ایز و بی مثال نے اپنے بندے کو وہ بات وحی کی جو تمہارے سامنے ہے (وَأَوَّلِي إِلَى عِبْدِي
مَّا أَوْفَى) بے خبرو، اور نا حقیقت شناس لوگو! زمین اور قلب سلیم (فَتَأْتِي) نے جو حقیقت حال دیکھی اس میں محمدؐ کو کچھ دیکھا
نہیں ہوا، تو کیا تم لوگ قرآن حکیم کے ان برحق نتائج کے متعلق جنکی حقیقت اُسے تجھیں خود دیکھی ہے، اُس سے جھگڑا کیسے ہو؟ اُن کے لئے
عکس مائیل ہے۔

کیا اس سے بہتر اور قائم تر معراج علم و کمال آج تک کسی بڑے سے بڑے یورپی فلسفی، بڑے سے بڑے حکیم، بڑے سے بڑے طبیعی کو چٹا
حاصل ہوا ہے؟ کیا جہل و بھم نظن و گمان کے عالم آرا ماحول میں اتنی وسیع نظری، ایسی ناف بینی، اس قدر بلند نگہی، ایسے حقیقت کشاؤ کی کج حاصل
ہو جانا، انبیاء و ائمہ کسی دھوکہ باز نے علم، نفس پرست اور جاہ طلب آدمی کا کام ہو سکتا ہے؟ کیا آیہ رقی (۳۰: ۲۱) آیہ مستودع (۹۹: ۶) آیہ
نجات (۷۱: ۱۷) آیہ سافلیں (۵: ۹۵) وغیرہ وغیرہ کا مضمون آج سے صدیوں پیشتر اُس سید کائنات، اُس حقیقت شناس اور خدا شناس
اُس خیر الوہیہ اور اعلم الناس بشر (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے سوا کسی اور مدعی علم کسی دوسرے معلم حکمت، کسی ارسطاطالیس، یا افلاطون
زمان کے منہ سے نکلا؟ کیا وہ مغرب کا سب سے بڑا معلم الحکما (ارسطو المتوفی سنہ ۳۲۰ قبل مسیح) جس کی حکمت اور پیش بینی پر آج یورپ بھی اپنی
ہٹ دھرمی اور تعصب کے باعث اس قدر نازاں ہے، اور جسکی علم فطرت کے متعلق ہونیکا غلطیوں کی شبیہ غریب و ادنیٰ پیش کر کے اُس کے
جہل پر پردہ ڈالنے کی سعی کر رہا ہے، فیثاغورس (المتوفی سنہ ۳۰۰ قبل مسیح) کے دو سو برس پیشتر کے صحیح دعاوی کے باوجود، زمین کو مرکز عالم قرار
دینے، اُسکو ساکن اور شمس و قمر کو اس کے گرد متحرک بنانے، اور پہنائے آسمان کو خالی فرض کر کے نجوم کو آسمان کے بتوری کرول میں ضعیف کیا ہوا
یقین کرنے میں وہ مہلک غلطی، وہ المناک نادانی، وہ مضحکہ انگیز سوچیا نہ کلام نہیں کر رہا تھا جسکے زیر اثر دنیا، کارہنکی نظام (سنہ ۹۳۰ قبل مسیح) کی
کے شائع ہونے تک، کامل اہمارہ سو برس تک پڑی بھکتی رہی؟ اور کیا وہ پہلے اُس فخر موجبات، اُس حکیم عرب، اُس کمی اور مدنی
معلم الناس اور معلم خدا کا لایا ہوا معجز نامکلام نہ تھا جسے کارہنکیس (المتوفی سنہ ۵۲۲ قبل مسیح) کے موجودہ مسلم نظام سے کامل نو سو برس پیشتر
نااہل کلمان کی ناقد ردائی اور نامرشد شناسی کے باوجود، زمین کو بلکہ بلا استثناء تمام اجرام سماوی کو متحرک قرار دے کر ارسطو کی شرارتانہ
حکمت کا یکسر قطع قلع کر دیا تھا۔

خَلَقَ اللَّهُ الْوَالِدَ الْأَرْضَ بِالْحَقِّ يَكُونُ الْبَلَدُ عَلَى النَّهَارِ وَيَكُونُ اللَّيْلُ عَلَى النَّهَارِ وَاللَّيْلُ عَلَى النَّهَارِ وَالنَّهَارُ عَلَى اللَّيْلِ
وَاللَّيْلُ عَلَى النَّهَارِ وَالنَّهَارُ عَلَى اللَّيْلِ وَاللَّيْلُ عَلَى النَّهَارِ (۵: ۳۹)

الحکیم المجدد اٹھوے جوترون خالیس میں روئے زمین پر اس کثرت سے آباد تھے تسلط

(بقیہ تحت لمعن صفحہ ۲۱) لوگو! اُس رب بے مثال نے ہی آسمان کے لامتناہی ستاروں (السموات) اور زمین کے عظیم الشان کُرے کو پیدا کیا، اور اب روزِ رُفد ان اجرامِ سماوی کی حیرت انگیز ترتیب و وقتِ طلوع و غروب کی تعین کرات کی عظمت آرا چادرِ کون کے روشن جسم پر پھیلتا ہے اور ہر رفتہ رفتہ دن کے نورانی حجاب کو رات کے سیاہ جسم پر اوڑھ دیتا ہے۔ اور بڑی حیرت انگیز بات یہ کہ سورج اور چاند بھی عظیم جلیل کُرے کو اُسے اپنی مرضی کے تابع، اپنے حکم کا محکوم، اور اپنے اشارے پر مجبور کر رکھا ہے (تخفیر)۔ یہ سب آسانی کرے، یہ شمس و قمر، یہ سموات، اور زمین سب کے سب (کل) ایک وقت مقرر تک حرکت کر رہے ہیں (تخفیر) اور منشاءِ ایندی کو پوچھ کر رہے ہیں۔ لوگو! بگوش ہوش سُن کر کہو کہ وہ خدا نے بے ہمتا بڑا غالب القوی (الغیر یز) اور بڑا پردہ پوش (الغفار) ہے۔

کیا ہر دشمن کی محنت کو کسر توڑے، اور اسلام کے عالم آرائی کو اسطاطا ایسی نظام سے بدرجہا بلند و جہتین تر جملائے کے لئے اُس نے اسی یحییٰ کے قدرے مشکوک لفظ کی ناقابلِ انکار تشریح، آیہ رتق (۲۱: ۳۰) کے متباد کر کے یہ دعویٰ نہ کیا تھا کہ "سموات" اور زمین، اور شمس اور قمر سب بلا استثناء اپنے اپنے "فلک" اور اپنے اپنے مدار میں پڑے چل رہے ہیں، اور "السموات" سے مراد "السموات" اور "فلک" کے قرآنی مفہوم سے قطع نظر، وہ محفوظ اور ناقابلِ دگر، وہ نا دست و رسیدہ اور ناظر یا ختم نہ تھے، وہ جسکے نیچے یہ سب ہنگامہ کائنات ہوتا ہے، اور جسکے محفوظ ہونے کا آج تمام یورپ قائل ہو چکا ہے:

أَوَلَمْ يَرَالَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا ۖ وَجَعَلْنَاهُمَا سَمَاءً وَتَرًا ۖ وَجَمَعْنَا الْبَحْرَيْنِ فَمَجَّاهُمَا بِمَاءٍ ۖ وَجَعَلْنَا سَبَاطًا مِّنْهُمَا يَبْتَهِتُونَ ۚ وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَفَافًا لِّتَبْهَتُوا بِهِمْ ۚ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ النَّبْلَ وَالنَّهَارَ وَاللَّيْلَ وَالنَّجْمَ ۚ كُلُّ شَيْءٍ قَدْلَٰك يَسْبَحُونَّ ۚ (۲۱: ۳۰-۳۳)

اے پیغمبر! کیا سنکرین خدا نے اس حقیقت پر غور نہیں کیا کہ آسمان کے لامتناہی کُرے (السموات) اور زمین پر پیدائش کے ابتدائی مراحل میں بے ہوش تھے (کا رتقاً فتقنا) پھر ہم نے ان دونوں کو آپس سے الگ الگ کر دیا، اور سب نے نہ اشیا کا تو ہم پانی بنا دیا۔ تو کیا یہ لوگ اس حیرت انگیز انکشاف کے بعد بھی خدا کی توحید پر ایمان نہ لائیں گے؟ اور ہم ہی نے زمین میں عظیم الشان پہاڑ اپنے اپنے موقع پر ڈال دیئے، کہ زمین (اپنی حرکت میں) انکو لیکر ایک طرف کھنکھانے (أَن يَمِيدَ بِيَوْمِ) اور اس کا مرکزِ ثقل قائم رہ سکے، اور کشادہ راہیں اُس میں بنادیں کہ لوگ راہ پاسکیں۔ اور آسمان (السماء) کو ایک مضبوط اور ناقابلِ شکست "تھمت" بنا دیا، اس کے ہر حصے کو انسان یا دیگر مخلوق کے دست و تصرف سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا (سَفَافًا لِّتَبْهَتُوا بِهِمْ)؛ خدا کی اس حیرت انگیز مضبوط کاری اور حفاظت پسندی کو دیکھنے کے باوجود لوگ اس کے حفظ و امان دینے والے احکام سے گریز کرتے ہیں۔ اور لوگو! وہ خدا ہی تو ہے جس نے رات اور دن کی عظیم الشان جھٹکتوں کو نیست سے ہست کیا، اور شمس و قمر کے عظیم الشان کُرے کو پید کیا۔ یہ سب کُرے، یہ شمس و قمر، یہ سموات اور زمین یہ سب دھار اپنے اپنے مداروں میں پڑے چل رہے ہیں!

کیا جہاں دین کے قیام کی یہ حیرت انگیز تشریح موجودہ علمِ جڑِ عقل کے اُس اصولی ضابطے، اور علمِ جمعیات (انٹیکل کلکولس) کے اُس اساسی قاعدے کے بالمقابل حرفِ بحرف پوری نہیں اُترتی، جسکے رُوسے کسی ذرا جسم کے مرکزِ ثقل کا محور پر واقع ہونا، انکی یکساں اور ہوا کرتے کے لئے لا بدی ہے، اور جسکے بعد اس محو کا، اُس جسم کا، بلکہ جسم کے اجزا کا ہر دم لڑکھڑاتے رہنا اٹل ہے کیا اُن یَمِيدَ بِهِمْ کے بعد کُلِّ فِی قَدْلَٰك يَسْبَحُونَّ کا دعویٰ خود اس امر کی روشن دلیل نہیں ہے کہ بظاہر موسیٰ اور اسطاطا ایسی نظام ایک انونظام تھا، جسکی تقلید ساکنانِ زمین صدیوں تک غلط اصول پر کی، اور جب ہر جرمِ فلکی کا ایک علیحدہ مدار (فلک) ہی تو لامحالہ زمین بھی اپنے مدار پر چل رہی ہے اور کیساں حرکت سے

ہو جاتے اور خسرت انسان کے لئے گزبھر جگہ میسر نہ ہوتی۔ چیونٹی سے لیس کر باقی اور خشک

(یہیہ تحت بہن صفحہ ۲۲) چل رہی ہے! نہیں کیا خود کا پریسیکی نظام کے اندر جس کے اہم حصوں کو آج یورپے پایہ ثبوت تک پہنچا کر تلاش حقیقت میں کامیاب ہونے کا سہرا ہمہ تن اپنے سر پر رکھا ہے، اور جسکی بعض شیعوں پر نادیدہ ایمان بلا حیل و حجت فریبا تین سو برس تک قائم رہا، کیا خود اس نظام کے اندر راجح کے ساکن قسرض کر لینے کی وہ شرمناک غلطی کئی قرون تک نہایت التزام کے ساتھ جاری نہ رہی جس کو ہرشل (المتوفی ۱۳۳۵ھ/۱۸۲۲ء) نے، مدۃ العمر مشاہدے کے بعد بھی پورے ڈیڑھ سو برس نہیں گزرے، ۱۹۱۵ء میں ان سرکۃ الاراء الفاظ میں درست کیا۔

”سوج مع اپنے تمام نظام شمسی کے خود ایک دور دور از مرکز کے گرد چل رہا ہی اور موجودہ اوقات میں اس کی سمت حرکت ایک مجمع النجوم کی طرف ہو جس کا نام ”الجانی علی رکتینہ“ ہو کر لیں ہے۔“

آہ! کیا پراسی عظیم الشان حقیقت اور مجید العقول صداقت کو محترمہ وسلم کے لئے ہوئے قرآن عظیم نے کامل بارہ سو برس پیشتر ”کلّ فی فلک یسبحون“ کے عالم آراء الفاظ کے علاوہ (جس سے لامحالہ سوج کا کسی مرکز کے گرد چلنا ظاہر ہے) انہی شاندار اور شرمندہ کن الفاظ میں بصراحت تمام بیان نہیں کیا جن کو دہرائے پر قرآن سے پیچیدہ اور محمد (صلعم) سے نا آشنا ہرشل قطعاً مجبور ہو گیا تھا!

وَالشَّمْسُ سَجْرٌ مِّمَّا يَاسْتَفِقُونَ لَهَا أَذْذُكَ فَقَدْ بَرَّ الْعَرْشَ بِرَ الْعِلْمِ (۳۸: ۳۶)

وَالْقَمَرُ قَنْزٌ زَاهٍ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ اللَّيْلِ تَارِدٌ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۝ (۳۹: ۳۶-۴۰)

اور آفتاب ہے کہ اپنے کسی ایک جائے قرار کی طرف ہر بار چلا جا رہا ہے! لوگو! اُس فاجر القویٰ اور غالب العلم خدا کا باندہ ہوا اندازہ اس عظیم الشان شعلہ نور کے حق میں یہی ہے (جس سے ادھر ادھر بننے کی اُس بیچارے میں کچھ طاقت نہیں۔)

اور چاند کی حرکت کی ہم ہی نے منزلیں مقرر کر دی ہیں تو وہ اس انداز سے کہ اُس کا روشن حصہ گھٹتے گھٹتے ایسا ٹیڑھا اور پتلا رہ جاتا ہے جیسے کجور کی پرانی سوکھی ہوئی ٹہنی۔ نہ تو سوج بیچارے میں طاقت ہو کہ اپنے سے کمزور چاند کو پک کر پڑے، نہ رات ہی سے بن پڑتا ہے کہ دن سے پہل کرے۔ اور یہ اجسام سب کے سب (بشمولیت زمین جس کا ذکر (۳۶: ۳۶) میں ہوا) اپنے اپنے فلک، اور آسمان میں پڑے تیر رہے ہیں!

اُس! لیکن اُس عزیز و عظیم ہستی کے بالمقابل، جس کے دست قدرت میں سوج کا زمین سے تیرہ لاکھ گنا بڑا کرہ محض بیچارہ ہے، غریب ہرشل کی کیا باطنی کہ علم میں سبابت کرتا!

مسئلہ ارتقا کی آخری شش کے تیسرے حصے (ج) کے متعلق بھی قرآن میں وہ فیصلہ کن شہادت موجود ہے جس سے خدا کے عظیم کے متعلق قتل کا نظریہ، (جس کا فلسفہ دال ابن باجہ استفہغال تھا)، محض ساقط ہو جاتا ہے۔ ”خَلَقَ“ کا لفظ قرآن کریم میں ہر قسم کی مخلوق کی پیدائش کے متعلق استعمال ہوا ہے۔ خود اسی تحت بہن میں یہ اصطلاح انسان (۴: ۹۵) صفحہ ۱۳، (۱۱: ۳۴) صفحہ ۱۵، (۵۵: ۱۴) صفحہ ۱۱، (۱۳: ۷۱) صفحہ ۱۶، (۳۲: ۷) صفحہ ۱۴، (۱۳: ۳۲) صفحہ ۱۴، (۴: ۳۲) صفحہ ۱۴، (۴: ۳۲) صفحہ ۱۴، (۵۴: ۱۵) صفحہ ۱۵، (۵: ۳۹) صفحہ ۲، (۲: ۱۱) صفحہ ۱۱، (۱۳: ۷۱) صفحہ ۱۶، (۳۳: ۲۱) صفحہ ۲۲، بلکہ آیہ (۵۰: ۲) صفحہ ۱۱ میں بلا تخصیص ہر شے کی پیدائش کے بارے میں مستعمل ہوئی ہے۔ اس نقطہ نظر سے خدا کے ابدار و عادی خلق کے متعلق وہ تمام دعاوی جو تشرآن میں جا بجا موجود ہیں کسی ایک قسم کی مخلوق، (مثلاً انسان یا حیوانات یا نباتات) تک ہی محدود نہیں ہو سکتے، بلکہ اُن سے مراد ہر قسم کی مخلوق کا بار بار پید کرنا ہے۔ اور جس میں لامحالہ نئے سموات، نئے ستارے اور نئے کرور کی پیدائش شامل ہے۔ یہاں پر ایک دم موقوفے قابل ذکر ہیں۔ سورہ یونس میں ہے:

سے لیکر انسان تک جو جو نسلیں اس وقت تک قائم ہیں ان میں صلاحیت عمل کم و بیش باقی

(البقرہ صحت: ۲۳) قُلْ هَلْ مِنْ شَرِكَاكُمْ مَنْ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ قُلْ اللَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ قُلْ أَنَّىٰ فَكَوْنُ ۚ (۳۳:۱۰)

اسے پیغمبر! ان لوگوں سے کہو کہ کیا تمہارے شرکوں اور پیہرائے جوئے خداؤں میں کوئی ایسا ہی ہے جو مخلوق کو نیست سے ہست کرے اور پھر بارہائی مخلوق پیدا کرتا ہے؟ ان کو کہو کہ خدا ہی مخلوق کو نیست سے ہست کرتا ہے اور پھر اسکو بار بار پیدا کرتا رہتا ہے تو تم کہہ کر بچکے چلے جا رہے ہو!

سورۃ عنکبوت میں بھی اشارہ ذرا واضح تر ہے کیونکہ عادی خلق کے عینی مشاہدے کی ترغیب دی گئی ہے اگرچہ اس 'خلق' سے مراد مخلوق نہیں ہی ہے:

أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللَّهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۚ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللَّهُ يُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۚ (۲۹: ۱۹-۲۰)

کیا منکرین خدا نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ خدا مخلوق کو کس طرح نیست سے ہست کرتا ہے اور پھر اسکو بار بار پیدا کرتا ہے۔ بہر حال شک نہیں کہ یہ سب کام یعنی ابتدا اور اعادہ خدا پر حسیہ آسان ہے۔ ان کو کہو کہ جاؤ زمین کے طول و عرض میں جا کر تماشا کرو کہ خدا نے مخلوق کی ابتدا کیا کیوں کر کر دی ہے۔ پہرہی خدا ان سب کو نیست کر کے ایک دوسری پیدائش کی ابتدا (يُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ) کر رہے گا۔ جس میں شک نہیں کہ خدا ہر شے پر قادر ہے! (آیہ ۱۹: ۲۹) اس دنیا میں مخلوق کے اعادے کے متعلق ہے اور (۲۹: ۲۰) آخرت کے اعادے کے متعلق ہے

سورۃ روم میں اعادہ خلق کے ساتھ ساتھ سموات اور زمین دونوں کا ذکر کر کے نوع مخلوق کو اور بھی عالم کر دیا ہے:

وَقُلْ لِّذِي بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ۚ وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۚ (۳۰: ۲۷)

لوگو! وہی قدرت پر تو ہے جو مخلوق کو نیست سے ہست کرتا ہے پھر اسکو بار بار پیدا کرتا ہے، اور یہ سب کچھ اُسکے لیے سہجہ آسان ہے! اور آسمانوں اور زمین میں اُسکی اس عظیم الشان طاقت کی دھاک بندھی ہوئی ہے، اور وہ خدا بڑا غالب القوی اور صاحب حکمت خدا ہے جو ایسا کر سکتا ہے!

آسمانوں میں قوت کی دھاک بھی ہر جگہ ملتی ہے، جب اُن بھی تخلیق کا سلسلہ اُسی طرح جاری ہو جیسے یہاں پر ہے۔ لیکن ان مشاہداتوں سے قطع نظر جن کے مطالب میں ہنرمین نے ناول کی بہت کچھ گنجائش ختم کر کے اُن کو متشابہ جانی بنا دیا ہے، اور جن کے صحیح اور مربوط ساقی اپنے اپنے موقع پر کناب کے متن میں آئیے، اور شہادتیں بھی ہیں جنہیں لامحالہ ثابت ہوتا ہے کہ آسمان و زمین کا خلاق غلیم اُن کی پیدائش کے بعد بھی نئے مہمات امور میں مصروف ہے، اور روز بروز نئے عظیم الشان کام کر رہا ہے۔ سورۃ الرحمن میں ہے:

يَسْئَلُهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ۚ (۵۵: ۲۹)

لوگو! جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے سب اُسی کے آگے ہاتھ پھیلا رہا ہے، اُسکی کا محتاج اور سوا لی ہے۔ وہ بے کار اور معطل خدا نہیں بلکہ آئے دن کسی نہ کسی عظیم الشان کام میں مصروف ہے!

یونہی کی تشبیہ پہلے گزری تھی جس سے ظاہر ہے کہ کام بھی نہایت عظیم الشان ہونا چاہیے۔ خدا کے بیکار نہ رہنے کے متعلق سورۃ ق میں بھی ایک چینی اشارہ ہے جس سے نتیجہ اخذ کرنا کچھ مشکل نہیں کہ خدا ہر دم نئی تخلیق میں مصروف ہے اور تعطل کا دعویٰ محض باطل ہے:

ہے۔ اگر فلسفہ کا قصیر الجسم ہاتھی رفتہ رفتہ کشمکش حیات سے شکست کھا کر معدوم ہو چکا ہے

(بقیہ تحت لائن صفحہ ۲۳) وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُثُوثٍ (۵۱: ۵۸)
اور لوگو! بالتحقیق ہم ہی نے آسمانوں اور زمین کے اس حیرت انگیز کارخانے کو، اور جو عظیم الشان کڑے اور نازک مخلوق
ان کے درمیان ہے انکو کچھ بڑے مدید الوقت دنوں میں پیدا کیا، اور باد جو دیکہ کام اس قدر تھکا اسکو دیکہ مصل مشدد رہا
اور مدت یہ دراز تھی کہ تمہارے وہم و گمان میں نہیں آ سکتی، لیکن ہماری یہ حالت ہو کہ تم کا دل نے ہم کو چوہا تک نہیں اور ہم
برابر اسی طرح نئے کاموں میں مشغول ہیں۔

نوعیت خلق کے متعلق سورہ نحل میں ہے: وَيَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَكُونُ (۱۶: ۸)، اور وہ خدا سے عظیم ان اشیاء کو بھی پیدا کر رہا ہے جن کا تم کو
سرے سے علم ہی نہیں۔ جس سے کتنا یہ بظاہر اس مخلوق مملوت کی طرف معلوم ہوتا ہے جس کا علم حاصل کرنا کوتاہ ہیں انسان کے لیے ممکن نہیں
بہر نوع یہ تمام اشارات اس امر کی مجموعی شہادت ہیں کہ زمین آسمان کا رب کم نزل تخلیق کائنات کے بعد تدبیر امر میں ہی مصروف نہیں جس کا
ذکر آئیہ یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (۵۱: ۳۲) صفحہ ۱۴ میں چکا ہے بلکہ ہر قسم کی تخلیق کے نئے ہمت امور میں مشغول ہے اور جن میں نئے آسمانی گروں کی پیدائش
بھی شامل ہے۔ یہی مذہب آج یورپ کے طبعی حکما کا ہے، اور اس لایزال و لم نزل خدا کے شایان شان بھی یہی ہے کہ ہر لحظہ کچھ نہ کچھ کرتا رہے
جو لوگ اسکو آجکل کے کسی پیش پرست حکمران کی مانند سر پر حکومت پر مطلق اور سدا رہا سمجھتے ہیں، انکی شناسائی اس حکم الحاکمین سے بہت
کم ہے، اور معرفت کی پہلی بلکہ آخری منزل یہی ہے کہ اعمال خدا کا صحیح اور برائی امین علم ہو، انکی عظمت اور طاقت کا صحیح اندازہ ہو، اس کے
ممول سے پوری واقفیت، اور عادات کی کما حقہ شناخت ہو۔ مگر یہ بحث بجائے خود ایک مستقل موضوع ہے جس کا یہاں پر چھیڑنا ضروری نہیں۔
مختصر الفاظ میں دارون کے مسئلہ ارتقا کا دعویٰ یہ ہے جسکی شرح و بسط اور پرمیونی۔ جو قرآنی شہادتیں اس مسئلے کی تائید میں
پیش ہوئیں، انکی بحث درمحل علم القرآن کے متعلق ہے، جو اس کتاب کا اخیر ترین حصہ ہے۔ ان کا یہاں پر لکھ دینا کم از کم ایک ایسی کتاب
کے لیے جسکا مستنبط علم یقین کی طرف بالذیل اور سبب پر رہنمائی کرنا، اور فرض و اعتقاد کے عنصر کو میدخل کر کے قرآن کو سب انسانی علم
سے بالاتر اور عالم آرا حقیقت ثابت کر دینا ہو، بہت کچھ پیش از وقت ہو۔ ہم نے اس تصنیف کے ابتدائی اوراق میں ان مباحث عالیہ کو
محض اسلئے جا دی ہے کہ کلام الہی کے ان متلاشیوں پر جو اسکی ہر آیت میں ایک مستقل حقیقت کے موجود ہونے کا یقین رکھتے ہیں، مسئلہ ارتقا
کی اہمیت (جو فی الحقیقت انسانی علم کا معراج ہے) ایک حد تک متعین ہو جائے، اور ساتھ ہی ان علمائے علم فطرت کے ذہنوں میں جو قرآن کو
لاشے سمجھ کر اس سے بیزار ہو گئے ہیں، اس عجیب غریب کتاب کی وقت مطالب اور تحقیق نظر کا اندازہ ابتدا سے ہو جائے۔ وہ آئندہ اوراق میں
بچشم خود دیکھیں کہ قرآن کس قدر اس عظیم الشان مسئلے کا مؤید ہے، اسکا دو مستمل لعل کہاں تک اس حقیقت کبرے کے عین مطابق ہے۔ اس کتاب کا تمام
لاحم عمل کیونکہ حفظ نفس کے منہائے وجد کی طرف جارہا ہے، اس انتہائی شدت سے اجتماعی سلامتی کے دہے، اور انفرادی
سعی و عمل کا مؤید ہے۔ نہیں بلکہ جوں جوں انکا علم قرآن کے حقائق عالیہ کے متعلق وسیع ہوتا جائے، وہ آجکل کے رسمی اور فطری سلام کو نظر انداز
کر کے اس یقین انگیز سلام کی اہمیت کی طرف متوجہ ہوں جس نے ایک عالم کے اعمال اور اخلاق میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا تھا جس نے افزائے
کے دلوں میں وہ ہیجان عمل، وہ سلیقہ نظم و نسق، وہ اتحاد اور ارتباط جاری کر دیا تھا جو ابتدائے آفرینش سے آج تک ہر زمانہ اور مرقعی قوم کا سرمایہ
وہ اس حیرت انگیز کتاب الہی میں بطور خود وہ عظیم الشان اصول فنا و بقا دیکھیں جن کا اجرا و رزاق اول سے صفحہ زمین پر ہوا ہی جن کی تاریخ بڑبان
حال شاہد ہے، جن سے توہین فلک الافلاک پر چڑھ جاتی ہیں یا تحت الشر سے گر کر دیا بیست ہو جاتی ہیں۔ اس نقطہ نظر سے یہ تحت لائن انکی
طوالت کا اندازہ مصنف نے کتاب کی تحریر کے وقت نہیں کیا تھا اور جو میں میں فراموش ہو گیا، محض ایک انتہائی تخریب ہے جس کا محمولہ بالا اوراق
کے نفس موضوع سے تعلق بھی عیاں نہیں ہو سکتا۔ اور نہ مسئلہ ارتقا کو صحیح فرض کر کے قرآن کی صحت کو ثابت کرنا ہمارا پیش نما و سب ہے۔

یا امریکہ کا ہندوئے امر منقطع النسل ہونے کو ہے تو مسئلہ ارتقا کے رُوسے اُن کی مدافعتانہ جدوجہد

(یقیناً تحت اہم ص ۲۵) کتاب کے متن کا سلسلہ استدلال بجائے خود ایک متقل شے ہے۔ جس میں اس تحریر کو چنداں دخل نہیں اہستہ اگر کتاب کا علم، ان مباحث کے ضمن میں مسئلہ ارتقا کو اپنی آغوش میں لیکر اپنے آپ کو یورپ کے اُس علم سے بدرجہا وسیع تر ثابت کر دے جس کے باعث وہ آج کمال چپڑھ گیا ہے تو منکرین کیلئے یہ بچانے والا قرآن کے منجانب اللہ ہونے کی روشنی اور ناقابل انکار دلیل ہے!

مسئلہ ارتقا کی بحث آیہ استخلاف کے الفاظ عَلِمُوا الصَّلٰحٰتِ سے شروع ہوئی تھی۔ عملِ صالح کی شکل اور ناقابل انکار تشبیہ کر دینا فی الحقیقت قرآن کے تمام دستور العمل کو از سر نو آشکار کر رہا ہے۔ اور یہ صلاحیت عمل ہی مسئلہ انتخابِ طبعی کی وہ مضبوط اساس ہے جس پر اقوام کے بقا و استخلاف کا سبب اور مدار ہے۔ پس آج اس علم و شہادت کے زمانے میں قرآن کریم کا طبعی تعلق اس مسئلے سے ہے اگرچہ حکمائے مغرب کو اس علم نزول قرآن کے صدیوں بعد حاصل ہوا ہو۔ یا صالحات کے عظیم الشان لفظ کے معانی قرون تک بگڑتے بگڑتے نہایت محدود، یا قطعاً محجوب ہو گئے ہوں، اور اپنا اصلی اثر کلیتہً کھو چکے ہوں! یہ حقیقت اور بھی واضح تر اس وقت ہوجاتی ہے جب کلامِ آبی کا طالبِ احکام کامل غور و تمق کے بعد لامحالہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ قرآن کریم درحقیقت اقوامِ عالم کے بقا و بقا کے حساب کی مکمل داستان ہے جو شارعِ کائنات نے تذکیر و عتاب کے لیے انسان کے حوالے کر دی ہے، اور جس کے لائحہ عمل کو نہایت مصلحت اس روئے زمین کی اپنی مدتِ قیام کو دراز کر رہا ہے۔ سورہ ملک میں مالک نے یمن و آسمان نے اس حقیقت کو بوضاحت تمام بیان کر کے موت و حیات کے سوال کو ختم کر دیا ہے:

يٰۤاٰدَمُ خُذْ زِينَتَكَ وَكُلْ وَشَرِبْ لَا يُغْنِي عَنْكَ كُنُوزُكَ يَوْمَ تَوَلٰى سَوّٰى عِظَامِكَ وَخَوَّلَهُ الرَّجَنُ ۚ (۲۰۶)

لوگو! وہ مالک الملک اور صاحبِ اختیار خدا ہے جس نے اجتماعی موت و حیات کے قانون کو رائج کر دیا ہے تاکہ اس بات کی آزمائش کرے کہ تم میں سے کونسی قومیں حسنِ عمل کرتی ہیں! جب تک صالح ہیں اُن کو بقا نصیب کرے! جب غیر صالح بن جائیں اُن کو صفحہ زمین سے یکسر محو کر دے! اور لوگو! یاد رکھو کہ وہ شارعِ کائنات بڑا بردوست اور بڑا شدید العقاب (الْعَزِيزُ) ہے، اور ذاتِ اقوام کے اجتماعی عیوب پر بڑا پردہ ڈالنے والا بھی ہے (الْخَفُوْذُ)۔

آج اس مسئلہ ارتقا کی تائید و تثبیت انسانی علم و یقین کے قریب قریب ہر شعبے نے اس حیرت انگیز طریقے پر کی ہے کہ مغرب کے لیے اسکا منکر ہوجانا قطعاً غیر ممکن ہو گیا ہے۔ سطحِ زمین کے مولید شلائد کی کامل تدوین و تنظیم نے اس حقیقت کو اور بھی آشکارا کر دیا ہے جو طبقاتِ الارض کی تمام داستانِ زمین کی موت و حیات کا عالمِ فلک کے ہیوم مشاہدے ہی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ روئے زمین کے طبعی انقلابات ہی کہہ سکتے ہیں! اجناسِ حیوانات کی داستانِ حیات ہی سبق دے رہی ہے! اطلاقِ دیار کی رونما دہی ہے! احوالِ جہان کی سرگزشت بھی یہی قطع کی ہے! جنہیں اور میں تخلیقِ انسان کا نتیجہ یثابت کر رہے! طبعیاتِ ریاضیات، کیمیا، انجینئرنگ، لابلان وغیرہ اکثر یقینی علوم کی مساعیت ہیں میں۔ خود نہان کی مائل بہ حیوانیت فطرت زبانِ حال سے کہہ رہی ہے کہ انسان کی اپنی مخلوق کا تقاضا و کمر بوند سے ملو جو عام تخلیق کہ بند ارتقا کرنے کرتے انسان بن گیا جہلا کی نامنصفانہ تشبیہ ہے، اسکو اس مسئلہ سے اتنا ہی تعلق ہے جتنا کہ خود بند کو انسان سے بظاہر ہے۔ تاہم ہم اس شک نہیں کہ اس مسئلے کے نفسِ دعوے میں بھی وقتاً فوقتاً ارتقا ہوتا رہا۔ روئے زمین پر تدریجی انقلاب کا اثر (شق اول) انسان کو غالباً اس وقت سے ہے جبکی صحیح یقین بہت مشکل ہے۔ قدیم ہندو فلسفہ تکوینِ عالم کے متعلق عجیب غریب غاوی پیش کرتا ہے جن کی مماثلت موجودہ مسئلے سے ایک خفیف سی ہے۔ یونانی حکمائے قدامت مادہ کے نظریے کی ترویج کی۔ مگر کوئی خاص مسئلہ مدون کیا اسلامی حکمائے پہلی، دوسری، تیسری اور آٹھویں شتوں کے متعلق مستقل عادی مرتب کیے۔ مگر باقی تمام شتوں کی تدوین اور تحقیق، بلکہ ایک سو تمام مسئلے کی تصدیق، ہمدنِ علم جدید کا کار نمایاں ہے۔ مسئلہ انتخابِ طبعی (یعنی چھٹی اور ساتویں شت) کا دعوے سے اول اول مسئلہ ۱۸۳۳ء اور بعد ازاں ۱۸۳۶ء میں یورپ کے دو غیر معروف طبعی فلسفہ دانوں نے کیا۔ مگر ڈارون اور ولے نے ۱۸۵۹ء میں ایک اور سر

اور صلاحیت کا خاتمہ ہو گیا ہے!

(ستمہ تحت المتن صفحہ ۲۶) دریافت کر کے پایہ تحقیق تک پہنچا دیا۔ اس وقت سے آج تک اس مسئلے کی مذبذبنوں شہادت برابر مل رہی ہے حتیٰ کہ آج اسکو علم جدید کی بدہیتات میں شامل کر لینا مغربی حکماء کے نزدیک کچھ قابل اعتراض نہیں۔ اصل کتاب میں ایسکے متعلق نظریے کا لفظ استعمال کیا گیا ہے (دیکھو صفحہ ۱۱) مگر نظریہ کا لقب فی الحقیقت اس کے شایان شان نہیں، اگرچہ قرآن حکیم کی مستقل امداد قابل بدل حقیقت کے بالمقابل اس ناسکھ اور غیر مستقل مسئلے کو یہی لقب دینا زیادہ موزوں ہے!

مسئلہ ارتقا کی محولہ بالا چوتھی شق، یعنی مسئلہ انتخاب طبیعی (صفحہ ۱۱) کی صداقت پر جو ناگہاں حملہ حال ہی (یعنی سال ۱۹۲۳ء) میں جامعہ کمبریج رانچستان کے دو نامور و اسماء علماء ڈاکٹر ولس اور ڈاکٹر ٹیول نے کیا ہے اس قابل نہیں کہ اسکی بضابطہ تردید یا تشیع اس کتاب میں کیا سکے۔ ابھی تک کسی قابل ذکر علمی حلقے نے ان حکماء کے دعوے کی اہمیت کو تسلیم نہیں کیا، اور چند اشتباہی اور مشترک النشاج دلائل کی بنا پر انتخاب طبیعی کے اصل اصول کو مشکوک قرار دینا بہت کچھ پیش از وقت بلکہ حتمًا ناروا ہے۔ ان حضرات کا دعوے ہے کہ انواع و اجناس ماضیہ کا روئے زمین پر مختلف بقائے صلیح کے قاعدے کے ماتحت رہ کر نہیں ہوا، بلکہ ہر نوع بقدر اپنی قدامت ظہور اور مدت قیام کے روئے زمین پر توسیع و تکمیل حاصل کرتی رہی حتیٰ کہ کسی ایک باقی یا فنا شدہ نوع کے رقبہ توسیع کا حال ضرب تقسیم کے حسابی قاعدوں کے ذریعے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اسی نقطہ نظر سے ان کے نزدیک جنس کے تعدد انواع کی توسیع بھی روئے زمین پر ہوتی رہی۔ بہت ممکن ہے کہ صلاحیت اور قدامت کے اعداد و شمار کے درمیان کوئی اتفاقی تعلق ظاہر ہو جو جس کی وجہ سے حساب لگانے میں یک گونہ سہولت پیدا ہو گئی ہو، مگر ظاہر ہے کہ فطرت کا یہ کار کاہ عظیم انسان کے تسلیم کیے ہوئے وضعی قاعدوں کی پابندی سے صلابت نیاز ہے۔ جب کون د مکان کے ہر شعبہ بقا و حیات کی بنیاد سعی و عمل پر ہے تو سعی و عمل کا قیام ہی عین صلاحیت ہی۔ اور علیٰ ہذا القیاس صلاحیت کا وجود ہی عین قیام و بقا ہے! پس اس مقام نظر سے مدت قیام کی درازی اور صلاحیت دو متضاد اشیاء ہیں جن کی اصل ایک ہی ہے۔ یہی قرآن عظیم کا دعوے ہی۔ اور یہی مسئلہ ارتقا کا اصل اصول۔ اگر قدامت ظہور اور تکثیر و تکون فی الارض میں کوئی ظاہری تعلق پیدا ہو گیا ہے تو وہ بھی ایسی طبعی نزاد کی وجہ سے ہی نہ اس وجہ سے کہ قانون بقا و فنا کے متعلق کوئی نیا انکشاف ہوا ہے جس کا اعتراف پہلے لوگوں سے نہیں ہو سکا۔

۴۴ اثر و ہموں اور اخیال کے متعلق اس اجمال کی تفصیل کے لیے علم طبقات الارض کی مفصلہ ذیل معلومات کا یہاں پر کچھ دونا ضروری ہے:-

بخش الارض، یعنی گروہ زمین کے سطحی غلاف کی تھخیں اور تلاش کرنے سے فطرت کے طالب العلم پر یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ سطح زمین کا وہ حصہ جو انسان کے دست قدرت میں ہے، اور جہان تک اسکی کدال کی زد پہنچ سکتی ہے، دو قسم کے اجزاء پر مشتمل ہے۔ ایک حصہ جو نسبتاً مختصر ہے ان چٹانوں کا ہے جو وقتاً فوقتاً زمین کے بطن سے تیاں حالت میں آتش فشاں پہاڑوں کے دامنوں سے نکل کر سطح زمین پر جمتی گئیں، اور بعد ازاں اس ٹھل مذاہب کے عظیم الشان تودے بن گئے۔ یہ سب چٹانیں نہایت سخت ہیں، انکے زمین پر پہیلاؤ کی کوئی ترتیب نہیں، ان کے اندر کسی ترمیم حیوان کے بقیہ آثار کا نشان تک نہیں۔ جہاں جہاں غلاف زمین کا کوئی کمزور حصہ ہے وہاں یہ چٹانیں اسکو بھار کر نمودار ہو گئی ہیں۔ قدامت کے لحاظ سے ان کی ترکیب میں کچھ کچھ کیسیادی تغیر و تبدل ہوا ہے مگر ماہر فن کے لیے ان اجزاء منقلبہ کی شناخت کچھ مشکل نہیں، اور اگر کوئی شے مشتبہ نظر آئے تو خوردبین اسکا یکدم فیصلہ کر دیتی ہے۔

دوسری قسم چٹانوں کی وہ ہے جو طبقہ یعنی تہ در تہ ہے۔ ایک تہ نہایت سلیقے سے دوسری تہ کے اوپر جمی ہے۔ انکی سطحیں بھی قریب قریب ہموار ہیں۔ ہر ایک تہ کا رنگ اس کے ادائی اجزاء، انکی ظاہری ساخت، انکی خوردبینی بافت اور کیسیادی ترکیب دوسری تہ سے جدا ہے، کوئی نرم ہے

قرآن حکیم نے اس آیت کریمہ میں آفرینش کی بقا و فنا، اور اقوام کے عروج و زوال کا وہ مہتمم بالشان کلیہ بیان کر دیا ہے جس کی صرف پہلی شقی کی صہلیت کو یورپ کے طبعی فلسفی طبقات الارض کی مسلسل تفتیش و نقص کے بعد ابھی ابھی پونچھے ہیں۔ غیر ناطق حیوانات میں چونکہ ایمان کی انسانی طریق پر گنجائش نہیں اور عمل مقتضائے طبیعت ہے، اس لیے فطرت کے حال و احوال کا ان کی ضروریات زندگی سے تطابق

(بقیہ تحت المتن صفحہ ۲۷) کوئی سخت کسی کے اجزا نہایت باریک ذرات سے بنے ہیں، کسی میں چھوٹے چھوٹے ساحل آج کے جیسے ہوئے گول پتھر بزرگ چٹان بن گئے ہیں، کسی کے سالمات استفد نہیں ہیں کہ مشکل تمام ان کے اتصال کو شناخت کیا جاسکتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ سورہ فاطر میں انہی حیرت انگیز و عجیب الشان چٹانوں کی طرف اشارہ ہے جن کی حقیقت کثافت گزشتہ کم بین اور کوتاہ نظر انسان نے ہزاروں برس تک سنسنے سے انکار کیا، اور ابھی ڈیڑھ سو برس نہیں گزرے، کہ مغرب کے چند طبعی حکما اپنی جان جو کھوں میں الکراؤن سے ہمکلام ہوئے، اور ان کی جگہ بتی داستان کو سن کر ایک عالم کو محو کر دیا! انہیں، بلکہ قرآن حکیم کے ایک ہم حصے پر عمل کر کے دنیا کو معرفت خدا کے فلک الافلاک پر پونچھ گئے!

وَمِنْ آيَاتِهِ جَاءَ دَرِيْعٌ مِّنْ حُمْرٍ مُّتَعَلِّفٍ لَّوْ لَآ اَنَّهَا وَغَرَابُيبٌ سُودٌ (۳۵: ۳۷)

اے ساکنان زمین! کیا تم نے اس حیرت انگیز حقیقت پر غور نہیں کیا! اگر کوئی کافر کہے کہ یہ کسی آیت کریمہ کے شروع میں ہے (کہ پہاڑوں کے اندر عظیم الشان طبقے ہیں جن میں سے کوئی سفید ہے کوئی سرخ، ان کے رنگ جدا جدا ہیں اور بعض ان میں سے ایسے بھی ہیں جو جنگ کالے ہیں) تو جانو! ان کو دیکھو کہ وہ کیا داستان سنا ہے ہیں، سفید کیا انکشاف کر رہے ہیں، سرخ کیا کہہ رہے ہیں، خدا کی عظمت اور معرفت کا کیا گراں بہا سبق دے رہے ہیں، کالے کیا یہ بہا نعمتیں بخش رہے ہیں!

ان طبقوں کی متوازی حدیں، انکی ہموار سطحیں، انکی ظاہری ساخت اور غور و بینی یافت، ان کے مختلف اور متقابل رنگ، الاماکن اس نتیجے پر پونچھا دیتے ہیں کہ یہ سب احجار پانی کی زمین اور سمندروں کی وساطت سے بنے سطح زمین کے مختلف نالوں اور دیاؤں کے کتد اور ذرات آئینہ پانی جھیلوں اور سمندروں کے پانی میں انکراکن ہو گئے۔ وہاں پر آہستہ آہستہ انکی لمبائیں (رسوبات) تنوں پر بٹھتی گئیں اور مرور وقت کے باعث ہزار گز اونچائی بن گئیں۔ ایک تہ کے اوپر سطح زمین کے تبدیل احوال کے باعث، دوسرے رنگ، ساخت اور قماش کی تبدیلی۔ تبدیلی موسم طوفان باجواں اور حرکت انہار کے تخریبی اثرات (تقریباً ۱۲۰۰۰ سال قبل مسیح) کے کیما دی اور ادائی اعمال (تقریباً ۱۲۰۰۰ سال قبل مسیح) اور تصادم موج و ند و جزیر بھری زمین کی شکست و ریخت (تقریباً ۱۲۰۰۰ سال قبل مسیح) نے ان طبقات کی تدریجی تعمیر میں مستقل حصہ دیا۔ پھر ان کے اوپر کاپانی زلزل زمین یا اور قحطی افلاک کے باعث رفتہ رفتہ خشک ہو گیا، اور یہ طبعی سطح زمین پر نمودار ہو گئے۔ بعد ازاں اوپر کے طبقوں کے گرد زلزل من بوجھ اور زمین کی اندرونی حرارت نے قزوں کے بعد ان رسوبات کو پتھر کی مانند سخت کر دیا، اور وہ مختلف چٹانیں بن گئیں۔ آج بھی ہر مندر، جھیل، بلکہ سموی تالاب کی تنوں میں یہ رسوبات طبقات روز بروز زمین رہے ہیں اور ہر صاحب نظر کو ارضی تعمیر و شکست کا سبق دے رہے ہیں!

لیکن جو حیرت انگیز مستحیاز ان آبی اور تر سبھی احجار میں نمایاں ہے وہ ان کا حیوانی پڑیوں اور ڈھانچوں، ان کے قدیموں کے نشانوں، اور نباتی پتوں اور تنوں کے بقیہ آثار (ذرات) سے معمور ہونا ہے۔ سطح زمین سے کئی کئی ہزار گز، بلکہ بعض اوقات چار چار میل نیچے تک یہ ڈھیاں کیمیا کی طور پر تبدیل شدہ حالت میں ملتی ہیں۔ بلکہ تدریجی طبقاتوں میں درے درے حیوانوں کے سالم ڈھانچے ترکیبی جسم کے سموی رت و بدل کے بعد پائے جاتے ہیں۔ ان کی شکلیں بالکل محفوظ ہیں لیکن اجزا بجز یا متحذون گئے ہیں۔ بعض کے اجزا چھلنے سے بدل گئے ہیں، بعض لوہا یا تانبا وغیرہ بن چکے ہیں۔ قرآن حکیم میں غلام کی اسی بدل سمیت کی طرف عیاد اشارہ کر کے خدا فرشتوں انسان کو عبت کا عبت انگیز سبق دیا گیا ہے:

یا مخالف پذیر ہونا ہی ان کی صلاحیت یا عدم صلاحیت ہے، اور وہی جنس قوی تر یا صلح تر ٹھہرے گی جسکے وسائل و دفاع کا توازن اور فطرت نے اُسکو سپرد کیے ہیں، اقتدرت کی خارجی اور اٹل طاقتوں کے ساتھ قائم رہے گا۔ مگر مجامع انسانیہ کی حالت جن کے ہر فرد کی اونٹے سے اونٹے ضرورت بھی تدبیر و عمل کے بغیر پوری نہیں ہو سکتی، قطعی مختلف ہے۔ ان کے تحفظ و ارتقا کا مسئلہ بیحد مشکل اور بد رہا پیچیدہ ہے۔

(بقیہ تحت ص ۲۸) وَقَالُوا إِذَا كُنَّا عِظًا مَّادَرًا فَكَا تَاءُ إِنَّا لَمُبْعُونَ خَلَقًا جَدِيدًا قُلْ لَوْ تَوَحَّجَارَةٌ أَوْ حَدِيدًا أَوْ خَلْفًا يَمْشِي لَكِبَرُ فِي هُودٍ وَرَكْمَةٍ فَسَبِّحُوا لَهُمْ نَادٍ قُلِ الْإِنشَى فُطْرَكَ كَمَا أَوَّلَ مَرَّةٍ فَسَبِّحُوا لَهُمُ إِلَهِكَ رُبُّهُمْ وَيَقُولُونَ مَعْنَى هُوَ قُلْ عَسَى أَنْ يَكُونَ قَرْنًا يَأْ (۱۵۰: ۳۹-۵۱)

اور لوگ کہتے ہیں کہ جب ہم ترے پیچھے گل سڑ کر ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ایسی حالت میں ہم کو از سر نو پیدا کر کے اٹھائیں گے؟ کیا پاسے گا۔ اے محمد! ان سے کہہ دو کہ تم عقلاً! تم ترے پیچھے پتھر اچاؤ، یا لوہا بن جاؤ، یا کوئی اور شے جو تمہارے خیال میں اس سے بھی عجیب تر ہو، پر کہیں گے کہ اچھا ہلا اب کون ہم کو زندہ کر سکے گا۔ انہیں کہہ دو کہ وہی خالق عظیم جس نے تمہیں پہلے پیدا کیا تھا۔ پھر یہ لوگ تمہارے سامنے انکار کے طور پر سر ہلانے لگیں گے اور کہیں گے کہ اچھا یہ کب ہو گا۔ انہیں کہہ دو کہ عجیب نہیں کہ یہ سب کچھ میری

آن لگا ہو!

ایک مدت تک ان آثارِ باقیہ کے متعلق لوگ یوں ہی سر ہلا یا کیے، انکے وجود کے بارے میں اکثر اغماضی اور تجاہلی شان رہی، لوگ انکو دیکھتے مگر ان کے متعلق بحث کرنے سے محترز رہتے، کسی نے ان کو فطرت کا کھیل کہا، کسی نے خدائی شان کا ایک نمونہ، بتکر عرض کو چپکے دیا، کسی نے پادریوں نے جو یورپ کی علمی تحقیقات سے خوفزدہ ہو کر اپنی انجیل کی حفاظت میں جو کس باختہ تھے، اور پاپائے رومنہ الکبریت نے جو محافظ دین ہونے کی حیثیت میں علمائے فطرت کو دار و صلیب پر چڑھانے میں مصروف تھا، ان کو نوح علیہ السلام کے طوفان کا بقیہ قرار دیکر اپنی جان چھڑانی چاہی، مگر حقیقت کے بالمقابل باطل کب تک ٹھہر سکتا تھا۔ جب کئی کئی گز لمبے ڈھانچے اور پورے سر اور پیرو اور دھڑ بڑا رہے ہوئے گئے، اور سیلوں کی گہرائی تک تمام سطح زمین آباد نظر آتی تو پادری دم و باکر ہما گئے، سب جی یورپ دم بخود ہو گیا، علمائے فطرت کی چڑخو بنی۔ انہوں نے کامل غور و غوض کے بعد اعلان کر دیا کہ دنیا عہدِ مسیح کے شمار کے مطابق محض چند ہزار سال سے ہی آباد نہیں بلکہ تخلیق کا سلسلہ لکھو کہا برس سے جاری ہے! یہ ہڈیاں لامحالہ ان حیوانوں کی ہیں جو روئے زمین پر انسان سے پہلے بس رہے تھے۔ ان کے ڈھانچے پانی کے سیلاب، ہوا کے جھکڑ اور مختلف ہباب کے ذریعے سے سمندروں میں پلے گئے، آبی حیوانوں کے ڈھانچے وہیں تہ میں گرتے رہے، بالآخر جب رفتہ رفتہ رسوبات اور ذرات کی تہاں چرخی، دب گئے۔ فطرت نے ان کو نہایت حفاظت سے یادگار کے طور پر محفوظ رکھا، ان کی شکلیں برقرار رکھیں، ان کے کیمیائی اجزاء تقطیر و بعض الماح کے باعث بدل گئے مگر شکل نہ بدل سکی۔ انسان کی نوعی تخلیق ان پتھار کے مدتوں بعد ہوئی اور تدریج تمام ہوئی۔ اس بنا پر سطح زمین کے لاتعداد رنگارنگ طبقے فطرت کی عظیم الشان کتاب کے رنگارنگ ورق ہیں۔ یہ رکازات باقیہ ان اوراق پر خدا کے ہاتھوں سے لکھے ہوئے حروف ہیں، انسان کو یہ عالم آرا کتاب اسلئے دی گئی ہے کہ اُسکو پڑھ کر اور اس خلاق عظیم کی عظمت کا اندازہ کرے۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ (۱۵۰: ۶۴)

لوگو! وہ دہ منہم حقیقی ہے جس نے زمین کو تمہارے لیے میدان کر دیا ہے کہ تم اس کے اطراف و کفاف میں دل کو نکر بہر و خدائے

اور جوں جوں اقوام عالم ترقی کی تہک دو میں ایک دوسرے پر سبقت لیجا رہی ہیں انفرادی معیشت اور اجتماعی حفاظت کا سوال اور بھی لانیل ہوتا جا رہا ہے۔ آج معاشرت کی اس حیران کن مسابقت میں تمدن کی لاہتا ضروریات اور تہذیب کے ان گنت لازماًت جزو زندگی بن گئے ہیں۔ علم کی حیرت انگیز جدت آفرینی اور عمل کی تحیر العقول جولانی نے میدان حیات ناقابل گذر کر دیا ہے۔ ذرائع کی ناقابل یقین توسیع کے باوجود

(یقیناً تحت لمعن صفحہ ۲۹) عجیب غریب اعمال کا مجسم خود مشاہدہ کرو اور اس کا رزق کھاؤ، ترقی اور آسودگی کے بام بلند چہرہ لیکن اس بات کو یاد رکھو کہ تم نے ایک نہ ایک دن اُنکے حضور میں کھڑے ہو کر اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہے۔

کتاب فطرت کی اہمیت نگینہ اہمیت کو پیش نظر رکھ کر مغرب کے طبعی حکمانے احوال زمین کے اُس حصہ غنی کو جن کی تخلیق سمندر کی واسطی ہوئی پانچ بڑے بڑے طویل القصد اور طویل المدت زمانوں یعنی "القدیمۃ الاولیٰ"۔ "القدیمۃ الاخریٰ"۔ "الحیات الوسطیٰ"۔ "الحیات البدلیۃ القصویٰ"۔ اور "الحیات البدلیۃ الاخریٰ" کے صورت پر تقسیم کیا ہے۔ پہلی قسم یعنی "القدیمۃ الاولیٰ" کے طبقوں میں جنکی گہرائی زمین کے بعض حصوں میں میسلوں تک پہنچتی ہے اور جو اور سب طبق کی تہ میں ہیں کسی ذی حیات مخلوق کا باقی نشان آج تک نہیں ملا اگرچہ ان کی تھوں کے اندر بعض مشکوک سی لکیریں اور سولخ پائے جاتے ہیں جسے شبہ پڑتا ہے کہ وہ کسی بے استخوان حشرات الارض کے نشانات قدیم ہوں۔ باقی چار حصے حیرت انگیز ترتیب اور تسلسل کے ساتھ عجیب غریب حیوانات کے بقیعہ آثار (کائنات) سے پڑیں، سطح زمین کا کوئی حصہ اُن سے خالی نہیں۔ "القدیمۃ الاخریٰ" کے طبق میں جن کی تقسیم چہ بڑے بڑے حصوں میں کی گئی ہے، زندگی کے آثار غیر مشکوک طور پر نمایاں ہیں۔ استخوان کے عام فقدان کے باعث حشرات الارض غیر فوری (یعنی ریڑھ کی ہڈی کے بغیر) ہے۔ پہلے حصے میں (غور بنی حیوانات سے قطع نظر) جسکے نشانات کا باقی رہنا ناممکن ہے، سلطان نما قشری حیوانوں (القشریات) کی ایک تعداد کثیر پائی جاتی ہے جو آج سطح زمین سے قطعاً ناپید ہو چکے ہیں۔ اسی حصے میں سفنج، مضطبی اور دوہری مگس، حلزون (گھونگھے) کی ابتدائی نوعیں نمودار ہوئی ہیں۔ دوسرا حصہ "الطانی" انواع سے نسبتاً کم آباد ہے۔ مگر مرجان (موتنگے) کی فی الحال ناپید انواع، سفنج، شکوبہ، القشری، لوبی (پچدار) حلزون، اور ناموجود شہنائی "حشرات سے پڑے۔ تیسرے حصے میں قشریات، کشمکش حیات کے باعث نہایت قلیل التعداد اور ضعیف ہو چکے ہیں، مگر نجم نما آبی حیاتان کی ابتدا ہو رہی ہے۔ دیہاتی حلزون زہروں میں، ریڑھ کی ہڈی والے (ذی فقری) جانوروں کی نشاندہی کہیں کہیں نمودار ہے مگر نہایت ابتدائی اعضائی ترکیب کی مچھلیوں کے سوا اور کوئی حیوان اس جنس کا کہیں نظر نہیں آتا۔ بہتہ سرطانی قشریات اعضائی ارتقا کے ہزار پائے بن گئے ہیں۔ آبی عقرب، جن کی کوئی قسم آج نہیں ملتی، کہیں کہیں جلوہ گر ہے۔ غل (چونٹی) کی ابتدائی انواع، پردار اور بے پردہ دونوں پائی جاتی ہیں۔ چوتھا گروہ طبق مچھلیوں کی بے شمار ناپید انواع سے پڑے۔ ارضی حیوانات کی اکثر انواع وہی ہیں جو تیسرے حصے میں تھیں۔ مگر اقسام نسبتاً بہت زیادہ ہو گئی ہیں، مرجان کی کثرت ہو۔ "القدیمۃ الاخریٰ" کے طبقات کا پانچواں حصہ یعنی زمین کی انقلابی نشوونما کا وہ یادگار زمانہ ہے جس میں انسان کی آئینہ بہبودی کے عجیب غریب سامان پیدا ہوئے اس زمانے میں سطح زمین پر نباتات کا وہ عظیم الشان دور دورہ مروجہ جسکی مثال آج تک پہر پیدا نہ ہو سکی۔ بڑے بڑے سرخشاہک درخت جن کے شے موجودہ درختوں سے کئی گنی گنا بڑے تھے سطح زمین کے سب بالا دست میں پھیل گئے۔ ہزار ہا اقسام کی نئی نباتات کا ظہور ہوا، بالآخر اسی سرسبز نباتات کے ہزاروں میل تک پہلے ہوئے خزانے پایاب جھیلوں اور وادیوں میں جمع ہو کر صدیوں کے بعد معدنی کوئلہ بن گئے جس پر آج یورپ کی بے مثال ترقی اور مکمل فی الارض کا اکثر حصہ ہے! قرآن حکیم میں اسی اہم نعمت خدا کا تذکرہ، اور اسی بے مثال مستاعی کا بیان سورہ یونس کے اندر ہے (سورہ فاطر میں عجیب گال (عشر اربعہ سورہ) چنانچہ اشارہ بھی اسی معدنی کوئلے کی طرف ہے جسکا ذکر آیت (۲۷: ۱۳۵) میں ہو چکا ہے)؛

ذاتی آسائش مفقود، اور بین الاقوامی امن ممنوع الحصول ہو گیا ہے۔ عمران و حفظان صحت کے التزامات آبادی کی المناک کثرت پیدا کر رہی ہے؛ ہلاکت کے شہر شکن سامان اور بربادی کے کوہ پاش وسائل کا مہیا کرنا ہمت مند قوم کا منہ تائے عمل ہو گیا ہے۔ وہ مدنی کا ٹکڑا جو انسان کو نثار اول میں قلیل سی قلیل سمی اور اونے سی اونے تدبیر کے باعث بل رہتا تھا آج انتہائی جدوجہد کے بغیر میسر نہیں ہوتا۔ علاوہ ان

(ترجمہ تحت لہن صفحہ ۳۰) قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ۚ الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم مِّنْهُ تُوقَدُونَ (۳۶: ۷۹-۸۰)

اسے محمد! ابن مسکریں بعث کو جواب دو کہ تمہاری بوسیدہ ہڈیوں کو از سر نو زندہ وہی خالق عظیم کرے گا جس نے اقل بارگاہ نبوت سے ہمت کیا تھا، اور وہ اپنی پسند کی ہوئی ہر چیز کے سبب کیفے حال، اور اس کی تمام ممکنات سے بخوبی واقف ہو۔ وہ وہ کارخانہ جلیل اور وہ بنائے میم ہے جس نے تمہارے استعمال کے لیے سرسبز درختوں کے بوسیدہ تنوں سے آگ کے عظیم الشان خزانے پیدا کیے اور آج تم انہی خزانوں کو اپنے مصرف میں لا کر ترقی کے بام بلند چڑھ رہے ہو!

آج ان گراں ہوا خزانوں کے تہ در تہہ جلتے ہزار ہا گز گرس و سطر یورپ اور امریکہ، وسط ایشیا اور مشرقی ہند، روم، عرب اور مصر کی سرزمینوں میں دبے ہوئے انسانی سمی و عمل کا انتظار کر رہے ہیں۔ معدنیات زمین کے اسی حصہ کبرے میں پرواڑ چھلیاں کثرت سے دبی ہیں۔ گویا پھیلیوں کی نسبتاً ادنیٰ مگر سخاوت ان مخلوق کے ارتقاء سے پرندوں کی مقابلہ علی مخلوق کے بتدنیٰ اسباب پیدا ہو رہے ہیں۔ انکی اقسام ترقی کرتے کرتے موجودہ پھیلیوں کے لگ بھگ بن چکی ہیں۔ اسفنج اور بولی ٹکڑوں، کیڑے اور مکڑے زیادہ طاقتور اور بہتر اعضا کی ترکیب بنتے جاتے ہیں۔ لیکن جس خاص جنس کا طور اس عہد ارتقاء میں اول مرتبہ ہوا وہ پیٹ کے بل چلنے والے دایہ ہیں۔ ان میں سے ایک نوع کسی مقدار اور اچھپکی کی ہے جس کی ایک باقی قسم ابھی تک نیوزیلینڈ کے بعض متعلقہ جزائر میں رسسک سسک کر اپنی جیات کے آخری دن گزار رہی ہے!

لیکن طبقات زمین کے اس ”دک آفل“ سے قطع نظر الحیات الوسطیٰ کے طبق فی الحقیقت وہ حیران کن طبقے ہیں جن کے اندر اس خلاق عظیم کی کبریائی سب سے زیادہ واضح طور پر آشکارا ہوئی ہے۔ دریائی اور ساحلی کبکڑے قدیم قشری سلطانوں اور عقربوں سے ارتقا کرتے موجودہ لیکٹروں کے متشابہ بن گئے ہیں، پھلیاں بدرجہا بہتر اور صالح تر ہو رہی ہیں، ان کے پھیپھڑے اور سرکھٹھوانی ڈھانچے اور منہ ڈیس آجکل کی پھلیوں کے اعضا سے مشابہ ہو چکی ہیں۔ پیٹ کے بل چلنے والی چھپکلیاں (حرزدن) نہایت تیز رفتاری سے ترقی کر رہی ہیں ان کی منقاریں رفتہ رفتہ موجودہ حرزین کے دندان دار موزوں سے بدل گئی ہیں، ایک گروہ اسی جنس کا دریائی مسکن جستیا کر چکا ہے۔ جہاں پہ آجکل کے دریائی دودھ پلانے والے حیوانوں (ذات النبی یا مرضعات) کا پیش خیمہ بن رہا ہے۔ الحیات الوسطیٰ کے اسی پہلے حصہ طبق میں حرزین کے فرعی ارتقا کے باعث رضاعی حیوانوں کے مشکوک یا متشابہ آثار بھی پائے جاتے ہیں۔ کبکڑے اور اعضائی خاصیات اور آبی امتیازات جو اس جنس کے لیے مختص ہیں، بعض اعلیٰ اقسام کے حرزین میں نمودار ہو رہی ہیں۔ دوسرے حصہ طبق میں حرزدنی جنس کے حیوانات کی یہ حیرت انگیز کثرت اور پرورش ہوئی ہے کہ ان کے بقیہ آثار کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ بڑے بڑے عظیم الشان پیٹ کے بل چلنے والے جانور جن کے ڈھانچے کئی کئی گز لمبے ہیں اور جنکی رانوں کی قد آدم کے برابر ہڈیاں اور گول لمبی ڈیس ان کو اردو بول کے مثال کر دیتی ہیں، اس زمانے میں سطح زمین پر معمور و کھانی دیتے ہیں۔ ان ڈھانچوں میں ”شم قدم“ چنگال قدم، اور خیمہ قدم، تینوں قسم کے حرزین

مشکلات کے مادیات کے غلبے نے اقوام متحدہ میں روحانیت سے عام انحراف پیدا کر دیا ہے۔ جسمی طاقت اور مادی اقتدار پر ناز کبریائی کا اذعا اور یہی حسی لہجہ سے مخلوق طبیعت ثانیہ ہو گئی ہے۔ مکر و دغ مجامع عالم کا شعار، بلکہ طغرنے استیلا میں گیا ہے۔ بین المللی خلق اور اتحاد عالم کا نصب العین خواب و خیال ہو چکا ہے۔ طاقتور اقوام کی سبقت اور زندگی کی یہ شان ہو کہ ایک دوسرے کی تباہی کے ہولناک سامان روز بروز بڑھ رہے ہیں۔

(بقیہ تحت البتہ صفحہ ۳۱) مثال ہیں گو یا پرندوں اور رضاعی حیوانوں کی طرف ارتقا کا میلان ابھی سے ظاہر ہے۔ حزنونی اثر دھول کے اعضا کے سطلانے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نہیں سیں گزریں جھپکلیاں اپنی پھلی دوتا نگوں کے بل سطح زمین پر کودتی پھرتی تھیں، یا عظیم الشان مساحوں (مگرچہ کی طرح پایا یا سطلوں اور دیاؤں کے دنانوں پر شکار کی گھات میں پڑی رہتی تھیں۔ امریکہ کے بعض حزنونی اپنی جسامت کے لحاظ سے اس قدر عظیم الشان تھے کہ آج سطح زمین کا بڑے سے بڑا جانور ان کے بالمقابل دیدار کی جھپکلی سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا! ایک منقاد از حزنوں کے پانوں کی ساخت پرندوں کے پنچوں سے بہت مماثل تھی اس قدر قد آور تھا کہ الف لیلہ کا سیر غمگی اسکے آگے محض ایک کج فنک نظر آتا جو بچی تام مجذب کر پر ریشہ کی ہڈیوں کے عین اوپر دو دو گز اونچی گھر بلومرغ کی مانند کھتی تھی، اور مخروطی دم کے اوپر ڈیرٹھ ڈیرٹھ گز لمبے اور ماتھی کی ٹانگے کے برابر موٹے کئی کانٹے تھے، اونچائی میں چار انسانوں کے قدم کے برابر اور دم سے لیکر جو بچی تک ہلا مبالغہ دس گز لمبا تھا!

بِرَزَائِلٍ فِي الْخَلْقِ مَا يَلْفُظُهُ لَاحِظٌ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (۱۰۳۵)

و در بت عظیم اپنی مخلوق میں جو مناسب جتنا ہے زیادہ کر دیتا ہے۔ لوگو! گوش ہوش سن رکھو کہ وہ خدائے بے مثال ہر بات کر دینے پر قادر ہے!

انحیات الوسطی کے اسی زمانے میں فرعی ارتقا کے باعث اڑنے والے اثر دھول کی ایک تعداد کو غیر نظر آتی ہے۔ ان کے مسلح (مگرچہ کی مانند) لیے لیے دندان دار منہ اور خفاش (چمکا ڈر) کی مثل پھلی والے پر اس بات کی شہادت ہیں کہ یہ ہولناک پرندے "درندوں سے بدرجہا خوفناک تھے۔ معمولی اثر دھول کے پرں کا پھیلاؤ بھی آٹھ آٹھ گز تک پہنچتا تھا۔ دم سے لیکر جو بچی تک ہر ایک کی لمبائی کئی گز تک تھی، اور الف لیلہ کے مرغ کی مانند یہ دہشت انگیز درندے جہاں اڑتے تھے اپنے پرں کے پھیلاؤ سے زمین پر اندھیر کر دیتے تھے!

لیکن فرعی ارتقا کی ان حیرت انگیز عجائب نمایوں سے قطع نظر جو سلی ارتقا اس زمانے میں نمودار ہوا وہ پڑوالے پرندوں کا طور پر ان طبقات میں مرغ ہوا کی صرف ایک قسم محفوظ رہ گئی ہے جو آج کل کے پرندوں سے کچھ کچھ مماثل ہے۔ رضاعی (ذات الشری) حیوانات کے آثار خال خال نظر آتے ہیں۔ لیکن حزنونی اور رضاعی اجناس کے سلسلہ تکوین کی درمیانی گزیاں صاف طور پر نظر آ رہی ہیں۔ "اندھے دینے والے رضاعی حیوان" جو مرغ اور چنپاٹے کے بین زمین نظر آتے ہیں کثرت سے ہیں۔ تھیلی والے رضاعی حیوانات کی جو حزنوں اور موسی شیوں کی درمیانی کنسی ہیں رونق لگی ہے۔ مقدم الذکر نوع کی دو قسمیں آج بھی آسٹریلیا کے بعض حصوں میں پڑنے وقتوں کی یادگار کے طور پر قائم ہیں۔

ارضی، ہوائی اور دریائی مساحوں اور اثر دھول کا قیام "انحیات الوسطی" کے تیسرے اور آخری حصے میں بھی بدستور رہا۔ لیکن انکی جسامت اس زمانے میں اور بھی حیران کن ہو گئی۔ ایک رضی حزنوں کے جسم کی شکل موجودہ اودبلاؤ سے بہت کچھ ملتی جلتی تھی۔ اپنی پھلی ٹانگوں پر کھڑے پانچ گز کے قریب بلند نظر آتا ہے۔ بعض ہوائی مسلح اڑتے وقت تین تین گز لمبے خفاشی پر پھیلا سکتے تھے۔ بعض امریکی دریائی انواع کی لمبائی سے لیکر دم تک پچاس پچاس گز پائی گئی ہے! ایک رضی مسلح کی ڈیال اسی زمانہ قدیم کے طبقوں میں سے (بھی اخیر ۱۹۲۳ء) چھ ماہ نہیں گزے

سلف ابن بطوطہ (المتوفی ۷۱۳ھ) اور مارکوپولو (المتوفی ۱۲۹۵ء) نے ابن سبیت نامک پرندوں کا ذکر اپنے سفر ناموں میں کیا ہے۔

الغرض عقل کی بے اندازہ کار فرمائیاں اور فوق الضرورۃ چارہ جویوں نے آج عقدہ معاش میں یہ صورت اشکال پیدا کر دی ہے جو فی حقیقت ناقابل تحمل ہے!

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا
وَإَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ۝ (۷۸: ۳۳)

(بقیہ تحت صغہ ۳۲) کہ ہند کی سرزمین میں دیائے جلم کے قریب نکلیں مگر اُس کا ڈھانچا اس قدر وزنی تھا کہ سب سے بڑا کوئی بھی جانور نہ ہو سکتا تھا، اُس سے گمان ہو سکتا تھا کہ انسان جیسی بظاہر کمزور، نووارد اور بے نوا مخلوق اُن کے ہوتے ہوئے کچھ حفظ و قیام حاصل نہ کر سکے گی، مگر شارع فطرت کو ان کا روئے زمین پر دیر تک رکھنا منظور نہ تھا، کارخانہ طبیعت کے اہل قوانین اُنکے ممکن فی الارض کی مخالفت میں تھا تھے، بقا و معیشت کے سپہ مجاہدے میں انکی جسامت، انکی قوتِ لامیوت کی مقدار، اُن کا متنوع السیر، کامل الوجود اور بطنی لیس ہونا ہی اُنکے بقا کا مانع تھا، وہ سب کے سب ایک اقل قلیل مدت میں صفحہ زمین سے محو کر دیے گئے، اور باعلیٰ اور صلح تر مخلوق کو اُن کا جانشین کر دیا گیا۔ "احیاء الوسطی" کے بلند ترین طبقات جس قدر ان اجناس سے پر نظر آتے ہیں، اُس قدر "المجددۃ" اقصویٰ کے اجزاء کا درجہ اسلئے نسبتاً خالی پایا جاتا ہے۔ مقدم الذکر زمانے کے زیر و بالا سب طبقات میں اُن کے حیرت انگیز ہولِ فرین بکثرت کے بعد بلند ترین طبق میں انکا ایک سخت معدوم ہو جانا فطرت کے طالبِ علم کے لئے از بس عبرت آموز ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی عمل، نیکے دور، صبر و ابتلا کے اس عظیم الشان عمل میں انکی سعی کچھ مشکور نہ ہوئی، بدیع کائنات کو جو بذاتِ خود مشابہ روزِ سعی و عمل میں مصروف ہے، اور ہر آن کلّ یوم ہُو فی شَآن "کا مصداق ہے، اُن کا جمود، اُن کا ناکارہ پن، انکی گراں بجائی کچھ پسند نہ آئی، اور ایک دو "یوم" کے اندر اندر اُن کو روئے زمین سے تنگ کر دیا گیا۔ قرآن کریم میں سورۃ قصص کے اندر اُس ربِّ عظیم کے اسی بے مثال امتیاز کی طرف اشارہ ہے جس کے مطالب کی عظمت کا طبقاتِ زمین کی کتابِ عظیم میں بشپہم خود کچھ کہہ صاحبِ نظر کا کپکا جانا یقینی ہے!

وَذَٰلِكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ۚ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ (۷۸: ۳۸)

اور اے محمد! تیرا پروردگار زمین و آسمان کے اس سیکر ان محیط میں جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور ہر پیدا کرنے کے بعد اُن کی سعی و عمل کا امتحان لیس کر جو مخلوق چاہتا ہے پسند کر لیتا ہے، اور جسکو مناسب سمجھتا ہے روئے زمین سے محو کر دیتا ہے (یَحْتَارُ) اور جو فرضی مسبود اور عالمِ علیٰ انسانوں نے اپنی طرف سے گھڑیے ہیں انکو تو یہ عظیم الشان خستیاں کچھ بھی نہیں! اے ساکنانِ زمین! وہ خدا نے عظیم اُن تمام من گھڑت مطاعوں اور مسبودوں سے بدرجہا بلند تر اور ارفع ہے جن کو لوگ اس کے برابر بناتے رہتے ہیں (ذَٰلِكَ يَخْلُقُ) اور اُسے نظر یہ کہ اگر اس قیام و دعوت، اس توفیق و قبول، اس فنا و بقا اور اس شکست و فلاح کے ختم یا کرنے کی کوئی مشروط قرآن کریم پیش کرتا ہے تو وہ بھی مغربی طبعیتوں کی علمی تحقیقات کی تائید میں عملِ صالح ہی ہے جو اس آئینہ کریمہ سے پیشتر کی آیت میں بوضاحت تمام بیان کر دی گئی ہے:

كَأَنَّمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَاعْمَلْ صَالِحًا غَفَرْنَا عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ ۖ إِنَّكَ كَلِمَ تَقُولُ ۖ مِنَ الْغَيْبِ ۖ ذِٰلِكَ ۝ (۷۹: ۲۸)

پروہ مخلوق اُسکے قانون کی طرف لوٹ آئی (تَاب) اور جسے ایمان کی اہل قوتیں اپنے اندر قائم کیں (وَأَمَنَ) اور جسے عملِ صالح کیے (وَعْمَلْ صَالِحًا) تو وہی بہترین نیا ہے کسبِ عملِ صالح کی سیاب ہوگی۔ (تَابَ) اور ایمان کی تفصیل کے لئے یہی بہت دیر ہے گریبا نہیر کیا غرضی ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

ہم نے فہم و ادراک کی امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے پیش کیا کہ شاید وہ اسے قبول کر لیں،
مگر انہوں نے زبان حال میں عظیم ذمہ داری کے حامل ہونے سے انکار کیا، اور اس کی اہمیت کو پا کر خوفزدہ
ہو گئے۔ بالآخر انسان نے سکھانا قبول کیا مگر وہ حقیقت برائی ظالم اور بڑی جاہل تھا جو یوں
ناحق اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالا!

عالم الغیب کے حضور میں شاید تمدن کی اسی رست و خیز، اور عمران حاضرہ کی اسی نفسا نفسی کی قیامت نما

(تبیہ تحت البتہ صفحہ ۲۳) ایک اور موقع پر نسل انسانی کو اپنی محسنوں میں خدا کا محتاج گردانا گیا ہے، ساکنان زمین کو قانون فطرت اور حکم خدا کی
کامل متابعت کی ترغیب دی گئی ہے، اور ان سب کو یکسر ہلاک کر کے کسی خلق جدید کے شمعن فی الارض کرنے کی دھمکی اس حیرت انگیز حسرت
صحت اور وثوق سے دی ہے کہ اعمال خدا کا علم رکھنے والا انسان بے اختیار لرز جاتا ہے۔ لیکن یہ آیات کبرے اپنے اصلی رنگ میں لاعمال
اسوقت نظر نہیں آتی جب کتاب کے متن (غالباً چھٹی مجلد) میں تمام سورہ کا مربوط ترجمہ کر دیا جائے گا،

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۚ لَئِنْ يَشَاءُ يُدْخِلْكُمْ فِيهِ كُفْرًا وَيُخْرِجْكُمْ مِنْهُ وَمَا
ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ (۱۵۱-۱۵۰)

اے ساکنان زمین! تم سب کسی حال اور رنگ کے محتاج ہو، ہر نوع اس خدا کے غفلت کے محتاج ہو، اس کے لطف و کرم کے محتاج
ہو، ہدایت اور رہنمائی کے محتاج ہو، قانون پر چلنے کے محتاج ہو۔ اور اس کی یہ شان ہے کہ وہ تم سب کے محتاج ہے، اور باوجود
اس بے نیازی کے سزاوار حمد ہے۔ وہ اس قدر بے پروا خدا ہے کہ اگر تمہارے اعمال کو دیکھ کر مناسب سمجھے تو تم سب کو تختہ بیک
یکسر آپکٹے، اور کسی نئی مخلوق تمہاری جگہ لاسائے، اور جانے رہو کہ یہ خدا کے لئے کچھ بھی دشوار نہیں (وہ تم سے پہلے بارہا
اسی طرح کر چکا ہے، اور پھر کرنے میں اسکو کوئی تحفیف نہیں ہوتی)۔

ایک عجیب غریب مشاہدہ جو یہاں پر صلاحیت کے صحیح مفہوم کو سمجھنے کے لئے نہایت غور طلب ہے، اور جو الحیات الوسطی کے ان عظیم نشان
ازدہوں کے متعلق کیا گیا ہے یہ ہے کہ وہ آجکل کے بڑے سے بڑے تمساح اور سنساروں کے بالمقابل نہایت چھوٹے چھوٹے فصاع کہتے
تھے۔ بعض حالات میں، باقی جسم کے تناسب کو پیش نظر رکھ کر کانسٹرکشن بھی بے اندازہ مختصر تھا، بعض میں گوشت اور اعصاب کی
زیادتی کے باعث بظاہر سرکانی بڑا دکھائی دیتا تھا، مگر حیرت انگیز انداز کا قابل تعین طور پر تنگ تھا، حتیٰ کہ موجودہ گرجے کا داغ تناسب بدن کے
حفاظت سے دل گنا بڑا ہے۔ ان مشاہدات سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کچھ دور از کار نہیں کہ شکستہ حیات کی اس شکستہ فاش میں جو ان حیوانوں کو نصیب
ہوتی وہ ماضی قویٰ کو بھی بہت بڑا دخل تھا۔ کمزور ماضی طاقتوں والے حیوان مقابلہ جلد مر گئے، جن کی قوتِ مددگر بڑھتی گئی محفوظ رہتے
آجکل انسان کی نظروں میں یہ قوتی اور گندہنی کا مجسمہ گدھا ہے مگر اس کا انسان کے لئے مفید ہونا خود اس کی نسل کی حفاظت کر رہا ہے۔ اگر وہ
بھی فراغتِ حیات کے میدان میں اور حیوانوں کے بالمقابل جرم کھڑا ہو جاتا اور انسان کے سایہ عاطفت میں پناہ نہ لیتا تو شاید کبھی کا صفحہ
زمین سے نابود ہو گیا ہوتا!

التجدیدۃ القصویٰ کے اپنی طبقات زیادہ تر ان دیرینہ حیوانات کے آثار سے پر ہیں جو القدیۃ الادلی کے دانے سے رفتہ
رفتہ ارتقا کر کے بہتر بن گئے ہیں۔ حارون اور سفیج، حیات (چھیلیاں)، ہزار پائے، مرجان، نجم نما چھیلیاں، قبتہ دار حلزون، حشرات الارض
شقائق بحری، نارپشت بحری، وغیرہ وغیرہ نہایت کثرت سے ہیں۔ حارون (چھیلیاں)، حاربا، گرگٹ، انبیان (اڑتے) آنتین (منقاری اڑتے)
تسلح (گرمجہ) اخفاش (چمکاڑ) وغیرہ وغیرہ نسبتاً بہت کم ہیں۔ لیکن پرندے غیر مشکوک طور پر نمایاں ہو گئے ہیں۔ ان کے مقدار و تعداد اور

تصویر در پیش تھی جو انسان کو تسبیلِ امانت کے وقت ظلوم و جہول ٹھیرا تھا، مگر تصویر کے اس تاریک پہلو سے ایک لمحے کے لیے قطع نظر کر کے جو اہم سوال آج اس نے مانے میں پیدا ہوتا ہے یہ ہے کہ سلسلہ ارتقا کے رو سے وہ کونسی صلاحیت ہو، اور قرآن کریم کی لازوال صداقت کے متبع میں وہ کیسا ایمان اور کیا اعمال صالحہ ہیں جسے آج اقوامِ یورپ کو مادی ترقی کے انتہائی منازل پر پہنچا کر اعلیٰ بننے، اور

(بقیہ تحت لہتن صفحہ ۳۴) گویا ہوائی مساحوں سے ارتقا ظاہر ہے۔ رضاعی حیوانات کی بعض نامکمل نشانیاں بچے جیسے بعض اعلیٰ طبق میں نمودار ہیں مگر ٹھیکہ رضاعی حیوان ان طبقات میں بھی بہت کم ملتا ہے۔

”الحمدیۃ الاولیٰ“ کے اعلیٰ طبق میں بھی قریب قریب یہی حال ہے، مگر اکثر اجناس کا بہتر اور صالح تر ہونا انیش از پیش ظاہر ہے۔ لیکن ”الحمدیۃ الاولیٰ“ کے طبقات وہ سبق آموز اور عبرت انگیز طبقات ہیں جن کی مخلوق کے مطالعے سے سطح زمین کی موجودہ مخلوق کا تاریخی ارتقا اظہار میں آتا ہے۔ ان حصص زمین میں حیوانات کے آثار یا قیہ نہایت مناسبت اور حفاظت کے ساتھ ملتے ہیں۔ ادنیٰ حیوانات کی ایک شاندار تعداد ارتقا کی ہوئی ملتی ہے۔ حرا زین کی قسم کے حیوانات اکثر نابود ہو گئے ہیں مگر رضاعی اجناس کی ایک بہت بڑی تعداد آبی گاؤں اور بلاؤں اور بیل مچھلی (روت) کی صورت میں پیدا ہو رہی ہے، مچھلیاں آجکل کی ساحلی مچھلیوں سے ترکیب اعضا میں زیادہ مشابہ ہو رہی ہیں، مگر مچھلی اور سنسار کی مین نظر آتے ہیں، عقرب، عنکبوت، ہزار پائے وغیرہ ایک حد تک کم ہیں، حشرات الارض کی سب سے کثرت میں، پتنگے اور تیریاں پہلی دفعہ جلوہ گر ہیں، پیٹ کے بل چلنے والے جانوروں کی یادگار سیسٹنڈوں میں رہ گئی ہے، پرندوں نے اپنی چونچوں کے اندر دانت رکھنا قطعاً چھوڑ دیا ہے، لیکن ان کی جنس کا داخلی ارتقا حیرت انگیز طریقے پر ہوا ہے۔ اسی کے زور اثر سے آٹے کی بجائے دوڑنے والے پرندے (یعنی مرغ میس دان) جلوہ گر ہیں، نعامہ (شتر مرغ) اور اسی جنس کی اور انواع جو آج صرف عرب اور افریقہ تک محدود ہو گئی ہیں نصف کرہ شمالی، یورپ اور شمالی امریکہ میں بھی پائی جاتی ہیں۔ گویا خط استوا کی طرف کچھ بعد میں شروع ہوا۔ نیز ملینڈ میں آج صرف ایک قسم نعامہ کی رہ گئی ہے مگر ابھی دو سو برس نہیں گزرے کہ شتر مرغ سے نسبت بہت بڑے بڑے پرندے جن کی اونچائی چار گز تک پہنچتی تھی، ان اقلع میں آباد تھے جنگو بالآخر اس سرزمین کے اصلی باشندوں نے نابود کر دیا۔ جزیرہ مدغاسکر میں کچھ اور پرستار صلیب گذرین کا ایک عظیم الشان مرغ ماکڑا تھا جسکے قد آدم کے برابر تھے ابھی تک الف لیلہ کے افسانوں میں بطور یادگار کے رہ گئے ہیں مگر اس نشان آج صرف ہڈیوں میں ملتا ہے۔

”الحمدیۃ الاولیٰ“ یا ”الحمدیۃ الحاضرہ“ کے اعلیٰ طبق کی مخلوق اور موجودہ مخلوق میں بہت کم فرق نظر آتا ہے عجیب غریب رضاعی حیوانات کی ایک تعداد کثیر سے یہ سب طبقے پڑیں۔ ان کی تو مختلف نوعیں شناخت کی گئی ہیں جن میں بیل مچھلی کی قسم کے مضععات، آبی گاؤں، سم دار مویشتی، اکثر نے لے موش، گوشت خور گریہ، گرم خور خارشیت، چمگاڈ، بغیر دانت کے رضاعی حیوان، اور بوزن و ش انواع شامل ہیں۔ ان میں سے ہر ایک نوع اس زمانے میں بھی پائی جاتی ہے۔ رضاعی اقسام میں عجیب غریب حیوانات مرا میس (گینڈے) ہیں، جن کی بعض قسمیں نہایت خوفناک تھیں جو نابود ہو گئیں۔ مچھلی کی بعض حیرت انگیز قد اور انواع اسی زمانے میں ظاہر ہوئیں۔ ایک بالوں والا بیل دار مچھلی (سیتھ) جو نہایت کاہمصر تھا اور موجودہ دو اقسام سے کم از کم دو گنا بڑا تھا، شمالی سامیریہ اور انگلستان میں نہایت کثرت سے ملتا ہے۔ اس کے دانت سامیریہ میں اس کثرت سے ملتے ہیں کہ روسی تجارت کی محبوب شے بن گئے ہیں۔ موجودہ فیل کی بقیدہ دو اقسام کا بھی انسان کی دستبرد سے موت تک محفوظ رہنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ مچھلی دانت کی تجارت کو موجودہ مقدار میں برسر رکھنے کے لیے دنیا میں ہر سال ایک لاکھ تھوڈے

مختلف فی الارض کا مقام حاصل کر نیک قطع مستحق قرار دیا ہے، اور مسلمانوں میں یہ کیا ضعف یا مان اور کیا غیر اعمال آگئے ہیں جسے انکی ہر سالہ عظمت کو محو کر کے انکو تنزل کا مترادف اور جہان بینی کا نا اہل کر دیا ہے؟

پیشتر اسکے کہ عظیم الشان سوال، اس کتاب کے طویل عرض میں، ایک مثل اور ناقابل انکار طریقے پر طے کر دیا جائے، اس امر کا فیصلہ ضروری ہے کہ مفسرین نے جن سہل اور محسوس معنوں میں آیہ اختلاف کو لیا جس حد تک اس کی مشروط اور مطبق لغت کے تابع، اور سیاق کلام کے مطابق ہے، اولاً اس آیت کا

(بقیہ تحت لہجہ صفحہ ۳۵) شکا ہوتا ہے۔ اور چونکہ تھنی پندرہ سال میں صرف ایک بچہ بنتی ہے، اور موجودہ حیوانوں میں سب زیادہ بڑی نسل ہی، اسلئے چند اور صدیوں کے اندر اس نوع کا تباہ ہو جانا بھی یقینی ہے۔ لیکن الجدیۃ الحاضریہ کے اعلیٰ طبق میں خدا کی جس حیرت انگیز عالم آرا، اور حسن الخلق مخلوق کا ظہور ہوا وہ حضرت انسان ہے۔ ادنیٰ طبقوں میں کچھ مشکوک سی ہڈیاں ملتی ہیں جنکو رضاعی حیوانات اور ابتدائی انسان کی درمیانی کڑی کہا جاتا ہے، مگر قطعی طور پر کچھ مل نہیں سکا۔ ایک مدت مدید تک حکمائے مغرب اس درمیانی کڑی کی تلاش میں سرگرداں رہے اور اب تک ہیں۔ اعلیٰ طبق میں ابتدائی انسان کے ڈھانچے صاف طور پر ادنیٰ حیوانوں سے ارتقا کیے ہوئے نظر آتے ہیں۔ انکے جسم نسبتاً قوی ہیں مگر دل کے جھڑے موجودہ انسان کے بالمقابل بہت چھوٹے ہیں قدیم غاروں میں انکی ہڈیاں نہایت پختائی سے دہی ہوئی نظر آتی ہیں۔ انکے ساتھ ساتھ کثراوقات پتھر اور لوہے کے بیڑھنگے اٹاڑا درختن بھی دیے ہیں جسے معلوم ہوتا ہے کہ آفرینش کے ابتدائی ایام میں انسان اپنے آپ کو زندہ اور حیوانوں سے بچانے، اور مرنے اور گرمی سے محفوظ رکھنے میں مصروف رہا، اس وجہ سے مدت مدید تک وہ کوئی معاشری ترقی نہ کر سکا۔ پہاڑوں کی غاریں اور وادیوں کے اوٹ اسکے مستقل ٹھکانے حفظ نفس اسکا منتہائے حید تھا۔ بالآخر جب انفرادی دفع مفید نہ رہا تو عقل سلیم نے اجتماعی اور معاشری حیات اختیار کرنے پر مجبور کیا، اور آج انکی یہ حالت ہو کہ علم و عمل کے بام بلند پر چڑھ کر فطرت کی علامت قوتوں کو قابو میں لانے کی سعی کر رہا ہے!

ارتقاء حیات کی متذکرہ صدائے شیخ میں جو بات نہایت قابل لحاظ ہو یہ ہے کہ سلسلہ تکوین متعدد مستقل منازل طے کر کے انسان تک پہنچا۔ اللہ تعالیٰ الاخریٰ کے پہلے حصے میں زندگی صرف ذلیفقری اور مصلیٰ مخلوق تک محدود رہی۔ دوسرے اور تیسرے حصے میں ان بے استخوان اور مضبوط حشرات سے ریڑھ کی ہڈی والے (ذلیفقری) بے دست پا جانور پیدا ہوئے جن کی نشاۃ اقل مچلی سے ہوئی، پھر تھکے ادا پتھر جسوں میں مچھلیوں کا اعضائی ارتقا اوج کمال کو پہنچا، پچھتے حصے میں پرواز مچھلی کے ساتھ ساتھ پیٹ کے بل چلنے والے وابہ کا ظہور ہوا۔ "الحیات الوسطی" میں بے دست پا مچھلی اور وابہ سے پرو پاوار پرندوں کا ارتقا ہوا۔ پھر الجدیۃ القصویٰ کے زمانے میں ویاں ویاں والے پرندوں اور حرا زین کے ارتقا سے چارناگوں والے ذات الثندی حیوان پیدا ہوئے جو اس سلسلے کی آخری کڑی ہیں۔ ان انواع شریفہ کا مقصد "الحیات الوسطی" سے ادنیٰ طبق میں ہی نمودار ہو گیا مگر نسبی ارتقا حسن الخلق انسان پر کرکمل ہوا۔ طبیعی حکما کا اندازہ ہے کہ یہ تمام نوعی اور جنسی تبدیلیاں لاکھوں بلکہ کروڑوں برس میں جا کر واقع ہوئیں اور تہذیب تمام ہوئیں۔ ادنیٰ مخلوق ہی بلند تر طبقوں میں اسی ایک سلسلہ تولد و تناسل کے ذریعے سے وقتاً فوقتاً اعلیٰ مخلوق میں مبتدل ہوتی رہی کسی نئی نوع یا جنس کا ناگماں اور بلا واسطہ ظہور فوق طبیعی یا غارق عادت اصول پر نہیں ہوا جیسا کہ عوام کا خیال ہے قرآن حکیم نے سورۃ نور میں حیوانات زمین کی اس وحدت اصل نسل کو، اور عوارج حیوانی کے اس تدریجی اور سلسلہ وار انقلاب کو ان غیر مشکوک، پر مبنی، اور نتیجہ خیز حقیقتات میں دکھایا ہے جن کے حقیقت کشا انکشاف کو صحیفہ فطرت میں چشم خود دیکھ کر خدا کی طاقت کا شہر شخص کے دل میں شخص ہو جاتا، نہیں بلکہ تخلیق عالم اور سر حیات کی صلیت کے متعلق صراط مستقیم کا پتہ لگ جاتا یقینی ہے!

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِنْ مَّسْکٍ ۖ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَبْغُونَ عَلَىٰ بَيْتِهِمْ ۚ وَفَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَبْغُونَ عَلَىٰ رِجَالِهِمْ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ

۱۔ اس سوال کے متعلق تھنی فصل نمائے پانچویں جلد سے پہلے نہ ہونے کا۔ طے لگ کر انیمائی کی نگارہ زمین اور خلق کا نقطہ نظر کرتا ہے کہ ہر ایک سلسلہ تناسل، جو مفسر آگیا ہے (۱۱-۲۰) کا آغاز

خطاب بلا قید و وقت عام مسلمانوں کی طرف ہے، مگر معاہدہ لامحالہ ان کے ایک گروہ ہی سے باندھا گیا ہے اگرچہ چھوڑنے کی توسیع ایمان اور اعمال صالحہ کی موجودگی میں ہر مسلمان تک ہو سکتی ہے۔ اس بنا پر مسلمانانِ عالم میں صرف اسی گروہ کا استخلاف شرط ہے جو ایمان اور اعمال صالحہ رکھتا ہو، وَعَلَى اللَّهِ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَلَى الظَّالِمِينَ (۵۵:۲۳)۔ ثانیاً استخلاف فی الارض کا میثاق، جزیرہ العرب پر تسلط یا سیادت عربین کے معنوں میں کسی فرد و جسد، یا ان کی نسل، یا زیادہ سے زیادہ عرب قوم کے ساتھ ہو سکتا تھا، سب مسلمانانِ عالم سے ضروری تھا۔ ثالثاً کے مِمَّا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ نے معاملہ بالکل صاف کر دیا کیونکہ اسلام سے پہلے عربین پر

(تمہارے تحت پہلے ص ۳۶) يَمْشِي عَلَى الْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ اللَّهُ مَا يَفْعَلُ مُرَادٌ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَقَدْ آتَيْنَا آيَاتٍ مُبِينَاتٍ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَنْ يُفْلِحُ (الی حیوا طے تفسیر ۲۳: ۲۵-۲۶)

اور لوگو! اس خلاقِ عالم کی طاقت کی یہ شان ہے کہ اس نے روئے زمین کے تمام حیوانوں کو ایک ہی نطفے اور ایک ہی سلسلہ تولد و تناسل کے ذریعے سے (میں تمہارے) پیدا کیا، اور آج اس حدت تناسل کا نتیجہ یہ حیرت انگیز ہے (۱) کہ ان حیوانوں میں سے بعض وہ ہیں جو بیت کے بل پلٹے ہیں، اور بعض وہ ہیں جو صرف دو پاؤں پر چلتے ہیں، اور بعض وہ ہیں جو چار پاؤں پر چلتے ہیں (۲) اور یہ بحر الفضول ثابین اور اخلاف اسی ترتیب و تسلسل سے اُس ایک نطفے کی قوت تولید میں ظاہر ہوئے ہیں، لوگو! خدا جو شے جس ذریعے سے مناسب سمجھتا ہے پیدا کر دیتا ہے، بگوش ہوش من کر کو کہ وہ ہر بات کے کرنے پر قادر ہے۔ اسے ساکنانِ زمین، ہم نے تم کو علم اور کوتاہ نظر انسانوں پر حقیقت کشا اور جہاں نایات اور آسمان سے اتاری ہیں تاکہ تم پر تمکین حیات کا راہنہ چھوٹے، اور یاد رکھو کہ خدا نے عظیم اُسی کو علم کے صلہ مستقیم پر لے جاتا ہے جس کو مناسب سمجھتا ہے۔

کیا آج سطحِ زمین کے طول و عرض میں مذہبِ عالم کی آسانی کتابوں کے اندر تمکین حیات کی اس سے بہتر، صحیح تر اور مکمل تر داستان کہیں موجود ہے؟ طبقاتِ زمین کی تقسیم کے یہ پانچوں زمانے جن کا ذکر اوپر ہوا اور جن میں زمینِ آسمان کی پیدائش فی حقیقت تکمیل کو پہنچی، اور بطور انسان سے لیکر جب تک زمانہ حال ہمیں بنی نوع انسان کا ارتقا مکمل ہو رہا ہو، ایک کوئی مکان کی حکیمانہ لغت میں نہ سیکھتے آئیے (۳) (۲۴: ۳۲) ہم (صفحہ ۲۴) ہیں جنہیں اُسے زمینِ آسمان کو پیدا کیا: یوم کی تشریح کافی طور پر غفلت میں گزرتی ہے، اور لفظ شتہ سے ظاہر ہو کہ قرآن مجید میں زمینِ آسمان کی تدریجی اور ارتقائی تعبیر کا مودعہ ہی پس عیدتین کا دعوئے کہ دنیا صرف چھ ہزار برس سے قائم ہو اور اُسے قرآن مجید غلطی، اگرچہ شتہ یا م کا ذکر اس الہامی کتاب میں بھی موجود ہے، گناہ و مغر نے زمین کی مدتِ تعمیر کو چھ زمانوں میں اس بنا پر تقسیم کیا ہے کہ ان کی مخلوق کے مابین ایک عرصہ تباہی اور قسطنطینیہ بالانقیابہ پیدا ہے جسے باعث طبع اور زمانہ ایک دوسرے طبعاً اور خلقاً الگ نظر آتے ہیں بہت ممکن ہے کہ یہی جہاں قرآن اُس پر ایسا کائنات کے پیش نظر شتہ یا م کے الفاظ میں ضم ہو کر جو کسی آئندہ موقع پر تفصیل کی جائے گی۔ قصیر الحکم باقی جس کا ذکر اہل کتاب (صفحہ ۲۵) میں ہوا، واصل فریقہ کا باشندہ تھا جو کشکلی حیات کا باعث دربر پھر کر چند صدیاں گزریں نابود ہو گیا۔ ان کی ہڈیاں آج جزیرہ مانا میں ملتی ہیں۔ ایک نوع کی اونچائی گھٹتے گھٹتے ڈیرہ گرد اور دوسری کی صرف ایک گز رہ گئی تھی۔ دنیا کا مہندس نے احمد جو آجکل شے زمین سے ناقابلِ یقین سرعتِ ناپید ہو رہا ہے، اسوالتوں صدی کے جلال اور کیم کے بعد یونانی اقوام کی جارحانہ دستبرد اور ستم بجا دیو کا شکا جو اسے نساوی مستعمرین نے اس بیخ کنی میں سب سے زیادہ شرمناک حصہ لیا، ایک موقع پر ملکِ مستعدی بیماریوں کے جراثیم سے آلودہ کھیل، رعدا اسی اور غریب پڑوسی کے رہانے سے انہیں تسکیم دیئے جس سے ارد گرد کی آبادی سال بھر میں آدھی رہ گئی۔ لیکن تمدن کے مہذبہ بقایاں آج وہ اور دوسری غیر صالح قوتیں جس تیزی سے نمو ہو رہی ہیں اس داستان سے کہیں زیادہ دردناک ہے!

۱۔ اگر زمین کو توڑ کر دیکھو، کاغذ بے بیسی اور تمام آیت سے کوئی مستقل نتیجہ اخذ نہیں جتا، مطابک لینے دیکھو مضمون، لیکن اینڈکس کے الفاظ نہایت قابلِ غور ہیں۔

یا عرب میں استخلاف ان خاص معنوں میں نہ تھا، اور نہ عرب کے متخاصم قبائل ایمان اور اعمال صالحہ کا دعویٰ کر سکتے تھے۔

درحقیقت اس آیہ کریمہ میں، شارع فطرت نے مسلمانان عالم کے سامنے وہ عظیم الشان ستور العمل پیش کر دیا ہے جو ہر کیفیت میں، اور ہر موقع پر ان کی نفسِ رادی اور اجتماعی، اعتقادی اور عملی، روحانی اور مادی زندگی میں کامل طور پر کارآمد ہو سکے۔ اسی نصابِ عمل میں افراد کے اخلاق کی صلاحیت، اعمال کی درستی، اعتقادات کی سلامتی، ہمت کے قیام، قوت کے توازن، دینی بہبودی، اور دنیاوی مرقدہ الحالی کا سامان موجود ہے، اور اسی ضابطے کے اندر اقوام کے سیاسی غلبے، اقتصادی ترقی، چٹائی اقتدار، علمی ارتقاء، اور تسلط فی الارض کے جراثیم مخفی ہیں۔ "استخلاف فی الارض" جسکا وعدہ خدا نے پاک نے بلا قید و وقت مسلمانوں سے کیا، محض ایک کمزور اور مخدوم پنج ملکی تسلط ہی کا دوسرا نام نہیں جو مسلمانوں کو کچھ دیر ہوئی سرزمین عرب پر حاصل تھا، اور اب بھی زمین کے دو ایک ٹکڑوں پر حاصل ہے، بلکہ وہ تمام روئے زمین یا اُسکے بڑے سے بڑے حصے پر کامل سیاسی اقتدار، اور مکمل اجتماعی اور اقتصادی غلبے کا نام ہے۔ وہ قومی آزادی، علمی بیداری، علمی اور ادبی اجیا، جمعی عصبت، اور حتماتی علم و تربت کا وہ انتہائی معراج ہے جو صحیح معنوں میں مسلمانان عالم کو کئی سو سال تک قرونِ اولیٰ و متوسطہ میں حاصل اور معانی کی خاص حدود کے اندر یورپ کی بعض اقوام کو اس وقت حاصل ہے۔ وہ مغرب کی سیاسی اصطلاح میں امن کے زمانے میں اپنی بہتری کی خاطر ہر ملی اور بین الملی وسیلے کا اختیار، اور ایام جنگ میں اپنے بچاؤ کے لیے ہر جائز اور مناسب حربے کا استعمال ہے؛ حرمین شریفین کی حفاظت، جزیرہ اعز کی کامل سیاسی آزادی، اور رسمی خلافت کا قیام و استحکام، اُسکے کل کا صرف ایک جزو لا ینفک ہے۔ وہ آیہ استخلاف کے الفاظ میں شارع فطرت کی اپنی بنائی ہوئی شریعت، اپنے پسند کیے ہوئے نظامِ عمل، اور اپنے اختیار

کیے ہوئے مسلک مذہب کا زمین پر حقیقی نمونہ، اور مسنوی تسلط ہے: وَلَئِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُوا أَمْرَهُ وَتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَنْزِلُ فِي الْفُرْقَانِ (۲۴: ۱۲۳) وہ مسلمانوں کے دینی اور دنیاوی عروج، قومی اور غیر قومی تفوق اور عملی اور فزنی تقدیم کی وہ خوشگوار منزل ہے جہاں ایمان اور عمل صالح کی قوت افزا وساطت سے ہر شکست کا فتح میں، ہر فتنہ کا بقا میں، اور ہر خوف کا امن میں تبدیل ہو جانا یقینی ہے۔

جس طرح ہر متنفس میں بقائے نسل اور تحفظ ارث کی خواہش ایک طبعی امر ہے اسی طرح پر تبدیلیے آفرینش سے آج تک، ہر زندہ قوم کا منتہائے نظر قیام سلطنت اور حفظ نسل رہا ہے۔ قرآن حکیم نے اس حقیقت کو لفظ اختلاف سے تعبیر کیا ہے، اور ظاہر کر دیا ہے کہ اسلام سے پہلے بھی اقوام عالم میں یہ فطری جذبہ موجود تھا۔ شارع دین نے بعینہ اسی قطع کے تخلف کا وعدہ، سابقہ اقوام کی مانند مسلمانوں سے بھی کیا، اور اسی قرینے سے اُس نے جا بجا وراثت زمین کے نام سے موسوم کیا ہے:-

قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۱۲۸﴾

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ان مشکلات کی حالت میں اللہ سے مدد مانگو اور مستقل مزاج بنے رہو۔ زمین تو سب اللہ ہی کی ہے وہی اپنے بندوں میں سے جسکو مناسب سمجھتا ہے وارث بنا دیتا ہے اور بالآخر جیت تو انہی کی ہے جو مقام خدا سے ڈرتے رہتے ہیں۔

۱۵ اور وہ خدا نے عظیم اس دین کو جو اُس نے مسلمانوں کے لیے پسند فرمایا ہے متکون کر کے رکھا، اور اس حالت خوف کو بھی جو آج دشمن سے لاحق ہے، اس سے بدل دے گا۔

۱۶ گویا اس آیت کریمہ کے رو سے وراثت زمین اور ہی قوم منبتی ہے جس کے افراد میں صبر اور استقلال بدرجہ اتم موجود ہو۔ اس بنا پر آیت اختلاف کو پیش نظر رکھ کر علموا الصلحۃ کی ایک شق صبر ہے۔ استعانت باللہ سے مراد، دعا گاہ خدا میں عاجزی کر نیکی علاوہ احکام خدا سے استعانت بھی ہو، لیکن غرض خدا کے معافی بھی آج مسخ ہو چکے ہیں۔ یشاء کے محولہ بالاسمانی کا ثبوت دیر میں آئے گا۔ عاقبتہ کے معنی یہاں پرمیامت کی آخرت کے نہیں اور اس سے معافی مربوط ہو سکتے ہیں۔ بلکہ اس کا صحیح مفہوم کسی قوم کی سعی و عمل کا اس دنیا میں نتیجہ یا بخت ہونا ہے۔ انہی مسنوں میں عاقبتہ کا لفظ آیا: اَآلَکُمۡ یَیُّرُذٰنِیْ لَا تَخۡضَیۡ فِیۡنَہٗ ذٰلِکَ کَانَ عَآقِبَۃً لِّلَّذِیۡنَ مِّنۡ قَبۡلِہُمۡ (۱۲: ۴۸) میں، یا اَآلَکُمۡ کی بجائے اَوَّلَہٗ کے ساتھ (۲۱: ۴۷)، (۳۵: ۳۴)، (۲۹: ۲۹) میں استعمال ہوا ہے جسے یہ ہیں۔ تو کیا یہ لوگ زمین میں چلے پہرے نہیں کہ اپنی آنکھ سے دیکھ لیں کہ ان لوگوں کا کیا بُرا انجام ہوا جو ان سے پہلے ہو گئے ہیں؟ ”مُتَّقِیۡنَ“ کی تشریح میں ابھی دیر ہے، لیکن ترجمے میں مطالب کی تفسیر کر دی ہے۔

وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضَعُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَعَارِبَهَا الَّتِي
بِزَكَاةٍ فِيهَا مَا دُونَ ذَلِكَ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۚ بِمَا صَبَرُوا وَأَلَّوْا ۚ ۝۱۳۷
اور اس مبارک اور ذخیرہ سرزمین کے مشرق و مغرب کا وارث بالآخر ہم نے انہی لوگوں کو کیا جو کمزور
گئے جاتے تھے۔ اور خدا کا وعدہ نیک تو بنی اسرائیل کے حق میں ٹھیک پورا ہوا کیونکہ انہوں نے عزم و
استقلال سے دشمن کی خنثیوں کی برداشت کی تھی۔

اسی ضمن میں ایک اور جگہ بعینہ آیت اختلاف کا مضمون ہے :-

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزُّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۝
إِنَّ فِي هَذَا لَبَلَاغًا لِقَوْمٍ عَابِدِينَ ۝ (۱۰۶-۱۰۵: ۲۱)

اس آیت کریمہ میں صبر کا انجام اور بھی واضح طور پر وراثت زمین ہے۔ گویا صبر کے معنی استقلال اور ہمتاقت سے سب مشکلات کا مقابلہ
کرتے رہنا ہے، ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ رہنا، اور اپنی بربادی کا تماشہ دیکھنا نہیں یہ آیت عظمیٰ مسئلہ ارتقا کی تشریح کے ضمن میں صفحہ ۱۰۷ کے تحت ملتفت
اچھی ہے مزید تشریح کے لیے وہاں دیکھنا چاہیے۔

ان آیات اسی میں وراثت زمین کی شکل تشریح عبادی الصالحین کے الفاظ میں کر دی گئی ہے، اصل کی تعریف از روئے قرآن مجید جامع و
الغنی ہے۔ علیٰ ہذا التیس لفظ عبادت کی۔ مگر یہ امر نہایت غور طلب ہے کہ مسئلہ ارتقا کے بقائے صلح کا مفہوم اس آیت کریمہ (۱۰۵: ۲۱) کے دعوے
کے تقدیر میں مطابق ہے۔ عبادت کا لفظ عباد سے مشتق ہے جس کے معنی غلام کے ہیں۔ اور وہی قوم و حقیقت عابد ہے جو خدا کی عملاً غلام ہے، جو
اُس کے قانون اور احکام پر عمل کر رہی ہے۔ ورنہ کوئی رسمی نماز گزار اور باقی احکام سے غافل قوم عابد کہلانے کی تسبیح نہیں ہو سکتی کیونکہ ملازمت
کی شرط اول آقا کے احکام کی تعمیل ہے۔ لیکن عبادت کے متعلق مکمل بحث اصل کتاب میں آگے چل کر انجام آئے گی۔

صلح کی ایک اہم شق ہم نے صبر بتلائی۔ لیکن اگر صلح کے معانی کی ایک جھلک کتاب کے اس ابتدائی حصے میں دیکھنی ہو تو اس آیت
کریمہ پر غور کرنا ضروری ہے جس میں شارع کائنات نے نوزائیدہ بچے کو صلح کہا ہے :

فَلَمَّا أَتَتْكَ ذَهَابَ إِلَيْكَ اللَّهُ فَكَلَّمَهُ الْكَلِمَاتُ الْكَلِمَاتُ مِنَ الشَّيْءِ ۚ فَلَمَّا أَتَتْكَ ذَهَابَ إِلَيْكَ اللَّهُ فَكَلَّمَهُ الْكَلِمَاتُ الْكَلِمَاتُ
فِيهَا أَنَّهُمَا ۚ فَتَعَلَّىٰ اللَّهُ عَمَّا يُشِيرُ كَوْنٌ ۝ (۱۸۹: ۱۹۰)

ہر حیوان کے لطف سے بیوی کامل نہیں رہتا اور وہ رفتہ رفتہ بوجھل ہوتی جاتی تو مرد اور عورت دونوں زمین و مین مانگتے ہیں کہ اسے ہمارا پودا گا
اگر تو بکویہ پیچھے صبح الاعضاء صالح استنساخ بدن (صالح) جیتنا چاہتا چاہتا چاہتا (صالح) ہو بصورت (صالح) دیکھا تو ہم تیرے بیٹے ہی شکر گزار ہو گئے۔ چہرہ
ان دونوں کو وہ خدا نے عظیم مہربان اور سالم، توانا اور تندرست (صالح) بچہ عطا فرماتا ہے تو اس نعمت حق کے ساتھ اسی انعام دی ہوئی چیز کو
شریک کرنے لگتے ہیں، اس بچے کی محبت میں اس قدر بہک جاتے ہیں کہ خدا کے برابر اس کو کہتے ہیں، اسی کو اپنا بیٹا بنا لیتے ہیں۔ تو لوگو!
خدا نے عظیم مہربان سے بہت انعام و اعلا ہے جو یہ لوگ اُس سے شریک کرتے ہیں۔ کچھلے صفحہ کا ثبوت بعد میں آئے گا

ان آیات سے واضح ہے کہ بچے کا صلح ہونا اسکا فی الحقیقت بے نقص اور تندرست، صحیح الاعضاء اور سالم جسم ہونا ہی ہے۔ یہی دریا

بچے کی اصل شریعت ہے۔ ورنہ مال کی پیش سے بچے کا نیک پیدا ہونا بے معنی ہے اور نہ یہاں جو ان نیک ہونا ذکر ہے۔ اس نقطہ نظر سے صلح
قدم دی ہے جس کا ہر عضو درست ہو، متناسب ہو، بڑھا گھٹا ہو اُس کے ہر حصے میں یکساں بیداری ہو، حیات کا جو ہر لطیف اُس کی ہر گھٹنے میں ڈھلکاؤ وغیرہ
جب تک مسلمان عالم ان معنوں میں صلح ہے رشتہ زمین اُن کے پاس ہی جب صلح کے معنی محدود ہو گئے تو اس آیت (۱۰۵: ۲۱) کی تاویلاتیں بھی ہو
گیں مگر کلام خدا کے صحیح مفہوم میں رد و بدل قطعاً محال ہے۔ لا مبدل لکلماتہ (۱۱۶: ۱۱۶) اس کی شہادت ہو۔

اور ہم زبور میں تمام احکام کی شرح و ذکر کے بعد یہ بات لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث تو ہمارے
صالح اہل عمل بندے ہی ہیں۔ بلاشبہ ہمیں اطاعت گزار قوم کے لینے ایک بڑا پیغام ہے۔

اور سورہ زمر کے حسیروں :-

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقْنَا وَعَدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَكْبُوْا مِنْ الْجَنَّةِ
حَيْثُ نَشَاءُ ۖ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَمِلِينَ ﴿۳۹﴾ (۴۴: ۳۹)

اور وہ لوگ کہیں گے کہ شکر ہے اُس خدا کا جس نے اپنا یہ وعدہ بھی سچ کر دکھایا، اور اس سے پیشتر
زمین کا وارث بھی ہمیں کو نبایا، اب ہم بہشت میں جہاں بھی چاہیں رہیں گے، تو دیکھو کام کرنے
والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے!

اب یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ آیہ استخلاف میں فاطمہ راض و سمانے خاص مسلمانانِ عالم کے ساتھ
ایک ایسے کامل سیاسی غلبے کا حتمی وعدہ کیا ہے جو محض سرزمینِ عرب پر قبضے کے متعلق، یا اس کمزور
اور برائے نام خلافت کے قیام پر مبنی نہیں جسکو یورپ کی خون آشام طاقتیں آج ایک لمحے کے لیے چین
نہیں لینے دیتیں، بلکہ اُس کا نصب العین دنیا کے عظیم تر حصے پر حقیقی اور تسرروقی سیاسی اور اجتماعی
حکومت ہے۔ اس نعمتِ عظمیٰ کے حصول کے بغیر نہ تو خدائے پاک کا دین کسی معنوں میں انکشافِ عالم میں
ممکن ہو سکتا ہے، اور نہ وہ خوف جو آج ہر سمت سے مسلمانانِ عالم پر طاری ہے کبھی سحرِ امن سے
بدل سکتا ہے۔

۴۴ یہاں پر لوگوں نے، اَلْاَرْضَ، کے معنی ارضِ جنت لے لیے ہیں۔ مگر اس دل نموش کن تاویل کی کوئی سند نہیں۔ اَوْرَثْنَا کا ماضی
صیغہ اور نَشَاءُ کا حال کا صیغہ اس کا شاہد ہے کہ اَوْرَثْنَا اَلْاَرْضَ کا واقعہ پیشتر کا واقعہ ہے۔ اور جب الْجَنَّةِ کا ذکر آگے صاف ہو تو
خدا کے کلام میں ایک آیت کے اندر یہ بے نتیجہ تکرار پیدا کرنا محض لغو ہے۔

دوسری بات جو غور طلب ہے یہ ہے کہ اس آیتِ کریمہ میں بھی فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَمِلِينَ، کہہ کر رسمی و عمل پر کس قدر زور دیا گیا ہے گویا عمل وہ چیز ہے جس کا
نتیجہ وراثتِ زمین ہے۔ اور وراثتِ زمین کا نتیجہ ہی الْجَنَّةِ آخرت میں ہے !!

ایک اور اہم بات جو قابلِ لحاظ ہے یہ ہے کہ ان سب آیات (یعنی ۴، ۱۳۸، ۴، ۱۳۴، ۲۱، ۱۰۵) اور (۴۴: ۳۹) میں بھی اَلْاَرْضَ، کا لفظ مطلق معنوں میں استعمال ہوا کسی خاص حصہ زمین کی تخصیص ان میں نہیں جیسا کہ بعض شارحین نے آیہ
استخلاف میں فرض کر لیا ہے۔

دش نبیاستم ہوا تمہارا غرضم مسیم اور سچا ایثار ہی تمہارے لیے پیغام بقا ہے، دشمن کے ہجوم نے ایک لمحے کے لیے تم کو مرعوب اور بے بس کر دیا ہے، مگر میرا تم سے وعدہ ہے کہ اگر تم میں یہی خوبیاں رہیں تو تم نصر خانہ کعبہ کے قطعی محافظ، اور سرزمین عرب کے حقیقی وارث بنو گے بلکہ کسریٰ کی دیرینہ عظمت کے اصلی حداثہ اسکندر کی عالم آرا سلطنت کے مسلم جانشین، بکرا جیت کی بھارت کے سچے سپوت، اور قیصر کے دنیاوی جاہ و اہمت کے بہترین خلف ٹہرو گے!

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلرُّسُلِهِمْ لَنْ تُجَنِّبُوا جَنَّاتِكُمْ مِّنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْهَا وَلَئِنَّا فَاعِلُوْنَ
اَلَيْهِمْ رَاجِعُكُمْ لِنُؤْتِيَهُمُ الْظُلْمَ لَئِنْ كُنَّا لِلظَّالِمِيْنَ ۙ وَلَنَسْخُكُنَّكُمْ اِلَّا اَرْضًا مِّنْ بَعْدِهِمْ ذٰلِكَ لِمَنْ ۙ
خَافَ مَقَالَهٖ وَيَخَافُ وَيَعِيْدُ (۱۳: ۱۳-۱۴)

اور منکرین خدا نے اپنے پیغمبروں سے کہا کہ ہم تم کو اپنی زمین سے نکال باہر کریں گے یا ہمارے تم پھر ہمارے مذہب میں آلو گے۔ اس پر خدا نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ تم بدستور اپنی سعی میں لگے رہو ہم یقیناً ان ظالموں کو ہلاک کر دینگے اور ان کے پیچھے تم ہی کو اس سرزمین میں بسائیں گے۔ یہ صلا اس قوم کا ہے جو میرے مقام و منصب ڈر کر میرے احکام کی اطاعت کرتی رہی، اور جس نے میرے عذاب سے بچنے کی کوشش کی۔

اس بحث و تھیس کے بعد یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ آیہ استخلاف مسلمانوں کے ساتھ وراثت زمیں کے متعلق ایک مشروط وعدہ ہے، اجتباری اور بلا قید شرط نہیں۔ جب تک مسلمانان عالم ایمان اور اعمال صالحہ کے صحیح مفہوم پر کم و بیش قائم رہے زمین کے ایک عظیم تر حصے کی وراثت ان کے قبضے میں رہی، دین اسلام کا تکیہ مستقل ہوتا گیا، اور یکے بعد دیگرے ہر مخالف طاقت کا خوف اس سے بدل گیا۔

۴ اس موقع پر اَرْضِنَا سے مراد منکرین خدا کا وطن ہے اور اس لحاظ سے (۱۳: ۱۳) میں اَلْاَرْضُ کے معنی بلاشبہ اُسی مخصوص سرزمین کے ہیں۔ مگر آیہ استخلاف یا اور متذکرہ صدر آیات میں جنہیں اَلْاَرْضُ کا لفظ واقع ہے تخصیص ایسے نہیں ہو سکتی کہ ان میں کسی خاص وطن کا ذکر نہیں ہے۔ یہاں صاف ظاہر ہے کہ مَنّ کسی منہ و واحد کے لیے نہیں آیا بلکہ تمام قوم کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اجتماعی حرف موصول کی اس قطع کی مثالیں متعدد آج کلیم میں آگے چل کر پائیں گی۔ ایک مثال مسئلہ ارتقا کے تحت آیت (۱۳: ۱۳) میں گذر چکی ہے: فَنُفِثْنَا فِيْهَا مِنْكُمْ ذَكَرْنَا لَكُمْ ذِكْرًا ۚ وَنَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونا

قرآن کی اعجازنا تعلیم نے ایک اقل قلیل مدت میں عرب کے رہنروں اور مردم کُش و حشیوں کو روحانیت اور ایمان کے حلقہ اثر میں لاکر، انکی کاپاپلٹ دی۔ ریگستان کے ان بے ہمار حُدی خوانوں کو، جن کی زندگیاں سالہا سال سے ریت کے چٹیل اور خشک میدانوں میں تشنہ ال اور آوارہ گرد کُستی تھیں، خدا کی جبل مستیں میں جکڑ کر کامران صلاح اور سبک کام عمل کر دیا۔ بد اعمالی اور فسق کے ہی آزادہ رُو بندے، جن کے ہر فرد کو قتل و غارت پر ناز، اور ہر شخص کو بدکاری کا اِذعا تھا، چشمِ دن میں طاعت کی لذت اور عشقِ خدا کی خلش سے آشنا ہو کر، عبودیت کے رہ نور دہن گئے۔ اخلاق کی درستی کے ساتھ ساتھ دنیاوی اعمال میں صلاحیت آگئی۔ وہی طاقتِ عمل جو دہرے اور بسوس کی خانہ جنگیوں میں قومی تخریب کا باعث ہوا کرتی تھی، قرآن کی حُسن تجویز سے اعلائے حق میں صرف ہوئی، وہی خوش اعتقاد و جلالِ ثنات، ہُسل و عِز کی جاہلانہ پرستش سے قبائل عرب کو نصیب تھی، خدائے واحد کی مضرِ شائے عبادت سے بدل گئی۔ بالآخر ایمان کے انہی بے محابا فدا یوں، اور عملِ صالح کے انہی نامصلمت اندیش، والوں نے باطل کو دنیا سے یک قلم محو کر کے، اُسکے ہر گوشے میں صداقت کی گونج اور فرویت کی مہیت پیدا کر دی، کلامِ الہی نے منتشر قوتوں کو جمع، کمزور جذبات کو مضبوط، اور نفسانیت کو مغلوب کر دیا۔ حشیانہ عادات کو مناسب سطح پر لاکر، اقتصاد اور میانہ روی کی ہدایت کی حسیاتِ تلیہ کو متحرک اور وسیع الاثر کر کے عالم گیر اسلامی اخوت کا سبق دیا۔ نیتوں کی راستی اور ارادوں کی درستی کو اعمال کے عواقب پر مقدم کر کے ہیجانِ عمل پیدا کر دیا۔ جائزہ اسم اور مفید روایات کو مفید تر پیرائے میں بدل کر پھر رائج کیا۔ انغرض الادوات اور اعتقادات کی

مہم راہِ جاہلیت کی دو مشہور خانہ جنگیاں عرب بسوس اور عرب دہس کے نام سے موسوم ہیں۔ اول الذکر لڑائی بنی بکر اور بنی تغلب کے درمیان ۶۰۰ء میں شروع ہوئی اور چالیس برس تک جاری رہی۔ وجہ یہ ہوئی تھی کہ ایک شخص کا اونٹ کہیت میں چلا گیا۔ کہیت والی نے اونٹ کو مارا بلکہ غصے میں آکر اُس کے تھن کاٹ ڈالے، اس پر بنی یثیمین میں لڑائی چھڑ گئی۔ پھر رفتہ رفتہ عرب کے سب قبائل اس لڑائی میں شریک ہو گئے، اور شش ہزار آدمی اس خانہ جنگی کی بھیڑنٹ چسپڑھے۔ عرب دہس گھوڑوں میں کسی شخص کے گھوڑا بدکانے پر شش ہزار آدمی شروع ہوئی اور تیرہ شہد برس تک جاری رہی! اس لڑائی کا خاتمہ اُس وقت ہوا جب بعض قبیلے حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ مگر قبیلوں کے قبیلے اُس وقت تک کٹ مرے تھے!

کامل صلاحیت کو ایمان سے، اور عبادات اور معاملات کی کامل دستی کو اعمالِ صالحہ سے تعبیر کر کے شریعت اور سیاست کی بنیاد ایک پتھر پر رکھ دی۔ اور چند برسوں کے اندر اندر عرب کے ان سپہ کار اور فاقہ مست گداؤں کو شناسائیِ خدا کے ساتھ ساتھ بادشاہتِ زمین کی ہر فرسے آگاہ کر کے عالمِ ستانی کے لائق اور جانباں کا اہل بنادیا!

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّذِينَ هُمْ أَقْوَمُ وَيُنَبِّئُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا (۱۴: ۹)

بیشک یہ قرآن اپنے عالموں کو اُس طرف لیجاتا ہے جو سب سے زیادہ راست اور قیام آفریں ہے اور اُن صاحبِ ایمان لوگوں کو جو صالحِ العمل ہیں بشارت دیتا ہے کہ اُنکے لیے بڑا اجر ہے۔

پس اگر آج تیرہ سو سال کے بعد اسلام کا اہلبانہا ہوا چمن مایوسی اور شکست کی ماتم سرا بن گیا ہے اگر آج اُسکی ہر روش بربادی کے سپرد، اور اُسکا ہر گوشہ حسرتِ بنی کا امین بن چکا ہے، اگر اُسکی بدطالعی اور خانہ ویرانی کے افسانے دشمن کے شکرِ خدا اور قہقہے بن رہے ہیں، اگر اُسکی بے آبروی اور فاقہ مستی کا جبرِ شرمندہ بیان اور رُکوشِ تشہیر نہیں رہا، اگر آج اُسکی ذلت اور مسکنت کی چوٹ جگروں کو فگار اور سینوں کو پاش پاش نہیں کرتی، اگر بے جنتی کے موت آفریں نہ رہنے آج اُسکے ہنرِ مذکور کو بے پروائے سعی اور بیگانہ عمل کر دیا ہے اگر افلاس کی غیرت اور حیرتِ مٹی کی آن آج اُسکو منتِ کُش چارہ گر ہونے نہیں دیتی، اگر اس کی نعلش جاں سپا پر آج ایک سچا ماتی اور نوہ گر موجود نہیں، نہیں نہیں، اگر اس کے غدا روں کی آسمان رس نغاں اسے نجاتِ خدائیہ کو جگا نہیں سکتی، اگر اسے یتیموں کے دلفگار آنسو، اور بچک منگوں کی جاں گداز آہیں فرشتہ زمین میں شکاف اور ستفِ آسمان میں سوراخ نہیں کرتیں، اگر اس کے پسماندوں کی محشر انگیز سینہ کوبیاں اللہ میاں کے عرش کو ترزل نہیں کرتیں، اگر خدائے پاک کی غیرت اور شانِ عفو، زمین پاش سجدوں اور فلکِ شکاف دعاؤں کے باوجود، جوشِ زنِ آنچرخِ ترک نہیں ہوتی، اگر آج محبوبِ خدا اور حبیبِ ملتِ نبی کی شفاعت بھی آہت کے حق میں کارگر ہوتی نظر نہیں آتی، نہیں العیاذ باللہ نہیں! اگر خود آہت اپنی مجبِ مانہ غفلت اور ظالمانہ طمعِ عینِ عمل

عداوتِ رسول اور عصیانِ خدا کے باعث رحم کی قطعی غیر مستحق، اور شفاعت کی یقیناً نا اہل ہو گئی ہے۔ اور آسمانی اور زمینی بلائیں آج ہر طرف سے اُسکے اُبڑے ہوئے جھوٹروں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ویران کر رہی ہیں تو اس کی جو یہی ہے کہ سلمان قرآن کے مقاصد سے قطعاً نا آشنا ہو گئے ہیں اور ایمان اور اعمالِ صالحہ کے اصلی مفہوم سے کوسوں دور جا پڑے ہیں!

وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا ۚ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْجِنِّ مِن دُونِكَ هَادِيًا ضَالًّا ۚ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً ۚ كَذَلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا ۚ (۱۷۵: ۱۷۶)

اس وقت رسول پاک اللہ کی جناب میں بعدِ حسرت عرض کر گئے کہ آہ! اے میرے پروردگار میری امت نے تیرے اس پیچھے ہوئے قرآن کو لغو سمجھ کر چھوڑ دیا! اور بس نہ اس طرح ہم نے ہر نبی کی مخالفت میں احکامِ خدا سے مجرمانہ تغافل کرنے والوں کی ایک جماعت بنا رکھی ہے، مگر اس باپوس کن حالت میں بھی تمہیں اہ سچھٹے اور مدد کرنے کو تمہارا پروردگار پس ہے۔ اور آج منکرینِ خدا جو اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن سارے کا سارا ایک دم سے رسول پر کیوں نہیں نازل کیا گیا اور جب جتہ کیوں اُترانا فی الحقیقت مناسب ہی تھا کیونکہ ہم انکو مطمئن کرنے کی بجائے سب سے پہلے اسکی صداقت اور عظمت کو تمہارے دشمنین کرنا اور تمہارے قلبِ پاک کو مطمئن کرنا چاہتے تھے۔ اور اسی غایت کو پیشِ نظر رکھ کر ہم نے اسکو ٹیڑھ کر اُتارا کہ اسکی ایک ایک بیت کی تہمت کو تمہارے دل پر کا نقش فی گنج کر دیں۔

۴۴۱: ۱۱) (۴۴۲: ۴۴۳) (۴۴۳: ۵) میں، اور بالخصوص آیہ وَمَا آتَيْنَا مِنْ دُونِ الْإِنشَارِ قَوْمَهُ لِيُتَبَيَّنَ لَكُمْ (۴۴۳: ۱۱) میں، اور ہم نے کوئی رسول اپنے ہاں سے نہیں بھیجا مگر یہ کہ وہ ہمارا پیغام اُسی زبان میں لے جاتا ہے جو اسکی قوم کی ہے تاکہ انہر ہمارے منشا کو غیر مشکوک طور پر واضح کر دے۔ جس سے ظاہر ہے کہ متذکرہ صریحاً آیت (۳۰: ۲۵) میں قرآن کو لغو سمجھ کر متروک کر دینے کا اشارہ بالخصوص قومِ عرب کی طرف ہے۔ اور چونکہ کتابِ خدا کے عربی زبان میں ہونے کے باعث، اس کے مقاصد اور مطالب اہل عرب کو، عجم کے بالمقابل، بدرجہ واضح تر ہونے چاہیے تھے، اسلئے آج فقہاءِ مطالب کی اکثر ذمہ داری اہل عرب کی گردن پر ہے، نہ باقی دنیا کے عجم پر۔ آئندہ اوراق میں چکر بتایا جائے گا کہ سلفِ صاحبین سے قطع نظر جن کے سلیم الذہن طبقے قرآن کے عظیم الشان مطالب سے کما حقہ واقف تھے، اور جن کے علم و عمل نے ہی فی الحقیقت اسلام کو تمدن کے فلکِ افلاک تک پہنچا دیا تھا، اخلافِ عرب نے تمام خدا کو بجز و ہدیان بنانے میں کس قدر مستقل حصہ لیا۔ اسکے مطالب میں کیا کیا آئینِ نبی کر کے ایک نیا کوہِ سب سے بیزار کر دیا۔ آج اس زمانے میں بھی مسلمانانِ عالم کے اکثر مذہبی اور معاشری، تمدنی اور اجتماعی معاملات میں اہل عرب کا رعایتی اقتدار اس زہنائی حد تک نمایاں ہے کہ اسلام کی موجودہ حالت کی اکثر ذمہ داری بھی اہل عرب پر ہی عائد ہوتی ہے۔ اسلام کی دوستان زوال کے ہر مرحلے میں یہ امر اس قدر روشن ہے کہ تاریخ کے ہر وسیع النظر طالبِ العلم کا اس تلخ حقیقت سے انکار کرنا قریباً محال ہو گیا ہے۔

آج قرآن کی سچی عظمت دلوں سے محو ہو گئی ہے! اُسکے عالم ہنسوز مطالب اور مجیز العقول معانی کو
 دلنشین کر دینے والے دس متنفس زندہ نہیں رہے! اُسکے حیرت انگیز ربط اور مکمل لائحہ عمل کو عیاں کرنے والا
 ایک فرد باقی نہیں رہا! اُسکی زبان ساطع اور حکمت لامعہ، سہی ادب اور سطحی تعظیم کے گرد آلود جنبز دانوں
 اور ریشمین غلافوں کے اندر سر بلند طاقوں میں چھپی ہے! اُسکی محنت قاطعہ، زبان کی عام نافیسی، تراجم کی
 حسرت آفرین کمی، اور مطالب کی نفرت انگیز تشریحوں کے باعث ہجر و ہدیان بنکر دردناک کس سپہی کی
 حالت میں پڑی ہے۔ طہارت کے تقسیم عذروں، رموز اوقاف اور اسالیب قرأت کے فوق الضرورۃ
 خوف آلود فتواؤں نے اس عظیم الشان کتاب کو اور بھی متروک و مہجور کر دیا ہے۔ اُسکے کھلے کھلے احکام
 کے مطالب، اور سیدھی سادی آیتوں کے معانی بھی لغت، صرف و نحو، علم الانشا، علم المعانی، علم البیان
 علم البیوع، علم رسم الخط وغیرہ وغیرہ کے اُن لامتناہی نکات اور مصنوعی رعایات کی شرح و بسط کے نیچے
 دب گئے ہیں جو عرب زبان دانوں نے محض اپنی زبان کو جلا دینے کی خاطر ترتیب دیئے تھے قرآن کا
 صحیح مطالعہ عرب تو درکنار، دنیا کے عجم کے نزدیک بھی آج زیادہ تر انہی غیر متعلق علوم و فنون کا شبانہ رُو
 درس و الترام ہے جو اہل عرب نے خود قرآن ہی کو معیار فصاحت و بلاغت مان کر اُسی کے تتبع میں قرونوں
 بعد اختراع کئے تھے۔ مسلمانوں کا درنگینہ قحط عقل، اور اُن کی مضحکہ خیز کم فہمی آج عرب کی کورانہ تقلید میں
 مغرور چھوڑ کر پوست کی محبت میں گرفتار ہے، اور قرآن کی نہایت ادنیٰ، وہمی، اور سطحی فضیلت کو اِن غرض کی

۱۔ علم بخکی ابتدا فضیل ابن احمد المتوفی ۳۸۰ھ سے ہوئی، اگرچہ ابوالاسود الدؤلی المتوفی ۶۷۰ھ نے اس پر وضع پر چند ابتدائی
 تفاریط لکھیں۔ سیبویہ المتوفی ۳۸۰ھ، اور کسائی المتوفی ۳۹۰ھ نے بعد ازاں اس فن کو مستقل کیا۔ علم صرف عام طور پر کسائی سے منسوب ہے
 مگر اسکا اصلی موجب ابو عثمان بکر بن محمد مانی بصری المتوفی ۳۸۰ھ ہے۔ علم لغت کی ابتدا ابو عبیدہ المتوفی ۳۸۰ھ نے کی، علم انشا
 کا طور ابو جعفر منصور عباسی المتوفی ۳۸۰ھ کے عہد میں ہوا۔ علم المعانی و البیان پر پہلی کتاب غائبہ عبدالقادر جوفانی المتوفی ۳۸۰ھ
 نے خلیفۃ اللقادی باللہ کے عہد میں لکھی۔ علم بیوع کا موجد ابن المعتز المتوفی ۳۹۰ھ ہے جو خلیفۃ المعتز کا بیٹا اور المعتز باللہ کا بہائی تھا۔ درس و
 تدریس قرآن کے متعلق باقی فنون کی ابتدا بھی نزل قرآن کے قرون بعد ہوئی۔ کتاب الہی کا مطالعہ صدر اسلام میں ان تمام تکلفات سے بے نیاز ہو کر کرتا
 رہا۔ لیکن کیا ان فنون کی عدم موجودگی میں آج کوئی شخص یہ کہنے کی جرأت کرتا ہے کہ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کے عہد کے مسلمان قرآن کے مطالب
 سے بعد کے مسلمانوں کے بالمقابل کم آشنا تھے، یا اُس کی نبوی تعلیم اور مسنونہ خوبیوں سے کم واقف تھے؟

اپنی بنائی ہوئی دلیل، اور اپنی پیدا کی ہوئی سند سے ثابت کرنے کی لاپاطل سعی کر رہی ہے!

توسرا دیدہ بر شعلہ می تازی ز خاکستر

پہننی حسن خاکستر چہ در روشنگران بینی

آہ! اس المناک تحلف اور مجربانہ ظاہر پستی کا خمیازہ مسلمانوں کو آج اٹھانا پڑا ہے جبکہ صدیوں کے اس بے سود اجتہاد، اضعیف وقت نے انہیں اپنی محبوب کتاب کے مہتمم بالشان مقاصد سے اس قدر غلطی اور دائمی بہبودی کے حیرت انگیز دستور العمل سے اس قدر دور کر دیا ہے۔ کاش! جس صنّیع اور ظاہر نوازی سے خلیل ابن حسنہ، ابوالاسود الدؤلی، سیبویہ، کسائی، قطرب صمیمی وغیرہم نے قرآن کو ادب و بلاغت کی صحیح محکم مان کر اُسے کئی ایک مستقل علوم ادبیہ کا ماخذ و مصدر قرار دیا تھا اگر رازی، ابن رشد، فارابی، ابن خرم، اشعری وغیرہم علیہم الرحمۃ بھی کتاب الہی کے دروں کو قانون فطرت کا صحیح ضابطہ اور مشیت خدا کی صحیح تصویر مان کر اُسی طریقے پر مستقل اور ناقابل رد علوم الکلام اور علوم لطبیعت کی بنیاد ڈالتے، اور قرآن کا تمام ضابطہ عمل عیاں کر دیتے، تو آج اسلام اس اندوہناک مصیبت میں مبتلا نہ ہوتا۔ برخلاف اسکے علم کلام میں مسلمانوں کی تمارسعی نہایت نازک اور خارج از بحث، مابعدا صمیمی اور غیر مفید موضوعوں کے غلط استنباط اور غلط اجتہاد میں صرف ہوئی۔ معارف الہی، اوصاف نبوت، ماہیت وحی، حقیقت روح، بحث امامت، جبروت، احوال قیامت، عذاب قبر، خلق قرآن وغیرہ وغیرہ، ایسے مسئلے تھے جن سے کسی غائر نظر کے بعد بھی کوئی یقینی فائدہ یا فطنی نتیجہ مترتب نہیں ہو سکتا تھا۔ یونان کے ضعیف اور لفاظی، غیر مستند و خیال آرا فلسفے نے ان مباحث کو چمپیر کر مسلمانوں کے اعتقادات میں دردناک تصادم پیدا کر دیا۔ اہل سنت اور شیعہ، خوارج، معتزلہ، قرامطہ وغیرہ کے علاوہ جبریت، قدریت، مشبہ، مرجئیہ، باطنی، ناصبی، غالیہ وغیرہ وغیرہ پیدا فرمے اسلام میں پیدا ہو گئے! اجماع امت شک میں تبدیل ہو گیا، قرآن کے مطالب کی تنظیم و تفسیق قطعاً ترک گئی، استدلال کا تمام مرجحان معتقدات اور ظنیات کی طرف ہو گیا، معاملات اور یقینیات کی طرف توجہ نہ رہی۔

ان نامراد قضیوں میں پُرکرمسلمان قرآن کی حقیقت سے اور بھی دور ہو گئے۔ جمہور علمائے دین کی عقائد میں بالغ نظری اور معاملات کی طرف کم گہمی آج ایک بہت بڑی حد تک اسی مفسدانہ اور شرانگیز فلسفیانہ اجتہاد کا بقیہ ہے۔

وَاِنَّ مِنْكُمْ اُمَّةٌ وَّاحِدَةٌ وَاَنَارَكُمْ فَاَنْتُمْ وَفَاَنْتُمْ فَاَنْتُمْ فَاَنْتُمْ فَاَنْتُمْ فَاَنْتُمْ
 زُجْرًا كُلٌّ حُزْبٌ بِمَا لَدَيْكُمْ فِرْحَانٌ فَلَا تَهْمُ فِيْ غَمٍّ لَهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ (۵۴-۵۷:۲۳۳)
 اور مسلمانو! یاد رکھنا کہ یہ تمہاری امت اپنے اصل اساس کے اعتبار سے ایک ہی گروہ ہے جو میری سرکردگی اور سروراری میں قائم ہے، اور وہ اصل مقام خدا کا خوف ہی پس مجھ ہی سے ڈرتے رہو، اور شرک خوف کے باعث ایک امت بنے رہے ہو۔ آہ! لیکن خدا کا خوف ان سے زائل ہوا گیا، اور لوگوں نے آپس میں پھوٹ پیدا کر کے اپنا اپنا مسلک جدا کر لیا۔ اب ہر فرقہ اپنی اپنی بات پر خوش ہے پس ان سب کو غفلت میں پڑ رہے دو۔ یہاں تک کہ امر الہی ان کے اس گناہ عظیم کی پاداش سب کا فیصلہ کر دے!

علم کی صداقت آزمائش، اور عمل کے فیصلہ کن میدان میں آج اس یونانی فلسفے کی دھنیاں اڑ چکی ہیں۔ سطحی خوب صورتی، لفظی نزاع، غلط مقدمات، ظنی استدلال، عقرب نتائج، وغیرہ وغیرہ کوئی ایسی بد نہیں جسکے رو سے اسکی صلیت، حسب نسب، اور نامہ اعمال کی قلعی نہ کھل گئی ہو۔ خود سچی یورپ بھی آج اپنے کمال قوت اور عظیم الماشال ممکن کے غرور میں کبھی کبھی اس پرانی، باتونی، اور بے وفا معشوقہ کی داستان دل لگی اور افسوس کے طور پر بے بیٹھتا ہے جسکی دلفریب باتوں کی بلائے محبت میں وہ مسلمانوں کی شہ پر دو سو برس تک گرفتار وصال اور منتظر نتائج رہا۔ مگر مسلمان ہیں کہ ایک ہزار سال سے زیادہ اس راندہ عالم اور مضطرب یقین، اس تہید دست اور قلاش محض عجزہ کے تہم نمالہوں اور عشوہ سنج نگاہوں کے

۴۔ حاکم وقت کا خوف بشرطیکہ پتا خوف ہو رعیت کے افراد کے مابین پتا اتحاد پیدا کر دیتا ہے۔ اگر کوئی جماعت کسی ایک شخص کے ماتحت رہ کر متحد نہیں ہوتی تو اسکو لامحالہ اس حاکم کا کچھ خوف نہیں۔ خوف کے ہوتے ہوئے تفرقہ نامکن ہے۔ اور یہ بات ہر تنظیم محکمے اور ادارت میں روزمرہ نظر آتی ہے۔ پس تقویٰ اور اتقا کی ایک اہم قرآنی رشت اتحاد اور وحدت امت ہے۔ اور وہی قوم دراصل متقی ہے جو خوف خدا کے باعث متحد ہو کر ہے، اس عالم آرا اصول کی تائید آگے چل کر جا بجا ملے گی۔ یہاں پر اس سے بحث نہیں۔

گھائل ہیں اور اپنی دینی اور دنیاوی کشائش کی راہ اب تک اس ناپاک فلسفے کے قدموں تلے دیکھ رہے ہیں کیا خدا پاک کا تنبیہی اور تادیبی اشارہ جو آیہ لَا تَهْتَكُوا الْاَرْضَ ۚ فَكَذَّبَرُوا عَنْهَا وَلَهُنَّ عَذَابٌ عَظِيمٌ (۵۹: ۶۰) میں ہے، اور جبکی سطحی تعمیل اور دور از کار تاویل میں مسلمان اس جوش و خروش سے استعاذوں، استغفاروں، اور پے درپے طہارتوں کے بغیر قرآن کا

سلحہ اس قرآن عظیم کو پاک بندوں کے سو کوئی چھوٹے نہیں پاتا۔

۱۔ اس سنی خیر اور حقیقت نہایت کا غلط استعمال جہدِ مسلمانانِ عالم نے پے درپے کئی قرونوں سے بالائزہم کیا ہے شاید ہی کسی دوسری ایک آیت اتنی کا کیا ہو کہ کتابِ خدا کے قدیم تر نسخوں میں جہدِ اس کی سترق پر زب عنوان ہونا کہیں تحقیق نہیں، اس بقدر اسلام کے زمانہ انحطاط سے آج تک یہ آیت نہایت استعمال کے ساتھ قریب قریب ہر جگہ کا سرنامہ بنتی رہی ہے۔ قرآن کریم کا ہر عالم اور جاہل مولف بلا امتیاز اس کو سترق پر کہیں نہ کہیں جگہ دیتا رہا ہے اور اس کی شمولیت کو اپنی تالیف کا جزو لاینفک قرار دیکر اپنے زعم میں دنیا کو خدا کی ایک نئی، معنی کی طرف متوجہ کرنا ضروری سمجھتا ہے، اور طرفہ تزیہ کہ اس کے غلط العام مفہوم کے متعلق اپنے دل میں ذرا سا شک بھی نہیں رکھتا۔ مگر ہر قوم کے زوال کی داستان دراصل اس کی حسیات کے زوال کی داستان ہے، جب سعی و عمل کا اصلی ہیجان ہندو کے قلوب سے رفتہ رفتہ فرو ہو جاتا ہے اور طبیعتیں آرام پسند بن جاتی ہیں تو انسان اپنے دل کی تسکین کے لیے چند سی باتیں اعتقاد کے طور پر لیتا ہے جن کے کرنے میں کم سے کم تکلیف ہوتی ہے اور ان کے کر لینے سے ایک ڈھارس ہی بندھی رہتی ہے۔ جب تک مسلمانانِ عالم کتابِ خدا کو کسی جلیل القدر حاکم کا فرمانِ خسروٰ یقین کے اس کے ایک ایک حرف پر عمل کرنا ناگزیر سمجھتے رہے، اس کی اہمیت اور عالی نسبتی سے خوفزدہ رہ کر لرزتے رہے، اور اس کی تعمیل میں اپنے تن بدن کو تکلیف میں ڈالتے رہے، قرآن کی تعظیم کا صحیح مفہوم عمل اور صرف عمل ہی رہا۔ لیکن جب سعی و عمل سے گریز کرنا آرام دہ نظر آیا تو لوگوں نے قولِ خدا کی لفظی اور زبانی تعظیم کو اپنے اعتقاد کا جزو کسیر بنا کر اپنے نفس کو دھوکا دیا، اسی کو حاکمِ علی کا صحیح منشا سمجھنے لگے، اسی کو حکمِ حاکم کی مرگ مناجات فرض کر لیا، اسی میں اپنا تمام تر اعتنا و انہماک صرف کر دیا۔ پھر نفسِ فریب کار کی اس خوشنما بہانہ سازی نے قرآن کی تعظیم پر شہین جزدانوں میں بند رکھنے یا کبھی کبھی تبرک کے طور پر تلاوت کر لینے پر محدود کر دی، اور جب اس کو دیا کو نباہنا بھی طبیعت پر گراں گذرنے لگا تو اس کو ہر وقت بالائے طاقت رکھنے کا شیوہ اختیار کر کے گویا خدا کو بالائے طاقت رکھ دیا! آج بھی طبیس کی بنائی ہوئی مشقیانہ دلیل ہر مفتنفس کے دل میں موجزن ہے، اور باوجودیکہ انسانی تعلق اور عقیدہ کا انداز ہمیشہ سے یہ ہے کہ کسی مشاہدہ حاکم کے مکتوب کو دیکھ کر کئی کئی لاقوں تک نیند حرام ہو جاتی ہے، اور دن تیار ہی اور نیند میں اس مشورِ خسروٰ کو اٹھا اٹھا کر چڑھا اور پڑھ پڑھ کر رکھ دیا جاتا ہے اور عمل کے سو اس کی دوسری تعظیم کا خیال تک نہیں گذرتا، تاہم مسلمانوں کے نزدیک آج کل تعظیمِ احکام الٰہی کمین اور کمینِ عمل و غلے کی بہترین تجویز یہی ہے کہ اس کے مکتوب کو طاق نیماں پر رکھ کر ہر اس کی خبر لی جائے اور ہر دم با وضو نہ ہونے کا یا اور شیطانی عذر رکھ کر اس کو ڈال دیا جائے۔ آہ! لیکن جو وقت کسی قوم کی قیمتی بگڑ جاتی ہیں، جب تکلیف کی بجائے آرام ان کا شیوہ عمل بن جاتا ہے تو کوئی منطق کوئی دلیل، کوئی جس مشترک انکو بہتر نہایت کے لیے کارگر نہیں ہوتی۔ ورنہ خوفِ خدا کے اس شکر انگیز اور کشورکشازمانے میں جب کہ قرآن کے ہی الفاظ سرورِ اہست اور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب پر بلرہ رہت آسمان سے وحی ہو رہے تھے، آپ کی چاہتی اور راز واریوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ کلامِ خدا کو چھڑوں، اور کعبہ کی شاخوں اور بڑیوں پر لکھ کر اسی طرح علی الحساب ایک صندوق میں ڈال دیا جاتا تھا اور وہ صندوق رسولِ خدا کی چار پائی کے سرخانے پڑا ہوتا تھا!

لیکن اس استدلال سے قطع نظر جن معانی میں آیہ تَهْتَكُوا ۚ (۵۹: ۶۰) قرآن کریم کے اندر استعمال ہوئی ہے۔ ان کا مسلمانوں کی اس نحو ساختہ تاویل سے ختم کوئی تعلق نہیں۔ سورہ واقعہ کے رابطہ کو ظاہر کرنے کا یہ موقع نہیں مگر چند پہلی اور پہلی آیتوں کے سیاق سے ظاہر ہے کہ

درس تو درکنار، اسکے اوراق پر نگلی بھی نہیں رکھنے دیتے، یہی سنی رکھتا تھا کہ تم اس پاکیزہ کتاب کے خدائی مقولہ اور ائمہول جواہرات کو یونانی فلسفے کے ناپاک سنگ امتحان پر گر کر گر کر اپنی ہی ناقص عیاری اور نااہلی کا ثبوت دو، اور دنیا کو ابدالآباد تک محو حیرت اور شرمسار کر دینے والی صداقتوں کے مابین الدفتین حسنہ زانوں کو

(تبیہ تحت لہق صفحہ ۵۰) اس آیت میں کسی بات سے منع کیا گیا ہے اور نہ انہما مقصود ہے بلکہ معترضین کو کتاب خدا کے مفید عام ہونے، علم کے سب انسانی علم و خبر سے بالاتر ہونے، اور اس کی تعلیم کے مصدر عزت و امن ہونے کا دعویٰ حیرت انگیز الفاظ میں پیش کیا گیا ہے:

فَلَا أَفْهَمُ يُمَا فِيهِ الْبُحُورُ وَإِنَّهُ لَفَسُّهُ لَوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ فَلَا تُكُونُوا لَهُ مِمَّا أَلَا الْمُطَهَّرُونَ تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَفْتِحُونَ أَنْتُمْ مَكَدُهُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ وَتَعْلَمُونَ دَرَجَاتُكُمْ أَنْتُمْ تَعْلَمُونَ فَاذْكُرُوا إِذَا أَتَا بِكُمُ الْبَشِيرُ وَأَنْتُمْ حِينِيذٍ تَنْظُرُونَ وَتَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ (۵۶: ۵۷-۵۸)

قواسم راہ گم کردہ غفلت زدہ؛ اور اسے احکام خدا کو مکرستے ناسنے والے یہاں سازو؛ (الفاظ) اِنَّا الْغَنَّا لَوْنُ الْمَكْنُونِ بَرُّنَ (۵۶: ۵۷)

کا ترجمہ، جو اس سے پیش تر آچکے ہیں، اور جہاں سے برابر مکتوبین قرآن اور مکتوبین کی طرف خطاب ہو رہا ہے، حتیٰ کہ (۵۶: ۵۷) میں بھی انہی (المکتوبین الطَّالِقِينَ) کی طرف عود کیا گیا ہے، میں تم کو آسمان کی اس پہنائے سبکدان میں کر دہیں سیل بلند ستاروں کے مقامات عالیہ کو گواہ شہر کر کہتا ہوں اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَفْتِحُونَ اور گوش ہوش شُن لو کہ اگر تم کو علم متنا تو سمجھ لیتے کہ ان آسمانی رصد گاہوں کی شہادت ایک بہت ہی بڑی اور قطعی شہادت ہو، کہ یہ قرآن عظیم ایک بڑی ہی بلند پایہ (کبریا) بڑی ہی قابل قدر عزت (کبریا) ہے مولا حق غور و غوض (کبریا) اور فراخ دست و امانہا (کبریا) کتاب ہے۔ ہمارے نزدیک اس کے احکام کی عزت، اسکے مضامین کی قدر و منزلت، ان کی اہمیت و ضرورت اور نافیت، فی الجملہ اس قدر ہے کہ گویا کئی تھوں میں رکھے ہوئے (مکتوبین) ائمہول موتیوں کی طرح بین الدفتین پوشی پڑی ہے، جسکو جوہر اس کے نایاب اور بے بہا ہونیکے پاک صاف اور اہل اومیوں کے سوا کوئی چھوٹے نہیں پا تا (۵۶: ۵۷) اَلَا الْمُطَهَّرُونَ (۵۶: ۵۷) قدر شناس انسانوں کے دلوں میں اس کتاب عزیز کے احکام کی یہ وقعت کیوں نمودار ہوئے مثال کا اتارا ہوا کلام ہے جو مخلوق زمین و آسمان کا پائنے والا ہے اور سب کو امن و راحت دینا جسکا اولین پیش نما ہے (رَبِّ الْعَالَمِينَ) تو کیا تم ایسے قابل قدر ایسے مغنت بخش اور اس قدر نایاب کلام سے براہ منت اور مسامحت روا رکھو گے (اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَفْتِحُونَ) کیا ان بے بہا احکام کی تعمیل سے گریز کرنا، ان کو جوہر سمجھ کر ان سے بے ہمتانی برتنا اپنا روزنیہ اور ذریعہ معاش بنالو گے (وَتَعْلَمُونَ دَرَجَاتُكُمْ أَنْتُمْ تَعْلَمُونَ) تو خبر کہہ پردہ انہیں شوق سے کر رہے ہیں اسے اہل زدہ! اس سرشار سنو کی کو آمدن کیوں نہ ہنساؤ جب کہ اجتماعی شکست برکت کے قیامت انگیز سے میں تم میں ایک ایک فرد کی جان بدن سے کچھ حلق میں آپونچے گی، اور تم اسوقت نگر نگر پڑے دیکھ رہے ہو اور ہرگز کچھ نہ کر سکو گے! پھر سندن ہم تم سے بھی زیادہ تمہارے حلق سے قریب تر (اَقْرَبُ إِلَيْهِ) کھڑے تمہارا گلا گونٹ رہے ہو گے، اور تم کو خبر تک نہ ہوگی زِدْ لَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ ۱۱

اس مربوط ترجمے سے جس میں ہر آیت کے مطالب کو بعد کی آیت سے سلسلہ وار پیوست کر دیا گیا ہے، یہ ظاہر ہے کہ لَا يَمْسُكُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ کے الفاظ احکام الہی کی قدر و منزلت کو ساکنان زمین کی نگاہ میں عیاں کر دینے کے لیے بطور استعارہ استعمال کیے گئے ہیں۔ کتاب فیہ کو آیہ (۵۶: ۵۷) میں کبریا کا خطاب دیا ہے اور آیہ (۵۶: ۵۸) میں اسکے مکرم کی توکید مزید لفظ مکتوبین سے کر دی ہے۔ گویا یہ کتاب وہ در شہوار اور وہ گوہر نایاب ہو کہ موتیوں کی طرح تھوں میں پوشی پڑی ہے۔ یہ کسی شے کو پیچھے رکھنا ہی انسان کے نزدیک انتہائی تعزز کا معیار رہا ہے، اور عیسینہ بھی تشبیہ رب تعالیٰ نے حوران ہمیشگی کے متعلق آیہ کائنات اللہ لَوْ لَوْ الْمَكْنُونِ (۵۶: ۵۷) میں فرمائی ہے، گویا وہ حوریں تھوں میں رکھے ہوئے موتیوں کی مانند ہیں، حور کا کافی الواقع پوشی ہونی جو نہ یہاں مراد ہے اور نہ قرآن کا عرش معلیٰ پر آیت زیر بحث (۵۶: ۵۸) میں، بلکہ مقصود احکام خدا یا انعام خدا کی قدر و قیمت

چھوڑ کر، کانسہ گدائی ہاتھ میں لیے ہوئے، یونان کی مسخ شدہ حکمت کے درپوزہ گریو!

آفتاب اندرون خانہ و ما در بدر میسر ویم ذرہ شمال
گنج در استین و میگردیم گرد ہر کوئے بہر یک تنقال

(تفسیر تحت المتن صفحہ ۵۱) کا جملہ نامہ۔ اسی قدر قیمت کی مزید تائید لایمسنہ اِلا المظہر (۵۶: ۵۷) کے الفاظ سے کر دی ہے، یعنی وہ پلٹے ہوئے موتی اس قدر مستی اور ہداریں کہ میلے ہاتھوں کا ان کو چھونا بھی منع ہے۔ یہی شخصیں سورہ الرحمن میں حوروں کے متعلق کی ہے: ثُمَّ يُطَهِّرُهُنَّ وَيُنْفِثُ فِيهِنَّ وَجْهَهُنَّ وَكُلَّ جَانِّهِنَّ (۵۶: ۵۷) یعنی "کسی جنت و انس نے ان کو اس سے پہلے چھوا تک نہ ہوگا۔"

اب رہا یہ سوال کہ کتاب خدا کی قدر و منزلت آیا اسی سطحی تنظیم میں ہے جو کہ بہت مسلمان آج کر رہے ہیں، یا اس کے مشمولہ احکام کی تعمیل کرنا ہی قرآن کریم کی صحیح قدر شناسی اور عزت ہے۔ اس کا جواب آیہ مَذْهَبُنَّ (۵۷: ۸۱) اور آیہ تَلْكَأَنَّ بَوْنِ (۵۶: ۸۲) میں ہے۔ ان دونوں آیتوں کے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کریم سے مدد بہت ہی ہے کہ مکر اور چرب زبانی سے کام لیکر اس کے احکام کی آرام دہ تامل میں کر دی جائیں، ان کی تعمیل سے گریز کیا جائے اور نہ ہی سطحی آؤ بہگت کر کے العیاذ باللہ خدا کو دھوکا دیا جائے۔ یہی کفر کے صحیح معنی ہیں اور یہی تکذیب آیات الہی ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ میں واضح کر دیا جائے گا۔ خدا کی نظروں میں مکذیب وہی شخص ہے جو اس کے کئے پر عمل نہیں کرتا خواہ وہ اس کے قول و کلام کا منہ سے کسی اقرار کرے یا نہ کرے۔ انہی معنوں میں رسول خدا صلعم کے زمانے میں کشر اہل عرب مکذیب تھے۔ منہ سے مقرر ہو جانے اور عملاً تکذیب کرنا، خدا بلکہ فی الحقیقت ہر اولوالاخر کے نزدیک وہ فعل عبث ہے جس کی کچھ اجرت نہیں۔

تعبیر کہ احکام الہی کو عملاً ماننے کی اس حیرت انگیز تشریحیں ترغیب کے باوجود آیہ مَطْهَرُونَ کے معانی یہ لیے جاتے ہیں کہ خدا نے اس کتاب کے ہاتھ نہ دھونے بغیر چھوئے سے منع فرمایا ہے، اور صرف رسمی تنظیم مقصود ہے۔ ایک سلیم الذہن شخص کے نزدیک یہ تشریح نہایت لغو اور بھلا لگیز ہے۔ یہ خدا کی شان سے حتماً بعید ہے کہ اپنے فرمان خسروی کی ایسی ناقص اور بے سنی تنظیم کرنے کا حکم دے جو آج کسی معمولی سے معمولی حاکم کو بھی قطعاً گوارا نہیں، اور جب نہایت چرکی تبلیغ و اشاعت کو، سید محمد و اولاد مسلمان ملکوں میں قطعاً مسدود کر دینا ہو۔ مگر اس تمام استدلال سے قطع نظر، کیا آج خیر مسلمانوں اور بالخصوص مسلمانوں کے لئے یہ دُوب مرنے کا مقام نہیں کہ آیہ مَطْهَرُونَ کی اس تاویل کو بالاتفاق تسلیم کرتے ہوئے بھی ان کی فادہ مستی اور بے نوائی، الکی یہی تھی اور لا ابا بیت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ قرآن کریم کی کشر اشاعت اور طاعت کا تذکرہ بڑا بک پہنڈوں کی وساطت سے ہو رہی ہے۔ ان کا اس کتاب کو چھونا تو دور کار، عین مسہروق پر آیہ مَطْهَرُونَ کے ساتھ ساتھ ان کے نام لگائے جاتے ہیں اور کوئی نہیں پوچھتا کہ یہ کیا اندھیر ہو رہا ہے!

میرا مقصود اس تمام بحث و تمحیص سے حتماً یہ نہیں کہ کلام الہی کی ظاہری تنظیم نہ کی جائے، یا کم کر دیکھئے، بلکہ یہ صحیح قدر شناسی صرف اس کے احکام کی تعمیل میں ہے اور نہیں۔ جو شخص قول خدا پر عمل کرنے کی نیت سے اپنے آپ کو تکلیف میں ڈال رہا ہے وہی ان کے قول کی تعظیم کر رہا ہے، وہی ان کو مان رہا ہے۔ آپس شک نہیں کہ اکثر اوقات ہمیں عمل کے ساتھ ساتھ ایک ظاہری ادب بھی خود بخود پیدا ہوتا ہے مگر ایسا اجتماع ہر لحاظ سے کسی وجہ سے قابل اعتراض نہیں جس بات پر اعتراض ہے یہ ہے کہ کتاب خدا کے بارے میں مسلمانوں کے دلوں میں ریا و مکر کی تنظیم نہ ہو، جمود و غریب کی عزت نہ ہو، آرام و تکلف نہ ہو، تسکین و نہاد نہ ہو، دل سے انکار اور منہ سے اقرار نہ ہو، نفس کو دھوکہ نہ ہو، شیطان کی ساعد نہ ہو، خدا سے گریز نہ ہو، اگر یہ ہے اور ساتھ ہی جنت کی کو بھی لگی ہے تو مسلمان دَعَوْا دَعَاكَ اللَّهُ دَعَاكَ اللَّهُ خَيْرَ الْمَرْكَبَاتِ (۵۳: ۳) کے معنوں کو یاد رکھیں اور سمجھ لیں کہ اس خوش اعتقادی کا کیا انجام ہو سکتا ہے!

(باقی یہ صفحہ آئندہ)

ملہ اور اعراب ان لوگوں نے کر لیا تو اوصاف خدا بنی چال چل رہا تھا اور اللہ کا رعب کے بالمقابل بہترین چال چلنے والا ہے۔

مغربی حکمت کے ان شہداء یوں نے آہ ! اس تیرہ سو برس کے اندر قرآن کی مقدس مجلدات کو درس کے ہر موقع پر آنکھوں سے لگاتے اور بار بار چوستے وقت ایک مرتبہ بھی اُسکے اُن دعاوی پر غور نہیں کیا جنکو وہ ہر نئے موضوع کے عنوان میں، ہر دقیق بحث کے ضمن میں، اور ہر تازہ اکتشاف کے حسیہ میں پکار پکار کر کہتا ہے۔ آہ ! قرآن حقیقت کے ان گمراہ متلاشیوں کو سونسطائی فلسفے سے ہٹا کر حق یقین کے راہِ راست پر ہی لارہا تھا جب اُس نے کہا تھا کہ اسکی آیات حکمت کے کامل استاد، اور غالب البرہان خدا کے اپنے ہاں سے اُترتی ہیں: تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ (۱۱۳۹: ۱) اُس بے مثال ہستی کا رُئے سخن حکمت کے انہی نامداد ہر جائیوں کی طرف تھا جب اُس نے قرآن کو حکمت کی بے بدل اور جامع و مانع کتاب قرار دے کر اسکی قسم کھائی تھی: يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ الْكِتَابُ الْحَكِيمُ ۚ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۚ عَلٰی صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ (۱۱۳۹: ۲) وہ رب عزیز و حکیم، فی الحقیقت، انسان کو اسکی اپنی ایجاد کی ہوئی ہر حجت اور حکمت سے عملاً بے نیاز کر رہا تھا، جب اُس نے اپنی پہچی ہوئی بُرائیوں، اور اپنے بنائے ہوئے قانون کو ”کتاب حکیم“ کا جامع اور مانع لقب دیا تھا: تِلْكَ اٰیَةُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ (۱۱۴۰: ۱) شاعر زمین و آسمان کی مراد حکمت کے انہی ناوان اور کم علم فلسفیوں کو صراطِ مستقیم پر لانے کی تھی جب اُس نے جملادیا تھا کہ تمہارا اُمّی نبی تو قرآن کے مہتمم بالشان حقائق

۱۔ سورہ نمر کے علاوہ جہاں حوالہ من میں دیا گیا، یہی آیت دو اور جگہ زیب عنوان ہے جن کا حوالہ یہاں پر دیا جاتا ہے: تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ (۲۱۳۵: ۲)، تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ (۲۱۳۶: ۲)، سورہ مؤمنوں میں ”العزیز العلیم“ ہے: تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ (۲۱۳۷: ۲)، یہ تحریری پیغام (الکتاب) بارگاہِ جلّ علی کی طرف سے تمام عالم کے نام ہو جو ”غالب القوالے“ (طی صاحب علم) (۲۱۳۸: ۲) اور بطور صاحب حکمت ہے۔

۲۔ قرآن حکیم اس بات کا شاہد ہے کہ بیشک تم خدا کے عظیم کے پیغامبروں میں سے ہو، اور اسی صراطِ مستقیم پر چل رہے ہو جو مقصود خدا ہے۔

۳۔ یہی آیت سورہ نمان کے زیب عنوان بھی ہے: تِلْكَ اٰیَةُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ (۲۱۳۹: ۲) ترجمہ یوں ہے: یہ احکام الہی (رایت) اُس قانونِ جلیل سے ماخوذ ہیں جو ایک مجسمہ حکمت کتاب ہے۔

(تمہ تحت المثن صفحہ ۵۲) سوانح انجوم کی قسم کا صحیح مفہوم، اسکی عظمت کی تشبیح، اور مطلقہ تم تک پہنچنے والی موت کی صحیح کیفیت کا ذکر کبریٰ موقع پر کر دیا جائے گا۔ محولہ بالا ترجمے میں مطالب بہت کچھ عیاں کر دیے ہیں، اور ظاہر ہے کہ سوانح انجوم کی شہادت لامحالہ اُس اُفقِ اعلیٰ کی شہادت ہے جو انسان کو کمالِ علم کے باعث حاصل ہو جاتی ہے، اور جو عرب کے پیغمبر عظیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حتماً حاصل ہو گئی تھی۔ اس کیفیتِ نبوت کا ذکر مسلمان ارتقا کے تحت المثن صفحہ ۲۱ میں ہو چکا ہے۔

حکیم و علیم خدا کے پاس سے براہِ راست سیکھ کر آتا ہے: **وَإِنَّكَ لَتَلْقَىٰ الْقُرْآنَ مِنْ لَدُنِّ حَكِيمٍ عَلِيمٍ** (۶: ۲) اور اُنکی آیات پڑھ کر دنیا کو حکمت اور طہارتِ نفس سکھاتا ہے: **لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ** (۳: ۱۶۳)۔ اور **آبِ مَوَازِلَ**

۱۷ اور اے محمد! اس میں شک نہیں کہ تم قرآن کی عظیم الشان حکمتوں کو حکیم و علیم خدا کے پاس سے سیکھ کر آتے ہو۔
 ۱۸ لوگو! اس خدا نے عظیم الشان ایمان والوں پر بڑی احسان کیا کہ ان بے علم اور اُچڑاؤں پڑھ اور انجان اہل عرب میں ان میں سے ایک رسول بھیجا جو آج فرستادہ خدا ہونے کے باعث اس قدر صاحبِ علم ہو گیا ہے کہ ان پر خدا کے عالم آرا احکام واضح کر رہا ہے (يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ) ان کو آلائش گناہ سے پاک کر رہا ہے، ان کو قانونِ الٰہی (الْكِتَابُ) کا علم دے رہا ہے، خدا کے علیم و حکیم کی حکمت سکھلا رہا ہے، ورنہ اس سے پہلے تو یہ جاہل لوگ میرے گمراہی میں تھے۔

قریب قریب ہی غمخوار اور بے کھوار کی دنیا وہ وضاحت کے ساتھ چار اور موعظوں پر آیا ہے۔ سورہ جمعہ میں ہے:
هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ (۲: ۱۶۲)

لوگو! وہ خدا ہی تو ہے جس نے عرب کے اُن پڑھ اور اُچڑاؤں لوگوں کی ہدایت کیلئے اُن ہی میں سے ایک نبی اور پہلے آسانی صحیفوں سے نا آشنا شخص کو قاصد بنا کر بھیجا جو شخص آج فرستادہ خدا ہونے کے باعث ہی اس قدر صاحبِ علم ہو گیا ہے کہ اہل عرب پر خدا کے عظیم الشان عالم آرا احکام واضح کر رہا ہے، انکے دلوں کو اپنی زندگی کے پاکیزہ نمونے اور نورِ عمل سے آلائش عصیان جو دے پاک کر رہا ہے (يُزَكِّيهِمْ) ان کو قانونِ الٰہی کا علم دے رہا ہے، خدا کے حکیم کی حکمت سکھلا رہا ہے، ورنہ اس سے پہلے تو یہ جاہل لوگ میرے گمراہی میں تھے۔

سورہ بقرہ میں ہے:

كُلًّا كَسَلْنَا فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ (۱۵۱: ۲)

اے ساکنانِ عرب! یہ احسانات جو اوپر شمار ہوئے اسی قطع کے ہیں جیسا وہ عظیم الشان احسان کہ ہم نے تم کو براہِ راست پر لائیکے لیے تم ہی میں ایک رسول بھیجا جو ہمارے احکام تم پر واضح کرتا ہے، تمہارے نفس کو گناہ کی آلائش سے پاک کر رہا ہے، تم کو قانونِ الٰہی کا علم دے رہا ہے جو عزیزِ حکیم خدا کی حکمت سکھلا رہا ہے، اور تمہارے دل کو ان عظیم الشان حقائقِ فطرت کا علم دے رہا ہے جن کا اس سے پہلے تمہیں کچھ علم نہ تھا۔

ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا بھی یہی انداز تھا:

رَبَّنَا وَأَبْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۱۲۹: ۲)

اے ہمارے پروردگار! تو ان بے علم اور انجان اہل عرب میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیج جو تیرے احکام ان پر چھی طرح واضح کرے، ان کو تیرے قانونِ حیرانِ علم سے تیرے جلیل القدر حکمت کا درس دے، اور انکی اصلاح کرے (يُزَكِّيهِمْ) یہیں شک نہیں کہ تو بڑا ہی اہلِ ابرار اور صاحبِ حکمت خدا۔
 سورہ نساء میں ہے:

وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا (۴: ۱۱۳)

اور اے محمد! اس خدا نے ذوالجلال کا تم پر بڑا فیض نازل کیا جو اس نے اپنی کمالِ عاطفت سے یہ کتاب عظیم تم پر اتاری، اور یہ کتاب کیا ہے، دراصل مجتہدہ حکمت ہی، جسکے ذریعے سے خدا کے علیم و حکیم نے تم کو وہ حقائقِ عالیہ سکھائے ہیں جن کا تم کو اس سے پیشتر علم نہ تھا۔

نے یونانی فلسفے کے ان خوشہ چینوں کو قرآن ہی کی طرف ہلایا تھا جب اسکی سچی اور بے عیب حکمت کو بشریت کے ہر نقص سے بری، اور انسانی صناعت کے ہر قسم سے پاک ٹھیرا یا تھا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْکِتٰبَ الَّذِیْ لَا یُجْعَلُ لَہٗ اَعْوَجًا مِّنْہٗ سکتہ (۱:۱۸)، اور صاف فرما دیا تھا کہ ساکنانِ عالم کو محیطِ ظلمت سے پہنائے نور میں نکالنے والی یہی کتاب ہے: یٰۤاٰیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَیْسَ بِہِمْ النَّاسُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ اِلٰی التَّوْبَةِ یٰۤاٰیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَیْسَ بِہُمْ النَّاسُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ اِلٰی التَّوْبَةِ (۱:۱۲) آہ! مغربی منطق کے ان ذلہ برداروں نے قرآن میں یونانی فلسفے کے ذریعے سے اجتہاد کرتے وقت نہ سمجھا کہ قرآن کی قطعیت اور کفایت کی یہی دلیل بس ہے کہ وہ ایک کامل با علم اور کامل با خبر ذات کی طرف سے ہے: کُنْتُ اَحْکَمُ اَمْرِہٖ ثُمَّ فَصَّلْتُ مِنْہٗ لَدُنَّ حٰکِمِیْہِمْ حٰیثُ (۱:۱۱)، اور اس بنا پر اسکے معارفِ حقائق میں کسی ناقص، غیر قائم اور عارضی شے کو خیل کرنا خدا اور حکمتِ خدا کو العیاذ باللہ ناقص سمجھنا ہے!

۱۔ تمام تعریف اور شکر خدا ہی کو سزاوار ہے جس نے اپنے بندے پر تہہ آن اتارا اور اس کی قسم کی کجی نہ رکھی۔
قرآن حکیم کی حکمت میں کجی نہ ہونے اور اسکی صداقتوں کے انبی اور ابدا ہی ہونے کے متعلق دوا اور اشارے ہیں جو اس جگہ لکھ دیئے جاتے ہیں۔ سورہ نمر کی آیت (۲۷: ۳۹) سے قرآن کی جامعیت اور انیت کا دعویٰ بھی ملتا ہے:

وَلَقَدْ خَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ ہٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّہُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ۚ فَرَا اَنَّا عَرَبٌ بَلَدٍ غَیْرِ ذٰلِیْ عَوَجٍ لَّعَلَّہُمْ یَتَّقُوْنَ ۝ (۳۹: ۲۸-۲۷)

اور لوگو! ہم نے تمہارے سمجھانے اور میں صحیح طرزِ عمل بتلانے کے لئے اس کتاب کے اندر ہر ممکن مثال بیکر سارا دستورِ العمل واضح کر دیا جو تاکہ لوگ اس سے متلج اخذ کریں، اور بعد ازاں اُن پر عمل کریں۔ یہ قرآن عربی زبان میں ہے، اسکی حکمت عالیہ میں کسی قسم کی کجی نہیں رکھی اور ہر کامنستہائے منظر یہ ہے کہ تمام عالم کے لوگ اس بمثال حکمت پر عمل کر کے عذابِ الہی سے بچیں۔

لَا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ ۚ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حٰکِمٍ حَمِیْدٍ (۲۲: ۳۱)
باطل کو اس کتابِ عظیم سے مقابلہ کرنے کی تاب نہیں، نہ اسکو پیچھے سے وار کرنے کی جرأت ہے۔ جھوٹ نہ اس کے سامنے سے آسکتا ہے (مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ) نہ پیچھے سے (مِنْ خَلْفِہٖ) نہ آج اسکو کوئی انسانی حکمت جھٹلا سکتی ہے نہ آج کے بعد اسکو کہیں سے گزند پہنچ سکتا ہے۔ کیونکہ یہ حقیقتِ عظمیٰ اس حکیم اجل، اس ستارہ ازل کی اتاری ہوئی ہے جس کی حمد ثنا میں ایک عالمِ طب اللساں ہے!

۲۔ یہ قرآن ایک بڑے پائے کی کتاب ہے۔ اس کو ہم نے تم پر اس غرض سے اتارا کہ تم لوگوں کو حکمِ خدا کی اطاعت پر آمادہ کر کے جہل کے اندھیرے سے علم کی روشنی میں لاؤ اور انکو عزیز و حمیدِ خدا کی طرف لے جاؤ۔

۳۔ یہ قرآن وہ بے بدل کتاب ہے کہ اسکے احکام و لائل و بلاین سے بخوبی ثابت اور مستحکم کیے گئے ہیں اور ہر حکیم و خبیرِ خدا کے اپنے ہاں سے اُن کی مکمل شجہ و بسط کی گئی ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تَبْيَانًا لِّلْكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِّلْمُسْلِمِينَ ﴿۸۹﴾
 اور اے پیغمبر! ہم نے تم پر یہ کتاب اس پائے کی نازل کی ہے کہ اس میں ہر ممکن شے کے متعلق ارشاد کا
 واسطہ انسان سے پڑتا ہے، تفصیلی بیان موجود ہے، اور تسلیم کرنے والی قوم کے لیے یہ کتاب تو
 سزا سزا ہدایت ہو، رحمت ہے، اور اسکی سلامتی اور حفظ و امن کی بشارت ہو!

ان حیرت انگیز دعویٰ کے بعد مسلمانوں اور قرآن کو تسلیم کرنے والوں کا فرض تھا کہ وہ اپنی دینی اور دنیاوی
 دونوں زندگیوں کے اصولی قواعد اور بنیادی ضوابط کی تلاش میں انسانی حکمت کے ہر مسک خیال، اور
 قیاس و رائے کے ہر نظری مذہب سے حتمائے نیاز ہو جاتے، وہ اللہ کا حاوی علم، اور خدا کا محیط فلسفہ موجود
 ہوتے ہوئے کسی سلاطون یا ارسطو کی حکمت کے محتاج نہ بنتے، وہ انفرادی اور اجتماعی دونوں زندگیوں کو خوش
 اسلوبی سے سلجھانے کیلئے تمام ترجوع اسی کتاب کی طرف کرتے، وہ دین اور دنیا کے ہر مسئلے اور ہر طرز عمل کے
 متعلق سب بشارت اور رحمت، سب نور اور ہدایت، سب علم اور خبر اسی کتاب سے لیتے، وہ قرآن ہی کے اعتقاد
 اور عملی مناظرات کی حقیقی سنام، اور کلام الہی کو ہی روحانی اور مادی مجاہدات کی مضبوط اساس مانتے،
 وہ کتاب خدا کو نہ صرف ذاتی فلاح کا بے مثال ذریعہ اور روحانی تقرب کا واحد وسیلہ سمجھتے، بلکہ معاشری
 عمران کا سنگ بنیاد، اجتماعی استحکام کا مرکز ثقل، اور قومی تقدم کا محور عمل یقین کرتے، وہ اقوام کی ترقی
 کے اسباب، انخطاط کے رجحانات، بادشاہت اور تسلط فی الارض کے طریقے، حصول قوت کے آخذ، علوم
 و فنون کے مصادر، فطرت کے قوانین، الغرض ان سب نکات کے کھوج جن پر امتلا فی زندگی کا تمام
 حصر ہے، اسی قرآن سے لیتے اور ان پر عمل پیدا کرتے۔ منان لم یزل ومنعم حقیقی نے قرآن ہی کو مسلمانان
 عالم کا کامل ضابطہ عمل اور مکمل آئین مذہب قرار دے کر کہا تھا کہ آج میں نے اسلام کو تمہارے لیے پسند
 دین و دنیا کی تمام نعمتیں تم کو بخش دی ہیں!

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَارْتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ ذِمَّتِي وَرَضِيْتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا ۖ (۳۰)

آج ہم تمہارے دین کے تمام دستور و عمل کو تمہارے لیے مکمل کر چکے، ہم نے اپنی تمام نعمت تم پر پوری کر دی اور

۱۔ مسلمانانہ خدمت (صفحہ ۱۱-۱۲) میں اہل علم و دانش کو واضح کرنا ایک حد تک ہی کی گئی ہے۔ ۲۔ بیرونک سال غیر مسلمہ فرمیں جو انوار کے خطبے کے موقع پر یہ آیتیں نازل ہوئی

اسلام کو تمہارے لیے بطور آئین عمل پسند فرمایا۔

کلام الہی کی اس مہتمم بالشان اور محرکہ الراحیت کو پہچاننے کے لیے نہایت سیدھے سادے اجتہاد کی ضرورت تھی۔ شائع اسلام نے قرآن کو ایک روشن اور بین حقیقت قرار دیا تھا: **تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ** (۲: ۲۶) مگر ساتھ ہی سورہ قمر میں یہ امر بار بار یاد دلایا تھا کہ اسکے اوامر و نواہی، مواعظ و حکم، طریق توحید اور طرز استدلال سے پورے طور پر تفید ہونیکے لیے ذکر و فکر صحیح استنباط نتائج، اور عمل کی قطعی ضرورت ہے: **وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَكَيْسًا مِّنْ ذٰلِكَ** (۱۰: ۵۴) صاحب قرآن اور فاطر زمین و آسمان نے قرآن کو ہدایت کا سرچشمہ، رحمت الہی کا مبداء، اور بشارت کا مصدر قرار دیا تھا لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اسکے حقائق عالمیہ کو پورے طور پر سمجھنے کے لیے کامل یقین، کامل ایمان، انتہائے استقلال، اور کمال بصیرت کی ضرورت ہے: **قُلْ لَّيْسَ الْاِسْلَامُ بِمَآ يُوحٰى اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ ۚ هٰذَا بَصٰیۡرُ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَهُدًیۡ رَّحْمَۃً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ** (۳۱: ۲۰)

۱۵۔ یہ آیات اس کتاب جلیل کا ایک حصہ ہیں جو واضح ہے، اور جس کے مقاصد صاف صاف بیان کر دیے گئے ہیں۔ یہی آیت سورہ شعراء کے علاوہ سورہ یوسف اور سورہ قصص کے زیب عنوان بھی ہے: **تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ** (۱۱: ۱)۔ سورہ حجر کے شروع میں **قُلْ اِنَّمَا یُحٰییُّ الشَّیْءَ اِلٰہُ** (۲: ۲۸)۔ سورہ کہف کے شروع میں **تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ** (۱: ۱۵)۔ یہ آیات الہی اس الکتاب کی ہیں جو قانون خدا ہے، اور اس قرآن کی جو ہر طرح پر واضح اور روشن ہے۔ سورہ نمل میں **کِتَابٌ مُّبٰیۡنٌ** کے الفاظ ہیں، **تِلْكَ آيَاتُ الْقُرْآنِ وَکِتَابٌ مُّبٰیۡنٌ** (۱: ۲۴)۔ یہ آیات الہی قرآن کریم کی ہیں اور اس کتاب کی جو واضح اور روشن ہے۔ سورہ زمر (۳: ۴) اور سورہ دخان (۲: ۴) میں صرف **وَالْكِتَابِ الْمُبِیۡنِ** ہے جس کا ترجمہ یہ ہوتا ہے: قرآن کریم جو ایک روشن اور شریح فی البیان کتاب ہے اس بات کا شاہد ہے۔

ان آیات کا صحیح مفہوم ترجمے میں ادا کرنا اربابِ مشکل ہے یہاں پر ایک عام ترجمہ کر دیا گیا ہے جس سے مقصود قرآن کو واضح کتاب ثابت کرنا ہے۔ لیکن یہ امر کہ کتاب **مُبِیۡنٌ** اور **الْكِتَابِ الْمُبِیۡنِ** کے الفاظ کا صحیح مقصود کیا ہے علیحدہ بحث ہے جو دوسری جہت میں کی جائے گی۔ **الْكِتَابِ** اور **کِتَابٌ** کے الفاظ اس سے پیشتر بھی چند آیتوں میں آچکے ہیں، اور اس موضوع کی مستقل اور مفصل کن بحث سے پیشتر بھی آئیچکے۔ لیکن ان کے اصلی مفہوم کو اسی بحث پر چھوڑ دینا چاہیے۔

۱۶۔ اور فی حقیقت ہم نے قرآن کو تو لوگوں کے چند نصیحت کی خاطر آسان طور پر بیان کر دیا ہے۔ پس کوئی کہے جو اس سے سچی نصیحت پر ذکر اس کے احکام پر عمل کرے!

سورہ دخان کے اخیر میں ہے: **كَذٰلَکَ یُنَزِّلُہٗ لِیَسِّرَ لَکَ لَعَلَّکُمْ یَتَّقُوْنَ** (۵۸: ۲۴) ہم نے اس قرآن عظیم کو تمہاری زبان میں محض اس لیے آسان کر دیا ہے کہ تمہاری قوم کے لوگ اس سے نصیحت انداز کیں۔ **یَسِّرَ لَکَ** کا اشارہ ایک اور جگہ بھی آیا ہے: (۹: ۱۱۹) مگر وہ آیت آگے چل کر متن کتاب میں آئے گی۔ آیت مذکورہ میں سورہ قمر میں تین جگہ آئی ہے یعنی (۱۴: ۵۴)، (۲۲: ۵۴)، (۵۴: ۵۴)۔ ۱۷۔ قرآن تو فی حقیقت بڑی سوج بھجہ کی باتیں ہیں جو خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہیں۔ ان پر اگر ہدایت اور رحمت ہو تو اس قوم کے لیے جو اس کی حقیقت پر کمال ایمان رکھتے ہوئے اس پر متبرک ہے (یعنی جو یقین مند ہیں)۔

هَذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ هُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ (۲۸: ۲۸) استنادِ مِزَل اور حلالِ مشکلات نے قرآن کو آسان اور
 مبہین، کہنے کے باوجود مجسمہ بصائر اور سپیکر حکمت فرمایا تھا مگر ساتھ ہی یہ معنی خیز تشریح کر دی تھی کہ اس کی
 آیات کی صحیح اور مکمل تفصیل صاحبِ علم قوم کے سوا کسی کو ودیعت نہیں: کَتَبَ فَصَّلَتْ آيَتَهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ
 يَعْلَمُونَ (۳۱: ۳۱) وَلَقَدْ جِئْتَهُمْ بِكِتَابٍ فَفَكَّرْنَا عَلَيْهِ هُدًى لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ (۵۲: ۴) آدمی دین اور ماحی
 اختلافِ خدا نے قرآن کو تضاد کے بدنام اور بشری عیب سے قطعاً بلند تر ٹھہرایا تھا مگر اس بات کو جو حسن و فصیح
 کر دیتا تھا کہ اگر انسان کو اس کی آیات بیہنات میں کسی جگہ اختلاف کا شائبہ نظر آتا ہے، یا نقص و ضرر کا
 گمان گذرتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ظاہر اور باطن، سیاق و سباق اور سابق کلام یا محل وقوع اور
 شانِ نزول پر غائر نظر نہیں ڈالی گئی، جس قدر اسکے مطالب میں تدبیر اور صحیح استدلال کیا جائے گا اسکا
 اختلاف مٹتا جائے گا۔

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا (۸۲: ۸۲)
 تو کیا یہ لوگ قرآن کے مقاصد و مطالب پر غور نہیں کرتے اور نہیں دیکھتے کہ وہ سب آپس میں متحد و متفق ہیں
 کیا ان کو اتنا بھی شعور نہیں کہ سمجھیں کہ اگر یہ کسی غیر خدا کا بنا یا ہوا قانون ہوتا تو لامحالہ آپس میں اختلاف پاتے۔

۱۔ یہ قرآن تو تمام عالم کے لیے بصیرت اور تدبیر کی باتیں ہیں۔ ہدایت اور رحمت اُسی قوم کو حاصل ہو جو اس کی سچائی اور منجانبِ اللہ ہونے پر
 بالاستقلال یقین رکھیں مگر اس میں تدبیر کے (لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ)۔
 ۲۔ یہ قرآن عظیم ایک کتاب ہے جس کی آیات جلیلہ کے عظیم الشان مطالب کو ایک عربی متن کی صورت میں (قُرْآنًا عَرَبِيًّا) اس قوم کے
 لیے مشرح و مفصل کر دیا گیا ہے جو علم رکھتی ہو (لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ)۔
 ۳۔ اور حقیقت حال یہ ہے کہ ہم ان نادان اور اجڑا ہل عرب کے پاس وہ بے بدل کتاب لائے ہیں جس کی شرح و تفصیل ہم نے علم کے کوئی ہے
 جو صاحبِ علم قوم اس قانونِ جلیل کے حقائقِ عالیہ کی صحت پر بالائزمام ایمان رکھ کر اس میں تدبیر کرتی ہے۔ اُس کے لیے تو یہ کتاب سرسبز
 ہدایت اور رحمت ہے (لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ)۔

۴۔ علم کی صحیح اور ناقابلِ انکار تعریفِ عمل کے عنوان کے تحت تیسری جلد میں آئے گی۔ وہاں پھر صبرِ راحت تمام واضح کر دیا جائے گا کہ کتابِ خدا
 کی مراد علم ہے جیسے کیا ہے اور اس کے موجودہ مفہوم میں کس قدر حیرت انگیز تحریف ہوئی ہے۔ اس آیت کریمہ (۳۱: ۳۱) سے بہرِ نفع یہ ظاہر ہے
 کہ قرآن صرف صاحبِ علم قوم کے لیے اترا ہے اور اس بنا پر اسکے حقائقِ عالیہ کو وہی قوم کماحقہً سمجھ سکتی ہے جو علم رکھتی ہو۔ پس سداً اتفاقاً تحتِ امتین
 میں اس علم کی ایک جھلک کھلا دی گئی ہے اور ایک دو اور مباحث آگے چکر اسی جلد میں آئیں گے۔ مگر علم کی تعریف تسلیم کیے بغیر کتابِ خدا کی
 قدر و قیمت کا صحیح اندازہ لگانا از بس مشکل ہے۔

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (۲۴: ۱۱۶)

اور اے محمد! ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب نصیحت اسلئے اتاری ہے کہ تم لوگوں پر اچھی طرح عیاں کرو کہ ان کے لئے کیا احکام اتے ہیں، اور ساتھ ہی یہ بھی کہ وہ خود سوچیں اور تدبیر کر کے نئے مطالب دریافت کریں اور تطابق پیدا کریں۔

كَتَبْنَا الْقُرْآنَ بِاللُّغَةِ الْعَرَبِيَّةِ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلَّا تَعْلَمُوا أَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عِلْمٌ بِمَا يُخْفَى (۲۹: ۳۸)

اے پیغمبر! یہ قرآن عظیم بڑی برکت اور رونق پیدا کرنے والی کتاب ہے۔ اسکو ہم نے تیری طرف مخصوص اسلئے اتارا ہے کہ لوگ اسکی آیات پر کامل تدبیر کریں، اور صاحب عقل فراست لوگ اس سے صحیح نتائج اخذ کر کے عبرت حاصل کریں۔

یہی خالص تدبیر، ذکر و فکر، ایمان و یقین، علم و بصیرت، صحیح استدلال اور تطابق ایسے آئینی اصول تھے جن کی بنا پر کلام الہی کے حجتہ بالغہ ہونے پر ایک سچا اور ناقابلِ وجہاً قائم ہو سکتا تھا۔ قرآن کے حیرت انگیز سرسبزہ رازوں، اور سرسبز حکمتوں کے لئے کسی خارجی فلسفے کی ضرورت نہ

﴿أُولَٰئِكَ الْكَلْبَاءُ﴾ کی مترآنی تعریف بھی عمل کے عنوان میں آئے گی۔ لیکن ان تیسوں (۸۲: ۱۲) (۲۴: ۱۱۶) (۲۹: ۳۸) اور قبل کی 'بصائر' والی (۲۴: ۳۵) (۲۹: ۳۵) آیات کو پیش نظر رکھ کر اس ہلک تخیل کا یکسر قلع قمع ہو جاتا ہے جسے روئے مسلمانانِ عالم کی ایک کثیر تعداد نے قرآن میں تدبیر کر کے اس کے مطالب کو دریافت کرنا گناہ سمجھا ہے۔ آج اس عام اخطا طے کے زمانے میں غالب رائے یہی ہے کہ قرآن کسی تدبیر کا تحمل نہیں، اس کے حقائق عالیہ کا ذہن سے کچھ تعلق نہیں، اس کے مطالب میں فہم کو خیل کرنا گناہ ہے، اسکی تشبیح میں عقل کو کام میں لانا بدعت ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن جو لوگ علم سرار الدین کے منشا وجود سے واقف ہیں جس کی رسی بنیاد قرآنِ اقل میں حضرت عمرؓ نے رکھی، اور جنہوں نے اُس تنقیح و استقصا کا فرما چکا ہے جو خود رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صحبت میں اور اصحابِ صف کے، اہل سالہا سال تک ہوتی رہی، اور جس کو بلا استثناء سب صحابہ کرام نے ایمان و یقین کی خشتِ اقل میں درج کر کے قرآن حکیم کی ایک ایک آیت کے مطالب کی تعمیر میں مہینوں اور برسوں تک تدبیر کرنا عین ایمان سمجھا تھا۔ اُن کے نزدیک اس زہرِ آلودہ کی کچھ وقت نہیں۔ اگر بالکل زمین و آسمان اور بنشاندہ فہم و ادراک کا کلام انسان کی بڑی سے بڑی تنقیح، ہر ممکن سے ممکن آزمائش، اور سخت سے سخت معیار کا تحمل نہیں تو وہ ذمی شعور انسان کے لئے وجوہاً قابلِ مقبول نہیں۔ کتاب کے اس ابتدائی حصے میں بھی صاحبِ نظر کے لئے کئی مثالیں پیش ہو چکی ہیں لیکن آگے چل کر ہر ورق اس امر کا آشکارا ثبوت ہو گا کہ قرآن حکیم کی آیات کس قدر حکم، کس قدر صحیح، کس قدر مطابق، اور کس قدر عمیق و بلخ ہیں۔ کوتاہ نظر انسان کا علم اُن کے علم کے بالمقابل کس قدر ہیچ ہے۔ خدا سے بیشمار کی طرف سے انسان کو صلائے عام ہے کہ اُن کو بغور تمام پرکھے، الٹ پلٹ کر دیکھے، بار بار دیکھے، اگر انکے ایک حرف کے مستحق کوئی کجی، کوئی علم علمی کسی، انسانی کا دریافت کرنا قاطبہ محال ہے۔ اس کتاب میں کلام الہی کے تمام مطالب اسی تطابق کے اصل اصول کو پیش نظر رکھ کر واضح کیے گئے ہیں اور جو جگہ اور حجت اس کی سب سے اہم بنیاد پر مبنی ہے اور صاحبِ نظر کے سامنے ہے۔ خود انہی آیات الہی یعنی آیہ سمین (۲۱: ۲۶) وآیہ مذکر (۵۴: ۱۷) اور آیات بصائر (۲۹: ۳۸) (۲۴: ۳۵) کے مطالب میں نظامِ کچھ اختلاف سا نظر آتا تھا مگر ادنیٰ سے تاں نے اسکو آیہ لیلکون (۳۱: ۳۱) کی وساطت سے رفع کر دیا ہے۔

تھی۔ رب علیم و حکیم نے اہل اسلام کی رہنمائی اور حسرتوں کے لئے، قرآن کے بیٹھال عجائب خانے کے اندر
 سچی و عمل کے ہزاروں کرشمے، خوشحالی اور امن کے صد ہا طلسم، قوت و اقتدار کے لا انتہا دھبے، اور علم
 حکمت کے بیسیوں اساسی اصول اسکے مختلف طاقتوں اور گوشوں، دیواروں اور سرابوں کے سپرد
 کر دیئے تھے مگر آہ! اُن کی ظاہری نکلیں بھی آج اعتقادات باطلہ، غلط مطالب، اور غلط اجتہاد کے خس و
 خاشاک کی تہ میں محو ہو چکی ہیں! مسلمانوں کا موجودہ فلسفہ آج اس معجزہ عقل عجائب خانے کے انمول موتیوں
 کو سپرد خاک کر کے، عمارت کی چوکھٹوں اور دہلیزوں، طاقتوں اور سرابوں، روشندانوں اور کھڑکیوں،
 چھتوں اور نالیوں کی ثنا خوانی میں مصروف ہو، اور کم فہمی اور بد ویت کی غیظ آفرین بے توجہی سے ان
 پاکیزہ جواہرات پر فصاحت کا جاروب پہیر کر، شاعرانہ واہ واہ یا جز دانی تعظیم کے جماؤ چند سے ہی
 اُن کی قدر و قیمت کا فیصلہ کرنا چاہتا ہے! آج قرآن کی گل کائنات میں مسلمانوں کا مبلغ اجتہاد اور انکی
 اہم داستان حکمت، قیامت کے بے سند قصوں، قبر کے مظنون عذابوں، روح کی مفروض قسموں، اخلاقی
 امراض کی آفتوں، کفر کے بے دلیل اور مضحکہ انگیز فتوؤں، ہشت و برخواست کے موضوعی آداب، توبہ
 و استغفار کے بناوٹی اسالیب، اور طہارت و استنجا کے وضعی طریقوں کی ندامت انگیز تشریح ہے! کیسا
 یونانی فلسفے کی المناک خیال آفرینی، اور مسلمانوں کے درد انگیز فقدان علم و فکر کا نتیجہ نہیں ہوا کہ آج ظن
 وہم کے ان ہوائی قلعوں کی تعمیر میں اسلام وہ سب کچھ کھو بیٹھا ہے جو صرف چند برس تک مسلمانوں کو قرآن
 ادنیٰ اور بت دانی عمل کے انعام میں ملا تھا۔

وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ اِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ وَلِلّٰهِ فِيْ اَمْرِ
 الْكِتَابِ لَدٰى نِیْلًا عَلٰی حٰكِمِهِ ۝ اَفَنْصَرِفُ عَنْكُمْ الَّذِیْ كَرِهْتُمْ اِنْ كُنْتُمْ قَوْمًا
 مُّسْرِفِیْنَ ۝ (۲۴: ۲-۵)

۴۴۔ "الکتاب المبین" کے معانی کے متعلق، جدید المعجم، ۷۵ کے تحت اہل بیت میں ظاہر کیا گیا ہے، اسی کچھ بحث کرنا پیش از وقت ہے لیکن ان آیات یعنی
 (۲۴: ۲-۵) اور (۱۲: ۲-۱) سے کم از کم یہ ظاہر ہوتا ہے کہ (۲۴: ۲) میں کسی روشن اور بین کتاب کی شہادت پیش کی گئی ہے اور جملہ (۲۴: ۲-۵)

لوگو! کتاب میں اس امر کی شاہد ہے کہ ہم نے کتاب خدا کو عربی زبان میں محض اسلئے کر دیا ہو کہ تم اس کے دستور العمل کو آسانی سمجھ لو۔ اور یہی قرآن جسکو تمہارے سمجھنے کی خاطر عربی لباس پہنایا گیا ہے اس ائم الکاتب کا ایک حصہ ہے جو ہمارے ذہن میں ہے اور جو ایک معتدرا و محض ن حکمت کتاب ہے تو کیا اس وجہ سے کہ تم لوگ اس کتاب کے حقیقی مقاصد نہ سمجھنے میں حد سے بڑھے جاتے ہو اور ہائے مطلب کے نہیں پاتے ہم اس کتاب کے مطالب کو تم سے ستراسر سطح اچک لیں کہ تم خاک بھی نہ سمجھ سکو؟

تِلْكَ اَيُّهَا الْكٰتِبُ الْمُؤَيَّنُ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (۱۱۲: ۲-۱)

اے ساکنین زمین! یہ آیات الہی اس جلیل القدر کتاب سے ماخوذ ہیں جو روشن اور واضح ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ ہم نے اس کتاب میں کو اپنے ماں سے عربی زبان کا لباس پہنا کر عربی اللسان قرآن اس لئے بنایا ہے کہ تم لوگ اس کے اسرار عالیہ کو سمجھ کر عقلمند بن جاؤ۔

قرآن کے مقاصد اور اسلامی فلسفہ اخلاق پر یونانی حکمت کے اس ہلک اثر کے علاوہ اور بھی فساد آفرین اثرات پڑے جن کا تعلق خود اہل عرب کی جبلت اور طبیعت سے تھا۔ عرب ظہور اسلام سے پہلے یونانیوں

(بقیہ تحت المتن صفحہ ۶۰) اور اَنْزَلْنَاهُ (۱۱۲: ۲) کی ضمیمہ کا مرجع بھی اسی کتب میں کی طرف ہے۔ گویا خدا نے کسی کتاب سے کچھ غائب کر دیا ہے کہ ہم نے اس کتاب میں عربی زبان کا لباس پہنا کر عربی قرآن اسلئے بنایا ہو کہ تم عقلمند بن جاؤ۔ ان آیات الہی کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لئے یہ خود غور و غوض درکار ہے لیکن صفحہ ۶۰ کے تحت المتن سے جو علم طبقات الارض کے متعلق ہے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ ”الکتاب المبین“ دراصل صحیفہ فطرت ہی ہے۔ اور اس میں اسلئے کہا گیا ہے کہ ہر شخص کے پیش نظر ہے۔ اگر اس مفہوم کو تسلیم کر لیا جائے تو آیات (۳۰-۳۱: ۳) کے معانی صاف ہو جائیں اور وہ یہ ہیں:

”لوگو! صحیفہ کائنات جو ہماری نظروں کے سامنے روشن اور عیاں ہے اس امر کی گواہی دے رہا ہے (وَ الْكِتَابُ الْمُبِينُ) کہ ہم نے اس کا رگاہ کبر کے تمام پوشیدہ قانون کا ترجمہ سہل الفہم اور عربی اللسان قرآن میں اسلئے کر دیا ہے (جَعَلْنَاهُ ذُرْوٰی عَرَبِيًّا) کہ تم اس کے راز و رول کو سمجھ کر ہمنس بن جاؤ (لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ)۔ گویا اسلام دین فطرت ہے اور قرآن کریم صحیفہ فطرت کے قانون کا لب لباب ہے۔“

حکمائے مغرب نے بھی جبریدہ فطرت کو کتاب سے تشبیہ دی ہے اور اس کا مثل ایک کتاب کے معرفت خدا کے نکات اور معلومات عالیہ سے پُر ہونا تسلیم کیا ہے۔ اور دراصل یہی وہ عظیم الشان کتاب ہے جو خدا نے عظیم نے خود اپنے ہاتھوں سے مرتب کی ہے۔ اعمال خدا کے ہر روحانی کے متعلق اس سے روشن تر کتاب کا ماننا ختمًا غیر ممکن ہے بشرطیکہ اسکا صحیح مطالعہ ہو سکے۔ لیکن اسکا صحیح مطالعہ کرنا آسان کام نہیں۔ آگے چلکر ”الکتاب المبین“ کے ان معانی کی حیرت انگیز شہادت قرآن کریم کی مختلف آیات سے ملے گی۔ یہاں صرف مطالب کو قابل فہم بنانے کی غرض سے پیش از وقت متنبہ کر دیا گیا ہے۔ رہا اس بات کو یا یہ ثبوت تک پہنچاؤ کہ قرآن کا قانون عمل کتنی صحیفہ فطرت کے قانون کا ہو جو عکس ہے، اور کریم مکر فطر الناس علیہما (۳۰: ۳۰) کا مصداق ہو اسکی شہادت اصل کتاب میں جا بجا ملے گی۔ بہتہ نفس مطلب کی تائید ان تمام آیات سے جو صفحہ ۵۵ پر تِلْكَ اَيُّهَا الْكٰتِبُ الْمُؤَيَّنُ کے تحت اہت میں بیان ہوئیں بصدرت تمام ہوتی ہے جہاں ”الکتاب المبین“ اور ”قرآن“

پیش بینی، اور غیر متعلق واقعات کو ذات پر محمول کر لینا انکے خمیر میں داخل ہو گیا تھا۔ من گھڑت روایا اور آبائی مفرقات کا ایک عظیم الشان طومار ان کا علم ادب بلکہ حسن لافنی ضابطہ بن گیا تھا۔ فصاحت اور شعر گوئی کا عشق و ولولہ تھا کہ عین میدان جنگ میں، سفر حضر میں، خطابات اور مناظرات بلکہ عالم خواب میں، رجز و سجع بے تاثر کہہ دیتے۔ ظہور اسلام سے پیشتر بیسیوں برس تک، فصاحت کے چرنی امراقیس، زمیسر، لبید بن ربیعہ وغیرہم کے معلقات السبع کے سامنے فی الحقیقت ماتھا گر گرتے رہے، اور جُمہرات اور منتقیات السبع کے مصنفوں کو اپنے تخیل اور فصاحت جیسی کہ اعمال و اعتقادات کا سچا رہنما مانتے رہے۔ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان تمام مرہم شنیعہ کو جہنم کا شعلہ اور غضب الہی کی آگ دکھا کر کیت لم معدوم کر دیا۔ تمام مذاہب ادیان ملیا میٹ ہو گئے، تو ہم پرستی قطعاً چڑے اگہ گئی تہمت اور نبوت کے متعلق سب با فوق الفطرۃ عقائد اور دعویٰ قرآن کے ایک ادنیٰ اشارے سے باطل ہوتے گئے: **اَوَلَمْ يَنْفَكُوا مَّا يَصْحَبُہُمْ مِنْ حَبْنَةٍ لَّا تَنْفَكُ عَنْہُمْ لَآ اِنَّہُمْ لَفِي ضَلٰلٍۭۃٍ عَظِیْمٍ** (۱۸۳: ۷) نجوم پرستی اور سحر کے تمام شعبہ بیکار ہو گئے، قرآن کی روشن اور نمایاں حقیقت کے سامنے کذب و دروغ سب فنا ہو گیا: **وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ**

لے کیا ان لوگوں نے اس بات پر کبھی غور نہیں کیا کہ انکے پیشوا (یعنی رسول خدا) کے اندر کوئی بن تو ہے نہیں، وہ کوئی پاگل تو ہیں نہیں کہ ان کی بیہودہ اور انہونی مذاہب انہیں قبول کرتے ہیں وہ تو صرف کھلم کھلا اور صاف طور پر عذاب خدا سے ڈرانے والے ہیں اور پس۔

عالم خواب میں شعر کہنے کے متعلق اہل عرب کی بعض روایتیں مشہور ہیں جن کے اعادے کی یہاں ضرورت نہیں۔

معلقات کے سات قصائد مشہور ہیں۔ ان کے مصنف امر اقیس، زمیسر، ابن ابی سلمیٰ، حارث بن حسرتہ، لبید بن ربیعہ، عمرو بن کلثوم، طرفة بن لعبد، اور عنترة بن شداد ہیں۔ جُمہرات بھی سات قصیدے تھے جو بنی تائم مشہور ہیں۔ نابندہ بن ابی، عبید بن الارض، عدی بن ربیعہ، بشر بن کاظم، امیہ بن ابی اہملت، خدیش بن زمیسر، نمر بن قلاب الحکلی، ابن قصائد کے مالک تھے۔ منتقیات تیسرے طبقے کے قصائد ہیں۔ جن کے مصنف مسیب بن علس، مرثد بن جسر، مرثد الاصغر، عروہ بن الورد، وید بن صہر، ہبل بن ربیعہ، اور عثمان بن سوید تھے۔ یہ سب شعرا کثر زمانہ جاہلیتہ ہی کے تھے۔ معلقات کے سات قصائد خانہ کعبہ کی دیواروں پر لٹکتے رہتے تھے۔ لوگ ان کو اگر سو دیتے۔ یہ سب شعرا کثر زمانہ جاہلیتہ ہی کے تھے۔ معلقات کے سات قصائد خانہ کعبہ کی دیواروں پر لٹکتے رہتے تھے۔ لوگ ان کو اگر دیکھتے اور ان کے سامنے سجدہ کرتے۔ تذکرۃ الحکم فی طبقات الامم میں معلقات پرستی کی مدت ڈیڑھ سو برس لکھی ہے مگر امر اقیس کے عہد حیات (۳۵۰ھ) اور ابتدائے اسلام کے زمانے (۶۳۱ھ) کو پیش نظر رکھ کر اس مدت عبادت میں بہت کچھ مبالغہ معلوم ہوتا ہے علاوہ ازیں بعض جدید تحقیق نے ان قصائد کے دیوار کعبہ پر آویزاں ہونے سے بھی کسرا نکال کر کیا ہے۔ اور معلقات کے تیسے کو حاد الراویہ سے منسوب کیا ہے۔ بہر نوع واقعات کچھ ہی ہوں لیکن کس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان قصائد کی عرب میں خاص عزت تھی۔ اور کوئی شے ان کے بالمقابل قدر و قیمت میں ٹھیر سکتی تھی۔

وَسَرَّهَقِ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوًّا ۝ (۸۱:۱۱۷) فصاحت کے طاقتور اور فساد انگیز طلسم کو توڑنے کے لئے کلام الہی نے اپنے بے ارادہ زور کلام سے ہی خاموش مگر ترکی بہ ترکی جواب دیکر عرب کو ہمیشہ کے لئے دھچک کر دیا۔ تعلقات کی پرستش از خود ماند پڑ گئی، عرب کی طاقت گویائی گویا اچک لی گئی مگر ساتھ ہی عرب کے اس بالیخویائی وصف کی علانیہ تکذیب توہین کے ارادہ سے، اور کتاب الہی کی حیثیت کو شعر و فصاحت کے بے انتہا بلند تر جملانے کیلئے، شاعر اسلام نے شاعروں کو اللہ کے رستے سے بھٹکے ہوئے، دھم گمان کی وادیوں میں سرگردان، جھوٹے اور منفردی قرار دیا۔

وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۝ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ۝ وَأَنَّهُمْ
يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ۝ (۲۲۴:۲۲۶-۲۲۷)

اور جیسا کہ عرب خیال کرتے ہیں رسول خدا شاعر بھی نہیں۔ شاعر تو خود گمراہ ہوتے ہیں اور گمراہ لوگ ہی انہیں پیچھے لگتے ہیں کیا تو نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ وہ عالم دہم و خیال کے ہر میدان میں پڑے ہوئے ہیں اور اکثر اپنے بارے میں فخر کے طور پر وہ کہہ کتے ہیں جو کبھی کرتے نہیں۔

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشُّعْرَ ۚ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ ۝ لِيُذَكِّرَ الَّذِينَ
كَانُوا يَتَّبِعُونَ الْأَقْيَاقَ ۝ (۳۶:۴۹-۵۰)

اور ہم نے رسول خدا کو کچھ شاعری تو نہیں سکھائی اور نہ شاعری ان کی شان ہی کے لائق ہے۔ یہ قرآن تو نوری نصیحت ہی نصیحت ہے، اہل اسبۃ واضح کتاب ہے اور اس کے مبین ہونے سے مقصود یہ ہے کہ باطن اور بیدار لوگوں کو عذاب الہی سے ڈرائے اور ساتھ ہی منکروں پر ہمارے عذاب کی دھمکیاں برحق ثابت ہوں۔

۱۔ اور ان سے کہہ دو کہ اب حق آگیا اور باطل نیست و نابود ہو گیا۔ اور فی الحقیقت اس نے تو ایک نہ ایک دن سبنا ہی تھا۔

۲۔ اس آیت میں اوراد کی موقعوں پر جن کی تفصیل آگے آئے گی مخالفین نے قرآن کو شعر کہا ہے۔ حالانکہ قرآن موجودہ معانی میں شعر نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ موزوں نہیں، بلکہ نام کا تمام مقصد بھی نہیں حقیقت یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب ہر اس شے کو جس میں لطافت بیان ہو، ایجاد و تخیل ہو یا جسکی عبارت مقصدی ہو، بلا لحاظ وزن شعر کہا کرتے تھے۔ فصاحت کا معیار بھی ان کے نزدیک یہ تھا کہ جو بی مضمون کے ساتھ ساتھ الفاظ خوش اسلوبی سے پیوست کیے گئے ہوں، ان میں ترنم ہو، مطالب سادہ اور دلچسپ ہوں، ان میں غیر ضروری عین نہ ہو، لیکن فہم کا ہونا یا نہ ہونا ضروری نہ تھا۔ اسی بنا پر اہل عرب سجع، رجز، خطبات، مناظرات اور قصائد سب کو شعر میں داخل سمجھتے تھے۔ اور چونکہ اس قطع کے شعر کا جزو غنیمت ہوتا ہے یہی ہے کہ انسان کے سفلی اور سطحی جذبات یا صرف سماعی محسوسات کو براہِ گنجت کرتا ہے، اور باطنی تربیت اس میں مد نظر نہیں ہوتی، اس لئے قرآن کو اپنے متعلق ایسی فصاحت کے مستحق بننے میں چڑھتی۔ اسی نقطہ نظر سے قرآن نے جا بجا شعر ہونے سے انکار کیا ہے اور ایسی لحاظ سے وہ نصیبی

کیا قرآن کے منکر کرتے ہیں کہ محمد اسکا اپنی طرف سے گھڑ لایا ہے۔ نہیں کہہ دو کہ ان تم بھی ایسی ہی گھڑی ہوئی دس سو تیس لے آؤ، اور اگر تم اس الزام دہی میں پتے ہو تو خدا کو چھوڑ کر تمام دنیا جان کے لوگوں کو، جاناغہ تمہاری طاقت ہو، مدد کے لیے بلاؤ کہ تمہاری بنائی ہوئی سورتیں مقابلے میں پوری اتر سکیں۔ پھر اگر لوگ اس پر بھی تمہاری اڑن عورت کو قبول نہ کریں تو جانے دیو کہ یہ قرآن عظیم اس خدا سے زمین و آسمان کا حکم کو اپنے ساتھ لیکر اتر آیا ہے (اِنَّ الَّذِیْ عَلَّمَکُمُ الْقُرْآنَ) اس شایع کا مناسبت کی ناپید کرنا رکعت کا امین ہے اور وہ وہ عظیم ہے مثال ہے جسے مثل کوئی ذکر نہ نہیں (وَاِنَّ لِلّٰهِ الْاَلْهَامَ)، تو کیا تم اس نامکمل فیصلت کو پیش نظر کر سکتے ہو کہ کتاب خدا تسلیم کر نیکیے لیے تیار ہو؟

خدا نے زمین و آسمان معاف و اللہ کوئی شاعر نہ تھا کہ لوگوں کو ادبی مقابلے کے لیے بلاتا، اس کی بڑی اور کارگر دھلی یہی ہے کہ انسان کا علم کے بالمقابل محض مسیحی ہے، یہی وہ شے ہے جو شاگرد کو استاد کے سامنے، محکوم کو حاکم کے حضور میں، جاہل کو عالم کے روبرو، مستغنیث کو مصنف کے لگے حتم چپ کر دیتی ہے۔ اسی کے ہونے کسی کو دم مارنے کا پارا نہیں ہوتا! اگر بعثت رسول کے زمانے میں تمام کا تمام عرب فصاحت کا شیدا تھا، اگر عرب کو اپنی شاعری کے بالمقابل تمام دنیا لنگ نظر آتی تھی، تو بھی خدا پر اس کا کچھ اثر نہیں پڑتا۔ اور نہ اس موقع کو غنیمت جا کر (العیاذ باللہ) خدا اپنی فصاحت کو ظاہر کرنے کا اشتیاق رکھتا تھا۔ اُس پاک نے اگر قرآن کو عربی زبان میں اتارا تھا تو محض اس لیے کہ عرب کی گلوہ قوم قانین خدا کو سمجھ جائے: اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ^(۲۰:۱۱) اُنکے منشا کو انداز کرے: اِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ^(۲۰:۱۲) اُن کو کوئی ننگ خدا باقی نہ رہے: وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ اِلَّا بِلِسَانٍ فَهِمٍ لِّمَنْ يُبَيِّنُ لَهُمْ^(۲۱:۱۲) اُن کی زبان سازیاں محدود ہو جائیں، انکو اس شیعہ و تہذیب کے بعد کسی اعتراض کی گنجائش باقی نہ رہے، اُن کے لیے باعث تذکرہ و تسباہ ہو: فَلَا تَمْنُنْ لَهُمْ يَكُنْ لَّعَلَّهُمْ مُبْتَلٰى لِّكَوْنِمْ^(۲۱:۳۳) ۸۰
مصدر: اس کی بشارت ہو: فَلَا تَمْنُنْ لَهُمْ يَكُنْ لَّعَلَّهُمْ مُبْتَلٰى لِّكَوْنِمْ^(۲۱:۳۳) ۸۰ اس سے زیادہ قطعاً اور قاطعاً یہ کچھ نہیں ہو۔
اگر مسلمانانِ عالم سپر ہی کسی مشکلہ انجیزو ہم میں گرفتار ہیں اور قرآن کو کسی عربی بزل گو یا ہندی ٹمک بند کا مجموعہ نکالت سمجھتے ہیں تو سمجھتے ہیں اس کلام الہی کی عظمت اور صراحت میں ازوہ کوئی فرق نہیں آتا۔

اس میں شک نہیں کہ ہر وہ کتاب جس کا منشا علم و تحقیق کی طرف رہنمائی کرنا ہو، جو صدق و نیت اور خلوص و دل سے لکھی گئی ہو، جو سترتا پارسائی

۱۷ مطالب کیے گئے۔ دیکھو متن صفحہ ۶۱-۶۲ ۱۸ دیکھو متن صفحہ ۶۱-۶۲ ۱۹ دیکھو سخت لغت صفحہ ۶۶-۶۷ ۲۰ دیکھو سخت لغت صفحہ ۵۵ ۲۱ اے پیپر! ہم نے قرآن کو تمہاری زبان کا لباس پہنا کر عرض اس لیے آسان کر دیا ہے کہ تم اس کے ذریعے سے خدا سے ڈرنے والی قوم کو خوشحالی کی خبر دو، اور عرب کی جھگڑاؤں اور منافق چور قوم کو عذاب خدا سے ڈراؤ۔

خوف، حکم الحاکمین کے حلقہ اثر میں لاکر کالعدم کر دیا۔ سب فرقہ بندیوں اور نفاق آرائیوں جسٹس اکھاڑیوں، صدیوں کے دشمن دوست کر دیئے، سینوں کی کندھوں میں نکال پھینک دیں، دلوں سے کیسے کیسے اچک لائے، اور اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ (۱۰۰:۳۹) کا لشکر انگیز فرمان بارگاہِ خداوندی کے ہاں سے دکھلا کر چند برسوں کے اندر اندر محکوم اور شکست زدہ اہل عرب کو فرماں فرمائے عالمیان اور بادشاہ وقت بنادیا!

یہ سب کچھ اسلام اور قرآن کا ناقابل انکار معجزہ تھا مگر عرب کی جبلت اور طینت کو کون بدل سکتا تھا؟ وہ عادتیں اور چھپستیں جو اُن کی فطرت میں ہزار در ہزار برس پہلے سے چلی آتی تھیں کس طرح چشمِ زدن میں اُن سے رخصت ہو کر اپنا نقش پانہ چھوڑتیں؟ وہ ملی اوصاف جو قرونوں اور صدیوں پہلے اُنکی مٹی میں خمیر ہو چکے تھے، اُن کے طبعی میلان کار کو کیسے بے اثر چھوڑ دیتے؟ قرآن کی قاطع نظر اور متحد الاعمال تعلیم کی فدایانہ تعمیل میں عرب اپنی ظاہری عبادات اور مرسومات کو بدل سکتے تھے، اپنی آبائی روایات اور اعتقادات کو بادی النظر میں چھوڑ سکتے تھے، اپنے داخلی مناقشات اور قبائلی تنازعات کو علی رؤس الاشہاد مچو کر سکتے تھے، بلاغت اور فصاحت کے ذاتی ادعا کو بھی طوعاً و کرہاً خیر باد کہہ سکتے تھے، مگر طبائع کے باطنی رُجحان اور اصلی طریق تخیل کو ہرگز نہ بدل سکتے تھے اُنکا مسلک دہم و خیال یونان کی قدیم وہمی روایات سے ہزار ہا سال قدیم تر تھا۔ اُنکی قبائلی زندگی کی بُنیاد رُو آفرینش سے اسی انداز پر چلی آتی تھی۔ وہ اسی وہمی اور اعتقادی ماحول کے بگڑے ہوئے طفلانہ اور اسی فرقہ آرائی اور انتشار کے کُنسہ مشرق استاد تھے۔ اس بنا پر اُن میں کسی حقیقت کشا علمی صداقت یا عافیت گیر

ملے ایمان واسے تو آپس میں بہائی بہائی ہی ہیں۔

(نثر تحت لہجہ صفحہ ۶۶) اور حقیقت پرستی ہو، جس واقعہ الامر کی تائید اور صراطِ مستقیم کی توجید ہو، جس کا منہائے نظر انسان کو اس کا راہِ رست دکھانا اور اجتماعی ہلاکت سے حتی الوسع بچانا ہو، ہر ایسی کتاب خود بخود اپنے زور بیان کے باعث اپنی صداقت اور حقِ نظر کی وجہ سے بلیغ بلکہ بجا اوقات فصیح بھی بن جاتی ہے، لیکن اس بلاغت اور فصاحت کا شاعرانہ تکلف اور آوروں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ انہی مثنویوں میں قرآن حکیم بھی بلیغ ہے جیسا کہ آگے چلکر جا بجا واضح ہو گا۔

بہر نوع محولہ بالا آیات سے ظاہر ہے کہ قرآن حکیم کے متعلق شاعرانہ فصاحت کا دعویٰ سزا یا اہل عرب یا مسلمانانِ عالم ہی کی ایجاد ہے۔ صاحب القرآن کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔

معاشری آئین کا معنا اور اصالت رائج ہو جانا از بس متعذر تھا۔ اسی قطع کی ایک متفرق اور اوہام پسند فوج کی قوم، ان سے صد ہا برس پیشتر اپنے ضعف ایمان اور طغیان کے باعث غضب الہی کے تنویر میں درنگیں نہ طور پر غرق ہو چکی تھی؛ (سورہ ہود ۱۱: ۳۵-۴۹)۔ اسی بنزیرۃ العرب کے ایک حصے میں عادی ثمود کی احکام الہی سے متذبذب اور آیات خدا کی تکذیب قوئیں بالآخر اللہ کے عذاب غلیظ اور صلیحہ سے دوچار ہوئی تھیں (سورہ ہود ۱۱: ۵۰-۶۰)۔ اسی دیار کے بسنے والے اصحاب مدین، صدیوں پیشتر کم وزنی اور شرک کرتے کرتے غضب الہی کی پہنچ کے شکار ہو گئے تھے (سورہ ہود ۱۱: ۸۴-۹۵)۔ اور وہ اصل اسی مٹی میں رہنے والے وہم زدہ لوگ، اور قریب قریب اسی آب و ہوا میں پلے ہوئے فرقہ بند آدمی تھے جنہوں نے وادی سینا میں موسیٰ علیہ السلام کی شریعت بیضا کو ہاتھ میں لیکر، اسکی غیبت میں اپنی پُرانی عادت کے مطابق اللہ سے انکار، اور بچھڑنے کی پرستش شروع کر دی تھی (سورہ اعراف ۷: ۳۸-۵۱)۔ نہیں بلکہ وہ انہی عرب کے ہم نسل (سامی)، اور قریب النسل (عبرانی)، ہم مشرب اور ہم ساگت میں رہنے والے بھائی بند تھے جنہوں نے حکومت، فارغ البالی، زرخیز زمینوں، معتدل آب و ہوا، چشموں اور نہروں اور انواع و اقسام کے طیبات رزق کی بے قدری کر کے بالآخر ذل و مسکنت کی وہی پُرانی طرز معیشت کو پسند کر لیا تھا؛

وَرَاؤُكُمْ قُلُوبُ مَعْشَرٍ لَّنْ تَصْدُرُ عَلٰی طَعَامِهِمْ قَوَاعِيْنُ فَاَدْمُ لَنَا ذَرْبُكَ بِخَيْرٍ لَّنَا بَعْدَ تَقْدِيْمِ الْاَرْضِ مِنْ بَعْلِهِمَا وَقَدْ اٰهَمَّا
وَقَوْمُهُمْ اَعْدِيْهِمْ اَوْ بَصَلَهُمْ اَوْ اَلْتَقَدَّرُوْنَ اَلَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى اِلَیْهِمْ هُوَ خَيْرٌ لَّهِمْ اَوْ يَطُوْنُ اَمْصُرًا اِلَیْكُمْ مَّا
سَالَتْهُمْ وَصَحْرًا بَيْنَ اَلَّذِيْنَ لَمْ يَسْكُنُوْهُ وَاَمَّا اَلْمَسْكَنَةُ وَاَمَّا اَلْمَسْكَنَةُ وَاَمَّا اَلْمَسْكَنَةُ وَاَمَّا اَلْمَسْكَنَةُ وَاَمَّا اَلْمَسْكَنَةُ
يَقْتُلُوْنَ اَلْتَّيْبِيْنَ بِخَيْرٍ اَلْحَقُّ ذٰلِكَ جَمَاعَةٌ اَوْ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ (۶۱: ۲)

اور اسے بنی اسرائیل، کیا تمہیں، وقت یاد ہے جب تم نے موسیٰ سے کہا تھا کہ اسے سوئی! اب تو ہم ایک ہی قسم کے ان اچھے اچھے کھانوں اور اس سرزمین کے شکار وغیرہ سے تنگ آ گئے ہیں تو آپ ہمارے لیے اپنے پروردگار سے دعا کریں کہ شیرازی درخت طاق اور شیرازی (بن و سلوی) کی بجائے ہمارے لیے زمین سے جو چیزیں آگئی ہیں، یعنی ترکاری، انگیزی، گیہوں اور سورا اور بیاض، پیدا کرے۔ صلیحہ کی کیا تعریف اور تحریک ہے تمام نسیج کو چھوڑ کر حکومت اور افلاس کی ادنیٰ معاشرت کو پسند کرتے ہو۔ اچھا تو یہاں کسی متہن شہر کو چل پڑو جہاں کی ماکہ قوم تم کو

فلاح اور زراعت میں لگا دے گی، اور تم کو وہی کچھ مل رہے گا جو مانگتے ہو۔ پہران پر ذلت اور محتاجی پس دی گئی اور وہ خدا کا ہرے غضب میں آگئے؛ یہ سب اس لیے کہ انہوں نے خدا کے مستعد کئے والے احکام سے غفلت برتنی شروع کر دی تھی، اور نسل کو ناحق قتل کیا تھا، اور نیز اس لیے کہ اپنے امیر جماعت کی نافرمانی کی تھی اور کابلی، کاجوری، اور ناقدر شامی میں حد زیادہ تجاوز کیا تھا۔

صدر اسلام کے اہل عرب نے بلاشبہ صاحب شریعت کی زندگی میں ہی کلام الہی کے آگے سر بسجود ہو کر اپنا سارا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا تھا؛ وہ سارے کے سارے ایک اقل قلیل مدت میں ماسوی اللہ کے قطع منکر اور خدا و رسول کے قطع مطیع ہو گئے تھے؛ قرآن اُن کا واحد منہا ہے عمل، اور کتاب خدا اُنکی ایک ج لاگتا نظر میں گئی تھی؛ اُسکے محض ابتدائی اصول پر بے دھڑک اور بلا تامل عمل کر نیکیے شکر نے میں منعم لم نزل نے دنیا کی بڑی سے بڑی سلطنت، اور زمین کی وسیع تر وراثت اُن کو سپرد کر دی تھی؛ وہی نہروں والے جنات جنگا وعدہ، بادی النظر میں خدا نے آخرت میں کیا تھا، قرآن کے مبادیات اور ایمان کے حرف اول پر بھیجا با عمل کے عوض میں اُن کو اس دنیا میں ہی مل گئے تھے؛ اُن کے مشعلستان ایمان دل، اور شریعتان عمل جگر، اُن کو چند برسوں میں ہی ہندوؤں کے پار، عراق عرب کے میدانوں، افریقہ کی تپتی ہوئی ریتوں، اور اندلس کی خوشگوار چٹائیوں پر لیگئے؛ یہ سب کچھ اہل عرب کی بینظیر خوبیوں کا ایک منظر تھا مگر جب زمین کی بادشاہت مل گئی، اور امن کے لازماً حاصل ہو گئے تو سلطنت کے ممکن و مستقر اکیلے قرآن میں استدلال اور اجتہاد ناگزیر ہو گیا، عرب کی مختصر سیاسیات میں توسیع اٹل نظر آئی؛ تب اسلام کے یہ جاں باز

۱۱ ایک مرتب نے تخمینہ لگا یا ہے کہ رسول خدا کی وفات (سال ۶۳۲ء) کے بعد بارہ برس کی مدت میں (گویا فاروق اعظم کے عہد خلافت کے انتہا (سال ۶۴۴ء) تک) مسلمانوں نے چھتیس ہزار شہر اور قلعے اپنے قبضے میں کر لیے تھے۔ چار ہزار تاجانوں اور سیکلوں کو اپنے تصرف میں لے کر سجدہ میں تبدیل کیا۔ گویا اسلامی افواج کی اوسط رفتار تقدم مسلسل بارہ برس تک یہی کر ایک ن میں نو شہر یا قلعے سر کر لیتے تھے جو آج کسی قاہر سے قاہر یورپی فوج کے لیے از بس متعذر ہے۔ خود المانیہ، اپنی ناپید امثال جندیت کے باوجود، حال (یعنی ۱۹۱۳ء) کے محاربہ عظمیٰ میں اس قار کے عشر عشیر تک بھی نہ پہنچ سکی۔ اور یوں تو دول یورپ کے برخلاف جارحانہ تقدم چند مہینوں تک قائم رکھنا بھی اسکے لیے بالآخر پیامت ہو گیا۔ حضرت عمرؓ کے مقبوضہ ممالک کا رقبہ بائیس لاکھ مربع میل تھا جو بحر کے ایک سو برس بعد تک مسلمان پرانی دنیا کے قینوں بر غفلتوں میں پھیل گئے؛ ایشیا میں دیانے ایک کی حدود اُنکے ایک طرف، اور یورپ میں فارس کے جنوبی اور وسطی میدان (دوسری طرف تھے، افریقہ کا تمام شمالی علاقہ بھی انہی کے دست قدرت میں تھا، گویا اسواروۃ الکبریٰ کی سلطنت کے قریب قریب سب مہذب نیا پران کا لفظ ایک صدی کے اندر اندر ہو گیا تھا۔

فرائی جو اپنے تمدن کی تمام اگلی روایات اور کلیات کو خدا کی راہ میں متروک کر چکے تھے، اسکے ذہنی مطالب کی طرف متوجہ ہونے لگے؛ کچھ عرصہ سران کی جمع و ترتیب میں صرف ہو چکا تھا، کچھ اور تصنیف کتابت میں حسیچ ہوا، نقاط اور حرکات ایجاد کی گئیں، مگر اعراب کے استعمال سے معانی کی نوعیت کے متعلق ایک علیحدہ اور انوکھا اجتہاد قائم ہونا شروع ہوا، عرب اپنی وہمی، نفاق آرا، اور مجادلانہ طبیعت سے مجبور ہو کر اس جدوجہد میں ہمہ تن مصروف ہو گئے؛ تلفظ کی زیریں اور زبریں اور اختلاف معانی پر ترکیب الفاظ اور تغیرات عوالم پر متعل مناسطرات ہونے لگے؛ کوفی اور بصری میں نحو یوں کے دو مقتدر اور متخالف گروہ قائم ہو گئے۔ ان فساد آفرین مجاہدوں میں تلاش سند کے بہانے سے عرب قبائل کی مختلف لغات اور جاہلیہ کا سارا علم ادب مدون ہو گیا، راویوں کی مختلف جماعتیں جاہلی اور مختصر شعرا کے طبے یا بسب ابیات اور قبائل کی جھوٹی سچی سب روایتیں پیش کرنے لگیں۔ کوہرب کی ارباب ذوق، نازک اور ظنی طبیعتیں قرأت کے سطحی اختلافات کی بھی محتمل نہو سکیں؛ علما کا ایک پُر مغر گروہ مختلف قرأت، رموز و اوقاف، اور ترتیل قرآن کی طرف لگ گیا۔ فصاحت و بلاغت کی ان مہلک یا دودمانیوں میں عرب جو اپنا بیشتر اعتقاد قرآن کی بے مثال فصاحت ہی پر رکھتے تھے؛ اور جو اپنی قدر کا اعلیٰ اور سخن شناسی کے کبھی منکر نہ ہوئے تھے، اسی ناگوار اجتہاد کو اسلام کی بہترین خدمت سمجھنے لگے۔ شعر و سخن کی ان دلدادہ طبائع، اور وہم و وسوسہ کی ان مجبور تر توں میں کلام خدا کی محبت نے استدلال کی

۴ قرآن کی مختلف سورتوں کی آیتوں کی داخلی ترتیب خود صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زندگی میں کر دی تھی، مگر ایک مدت تک یہ سورتیں علی الحساب اہل عرب کے سینوں کے اندر محفوظ رہیں اور کتابت قرآن کا سوال پیدا نہ ہو سکا؛ غزوہ یمامہ کے بعد جب حضرت عمرؓ نے خلیفہ اولؓ کی توجہ جمع قرآن کی طرف لائی تو صدیق کبیرؓ نے زید بن ثابتؓ کی وساطت سے قرآن کو جمع کیا۔ لیکن اس وقت سورتوں کی باہمی ترتیب کا خیال غالباً نہیں کیا گیا۔ خلیفہ ثالثؓ (المستوفیؓ) کے عہد میں سورتوں کی مستقل ترتیب عمل میں آئی جو آج تک قائم ہے۔ پہلے ہلالت قرآن کی کتابت شاہد حمیری خط میں تھی۔ پھر اس کے بعد کچھ تصرف کر کے کوفی خط کو لے لیا۔ بعد ازاں زید، زبر، پیش، جزم، وغیرہ وغیرہ حرکات اور نقاط ایجاد کیے گئے۔ اور اس خط کو اور بھی ترقی ہوئی۔ پھر دوسری صدی ہجری کے اوائل میں جب مسلمانوں نے اندلس اور افریقہ کو فتح کر لیا اور جو غیر معتمد نے ۳۵۰ھ میں بغداد پر قبضہ کر کے اس کو علیم عربیہ کا مرکز بنایا تو خط بغدادی کی ابتدا ہوئی جو آج ہم تبدیلوں کے بعد ہم جگہ جاری ہے۔

بجائے الفاظ سببی اور ظاہر نوازی، اور اجتہاد کی جگہ خیال آرائی اور بلند پروازی از خود پیدا کر دی، فصاحت پرستی صحیح معنوں میں اور سر نو شروع ہو گئی! قرآن ہی سے ثابت کرنے کی ناروا کوشش کی گئی کہ انسانوں اور جنوں کا متفق گروہ بھی اُسکی ایک سورت حبیبی فصیح و بلیغ تصنیف پیدا کرنے سے متعذر ہے: وَمَا

۴ سورہ نبی ہر ایک میں ہے:

قُلْ لِّیْنَ اجْتَمَعَتْ اِلَیْہِمْ وَاِلَیْہِمْ عَلٰی اَنْ یَّاتُوْا یُعِیْلُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ لَا یَا تُوْنَ یُعِیْلُوْہِمْ وَلَوْ کَانَ بَعْضُہُمْ لِبَعْضٍ
کَظِیْمًا ۝ (۸۸: ۱۷)

اے محمد! تم علی الاطلاق کہہ دو کہ اگر اس ہمسائے عالم کے سب جن و انس بھی اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن غلبہ کی مانند اپنے ہر قرآن بنائیں تو ہرگز اس جیسا نہ لاسکیں گے خواہ وہ ایک دوسرے کی مدد پر ملے ہوئے ہی کیوں نہ ہوں سورت کی تشریح اپنے موقع پر آئے گی یہاں اس سے بحث نہیں!

یہاں ظاہر ہے کہ قرآن کریم کی فصاحت یا عبارت آرائی کے متعلق ایک حرف نہیں کہا گیا۔ کیونکہ اگر کتاب فصاحت ہی میں تھا تو تمام دنیا کے جن و انس کو دعوت دینے کی کیا ضرورت تھی، صرف قارء الکلام اہل عرب ہی کو بلا یا ہوتا جن کا مقابلہ کچھ معنی بھی رکھ سکتا تھا پس جب دعوت عام ہے تو موازنہ بھی لامحالہ کسی ایسی خوبی کا ہے جسکے متعلق ہر شخص حتی المقدور کچھ نہ کچھ خوبے کر سکتا ہے اور وہ خوبی علم، حکمت یا ہدایت کے سوا کچھ نہیں ہو سکتی اس امر کا تصفیہ کہ محمولہ بالا آیت (۸۸: ۱۷) میں یُعِیْلُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ کے الفاظ سے بعینہ کن معنوں میں ثیل قرآن کے ممکن نہ ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے، سورہ انفال کی ایک اور آیت سے بھی ہوتا ہے جو اس لحاظ سے ازبس حسنی خیر ہے:

وَ اِذْ اَنْتَ لٰی عَلَیْہِمْ اٰیٰتُنَا قَالُوْا اَقَدْ سَمِعْنَا لَوْ لَغَاۤءٌ لَّکُمْ لَقَدْ اُنۡصِتۡ لَہٗٓ اِنَّ ہٰذَا لَآ اِلَآہَ اِلَّا اللّٰہُ ۝ (۸: ۳۱)

اور ان ناچار اہل عرب کے انکار کی یہ شان ہے کہ جب ہماری آیتیں انکو ٹھکر سنائی جاتی ہیں تو متقابل ٹھٹھتے ہیں کہ ہاں ہم نے تمہارے قرآن اور اسکے دعوے سے پیروی کی حقیقت کو خوب سمجھا (قَالُوْا اَقَدْ سَمِعْنَا)، اگر ہم چاہیں تو ہم بھی ایسی ہی بیش پائنتادہ باتیں بنالیں (لَقَدْ اُنۡصِتۡ لَہٗٓ)۔

وَمِنْ ہٰذَا، ان میں رسالہ ہی کیا ہے، یہ تو ہی ڈھکوسلے ہیں جو اگلے لوگ ہم کو ہمیشہ سے سناتے چلے آئے ہیں۔ یہاں ظاہر ہے کہ مِثْلُ ہٰذَا کا اشارہ قرآن حکیم کے نفس موضوع اور مشمولہ حکمت اور ہدایت ہی کی طرف ہے جس کی منکرین عرب نے اَسَاطِیْرَ اَکْثَرِیْنَ کہہ کر تحریف کرنی چاہی ہے۔ اگر ادبی اور فطری خوبیوں کی طرف اشارہ ہوتا تو اَسَاطِیْرَ اَکْثَرِیْنَ کے الفاظ بے موقع اور مجبوری تھے کیونکہ اَسَاطِیْرَ کے لفظ سے غیر فصاحت کے معنی قطعاً نہیں نکلتے اور نہ اَکْثَرِیْنَ سے مراد پرانے اَدَباء اور فصحاء کی جماعت ہو۔ اپنی محضوں میں مِثْلُ کا لفظ سورہ طور کے اندر واقع ہوا ہے:

اَمْ یَقُوْلُوْنَ لَقَوْلَہٗٓ ۖ بَلْ لَا یَقُوْلُوْنَ ۚ قُلْ اِنۡ تَوَّابِعُوْا یٰۤاٰیُّہٗٓ مِّثْلَہٗٓ اِنَّ کَانَ اَصْحٰبُ الْقُبُوْرِ ۝ (۵۲: ۳۳-۳۴)

دیکھا لوگ کہتے ہیں کہ محمد اس قرآن کو اپنی طرف سے بنالیا ہے۔ یہ تو ان کام چوروں کے لنگ عذر اور کٹ جھٹیاں ہیں، اصل بات یہ ہے کہ وہ سرے سے ایمان لانے کی نیت ہی نہیں رکھتے (اَلَا یَقُوْلُوْنَ)۔ (کیونکہ ایمان لانے کے ساتھ ہی قرآن پر عمل کرنا اپنا واجب ہو جاتا ہے) اور وہ بے گروہ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اس جیسی ایک بات بھی تو لے آویں۔

یہاں بھی صاف طور پر قرآن کا مِثْلُ شعرو فصاحت میں طلب نہیں کیا گیا بلکہ مقصود اسکے مضامین کو قدر قیمت میں برتر ثابت کرنا ہی اسکے شعر ہونے سے انکار میں نہیں پہلے اسی سورہ میں ہو چکا ہے: اَمْ یَقُوْلُوْنَ شَآءَیْکُمْ نَزَّلَہٗٓ بِرُوحِیْکُمْ ۖ اَمْ یَقُوْلُوْنَ نَزَّلَہٗٓ اِنۡشَآءَ ۝ (۵۲: ۳۴) یعنی کیا لوگ رسول خدا کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ تو محض ایک شاعر ہے (نَزَّلَہٗٓ اِنۡشَآءَ) یا کہ وہ ان کے ذہن سے نازل ہوا ہے (نَزَّلَہٗٓ بِرُوحِیْکُمْ)۔ اور تم تو اس امر کے منتظر ہیں کہ موت کا خزانہ اُسکو آدھوچے اور اُسکی سب ان ترانیاں خاک میں مل جائیں۔

.....وَكَيْلًا لِّقُرْآنٍ تَزْيِيلًا ۝ (۴۳:۴۳)

اور قرآن کو خوب سمجھ کر پڑھا کر۔

ظاہر پرستی کے ان لانا انتہا اور شبانہ روز مشاغل کے باعث قرآن کے مطالب میں حقیقی تدبیر محال تھا۔ اسلام کی دماغی قوت کا بہترین حصہ اس دردناک طور پر ضائع اور منتشر ہوتا گیا۔ قرآن کی درس تدریس تمام عالم اسلام میں انہی اصول پر ہونے لگی۔ اس اثنا میں جمع و تدوین احادیث کے نئے نظریے نے اجتہاد کا رخ ایک اور ہی طرف بدل دیا۔ سینکڑوں محافظین دین تسلسل اور تواتر کے نامکن اور غیر یقینی اجتہاد میں مصروف ہو گئے۔ راویان احادیث کے حسب نسب اور نامہ ہائے اعمال کی ایک نہایت ضعیف مگر پُر زور تحقیق شروع ہو گئی۔ احادیث کی صحت کا معیار اہل عرب نے پہر اُسی عقیدہ مندی اور غلبہ دہم کی بنا پر کتاب الہی تطبیق یا کم از کم عدم تضاد کی بجائے رُواة کے ذاتی اعتبار کو قرار دیا۔ دینی اور خدائی معاملات میں اس رُواة ارادت کا اظہار، اور بیان کا انسان سے یہ عقیدہ مندانہ سلوک عرب کی ظاہر پرستی اور نا حقیقت شناسی کی ایک اور دلیل تھی جس کا نتیجہ بالآخر یہ ہوا کہ قسم قسم کی احادیث، موقع اور مطلب کے بنا بننے کے لیے بہترین کے نام پر موضوع ہونے لگیں حتیٰ کہ اُن کی چھان بین محال ہو گئی اور جب قیمتی وقت صرف ہوا کلام الہی کے مطالب میں براہِ راست اجتہاد اُس قدر کم ہوتا گیا، اور ضمناً مسلمان ایک حسرت انگیز طریقے پر قرآن کے ناقص اور غیر مکمل مفاہیم اور غیر مشحج ہونے کے خاموش قائل ہو گئے!

درحقیقت اس تمام سطحی جدوجہد کے بروئے کار نہ آنے کی اصلی وجہ اہل عرب کا طریقہ تخیل تھا۔ عرب کی گذشتہ ہزار سالہ تاریخ میں اُن کا دہر تخیل کی دو ہی شقوں سے پڑتا رہا۔ شاعرانہ شوق کی بنا پر انہوں نے قرآن کے ظاہری محاسن کو دیکھنا شروع کیا اور بالآخر اس کو کمال پر پونچھا دیا، عجیب و غریب رسمی علوم ایجاد کر کے اسکے صنائع اور بدائع کی مکمل تدوین کی، نص قرآن کو ایک نیروز بربر کے اختلاف سے پاک کر کے

۴ احادیث کے معیار صحت کی حقیقت اور متعلقہ معاملات کے بارے میں ایک مبسوط بحث عنقریب تیسری جلد میں آئے گی۔

زندگیوں کو چٹان کی طرح مضبوط دیکھنا چاہتا تھا، لامحالہ ظن کے انہی نامہوار نتائج کو پیش نظر رکھ کر، اسکی بعض قسموں کو قطعی طور پر گناہ قرار دیا تھا، مگر قرآن کریم کے ان عظیم الشان مقاصد تک پہنچنے کے لیے تابعین عرب کو اسکی آیات میں حقیقی تامل اور تدبر کی ضرورت تھی!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظُّلِّ إِنَّ بَعْضَ الظُّلِّ أَثَمٌ (۱۳: ۲۹)
اے ایمان والو! اکثر قسم کے ظن سے بچتے رہا کرو کیونکہ بعض ظن دخل گناہ ہیں۔

اسلام کی ارضی سلطنت کے استمرار و تکمیل کے لیے یہ فساد آفرین مباحث کس طرح مفید ہو سکتے تھے قرآن کے متعلق ان لفظی تنازعات اور سطحی کج بحثیوں میں ہی مسلمانوں کی زندگی کے کم و بیش دوسو برس ضائع ہو گئے۔ اس اثنا میں حفاظت قرآن کے مفید اور بے مثال عمل کے ماسوا عرب تخیل کا بے دیکر نہی نتیجہ ہوا کہ کلام الہی کی درس و تدریس کے ضمن میں عوام کے سامنے جاہلیہ کا سارا علم ادب، ان کی طرز معاشرت، ان کی روایات و آہیں، ان کے اوہام باطلہ، اور ان کا دیرینہ احساق مدقن ہو کر التزام کے ساتھ پیش نظر ہو گیا۔ ان بے سود تصریحات اور ناگوار انکشافات کے سم آلود اثر کے باعث، اسلام کی تسلیم اعتقاد میں صدہا غیر متعلق اور مفروضہ باتیں از خود ذخیل ہو گئیں۔ قرآن کا سب سے بڑا معجزہ اسکی جید عبارت اور حسن بیان میں منتقل ہو گیا! اسکی تلاوت عرب سخن فہمی اور زبان نوازی کی بہترین داستان بن گئی۔ پھر فصاحت اور لغز گوئی ہر خاص عام کا مستقل بلکہ مستند شغل ہو گیا۔ عربی عجم قیل و قال میں، تحریر و تفسیر میں، زبان دانی کا اہتمام ذوق و شوق سے کرنے لگے۔ اوصاف قرآن کی فرضی تائید پرچٹات اور ملائکہ کے متعلق عقائد کی تدوین ہونے لگی۔ بہشت اور دوزخ کے مختلف مقامات اور مدارس وضع کیے گئے۔ عذاب قبر کی تشریحوں کے متعلق کلام الہی سے دور از کار استدلال کیا گیا۔ ماہیت خدا، حقیقت نبوت، کیفیت وحی وغیرہ کے مختلف نظریوں کے باعث، قرآن، رسول، بلکہ خدا کے متعلق بھی طرح طرح کے توہمات شکوک عوام میں پھیل گئے۔ قرآن کی اکثر آیات میں عجیب و غریب تاویلیں ہونے لگیں۔ بدعت کا عام ہبہا ہو گیا۔

پھر قیاس کے ان بنے نتیجہ مجادلات، آرکی اس علم کشاکش، اور الفاظ وحی کے جاذبی اثر کے باعث عوام کے غیر مطمئن اور تشنہ تلخ دل کمانت کے جاہلی عقائد کی طرف از خود مائل ہو گئے، قرآن کا مطالعہ محض رسم و تہک کے طور پر رواج پاتا گیا، کلام الہی کے الفاظ میں غیبی برکت اور طبی تاثیر مانی جانے لگی، تاہم پرستی اور زیارت قبور کی جاہلی علامات نمایاں ہونے لگیں، **فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ** (۹: ۶۰) پھر آئندہ احوال اور خانگی معاملات، حتیٰ کہ ملی اور بین المللی مناقشات کی پیش بینی کی غرض سے کلام خدا سے تفاؤل کیا جانے لگا! احادیث نبوی اور حروف مقطعات قرآنیہ سے زوال بقائے قوم، مدت قیام عالم، اور بقائے اسلام کی تشریحیں نکالی گئیں! سحر طلسمات کا وجود قرآن سے غلط مستنبط کر کے، اور حلول جنات وغیرہ وغیرہ جاہلی عقیدوں کا منفی ثبوت غیر متعلق اور دور از کار آیات از سر نو نکال کر عجیب غریب فریبے اُن کی قرآنی تحریم و تردید کی نوعیت بدل دی! انہی مراسم جاہلیہ و عقائد و اہیہ کی تجدید کے سلسلے میں مسلمانوں کو نجوم کے مفروضہ اعمال سے بھی لگا و پیدا ہو گیا تھا۔ رفتہ رفتہ آثار کو الہیہ کے جاہلیہ عقائد کی تائید، ایک نہایت شرم انگیز طریقے سے کلام خدا کی وساطت سے کی جانے لگی۔ بعض فہرہ صوفیاء نے بھی خیم کے ان متعدی اور ہلاکت انگیز اثرات میں پابگل ہو کر، طبل تلخ کو کبھی اور ارواح فلکی کو مظاہر اسمائے الہی فرض کیا، اور مکرو و دروغ کے خجالت آفرین ڈھکوسلے اسرار الحروف کے نام سے وضع کیے! تیسری صدی کے اخیر میں زیدیہ اور فسطیہ فرقوں نے امام جعفر صادق علیہ الرحمۃ کی تقلید کے بہانے سے کلام الہی کو قطعاً ناقابل فہم قرار دے کر، اسکے اسرار و رموز کا عقل جعفر اور عقل سے منسوب

سہ تو اشد ان فطلم نہیں کر رہا تھا بلکہ وہ تو اپنی جانوں پر آپ ظلم کر رہے تھے۔

✽ اس منفی ثبوت کی ایک مثال صفحہ ۳۳ پر (۷: ۱۸۳) میں گذر چکی ہے۔ "مَا رُبَّمَا جُهِدُوا فِي حَقِّهِ" سے بعض خوش اعتقادوں نے یہ مستنبط کیا کہ اگرچہ رسول خدا میں (معاذ اللہ) حق نہیں گھسا تھا مگر عام لوگوں کے بدمنوں میں جنات کے گھس جانے کی مشق آن تائید کرتا ہے! جن کی حقیقت کے متعلق مکمل بحث غالباً جو مٹی مجاہد سے پہلے نہ ہو سکے گی۔ مگر جہتہ جہتہ اشارات درسیانی مجاہدات میں بھی آئیں گے۔

جانا! ان اودام کی گرفت بالآخر اس قدر وسیع ہو گئی کہ عین اس وقت جبکہ اسلامی عظمت و جبروت کا آفتاب نصف النہار پر ٹھہرا ہوا تھا، اور اللہ کی بخششوں کے خزانے مسلمانوں کو ہر طرف سے مالا مال کر رہے تھے، اسلام کا مقتدر امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین، ہارون الرشید، قرآن اور اسلام کو بالائے طاق کھکھڑا فلکیات کے مطالعے میں بذات خود اس نیت سے مستغرق تھا کہ آثار نجوم طے سلاع پاکر قبائے سلطنت کی بشارت اور نزول حوادث کے حالات معلوم کرے!

لَا جَعَلْنَاهُ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۚ وَاللَّهُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا عِلْمٌ
حَكِيمٌ ۚ أَفَضْرِبُ عَنْكُمْ الذِّكْرَ صَفْحًا أَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِينَ ۝ (۵۳: ۳-۵)
ہم نے کتاب خدا کو عربی زبان میں اس لیے کر دیا تھا کہ تم اس کے عظیم الشان مطالب کو پا کر عقلمند بن جاؤ،
اور یہی قرآن ہمارے ہاں ام الکتاب میں مہج ہے جو ایک بڑی بلند نظر اور پُر حکمت کتاب ہے۔ تو کیا
اس وجہ سے کہ تم اس کتاب عظیم کی اصلی عرض غایت سے دور ہوتے جاتے ہو ہم اس کو تم سے یکسر کینٹ
اچک لیں؟

کیا ان اعمال کے بعد انسان کی گذشتہ ہزار سالہ تاریخ میں، کفر اور ضلالت، جہل اور ابلہی، مکر اور
سب کاری کی اس سے بہتر اور روشن تر مثال پیدا ہو سکتی ہے جیسی کہ سلف راشدین علیہم الرحمۃ کے ان
ناخلف عرب عجم نے ظہور اسلام کے پانچ سو سال بعد تک، قرآن کے مطالب پر غور کرنے، اور اللہ کی شفقت
بخشی ہوئی سلطنت کو محفوظ و مستحکم کر نیے بہانے سے دنیا کے سامنے پیش کی؟ کیا خود ابلیس، اپنی شبانہ رو
مصرف کاری، شیطانی اغوا، اور طاغوتی مکر و حیل کے باوجود، اپنے سارے نامہ اعمال میں، اللہ کی
پیدا کی ہوئی مخلوق کے دلوں پر ایک ہی وقت میں اس کامل حکومت کی کوئی مثال پیش کر سکتا ہے جو ہم

۱۔ یہ آیات صفحہ ۶ پر گزری ہیں مگر مؤسّر فیہ کی تشریح اس موقع پر چوڑی گئی تھی۔ مسیح حقیقت کے عنوان میں اس قرآنی اصطلاح اور اکثر ایسے الفاظ کی
مکمل تشریح آئے گی۔ اور ظاہر کر دیا جائے گا کہ یہ اصطلاح قرآن حکیم میں کن سبب اور مختلف معانی میں استعمال ہوئی ہے۔ یہاں پر ہر صاحب نظر بطور خود
فیصلہ کر سکتا ہے کہ یہی جو ہم نے اصل کتاب میں کیے ہیں، مطالب کو مر لوط کر سکتے ہیں۔ ان کا بعد کی آیتوں سے ربط بھی ظاہر ہے۔ اَلَّذِينَ
كَانُوا قُرْبَانًا لِلْغَايَةِ مِنْكُمْ قَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ الْمَنَاجِیْ ۚ أُولَٰئِكَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ۚ فَالْغَايَةُ الَّتِي

ہلاکت انگیز عفریت، اور جہل کے موت افزا دیو نے عرب کی بے علم و ہنر قوم کو کامل طور پر مسحور کر کے قائم کی؟
یُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا مِّنْ هَٰؤُلَاءِ ذَلِيلًا وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ ﴿٢٦﴾ کیا اسلام کی ازلی صداقت اور قرآن حکیم
کی ابدی حقانیت کی آڑ میں، مکروہ و مروج کا یہ علانیت جواز، ماسوی اللہ کی یہ آشکارا عبادت، اوٹان جاہلیہ کی
یہ فاش عبودیت، فی الحقیقت بنی اسرائیل کی پرستش عجل سے بہت بڑھکر جمالت، خود کشی، اور ظلم نہ تھا جس
سے اہل عرب نے آج اس حسیرم تک تو بہ نہیں کی؟ وَ اِذْ قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهٖ اَقِمُوْا صٰلٰتَكُمْ وَ آتُوا زَكَٰوٰتَكُمْ وَ اٰمِنُوْا بِالْحٰكِمِ
الْبَٰرِئِ فَتُوْبٰ اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاَقْبَلُوْا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ وَ كِتٰبٌ عَلٰیكُمْ اَنْ تَكُنْ هَٰؤُلَاءِ السَّٰجِدِيْنَ ﴿٢٧﴾
کیا قرآنی آیات کو بازو پر باندھ کر شفا کی میس میں رکھنا، اُسکے اوراق سے فالیں نکال کر نتائج کا چشم براہ رہنا،
کلام الہی کے حروف کو طلسماتی فسون سمجھ کر فوری اثر کا منتظر رہنا، حادثات زمانہ کو اللہ کے آسمانی کڑوں پر
محمول کر کے غیب جاننے کی سعی کرنا، اور اس طرح پر خدا کے وجود کا بالجمہر تحسان لینا، وصال بنی اسرائیل کی
خدا کے آشکارا دیدار کی خواہش، اور اُن کے مشروط ایمان کے مترادف نہ تھا جسکی سنہریں بالآخر اُن کی کھسلی
گری تھی؟ وَ اِذْ قُلْنَا لِمُؤْمِنِيْنَ لَنْ نُّقَاتِلَكَ حَتّٰى تَرٰى اللّٰهَ جَهَنَّمَ فَاَخَذْنَاكُمْ الصَّٰعِقَةَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿٢٨﴾ انہیں کیا
پہر انہی عرب پر شدید العقاب خدا نے بنی اسرائیل کی مانند، اُنکے منفرد یا نہ اعمال اور فساد و ظلم کی پاداش میں
جلد تر عین اُن کی سلطنت کے قلب میں ہلاکو کی بجلی نہ گرائی، اور اُن کی شش صد سالہ عظمت کو تاتاریوں کے
طوفانِ جبراد سے چند دنوں کے اندر خرد برد نہ کیا؟ کیا یہی عرب آٹھ سو سال تک اُنلس کے روح پرور

۱۔ ہتوں کو اسی سے گمراہ کرتا ہے اور ہتوں کو ہدایت کرتا ہے۔ لیکن گمراہ انہی کو کرتا ہے جو حقیقت فاسق ہیں۔ اور ہلاکت کے اہل کی صفہ ۸ سطر ۱۱
۲۔ اور لوگو! کیا تمہیں وہ وقت یاد ہے جب نئی نے اپنی قوم سے کہا کہ اے ہمایو! درحقیقت تم نے مجھ سے کی پرستش خستہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے
پس اپنے خدا کی طرف ہٹ کر، اسکی جناب میں توبہ کرو، یا اگر یہ نہیں کرتے تو اپنے آپ کو ہلاک کرو، غرق ہو جاؤ، اور مر جاؤ (فَتُوْبٰ اِلٰى بَارِئِكُمْ وَ كِتٰبٌ عَلٰیكُمْ
اَنْ تَكُنْ هَٰؤُلَاءِ السَّٰجِدِيْنَ) خدا کی نگاہ میں تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ یا توبہ کرو یا مر جاؤ۔ پہلے لوگوں نے توبہ کی تو خدا نے بھی اُن کی توبہ قبول کر لی۔ ان پر عطا کی ہوئی نعمتیں
بحال رکھیں، اُن سے کچھ مواخذہ نہ کیا، اور وہ خدا سے عظیم پاؤں جانے والوں کے حق میں براہی توبہ قبول کرنے والا، اور بڑا ہی رحم کرنے والا ہے۔
۳۔ اور وہ وقت بھی یاد کرو جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ! ہم تمہیں ہرگز فرستادہ خدا تعالیٰ نہ کریں گے جب تک ہم تم کو آشکارا نہ دیکھ لیں۔ پھر تم کو
بجلی نے آدھو چا اور تم دیکھنے کے دیکھتے رہ گئے۔

۴۔ مگر اُن کو فتنوا اور فتنواؤں سے مقصود اختیار جلا ہے۔ فتنواؤں کے بعد اُن کو فتنواؤں سے پہلے ورنہ لَمْ تَعْلَمُوْا کے الفاظ معتد ہیں۔

چشموں، سایہ دار بادلوں، دلفریب گھاٹیوں، پُرفضا وادیوں، اور جاتِ افرجنتوں میں رو کر اللہ کی نافرمانی کے عوض میں، عبادتِ طاغوت کی سزائیں، ممنوعہ درخت کے پاس نہ جانے کے بدلے میں، غیب پر سے نقابِ الٹنے کی جزائیں، اللہ کے آشکارا دیدار کی خواہش کی سزائیں میں، بالآخر اس کے زبردست ہاتھ سے بیک بینی و دو گوش اس بے آبروئی اور دُرگت سے نہیں نکالے گئے کہ آج اس داستان کو دہراتے ہوئے پسینہ آجاتا ہے؟ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّاءَ وَالسَّلْوَا كُنَّا مِنْ طَبَقَتِكَ فَأَرْسَلْنَا إِلَيْكَ الْكَافِرِينَ ۚ وَلَٰكِن كَاذِبُونَ ۖ وَكَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝ (۵۴:۲) کیا آج اٹھ سو برس کی بے مثال حکومت اور جاہ و جلال کے بعد، اُس سرزمین میں، اُن کا ایک متنفس اور ایک نوحہ گر بھی باقی رہا ہے جو انکی خاموش فرارواں رہا ہو کر چار آنسو ہی بہا دیا کرے!

فَلَا تَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ لَبِيسًا إِنَّكَ لِلْمُؤْمِنِينَ دَنِيًّا وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ فِيهِ تَحْتِمْ وَتُذَكِّرُ بِهِ قَوْمًا لَّا تَأْتِيهِمْ سَاعَةٌ وَلَا يَذَكَّرُونَ ۚ (۵۴:۲۰)

۱۵ اور ہم نے تمہیں ایسے قطعہ کات زمین پر آباد کیا جہاں ابرہہ پر سایہ کئے رہتا تھا۔ اور تم کو شہرِ نبی درختِ حلق اور عمدہ اقسام کے بیڑے کھانے کو دیے، اور اجازت دی کہ جو کچھ عمدہ زمین تمہارے ملک کو دیا ہے شوق سے کھاؤ لیکن تم نے ان نعمتوں کی بقیہ کی تو ان لوگوں نے ہم پر کچھ ظلم نہیں کیا اور تو اپنی اہل پر ظلم کرتے رہے۔ یہ لغو تشریح ہے جو پہلائے بنالی ہے کہ بنی اسرائیل جہاں جاتے بادل کا چتر ان کے سر پر رہتا تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ جزیرہ نما سینا کے جن شمال مشرقی حصہ میں بنی اسرائیل فوج کنعان سے پیشتر رہے وہ پہاڑی علاقہ تھا۔ عین قادیش کا نام گرد و نواح جہاں چہ لاکھ بنی اسرائیل کے خروج کے بعد موسیٰ علیہ السلام چالیس برس تک فیوڈاے رہے ایک نہایت خوشگوار ملک تھا۔ آج ہوامیدانی علاقوں سے نسبتاً اب بھی خشک، موسمی نہیں، چٹے اور دریا جابجا نظر آتے ہیں۔ درختِ حلق جس کی شہرِ نبی کو قرآن اور تورات نے حق سے تعبیر کیا ہے کثرت ملتا ہے۔ پرندوں کی بھی بہتات ہے۔ مصر اور سینا کے پتے ہوئے بیابانوں سے نکل کر بنی اسرائیل ان علاقوں میں آباد ہونا ان کے لئے نعمت غیر مسترد تھا۔ قرآن نے اسی حقیقت کو ظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ کے خوب صورت الفاظ میں ادا کیا ہے اور اگر قرآن فصیح و بلیغ ہے تو حقیقت انہی معنوں میں کہ اس کا تمام اسلوب بیان نہایت مختصر اور خوش ہے، اور اس سے بہتر انداز وہ ممکنات میں نہیں آسکتا۔

بنی اسرائیل کی تاریخ بیان کرنے کا یہ موقع نہیں۔ یہ موضوع تاریخ القرآن کا جو اس کتاب کا آخری حصہ ہے۔ اسی لئے ان کے ظلم کی تشریح کو اس حصے کیلئے چھوڑ دیا گیا۔ ﴿لَبِيسًا﴾ کے بالمقابل ﴿تُذَكِّرُ﴾ اور ﴿مُؤْمِنِينَ﴾ کے بالمقابل ﴿قَوْمًا لَّا تَأْتِيهِمْ سَاعَةٌ وَلَا يَذَكَّرُونَ﴾ کے الفاظ آئے ہیں۔ جسے ظاہر ہے کہ خدا کی نظر میں متقی قوم مسلسل ہی ہو جائیں گی جگہ سے پیدا نہ کرے اور متحد بن کر رہے۔ اتفاقاً ان معانی کا ثبوت جا بجا آگے چلا آئیگا۔ فقوٰے کی راجع الوقت تشریح یعنی پرہیزگاری اسے معنی اور بے نتیجہ ہے۔ اور قرآن ہم میں اس کی کوئی سند موجود نہیں۔ اقوام کے ہائے میں اس کا اطلاق اور بھی بے سنی ہے۔ اصل کتاب میں ہم نے فی الحال لفظی معنی کر دیے ہیں۔ لیکن اتفاقاً ان معانی کی ایک جگہ صفحہ ۴۷ کی آیہ (۵۲:۲۳) میں صاف نظر آتی ہے جہاں مقامِ خدا کا ذکر اس بات پر منتج کر دیا گیا ہے کہ انسان آئندہ واحد و بیکر ہے: ﴿كَانَ هَٰذِهِ أَجَنُّ مِمَّنْ أَهْلُ وَاحِدَةٍ وَأَنَا مِمَّنْ فَتَعَوَّنْ ۝ (۵۲:۲۳)﴾ کسی آقا (رب) کا چٹا شہر یہ ہے کہ اس کے غلام آپس میں نہ لڑیں اور نہ کوئی نیور ماکم باہمی جدال کو گوارا کر سکتا ہے۔

اسے پیہرا ہم نے نشان کو تمہاری زبان کا لباس پہنا کر محض اس لیے آسان کر دیا ہے کہ تم اس کے ذریعے سے خدا سے ڈرنے والوں کو بخشش عالی کی خبر دو، اور عرب کی جگہ والو اور اکثر قوم کو عذاب خدا ڈراؤ۔ اور ہم ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں۔ کیا اب تم ان میں سے کسی کو بھی دیکھ رہے ہو؟

آج ہی اللہ سے نڈر اور جگہ والو قوم جس نے دین کی جہر بن روی بات میں پھوٹ، اور ہر فرع و صل میں تفرقہ ڈال کر خدائے پاک کے محبوب مذہب کو نہایت بیدردی سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا جس کے شدید کفر و نفاق کی روئداد، رسول خدا کے حین حیات میں ہی قرآن کے قریب قریب ہر ورق پر روشن کی طرح ثبت ہے: الْأَعْرَابُ أَشَدَّ كُفْرًا وَدِفَاقًا وَأَجْدَرُ أَنْ لَا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (۹: ۹۷)، جس کے مکر و فریب، دھمکی قلموں، لنگ عذروں اور منافقانہ دوستیوں سے تنگ اگر عظیم حکیم خدا نے ان کے عظیم تر حصے کو مرنی ہدایت سے اور حدود خدا بھیانے کا قطعی نا اہل قرار دیا تھا، جس کی کج بحثیوں، یہودہ سوالوں، اور لغو فرمایشوں کا جواب دیتے دیکھتے اللہ کا محبوب نبی اپنی جان کو ہلاک کر رہا تھا: لَعَلَّكَ بِأَحْضَرِ نَفْسِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا يَكُونُ مُؤْمِنِينَ ۚ إِنْ تَثَاثَلْ ظُلُمُوكُمْ عَلَىٰ سُنْبُلٍ مِنْ شَجَرٍ الْأَيْكَةِ فَقُلْتُمْ لَا نَجُوتُ لَهَا وَخَصْمِ عَلَيْهَا ۚ لَعَلَّكُم مَّا كُنْتُمْ تَعْتَكُمُ (۲۶: ۲۷-۲۸)، جس کے باہمی جنگ جہل کی سگدشت، اور آپس کے متنازع و صدادی اشتعال بعثت نبی کے بعد بھی، تاریخ عالم کا سرخ تراور خونیں ترورق ہے! آہ ایہی قوم کسے، اور دارا کے سرنگار ایوانوں میں شکا کھیل کر، بابل اور سینوا، مصر اور کار تھیسج کے مٹے ہوئے نشانوں پر گمراہے دوڑا کر، غرور اور سرعون کی مغرور کھوپریوں کو لکڑ کو ب کر کے، بالآخر اپنے ظلم کی سزائیں، ذل و مسکنت کے انہی خراب آباد صحرائوں میں، ندامت انگیز قناعت کے ساتھ اپنی زندگی کے آخری دن بسر کر رہی ہے جو اس کے

۱۷ جنگی اور بادیہ نشین لوگ (زور سے کفر و نفاق جسے سخت ہیں اور حقیقت اس لائق ہے کہ کتاب خدا کے احکام کی حدود نہ جانیں، اور خدا تو ان کے حالات سے اچھی طرح واقف ہو اور پڑا صاحب حکمت ہے جو انہی کے ذریعے سے اسلام کا بول بالا کر رہا ہے!

۱۸ اسے پیہرا! تم تو ان کے پیچھے اپنی جان بھی ہلاک کر دو گے کہ یہ کیوں ایمان نہیں لاتے۔ اگر مناسب سمجھیں تو اسی وقت ان لوگوں پر آسمان سے عذاب بھیجیں حتیٰ کہ ان کی گردنیں اس کے آگے جھک کر رہ جائیں۔

اصلی مسکن تھے، مگر اللہ کا المناک انتقام افسوس! آج بھی کم ہوتا نظر نہیں آتا، اور یورپ کی حرص سلطنت، جوع الارض، اور صریت کش اقتدار سے انہیں اور بھی ذلیل و پامال کرنا چاہتا ہے!

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمَمٍ مِّمَّا سَوَّلَا عَلَيْكَ بَاقِيَةً عَلَيْهِمْ أَيْتَانَا، وَ
مَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرَىٰ إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ ﴿٢٨﴾ (۵۹:۲۸)

اور اسے پیغمبر! یہ تمہارے خدا کا دستور نہیں کہ وہ کسی بستی کو ہلاک کرے جب تک اُسکے اہم اور مرجع خلق
حقے میں اپنا پیغامبر نہ بھیج لے جو واضح طور پر ہمارے احکام لوگوں کو سنا دے، اور اس پر بھی ہم ہستیوں کو
تباہ نہیں کرتے جب تک اُن کے رہنے والے مقررہ حدود سے تجاوز کر کے ہمارے صلاح میں ظالم نہ بنیں۔
قُلْ أَزِيدُكُمْ أَنْتُمْ عَذَابَ اللَّهِ بَعَثْنَا أَوْجَهَةً هَلْ يُهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمُ
الظَّالِمُونَ ﴿٢٩﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ۚ فَمَنْ آمَنَ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٣٠﴾ (۳۸-۳۷:۱۶)

اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کہ کیا تم نے اس بات پر غور کیا ہے کہ اگر عذاب خدا تم پر آگیا تو اسے یا آشکارا آئے
تو سوائے ظالم قوم کے کوئی اور بھی ہلاک ہو گا۔ اور پیغمبروں کو تو ہم اسی لیے بھیجتے ہیں کہ خوش حالی اور
عذاب کی دونوں صورتیں پیش کر دیں۔ پھر اس کے بعد جو قوم ایمان لے آئی، اور جنہوں نے اپنی حالت
کی اصلاح کر لی، اُن کی زندگی بے خوف و خطر ہے!

بَلَعَلَّٰهُ ۚ فَوَيْلٌ لِّهَآئِكَ الْقَوْمِ الْفَاسِقُونَ ﴿٣١﴾ (۳۵:۳۶)

۱۔ ظلم اور فسق کی قرآنی مہطلاتیں منجملہ اُن جامع و مانع مصطلحات کے ہیں جن کی تشریح میں ابھی بہت دیر ہے۔ اسی قسم کے چند اور الفاظ مثلاً ایمان،
صلاح، شرک، کفر، انفاق، وغیرہ اس سے پیشتر گذر چکے ہیں مگر ان کا صحیح مفہوم بھی معرض التوا میں دلایا تھا۔ مروجہ و ان آیات کے پیش کر دینے
سے یہ ہے کہ قرآن کے روح سے جو قوم صفحہ عالم سے نابود ہو رہی ہے، جس کا سیاسی اور اجتماعی اقتدار گھٹ رہا ہے، جو ہلاکت کے قعر عمیق کی طرف
بٹھ رہی ہے، وہ شائع کائنات کی نظموں میں بلا لحاظ مذہب امت ظالم اور فاسق ہے۔ اجتماعی ہلاکت کا استعارف مفہوم یہی ہے کہ اُس قوم کا
سیاسی اقتدار سطح زمین پر چھو ہو جائے۔ ورنہ کسی قوم کے تمام اہم اور اہمیت مندوں میں ہلاک ہو جائے۔ یہی اور نہ تالیخ اسکی کوئی مثال پیش
کر سکتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اجتماعی ہلاکت کا لازمی نتیجہ اکثر اوقات یہی ہوا ہے کہ اُس امت کے افراد بھی روئے زمین پر سے محو ہو گئے ہیں حتیٰ
کہ اُن کا ایک فرد بھی باقی نہیں رہا، جیسا کہ صفحہ ۹۷ کی آیہ (۹۸:۱۹) سے ظاہر ہے مگر ایک مذہبی عمل ہے جو سلب قے کے صدیوں یا قرون بعد تک
ہوتا رہا ہے۔ مسئلہ بقائے اصل کو پیش نظر رکھ کر آیہ (۳۸:۲۸) میں ”فَمَنْ آمَنَ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ“ کے الفاظ نہایت قابل
غور ہیں۔ انہی دو آیات یعنی (۳۷:۱۶) و (۳۸:۲۸) میں ہم نے بھی ظاہر ہے کہ پیغمبران خدا کی بشارت اور تحذیف کی نوعیت کسی قوم کی اجتماعی سلامتی یا اجتماعی
ہلاکت ہی ہے۔ اُن کی رسالت کا مقنا یہی ہوتا ہے کہ اقوام کو حفظ و بقا کے رستے پر لے جائیں یا انفراداری کی صورت میں ہلاکت کا ٹل پھانم سنائیں۔
یہ نہایت قابل لحاظ ہے کیونکہ اسکی طرف اشارہ چابچا اہل کتاب میں آئیگا۔ بعینہی ہی بات آیات (۹۸:۱۹) و (۹۸:۱۶) سے ظاہر ہو چکا ہے کہ تنہا ہی کی یہاں

اے لوگو! یہ ایک اہم پیغام تھا جو ہم نے تم کو پہنچا دیا! تو کیا اسکے بعد، فاسق قوم کے سوا اس دنیا میں
کوئی اور قوم بھی ہلاک ہو سکتی ہے؟ (یعنی وہی ہلاک ہوتی ہے جو ہماری اصلاح میں فاسق ہو)۔

عرب تخیل اور اسلامی فلسفے کی اس مختصر حکایت کے بعد کیا کوئی صاحب نظر ایک لمحے کے لیے بھی
اس طرز عمل کا ممنون، اور اس فلسفہ خیال کا شرمندہ احسان ہو سکتا ہے؟ کیا جنوں کے حالات گریہ
گریہ کر بیان کرنا، اُن کے حسب نسب، ذہنیت، حتیٰ کہ حکمت اور علم و ادب کی تشریحیں کرنا، بلکہ کوہِ فرضی
گردہوں میں تقسیم کر کے اُن کے بے سند و عجیب و غریب فرائض مقرر کرنا، آسمان و زمین کے آپا کر پھر
اوپر بل باندھنا، بہشت کی نہروں و درختوں اور مقاموں، دوزخ کے طبقوں، پلوں ایندھنوں حتیٰ کہ کلید
برداروں اور محافظوں کے نام وضع کر کے، خلقِ خدا میں تذبذب یقین پیدا کرنا ہی عرب کے نزدیک وہ
حیرت انگیز علم لگتی تھا جسے احمد مرسل (علیہ السلام) حکیم و خیر خدا کے ہاں سے لایا تھا؟ ان ہی
آیاتِ مبارکہ سے کہتے ہیں: ﴿وَابْنَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَآ مِنْ سُلْطٰنٍ اِنْ تَبْشُرُوْنَ اِلَّا الْفُلْکَ وَمَا تُهْوٰی اِلَآ اَنْفُسُہٗ
وَلَقَدْ جَاۤءَهُمْ مِنْ رَبِّہُمْ الْهُدٰی ﴿۵۳﴾ کیا بعد، صراط، صاعقہ، سدرۃ المنتہی، ما کوثر، تسنیم،
طوبی، علیون، وغیرہ وغیرہ، سیدھے سادے اور نمثل الفاظ کی تشریح میں عرب مفسرین کا
آسمانوں اور بادلوں، ہواؤں اور عرش معلّے، خلد بریں اور ساکن ارواح کی سیریں کرنا اور زمین
متین کو یکسر افسانہ بنا دینا ہی قرآن کے مطالب میں وہ حقیقی تدبیر و تفکر تھا جس کی خدائے پاک نے

۵۔ یہ تو بڑے نام آہنی ہیں جو تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے اپنی طرف سے رکھ لیے ہیں، خدائے توان ناموں کی
کوئی سند اتاری نہیں۔ یہ لوگ تو محض ظن پر چلتے ہیں یا جو کچھ بدل چاہتا ہے گھڑ بیٹے ہیں، حالانکہ ان کو اپنے پروردگار کے ہاں سے
کامل ہدایت مل چکی ہے۔

۶۔ ابو الشری سہل بن ابی غالب خزرجی جو خلیفہ مارون الرشید کے دربار میں مقبول شاعر تھا اس بات کا مدعی تھا کہ اُس کو ایک جنتیہ نے دودھ پلاکر
پالا تھا۔ اُس نے اپنے دعوے کی تصدیق میں ایک کتاب جنوں کی نسب اور حکمت اور اشعار وغیرہ کے بیان میں لکھی اور خلیفہ وقت کو خوش کر دینے کے لیے
اعلان کیا کہ اُن سے جنوں کی مخلوق سے امین بن مارون الرشید کے حق میں ہیبت کی ہو یہ کتاب ایک تہ تک مقبول عوام ہری چند اشعار آج بھی کہیں کہیں پائی جاتی
ہے۔ ان الفاظ کی تشریح حتیٰ الوسع اپنے اپنے موقع پر کرتے گی۔ اہل عرب کے انکے متعلق بے سرو پا افسانے بنائے ہیں جن کی کوئی سند نہیں ہیں
اسلامِ غیار کی نظروں میں آج انہی توجہوں کے باعث تشریح کا سامان بن رہا ہے۔ صاعقہ کا تخیلی مفہوم ہم نے صفحہ ۷ پر ظاہر کر چکی سہی کی جو عرب کے صاعقہ کو
شبابِ انب سے گرسے ہوئے دوسے کی تلوار یا گرز سمجھا لیا ہے جس کو تختہ کا فرشتہ اپنے ہاتھ میں لیکر لاتا ہے۔

کیا تعویذوں اور گنڈوں، مل اور جھبیر، تفاؤل اور حساب جمل سے آئندہ واقعات اور اسرار غیب کی

(بقیہ تحت المتن صفحہ ۸۳) بنایا ہے، جنہوں نے قرآن کے اس ہم حکم کی تعمیل میں اپنے آپ کو لغو اور بے سند، انکسار اور بے بنی باتوں کا شکار بنا کر قوم کی ذہنی اور عملی قوتوں کو تباہ نہیں کیا، وہ آج ترقی کے فلک الافلاک پر کس طرح چڑھ رہے ہیں، اور دوسری قوموں کے بالمقابل کس قدر طاقتور بن چکے ہیں!

لیکن اور کتنوں سے قطع نظر خاص مسلمانان عالم نے جس حیرت انگیز خوش اعتقادی سے پہلی چند صدیوں سے عالم عقوبت کی جہانی تصویر اپنے ذہنوں میں جمائے کی بے طرح سہمی کی ہے، جو بے سند قصے بہشت اور دوزخ کی مکانیت کے متعلق اپنے شاعرانہ تخیل کے بہت گھڑیلے ہیں، جو عجیب و غریب خیالی سماں اُن کی فرضی کیفیت کے بارے میں بلا شہادت باندھ لیا ہے (مَآ أَتٰنَا اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ط (۵۳: ۲۳) صفحہ ۸۲) بجائے خود اُن کے ضعف یقین کی دلیل ہے۔ دنیا کے آخرت کی صحیح ماہیت کے متعلق بحث کرنے کا یہ موقع نہیں، اگرچہ جو اُس مثالی کیفیت کے جو قرآن نے انسانوں ہی کی زبان میں اُس سادہ عظمیٰ کے بارے میں جا بجا بیان کی، جو کج واقع ہونا اٹل ہے، اور باوجود اُس مثالی کیفیت حال کے جو بہشت کی بے مثال آسائش اور دوزخ کی بے مثال تکلیف کے متعلق بار بار ظاہر کیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو سوئے کائنات کے اُس مشہور قول کی بھی کچھ دقت پیش نظر نہیں جس میں بہشت اور دوزخ کی بابت فیصلہ کر دیا ہے کہ ”لَا عِینَ رَأَتْ لَا اَوْفَی سَمْعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ الْبَشَرِ“ یعنی اسکو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، کسی کان نے نہیں سنا، اور نہ اسکا خیال ہی کسی بشر کے قلب پر گزرا ہے۔ جب حال یہ ہے کہ سمع اور بصر اور فؤاد ان کی صحیح کیفیت تک نہیں پہنچ سکتے، اور اُن کا علم حاصل کرنا اُن کے واقع ہونے سے پیشتر حال ہے تو حیرت ہو کہ مسلمان ”وَلَا تَقْعُ ظِلٌّ مَّا لَکِنَّ لَّکَ رِجَالٌ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ عٰمِلٌ“ کے حاکم کے باوجود کیوں اُن کے پیچھے پڑے ہیں اور فرضی قصے بنا بنا کر اپنے دین کو غیروں کی نظر میں مضحکہ انگیز بنا رہے ہیں۔ عالم عقوبت کے بارے میں جو تعلیم اسلام نے دی ہے فقط یہ ہے کہ وہ ہے، اُسکا واقع ہونا یقینی ہے اور بس!

اِذَا وَفَعَتْ اِلٰی اَفْعٰلٍ ۙ لٰکِنَّ لَوْ فَعِنَا کَاذِبًا ۙ مَا فَضَّلْنَا کَاذِبًا ۙ اَفَعٰلًا ۙ (۵۷: ۱-۳)

اے لوگو! ذرا غور کرو کہ جب وہ کہتا ہے کہ میں نے اسکا شکر شہید نہیں ہوتا ہے، تو یہ تو تمہارا کیا ہی حسد حال ہوگا۔ اُس دن تمہارے اعمال کی حقیقت صاف کھل جائیگی، یہی توں کو ابداً اَلَا بِذِکْرِیْل کر دے گی اور یہی توں کے درجے، بہشت کے سینے بلند کر جائے گی۔

اس حادثہ کبریٰ کے واقع ہونے کا ناقابل انکار ثبوت کتاب کے متن میں اپنے موقع پر آئیگا۔ یہی یہ بات کہ وہ کب ہوگا، کہاں اور کیونکر ہوگا، جزا کیا ہوگی، سزا کس طرح ہوگی، کیا کیفیت حال ہوگا، کیا منظر پیش ہوگا، یہ سب امور انسان کے احاطہ علم سے باہر ہیں کیونکہ سمع و بصر اور فؤاد کے حیرت و رک ہیں آدھکا امکان نہیں رکھتے۔ اسی بنا پر اُنکے بارے میں بحث کرنا بھی عبث ہے۔ اور نہ قرون اولیٰ میں ان کی کسی ایک شے کے متعلق بحث کرنے کی اجازت تھی۔ سورہ اعراف میں ہے:

یَسْأَلُوْکَ عَنِ التَّائٰتِۃِ اَیَّ اَنۡ اَکَانَ مُرْسٰلُہَا قُلۡ اِنَّمَا عَلٰیہُمۡ اَعْدَادٌ وَّیٰۤیۡہِ (۱۸۴: ۷)

اے پیغمبر! لوگ تمہیں قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ آخر اس سانچے کا نخل یہاں بھی کہیں ہے، کوئی شناخت کرنے کی علامت یا نشان بھی ہے۔ ان کو کہہ دو کہ اُسکا علم تو صرف میرے خدا ہی کے پاس ہے۔

جو بات توحید خیر ہے یہ کہ اُس التَّائٰتِۃِ کے واقع ہونے پر کامل اور علمی یقین ہو، اسکی حقیقت اور صداقت کو پاکر دین میں یکپایاں پیدا ہوں۔ والہ بھلا کی امیدیں سہمی عمل وہ چند ہوتا جائے، شوق کا جس بڑے، خوف کا کثیف ظاہر ہو۔ نہ یہ کہ نادیدہ انعام کے فرضی قصے گھڑیلے جائیں، اُنکو دُور دُور کر کے اُتر آؤں، عمل کو کلام کر دیا جائے۔ انعام میں قوت تشویق اور سزا میں طاقت تنوید تھی، جسکے جب تک انکی صحیح کیفیت معلوم نہیں، اور ساتھ ہی انکے بہترین یا بدترین ہونے میں کلام نہیں۔ یہی انداز اس موضوع کے متعلق تمام قرآن عظیم کا ہے مگر افسوس کہ کچھ مسلمانوں نے اس راہ کو اکثر نہیں سچا۔

ٹوہ لگانا، اور اس مکر و حیل سے آیات خدا کو کوڑیوں کے مول بیچنا ہی قرآن حکیم کی وہ محیر معقول حکمت آموزی تھی جس کا دعوے حکیم حقیقی نے بار بار کیا تھا؟ کیا صرف نحو، علوم لغت اور فنون بلاغت کو اسلامی دینیات کا جز لایتجزی قرار دے کر، بیع اسابیغ، حکمتین اور مقامات حریری کے صنائع اور بدائع کا مطالعہ کرنا ہی فی الحقیقت "قَوْمٌ يُؤْمِنُونَ" و "قَوْمٌ يُؤْتُونَ" کے لئے وہ "هُدًى قُبُورِی" اور "هُدًى رَحْمَتِی" تھی جس کا قرآن میں ملنے کا وعدہ کیا گیا تھا؟ فَذَرْنَاهَا أَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ تَبْجَاهِ وَلَا تَجْنُحْ أَمْرِئُكَ لَوْ أَنَّ شَاعِرًا تَرَكَصَّ بِهِ رَبِّیَ الْمُتَوِّنُ قُلْ سَرَفْتُمْ قُلُوبَیْ مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْكَرِ تَصْبِیْهِ (۵۲: ۲۹-۳۱) کیا ان کے پر حکمت اور پر مغز قصوں، تشبیہوں اور مثلوں، سورتوں اور آیتوں کی فرضی اور بے سند تاویلیں بنا کر، اللہ کی پاک اور بے عیب کتاب کو سحر اور تھکن، خوارق اور عجائبات کا جامع قرار دینا، نبیؐ کو عجیب غریب کرامات کا عامل قرار دیکر ان کو تماشگر اور حقہ باز سمجھنا ہی اُس تذکیر و عتبار، اُس تفکر و تدبیر کے مترادف تھا جس کی تلقین کلام الہی نے کی تھی؟ كَا فَضْلُ الْفَصْلِ لَعَلَّهُمْ يَذَكَّرُونَ (۱۴۹: ۷)۔

سہ تو اسے پیغمبرؐ تم اپنی نصیحت کیے جاؤ کیونکہ تم اپنے پروردگار کے فضل و کرم سے نہ تو بازگیر (کاھن) ہو اور نہ سوداگر (تجارتی) کیا لوگوں نے تمہاری نسبت یہ مشہور کر رکھا ہے کہ تم خود محض ایک شاعر ہے جس نے اپنے زورِ خیال اور شعور و سخن سے ہی چند افراد کو اپنا گرویدہ کر لیا ہے۔ اس کی پیروی اور اس کی دھکیاں تبھی تک ہیں جب تک وہ زندہ ہے۔ اور تم تو اس امر کے مستظر ہیں کہ موت کا حادثہ اسکو آدھوچے آدھو اس کی سب لن ترانیوں کو ختم کر دے۔ تم ان سے کہہ دو کہ ہمت اچھا تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کروں گا۔ ہاں پہر معلوم ہو جائے گا کہ کس کی دھکیاں محض پادروں یا تیں تیں، اور کس کی ہدایت صرف نقش بر آب تھی۔

سہ پس تم ان کو یہ باتیں بیان کرو تاکہ ان پر غور کر کے مستقل نصیحت اخذ کریں۔

۴۰ صفحہ ۸۳-۸۴ کے تحت بہت سے ظاہر و کلام لغت الہی، مطلق میں درحقیقت علم نہیں علیٰ ہذا التیاس صرف نحو بلاغت کے فنون۔ ہی حالات علوم کو دین میں گنہگار ہے۔ متاخرین عرب نے اپنے علم ادب میں سے جڑ بھڑکے شعرا کے شات اعلیٰ پائے کے قصیدوں کو مقلدات کے انداز پر منتخب کر کے شات حصوں میں منقسم کیا ہے اور اس مجموعے کا نام بیع اسابیغ رکھا ہے۔ ان سات حصوں کے نام یہ ہیں: مقلدات، مجملات، منقبات، مذہبات، مرانی، مشوبات، الملمات۔ پہلے تین مجموعوں کی تفصیل صفحہ ۹۳ کے تحت بہت میں گزر چکی ہے۔ باقی شعرا کے نام یہ ہیں: مذہبات (حسان بن ثابت، عبداللہ بن رواحہ، مالک بن عجمان، قیس بن عظیم، اجمہ بن سلج، قیس بن اسلم، عمرو بن امرئ القیس)، مرانی (ابو ذؤبہ، ہذلی، محمد بن کعب، اعشیٰ، ہذلی، علقمہ، طموس، ابو سعید طالی، مالک بن ریب، نضلی، مستنم بن نویرہ) مشوبات (کعب بن زہر، ابوجہرہ، قحطی، حطیبہ، تمیم بن قیل، شلخ، عمرو بن احمد، الملمات (فرزدق، جریر، خطل، عبید راعی، ذوالرئۃ، حکیم بن زید، طرہج)۔

۴۱ صفحہ ۵۴-۵۵ کے متن کی آیات (۲۰۳: ۱۷) اور (۵۲: ۵۲) کی طرف اشارہ ہے یا (۱۱۱: ۱۱) کی طرف جو آگے آ رہی ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَى وَلَكِنْ تَصْدِيقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلُ كُلِّ شَيْءٍ
 وَهَٰذَا يَوْمُ الْحُكْمِ لَقَوْمٌ يُفْتَنُونَ ۝ (۱۱۲: ۱۱۱)۔ اگر صاحب القرآن عزرا سمہ کی حسیتی غرض غایت اسی فلسفے اور
 اسی حکمت سے تھی، اگر کتاب خدا میں بصیرت اور تدبیر کا نتیجہ ہی ہو سکتا تھا، اگر غور و فکر اسی نمط پر اسکے
 حقائق کو بین کر سکتا تھا، وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝ (۱۱۶: ۱۱۷)، اگر یہ
 عالم افز اور بین کتاب دنیائے اسلام کو اسی طور پر ظلمت سے نور میں نکال سکتی تھی، نہیں، اگر آئیہ
 اختلاف کے وعدے کے مطابق یہ ایمان اور یہی اعمال صالحہ ہونے چاہیے تھے جو عرب اور عجم نے
 صدیوں اور تہذیبوں تک مل کر کیے تو آج کیوں قرآن حکیم کے یہی سچے مترجم کیوں کتاب بین کے یہی اصلی
 مفسر یہی پکے مومن اور صالح اہل اہل عرب، ایک قلیل سے قلیل زمانے میں، شدید العقاب خدا کے
 عذاب مہین کے اس دردناک طریقے پر شکار ہو چکے ہیں کہ خدا کی گزہر زمین بھی صحیح معنوں میں ان کی
 وراثت میں نہیں رہی ؟

۱۔ بلاشبہ دانا آدمیوں کیلئے ان لوگوں کے حالات میں بڑی عبرت ہو اور یہ قرآن کوئی جانی ہوئی باہوت بات تو ہی نہیں بلکہ جو کچھ اسکے سامنے ہو سکی تصدیق
 ہے اور فی حقیقت یہ تو تمام آئین جہان کی تفصیل ہے اور اس قوم کیلئے جو ایمان داری سے اسکے احکام پر عمل پیرا ہے ہدایت اور رحمت ہے۔ ۲۔ اہم
 یہ کتاب نصیحت تم پر ایسے اتاری ہو کہ تم اسکے حقائق عالم کو اپنے اچھے طرح عیاں کرو، اور ساتھ ہی یہ بھی کہ وہ بطور خود اس میں فکر کریں اور نئے حقائق دریافت کریں۔
 ۳۔ اس آیت کے صحیح مفہوم، اور بالخصوص تصدیقِ اللہ بین یکن ذیہ کے معانی کے متعلق ایک مستقل باب بانڈا گیا ہے جو غالباً پانچویں جلد میں آئیگا، ایک اور
 مستقل بحث اسی ضمن میں غفریب آئیوالی جو ایسے بیان پر اس کیہ کریمہ کے متعلق کچھ کد کاوش کی ضرورت نہیں ہم نے اللہ بین یکن ذیہ کا ایک لفظی ترجمہ کے مطابق نظر انداز کر دیا
 ۴۔ اس جگہ اعتراض دروہہ سکتا ہے کہ قصاص قرآن کی غلط اشاعت کا مجرم خاصۃً اہل عرب کو کیوں قرار دیا ہے حالانکہ عباسی سلطنت میں علماء، ادباء، مفسرین
 اور مفسرین اکثر بھی الاصل تھے اور قرآنی مطالب کی انش و تبلیغ بھی عجمیوں کی وساطت سے ہوئی، چنانچہ ابن خلدون نے اپنے مقدمے میں اس موضوع پر ایک مستقل
 باب بانڈا ہے۔ یہ اعتراض بظاہر وزن دار معلوم ہوتا ہے مگر ادنیٰ تاہل کے بعد اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ عجمی حکماء و فضلاء نے قرون عباسیہ میں قرآن
 قرآن اور باقی علوم و فنون کی تبلیغ کو کچھ سب کی سب عرب روایات اور عرب اشراف و عرب تخیل اور عرب حکومت کے تحت کر کے۔ و نہایت مستقل تمام علوم کا مرجع و مآب
 قرآن تھا اور وہ عربی میں تھا، اگادیش کی روایت عربی زبان میں تھی، بحث مباحثے، اسناد اور روایات سب بی میں تھے تصانیف کی زبان عربی تھی، انکے اکثر موضوعات
 عجمی تاریخ، جو صحیح صیانت اور اخلاق، عرب اعتقادات اور روایات پر کیے جاتے تھے۔ نہیں بلکہ عجم مصنفین قرآن خیال کے اعتبار پر لپے لپے عرب میں عجم کریم کی سب سے اشد کی
 کہ صرف تصنیف کو بلکہ مصنف کی اصل کا یہ لگانا آج ہی بہت مشکل ہے۔ اس مقام پر یہ کہنا کہ قصاص قرآن کی غلط اشاعت کی ذمہ داری عرب پر ہی ہے حقیقت کے اعتبار پر غلط
 نہیں۔ لیکن ہند کی سرزمین میں پاکستان کی شہنشاہی، تمدنی اور اخلاقی روایات کی اکثر نشر و تبلیغ متفرغ ہندوؤں کے ہاتھ سے ہو رہی ہے، چھوٹے انگریزوں اور اشاعت میں حصہ لے رہے ہیں
 صفر ہیں لیکن بایں ہند یہ کہنا کہ ہندوستان کے اخلاقی، انسانی اور مادی انحطاط کے مجرم ہندوستانی ہیں، انگریز نہیں، حاکم قوم کی حکومت ہی اس کا
 کی روش ڈیل کی کہ کچھ ہندو ہاے کھنکھایا بلکہ ہندو کے کئے سے ہندو ہاے، آئندہ کار خواہ کوئی ہی ہو۔ اس نقطہ خیال سے دین میں کو کچھ ہندو بنادینے کے مجرم اہل عرب
 ہیں اور اسی لئے سزا بھی انہی کو جلد تر لی۔ لیکن اس موضوع پر ایک ابتدائی بحث صفحہ ۶۴ کے تحت ملحق میں بھی ہو چکی ہے۔

کتابوں کے بارے میں جو اُسی خدائے وحی کی طرف سے ہیں، اور لامحالہ اُسی کا کلام ہیں، فصاحت کا ادعا حتماً پیش نہیں کرتے، جب خود اہل اسلام خدائے تورات کو ”مستبین“ کہنے کے باوجود، اُنکے فصیح ہونے کا گمان تک نہیں کرتے: **وَأَيُّنَهُمَا الْكِتَابُ الْمُسْتَبِينُ** (۱۱۷: ۱۳۷)۔ جب خود خدائے عظیم کا آسمانی کتابوں کے بارے میں دعوے اُن کی بے مثال ہدایت میں ہے: **قُلْ فَأَخَذْتُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ عِنْدَ اللَّهِ هُوَ أَهْلُكُمْ أَن تَقُولُوا مَا نَكْفِيكُمْ صِدْقِي** (۲۹: ۱۲۸)۔ تو قرآن کے سطحی محاسن کو اس اعتناء و اہتمام سے دیکھنا اور باطن کو بغیر نظر انداز کر دینا، اُس کی

لے اور ہم نے موسیٰ اور ہارون کو شرح اور بلغ فی السببان کتاب دی۔

لے اسے پیٹریزن لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تورات دونوں کتابیں جوٹی ہیں اور تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو تم بھی خدائے ہاں کے کلمے اور کتابے آؤ جو ان دونوں سے ہدایت میں بہتر ہو۔ پھر میں ہی اسکی پیروی کرنے کو تیار ہوں۔

۴۴ تورات کے متعلق جو دعویٰ قرآن کریم نے کیے ہیں مفضلہ ذیل حوالوں سے ظاہر ہیں۔

سورہ مائدہ میں ہے: **إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ الْقُرْآنَ فَفِيهِ تَهْدًى وَذِكْرٌ لِّمَنْ هُوَ قَانِتٌ** (۲۴: ۵)۔ ”ہم نے تورات کو اتارا، انہیں ہدایت اور نور ہے۔ سورہ انعام میں ہے: **قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ نُورًا وَهُدًى لِّلنَّاسِ** (۹۲: ۱۷)۔ ”اُن سے پوچھو کہ وہ کتاب کس نے اتاری تھی جسکو موسیٰ لایا تھا اور جو سائنان عالم کے لیے نور اور ہدایت تھی۔“ اسی سورہ میں تورات کے متعلق ہے: **بِمَا مَأْتَىٰ عَلَىٰ النَّاسِ لِيُحْسِنَ وَتَقْصِدَ لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلرَّحِيمِينَ** (۱۵۵: ۱۷)۔ ”تمام خوبیوں پر مشتمل ہو اور تمام شبہات کی تفصیل ہے اور ہدایت اور رحمت ہو۔“ اگر ان خوبوں میں اولیٰ بلاغت اور شاعرانہ فصاحت بھی شامل ہے تو مسلمان کیوں آج اسکو فصیح و بلغ نہیں کہتے۔ سورہ اعراف میں الوح موسیٰ کے بارے میں ہے: **وَفِي سُلَيْمَانَ مِثْلَ مَا هُوَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ يَرْجُونَ رَبَّهُمْ** (۱۵۳: ۵)۔ ”اور اُن الوح کے متن میں اُن لوگوں کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ہدایت اور رحمت تھی“۔ ”سورہ نبی اسرئیل میں علیٰ ہذا القیاس، **وَأَنبَاؤُا مِثْلَ الْكِتَابِ وَهُدًى لِّلَّذِينَ يُؤْتُونَ زَكَاةً وَيَسْتَبِشِرُونَ** (۲۱: ۱۰)۔ ”یعنی ہم نے کتاب نبی اسرئیل کیلئے ہدایت بنادیا ہے۔“ سورہ قصص میں ہی تورات کے بارے میں ہے: **لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ يَرْجُونَ رَبَّهُمْ** (۲۳: ۱۲)۔ ”آیا ہے، یعنی تمام عالم کے لیے بصیرت اور تہذیب کی باتیں ہیں اور ہدایت اور رحمت، ہر تاکہ لوگ اس سے عبرت حاصل کریں۔“ سورہ سجدہ میں پھر **وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّلَّذِينَ يَرْجُونَ رَبَّهُمْ** (۲۳: ۳۲)۔ ”آیا ہے۔“ سورہ مؤمن میں **هُدًى وَذِكْرٌ لِّلَّذِينَ يَرْجُونَ رَبَّهُمْ** (۲۴: ۳۲)۔ ”آیا ہے، یعنی ہدایت اور رحمت ہو۔“ سورہ احقاف میں **وَأَمَّا كَرِهُ الْقَدْرِ لِقَابِ الْكِتَابِ** (۵۴: ۳۲)۔ ”یعنی دانا اور صاحب عقل لوگوں کے لیے ہدایت اور عبرت ہو۔“ سورہ احقاف میں **وَأَمَّا كَرِهُ الْقَدْرِ لِقَابِ الْكِتَابِ** (۵۴: ۳۲)۔ ”یعنی ہدایت اور رحمت ہو۔“ سورہ احقاف میں **وَأَمَّا كَرِهُ الْقَدْرِ لِقَابِ الْكِتَابِ** (۵۴: ۳۲)۔ ”یعنی ہدایت اور رحمت ہو۔“

انجیل کا تعارف رب زمین آسمان نے ان الفاظ میں کرایا ہے۔

سورہ آل عمران میں ہے: **وَأَنْزَلْنَا الْقُرْآنَ وَالْإِنْجِيلَ مِّنْ قَبْلِ هَٰذَا هُدًى لِّلنَّاسِ** (۳: ۳)۔ ”یعنی اُسی نے تورات اور انجیل کی الہامی کتابیں بھیجیں جو قرآن سے پیشتر سائنان زمین کے لیے ہدایت تھیں۔“ سورہ مائدہ میں ہے: **وَأَمَّا الْقُرْآنُ فَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ هُمْ يَرْجُونَ** (۲۶: ۵)۔ ”یعنی اس میں نور اور ہدایت ہو۔“ اور اسی آیت میں **وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ** (۲۶: ۵) کے الفاظ ہیں یعنی ”خدائے دُستے والوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہو۔“ قرآن کے متعلق بعض دعویٰ اس سے پیشتر اصل کتاب میں آپکے ہیں مگر تقابل کے خیال سے تمام آیات کو یہاں پر جمع کر دیا جاتا ہے۔ سورہ آل عمران میں ہے: **هَٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ هُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ** (۱۱۷: ۱۲)۔ ”یعنی یہ قرآن سائنان زمین کے لیے ان کے دستبریل کی تشریح ہے اور خدائے دُستے والوں کے لیے ہدایت اور عبرت ہو۔“ سورہ انعام میں ہے: **أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا** (۱۱۵: ۱)۔ ”یعنی اُسی خدائے پاک نے تمہاری طرف مفصل کتاب اتاری جسکے بعد کسی تشریح کی گنجائش نہیں ہے۔“ اسی سورہ میں کچھ آگے چل کر ہے: **وَهُدًى لِّلَّذِينَ هُمْ يَرْجُونَ** (۱۵۶: ۱)۔

قدر و قیمت کو بے انتہا کم کرنا اور اسکی حقانیت سے انکار کرنا ہے؟ کیا قرآن میں فلسفیانہ اور فقیہانہ، انوی

(بقیہ تحت المثنیٰ صفحہ ۸۹) یعنی ”اور یہ بھی ایک کتاب ہے جسکو ہم ہی نے اتارا۔ یہی بڑی برکت پیدا کرنے والی شے ہے پس اسکے قدم بقدم چلو۔“ اسی آیت سے ذرا آگے ہو: فَقَدْ جَاءَكُمْ كِتَابٌ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ ۖ (۱۵۸:۱۶۰)۔ یعنی ”تو جان لو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس واضح دلیل آچکی ہے جو تمہارے لیے ہدایت اور رحمت ہو۔“ سورہ اعراف میں ہے: وَلَقَدْ جِئْتُم بِكَلِمٍ مِّنْ لَّدُنَّا عَلٰی عِلْمٍ ۚ هٰذَا هِيَ ذَرِيَّةُ لَقَمٍ مِّنْ يُّوْنُسَ (۵۲:۵۴)۔ ”اور ہم اُن کے پاس ایک ایسی کتاب لائے ہیں جسکی تفصیل ہم نے اپنے علم سے کر دی۔ جو قوم اس پر عمل پیرا ہو اس کے حق میں ہدایت اور رحمت ہے۔“ سورہ یونس میں اسی کتاب کو ہُدًی اور رحمت کے سوا موعظۃ اور شفاء کہا گیا ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُم مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ ۚ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۚ (۱۰:۵۷)۔ یعنی ”اے ساکنان زمین! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے آخری دستور العمل (موعظۃ) پہنچ چکا ہے، وہ دراصل تمہاری بدباطنیوں اور نفسانی امراض کی شفا ہے، اور جو قوم اسکی صداقت پر ایمان لاکر اسکے احکام پر عمل پیرا ہے اسکے لیے ہدایت اور رحمت ہو۔“ سورہ ہود میں کتاب خدا کی صداقت، موعظت اور عبرت پر زور دیا گیا ہے: وَجَاءَكَ فِي هٰذِهِ الْكِتَابِ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَبِّكَ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۚ (۱۱۰:۱۱۲)۔ صفحہ ۷۲ کے تحت المثنیٰ میں اسکا ترجمہ گزر چکا ہے۔ سورہ یوسف میں اسی قرآن عظیم کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے: هٰذَا هِيَ ذَرِيَّةُ لَقَمٍ مِّنْ يُّوْنُسَ ۚ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۚ (۱۱۱:۱۱۳)۔ ”یہ کتاب ہے جسکی تشریح صفحہ ۸۹ کے تحت المثنیٰ میں گزر چکی ہے۔ سورہ رعد میں اسکو قانون خدا کی قطعی سند (حکم) منشاء حکم الحاکمین کی آخری شہادت (رحمۃ) اور العلم کا خطاب دیا گیا ہے: وَكَذٰلِكَ اَنۡزَلْنٰهُ حُكْمًا عَلٰی رَسُوْلٍ ۚ وَلَیۡنَ اَتَّبَعْتَ اَهۡلَآءَہُمۡ بَعۡدَ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلۡمِ ۚ مَا لَکَ مِنَ اللّٰہِ مِنْ اَلِیْمٍ ۚ (۱۳:۳۷)۔ یعنی ”اور اسی طرح ہم نے اس قرآن عظیم کو عربی زبان میں منشاء ایزدی کی سند بنا کر اتارا جو اگر اسے تمہارا تو نے اس علم کے ہوتے ہوئے لوگوں کی خواہشات کا متبع کیا تو تو یار کنا خدا کی درونک سزا سے بچانے والا تیرا کوئی حمایتی نہ ہوگا۔“ سورہ نمل میں پھر ہُدًی وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۚ (۲۱:۲۲) کے الفاظ آئے ہیں۔ اسی سورہ شریفہ میں قرآن کو نبیاً قائل کل شئی وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۚ (۲۱:۲۲) فرمایا ہے جس کے معانی صفحہ ۸۹ کے متن میں گزر چکے ہیں۔ ذرا آگے بڑھ کر اسکی متعلق ہُدًی وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۚ (۲۱:۲۲) ہے۔ سورہ نبا میں ہے: وَهٰذَا ذِكْرُ لَقَمٍ مِّنْ يُّوْنُسَ ۚ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۚ (۲۱:۲۲)۔ ”یہ بہت برکت پیدا کرنے والی کتاب ہے جسکو ہم نے اتارا۔“ سورہ نمل میں دو جگہ بوضاحت تمام یہی مضمون ہے: هُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۚ (۲۱:۲۲) وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۚ (۲۱:۲۲)۔ سورہ لقمان میں هُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۚ (۲۱:۲۲) ہے، یعنی ”حسن عمل کرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔“ هُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۚ (۲۱:۲۲) کے الفاظ سورہ نجم السجدہ میں پڑتے ہیں: قُلْ هُوَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَرَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ ۚ (۲۲:۲۳)۔ یعنی ”اے پیغمبر! کہہ دو کہ قرآن اُن لوگوں کے لیے جو اسکو کتاب خدا تسلیم کر کے اس پر عمل پیرا ہیں ہدایت اور شفا ہے۔“ اور سورہ جاثیہ میں تو قرآن کو تمام عالم کے لیے بصیرت اور ہدایت کا مجسمہ کہہ کر عمل پیرا قوم کے لیے ہدایت کا لازوال مصدر اور رحمت خدا کا بے مثال فریو قرار دیا گیا ہے: هٰذَا بَصٰیۡرُ لِّلنَّاسِ ۚ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ ۚ (۲۳:۲۴)۔ اور سورہ انفاس میں اسکو ”حسن عمل کرنے والی قوم کیلئے قیام و بقا کی بشارت“ ہے: اَللّٰہی بشارت کی نوعیت کیلئے دیکھو تحت المثنیٰ صفحہ ۸۹ میں تمام آیات قرآنی جو قرآن کے طول و عرض میں مختلف مواقع پر آئی ہیں اور جن کے حیرت انگیز تطابق اور توافق کو دیکھ کر کتاب خدا کا طالع الصلیم اس کے استقلال کا از خود قائل ہو جاتا ہے، اس امر کی صریح شہادت ہیں کہ خدا کی نظروں میں تو رات، آجیل اور قرآن کی مشترک خوبی اُن کی بے مثال ہدایت میں ہے۔ یہی اُن کا جزو عظیم ہے۔ کسی ادبی یا انوی، سطحی یا رسمی تفویق کا ان آیات میں ذکر تک نہیں جس شے پر بجا فخر ہے وہ اُن کے نفس موضوع پر ہے، ہدایت اور نور پر ہے، رحمت اور بشارت پر ہے، عبرت اور موعظت پر ہے، برکت اور شفا پر ہے، علم اور بصیرت پر ہے، حکمت اور امانت، تفصیل اور جامعیت پر ہے، استقلال و کمال پر ہے۔ لہٰذا اسکو کسی دوسری شے پر نہیں۔ اور جب توراہ و انجیل کو قریب قریب انہی اوصاف کے ساتھ موعظت

اور منطقی اجتہاد کرتے وقت انہوں نے اس امر پر غور نہیں کیا کہ اسلام ایک کامل مذہبِ عمل اور کلام الہی ایک کامل کتابِ شریعت ہے، اور اس لحاظ سے اسکے نکات کو حل کرنے یا تکمیل دینے کیلئے کسی ناقص فلسفہ، کسی جاہلی نقل و روایت، کسی مصنوعی لغت، حتیٰ کہ کسی یقینی اور غیر یقینی حدیث کی بھی

(تمتہ تحت المہتمن صفحہ ۹۰) کیا ہے جو قرآن حکیم کے حق میں آئے ہیں اور تمام عالم کو صلوات عام دیدی کہ توراۃ اور قرآن سے بہتر کتاب تو نے آئی: قُلْ فَانْقَلِبْ عَلٰی صُحُفِ الْقُرْآنِ مُنْتَبِہًا (۲۹، ۲۸) تو قرآن کی فصاحت کا وہ مخصوص اوج عاجز ہے صرف اپنی زبان کی برتری جتانے کے لئے اپنے دل سے گھڑا ہے اس وقت تک محض باطل اور بے معنی ہے جب تک کہ توراۃ کی عجمی زبان (یعنی عبرانی) کو بھی اسے قیدِ فصیح نہ مان لیا جائے۔ لیکن مغربِ عرب کو گنگ عجم کے ساتھ یہ ناقابلِ برداشت رقابت اور شکرت کب گوارا ہو سکتی ہے۔ اور جب یہ منظور نہیں تو اس ملک تخیل کی قرینہ قرن تک نشرو اشاعت کر کے باقی دنیا کے اسلام کو کیوں دیکھ دے رکھا جو کہ قرآن کی بڑی سے بڑی فضیلت اسکی شاعرانہ بلاغت ہی ہو، اسی پر ایک دنیا مریض تھی، اسی کے جوشِ اعتقاد میں عرب سڑکوں ہو گیا تھا، عمر فاروق شاعری سے بیزار انسان دم بخود ہو کر اسلام لے آیا تھا، ایک ایک آیت کی تفسیر پر سب عرب دھم سڑھٹھٹے تھے، آندس کی چوٹیاں فرشِ جہیں ہو گئی تھیں، کسری کا تخت ہل گیا تھا اگر حال ہی تھا تو قرآن آج بھی موجود ہے۔ اس ایک حرف کے برابر تغیر و تبدل نہیں ہوا آج اسکی بلاغت کو دیکھ کر ان اہل عرب کے کانوں پر جوں تک کیوں نہیں رینگتی۔ آج وہ کیوں اپنی جتنی کے جوش میں کٹے اور دینے کو، قرآن اور اسلام کو غیر کے ہاتھوں بیچ رہے ہیں اور شس سے شس تک نہیں ہوتے!

قرآن کی کل کائنات میں بے دیکر اگر کوئی آیت ہو جس کی بنا پر اسکی شاعرانہ فصاحت کا دھولے چند لہجوں کیلئے گھڑا ہو سکتا ہے تو وہ ذیل کے الفاظ ہیں جگر تو مروت کر صال کر لینا نسبت آسان ہے: وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ یَقُولُوْنَ اِنَّمَا عَلَّمَتْهُمُ بَشَرٌ مِّثْلُ سَاءِ الَّذِیْ یُحِیْوْنَ الْاَمْوَاتَ وَھٰذَا الْاِنْسَانُ عَرِیْضٌ مُّبِیْنٌ (۱۰۳، ۱۰۲) اور ہم خوب جانتے ہیں کہ کت جتنی لوگ افواہیں اڑاتے پھرتے ہیں کہ محمد کو یہ قرآن عظیم ایک چٹا پرزہ انسان سکھایا ہو، عیسٰی احمقیت ہو کہ جس شخص کی طرف سکھانے کی نسبت کرتے ہیں اسکی زبان تو عجمی ہو، اور یہ قرآن شمسۃ اسلیس عربی زبان ہو، یہاں یاد سے زیادہ عجیب و غریب سبب معلوم شخص کمال سختی یہ ہے کہ قرآن کی زبان اسقدر صاف و بے تخری ہو کہ کم از کم کوئی عجمی یا غیر عرب شخص اسکی نقل نہیں کر سکتا اس سے زیادہ بڑا کمالا تھا اور جو نہیں بلکہ اس آیت صاف اس امکان باقی رہتا ہے کہ کوئی عرب اہل زبان قرآن کی عبارت کی نقل اسی سلاست کر سکے اگر عجمی کے تیز امکان سے یہ بات قطعاً خارج ہے جب یہی سلیس عبارت تخیل پر لکھنا عجمی کی استطاعت کا بڑا دیکھو ایک عربی اللہ شخص کی استطاعت بھی باہر نہ جانا اور غلط ہو۔ اگر یہی بات تھی تو عجمی اور عربی میں تفریق نہ لگ سکتا ضرورت تھی صرف کچھ یا بہت کم کہ وہ تو محض ایک انسان ہو اور یہ قرآن ایسی شست زبان ہو کہ کہ بن آدم سے اسکا مشابہہ نہ ہو محال ہو میرے خیال میں یہ آیت بجائے خود اس امر کی روشن دلیل ہے کہ قرآن کی بے مثال فضیلت کم از کم اسکی عبارت آرائی اور لفظی فصاحت نہیں۔

مہ علم لغت پر پہلی کتاب جب کہ صفحہ ۷۴ کے تحت مہتمن میں ظاہر کر دیا گیا ہے تیسری صدی ہجری کے اداس میں تیار ہوئی۔ یہ خصوصیت صرف عربی زبان تک محدود نہیں بلکہ زبان کا یہی رویہ رہا ہے کہ اسکی لغت صدیوں اور قرون بعد میں مدقن ہوئی رہی ہے جب جب کسی زبان کو روئے زمین پر استقلال حاصل ہوتا گیا، لوگوں نے اسکی الفاظ کو لیکر رائج الوقت معانی کو مرتب کر دیا۔ اور اس خاص زمانے کو مد نظر رکھ کر ایک لغت تیار کر لی۔ لیکن کسی زبان کے معانی الفاظ کی تاریخ بجائے خود ایک انقلابی داستان ہے اور حقیقت قومی کے ارتقاء، بقا و فناء کے ایک نیا بت گہرا تعلق ہے۔ لوگ زمانے کی چلن کے مطابق الفاظ کو لیکر اسکی حسبِ مطلب معانی وضع کر لیتے ہیں، پہر جوں جوں محسوسات و اعمال میں تغیر ہوتا جاتا ہے، معانی بدلتے جاتے ہیں۔ اس مقام نظر سے کسی زمانے کی بنائی ہوئی لغت صرف اسی زمانے کے مروجہ معانی کی سند ہو سکتی ہے، باقبل اور مابعد کے مطالب میں اسکو چندرا حکم نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر زبان میں الفاظ کی ایک تعداد کثیر ہر زمانے میں موجود رہتی ہے جن کے مفہوم کی اہمیت بگڑ بگڑ کر زائل ہو چکی ہے کچھ اسکل تشبیہ سے، کچھ غلط رواج سے، کچھ عادت کے انہادی اثر سے، کچھ صورت کے معنوی فساد سے الفاظ کا صحیح اور اساسی مفہوم بھرت

ضرورت نہیں: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اِلٰہِیْنَا یَعُوْزُنَا وَہُمْ اَحْسَنُ مِنْ اللّٰہِ حَکَمًا لِّقَدْرٍ یُّؤْتُوْنَ (۵۰: ۵۰) کیا وہ اس قانونِ حسیل کو

لے کر کیا یہ لوگ زمانہ جاہلیت کا حکم دینی سند چاہتے ہیں لیکن اس قوم کے لیے جسکو قرآن کی حقانیت پر کامل یقین ہو اللہ سے بہتر حکم دینا کسا ہے۔

(ایضاً تحت بہترین صفحہ ۹۱) ہو جاتا ہے جتنی کہ بسا اوقات مورد وقت کے باعث اسکا اعتراف کرنا بھی مشکل ہو گیا ہے۔ ہر زبان میں اس قسم کے الفاظ کی صدائیں سنائیں موجود ہیں جسکے اعادے کی یہاں پر ضرورت نہیں۔ لیکن خاص قرآن کی لغت کے اندر جو معنوی انقلاب امتدادِ عہد کے باعث وقتاً فوقتاً ہوتا رہا ہے مسلمانوں کی حیات کے ہیئت کی بہترین مثال جو ایمان، شکر، عبادت، کفر، صلاح، تقویٰ، ہدایت، ظلم، فسق وغیرہ وغیرہ میسوں الفاظ قرآن میں موجود ہیں جسکے مطالب جزئی یا کلیہ مسخ ہو چکے ہیں۔ ان کا اصلی کیفیت ختم ہو گیا ہے ایمان آج کسی رسمی کلموں کو دہرنے کا نام نہا ہوا عبادت دو چار رسمی سجدوں تک محدود ہو گئی ہے، اصلاح کے کوئی مستقل معانی نہیں رہے، تقویٰ پُرہیز گاری کی بے معنی اصطلاح کے مراد بن گیا ہے، ہدایت کا صحیح مفہوم ذہنوں سے قطعاً نکل چکا ہے وغیرہ وغیرہ۔ کوئی انسان کی بنائی ہوئی لغت ان انہی اصطلاحات کے صحیح مفہوم کو یاد نہیں کر سکتی بلکہ حکیم نے افضل ترتیب ان الفاظ کو زبان عربی سے لیا اور ہر لفظ کے متعلق ایک مستقل مفہوم منظور رکھا اپنی لغت وضع کی، پھر اس مفہوم کی تفسیر رسول خدا سے نہیں کر سکتا میں براہِ راست کر کر ایک خاص ماحول پیدا کیا۔ جوں جوں اس ماحول کا اثر ناپید ہوتا گیا معانی بدلتے گئے۔ مگر ان الفاظ کا الٹی اور نیچی مفہوم اب تک قرآن کے اندر موجود ہے بشرطیکہ انسان اُسکے دریافت کرنے کی سعی گوارا کر سکے۔ انہی معانی میں کتاب حسب ترتیب یٰۤاٰلِیٰہِیْلُ شَیْءٌ (۸۹: ۱۱) اور تَقْصِیْلٌ مِّنْ شَیْءٍ (۱۱۱: ۱۱۳) اور فَصَحْتَنَّهُ عَلٰی عَلَیْمٍ (۵۲: ۵۲) اور اَلْکِتٰبُ مُقَدِّمٌ (۱۱۵: ۶) ہے اور اسی نقطہ نظر سے وہ سب تفسیریں اور موضوعی لغات سے بے نیاز ہے۔ اس حقیقت کے لیے کا ناقابل انکار ثبوت کتاب کی آئندہ مجلدات میں پیش کر دیا جائے گا۔ یہاں پر بدعا صرف نفسِ دعوے کی تعبیر ہے۔ یہ معانی کے لحاظ سے سب انسانی لغات سے بے نیاز ہونا، اور اپنے دائرے کے اندر ایک محکم اور مبسوط مفصل اور مکمل، مشروح اور نا تفسیر کتاب ہونا ہی قرآن کے انسانی تصرف سے محفوظ ہونے کی دلیل ہے اور اسی لیے اس کی شان میں کہا ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَمُحْفٰظُوْنَ (۹۱: ۱۵)

لوگو! ہم ہی نے اس قرآنِ عظیم کو تم پر اتارا اور ہم ہی باوجود تمہاری سب جدت پسندی اور تفسیر آرائی کے اس کے ظاہر اور باطن کی حفاظت کرنے والے ہیں، اور اسکے مطالب کو روئے زمین پر سے نابود ہونے سے محفوظ رکھیں گے۔

لوگ قرآن کے متعلق جو تشبیح چاہیں بنالیں، اس کی آیات کو نوڑ مروڑ کر جو مطلب جمیں نکال لیں، تاویل کے انبار کے انبار لگا دیں یا مکر کے طور پر بکھر دیں۔ مگر ان کے صحیح اور واحد معانی غورِ قرآن کے اندر موجود اور محفوظ ہیں، ایک ایک لفظ کی مکمل اور مفصل شرح انہی اوراق کے اندر ہے۔ قرآن کا ایک حصہ دوسرے حصے کی اور ایک جزو دوسرے جزو کی نمایاں تائید اور کامل تفسیر کر رہا ہے۔ نہ اس کو کسی فلسفے کی ضرورت ہے، نہ حکمت کی، نہ لغت اور نہ حدیث کی۔ وقت، حالت، موقع، زمانہ، مصلحت وغیرہ کا اسکے مطالب پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ اسکے کلمات صدق اور عدل پر ختم ہو چکے ہیں: وَنَزَّلْنَا کَلِمَۃً رَبِّکَ صَدَقَۃً وَّعَدَۃً لَا یَمُبِیْلُ لَیْلَکُمْ ذِیْقَہٗ (۱۱۶: ۶) اب ان کے معانی کو، ان کے الٹی مفاد کو کوئی خارجی طاقت بدل نہیں سکتی کیونکہ خدا خود اس کا محافظ ہے۔ اُسی نے اسکو اس قدر مفصل اور مکمل کر دیا ہے کہ اب اس کے الفاظ کے علاوہ مطالب بھی ابدالاً بذکر محفوظ ہیں۔ انسان کا پارا نہیں کہ مکر و تاویل سے یا قیاس رائے سے ان میں تبدیلی پیدا کر کے خدا کو اپنا ہم آہنگ کر سکے! اللہ اللہ! کتاب خدا کے جان اور مکمل ہونے پر ایک وقت وہ کاشفِ غطا یقین تھا کہ روئے زمین کا مادی اعظم اور سالار نبی بار وفات سے چار دن پہلے شیخ کے عالم میں قلم و دوات اور کاغذ طلب فرماتا ہے کہ ایک تحریر لکھ دے جسکے بابت گواہی دینے پائے، لیکن عرب کی اُس بہترین اُمت کا وہ اولو العزم امتی محمدؐ اس فرمائش کو مسترد فرمائیں کہ ہر تار اور پسینانِ قلب کے ساتھ کہہ دیتا ہے کہ ختمِ الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رو کی شدت ہو جس کی وجہ سے بے ربط باتیں کر رہا ہے میں ورنہ کتابِ خدا تو ہمارے لیے ابدالاً بذکر کا فی جی، اب یہیں کچھ شے بڑھانے کی نہیں رہی!

منجانب اللہ اور مکمل یقین کرتے ہوئے اس نتیجے پر نہیں پہنچ سکتے تھے کہ اسلام کے حقیقی محافظ نے قرآن کی آیاتِ بینات میں مسلمانوں کی حالتِ ضعیف کا ان کے عہدِ قوت کا، ان کے وقتِ جنگ کا، ان کے خوفِ حُرّان کا، ان کے دُورِ امن کا، ان کے انفرادی مقام اور اجتماعی حیثیات کا، الغرض ان کی دائمی بہبودی کا کامل دستورِ العمل جمع کر دیا ہے؟ کیا امن اور تہذیب، اجتماعی تقدّم اور علم، تغلب اور ثلثم، قضا اور قانون کا لائحہ عمل ڈھونڈتے وقت وہ اُن قطعی اور عام احکام کو پیش نظر نہیں رکھتے تھے جو مسلمانوں کو ہر ممکن حالت میں صراطِ مستقیم دکھانے کیلئے کافی تھے، اور جن میں شارعِ اسلام نے صاف صاف فرما دیا تھا کہ اللہ کا طریقہ معلوم کرنے کے لئے کلامِ الہی کی حکمت اور عظمت کی سرکافی ہے، بلکہ دینی اور دنیاوی سببِ ملامت کی بہترین حکمِ خدا کے عظیم کی یہی مفصل اور جامع مانع کتاب ہے!

اَفَغَيْرَ اللَّهِ ابْتَغَىٰ حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا وَالَّذِينَ ابْتَغَتْ
الْكُذْبَ يَعْلَمُونَ ۚ إِنَّهُمْ مَكْذُوبٌ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۝ وَكَذَّبَتْ
رَبِّكَ صِدْقًا وَقَدْ عَلِمُ اللَّامُ بِكَلِمَاتِهِ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ وَإِنْ تُطِعِ الْأَكْثَرُ
فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِنَّ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۝
إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝ (۱۱۵: ۶-۱۱۸)

ان آیات الہی کے مطالب کی تشریح کا ایک حصہ صفحہ ۹۲ کے تحت لہن میں گزر چکا ہے۔ یہاں پر ایک دہا میں جو نہایت قابلِ غور ہیں، بیان کر دیتا ہوں۔
اولاً: یَعْلَمُونَ (۱۱۵: ۶) اور السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (۱۱۶: ۶) اور مَنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ (۱۱۷: ۶) اور أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ (۱۱۸: ۶) کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ یہاں پر قرآن مجید کی فضیلتِ علم بتلائی گئی ہے اور دعویٰ کیا گیا ہے کہ جو لوگ فی الحقیقت اس کتابِ عظیم کا علم رکھتے ہیں انکو یقین ہو چکا ہے کہ یہ کتاب اُس السَّمِيعِ الْعَلِيمِ یعنی بڑے سمع رکھنے والے اور بڑے علم والے کے پاس سے اُتری ہے۔ (۱۱۵: ۶) میں تِیْن کے مفصل اور صریح علم ہو چکا دعویٰ تو (۱۱۶: ۶) میں اس کے مکمل اور ناقابلِ بدلِ صادق اور عادل ہونے کا اقرار ہے۔ (۱۱۷: ۶) میں کہا گیا ہے کہ اس کتاب کا بتایا ہوا دستورِ العمل ہی سبیلِ خدا ہے اسلئے کہ صحیح علم پر مبنی ہے اور جو شے اس علم کے مخالف یا اسوئے ظن ہے گمراہی ہی ہے کہ اس لائحہ عمل سے پرے ہٹا جائے اور اس علم کو نظر انداز کر دیا جائے۔ نہایت یہ ہے کہ اس غریبہ علم کو مستقل دستورِ عمل بنا لیا جائے۔

ان نکات کو پیش نظر رکھ کر (۱۱۶: ۶) اور (۱۱۸: ۶) کے مطالب کا تطابق صفحہ ۸۷ کے متن کی آیات (۵۳: ۲۸) اور (۵۳: ۳۰) سے ظاہر ہے۔ اور سبیل کے معانی عیاں ہو جاتے ہیں۔ گویا سبیلِ خدا وہ ہے جو علم سے حاصل ہوا اور جو کلمہ علمِ سمیع و بصیر اور خدا سے حاصل ہوتا ہے اس لیے جو شے مشابہ اور جیسے سے حاصل ہو وہ سبیلِ خدا ہے۔ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ خدا کا یہیجا ہوا کلام بھی علیٰ ہذا القیاس علم ہے۔ اور کس پر چلنا بھی سبیلِ خدا پر چلنا ہے۔

تو کیا یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ میں (یعنی رسول) ماسوا خدا کے کوئی اور حکم تلاش کروں، اور تمہارے معاملہ کا قرآن کے ماسوا کسی اور کتاب کے مطابق فیصلہ کیا کروں، حالانکہ اس خدا نے تمہاری طرف شریعہ اور مبسوط کتاب بھی بھیجی ہے جس میں ہر طرح کی تفصیل موجود ہے۔ اور جن لوگوں کے لیے حقیقت ہم نے یہ کتاب بھیجی ہے وہ تو خوب جانتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے، اور حقائق عالیہ سے پر ہے۔ تو اسے پیغمبران کے لغو اعتراضات کو سن کر اس کتاب کے مفصل اور کامل معنی میں کہیں شک نہ کرنا۔ تمہارے پروردگار کے سب کلمات اس کتاب میں صدق و عدل پر ختم ہو گئے ہیں، اب کچھ بات کہنے کے لائق نہیں رہی، اور نہ اس کے کلمات کے صدق و عدل کو کوئی خارجی طاقت ہی بدل سکتی ہو، اور وہ خدا کے عظیم انسانی ضروریات کو بڑے سمجھے والا اور آئندہ احوال کا بڑا علم رکھنے والا ہے۔ اور اسے پیغمبرا اگر تو اس کتاب خدا کو چھوڑ کر اکثر ان کی چیزیں میں بستے ہیں، پیر دی کرے گا تو وہ تم کو خدا کے راہ راست سے ہٹا دیں گے۔ یہ لوگ تو محض ظنیات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور زنی انگلیں دوڑاتے ہیں، علم و یقین کا ان میں نام تک نہیں۔ تمہارا پروردگار ہی بہتر جانتا ہے کہ کون اسکے دکھائے ہوئے رستے سے ہٹا کر اسے ہٹا دے اور کون صراطِ مستقیم پر ہے۔

وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّن رَّبِّهِ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ وَلَئِنِّي أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ فِي ذَٰلِكَ لَرَحْمَةٍ وَذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ يُفْقَهُونَ ۝ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ بَيِّنَاتٍ وَبَيِّنَاتُكُمْ شَاهِدَاتٌ يَعْلَمُ قَافِيَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوا بِاللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ (۵۲-۵۰:۱۲۹)

ان آیات الہی میں معترضین کی اس فرمائش کو کہ رسول خدا پر نشانیاں (یعنی معجزے) اترنے چاہیئے تھے، مسترد کر دیا گیا ہے اور کہا گیا کہ تمہارے خدا کے پاس ہیں، اور رسول تو تم کو اجتماعی ہلاکت سے ڈرانے کیلئے آئے ہیں۔ تماشہ دکھانے کے لیے نہیں آئے۔ آگے چل کر فرمایا ہے کہ یہ قرآن عظیم ہدایت خرد ایک آیت الہی (معجزہ) ہے کیونکہ لوگوں کے پاس اجتماعی تباہی اور اس کی بشارت (رحمتہ) لیکر آیا ہے اور اسکے وسیع سے مستقل عبرت (ذکر الی) حاصل ہوتی ہے۔ کیا یہ معجزہ کم ہے کہ تمہارے پاس ایک شخص (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) رزوات کا کلام لائے جو آسمان و زمین کا کامل علم رکھتا ہو (وَلَعَلَّكُمْ مَعَانِیَ الصَّحُفِ وَالْأَمْثَلِ) گویا یہاں پر بھی قرآن کی فضیلت علم بتلائی گئی ہے اور اسی لحاظ سے اسکو تمام معجزوں سے برتر قرار دیا گیا ہے۔ جو نادان قرآن کو معجزہ ایسے قرار دیتے ہیں کہ اسکی شاعری اور فصاحت بیشمال ہے ان کے لیے یہ آیات از میں قابل غور ہیں۔ یہ نکتہ اور بھی واضح اسوقت ہو جاتا ہے جب ان آیات سے پیشتر کی آیت یعنی بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ هُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ (۱۲۹:۵۰) کو پیش نظر رکھا جائے۔ جہاں صاف طور پر فرمایا گیا ہے کہ یہ قرآن عظیم صاحب علم لوگوں کے سینوں میں روشن اور ناقابل انکار آیات (احکام) کا مجموعہ ہے۔

ان آیات کا آخری حصہ یعنی وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوا بِاللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ (۵۲:۱۲۹) بھی نہایت قابل غور ہے۔ یہاں پر معجزہ پر ایک نہایت خفیف اور حسنی خیر چوٹ کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ معجزات کو دیکھ کر منکر کسی کو رسول خدا ماننا فی الحقیقت ایک ناپائدار اور غیر قائم قطعی اور وہی باتوں پر ایمان لانا ہے۔ اس کلام میں کہ بڑے سے بڑے معجزے کا اثر بھی مقامی اور وقتی ہی ہوتا ہے اور کچھ مدت کے بعد نکل اور باطل ہو جاتا ہے۔ یہاں

اور یہ جو عرب لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اس شخص پر روکا کر کی طرف سے عجیب غریب نشانیاں
کیوں نہیں اُتریں تو اسے پیغمبرِ اِرن سے کہہ دو کہ مجھے تو خدا ہی کے پاس، اور اُسی کے دستِ قدرت
میں ہیں، اور میں تو صرف ایک عابدِ خدا سے ڈرنے والا اور احکام کو کھلے طور پر بیان کر دینے والا ہوں۔
کیا ان لوگوں کے لیے یہ بات کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب اُتاری جو اپنے واضح کردیجاتی ہے، اور جس
اُس قوم کے لیے جو اسکے حقائقِ عالیہ پر ایمان رکھتی ہو، رحمت اور نصیحت ہو۔ ان سے کہہ دو کہ میرے او
تمہارے درمیان خدا گواہ ہے۔ وہ آسمانوں اور زمین کی سب باتوں کا علم رکھتا ہے، اور جو لوگ غلطی
اور وہی، باطل اور غیر یقینی باتوں پر اعتقاد رکھتے ہیں اور خدا کے نافرمان ہیں وہی بالآخر گھٹائے میں ہیں۔
اُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ طَرِيقَ
رَبِّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ (۱۶: ۱۲۵)

(بقیہ تحت المثنیٰ صفحہ ۹۴) معجزات کی ماہیت سے بحث کرنے کا مقام نہیں اور نہ ان کے وجود سے انکار کرنا اس کتاب کا منہ نہایت نظر ہے۔
یہ بحث غالباً تیسری جلد میں نہایت شرح و بسط سے کی جائے گی اور بتایا جائے گا کہ قرآن عظیم کی مقدار کم از کم اپنے عہدِ نزول میں، معجزوں کو غیر ضروری نہ تھا
ہے اور اپنی صداقت کا تمام اذعان اپنے علم اور حکمت کو قرار دیتا ہے۔ مگر سوت یہ ظاہر ہے کہ خدا کو جو رسول اور عوام کے درمیان گواہ نہیں لایا گیا ہے،
﴿قُلْ كَفَىٰ بِاللّٰهِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا﴾ اس سے مقصود یہی ہے کہ یہ کتاب جو ان کے سامنے ہے محض علم ہے اور اس ذاتِ پاک کی تائید ہوتی ہے
جو آسمانوں اور زمین کا علم رکھتا ہے چنانچہ دوسری جلد ہے: ﴿قُلْ اَنزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (۶: ۱۲۵) یعنی اسے پیغمبر اعلان کر دو
کہ اس کتاب کو اس ذاتِ اور عالی تبار خدا نے اُتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کے ہر شے کا علم رکھتا ہے! گو کیا گیا ہے کہ اس کتاب کو بطور خود جانچ
تول کر دیکھ لو اگر اس میں وہ علم اور حکمت موجود ہے جو ہم کسی خدا کی بنائی ہوئی کتاب میں ہونے کے متوقع ہو تو اس کو مان لو، ورنہ رد کر دو۔ یہی تیسری
صداقت کی دلیل ہے۔ میں محضوں سے اپنے آپ کو منوانا نہیں چاہتا۔ اور جو لوگ صرف محضوں کے ذریعے سے کسی کی سچائی کو آزمانا چاہتے
ہیں اور نفسِ پیغام کو نہیں دیکھتے، یا جو سرے سے خدا کے منکر ہیں انہی کو نقصان پہنچتا ہے کیونکہ ہر کس ناکس کچھ نہ کچھ خرقِ عادت باتیں و کہلا
سکتا ہے یا ذرا کر سکتا ہے کہ یہ بجلی میری وجہ سے گری، یہ قحط میری بددعا سے پڑا وغیرہ وغیرہ۔

آج چونکہ مسلمانانِ عالم نے قرآن کو اس نظر سے دیکھنا چھوڑ دیا ہے اور علم و مشاہدے کو چھوڑ کر باطل اور بے حقیقت باتوں پر ایمان لائے ہوئے ہیں
اسی وجہ سے وہ گھٹائے میں ہیں ﴿اَوَلَيْكَ هُمُ الْمُخْسِرُونَ﴾ اور اس وقت تک میں گے جب تک حقیقت کو اپنا رہنما نہ بنائے گے۔

۴۔ کلامِ خدا کو بار بار ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ کہا گیا ہے جیسا کہ صفحہ ۵ کے تحت المثنیٰ کی آیات (۲۲: ۶۲)، (۱۵۱: ۲)، (۱۲۹: ۲) اور (۱۱۳: ۴) سے ظاہر ہے
قرآن کے لیے ﴿هُوَ عَلَمٌ﴾ کا لقب بھی تین بار آیا ہے جیسا کہ صفحہ ۸۹-۹۰ کے تحت المثنیٰ کی آیات (۱۳۴: ۳)، (۵۷: ۱۵) اور (۱۱۸: ۱۱) سے ظاہر ہے۔ اس
بنیادِ آیت کے مطابق صاف ہیں یعنی لوگوں کو اس تبارِ ان ہی کے دستورِ العمل کی طرف بلاؤ۔ کیونکہ خضرِ نبیہ علم و حکمت ہوئی تھی باعثِ سبیلِ نبی
یہی ہے۔ ماقبل کی آیات (۱۱۸: ۱۱) سے (۱۱۸: ۱۱) سے مطلب کا تقابلی بھی ظاہر ہو جن لوگوں نے اس آیتِ شریفہ کے پر معانی سمجھے ہیں کہ عوام کو حکمت (یعنی روشنی)
سے، اور اچھی اچھی نصیحتیں کر کے اپنے پروردگار کی طرف بلا کر وہ ایک سطحی، لائینی اور غیر متعین بات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ اور اصلیت کے پونچھے
کی سعی نہیں کرتے۔ ان کا مقصود صرف ﴿جَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ﴾ کے الفاظ سے پورا ہو سکتا تھا۔ پھر کراہی ضرورت کیا تھی۔ مطلب یہ ہے کہ قرآنِ معصوم
علم و یقین ہے۔ پس اسی کو بنیاد قرار دیکر سبیلِ خدا کی طرف لوگوں کو بلاؤ۔ یہ علم و یقین کی طرف سہمائی کرنا ہی سبیلِ خدا پر چلا تا ہے۔ دیکھو۔

طاق نسیان وریا کا وہ ناقابل فہم اور ناکاربر آرد و فربہ بن چکا ہے کہ اُس کے بارے میں ہمت حاضرہ کی غلط روی کو دیکھ کر عقل کا نپ اٹھتی ہے۔ اُسکی تعلیم و تہذیب کے اکثر تدعی آج کشور کشانی اور جہان بینی قوت اور امن، ہمکن اور تغلب کے سب اگلے اور شکر انگیز اربانوں کو پاؤں سے ٹھکر کر خوف و مسکنت، ذل و اساک اور عجز و خمبول کے عبرت انگیز ماحول میں، مجبوروں کے اندر بیٹھے، کبر و موت میں گن ہیں۔ اُسکی رواں تلاوت کو دارِ آضرت کی طلسمی کلید سمجھتے ہیں، اُسکو اکثر بھجارت اور چیتاں بنائے بیٹھے ہیں، کہیں اُسکو پڑیوں میں لپیٹ کر بیچا جا رہا ہے، کہیں اُسکے تعویذ بنکر گلے کا ہار ہو رہے ہیں، کہیں اُسکی خوب خوانی پیٹ کا ایندھن بن رہی ہے، کہیں خوش اعتقاد اسکو گہول گہول کر پی رہے ہیں، کہیں ستم ظریف پھونکیں مارا کر اڑا رہے ہیں، کہیں اُسکے اوراق میں کسی عظیم اسم کی تلاش ہے، کہیں سکورٹ رٹ کر بے اثر کیا جا رہا ہے، کہیں اُس سے مُردے کو ثواب پونج رہا ہے، کہیں خدا کو دامن مل رہی ہے، کہیں تحمین ہاشناس اور جاہل کی واہ واہ ہے، نہ غرض و مطلب سے بحث نہ مقصود سے سروکار ہے، نہ تعمیل پیش نظر ہے۔ اس کتاب جلیل سے لے دیکر اگر کچھ خدہ ہو رہا ہو تو یہی استعارے اور فالنامے ہیں، تمام اور ٹوٹے ہیں، فسونی اور سحری اعمال ہیں، اور اگر کوئی طبقتہ ان مہملک اثرات سے

۱۰ ایک استعارہ نامہ ہی قطع کا حال میں یہ سیری نظر سے گزرا ہے جسکو طالع اور ناشتر نے اپنی تجارت کو فروغ دینے کی غرض سے علامہ محی الدین ابراہیم رحمہ اللہ (متوفی ۶۳۷ھ / ۱۲۴۰ء) اندلس کے مشہور فقیہ اور محدث، اور صاحب الفتوحات المکیہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس طومار نویر منکلم کے بارے میں، جس نے اپنی عمر میں ۲۸۹ کتابیں لکھیں، اور جو ظاہر یہ فرقے کا رکن کرکین شاکیا جاتا تھا، وفاق سے معلوم نہ ہو سکا کہ کس کتاب کی مختصر رسالہ اُسکے قلم سے نکلا ہو مگر جرم ششترق برکاتین نے اُسکی ایک سو پچاس مروجہ تصانیف کی جو فرست دی ہے، اُنہیں اسکا کہیں مذکور نہیں۔ تاہم اُسکی بعض تصانیف کے مذاق کو پاکر جنہیں سے اکثر جفر اور دل، اور اعتقادات وادہیں ہیں، عجب معلوم نہیں جو تاکہ یہ استعارہ نامہ بھی اسی عجب ایجاد شخص کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہو لیکن مصنف کی ذات قطع نظر، جس مکر و فریب طالع صاحب نے اس رسالے کو عوام کی نظروں میں عجیب غریب ثابت کرنے کی سعی کی، جس مدیدہ دہنی سے اُسکی طلسمی جداول کو قرآن کا زندہ مجسمہ بنا دیا ہے، اور جو ادعا مصنف کی اسرار وافی خدا اور رسالے کی حقانیت کے بارے میں کیا ہے، اُسکا پہل کمال دینا لازمی ہے۔ مصنف نے اس رسالے میں ۲۳ جدولیں تیار کی ہیں۔ ہر ایک جدول میں ۱۰ خانے شرفاً غزاً اور ۱۶ خانے شلاً جوباً کہینچے ہیں۔ ہر قرآن کی پانچ حسب حال آیتوں کے نمبر لیکر یعنی وہ نمبر جن سے سائل کے مطلوب سوال کے جواب کا ہاں یا نا، سہ یا نخس، مخالف یا موافق ہونے کا اندازہ ہو سکے، ہر جدول کے ۱۰ خانے اس انداز سے پر کر دیے ہیں کہ ہر نمبر سے کا ایک ایک حرف علی الترتیب چارصل خانے چورک پانچویں خانے میں سما جائے۔ مثال کے طور پر پہلی آیت کے حرف خانہ نمبر ۱، ۱۱، ۱۶ وغیرہ میں، دوسری آیت کے حرف خانہ نمبر

نسبت محفوظ ہے تو اس میں مقاصد قرآن کے بارے میں ہولناک فتنہ راق ہے۔ ذہنی ویرانیاں اور غوغائے قیامت ہے، سطحی حقیقتیں اور لفظی تنازعے ہیں، تفریق آراء ہے، انتشارِ نظریہ، اشتتاتِ عمل ہے؛ ایسا تجلّٰی شقیٰ اختلافِ قرآن، ایسا مجموعہ شعر و سخن قرآن، ایسا سحری اور طلسماتی جدول، ایسا کاہنی و طباطبائی عمل، اُمت کے افراد میں کیا ہمتِ مثالِ مراد کیا اتحاد کا پیدا کر سکتا ہے انہی نظروں میں یہ اختلاف شکست ہی قرآن کی کھشیداریت ہے، بشارت اور رحمت ہے، نور و شفا ہے، عرب کی جاہلی عادتوں اور وہسی عقیدوں کا پُرانا خمیس مسلمانوں کی اعتقادی زندگی میں اس تیزی سے سرایت کر چکا ہے کہ اب اُن کے طرزِ تخیل سے اس اثر کو دور کرنا گوشت کو ناخن سے جدا کرنا ہے۔ آج دینِ تین کے باقی علم بردار اہل عجم بھی عرب کی ان روایات کے اعلا اور آیاتِ خدا کی تکذیب کے جُرم میں تیرہ سو برس کی خواب آور مملکت کے بعد رفتہ رفتہ اُسی موت و فنا کے گھاٹ اتر چکے ہیں جس پر اُن کے پیشوا اہل عرب کئی سو برس پہلے اترے تھے!

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ كَبِيرٌ
مَكِّيَّن ۝ (۱۸۲: ۴-۱۸۳)

لوگو! سن رکھو کہ جس قوم نے ہماری آیات کی تکذیب کی، جسے انکی حقیقت کے بلند مرتبے سے گرا کر جھوٹ بنا دکھایا ہم انکو نامعلوم طور پر آہستہ آہستہ ہر گھٹ کی طرف گھسیٹ لیا جائیگا اور کچھ مدت تک انکو ڈھیل بھی دینگے کہ خوب نیند کر لیں کیونکہ میرا ڈاؤ بیشک بڑا بچا ڈاؤ ہے۔

(بیتِ تختِ لہجہ صفحہ ۹۷) ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵ میں علی بن القیاس باقی دو آیتیں بھی باقی خانوں میں لکھی ہیں۔
سے ہنری گئی ہیں۔ پراس جہل کو خوش اعتقاد و سائل کے سامنے رکھا حکم دیا گیا ہے کہ وہ انکسین سچ کر لے کسی خانے پر لگی رکھے اور اس حرف سے شروع کرے آگے اور پیچھے کے چار خانوں کو علی التواتر چکر کرے ف لکھتا جائے یہ سب حرف ظاہر ہے کہ اُن پانچ آیتوں میں سے کسی ایک آیت سچے ہونگے اس لہجہ عمل کو دیکھ کر جو خوف شخص حیران رہ جاتا ہے کہ یہ کیا کرامت ہے جس حرف پر لگی رکھتے ہیں ایک قرآنی آیت نجاتی ہے اور ہمارے سوال کا جواب خود بخود دیدی ہے۔
استحارہ نامہ میں کل ۲۳ جدولیں موجود ہیں مگر طالع صاحب کے واضح ہے کہ تینس کیا ایسی تینس ہر طلسمی جدولیں چشمِ زدن میں تیار ہو سکتی ہیں اور نہ صرف قرآن آیتوں سے بلکہ کوکب شامی کے ہر اشکوک سے بھی۔ اے مصنف کی اس سردانی اور قریب کا عقیدہ، سو اکی نسبت اس قدر کمزور یا کافی ہے کہ جس شخص نے اپنی عمر کے ۵۰ برس میں بالادِ وسطِ برس چاکر کیا ہیں لکھی ہوں اُسکے زود نویس قلم سے بعض اوقات ایسی لایسنی تصنیف کا عمل جاننا کچھ عجیب خیال نہیں۔

۵۰ برس میں ہم نے تکذیب آیات کے صحیح مفہوم کی ایک ادنیٰ صورت پیش کر دی ہے اور اشارہ کر دیا ہے کہ کسی حقیقت پر جھوٹ کا لباس ڈھونڈنا بھی تکذیب ہی ہے۔ اس تکذیب کا نتیجہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اس حقیقت کے متعلق متذبذب عقین و ایمان پیدا ہو جاتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ اسکی تعمیل منعقد ہو جاتی ہے۔ یہ عقیدانِ عمل ہی صحیح معنوں میں تکذیب ہے جیسا کہ کچھ دیر بعد چل کر ظاہر ہوگا۔

مگر یونانی فلسفے اور عرب تخیل کے ان تمام مضمر ایمان، اور مخرب عمل اثرات کے علاوہ
دنیا سے اسلام کو دائرہ عبودیت اور حلقہ صلاحیت سے حقیقی اور معنوی طور پر خارج کرنے، اور آج دریا
زمین سے یکسر محروم کر دینے کا سب سے بڑا باعث وہ طریق اجتہاد تھا جو صاحب شریعت (علیہ الصلوٰۃ
والسلام) کی وفات کے کچھ دیر بعد ہی اسلام میں شروع ہو گیا تھا۔ اس سمت تخیل نے جس سرد مہری نا شنائی
اور بے دردی سے اسلام کے آباد اشیان کو بے رونق کیا، جس رجحان اور تغنا سے اسکی خانہ بزدازی
کی، جو نقصان عظیم رفتہ رفتہ اور نامحسوس طور پر مسلمانان عالم کی علمی اور تمدنی، ذہنی اور اقتصادی زندگی
کو پہنچایا، تاریخ عالم میں تخیل کی حیرت انگیز انقلاب اندیزی کی جسد مثال ہے؛ مگر اس اہم موضوع
کے مطالب دلنشین کرنے کیلئے ایک مستقل اور طول و طویل بحث کی ضرورت ہے جو متن اولیٰ

۲۰ صفحہ ۸۷ کی آیات (۱۰۵: ۱۰۷) کی طرف اشارہ ہے۔

یہ بحث اس قدر طول و طویل ہے کہ غالباً آئندہ تین یا چار مجلدات سے پیشتر ختم نہ ہو سکے گی۔ اس میں بتدریج تمام اُس ممالک اور جمہورانہ تخیل کی
تکذیب کر دی گئی ہے جسکے باعث اسلام آج محض اعتقادی اور نظری، لفظی اور رسمی شے کا نام بن گیا ہے، سعی و عمل سے اسکا خاتمہ و سلب
نہیں رہا۔ سب اعتقادات اور معاملات عالم قول و خیال میں منتقل ہو گئے ہیں یا ان کے مقاصد و اغراض قطعاً بدل چکے ہیں اور فعل و عمل کے
لائق کوئی شے نہیں رہی۔ یہ سکرۃ الارباح و دراصل آئینہ استخلاف (۲۲: ۵۵) صفحہ ۳۷ کے الفاظ 'اَمْثَلُكُمْ عَلَى الصِّلَاتِ' کی تفسیر ہی ہے
اور آئینہ میں کلام الہی کے ایک معتبر حصے کے مطالب بھی عیاں ہو گئے ہیں صفحہ ۳۷ کے اُس عبارت آموز سوال کا جواب کہ آج یہ سو سو برس کے
مسلمانان عالم کیوں وراثت زمین سے محروم کر دیئے گئے، اور مغرب کی بیدار قومیں کیوں انکی مستخلف بن چکی ہیں، نیز اس اثنا میں نظر انداز نہیں
کیا گیا۔ جہاں جہاں موقع ملا ہے جو اب کی مختلف شقیں ظاہر ہوئی گئی ہیں حتیٰ کہ عنوان عمل کے اخیر میں (دعا تھا یا بچوں مجلد ہوگی) اس
جواب کو ختم طے کر دیا ہے۔ اس مجلد میں باقی بحث صرف لفظ ایمان اور اسکی تکلیف پر ہے۔ پھر انکی اہم شرائط کو پیش نظر رکھ کر ثابت کیا گیا ہے
کہ اسلام کا واحد منہا ہے نظر کیا تھا۔ اسکا تمام دستور العمل مستقل نصب العین کے درپے تھا۔ وہ طبع و فکر کیہ نہ کر حاصل ہوا تھا اور آج کیوں
نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے وغیرہ۔ مجلد کا آخری حصہ عبادات کی اساسی حکمت علمی پر مشتمل ہے۔ اسلام کے موجودہ ماحول میں ہی وہ اہم اور غریب
جو دین اسلام کے ارکان خیال کیے جاتے ہیں اور انہی پر اعمال صالحہ کے الفاظ کا اکثر سلسلہ آجکل ہوتا ہے۔ اس بنا پر کتاب کے ابتدائی
حصوں میں عبادات کے صحیح مفہوم کو وضع کر دینا انہی معلوم ہوتا ہے۔

کتاب کا مستقل حصہ دراصل ایسی عنوان سے شروع ہوتا ہے جو آئندہ اوراق میں قائم کیا گیا ہے۔ مقدمہ کتاب میں صرف اُن دعاوی کو پیش کیا
گیا تھا جو قرآن حکیم نے اپنے بارے میں کیے۔ قرآن کی تعلیم یا تجویز و تدبیر سے اُس حصے کو چنداں سروکار نہ تھا۔ آئندہ اوراق میں تقریباً پانچ جلدوں کے
انداز کتاب آئی کی تعلیم پیش کر دیا جائے گی، اور ثابت ہو جائے گا کہ تاسیس جماعت کے متعلق قرآن کی تجویز و تدبیر کس در حکمت کا حصہ ہے، پس
اور کس سمت و استقلال سے اُن دعاوی کی تائید کرتی ہے جو اس حیرت انگیز کتاب نے اپنے بارے میں علی الاعلان کیے۔ اس مجلد میں بالخصوص عبادات
کی حکمت اور تاسیس جماعت کے چند اساسی اصول پر بحث کی جائے گی جیسا کہ گذر چکا ہے۔ باقی اصولوں اور بالخصوص معاملات اور عملیات پر

کی اعتقادی اور سیاسی زندگی، اور سران حکیم کے اجتماعی دستور العمل کے متعلق ہے۔

(مقیّد تحت اسن صفحہ ۹۹) بحث بعد کی چار جلدوں میں ہوگی۔ انہی جلدات میں ضمیمہ معتقدات کی حقیقت کا انکشاف کر دیا جائیگا۔ تین باپا جلدوں علم القرآن (معلومات)، تاریخ القرآن (ماجریات)، اور طریق عمل کے متعلق ہوگی جو اس کتاب کا آخری حصہ ہے۔

معلومات کی بحث کے ضمن میں اسلام کی موجودہ فرقہ آراہیت کا بدل کھول دیا جائے گا۔ اور ثابت کر دیا جائے گا کہ ایک خدا، ایک رسول، اور ایک قرآن کے ہوتے ہوئے صراطِ مستقیم بھی صرف ایک ہی ہے۔ سب فرقہ بندی اور تشیع، اربہائیت اور غلط تخیل زہد، غلوئی الدین اور ملّائی افراط و تفسیر طوطی وغیرہ وغیرہ کتاب الہی کے منشا کے نقیض اکثر عیاں کر دی جائے گی۔ دین اسلام کے جو پرے ماضی اور اکتسابی غلاف الٹ کر اسکو صحیح معنوں میں فطر اللہ کے عین ہٹا دیا جائے گا (۳۰: ۱۳۰) کا مصداق ثابت کر دیا جائیگا۔ یہ حقیقت کہلے از سر نو منکشف کر دی جائے گی کہ اسلام وہ راہِ عمل، وہ مذہب سہی و کار، اور وہ فطرۃ کاملہ ہے جس پر سطح زمین کا ہر فرد بشر بلا لحاظ ملک و ملت مجبور بلکہ مجبور ہی۔ اسی پر چکر ستراسرا من ہی، ذمی اور اجتماعی اس ہے، فردی اور شخصی اس ہے، اخروی اور دنیائی اس ہے۔ اُس سے ذہانت کو ضعف و شکست ہو، قوموں اور امتوں کی شکست ہو، قبیلوں اور گروہوں کا انتشار ہے۔ الغرض دین الہی کو امتیاز مروجہ کے مختلف گروہوں اور پھیڑوں کے اعتقادی رنگ سے یکسر آزاد کر کے خدا کے واحد کی وحدت انگیز یک رنگی میں رنگ دیا جائے گا۔ اس نازک موضوع کی بحث و تجویس سے مفید نتائج برآمد کر سکیں گے اس امر کا عمداً خیال رکھا گیا ہے کہ کتاب خدا کے طالبِ علم کے اُن ذاتی جذبات کو جو وہ کسی فرقے سے متعلق ہونے کی حیثیت میں کسی عقیدے یا شخص یا طرزِ عمل کے متعلق اس کتاب کے کامل مطالعے سے پیشتر رکھتا ہو حتیٰ الوسع کم سے کم ٹھیس لگے، حقیقت کی طرف بتدریج اور بالذیل رہنمائی ہو، جو بات کہی جائے اسکی سند موجود ہو، محض سفلی جذبات کو بھڑکا کر راہ راست پر لانے کی بے سود سعی نہ کی جائے۔ اس دعا کو پیش نظر رکھ کر کتاب کی طوالت کا باعث ظاہر ہے۔ میرا مقصود ایک فرقے کو سرزنس، یا دوسرے کی توہین کرنا نہیں بلکہ حتیٰ الامکان اسلام کے سب رسمی ماننے والوں کو ایک مشترک اور صحیح راہ کی طرف انگشت نمائی کرنا ہے اگر جو کچھ میں نے کہا ہے حقیقت ہی تو ذہن خود بخود اس طرف مائل ہوگا، اسکے لینے کسی ناروا تر غیب یا غیر ضروری تشویق کی ضرورت نہیں۔

قارئین کتاب سے صرف اس قدر استدعا ہے کہ پندہ جلدات کے رابطہ اور تسلسل کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ کیونکہ ہر حصے کی بنا پر کچھ ثابت کیے ہوئے دعویٰ پر ہے اور کتاب کے سب پندہ مباحث ایک سلسلے کی مختلف اور مرتب کڑیاں ہیں۔ اور ایک ہی نیچے کی طرف استقلال جاری ہیں۔ اگر تمام کتاب کے سب گذشتہ مطالب درج تدریس کے کسی مرحلے میں پیش نظر نہ رہے تو قرآن حکیم سے کوئی مدلل نتیجہ حسنہ نہ کرنا محال ہو جائے گا۔ اس تصنیف کا سب سے اہم حصہ آخری جلدات ہیں جن میں قرآن حکیم کی تمام تعلیم سے کمال تفتیش و تلاش کے بعد مستقل نتائج اخذ کیے گئے ہیں پھر اہل زندہ امتوں کے تحفظ و بقا کیلئے ایک نئی طریق عمل مستند طرز کے مسلمانانِ عالم کو انکی حیات و موت کا آخری پیغام دیا گیا ہے!

سہ فطرت لا محالہ وہ شے ہو جس سے کسی فرد متنفذ کو کسی حال میں مغر نہیں اگر دین اسلام فطر اللہ کے عین ہے تو یہی ہے کہ یہاں سے ہر دعوے کا کیا ہے تو وہ بھی بلاشبہ وہ شے ہو جسکی تعمیل پر سب زمین کا ہر شخص سبط مجبور ہے جس طرح کہ اپنی کسی اور فطرت پر اور جسکے برعکس چلنے کی فوری ضرورت نہیں یعنی طبعی طبعی ہے جس سے کسی اور فطرت سے باغی شخص کو اس دنیا میں ملتی ہے۔ ایک شخص اگر کھانا نہیں کتا یا کئی دن متعلق نہیں سوتا تو اسکا جلد مرجنا لازمی ہے۔ اس سے یہ کہنا: اور سونا اس کی فطرت میں داخل ہیں، اور فطرت سے باغی ہونے کی انتہائی سزا ملکوت ہے۔ پس اس مقام سے نظر سے دین اسلام بھی وہ طریق عمل ہے جس پر چل کر اس دنیا میں ہر جا امن مل رہا ہے جیسا کہ پندہ اور ذوق میں چکر واضح ہوگا۔ وہ کسی رسمی کلمہ شہادت کا پڑھ لینا نہیں جیسا کہ اکثر مسلمان سمجھے بیٹھے ہیں!

مقدمہ ختم ہوا

تکلیف ایمان منہائے سلام

وَأَنذِرْ لِّلْكَافِرِينَ لَئِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ الْبَرَّ تَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ ذَاتَ الْجَبَرُوتِ (۱۳۸:۳)

اور تم ہی سب سے بڑھ کر ایمان والے ہو

متذکرہ صدر صحبت کے اُس حصے سے جو تبلیغ دین اور اعلان نبوت کے متعلق ہے، یہ امر واضح ہے کہ داعی اسلام کی بعثت اختلافِ ہل کے حق میں ایک منظرِ رحمت تھی۔ اعلائے کلمۃ الحق نے اعتقادات کے علاوہ، عرب کی مہینت اجتماعی میں ایک ناقابل یقین انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ لغو توحید نے، اور اللہ کے برگزیدہ رسول کے خلقِ عظیم نے اہل عرب کے سینوں کو چاک کر کے، اُنکے دلوں کو چیر چیر کر، عداوتیں اور کینے نکال دیے تھے! پیغمبرِ برحق کی بے لوث ریا، اور وقفِ عمل زندگی نے بخل و حسد کے تنگ تاریک قلوب میں ایمان کا نور، اور اعمالِ صالحہ کی وسعت دیدی تھی! خلائے واحد کی ہستی پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ناقابل انکار شہادت نے ہر منقش کو اللہ کی حمایت میں آمادہ عمل کر دیا تھا! خدا کی حقیقت، اُسکی رحمتوں کے دریا، اُسکی حکمت اور علم کے سمندر، اُسکی لاناہتا بخششیں، اُسکی قدرتِ کاملہ، ساتھ ہی اُسکے عذاب کے طوفان، اُسکے زلزلے، اُسکی تہس نہس کر دینے

۱۴۰۰ صحبتِ حاضر کے مطالبِ خاص طور پر قابلِ غور ہیں۔ آئندہ مباحث، بلکہ ایک دور سے کتابچہ کی حکمت کو کاغذِ سمجھنے کا اکثر دار و مدار اسی صحبت پر ہو گا۔ یہ سو برس کے انقلابِ تغیر کے بعد ایمان کی حقیقت کو از سر نو پالینا، یاد دل پائے کا صحیح کیفیتِ حال پیدا کر کے پیکرِ ایمان اور شاہِ خدا بن جانا آسان کام نہیں۔ مگر اس فقدانِ حال اور صورتِ اشکال کے باوجود قرآن حکیم کے اندامِ ایمان کی صحیح تصویر و روشنائی، سلام کی ناقابل انکار دلیل جو ہے۔ اسی بات کو پیشِ نظر رکھ کر جہاں جہاں اس صحبت کے اندر آیاتِ الہی میں ایمان کا لفظ آیا ہے الفاظ کو حلی حروف میں گھسیا کر کہ اس ناقابل تشبیح اصطلاح کی صحیح ماہیت سمجھنے میں آسانی ہو۔ اُسکی اہم قرآنی شرائط اور لوازم واضح ہوں اور ہر رفتہ رفتہ انسان کے ذہن میں اسکا تکلیف بیٹھتا جائے۔ اہم ہمارے کلامِ خدا کا طالبِ علم بطورِ غرض اس حقیقت کو کہنے کا قابل ہو کہ سہمی دلائل کا جزو لاینفک کس انتہائی متکبر منہائے سلام کی حقیقتِ منورہ و عیان ہوگی

والی چٹخیں، اُنکی بھلیاں، اُنکوں کے سامنے صاف نظر آگئی تھیں؛ اُس رب لم نزل کو جسکی عجیب شخصیت وہم کے محیط سے باہر اور امکان کے نقص سے بری ہے، احمد مرسل (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی حیرت انگیز شناسائی نے ہر شخص کے روبرو عیاں کر دیا تھا؛ مومنوں کے کانوں میں اسکی صدائیں بڑھ آگئی تھیں؛ اُنکی آنکھیں، اُنکے دل، اُنکے ہاتھ، اُس لامکان ذات کو اپنے گھروں کے اندر میدانوں اور حجروں میں، سجدوں اور دعاؤں میں آشکارا محسوس کر رہے تھے؛ وہی آسمان زمین، وہی چاند اور ستارے، وہی نزع و بخیل، جو عرب کی ہموار اور غیر دلچسپ سرزمین میں ہر دم اُن کے پیش نظر رہتے تھے، اس جویائے حق نبیؐ کی دیدہ عبرت نگاہ کے باعث معرفت خدا کے سبکدوش بن کر رہتے تھے اور حقانیت کے بے پایاں مظاہر بن گئے تھے!

أَمَّنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْبَتْنَا بِهِ حُلُمًا أَيْنَ ذَاتُ الْهَجَرِ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُشَبِّهُوا أَشْجَارَهُاءَ عَالِهَ اللَّهُ مَعَهُ اللَّهُ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعْبُدُونَ (۱۲۴: ۱۲۵)

لوگو! خدا اس پر تو غور کرو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے بنایا؟ اور آسمان سے تم لوگوں کے پینے پانی کس نے برسا یا؟ پھر اُسی پانی کے ذریعے سے ہم نے خوشنما باغ لگائے! لوگو! کیا تم میں طاقت ہے کہ اُنکے درختوں کو اگا سکو؟ اور کیا پھر اس حقیقت کے عیاں ہو جانے کے بعد اسو خدا کے کوئی اور قابل اطاعت اور الٰہی عبودیت رہتا ہے؟ آہ یہ بے سہم لوگ ہیں کہ ناحق دوسری طرف جھکے ہوئے ہیں!

پتوں کی پس کھڑیوں میں، پرندوں کے پروں اور درختوں کے خوشوں میں صنّاع بے مثال تھے کا ہاتھ کام کرتا ہوا صاف نظر دلادیا تھا!

الْقَدِيرُ إِلَى الظَّاهِرِ مُخْتَصِرٌ فِي جَوِّ السَّمَاءِ مَا يُسْكِنُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (۱۱۶: ۱۱۷)

کیا لوگوں نے پرندوں کے حال پر نظر نہیں کیا جو فضائے آسمانی میں سحر ہیں، اُن کو کون سے وقت کون سنجال رہا ہے اور کون سنبھالنے کی طاقت دے رہا ہے؟ جن لوگوں میں ایمان موجود ہے اُنکے لیے اس حقیقت میں بھی غور و فکر کی کئی علامتیں ہیں۔

فطرت کے بدیع مخلوق ظواہر اور مخیر العقول صنّاع کی طرف، کلام الٰہی کی اعتکاف ترغیب تحریر نے عرب کی طبائع پر گہرا اور ناقابل انحراف اثر پیدا کر دیا تھا!

دلوں نے اللہ سے وہ سچا لگاؤ پیدا کر لیا تھا کہ اٹھتے بیٹھتے ایک دنیاوی حاکم کی طرح اُسکے حضور میں سر پائے اور سچے اُسکی رحمتوں اور بندہ نوازیوں کے چشمہ راہ اور اُسکے قہر سے خوف زدہ رہتے۔ حضورِ قلب کی حیاتِ قراونچ اور قربِ رسول کے جرات آمیز اثر نے اُن کو اللہ کی رضا میں مصیبت سے قطعی بے خوف اور جان سے قطعی بے نیاز کر دیا تھا۔ اُن کے فلک شگاف حوصلے اور کوہِ فلک جبرائیں، اُس حاکمِ الحاکمیت کی خوشنودی اور حمایت میں ہر وقت پایہ رکاب رہتیں؛ وہ ایک اہلِ الغرض اور مشاہدہ دارِ نوکر کی طرح، اُس آہوں سے اوجھل اور جلیل القدر ذات کی خوشنودی کی خاطر، اُسکے ادنیٰ اشاروں اور حکموں پر چونک چونک اٹھتے، اور دوڑ دوڑ کرتے؛ وہ اللہ کے رعب و قار اور اُسکے جاہ و جلال کے آگے ہر انسانی منزلت کو بقدرِ قیمت، اور دنیاوی رعب و اب کو، سچ سمجھتے؛ وہ اپنے سچے مخدوم، اور مقتدرِ منعم کا بول بالا کرنیکے دلوں میں جانوں کو تیلیوں پر رکھ کر قصیر و کسری کے دربار میں، اپنے خرقہ پوش اور اُمّی سنجیدہ کا تنبیہی پر روانہ بے دہشک لیجاتے؛ وہ اپنے حقیقی آقا کا آواز بلند کرنے کی غرض سے جان، مال، اور تعلقاتِ دنیوی کے انقطاع سے ایک لمحے کے لئے دریغ نہ کرتے؛ وہ ایک مزدور خوشدل کی طرح اللہ کے اس نیک نیت کی حمایت میں تلواروں سے کٹ، اور تیروں سے چھن جاتے مگر ہمت نہ ہارتے؛ وہ اُس کالی کالی والے رسول کی جانفروشانہ اطاعت میں موت کی آرزوئیں، اور قتل کی منتیں مانتے؛ وہ اللہ کی کبریائی اور جبروت کے بالمقابل ہر کیش کا غرور توڑنے کے لئے پہاڑ سے لڑ جاتے اور آسمان سے ہاتھ پائی کرتے؛ اُن کی مودبانہ خدمت اور فدا یا نہ عبادتِ خدائے ذوالجلال کے وجود، اُسکی عالمِ آرا حکومت، اُسکی عالی مقامی

۴ سورہ مجادلہ میں ہے:

لَا يَجْعَلُ قَوْلُكُمْ قَوْلِي يَا اللَّهُ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَذُنٌ مِّنْ حَآذِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ
أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أَفُولَ كَلِمَةٍ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانُ وَإِن كُنْتُمْ بِرُوحِهِمْ فَرِحْتُمْ (۲۲۱/۵۸)

اے مخاطب؛ جو لوگ خدا کے خدا ہونے پر ایمان لاتے ہیں، اور جو روزِ آخرت کی جس زاوئیر پر یقین رکھتے ہیں، اُن کو تو تم ہرگز نہ دیکھو گے کہ خدا اور اُسکے رسول کے مخالفین اور منافقان ہزاروں کے ساتھ میل جول کریں گے وہ انکے باپ یا انکے بیٹے یا انکے بھائی بننا یا انہوں ہی کی عیون ہونا ہی وہ لوگ ہیں جنکے دلوں کے اندر خدا نے ایمان کا گہرا نقش کر دیا ہے اور جو کونہی ناپید گناہ طاقتِ رحمت کا ایک حصہ عطا فرما کر انکی روح پر روحِ خلد ہے۔

اسکی استقامت عہد، اسکی سطوت و جبروت، اسکے جبر و قہر کی وہ زندہ اور زبردست شہادت تھی جو ہر منکر کو قائل کر دیتی! اُن کی سزا پاسعی اور پلینِ عمل زندگی اللہ کی غلامی کو بہترین غلامی، اور اسکی چاکری کو مفید تر چاکری بنانے کی وہ بانگِ ہل اور وہ صیستِ ناقوس تھی جسے اقلِ قلیل مدت میں ایک سیہ کار اور بے حس عالم کو اللہ کی عبودیت پر متفقِ لعل کر دیا تھا!

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شَاهِدِينَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۚ (۱۲۳:۲)

اور اس تسلیم کی خواہش اور اللہ کے رنگ میں رنگے جانے کے باعث (دیکھو آیہ ۱۳۸:۲) ہم نے تم سب کا ایک مرکز یعنی قبلہ اقرار دیکر تم عرب کو روئے زمین کی امتوں کا مرجع و مرکز بھی بنادیا ہے تاکہ تم اپنے حق عمل سے تمام دنیا کے سامنے خدا کے وجود کی گواہی دو، اور رسولِ خدا تمہیں اللہ کی گواہی دیتے رہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۚ وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۚ وَاللَّهُ يَهْدِي الْقَوْمَ الْمُسْلِمِينَ ۚ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شَهِيدًا عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ۚ (۱۳۸:۲-۴)

۱. وَكَذَلِكَ: کا ربط پہلے مضمون کے تسلسل سے ظاہر ہوتا ہے جو آیہ (۱۲۲:۲) سے شروع ہوا ہے اس ربط کو ثابت کرنے کا یہ موقع نہیں مگر سورہ بقرہ کے ربط کا اظہار غالباً پانچویں جملہ سے پہلے ہو سکیگا۔

۲. شَهِيدًا عَلَى النَّاسِ: ہونے کے یہی معانی ہیں کہ لوگوں کو تمہارے اعمالِ افعال سے، تمہاری گمے و دواؤں تکلیف برداری سے، تمہاری خدمت گذاری اور ملازمت سے خدا کے خدا اور حاکمِ اعلیٰ ہونے کی سچی گواہی بجائے، وہ چشمِ خود دیکھ لیں کہ تم کسی ایسی جلیل القدر ہستی کے ملازم اور پابند ہو جو گو نظروں سے اوجھل ہے مگر اس کے ہونے اور مقتدر ہونے میں گمان نہیں یہی سچی و عمل آج کسی نیادی حاکم کی ملازمت اور اس کے موجود ہونے کی صریح بلکہ عینی شہادت ہے، خواہ وہ حاکم ہر دم لوگوں کی نظروں سے چھپا رہے اور عوام نے اسکو ایک لمحے کے لیے بھی چشمِ خود دیکھا ہو۔ جب تک ایک ملازم کسی آقا کے حکموں کی تعمیل میں مصروف ہو، اسکی خاطر انہی جان کو تکلیف میں ڈال رہا ہے، اور کسی دوسرے کے ہاں سے امید و اُمروں نہیں ہوتا، تب تک اس آقا کے ہونے کی عینی گواہی موجود ہے۔ کیونکہ کوئی شخص اپنے آپ کو بلا ضرورت و محن میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ شہادت: یہ نہیں کہ منہ سے اُشہدُ اَنَّ لَآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، یا کوئی اور ایسا کلمہ پڑھ لیا جائے جیسا کہ آجکل کے مسلمان سمجھ بیٹھے ہیں! جب تک ملازمت اور عبادتِ نعمانہ ہو گواہی، یعنی شہادت جسکا تعلق لامحالہ مشاہدے سے ہو، قائم نہیں ہو سکتی۔ یہی بات کمال کی نوعیت کیا ہو اسکی تشریح آگے چلکر خود کتابِ خدا کریم کی اس امر کا ثبوت کہ شہادتِ غلامی کی ہر آیہ (۱۳۵:۲) صفحہ ۲۰۲ کے الفاظ شَهِيدًا عَلَى النَّاسِ سے ملتا ہو۔ شہادت کے قرآنی معانی آج صدیوں کے انقلابِ تحویل کے بعد قطعاً خراب ہو چکے ہیں۔ عامۃ الناس نے بلا استثنا اس کے معانی مار چُٹنا

اسے وہ لوگو جو ایمان لے آئے ہو! اپنے خدا کے حضور میں عملاً جھکتے رہو، (اِذْ كُنْتُمْ) ، اُس کے سب احکام کے آگے تسلیم خرم کرو، (وَلَا تُجْحَدُوا) ، اس کے سچے غلام بنے رہو، (وَأَعْبُدُوهُ) ، اور پہلے اور پسندیدہ خدا کا مومن بن گئے رہو تاکہ تم بالآخر کامیاب ہو جاؤ اور اپنی مراد کو پونہجو۔ اور اعلیٰ خدا میں کوشش کرو جیسا کہ کوشش کرنے کا حق ہے۔ اُس نے تم ہی کو اس مطلب کے لیے دنیا جہان کی امتوں سے انتخاب فرمایا ہے، اور تم ہی وہ لوگ ہو جن پر (تمہارے اپنے زعم میں) خدا نے اعمال و فرائض کے متعلق کچھ ناروا سختی نہیں کی۔ یہی دستور اہل تمہارے باپ ابراہیم کا تھا، اور اس ضد کی عملی غلامی، اور تسلیم کے نصاب عمل کو مد نظر رکھ کر ہی اُس نے اس سے پہلے بھی تم جیسے حکمران اور کارکن آدمیوں کا نام مسلم رکھا تھا، اور اب بھی تمہیں اُسی نام سے پکارتا ہے۔ اور یہ سب اس لیے کہ رسول تو خدا کے آقا سے نامدار ہونے کی تمہیں گواہی دیتے رہیں، اور تم تمام جہان کے سامنے اپنے اعمال کے ذریعے سے خدا کے وجود کی زندہ شہادت بنو! پس ان سب باتوں کو مد نظر رکھ کر نماز پر قائم رہو، ہماری بارگاہ عالیہ میں پنچوتہ حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب دو، اور ہمارے وجود کو دنیا پر ثابت کرنے کی خاطر قربانی مال (الزکوٰۃ) بھی کیا کرو۔ اور اللہ کو مضبوط پکڑے رہو! وہی تمہارا آقا ہے، پر کیا ہی اچھا آقا، اور کیا ہی اچھا مددگار ہے!

قبولیت اثر، اور محسوسات قلب کے نتیجے و احیا کا فیہ محمد سعید اور وہ نکو کار زمانہ تھا جب کہ خدا کو خدا تسلیم کر لینا، اہل عرب کی نگاہوں میں آفتاب کی کرنوں اور متاب کی شعاعوں سے بھی عیاں تر

(بقیہ تحت المتن صفحہ ۱۰۵) لے لیے ہیں، اور ہر شخص چند بار ماتھے کو زمین پر گر کر کبے غل بخش اپنے آپ کو عابد قرار دیتا ہے۔ شامین غلطی علماء، فقہاء، جملہ سب کا غالب خیال عبادت سے نماز یا تسبیح گردانی ہی ہے، اور اگر کوئی شخص ذرا زیادہ وسیع النظری سے کام لیتا ہے تو باقی ارکان اسلام کو بھی داخل عبادت کر دیتا ہے یا حد سے حدی الحساب اور احسانا کہہ دیتا ہے کہ خدا کے لیے اٹھنا اور بیٹھنا بھی شامل عبادت ہے۔ یہی نہیں بلکہ قریب قریب ہر مذہب کی لغت میں یہ اصطلاح صرف دعایا نماز تک محدود ہو گئی ہے۔ پرانی الہامی کتابوں کے متعلق تحقیق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا کیونکہ ان کے الفاظ کے ہتھل کی کوئی سند موجود نہیں اور ترجموں میں الہامی الفاظ کی صورت، روح اور مطالب سب بگڑ چکے ہیں مگر قرآن حکیم کے اندر عبادت کا اصلی اور صحیح مفہوم اب تک موجود ہے بشرطیکہ اسکی آیات میں صحیح تدبر کیا جائے ان آیات الہی میں جو زیر بحث ہیں، "اِذْ كُنْتُمْ" اور "اَعْبُدُوا" اور "اَسْجُدُوا" کے مین الفاظ آئے ہیں اور اگر جیسا کہ کم از کم مجھے یقین ہو چکا ہو خدا سے زمین و آسمان کا کلام ہر قسم کے حضور و زاید بنے نتیجہ تکرار، یا شاعرانہ فصاحت سے قطعاً سیر ہے، اور اس کا ایک جملہ، ایک لفظ اور ایک حرف بھی اول بدل، پس و پیش، یا حذف نہیں کیا جاسکتا، تو اس نتیجے پر پہنچنا کچھ مشکل نہیں کہ "اِذْ كُنْتُمْ" اور "اَسْجُدُوا" اور "اَعْبُدُوا" کے الفاظ کے تین مختلف اور مستقل معانی ہیں جو شارح قرآن کے ذہن میں اس وقت تھے جب یہ آیت وحی کی گئی۔ ان کو نماز کا رکوع و سجود جیسے قریب المطالب یا مترادف معانی قرار دینا، یا زور بلاغت کا تکرار فرض کر لینا کلام خدا کی توہین ہے۔ کتاب خدا کے اس ابتدائی حصے میں اس حقیقت کی برہنہ

وسطہ عمل بن گیا تھا! تعبت کی یہ شانِ ظہری، (وَاعْبُدُوا اللَّهَ) اور عصامِ خدا کا یہ الحافی، رنگ تھا

سلسلہ دیگر (۲۳: ۷۷) صفحہ ۱۰۵

(بقیہ تحت لمبتن صفحہ ۱۰۶) چنداں زور نہیں دیا جاسکتا کیونکہ کلامِ الہی کے الفاظ کے استقلالِ مطالب اور وحدتِ معانی کی مثالیں کثرت سے پیش نہیں ہوئیں، لیکن آگے چلکر جوں جوں اور شہادتیں ملتی جائیں گی یہ نکتہ عیاں ہوتا جائیگا۔ مسخِ حقیقت کے عنوان میں اس بات کا کافی ثبوت دے دیا جائے گا کہ فرضِ قرآن کے رُوسے سجدہ اور عبادت ایک تکلیف دل کی دو مختلف حالتیں ہیں اور اسی لیے بالاتزام علیحدہ علیحدہ بیان کی گئی ہیں۔ سبکو دے معانی بھی قرآنِ کریم میں مانتا گزرنے یا سر ہکا دینے کے نہیں، بلکہ اس سے مقصود تکلیفِ اطاعت اور صرف اطاعت ہی۔ اگرچہ مانتا گزرائیں اس کا ایک جز ہو سکتا ہے۔ مطیع شخص ممکن ہے اپنی اطاعت کے جوش میں مانتا بھی گزرتے مگر یہی مانتا گزرتے والا لازماً مطیع نہیں ہوتا۔ سورہ الرحمٰن میں ہے: وَالْجَنَّةُ وَالْجَنَّةُ يَسْجُدُونَ (۵۵: ۶)، اور ستارے اور درخت سجدہ کر رہے ہیں۔ یعنی احکامِ خدا کی اطاعت میں مصروف ہیں۔ ظاہری سجدہ مراد نہیں اور نہ ہو رہا ہے۔ سورہ نحل میں ہے: وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ۔ (۲۹: ۱۶)، اور جو کچھ آسمان و زمین میں چلنے والی شے ہو خدا کے آگے سجدہ کر رہی ہے۔ یعنی اس کے قانون کی مطیع ہے۔ علی ہذا القیاس (۱۵: ۱۱۳) اور (۱۸: ۲۲) میں بھی مضمون ہے۔ سورہ آل عمران میں اہل کتاب کے متعلق کہا ہے: يَتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اَتَاٰهُ الْيَتِيْل وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ (۳: ۱۱۳)، ”یعنی راست کے اوقات میں احکامِ خدا کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں۔“ حالانکہ زمین پر مانتا گزرائیں کا طریق نما نہ تھا اور آج بھی نہیں۔ سورہ اعراف کے اخیر میں ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَجِیْبُوْنَ لَهُ وَلَٰكِن يَسْجُدُوْنَ (۲۰۶: ۱۷)۔ یہاں عبادت اور تسبیح اور سجدے کا وہی لغوی تکرار ہے، اور لفظوں میں تفریق کر دی ہے مگر ظاہر ہے کہ ان کے یہ معانی نہیں ہو سکتے جو آجکل لوگوں نے ان الفاظ سے لیے ہیں۔ کیونکہ مذکور ان کا ہے جو اس رُوسے زمین پر نہیں ہیں اور عالم ارواح میں بس رہے ہیں۔ سورہ نجم میں ہے: فَاسْجُدْ وَاقْبُدْ (۲۰: ۵۳)، یہاں بھی سجدہ اور عبادت کو لفظوں میں الگ کر دیا ہے اگرچہ تکلیف ہی اطاعت کا ہے۔ سجدے کا لفظ کلامِ الہی میں صرف وجہ ظاہری مانتا گزرنے کے معنی میں آیا ہے۔ ایک سورہ نحل میں ملکہ تسبیح کے متعلق: وَجَدْتُمْهَا سَاجِدَةً وَنَسِیَتْ اَنْ تَقْرٰنَ لِلْحَمْدِ لِلّٰهِ (۲۴: ۲۵)، یعنی وہ اور اس کی قوم خدا کو چہرہ کر سوجھ کر سجدہ کرتے تھے۔ اور دوسری سورہ نجم سجدہ میں: لَا تَسْجُدْ لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدْ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (۲۵: ۲۷)، مگر ان دونوں موقعوں پر صرف ایک واقعہ الامکان ظاہر ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں یعنی لوگ سوجھ کر آگے مانتا گزرتے تھے یا عیث فعل جو ترک کرتے ہو نہ کیا کرو۔ آیت (۲۷: ۲۷) سے تَسْجُدُوا اور تَعْبُدُوا کا الفاظ میں الگ ہونا بھی ظاہر ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اگر تم فی حقیقت خدا ہی کے غلام ہو، اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ، اگر ان کے احکام کی تعمیل کر رہے ہو (اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ)، اگر اسی کے مطیع اور اسی کے حلقہ بگوش بنے ہو (اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ)، تو اس ظاہری سجدہ کو بھی جو شمس و قمر کے آگے کرتے ہو، چھوڑ دو، کہ یہ بھی کیفِ عبودیت کے منافی ہے۔ یہ رسم بھی خدا ہی کے آگے ادا کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ گویا خدا نے عروقل کے نزدیک ملازمت ایک آقا کی جنتیا کرنا اور سلام سلام دوسرے کو کرنا ایک لالچنی سی بات ہے۔ اگرچہ ایک شخص کے ظاہر سوجھ کر سجدہ کرنے اور درپردہ عابدِ خدا ہونے کے استثنائی امکان کو یہاں پر پیش ہی نہیں کیا گیا بلکہ اسکو اشارۃً تسلیم کیا گیا ہے۔

”لوگوں کا لفظ بھی جیسے معانی اصطلاحاً آج نمازیں گھنٹوں پر یا تھ رکھ کر بچنے کے ہیں، قرآن میں ان مسنوں میں نہیں آیا۔ اس کا قرآنی مقصود بھی اطاعت اور تعمیلِ احکامِ الہی ہے۔ سورہ مائدہ میں ہے: اِسْمَاعٰلَہٗ لَیْلَہٗ لَیْلَہٗ لَیْلَہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یَقِیْمُوْنَ الصَّلٰتَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰتَ وَہُمْ رَاکِعُوْنَ (۵: ۵۵) یعنی اے ایمان والو! تمہارا دوست اور مددگار تو خدا ہی ہے (جو تمہیں قوت افزا احکام دے رہا ہے) اور اسکا رسول (جو تمہیں راہِ رست پر لے جا رہا ہے) اور باقی ایمان والے (جو عملاً ایک دوسرے کی مدد کر رہے ہیں)، اور یہ وہ لوگ ہیں جو نماز پر قائم رہتے ہیں، اور قربانی مال کرتے ہیں، اور قانونِ خدا کے آگے عملاً تسلیم خم کرتے ہیں (وہم راکعون)۔ یہ آخری الفاظ تفسیر کی ضرورت کے لیے (معاذ اللہ)

وَاَعْتَصِمُوا بِاللّٰهِ کہ رب العرش کی مقتدر حکومت دلوں کی ریسوں، عزائم کے رہنڈروں، اور اعمال کی شاہراہوں پر یکسر قائم ہو گئی تھی! سب عمل اُسی کے لیے وقف تھے، سب جدوجہد اُسی کی خاطر

م. وَاَعْتَصِمُوا بِاللّٰهِ کے یہی معانی ہیں کہ ہم دایم دیکھ رہے ہیں کہ اس عمل تعلق خدا سے قائم کرو۔ یعنی جس طرح کسی دنیاوی آقا سے غرضمندی اعتصام پیدا کرتی ہے اُن طرح بلکہ اس سے زیادہ اس احکام الحاکمین سے اعتصام پیدا کرو۔ اسی کیفِ عبودیت کو متن کتاب میں ”الحافی رنگ“ کے الفاظ میں ظاہر کیا گیا ہے۔

(تبیح تحت اہم ص ۱۰۷) نہیں بڑھائے، اور نہ یہ ایک ہیودہ تصور ہے، بلکہ اللہ کے بندہ کی ہے اور جس میں رکوع لا محالہ شامل ہے بلکہ ”الکون“ کے اصلی معنی بھی اطاعت احکامِ خدا ہی تھے یا کم از کم کلامِ الہی کی اصطلاح میں یہ تھے۔ ”رکوع“ بمعنی رکن نماز بعد میں لوگوں نے وضع کیا اور زبانِ زعمام اس قدر ہوا کہ اصلی معانی مٹ گئے۔ اب انسانی لغت اُس حقیقت کو منکشف کرنے سے عاجز رہی جیسا کہ ہم نے صفحہ ۹۱-۹۲ کے تحت اہم میں دعویٰ کیا ہے یہی بات: ”وَاَقِمْ الصَّلٰوةَ وَالْاِذَا كُنْتَ الرَّكْعَةَ وَالْاِذَا كُنْتَ الرَّكْعَةَ“ (۱۲: ۳۳) سے ظاہر ہے۔ یعنی ”الصَّلٰوة“ پر قائم رہو اور ”الرَّكْعَةُ“ کو دیکھو، اور سب اہم یہ امر کہ ”قانونِ خدا کو تسلیم کرنے والوں کے ساتھ تم بھی تسلیمِ ختم کرو“ سورہٴ مہلت میں مزید وضاحت کے ساتھ ہے: ”وَاِذَا قِيلَ لَهُمْ اذْكُرُوا الَّذِي كُنْتُمْ تُعْبَدُونَ“ ”وَقُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَعْبُدُوا شَيْئًا سِوَ اللَّهِ“ (۲۸: ۲۸-۲۹) اور یہ وہ لوگ تھے کہ جب ان کو کہا جاتا ہے کہ قانونِ خدا کے آگے ہٹ کر جاؤ تو اس کی تعمیل کرنے سے کترتے ہیں۔ تو لوگو! اُس دن ان جھٹلانے والوں کے حال پر افسوس ہے! گویا رکوع ”تسلیم“ نہ کرنا تکذیبِ پیغامِ رسل ہے۔

ان تمام آیات الہی سے جو قرآن سے جستہ جستہ لے لی گئی ہیں، ثابت ہو کہ قرآن کی لغت میں ”رکوع“ ”سجود“ ”عبادت“، ”تسبیح“ وغیرہ وغیرہ اطاعتِ خدا کے قلبی کیفیت کے مختلف مراحل اور مظاہر ہیں جس کا نتیجہ احکامِ الہی کی تعمیل ہی ہے، اس سے کتر کچھ نہیں، کوئی شخص صرف نماز کی رکعتوں کو سدا ادا کر کے یا تسبیح کے منکوں کو پیہر کر عبادتِ خدا نہیں بن سکتا، اگرچہ جو شخص فی الحقیقت اطاعت گزار ہے اُس کے لیے ان عبادات کو کیفیتِ دل اور وقتِ قلب کے ساتھ ادا کرنا اسی طرح طبعی ہے جس طرح کہ ایک غلام کا آقا کی شانہ روزِ خدمت کے ساتھ ساتھ سلام کرنا، یا احبابِ اہلِ حمد و ستائش کرنا بھی ایک لازمی فعل ہے۔ پس یہ احکامِ خدا کی شانہ روزِ تعمیل کرنا ہی سچی عبادت ہی، اور اسی نقطہ نظر سے کسی کی عبادت کرنا فی الحقیقت اُس کی ملازمت اور تعبدِ خستیا کرنا ہی ہے۔ اسے ماسوا کچھ نہیں، عبادت کے یہ معانی کلامِ الہی کے قریب قریب ہر ورق پر ثبت ہیں اور اصل کتاب میں اس کی بیسیوں مثالیں آگے چلے گئی ہیں۔ سرورِ دو تین مثالیں اور پیش کر دی جاتی ہیں جسے حقیقت اور بھی عیاں ہو جاتی ہے۔ سورہٴ انبیاء میں ہے:

وَجَعَلْنَاهُمْ اُمَّةً يَّهْدِيْكُمْ فَاَكْمُرْهُمْ اَنۡذَارًا وَاجْعَلْنَا الْاِيۡمَةَ فَعَلِ الْخَيْرَاتِ وَالْاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَآتٰنَا الزَّكٰوةَ وَكَانُوا لَنَا عٰبِدِيۡنَ (۳۱: ۲۳)

اور لوگو! ہم نے آپ کو ہدایت کرنے کے لیے ایک امت بنایا، اور ان کی رہنمائی ہمارے قانون (یا حکم) کے کرتے رہے، اور ہم نے ان کی طرف ایک اور مفید جماعت کا مومن (الْخَيْرَات) کے کرنے کی وحی بھی، اُن کو حکم دیا کہ الصَّلٰوة پر قائم رہیں، الزَّكٰوة کو دیتے رہیں۔ اور وہ

لوگ تو نماز گزار یا اُن پر نوافل ہی نہ تھے بلکہ جنگ سے ہمارے اطاعت گزار بندے اور غلام بنے رہے (وَكَاۡنُوا لَنَا عٰبِدِيۡنَ)۔ (باقی)

ع. اکثر شاہین کلامِ الہی نے ”وَاَعْتَصِمُوا بِاللّٰهِ“ کے الفاظ سے باجماعت نماز کا حکم مستنبط کیا ہے اور اس لحاظ سے رکوع کے معنی اسلامی نماز کے متعارف رکن کے لیے ہیں، نماز کے باجماعت ادا کرنے کے وجہ ازوم کے شخص کو احکام نہیں ہو سکتا جیسا کہ آگے چلے صفحہ ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳

گیا اور اسے قرآن عابد وہ شخص ہے جسکی ہیبت کدائی ہمیشہ وہ موجود رہے ہے پیشتر بنی اسرائیل کی فرعون کے ماتحت رہ کر تھی یا جو کشتہ مشرقی اقوام کی یورپ کے دست تسلط سے آجکل ہے۔ بنی اسرائیل کے مظلوم فرعون کے حملات کی تعمیر کے ضمن میں ہزاروں من تھپتھپے لیسے ہونے پھکڑوں میں اٹنے جاتے تھے، اُن کی آنسو بھی گاڑیاں ملیں تک ہانپ ہانپ کر کھینچتے تھے، اُن کی بیگمات کو پالکیوں میں اٹھا پھرتے تھے، اُن کے سروں چھپتے سریاں لگائے دم جو دھپلے جاتے تھے، اُن کی سواریوں کے ساتھ ساتھ دوڑتے تھے، پناؤں میں شانہ روزِ شفت سازی اور گھوڑوں میں بھوجو جس میں کرنا ان کا آبائی پیشہ تھا، چمڑے کے گندھے ہونے لگے اُن کے بدنوں کو لہو لہان کر دیتے تھے، وہ ان کی ضرب سے سرکوں اور چہرا ہلکا پر بے ہوش و حواس گر پڑتے۔ لیکن بادشاہت کے رعب جلال کے آگے اُن تک نہ کر سکتے تھے۔ لیکن جیتھڑوں سے چونک سکیں ہونے تھے اور سکنت کے سیاہ کیے ہونے بدن، فرعون کی عبادت اور طاغوت کی غلامی، حکم شاہ اور تعبد گدگدائی، نفی بشر اور قہر خدا کی وہ عبرت انگیز شادائیں تھیں جو ہر صاحبِ نظر کو کپکپا دیتی تھیں۔ اس تعبد میں صدیوں کی عادت اور رواج کے باعث اس قدر عجیب نہایت تھے کہ اس خستہ در قوم کی خدمت میں دن رات لگے نہ اُن کی نظروں میں عین سعادت تھا۔ فرعون مصر اُن کو بلالہ کر کچر اپنے آگے آتا تھا انیں گر گڑا آتا تھا۔ اور نہ منہ سے رسوا اپنے آپ کو خدا کا کرتا تھا بلکہ یہی تلقین اور تعبد اور وہ جبری عبادت تھی جو ہر سرسبی سجدہ میں اور زبانی دعویٰ سے بڑھ کر تھی۔ اسی کے ضمن میں حسبِ موقع ماتھے بھی گر گئے جایا کرتے تھے۔ بتیں اور شادائیں بھی ہوا کرتی تھیں جیسے فرعون بن جاتی تھیں، آرام کی پروا نہ رہتی تھی، جان کو جو کچھ میں ڈال کر قافلوں کو خوش کیا جاتا تھا۔ یہی طرزِ عمل ہمیشہ آج ہر شرفی قوم کا

۱۰ لگا لگا ہونے کا عمل ہے۔ ہر روز صبح سے شام تک اس کی خدمت میں لگے رہتے تھے سجدہ کا رواج۔

الْمُسَوَّلُ شَهِيدًا عَلَيْكَ) نے عالم ارواح کے شاہد مہربان پر سے نقاب الٹ کر خدا اور بندوں کے درمیان آقائی اور غلامی، حاکمی اور محکومی، حسن و عشق کے انداز پیدا کر دیے تھے! (هُوَ مَوْلَاكَ)

۱۵ دیکھو (۷۸:۲۲) صفحہ ۱۰۵۔ ۱۶ ایضاً صفحہ ۱۰۵۔

(تفسیر تحت اہل صفحہ ۱۰۹) شیوہ عبادت ہے، اور جس فرد یا قوم کے طریق عمل میں خدا سے زمین و آسمان کے بارے میں یہی شیوہ عبادت اور یہی انداز عشق ظاہر ہو وہ "اعْبُدُوا اللَّهَ" (۷۷:۲۲) کے الفاظ کا صحیح مصداق ہو سکتی ہے۔ عبادت کے اسی انداز عمل کو پیش نظر رکھ کر اصل کتاب کی زیر بحث آیت (یعنی ۷۷:۲۲) کے بعد "وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ" کے الفاظ آئے ہیں۔ یعنی "اس رب زمین و آسمان کی خدمت اور اعلا میں وہ وہ کوششیں، وہ وہ حکم واریاں، وہ وہ ایثار اور تکلیفیں اٹھاؤ جو اتنے بڑے آقا کے شاہان شان ہوں!" عبادت کا یہی مفہوم آیہ "وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَكُونَ شَأْنُ اللَّهِ" (۱۰۶:۳۹) میں جو صاحب نظر یہاں ہے۔ اب سوال صرف یہ رہتا ہے کہ اگر عبادت یہ ہے تو رکوع و سجود، یعنی "الْكُفْلُ وَالْجِدُّ" (۷۷:۲۲) کے الفاظ کا صحیح مفہوم کیا ہے۔ اسکی تشریح بھی نبی اسرائیل کی عبادت کی تحویل بالا تفصیل میں ضمناً ہو گئی ہے مگر فرما زیادہ وضاحت پیش نظر ہے۔ بغرض مندی اور احتیاج، شوق انعام اور خوف سزا ہی وہ چیزیں ہیں جو ہر عبادت کی محرک اول ہیں۔ انہی کے ہوتے اطاعت خود بخود پیدا ہو جاتی ہے، اطاعت کے ساتھ ساتھ رکوع و سجود کا پیدائش بھی لازمی امر ہے۔ جب تک کسی نعم کے انعام کی امید لگی ہے یا اسکی سزا کا خوف باقی ہو، اس کے آگے بڑھتے رہنا، اس کے پاؤں پڑنا، اسکی خوشامد اور اطاعت کرنا قطعی ہے۔ یہی رکوع و سجود کا سچا کیفیت حال ہے۔ اور اسی نقطہ نظر سے رکوع و سجود اسلامی نماز کا جزو لاینفک بھی ہے۔ یہم و امید کا وجود عبادت، یعنی تعلق اور ملازمت از خود پیدا کر دیتا ہے۔ اور اسی عبادت کا ایک ادنیٰ جز رکوع و سجود ہے۔ لیکن نماز میں رسماً ہاتھ باندھ لینا یا گھٹنوں کے بل گر پڑنا نہ عبادت جو نہ رکوع۔ جب تک خوف رہا کا بھی تعلق اصل اتنا موجود نہ ہو اور اگر ذہن رسماً نہیں بلکہ عملاً بلکہ حیرت خدا کے آگے ٹھکیں۔ اسی کیفیت کو پیش نظر رکھ کر سورہ انبیاء میں ہے: "وَيَذَرُونَا ذُكُلًا وَرَهَبًا" (۹۰:۲۱) یعنی وہ لوگ ہمیں ہم درجہ سے بلا کر تھکے تھے اور اسی لیے ہماری مدد گاہ میں عاجز بن کر آتے تھے۔ "قَوْلُ الْغُلَامِ الْكَافِرِ" (۱۰۶:۳۹) اور یہی ایمان کا جزو لاینفک ہے۔ یا "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا" کے خطاب سے ظاہر ہے۔ کتاب کے عربی دیباچے میں نے نقطہ عبادت سے جا بجا اسکا یہی علمی مفہوم ملا دیا ہے۔

عبادت خدا کے صحیح معانی آج یہاں تک سب سے ہو چکے ہیں کہ دنیا کا کوئی ایک مذہب بھی اس کے اصلی یا خدائی مفہوم پر عمل کرتا ہوا نظر نہیں آتا۔ نہیں بلکہ جعفر کوئی مذہب قدیم تر ہے اسقدر اسکی عبادت، ایک لفظی اور رسمی، بے نتیجہ اور بے معنی شے بن گئی ہے حتیٰ کہ کسی نماز کے بقیہ آثار بھی مروت کے باعث قطعاً بے حقیقت اور مفہم خیر بن گئے ہیں۔ وحشی اقوام میں جگہ مذہبی محسوسات متہون اقوام کے معتقدات باقیہ سے نسبت قدیم تر ہیں، نماز، عبادت، کا کوئی مستقل تخیل حتماً باقی نہیں رہا۔ افریقہ اور آسٹریلیا کی بعض وحشی قومیں بظاہر اس گٹھے سے متشنی نظر آتی ہیں مگر ان میں بھی نماز کا تخیل کسی مٹی کے بت کے گردا گرد ناپھنچا، یا با آواز بلند نام پکارنے تک محدود ہو کر جو خدمت جن عبادت کے خیال سے قبروں کے اندر لگ جانا اور پانی، میوے، اور مٹیوں کے چڑھاؤ سے چڑھانا بھی کہیں کہیں مروج ہو۔ ہندوؤں میں عبادت خدا کسی دیوی کی سورتی پر پہول چڑھانے یا خوراک اور مال کی قربانیاں کر کے ستر اور فہر نماز کا تخیل اس کے ہاں چھوٹا بگڑتے صرف اشتنان کرنے، تشنگ لگانے، اٹھا ٹھیکنے، ہاتھ جوڑنے اور مندروں کے اندر گھسنے بجائے تکہ گیا ہے۔ بد مذہب، جسکی عبادت اور صلہ کے تخیل میں آج کوئی مابہ الامتیاز قائم نہیں رہا۔ اور جو کسی زمانے میں آریہیت کی اصلاح کے لیے آیا تھا، اسی انقلاب کا شکار ہو چکا ہے۔ اسکی نماز آج صرف ایک چرخ کے گھمانے پر ختم ہے! جعفر چکر چرخ کو دینے جاتے ہیں اسقدر زیادہ موثر یا بہتر نماز ہو جاتی ہے جتنی کہ بڑے بڑے ہیکلوں میں اس چرخ عظیم کو گھمانے کے لیے آبی کلیں اور پرن چکیاں استعمال ہوتی ہیں! خود عرب اور انالی تکہ کا قدیم

دلوں میں ارادت کے اُسی کارکن جوش کی خوش آئند غلش، اور سینوں میں تعلق کے اُسی غرضمند شوق کی دل آویز لگن راکرتی تھی۔ مومنوں کے توجہ طلب اور رشک آشنا قلوب میں، شاہدِ نشانی

(بقیہ تحت المثنیٰ صفحہ ۱۱۰) ابراہیمی مذہب خدائے ذوالجلال کی علی عہودیت اور اس کے احکام کی مفسر و شانہ اطاعت سے ہٹتے ہٹتے اس قدر لغو اور بے معنی شے بن گیا تھا کہ خانہ کعبہ کی نماز صرف سیٹیاں اور تالیاں بجانا ہو گئی تھی۔ سورۃ انفال میں وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْكِبْتِ وَالْمُكَاذِبِ وَلَا تُصَلِّي لَهُ فَنُفُّوا الْعَنْ اَبِیہَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ (۳۵: ۸) کا اشارہ اسی لابیٰ نماز کی طرف ہے اور بصراحت تمام کہ وہ یہاں کہ نماز کی ابراہیمی کیفیت کو نسخ کر دینا کفر اور ہلاکت کے مترادف تھا۔ یہود و نصاریٰ کے مذہبی حلقوں میں عبادت اور نماز اصلاً اور عملاً ایک ہی شے سمجھی جاتی ہیں، اور زیادہ تر گنہگار، ارغنون بجانے، یا حد سے حد وعظ سننے اور تسبیح پیرنے، یا ذرا تھکے ہوئے کے توجہ کی رواں تلاوت کرنے پر مشتمل ہیں۔ اگرچہ عبادت یعنی خدمتِ خدا کا اظہار بیکیوں اور کلیساؤں میں خوشبودار چیزیں جلاکار، شمعوں کو قربانگاہ کے گرد اگر روشن کر کے، یا اسقفوں کی مقرر کردہ رسوم کو بصحت تمام ادا کر کے کر دیا جاتا ہو۔ اسلام کے اندر اگرچہ نماز کی ظاہری شکل و صورت میں اس کے جدید ترین مذہب ہونے کے باعث (فرقہ بند لوگوں کے جزوی اختلاف سے قطع نظر) قابل ذکر تبدیلی پذیر نہیں ہوئی مگر اس کے مقاصد و اغراض اس قدر نسبتاً مندرجہ ہو چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اب صرف ایک رسمی اٹھک بیٹھک کا نام رہ گیا ہے جو ہر نماز گزار کو تبتاً صحت اور التزام سے ادا کر دینا ہے اور سب کو خدمتِ خدا کا جزو عظیم شمار کرتا ہے۔ گویا جہاں خدمتِ نفس اور عبادتِ حکام، تعلق اولاد اور تعبد مالِ جاہ میں دن رات ایک کر دیئے جاتے ہیں وہاں خدمتِ خدا کے لیے ہی دو ایک سحر سے کر دینا کا عظیم اور بارگراں، بن چکا ہے جو ہم و رہا کا تکلیف دلوں سے محروم ہو کر خدا پر احسانِ مستنان کی صورت پیدا کر گیا ہے۔ ارضی حاکموں اور نفسانی تہوں کی عملی عبادت و مگر وہ خدا میں شیعہ کو حتمتِ نابینا کر چکی ہے، اور اسی لیے یہ پچھو قہ بیگناہوں کا ہی مسلوم ہو رہی ہے۔ لیکن جب خوف کے سختی، اور رجا کے سزاوار ارضی خدا بن چکے ہوں تو رب زمین و آسمان سے استعانت کی ضرورت کیوں باقی رہے اور تپا خشوع و خضوع کیوں پیدا ہوا سو فہرہ میں؟

وَأَسْتَغِيثُ بِالضُّعْفَى وَالضُّعْفَى وَالضُّعْفَى وَالضُّعْفَى وَالضُّعْفَى وَالضُّعْفَى وَالضُّعْفَى وَالضُّعْفَى وَالضُّعْفَى وَالضُّعْفَى (۲۵: ۱۲)

اور لوگو! اپنی مشکلات اور مصائب کا مقابلہ کرنے کے لیے استقلال سے طلبِ عانت کیا کرو اور ساتھ ساتھ نماز میں کھڑے ہو کر خدائے حضور میں بھی گڑگڑاؤ کہ اصلی حلال مشکلات اور سببِ الاسباب ہی ہے اور یہ نماز تو ان لوگوں کے سوا جن کا تمام تعلق ہم سے وابستہ ہو چکا ہے (الخضیعین) جن کا سبب ہم و جاہم ہی ہے (الخضیعین) دیکھو آیت (۹۰: ۱۲) جو اوپر گزری چکی ہے جو ہم ہی کو تسلیم اور ہم ہی کو سنبھال قرار دیتے ہیں اور اسی لیے ہمارے ہی آگے عاجزیاں کرتے ہیں (الخضیعین)، باقی سب کے نزدیک ایک بیگاری بیگاری ہے!

اسلامی مذہبی حلقوں میں نماز اب صرف الفاظ کو صحت اور خوش الحانی سے دہرانے کا نام رہ گیا ہے، مطالب سے کوئی غرض یا بحث باقی نہیں رہی، پیش امام کی ساری توجہ اسی میں ہے کہ قرأت درست ہو، صفیں سیدھی ہوں، ارکان صحیح طور پر ادا ہوں، قرآن کا کوئی بحرِ احب حال یا نا حسب حال ہر قسم میں چلا دیا جائے وغیرہ وغیرہ۔ مقتدی کا کٹھن تمام بھی انہی سطحی باتوں میں صرف ہوتا ہے۔ اسی لیے نماز کے ادا کرنے میں ایک تکلیف اور آدرد پیدا ہو گئی ہے جو اسکی اصلی غایت بلکہ صورت کو بھی آہستہ آہستہ نسخ کر رہی ہے۔ اور کچھ عجیب نہیں کہ آئندہ ہزاروں ہزار برس بلکہ اس سے بھی کم مدت میں اسلامی نماز اہل چین کے چرخ کی مانند ٹھکڑا گیسٹر بن جائے۔ اور جس طرح آج کسی سے قرآن اور روئے دین کو کر یا بالواسطہ روضہ رکھو اگر ثواب حاصل کرنا مرسوم ہو گیا ہے اسی طرح رفتہ رفتہ نماز کو ادا کرنے والے پیشہ ور صاحب بھی مقرر ہو جائیں جو آج کے خیال سے، اسکو کئی بنیادی تر کیسے جلد جلد ادا کرنے کی کوئی آسان سہیل نکال لیں۔ اب بھی موسیقی عنصر اور نظریاتی اسلوب نماز میں قدر نمایاں ہو چکا ہے کہ جہاں کسی ادنیٰ سے ادنیٰ دنیاوی حاکم کے دربارہ کا روم خشک ہو جاتا ہے، ملاقات سے پہلے ہونٹوں پر پھٹپھٹاں جم جاتی ہیں، بدن میں کپکپیاں اور چہروں پر زردی چھا جاتی ہے، اور فطر عجب کے مارے منہ سے الفاظ تک نہیں نکلتے، وہاں مالک میں آسمان

نگاہوں کی غلط اندازیاں، اور لب جان بخش کے بستم کی غیر نوازیاں خلجان عظیم پیدا کر دیتی تھیں! وہ خدا کی دامن درازی کے بالمقابل اپنے دست نارسا کو دیکھ کر اور بھی سعی و عمل کرتے اور انتخاب خدا کا

(بقیہ تحت المثنیٰ صفحہ ۱۱۱) اور خالق شمس و قمر کے حضور میں جا کر ترمیم پیدا ہو جاتا ہے! پروانک نہیں رہتی کہ کس کی جانب میں کھڑے ہیں، کیا مانگ رہے ہیں، کیوں مانگ رہے ہیں، کیوں گھٹنوں کے بل گر رہے ہیں، کیوں سجدے کر رہے ہیں، کیوں ٹھوڑیاں گر رہے ہیں۔ پیش امام کا سارا روبرو ہمیں صرف ہوتا ہے کہ نماز بلند سے بلند آواز میں ادا ہو، مقتدی سب کے سب اس کے ترمیم کو سن سکیں اور سجدے سے بے اختیار واہ واہ کرتے نکل جائیں۔ سورۃ نبی اسرئیل میں ایک الہی ارشاد ہو جو بجائے خود اس امر کی دلیل ہے کہ آجکل کی ترمیم دلی نازقون اولیٰ کی نماز نہیں ہے۔

قُلْ ادْعُوا اللّٰهَ اَوْ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيُّمَا مَّا دَعَا فَاِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝۱۱۰ وَلَا تَقْفُ مَا يَخْفَا مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ ذٰلِكَ سَيَبْلُوْهُ ۝۱۱۱

اے محمد! ان مجاز میں نہ کہہ دو کہ خدا کو اللہ کہہ کر گزراؤ یا الرحمن کہہ کر بلبلانا ہو جن نام سے بھی پکارو گے تو اسے سننا چھوٹا ہے۔ اس کے مقصد صرف کیف دل ہے، باطنی عرف ہے، اس کی جانب میں بھی عاجزی ہے، دل کو بلا دینے والا خشوع و خضوع ہے، اور پراس خضوع و خضوع کے بعد باقی اوقات میں کیف طاعت ہے۔ اس کے لئے نام کی کوئی تخصیص نہیں اور نہ نام لے کر پکارنے سے تمہارے حال دل کی تصدیق ہو سکتی ہے۔ ہاں البتہ اپنی نماز میں ان ظاہری ادب ضروریوں کو کہ اس کو چلا کر مت پڑھو اور اس کا کل چکے ہو کر پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں بلکہ ان دونوں کے بیچ بیچ ایک متوسط طریقہ اختیار کر لو جانے رہو کہ تم کس کے حضور میں کھڑے ہو، اور وہ کتنا بڑا بادشاہ ہے۔ یہ ظاہری ادب بھی کیف ل پیدا کرنے کے لئے ازلی ضروری ہے۔ اگرچہ خدا سب باتوں سے بے نیاز ہے۔

نماز کے موجودہ رنگ سے صرف نظر کر کے ہر اگر دوسری مرسوم عبادت کی کتنی وسعت کی طرف نظر دوڑائی جائے تو لامحالہ کہنا پڑتا ہے کہ انکی غرض غایت میں بھی مودت کے باعث بے انتہا تصرف ہو چکا ہے۔ صوم، زکوٰۃ، حج وغیرہ وغیرہ سب کے سب معنادار چکے ہیں۔ تسبیح کا تخیل مسلمانوں نے قطعاً نصرا نہیں اور یہودی راہبوں سے لیا ہے۔ اگرچہ تسبیح ہندوؤں اور بدھ کے معتقدوں میں بھی مدت مدید سے جاری ہے۔ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تمام عمر میں تسبیح کا استعمال کبھی نہیں کیا، اور اگرچہ عبادت خدا کا یہ مضحکہ انگیز ہتھیار اپنے ضرور کہیں کہیں دیکھا ہوگا مگر اس کے ہتھمال کے متعلق آپ کے ارشاد کا ایک حرف کہیں موجود نہیں۔ اسوۂ حسنہ پر چلنے والے مسلمانوں نے آج زہر و انفاکا تمام ساز و سامان اپنی چار گروہ دھاگے کے اندر دیکھ لیا ہے، اور اس خدا عظیم کے کپکپا دینے والے اسما، کو دہرا دہرا کر کے تسبیح اور بے اثر کر دینا اس قدر آسان سمجھ لیا ہے کہ ہر کسناکس اس کو ہاتھ میں رکھ کر مسلمان ہونے کی سند حاصل کر لیتا ہے اگرچہ درپردہ وہ قوم کی بیخ کنی کے منصوبے سے سچ سچ کراہت کو تباہی کے کنارے پر لگاتا ہو۔ مگر یہ نازک موضوع اس قابل نہیں کہ کتاب کے ابتدائی حصے میں اس کے الزوا علیہ پر دل بحث کی جائے۔

محمّد بالا بحث و تجویز سے کم از کم یہ ظاہر ہے کہ اسلام میں عبادت کے معانی احکام خدا کی پیروی میں کرنا ہی ہے کوئی انسان کی بنائی ہوئی انت اسکے صحیح مفہوم کو ختم ادا نہیں کر سکتی۔ اور بطور کسی آفاقی ملازمت میں وقت کی تخصیص نہیں ہوتی اس طرح عبادت بھی وقت سے ختم بے نیاز ہے۔ البتہ صرف ایک پنجوقتہ حاضری اور سلام سلام ہے جو ہر وفادار اور حکمران مسلمان و مطیع غلام کے لئے روزانہ خدمت کے بعد ضروری ہے لیکن سچا خود عبادت نہیں۔ اسی لئے قرآن میں بار بار صلوات کے لفظ کو عبادت علمیہ کر دیا ہے۔ اور اسی تعبد کا اقرار نماز میں تھ باندھ کر ہوتا ہے: اِنَّكَ تَعْبُدُ رَبَّكَ تَعْبُدُ ۝۱۱۲ یعنی اے خدا! ہم تیرے ہی غلام نہیں گے اور تجھ ہی سے مشکلات میں مدد مانگیں گے۔ اور تَعْبُدُ کے معانی تمہاری ہی نماز پڑھتے ہیں۔ اے نبی! بے معنی ہے کیونکہ نماز تو کسی کی پڑھی جا رہی ہے ہر اس کا اقرار ہے کہ خدا کی خدمت صرف یہی ہے کہ اس کے بتائے ہوئے احکام ماننے جائیں۔ اس سے زیادہ یا کم کچھ نہیں۔ آگے چل کر اصل کتاب میں بتایا جائیگا کہ یہ فرماں برداری بھی انسان کے اپنے ہی فسخ کے لئے ہے، خدا اس مدت سے قطعاً بے نیاز ہے۔ گویا یہ خدمت بھی عجب خدمت ہے جو غلام کی اپنی ہی بہتری کے لئے ہے۔

(باقی)

حق ادا کرنے میں کچھ کسر اٹھانہ رکھتے، (هُوَ لِحَبْلِكَ) تسلیم اُن کا واحد شیوہ عمل، اور اطاعت اُن کا اہم طریقہ کار تھا، (هُوَ يَتَكَبَّرُ الْمُتَكَبِّرِينَ) بڑی سے بڑی مصیبت اور مشکل سے مشکل خدمت اُن کے چہرے پر ملال اور ماتھوں پر بل نہ آنے دیتی (وَمَا جَعَلَ عَلَيْكَ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ)۔ منعم بے مثال کے یہ خوشدل مزدور، اور ملت ابراہیم کے یہ سچے پیرو، اپنی بہتری اور فلاح کی خاطر پسندیدہ خدا کاموں کی طرف لپک لپک کر پونچتے اور ایک عالم کو خوش رہنا کر دیتے، (وَأَفْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ) خدا سے بے نیازی جناب میں اُنکے رکوع و سجود کسی غمزدہ اور بے لواء انسان کی نگاہ عاطفت کی پیہم دعا، اور بے محابا کرم کے سوا بن بن کر ظاہر ہوتے تھے نمازوں اور عاؤں میں اُنکے قمے اور قعدے ہول جاہ اور عجب جلال کی مضبوط حرکات، اور عجب بے بسی کے ترخم انگیز اور اضطرابی اعمال بن گئے تھے! بارگاہِ خدا میں اُنکا دست

۱۰۵ دیکھو (۷۸: ۲۲) صفحہ ۱۰۵۔ ۱۰۵ ایضاً صفحہ ۱۰۵۔ ۱۰۵ ایضاً صفحہ ۱۰۵۔ ۱۰۵ دیکھو (۷۸: ۲۲) صفحہ ۱۰۵۔

(تجوید تحت اُن صفحہ ۱۱۲) عبادت کا یہ اصل اور بنیادی مفہوم سر کے مشہور لفظ سیوا (خدمت) اور انگریزی کی کلیسیائی اصطلاح سروس (ملازمت) سے ظاہر ہو گیا۔ آج کوئی شخص انکو ان معانی میں نہیں لیتا۔

متذکرہ صدر بحث و تخیص سے بہرہ ور یہ ظاہر ہے کہ اذکذا، اور انجھن ذوا، اور انجھن ذوا، کے الفاظ قرآن حکیم میں اپنے اصلی معانی استعمال ہوئے ہیں، ان سے مقصود خدا کی ملازمت، عینہ انہی معنوں میں اختیار کرنا ہے جن معنوں میں کسی نبیادی حاکم کا تعبد اختیار کیا جاتا ہے، اسی سلام سلام اور بچوتہ نماز اس ملازمت کا صرف ایک جزو خفیف ہو۔ اس طاہری کا حصہ عظمیٰ عمل ہو، اطاعت احکام خدا ہے، تسلیم و انقیاد ہے، جاکھن ذوا فی اللہ حق چھا کر ہے۔ اس کے سوا ختم کچھ نہیں۔ جو سطحی خلاف عبادت کے صحیح مفہوم پر انسان کی سہل پسندی اور کاجوری کے باعث لپک گیا ہے خود لوگوں نے ذالہ ہے، قرآن کے محفوظ اور ناقابل بدل کلام کو اس سے کچھ سلاہیں عبادت کے معانی خود کلام کے اندر موجود معنوں میں کوئی لغت انکو ابلا بادتک بدل نہیں سکتی قرآن میں جہاں عبادت کا لفظ دلف ہوا ہو اسکی آئی غرض نیت یہی جیسا کہ تیرہ اولیٰ میں ظاہر ہو گا۔ اگرچہ شارحین قرآن نے عام طور پر اس غرض ففر سے کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ خدا سے مسلمانوں پر دین کے بارے میں کوئی نئی رو نہیں نکلی اور اپنے حسب مطلب معانی پیدا کر کے مسلمانوں کیلئے (اور سب سے پہلے اپنے نفس کیلئے) اسی عمل سے گریز کر کے ایک عمدہ میل بحال ہی لی لیکن اگر ذرا تامل سے کام لیا جائے تو ان الفاظ کے یہ معانی ہرگز نہیں ہو سکتے۔ خود انہی آیات (یعنی ۷۸: ۱۲۲-۷۸: ۱۲۳) اور آیت جو گے چلک پش کر دیجاتی ظاہر ہے کہ ایمان کی شرط خدا کی راہ میں سخت سے سخت مصائب کا سامنا کرنا ہی ہے بات و جاکھن ذوا فی اللہ حق چھا کر ہے (۷۸: ۱۲۲) سے ظاہر ہے۔ یہ خدا کی ایک بکرہ سکتا ہو کہ تمہارے لئے دین اسلام میں ہم نے کوئی ذرا سی بھی نہیں رکھی حالانکہ ایمان کی شرط و جد یہ کہ انکی راہ میں جان تک نہ دین ذکر و میل تمام خطایاں اہل عرب کی طرف سے جو پیش کے رٹنے پر اپنی انتہائی سعی و عمل سے شہمہا علی الناس بن چکے تھے، اور انہی کارکن کو کوئی بات خدا نے فرمائی کہ تم ہی صحیح معنوں میں مسلم ہو، تم ہی خدا کو در حقیقت خدا تسلیم کرتے ہو، تم ہی ابراہیم کے سچے پیرو ہو، تم ہی میری منتخب امت ہو، اور تم ہی خدا کے وہ سچے غلام ہو کہ خدا کا شکل سے شکل اور صبر و دامت صبر اور حکم کو تنگ نہیں کرتا، تم ہی وہ مستقل مزاج اور تکلیف جزار، وہ اولوالعزم اور صابر لوگ ہو کہ خدا کی کوئی خدمت بھی تمہارے ماتھوں پر نہیں پڑے دیتی اعلیٰ کا کہہ اور ان آیات میں جہاں جہاں لفظ کھنڈ ہے ان سب پر مذہب و دوسے خطاب صرف قروں لوئی کے مسلمانوں کی طرف ہو یا ان کی طرف جو ان جیسے کارکن ہیں۔ انہی کے لئے خدا نے انکوئی اور ختم اللہ بھی ہے نہ آجکل کے برائے نام مسلمانوں کا جن کو دردناک نرا نہیں دے رہا ہے!

قیام کسی نیازمند دل کے طبعی اضطراب کی سکوت افزا دھڑک، اور غرضمند انسان کی بے تابی دل کی ادب آموز دیک بن بن کر ظاہر ہوتا تھا رِکَايَةُ الَّذِينَ آمَنُوا لَكُمْ تَوَاتُرًا وَاسْتِجَابَةً۔ اُن کا ایمان ان کے اعمال کا صحیح عکس، اور اُن کے سجدے ان کی اطاعت کی صحیح تصویر تھے! خداوندِ عالم کی یہی وہ سچی عبادت اور وہ ناقابل انکار شہادت تھی جسے ایک اقل قلیل مدت میں اہل عسرب کو روئے زمین کی اُمتوں کا مرکز بنا دیا تھا! (۲: ۱۴۳)۔ عشق و عمل کے اسی نقطہ و جید سے خدائے واحد کی محبت کے آتش افشاں فوارے، اور نورِ ایمان کے آسمان سیرِ شعلے پھوٹ پھوٹ کر ان فِ عالم میں پھیل گئے تھے! یہی وہ برگزیدہ اور منتخب اُمت تھی جس کے دعوئے محبت کو آزمائیکے لیے شاہدِ امتحان طلبے قوم کے ہر فرد پر جہادِ باطنی فرض کر کے مدعی ایمان کی جان کو عشقِ خدا کے سببا کا نہ جرم کا خون بہا تجویز کیا تھا، اور پھر وہ اس علم کو اور نعم لم یزل کی حیرت انگیز حیلہ جوئی اور حکمت آمیز بہانہ طلبی تھی جو اس فسر و شانہ تنہور کے انعام میں مومنوں کو ہر موقع پر عطا فرما کر چند برسوں کے اندر ہی اندر روئے زمین کے بڑے سے بڑے ہتھے کی بادشاہت بخش دی تھی! (فَتَبِعَ الْمُؤْمِنُ الْوَيْحَةَ النَّصِيحَةَ)

بہ تمنائے تو ترک و وہاں کر دولی

مہربانی تو ہم درخور آں می بایست

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاجْتَرَوْا وَاجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّخَذُوا أَوْلِيَاءَهُمْ
الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ (۴۱: ۱۸)

۱۵ دیکھو (۷۷: ۱۲) ۱۵ دیکھو صفحہ ۱۰۵۔ ۱۵ دیکھو (۷۸: ۲۲) صفحہ ۱۰۵۔

۱۰ "الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا" کی شرائط جو اس آیت شریفہ میں بیان کی گئی ہیں نہایت غور طلب ہیں۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا کے متابعہ ہجرت اور جہاد اور نصرت باہمی کی شرائط پیش کر دینے کا مطلب یہی ہے کہ ایمان کا منہ سے اقرار کر لینا محض کچھ شے نہیں جیتک کہ اس بانی اقرار کی تصدیقِ عمل سے نہ ہو۔ چنانچہ سورہ عنکبوت کے شروع میں ہی تاکید ہے (یکسر ہی بات آیہ ۱۵: ۳۹) سے ظاہر ہے جو صفحہ ۱۱۵ کے متن میں ہے:

أَحِبُّبَا النَّاسَ أَنْ يَتَزَوَّجُوا أَنْ يَقْتُلُوا وَأَمَّا نَفْسُكُمْ لَا يَفْتَنُوكُمْ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ فَيُكَلِّمُ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَيَكَلِّمُ الَّذِينَ كَذَبُوا

کیا لوگوں نے اپنے دل میں یہ سمجھ رکھا ہے کہ زبان سے صرف اتنا کہنے پر جہت جائیگے کہ ایمان لے آئے اور اُن کا اسمان نہ لیا جائیگا۔ حالانکہ انکو اس بات کا خوب

علم جو کہ ہم نے اُن لوگوں کی آزمائش ہی ازیں سے عمل کی تھی جو بن سے پہلے ہو گئے ہیں۔ تو یاد رکھو کہ خدا ان لوگوں کو فروغِ معلوم کر کے رہ گیا جو اپنے یقین کی بذریعہ

عمل تصدیق کرنے والے ہیں (الَّذِينَ صَدَقُوا) اور ان کا بھی پول کھول دیا جو نہ سے بکواس کرتے ہیں اور دل سے چمٹاتے ہیں (الَّذِينَ كَذَبُوا)۔ صَدَقُوا کہنے دیکھو ۱۱

اور جن لوگوں نے خدا کو مولا مان کر اسکا آواز بلند کرنے کی خاطر ہجرت وطن خست یاسکی، اور اس کی راہ میں دشمنوں سے لڑے، اور جنہوں نے ہجرت کرنے والوں کو پناہ دی، اور حصول مقصد میں ان کی حتی الامکان مدد کی، تو یہی لوگ سچے ایمان والے ہیں! ان کے لیے میرے ہاں سے انکی تقصیروں اور گزشتہ زمانہ کیوں پر پردہ پوشی ہے، اور علاوہ انہیں بالآخر عزت و ابرو کی روزی۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ كَمَ لَكَ تَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الصُّدُوقُونَ ○ (۱۵:۴۹)

سچے ایمان والے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے خدا کو فی الحقیقت اپنا آقا سمجھا (آمَنُوا بِاللَّهِ) اور رسول کو صدق دل سے اسکا بیجا ہوا پیغام بر جانا، اور ہر نیکے بعد خدا کی آقائی اور رسول کی صداقت میں کسی طرح کا شک شبہ نہ کیا۔ اور اس سببی ایمان کی تائید میں اپنے جان مال سے خدا کا بول بالا کرنے کی خاطر دشمنوں سے لڑے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے یقین کی بذریعہ عمل تصدیق کرنے والے، اور اپنے ایمان کو سچ کر دکھانے والے ہیں۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَهَجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَكْثَرُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْعَالُونَ ○ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَدَتْ لَهُمْ فِيهَا نَجَاتُهُمْ مَقِيمٌ ○ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ○ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ○ (۲۲:۱۹-۲۲)

۴۹ جنت کا ترجمہ ہم نے باغات اور سرسبز زمینیں کر دیا ہے۔ یہاں اس بحث کو طوں یا مناسب نہیں۔ قرآن حکیم میں جنت اور الجنة مختلف اصطلاحیں ہیں جنکا مفہوم بھی للہ تعالیٰ مختلف ہونا چاہیے۔ جنت اور الجنة میں فرق، اور اول الذکر کا قرآنی مفہوم میسر می جلد میں عیاں کر دیا جائیگا۔ اگرچہ الجنة کی حقیقت پر بحث چٹھی جلد سے پہلے متقل نہ ہو سکے گی۔ یہاں صرف اس قدر لکھ دینا کافی ہے کہ قرآن کریم میں جنت، کالفظ کسی قوم پر بصراحت تمام زمینی باغات کے لیے استعمال ہوا ہے۔ مثلاً سورہ مدینہ ہے: وَفِي الْأَرْضِ قُطُوفٌ مُّتَجَوِّزَاتٌ وَجَنَّاتٌ مِنْ أَعْنَابٍ وَرِجَاجٌ وَخَلِيلٌ (۱۳:۴۰)۔ اور زمین میں پاس پاس کسی قطعے ہوتے ہیں اور انگور کے باغات اور کھیتی اور کجور کے درخت۔ سورہ یس میں ہے: وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُبَارَكًا فَأَنْبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَحَبَّ الْحَصِيدِ (۹۰:۵)۔ اور ہم نے ہی آسمان سے برکت دینے والا مینہ اتارا پھر اس کے ذریعے سے باغ اگائے اور کھیتی کا اناج۔ سورہ مومنوں میں پھر اسی مار مبارک کے بارے میں ہے: فَأَنْشَأْنَا لَكُمْ بِهِ جَنَّاتٍ خَلِيلٍ وَأَعْنَابٍ (۲۳:۱۹) یعنی ہم نے اس پانی کے ذریعے سے تمہارے لیے کجور اور انگور کے باغ اگائے۔ سورہ یس میں علیٰ ہذا القیاس یہی مضمون ہے: وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّاتٍ خَلِيلٍ وَأَعْنَابٍ وَفَجَّرْنَا فِيهَا مَاءً مِنَ الْعَيْنِ (۳۶:۳۶)۔ اور ہم نے اس زمین میں کجور اور انگور کے باغات پیدا کیے اور اس میں پانی کے چشمے بہائے۔ سورہ انعام میں ہے: وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ جَنَّاتٍ مَعْرُوضَاتٍ وَقَعَائِرَ مَعْرُوضَاتٍ وَالْأَنْجُلِ وَالزَّيْتُونِ (۱۳۲:۶)۔ اور وہی ہے مطلق تو ہے جس نے باغ پیدا کیے جن میں سے بعض کی پھلیں منڈھے چڑھتی ہیں اور بعض سطح زمین پر لگتی ہیں جتنی ہیں اور کجور کے درخت اور کھیتی۔ اسی سورہ میں ہے: وَجَنَّاتٍ خَلِيلٍ وَأَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونِ وَالْأَنْجُلِ (۱۰۰:۶)۔ اور انگور اور زیتون اور ان کے باغات۔

ان مثالوں کے علاوہ جن سے جنت کا زمینی باغات ہونا ظہر من الشمس ہے قرآن میں ایک اور قطع کی مثالیں موجود ہیں جن سے جنت کا

کی وہ عملی تثبیت، یقین رب کا وہ عملی ثبوت، اور عبودیت کی وہ ناقابل انکار تصدیق ہوتی تھی جس سے بڑھ کر کم نوا اور سرور مایہ انسان کے پاس کوئی تصدیق نہیں، کوئی ثبوت ممکن نہیں: (اُولَٰئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ)۔ یہی وہ قربانیاں تھیں جو اس حاکم اعلیٰ کی ملازمت میں کر دینا سچی ارادت، سچے تعبد اور سچے ایمان کی قطعی دلیل تھیں، وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ (۱۶۵:۱۲)۔ یہی عبادت کا صحیح مفہوم، بلکہ رکوع و سجود کی صحیح منطق تھی۔ خدا کی بندگی یہی تھی کہ کسی کمترا اور کمتر خواجہ کی غلامی نہ ہو، اسکی محبت کے بالمقابل کسی شے کو ترجیح نہ ہو، وطن کا غم نہ ہو، اولاد کی عبادت نہ ہو، مال کی غلامی نہ ہو، نفس کا تعبد اور جان کی پروا نہ ہو، نمازیں سچی شان اطاعت، اور اعمال میں رنگ سجود کا ظہور ہو۔ یہی شدت محبت اور غلبہ عشق قرن اول کا اسل ایمان تھا، اور یہی ہر دنیاوی حاکم کی عبادت کا صحیح پیش نہاد آج بھی ہے۔ اسی سبیل خدا، اور ایمان کے صلے میں مغفرت تھی، رزق کریم تھا (۴۴: ۲۷) رحمت کی نوید اسن اور رضائے رب العرش کی بشارت تھی، جنت تھی قائم اور دائم نعمتیں تھیں، اجر عظیم تھا، فوز جلیل تھا، (اُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ)۔ خدائے بے نیاز کی خدائی پر سچا ایمان، اور رضائے احکم الحاکمین کا سچا عشق آجکل کے لفظی اور نظری، سطحی اور ناکارہ ایمان کی غیر مانند کسی بے روح وبے حقیقت اقرار باللسان یا کسی بے نتیجہ اور غیر مری تصدیق بالقلب سے ہی کس طرح رو بر ہو سکتا تھا، اس سے عمدہ برا ہو نیکیے لیے سعی و عمل کی مستقل خلش، رنج و محن کی صبر گسل ابتلا، تکلیف مصائب کی پیہم برداشت، اور ظلال سیوف کی عمل پرور آزمائش لازم تھی! وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰی تَعْلَمُوْا اَلَمْ يَجْعَلْ لِّمَنْ يَّرْتَدِّ اٰیٰتِہٖ

۱۱۵ دیکھو (۱۵۱: ۲۷) صفحہ ۱۱۵ اور جن لوگوں نے خدا کو حاکم اعلیٰ مان لیا اُن کی محبت اور ارادت خدا سے بہت شدید ہے۔ اور سب اسوائے پاؤں سے (گو یا ایمان کی شرط یہ ہے کہ سب گہرا تعلق خدا سے ہو۔ سب زیادہ ملازمت اسی کی ہو، اسی کے حکموں کی اطاعت ہو وغیرہ) دیکھو ۱۱۹: ۲۷ صفحہ ۱۱۵
 ۱۱۶ صاف صاف کا لفظ بالآخر قرآن کریم میں اس شخص کے لیے استعمال ہوا ہے جو اپنے قول و ایمان کو فعل و عمل سے سچ کر دکھائے۔ آجکل صادق کے معانی میں کچھ تحریف واقع ہو چکی ہے، اور معمولی سچ بولنے والے کو بھی صادق ہی کہتے ہیں۔ صدیق مبالغے کا صیغہ ہے اور یہ لقب حضرت ابو بکرؓ کو لایا اسی بنا پر ملا تھا کہ وہ اپنے قول و عمل سے سچ کر دکھاتے تھے۔ صفاقہ کی اصطلاح کا قربانی ماں کے معنوں میں ہونیک ہی یہی وجہ ہے کہ مال کا ایثار و معطی کے معاون اور مؤید ہونے کی تصدیق ہے۔ مصدق، یعنی صادق، ہی قرآن کریم میں کئی جگہ آیا ہے۔ صادق یا مصدق کی ضد کاذب یا مکتذب ہے۔ جس کا ذکر صفحہ ۱۱۴ کے تحت اہل حق میں آیا (۳: ۲۹) کے اندر آچکا ہے اور وقتاً فوقتاً آگے چل کر آئے گا۔ اُولَٰئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ کے معانی صفحہ ۱۱۵ پر ہم نے اسی بنا پر کیے ہیں۔

مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ وَنُقْبِلُوا إِلَيْكُمْ (۳۱: ۳۰) رب زمین و آسمان کی عبادت کا اذہا کسی رسمی اور دور کعتی نماز یا پنجوقتہ رکوع و سجد کی مقابلہ آسان، بے اثر اور بے ضرر مشق کر لینے سے ہی کیونکر قابل تسلیم ہو سکتا تھا اسکی صداقت تکمیل کے لیے ہر آن اور ہر وقت اطاعت کا رنگ لازمی تھا، تسلیم کے اعمال، اور تبت کی شان چاہئے تھی، ماسو کا جھوٹا لہدی تھا، نفس پر کامل حکم اور غیر پر کامل قدرت ناگزیر تھی۔ گویا سب کا انکار اور ایک استیلاء سبے سرکشی اور ایک کی ماتحتی ضروری تھی! عالم آرائے کون و مکان اور وجہ طراز زمین و آسمان کی عبودیت بے ریا محبت اور وہ بے لاگ خدمت تھی جس میں غیر سے تعلق اور ماسو کی اطاعت کو حتماً دخل نہ تھا۔ اسی عالم آرا اصول پر تکوین عالم کی اساس قائم تھی، اسی پر کون و فساد کا سب انحصار تھا، اسی پر چل کر رزق کریم تھا، اسی سے ہٹ کر عذاب الیم تھا: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۚ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ ذَنْبٍ وَلَا أُرِيدُ أَنْ يُطِيعُونِ (۵۱: ۵۷-۵۸)۔ اس تمام ہنگامہ کائنات کی وجہ بنایا ہی تھی کہ زمین و آسمان کی سب کہ وہ مخلوق

ملے اور اسے سلاوا ہم تمہارے ایمان کو ضرور آزا کر دیں گے، یہاں تک کہ تم میں سے جو لوگ ہماری حمایت میں دشمنوں سے لڑنے والے اور مصائب کو برداشت کرنے والے ہیں ان کو ہم اچھی طرح معلوم کر لیں اور تاکہ تمہاری اہلی اور اندہ دینی حالت کو جانچ لیں۔ ملے اور اسے لوگو! ہم نے اس کائنات فطرت کے جن و انس کو صرف اسی غرض سے پیدا کیا ہے کہ وہ ماسو سے قطع نظر کر کے ہمارے ہی چاکر، اور ہمارے ہی حکمران بنے رہیں۔ ہم انہیں کچھ روزی کے تو خواہاں نہیں ہیں اور نہ اس کے کہ ہم کو کھلائیں پلائیں۔

یہاں عیاں ہے کہ صبر کے معنی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے کے نہیں جیسا کہ عافیت پسند آنت نے لے لیے ہیں، بلکہ مصائب و حوادث کا استقلال اور غم سے مقابلہ کر کے اُپسرج پانا ہے۔

یہاں ظاہر ہے کہ عبادت کے معانی وہ نہیں ہوتے جو لوگوں نے بنائے ہیں۔ خدا نے زمین و آسمان معاذ اللہ اس بات کا محتاج نہیں کہ لوگ کسی نماز پر بیٹے اور خوشامد کرتے ہیں۔ بلکہ مقصود تعمیل احکام ہی ہے۔ یہی دنیا کا ہر حاکم اپنی رعیت سے چاہتا ہے، اگرچہ زمین و آسمان کا بالکل صورت اختیار سے بھی بے نیاز ہے۔ اور جیسا آگے چکر ثابت ہوگا، انسان سے تعمیل احکام کی آندور کرنا کچھ خواہش اختیار کے باعث نہیں بلکہ انسان کی اپنی ہی بہتری کیلئے ہے۔ اس نقطہ نظر سے آیہ وَمَا خَلَقْتُكُمْ مِّنْ غَيْرِ ذَٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ (۵۱: ۵۷) سے مفہوم یہی ہے کہ ہم نے دنیا کے جن و انس کو پیدا ہی نہیں کیا مگر اس جہت پر کہ وہ ہمارے احکام کی تعمیل میں لگے رہیں، یعنی انکی فطرت اور طبیعت میں یہ بات پہلے سے رکھ دی ہے کہ تمہارے احکام (یعنی قانون فطرت) کی تعمیل کے ہونے انکی راسخ نیاموں میں گھل سکتی ہو گی۔ گویا جب وہ اطاعت و سخر ہو گئے سنہ انکو لامحالہ ملکر رہیگی۔ اور انکو عالم کا اصل اصول ہی ملازمت قانون خدا (یعنی عبادت) ہے۔ یہ اصول ہر صاحب نظر کیلئے ہر قدر نظر میں آئے گا کہ اسکو اور عیاں کر نیکی ضرورت نہیں۔ ہر جگہ اسی پر علم رآمد ہوتا ہے۔ چوتھے یا پچھلے کسی امر میں جہت انسان نے قانون خدا کی متابعت یا نفاذ کی، اس وقت یا بدیر و زود اسکو اسکا نفع یا نقصان ملتا ہے، حتیٰ کہ ایک است ضرورت کم نہیں کر نیکی مزا اسکو اگلے دن ہی در و سر یا اور مرض کی صورت میں مل رہتا ہے۔ اس حقیقت کی شہادت (۵۱: ۵۷) کی کتب تشریح و تصدیق آئندہ جلدات میں ہوگی جبکہ قانون خدا اور انین فطرت کو عیاں کرو دیا جائیگا، اور جب ہر کون زمین کو اس قانون سے مفر اور اس عبادت سے گریز کرنے کی کوئی سہیل نظر نہ آئے گی۔ یہاں پر مقصود صرف عبادت کے معانی کی توضیح ہے۔

سب جن وانس اس شارع کائنات ہی کے تابع فرمان ہو کر رہے، اُسی کے حلقہ عبودیت میں حائل ہو، اُسی کے سکھائے یا بتائے ہوئے قانون پر چلے، گویا اُسی کی عبادت میں لگی رہے۔ وہ خدا کے عظیم و جلیل انسان کے چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے فعل کو ہر آن اپنی ہی مرضی، اور اپنے ہی قانون کے مطابق دیکھنا چاہتا تھا۔ اُسکی غیور ذات رحم و مغفرت کی ناپید اکنا وسعت کے باوجود، انسان کی صغیر و کثیر کو معاف کر سکتی تھی مگر اپنی اطاعت، اپنی محبت، اور اپنی عبادت میں شرکت غیر کو قطعاً ناقابل غفور و رحیم قرار دیتی تھی: **إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا** (۱۶: ۴) صاحب ایمان بشر کے ہاں سے یہ دلبر استخوان پسند فرما دی کہ سی تمکین قلب خواہشمند، اور

لے بیشک اللہ اس بات سے چشم پوشی ہرگز نہیں کر سکتا کہ اُسکے مقام و منصب میں کسی دوسرے کو شریک طاعت اور شریک محبت کیا جائے۔ اس کے ماسوا جو تفسیر میں انسان کرے، انکو اگر مناسب سمجھے تو نظر انداز کر سکتا ہو، اور جس شخص نے اپنی محبت میں غیر اللہ کو شریک کیا وہ فی الحقیقت اپنی بہتری کے راہ بہت سے بہت دور ہٹ گیا۔ **لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ** اُسے معنی ہم نے مناسب سمجھا، کیئے ہیں۔ اسکا ثبوت تیسری جلد میں فلسفہ عمل کے عنوان میں آئے گا)

(فقہ تحت لہزن صفحہ ۱۱۸) اس آیت شریفہ میں چون کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے، چون کی حقیقت سے یہاں پر بحث نہیں ہو سکتی، اس کے لیے بھی بہت دیر ہے مگر خلقت کے لفظ سے ہدف ضرور ثابت ہو کہ چون خدا کی پیدا کی ہوئی ایک مخلوق ہے، اور ان سے قانون فطرت کی تعمیل کا موقع خدا استعدا ہے جس قدر انسانوں سے، ہر مزید غور کر نیو لے شاید اس نتیجے پر بھی پہنچ سکیں کہ چون، بھی انس کی طرح ایک سرکش خدا مخلوق ہے جس کی بناد کو دود کرنے کیلئے خدا نے عبادت کا تریاق تجویز کیا ہے۔

۱۱۔ عتق کے معانی دراصل ہر وہ پوشی کرنے کے ہیں۔ اسی سے مغفار یعنی زور کے ہو لوگوں نے مجاز بخشش کے لیے ہیں اور فرض کر لیا ہو کہ یہ تمام بخشش فیامت کن ہوگی۔ اس سے پہلے نہیں ہو سکتی۔ اور علیٰ ہذا القیاس منہجی شرک کرنے والوں کو مسیہن ہوگی مگر اس فرضی داستان کی کوئی سند یا بقیہ، کا صبیحہ حال استقبل دونوں کے لیے ہمتا ہے۔ ایسے کوئی وجہ نہیں کہ بخشش اور سزا، یا انعام اور عذاب کسی شخص یا قوم کو یوم آخرت سے پہلے نہ مل سکیں۔ بلکہ تعجب ہوتا ہو کہ جب گناہ استعدا قابل معافی ہے تو سزا میں کیوں اتنی دہیل دے دیجائے کہ لکھو کہ برس کا فرق پڑ جائے اور شخص کو خواہ مخواہ شرک کرنے پر مجبور ہو، دراصل یہ تمام ناروا اور بے سند تاویل شرک کے صحیح معانی نہ سمجھنے کی وجہ سے ہو۔ اور جب آج مسلمانوں کے بنائے ہوئے اصطلاحی مشرکوں کو اس دنیا میں سزا کی بجائے پے درپے انعام مل رہے ہیں تو ان کے لیے معذرتیام کے متعلق یہ دل خوش کن داستان گھڑ لینا بھی از بس ضروری ہو چکا ہو، گویا ان کے نزدیک خدا کی حکومت (العیاذ باللہ) اس دنیا پر قائم نہیں ہو اور وہ اگرچہ شرکین سے بیحد ناراض ہو مگر انکو معاف کر دینا ان کے بس کی بات ہیں، اگلی مجلدات میں زکوٰۃ، فہم اس تمہیل کو غلط ثابت کر دیئے، اور بتائیں گے کہ شرک کو کیوں سزا میں لایا گیا ہے۔ وہ خدا کے عظیم قدر و صریح احباب اور شدید العقاب ہے۔ اور شرک کا بدلہ کس سیدر ہو، کس بے نیازی، کس شدت اور سرعت سے لیتا ہے۔ اور آخرت کا عذاب تو دنیاوی عذاب سے کہیں بڑھ کر ہو: **وَلَعَنَ اللَّهُ الْفَاحِشِينَ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْحَقِّ** (۱۳: ۱۳)۔

شرک کی تعریف از دوسے قرآن بے حد جامع و مانع ہے جیسا کہ پیش کر لیا گیا ہے۔ یہاں پر اسکی صرف ایک شق کی سرسری تصریح کر دی گئی ہے یعنی یہ کہ کسی نے کو محبت اور اطاعت میں خدا کے ہم نوا اور برابر نہ کر دیا جائے۔ مسلمانان عالم کو غور کرنا چاہیے کہ آیت **وَالَّذِينَ آمَنُوا أَكْثَرُ حَبْلًا** (۱۵: ۲) سے

۱۱۔ اور آخرت کی سزا تو دنیاوی سزا سے سخت تر ہے، سزا تر ہے کے لیے دیکھو صفحہ ۱۱۷۔

بیستون کی جوئے شیر کے سے تاب گسل اور صبر پاش اعمال کا اُمیدوار تھا! اُسکی نظروں میں ایمان و کفایت
قلب حق جیسا اٹل نتیجہ سعی و عمل تھا! وہ ہجرت اور جہاد کی آڑ میں ایمان کے دعویداروں سے نقد جان کا طالب
تھا! اور انہی سرفروشان حکم الہ کو عشق خدا کے سچے شہید، رب العزۃ کی حکومت کے سچے گواہ، اور رزق
کریم کے قطعی اہل قرار دیتا تھا۔

اِنْ يَسْأَلُكُمْ فَرَجٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ فَرَجٌ مِّثْلُهُ، وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَّ اُولُهَا يَبْنِ الثَّانِي
وَلْيَعْلَمْ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيُخَيِّنَنَّ مِنْكُمْ شُكْرًا ۝ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِيْنَ ۝ وَ
لِيُخَيِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِيْنَ ۝ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ
وَلَمْ يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ وَلَقَدْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ
الْمُتَّعِيْنَ مِنْ قَبْلُ اَنْ تُلْقَوْهُ ۝ فَقَدْ رَآيْنَاهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ (۱۳۹-۱۴۲)

اگر تمہیں اس لڑائی میں شکست کا زخم لگا ہو تو اس سے پہلے فریق مخالف کو بھی ایسا ہی زخم لگ چکا ہے اور
یہ فتح و شکست کے ن تو ہم بقدر مناسب کبھی ادھر اور کبھی ادھر پھرتے ہی رہتے ہیں، اور یہ اس واسطے بھی کہ ہم
جان لیں کہ خدا پر سچا ایمان رکھنے والا کون ہے، اور نیز اسلئے کہ اللہ تم میں سے اپنے سچے گواہوں کو منتخب کرے
ورنہ وہ کچے ایمان والوں کو تو محبت ہی نہیں کرتا۔ اللہ اس طریق عمل سے ایمان والوں کو اپنے متعلق شک شبہ کی
میل کھیل سے نکھار دینا چاہتا ہے، اور پھر اپنے اہلی محبت پیدا کر کے منکرین کے زور کو ٹوڑ دینا، اور تمہاری
جماعت میں سے شائبہ شک کفر کو دور کر دینا چاہتا ہے۔ کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ (خدا کو منہ سے خدا کے کلمات
میں جادوئل ہو گئے حالانکہ ابھی تک تو اللہ نے اُن لوگوں کو جا بجا ہی نہیں جو تم میں سے اسکی حمایت میں ثابت
قدم ہو کر لڑنے والے، اور مصیبتوں کو برداشت کر رہے ہیں۔ اور تم تو موت کے آئینے پہلے ہی ہمیری محبت کے
جوش میں) مرنے کی آرزو میں کیا کرتے تھے تو آج تم نے ہکو اپنی آنکھوں نے دیکھ لیا، اور پھر ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھے
انتظار کر رہے ہو!

(تفسیر تحت الممتحن صفحہ ۱۱۹) کی تعریف ایمان کو پیش نظر رکھ کر وہ ہر روز کھڑے رہیں شکر کے مرکب ہوئیں جس کی بخشش کی قطعاً کوئی اُمید نہیں!
سورۃ نساء میں بھی اسی قطع کی ایک آیت ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ افْتَرٰى اِلٰهًا عَظِيْمًا ۝ (۴: ۴۸)

لوگو! جوش ہوش میں نہ کرو کہ وہ خدا کے عظیم اس بات سے چشم پوشی کرنا کہ اُسکے برابر کسی دوسری شے کی اطاعت کی جائے یا اس سے محبت
رکھی جائے۔ اُن ایسے سوا اگر کوئی اور گناہ ہو تو جس کو خدا سبھو معاف کر سکتا ہے اور لوگو! جس شخص نے خدا کیساتھ سوا کو برابر کر دیا تو اُس نے اپنے آپ کو گناہ عظیم پانڈھ لیا!
۞ "تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَّ اُولُهَا يَبْنِ الثَّانِي" کے خدائی الفاظ آج قوم کی مرثیہ خوانی کی مجال اور مسلمانوں کی عام گفتگو کے ضمن میں اس سید روی، سطحیت اور

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّى لَا اُضِيعُ عَمَلٌ عَابِلٍ مِنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْ
بَعْضٍ ۚ فَاَلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْدُوْا فِىْ سَبِيلِىْ وَقَتْلُوْا وُقُتِلُوْا اَلَا تَهْتَفُوْنَ

(بقیہ صحت اہم ص ۱۲۰) مکر سے استعمال ہوتے ہیں کہ غالباً کوئی دوسرے الفاظ نہ ہوتے ہونگے۔ ہر مسلمان اپنی بے ہمتی، اپنی کاجوری، اپنے
ناکامیوں کو معلوم الملکوت کی آستین میں چپا کر آن یکیم کے اس سیاق و سباق سے علحدہ کیے ہوئے ٹکڑے کو جاوے جا استعمال کرتا ہے اپنی نافرمانی
اپنی شکست ریخت، اپنی موت پسندی کا سارا الزام بے دخل خدا پر توپ دیتا ہے اور اس پر عیج اخرا کے بددربت زمین و آسمان کے فیظ و غضب
قطعاً نہیں ڈرتا۔ حالانکہ ان آیات الہی (یعنی ۱۳۹-۱۴۰) کے استدلال سے ظاہر ہے کہ مدولست ایام کا قطعی باعث سعی و عمل کی
کمی ہی ہے اور لوگوں کے اپنے ہی کر توت سے ہی۔ خدا نے بے نیاز صرف اقوام کی سعی و عمل کا امتحان لیتا ہے اور بے قورعایت جس کی سعی
زیادہ ہو اسی کو کامیاب دیتا ہے۔ قرآن میں جا بجا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسُهُمْ يَظْلِمُوْنَ (۱۴۱: ۴۷) کا مضمون اس
امر کی تائید میں ہے۔ یعنی خدا ساکان زمین پر کسی حالت میں قطعاً ظالم نہیں کرتا لیکن یہ لوگ ہی ہیں جو اپنی جانوں پر آپ ظلم روا کرتے ہیں۔
ان آیات الہی سے پہلے کی آیت ہو: فَاَلَا تَهْتَفُوْنَ اَوْ لَا تَعْلَمُوْنَ اَلَا عَلِمُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۱۳۸: ۳) جس سے ظاہر ہے کہ ایمانی
وہی قوم ہے جو اَتَقَوُّوْنَ، بکر ہے۔ جنگ اُحد میں جس کا ذکر ان آیات میں ہوتا ہے مسلمان بھلے چلے خاصی تعداد میں تھے، دشمن کی تعداد کچھ ایسی زیادہ
تھی جیسی کہ نسبتاً غزوہ بدر میں تھی۔ اُس غزوے میں باوجودیکہ ایک مسلمان کے بالمقابل تین اہل مکہ لڑے تھے مگر فتح مسلمانوں ہی کو نصیب ہوئی تھی،
لیکن اُحد کے موقع پر بعض مسلمانوں نے بہت ہار دی۔ ایک جماعت نے جسکو خود رسول خدا نے ایک مقام پر معین کیا تھا کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں، اُٹھتے
کے لالچ میں آکر اپنا مورچہ چھوڑ دیا۔ اہل مکہ اُسی مورچے پر چل پڑے، اور فضائل شکر میں بھاگ کر گئی۔ پیغمبر خدا چند فضیلتوں کے ساتھ تنہا رہ گئے
اور زخمی ہوئے۔ فرق مبارک پر چوٹ آئی، دانت ٹوٹ گیا، سب طرف مشہور ہو گیا کہ شہید ہو گئے، وغیرہ وغیرہ۔ خدا نے عظیم فرمائش ہے کہ وہ تم ہی
شہیدی ہر مسلمان تھے جنہوں نے بد میں ایک جرأت شکر کو شکست فاش دی تھی اور اب یہ بے ہمتی و کملافی کہ اپنے سپہ سالار کو چھوڑ کر چلے گئے تم
بدول نہ ہو اور غم نہ کھاؤ اگر تم میں ایمان فی الواقع موجود ہے تو فتح خود بخود تمہارے قدم آں کر چوم لے گی۔ اہد ہاری ذرہ پروری اور بے نیازی تو ہمیشہ سے
یہی رہی ہے کہ جو قوم جقدر سعی و عمل کرتی ہے اُنہا ہی جقدر ہم سے لا محالہ لیتی ہے۔ کسی کی بے جا رعایت کرنا ہمارا مشیور نہیں۔ اور اسی لیے اگر
آج فتح اس قوم کے شامل حال ہے توکل دوسرے کی قدوسی کر رہی ہے: (وَتِلْكَ اَلَا يَظْلِمُ مَنۢ ذَا وِلْہَا بَيْنَ النَّاسِ) ہمارا مقصد اس جنگ اُحد سے
صرف اس بات کا دریافت کرنا اور دریافت کرنا بھی کیا، صرف تمہیں ہی بتا دینا تھا کہ تم میں سے جتنی ایمان والے کون ہیں، کن کا ایمان ناقص ہے،
کون ہمارے وجود کے سچے گواہ ہیں، کون ہمارے حاکم اعلیٰ ہونے کی احسبی دم تک شہادت دیتے رہے، ہم کو احسبی وقت تک قاتل ان کر
ہماری خدمت میں گئے رہے: (وَلِيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَجِدَنَّ مِنْكُمْ شُہَدًا مِّنۢ ہَاہُ بَکُوْرًا) اور کچھ ایمان والوں کو تو خدا پسندی نہیں کرنا کیونکہ
وہ تھوڑی سی تن آسانی کی خاطر اپنی قوم پر ظلم کر رہے ہیں، اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں: (وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۱۰)۔ خدا صرف اتنا چاہتا تھا کہ سچے
ایمان والوں کو چھانت کر الگ کر دے (وَيُخَيِّضُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا) اور منکروں اور دل میں خدا کو نہ ماننے والے منافقوں یعنی کافروں
کو الگ کر دے، انکو بالآخر نیست و نابود کر دے (وَيُخَيِّضُ الْکٰفِرِيْنَ) انا بھی عبارت بالکل صاف ہے: الْجَنَّةُ اُنْثٰى آسانی سے نہیں ملتا جتنا تم
سمجھے بیٹھے ہو وہ تو صرف سعی و عمل کرنے والوں (یَاجِہِدُوْا وَاُشٰکُفُوْا) اور استقلال والوں (الصّٰبِرِيْنَ) کو ہی ملتا ہے۔ تم تو اس جنگ اُحد سے پہلے موت
کی منتیں مانا کرتے تھے، شہنی میں آکر کما کرتے تھے کہ ہم خدا کی عبادت میں جان تک دینے کیلئے تیار ہیں تو اُحد کے دن کیا موت آگئی تھی کہ موت تمہارا
ساتھ تھی اور اُس سے جی چسہ کر بھاگے بھاگے پھرتے تھے!

ان آیات الہی میں ضمناً ایمان کی تشریح ہو گئی کہ اسکا اہل فی فتح قوم ہے۔ شہداء کے معنی معلوم ہو گئے۔ ظالمین کا پتہ لگ گیا
کہ کچھ ایمان والے لوگ ظالم ہیں۔ اور اسی لیے طاقت اور شکست اہل صفہ (۸-۱۱ آیات) (۴۷: ۱۳۹) کی ایک حد تک وضاحت ہو گئی کہ میدان جنگ میں

عَنْهُمْ سَبَّاهُمْ وَلَا دَخَلَتْهُمْ جَنَّتِ بَحْرِي مِنْ حَتْمِهَا إِلَّا نَهْمًا - قَوْلًا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ
وَاللَّهُ عِنْدَهُ حَسَنُ الثَّوَابِ ۝ (۱۹۸: ۳)

پہر پروردگار عالم نے انکی دعا قبول کر لی اور فرمایا کہ ہم تم میں سے کسی کام کرنے والے کے کام کو ضائع نہیں ہونے دیتے۔ مرد ہو یا عورت ہماری نظروں میں سب برابر ہیں۔ تم سب ایک دوسرے کی جنس ہو تو جن لوگوں نے ہماری خاطر ہجرت وطن کی، اور ہماری ہی وجہ سے اپنے گھروں سے نکالے گئے، اور ستائے گئے، اور دشمنوں سے لرزے، اور مارے گئے، ہم انکی سب اجتماعی بد حالیوں، فائدہ بر باد یوں، اور دامانگیوں (سینائیہم) کو انسے دور کر دینگے، اور انکو ایسے عمدہ باغوں میں لیجا دھل کرینگے جن کے نیچے نہیں بہہ رہی ہوگی۔ یہ اللہ کے ہاں سے انکے اعمال کا بدلہ ہوگا اور اچھا بدلہ تو اللہ ہی کے ہاں ہے۔

آہ! لیکن اس مالک الملک اور پروردگار عالم خدا کو، جسکی طاقت اور حکومت جسکی عزت اور عظمت صحیفہ فطرت کے ہر ذرے میں نمایاں ہے، جس کی بے نیازی کی شان صفحہ عالم پر فرد روشن کی طرح ثبت ہو، ایک دلیل بے حیثیت، اور پیمبر انسان کی سپہم عبادت، پستی محبت اور لاشریک طاعت کی کیا حاجت تھی؟ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹ ۱۵۲۰ ۱۵۲۱ ۱۵۲۲ ۱۵۲۳ ۱۵۲۴ ۱۵۲۵ ۱۵۲۶ ۱۵۲۷ ۱۵۲۸ ۱۵۲۹ ۱۵۳۰ ۱۵۳۱ ۱۵۳۲ ۱۵۳۳ ۱۵۳۴ ۱۵۳۵ ۱۵۳۶ ۱۵۳۷ ۱۵۳۸ ۱۵۳۹ ۱۵۴۰ ۱۵۴۱ ۱۵۴۲ ۱۵۴۳ ۱۵۴۴ ۱۵۴۵ ۱۵۴۶ ۱۵۴۷ ۱۵۴۸ ۱۵۴۹ ۱۵۵۰ ۱۵۵۱ ۱۵۵۲ ۱۵۵۳ ۱۵۵۴ ۱۵۵۵ ۱۵۵۶ ۱۵۵۷ ۱۵۵۸ ۱۵۵۹ ۱۵۶۰ ۱۵۶۱ ۱۵۶۲ ۱۵۶۳

اپنے قول کے مطابق آسمان وزمین ہر وقت مصروف رہتے ہیں، اس ذرہ مقدار انسان سے اپنی محبت کے ولولے میں، تحمل آلام، نقص امن، اور خراج مال و جان کا کیوں طالب تھا؟ وَلَيَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَالْبَشِيرُ الظَّالِمِينَ ۚ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمْ مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۚ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْتَادُونَ ﴿۱۵۵-۱۵۷﴾

۱۵۷ اور ایمان والو! اس میں شک نہیں کہ ہم تم کو ذرا اچھی طرح (بیخ) دشمن کا خوف و لادلا کر، میدان جنگ میں ہو کر، مال اور جانوں میں کمی کر کے پیداوار کا قحط و لاکھ زلزلہ (نقص امن) نتائج کو خلاف امید کر کے (نقص نفس) آزمائشیں گے اور تمہارے ایمان کی قدر قیمت، اور سعی و عمل کی حد کا اندازہ لگائیں گے، لیکن اگر تم فی الحقیقت صاحب ایمان ہوئے تو تم بھی ان آزمائشوں میں پورے اتر کر رہو گے اور اپنے سعی و عمل کو ہرگز کم نہ ہونے دو گے۔ اور اسے محمد مصائب کا استقلال سے مقابلہ کرنے والوں کو ہماری خوشنودی اور کامیابی کی بشارت دیداد و بَشِيرُ الظَّالِمِينَ اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان پر کوئی اجتماعی مصیبت آپڑتی ہے تو مبالغہ بول اٹھتے ہیں کہ ہم تو فی حقیقت خدا ہی کے اطاعت گزار ہیں۔ (وَاللَّهُ) اس کا بتائے ہوئے حکم پر طبعی گے (وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ) اور اپنے سعی و عمل سے خدا کو ہر غرض کریں گے یہ مصیبت جو ہمیں پہنچی ہے لا محالہ ہماری سعی میں کسر کے باعث ہی ہے۔ (وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ) اور یہ وہ لوگ ہیں جن پر اپنے پروردگار کے بیشمار افضال ہیں، بخیر ترین نصرت (۱۵۹: ۱۶۰) اور سعی و عمل کو دولا کر دینا ہی خدا کی طرف رجوع کرنا ہے، یہی وہ لوگ ہیں جن پر اپنے پروردگار کے بیشمار افضال ہیں، بخیر ترین نصرت (۱۵۹: ۱۶۰) اور سعی و عمل کو دولا کر دینا ہی خدا کی طرف رجوع کرنا ہے، یہی وہ لوگ ہیں جن کو مصائب کے دور کرنے کے متعلق صحیح راہ عمل مل چکی ہے (وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ)۔

۱۵۸ یہاں الظَّالِمِينَ کا لفظ پہرایا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ صابر وہی لوگ ہیں جو اجتماعی مصیبت کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہیں، اسکے دور کرنے کے لیے بہترین مستعد رہتے ہیں۔ نہ وہ جو ہاتھ پر ہاتھ دھڑکھڑاپنی بربادی کا تماشا کرتے اور دشمن سے شش تک نہیں ہوتے کبھی کبھار آپس کا لکھیا عورتوں کی طرح آنسو بہا کر اپنے نفس کو دھوکہ دیتے ہیں کہ صابر نہیں!

۱۵۹ وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ کے الفاظ مسلمانانِ ہمان جس حیرت انگیز نادانی، جہالت اور نافرمانی سے نہ معلوم کتنی قرون سے کسی عزیز کی موت یا ادنیٰ سی ادنیٰ خانگی اذیت پر استعمال کرتے آئے ہیں، اور اس محض زبانی عبادت کے صلے میں اپنے آپ کو رحمت خدا کا مستقل حقدار سمجھتے ہیں، اُس سے کم از کم یہ مترشح ہوتا ہے کہ کلام الہی کا صحیح علم کس قدر جلد سمجھ و ادراک کی لکیر میں پڑ کر بے اثر ہو گیا تھا، اور آیات خدا کے مطالب یقینی کے بلند مرتبے سے گزر کر ظن و اعتقاد کی اونچے سطح پر کس سرعت سے پونچ گئے تھے۔ اوپر کی عبارت میں ہم نے ان آیات (یعنی ۱۵۵-۱۵۷) کا مربوط اور مسلسل ترجمہ کر دیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ ان میں نہ کسی خانگی مصیبت کا ذکر ہے اور نہ یہ ترغیب دی گئی ہے کہ جب تمہارا کوئی رشتہ دار مر جائے تو اِنَّا لِلّٰہ کے الفاظ مند سے بڑھادو، پہر جب کہہ لو گے تو خدا کی طرف سے تم پر صَلَوات اُتریں گی، رحمت رب نازل ہوگی، اور تم ان الفاظ کے دہرنے ہی "مُفْتَادُونَ" یعنی ہدایت پانے والوں میں سے بن جاؤ گے (۱۵۷: ۱۵۸) یہ سب تشریح نہایت لچر اور شرمناک ہے۔ کوئی ذہن سلیم اس کو ایک لمحے کے لیے بھی متقبل کرنے پر تیار نہیں۔ سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ یہاں پر صرف اجتماعی مصائب کا ذکر ہے۔ جسکی تائید جمع کے صیغے سے ہوتی ہے جو ان آیات میں برابر چلا جا رہا ہے۔ مُصِيبَةٌ جس کا ذکر آئے (۱۵۷: ۱۵۸) میں ہوا ہے لا محالہ وہ خوف کا ماحول ہے جو ہر شکست زدہ اُمت پر ان حاوی رہتا ہے (بَشِيرُ مِّنَ الْخَوْفِ)، وہ فقر و افلاس جو محکمیت اور ضعف کی حالت میں غلام قوموں کا بیچا نہیں چھوڑتا (وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ)، وہ قلت تعداد ہے جو دشمن کی اکثریت، اُپرست اور هجوم کے بالمقابل محض و بچا رہی ہے (وَالْأَنْفُسِ)، وہ قہر خدا جو جس سے

وہ کیوں حبسِ وطن اور قتال بالسیف کو ہی ایمان کا صحیح معیار قرار دے کر مہاجرین و انصار کو
سچے مومنوں کی فہرست میں شمار کرتا تھا: وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آذَوْا

(یعنی تحت آیت صفحہ ۱۲۳) انتہیں قحط اور وبا، فاقوں اور بیماریوں کا شکار ہو جاتی ہیں، جس کے باعث دنیاوی انعام سب اچک لیے جاتے ہیں
(وَالَّذِينَ آمَنُوا) دشمن ہر وقت تاک میں لگا رہتا ہے، اندکزد کی کردی کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ گویا یہاں پر عینہ اس قطع کی مصیبت کے سچا
و ابلا کا ذکر ہے جو اعلیٰ کے ذریعے کے باعث قوموں پر طاری ہو جاتی ہے اور جس کا مصداق آج تمام عالم اسلام ہے۔ قرآن حکیم نے اس قدر
اور ضعف قوت، اس خوفِ عہد اور ہم موت کی تصریح ایک دوسرے موقع پر بھی کی ہے جس میں بوضاحت تمام جملہ دیا ہے کہ کسی قوم کا آزاد
ہونا اور دنیوی نعمتوں اور طبیعتات رزق سے متمتع ہونا ہی نصرت الہی ہے:

وَاذْكُرْ اَنَّا اَرْسَلْنَاكَ بِالْبَيِّنَاتِ مُسْتَعْتَبِعُونَ فِي الْاَرْضِ لِنُقَاتِلَ اَن يَكُنْ لَّكُم مِّنَ النَّاسِ قَا وِلْكُفٌ وَّاَنكُمْ يَصْطَرِبُ وَا
مَرَدًا فَكَفَرْتُمْ مِّنَ الْغَيْبِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (۲۶: ۸)

اور مسلمانو! وہ وقت یاد کرو جب تم دنیا میں تھوڑے سے تھے، کمزور اور بے بس گئے جاتے تھے، اور ہر آن اس خوف کے باعث تھے
رہتے تھے کہ دشمن تمہیں اچک نہ لے جائیں۔ پھر خدا نے ذوالجلال نے تمہارے اعمال کو پسند فرما کر تم کو اپنی پناہ میں لے لیا، اپنی مدد سے تم کو قوی
بنایا، اور دشمن چست دیکر عہد قسم کی دنیاوی نعمتیں سنیں، اور یہ سب اس لیے کہ تم قوت اور امن، نعمانے الہی اور تائید خدا کی دل سے قدر کرو، اذ
اُنکے قوت انگیز احکام پر مستور عمل کرتے رہو (لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ)۔ اُنکو کے ان معانی کی تصریح کے لیے دیکھو صفحہ ۱۳۸

یہ آیت مسلمانوں کی بحث کے ضمن میں صفحہ ۱۲ کے تحت آیت میں گذر چکی ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ آیات اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ بِالْبَيِّنَاتِ
يَكُنْ لَّكُم مِّنَ النَّاسِ قَا وِلْكُفٌ اور تَقْضِي تَمْرِ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ، یعنی قتل، اور مستضعف فی الارض، ہونا ہے، اور یہی وہ مصائب گہرے ہیں جن کا
ابتلا مقصود ہے کسی عزیز کا مر جانا، نقصان، اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ بِالْبَيِّنَاتِ، نہیں ہو سکتا۔ مزید برآں تعجب ہو کہ جہاں کسی شخص کی طبیعی یا ناگہانی موت پر اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ بِالْبَيِّنَاتِ
فقہ نہایت التزام کے ساتھ استعمال ہوتا ہے وہاں خوف اور ہول کو نقصان مال کے موقع پر ردہ جانی نہیں بولا جاتا، یہ دلیل بجائے خود اس امر کی
شہادت ہو کہ اخلاف مسلمین نے کلمہ استرجاع کو قطعاً غلط سمجھا ہے اور اس کے خدا فی مفہوم سے یکسر الگ ہو گئے ہیں۔

لیکن اس استدلال سے قطع نظر ایک اور صورت نظر بھی ہے جو اس دعوے کی یکسر تغلیط کر دیتی ہے کہ کسی مسلمان کی طبیعی یا ناگہانی موت وہ
مُصِيبَةٌ، جو جہر اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ بِالْبَيِّنَاتِ کی ضرورت یا اجازت از قرآن ثابت ہو، مُصِيبَةٌ کا لفظ کلام الہی کے اندر بالالتزام اس خدا فی انتقام یا اجتماعی سزا
کے معنوں میں آیا ہے جو قومیں یا افراد اپنی غفلت یا نافرمانی کے باعث اپنے ہاتھوں مول لے لیتے ہیں۔ انفرادی اموات اس جدول میں داخل
نہیں کیونکہ نیک و بد سب ایک نہایت اور ہر شخص کو مرنا از دے سزا یا انتقام واقع نہیں ہوتا۔ اگرچہ ایک ملک میں عام وبا کا پھیل جانا
یا طوفان سے سستیوں کا ہلاک ہو جانا مُصِيبَةٌ میں داخل ہو سکتا ہے۔ یہ نکتہ اس حیرت انگیز صحت اور تطابق کے ساتھ قرآن حکیم میں بجا بجا بیان
ہوا ہے کہ مُصِيبَةٌ کے الحال سبب شدہ معافی کی صحیح تصویر کشی کرنے کی غرض سے اس شہادت کا تمام کمال یہاں پر لکھ دینا ضروری ہے۔

سورۃ آل عمران میں غزوہ اُحد کے متعلق ہے:

اَوَلَمْ نَكُ اَصْحَابُ مَثَبٍ قَدْ اَصْبَحْنَا مَثَبًا قُلْ هَذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنفُسِكُمْ وَاِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَمَا
اَصْحَابُكُمْ يَوْمَ الْفَتْحِ اِلَّا جَمْعٌ فَاِذِ اَنَّ اللَّهَ وَلِيَّ الْمُؤْمِنِينَ وَلِيَّكُمْ اَللَّهُ الَّذِي بَنَىٰ لَكُمْ دِيَارَكُمْ وَفَقَّرَ (۱۶۴-۱۶۶)

مسلمانو! تم بھی عجیب لوگ ہو کہ جب تم پر جنگیں شکست کی مصیبت آپڑی، حالانکہ تم ہی جنگ بد میں دشمنوں پر اس سے دینی مصیبت ڈال چکے تھے،
تو تمہارے چلے چوت گئے اور بے دل ہو کر گئے کہیں! یا اُفت کمال سے گئی۔ اسے محمد! ان سے کہہ دو کہ یہ مصیبت آئی تو تمہارے اپنے کیے سے
آئی، اپنی نامزدی اور بُردی سے آئی، اور خدا تو اس قدر باحوصلہ ہے نہایت کہ اپنے بندوں کے کسی گروہ پر بے جارحیت نہیں کرتا اِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ

نَصْرًا وَإِلَيْكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ (۷۴: ۸) وہ کیا سمجھ کر اور کیا بد نظر رکھ کر اپنی رائے میں قتل ہو جانے والوں کو زندہ اور قیامت حیات کہا کرتا تھا: وَلَا تَقْنُقُوا الْمَنَ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْ لَا تَعْلَمُونَ

(بقیہ تحت الممن صفحہ ۱۲۴) شیخ قدس سرہ اور سہمی فائدہ ہے کہ تمہارے اعمال کو دیکھ کر تمہیں شکست دے۔ اور یاد رکھو کہ جس دن مقامِ احد میں ذوال فریق بھر گئے اور تم کو شکست کی مصیبت پہنچی تو یہی خدا ہی کے حکم سے تھا اور غرض یہ تھی کہ خدا ایمان والوں کو الگ معلوم کرے اور ظاہری مسلمان خفیہ والوں، لیکن دل میں نفاق رکھنے والوں کو الگ پہچان لے۔

یہاں بظاہر ہے کہ قرآنی اصطلاح میں مَصِيبَةٌ وہ شے ہو جو اپنے ہی کر تو سے آتی ہے اور بطور منکر کے ہو۔ سورہ نساء میں ہے: فَكَيفَ إِذَا أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ رِمْتُمْ إِلَيْهِمْ قُلْ لَا يَمْلِكُ لِي وَلَا لَكُمْ إِحْسَانًا وَلَا إِفْسَادًا (۱۶: ۱۷) یعنی ”تو پھر ان منافقوں کی کیا ہی بری حالت ہوگی جب ان ہی کے اپنے کر تو کی وجہ سے انہیں کوئی مصیبت نازل ہو تو تمہارے پاس تمہیں کھانے ہوئے دوڑے آئیں کہ بخدا ہماری غرض تو یہی تھی کہ سبیلِ ملاپ اور اتحاد پیدا ہو۔“ اسی سورہ میں انہی منافقین کے متعلق ہے: وَإِنْ مِنْكُمْ لَمَنُ كَذَّبَ بِتِلْكَ الْآيَاتِ فَتُكْفَبُ عَنْهَا وَإِنَّا كَاذِبُونَ (۱۶: ۱۷) اور اے منافقوں! اگر تم ان آیات کو کذب کہو تو تم سے ان کی مصیبت دور ہوگی۔ یعنی مسلمانوں! تم میں ضرور ایسے لوگ بھی ہیں جو ارادہ کر بیٹھے ہیں کہ ہم ضرور کسی برکتی جہاد سے پیچھے ہٹے ہیں گے، پھر اگر لڑائی میں تم پر شکست کی مصیبت آپڑتی ہے تو دل ہی دل میں کہتے ہیں کہ خدا نے مجھ پر ایسی آسان کیا جو میں ان لوگوں کے ساتھ لڑائی میں موجود نہ تھا۔ یہاں پر مصیبت صاف اجتماعی مصیبت ہو۔ سورہ توبہ میں پھر انہی مسلمان نامنافقوں کے ذکر میں ہے: وَإِنْ لَوْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ الْوَدَانَ كَأَحْسَنَ مَا كُنْتُمْ فِيهَا (۹: ۱۰) یعنی ”اے محمد! اگر تم کو لوگوں کی فائدہ پہنچانے یا غلبہ حاصل ہوتا ہو تو ان لوگوں کو بڑا لگتا ہے، اور اگر تم پر شکست کی مصیبت آنا نازل ہوتی ہے تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنا کام پہلے ہی سے ٹھیک ٹھاک کر لیا تھا، اور تمہارے پاس سے اٹھ کر واپس جاتے ہیں تو ان کی باچیں کھلی ہوتی ہیں۔“ یہاں بھی مصیبت صاف لڑائی میں شکست کھانے کی مصیبت ہو، انفرادی مصیبت سے بحث نہیں۔ سورہ قصص میں پھر مصیبت کو اپنے اعمال کی سزا کہا گیا ہے: وَلَوْ لَا آتَاكُمْ مُصِيبَتُكُمْ لَمَا كُنْتُمْ مِنَ الْغَاثِ (۱۰: ۱۱) یعنی ”اگر وہ اتنا محنت اس لیے جو کہاوا ان پر لگے اپنے ہی کر توں کے بدلے میں مصیبت نازل ہو۔۔۔۔۔“ سورہ شوریٰ میں مصیبت کے مفہوم کو یہ کلمہ قطعاً عیاں کر دیا ہے کہ اقوام عالم پر کوئی مصیبت نہیں آتی مگر یہ کہ انکے اپنے ہی کر تو سے ہی اگرچہ خدا ان شر و امان کیوں پر گرفت نہیں کرتا: وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ (۳۲: ۳۳)۔ سورہ حدید میں اجتماعی مصیبت کے باعث نزول کو یہ کلمہ اور بھی واضح کر دیا ہے کہ دنیا کی سب مصیبتیں نہایت سوچ بچار کے بعد نازل ہوتی ہیں:

مَّا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَلَا يَخَافُ الَّذِينَ ظَلَمُوا إِلَّا عَذَابَ اللَّهِ بَئِذٍ يُنَادِي الْمُنَافِقِينَ أَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ مَعَكُمْ حَاكِمُونَ (۱۰: ۱۱) اور اے منافقین! تمہاری جڑا ہمسرا میں یہ عظیم الشان جہاد نام اس لیے بد نظر رکھا گیا ہے کہ تم لوگ جسے تمہارے ماتھے سے چلی گئی ہے اس کو اپنی ہی بد اعمالی کا نتیجہ سمجھو، اور نافعِ خدائی فیصلوں کو اس استیلاوی اور بے اصول سمجھ کر اپنی قسمت پریشان نہ ہوتے ہو ورنہ تاسوا علی ما کانکم (۱۰: ۱۱) یا جو انعام تم کو دیا گیا ہے اس کو بلا سبب اور بے وجہ سمجھ کر اڑے اڑے پڑے اور کسی عمل سے غافل ہو جاؤ، اور جانے دو کہ خدا اترائے دے گا پھر اوشیٰ بانیٰ نے انکے کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ (خدا کے سعی و عمل کے پسند کرنے کے متعلق اس بات پر کہ اس کتاب میں اتنی شہادتیں لی چکی ہیں کہ ان آیات الہیہ کا اسکے سوا کوئی اور مفہوم ہو نہیں سکتا۔)

بَلْ أَحْيَاكُمْ وَلَٰكِنَّ كَثِيرًا مِّنْ أَهْلِ الْإِيمَانِ أَفْتَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَالَهُمْ الَّتِي هُمْ يَكْسِبُونَ ﴿١٥٣﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قَاتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَالَهُمْ الَّتِي هُمْ يَكْسِبُونَ ﴿١٥٤﴾

وہ کس حکمت عملی کی بنا پر انکو مغفرت عامہ کے بے تحاشا انعام، اور جنت کی دلفریب نہروں کے

۱۵ اور لوگو! جو شخص خدا کی راہ میں اور اسکا اعلا کرنے کرتے قتل ہو گیا، اسکو مرنا نہ کہو، وہ فی حقیقت زندہ ہے، وہ ابداً لا ہا دیکھنا پنا نام چھوڑ گیا، اپنے کارنامے چھوڑ گیا، وہ ہر وقت دوسروں کو شجاعت کی ترغیب دے رہا ہے، جو صلے بڑھا رہا ہے۔ لیکن تم نہیں سمجھتے کہ وہ کیونکر زندہ ہو۔
۱۵ اور لوگو! جو شخص راہ خدا میں قتل کیے گئے ان کو مردہ شمار نہ کرو، وہ تو فی حقیقت زندہ ہیں اور خدا کے پاس بیٹھے ہوئے اسکی نعمتوں اور رحمتوں سے مالا مال ہو رہے ہیں!

(تفسیر تحت آیت صفحہ ۱۲۵) ان آیات سے ظاہر ہے کہ مصیبت یہاں پہنچی وہ اجتماعی سزا ہے جو خدا قوموں کو ان کی مجموعی بد اعمالیوں کے باعث نہایت غور و خوض کے بعد دیتا ہے۔ انفرادی اور فاعلی مصائب اس میں شامل نہیں اور نہ کسی عزیز کی موت اس قانون کے تحت ہو سکتی ہے۔ قوموں کی پستی غفلتیں اور کامیابیوں ایک اقل قلیل مدت کے اندر خدا کے وبال کو دعوت دیتی ہیں، پھر جب انکی بد کاریوں کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے تو پورے قافلہ کے بعد خدا کا اہل حکم نافذ ہو جاتا ہے جیسا کہ سورہ تغابن میں ہے: مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ (۲۴: ۱۱) اور ہمیں کافروں کے اجتماعی عذاب ہی کا ذکر ہوا ہے۔ تمام قرآن کے طول و عرض میں صرف ایک جگہ (یعنی سورہ مائدہ میں) مصیبت کا لفظ انفرادی معنوں میں استعمال ہوا ہے مگر وہاں پر موت کے لفظ سے انکی تصریح کر کے متذکرہ صدر لکھے کو برسر رکھا ہے: أَوَلَمْ نَكُنْ مِنْ قَبْلِهِمْ خَلْقًا ۚ قَالُوا كَذِبًا ۚ فَصَبَّأَهُمْ مُّصِيبَةُ الْمَوْتِ (۱۰۶: ۱۰۶) یعنی اگر غیر میں ہو اور تیر موت کی مصیبت آپڑے تو وصیت کرتے وقت کوئی دوسرا کلمہ بھی پیکار کو تو کچھ مضائقہ نہیں! الفرض مُّصِيبَةُ کی قرآنی اصطلاح کے متعلق اس تمام استدلال سے ظاہر ہے کہ اصل کتاب کی آیات زیر بحث میں خدا نے عظیم نے اس امر کی تلقین نہیں کی کہ جب تیر کسی ہمسائے کا خوف طاری ہو، یا غریب اور نادار ہو جاوے، یا کوئی عزیز مسلمان مرجائے، یا تمہاری تجارت کا ہمارا ڈوب جائے تو فوراً اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَيْہِ رَاجِعُونَ کا طلسمی سنہرے دھڑاؤں بلکہ یہ کہہ دے کہ اے مسلمان! اس میں شک نہیں کہ ہم تو فنا و توفیقاً تم کو تمہاری مجموعی بد اعمالیوں اور غفلتوں کے باعث محکومیت، فقر و افلاس، بچا رگی، اور شکست و ریخت کی مصیبتوں میں ڈالتے رہیں گے، لیکن اگر تم سچے معنوں میں مسلمان ہوئے تو تم اپنی آبائی غفلتوں، اور ذاتی و اماندگیوں کو خیر باد کہہ کر صبر و استقلال سے ان مصائب کا مقابلہ کرو گے، اور اپنے سر پہ پیسے یہ آسمانی بلائیں ٹال کر رہو گے۔ اور صحیح معنوں میں مستقل مزاج اور صابر لوگ تو وہی ہوتے ہیں جو مصیبت کو سر پر سوار ہو کر کھڑے قانون خدا کی طرف اُسر و فروج کرنے کا ارادہ کر لیتے ہیں (قَالُوا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَيْہِ رَاجِعُونَ) اور جان لیتے ہیں کہ یہ مصیبت ہمارے اپنے ہی کرتوت کی وجہ سے ہو اور خدا سے منحرف ہونے کا نتیجہ ہے۔ ہر سنہرے یا فتنہ مجرم یا عتاب زدہ ملازم اپنے آقا کو خوش کر نیچے لے آئے دن بعینہ اسی قطع کا رجوع اختیار کرتا ہے، وہ سزا کے بعد پھر اپنے نافرمانی کے حکموں کی تعمیل شروع کر دیتا ہے، اسے قانون کی طرف لوٹ آتا ہے، اپنی بد اعمالیوں اور غفلتوں سے تائب ہو کر انکی صحیح معنوں میں ملازمت اختیار کر لیتا ہے۔ نہ یہ کہ زبان سے کوئی مسنون دہراتا پھرے، اور آقا اس کی خوشحالانی پر فریفتہ ہو کر اس کو معاف کرے بلکہ شایاں بھی دے: قَالُوا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَيْہِ رَاجِعُونَ کا لفظ قرآن حکیم میں ایسے موقعوں پر محض منہ سے کہنے کے معنوں میں نہیں آتا بلکہ اپنے قول کو فعل سے ثابت کرنا مراد ہوتا ہے۔ سورہ حم اسجہ میں ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ ثُمَّ لَا يَتَذَكَّرُوْنَ اَلَمْ یَكُنْ عَلَیْہِمْ اَلْمِیْقَاتُ (۳۱: ۳۱) یعنی جن لوگوں نے خدا کو اپنا رب کہہ دیا، پھر استقامت سے اس قول پر سچے رہے، پھر فرشتے اُترتے ہیں۔ یہاں محض منہ سے کہنا ہرگز مراد نہیں بلکہ جن لوگوں نے از روئے عمل خدا کو اپنا حاکم اور رازق مان لیا، ان کا ذکر ہے۔

تشریح سیمۂ حیات

مُصِيبَةُ کی قرآنی اصطلاح کے معانی آج قریب ترمیم ہو چکے ہیں اور ظاہر ہے کہ کوئی انسانی لغت اب اسے خدا کی مفہوم کو ادا نہیں کر سکتی قرآن ذات خود اپنے معانی کا مخزن ہے اور اسی نقطہ نظر سے سب انسانی لغات سے بے نیاز ہے۔ ایک اور قرآنی اصطلاح جو قریب قریب

داعی وعدے دے دیا کرتا تھا؟ وہ کیوں اپنی سرسری آنکھ کی الفت سے بھری ہوئی نظریں
اُن غازیانِ ملت، اور فدائیانِ دین پر ہی ڈالتا تھا جو اسکی راہِ مجنت میں دیوارِ آہن کی طرح ثابت قدم

(بقیہ تحت المشرق صفحہ ۱۲۶) یعنی اجتماعی بد حالی کے معنوں میں استعمال ہوئی ہے سَبَّحْتَہُ اُسے اور جس کی فصدِ حَسَنَہ ہے۔ یہاں اس
تقریب پر ان اہم اصطلاحات کی توضیح بھی کر دیتی ہے اگرچہ اسکی ضرورت اس کے چل کر واضح ہوگی **الف** سورہ نہل میں ہے: مَا أَصَابَكَ
مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنْ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ (۴۹: ۴) یعنی اے لوگو! جو بھلائی تم کو اس دنیا میں پہنچی ہے وہ تمہارے خدا
بتائے ہوئے راہ پر چلنے کی وجہ سے ہے اور جو سزا تم کو اس دنیا میں ملتی ہے وہ تمہارے اپنے کثرت سے ہے۔ علیٰ ہذا القیاس سورہ شوریٰ میں ہے: وَلَئِنْ
نُفِیْتُمْ سَبْعَ مَآثِرٍ مَّتَّ آتِیْنُكُمْ (۳۶: ۳۷) یعنی اگر ان کو انکے اپنے کثرت سے کوئی بُرائی پہنچے۔ جس سے مقصود افرادِ امت کی غفلت کی
وجہ سے اجتماعی سزا کا ملنا ہے۔ سورہ اعراف میں اقوام کو سزا ملنے کے ابتدائی مراحل کے ذکر میں ہے: ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتَّى عَفَا
(۹۵: ۷) پھر ہم اس قوم کی ظاہری بد حالی کو خوشحالی اور فلاحِ الہی سے بدل دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ لوگ اس کے زعم میں حصے تیار نہ کر جاتے ہیں۔ اسی
سورہ میں آگے چل کر ہے: وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالنَّيْلِ وَالتَّقِیْمِ تِلْكَ الْأَمْثَلِ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُونَ (۱۰۸: ۱۰۹) اِذَا جَاءَهُمْ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَئِنْ هَذِهِ
وَكَانَ لَیْسَ بِمِنْ سَبَّحْتَہُ تَطْلُقُ فَرِحُوا فَمِنْ مَوْسَى وَمِنْ مَعْنَا (۱۳۰: ۷) اور ہم نے فرعون کی قوم کو رسول کی خشک سالیوں اور کئی پیداوار کی سزا سے اپنے دی
تھی کہ وہ لوگ عبرت پزیر اور اپنی بد اعمالیوں سے باز آئیں۔ ہر جب انہر کوئی اجتماعی راحت نازل ہوتی تھی تو کہنے کی خدا کی طرف سے خوشنودی مزاج کا
یہ پروردگار ہمارے ہی نیک اعمال کی وجہ سے ہے اور اگر انہر کوئی جمعی آنت آتی تو مومنوں اور انکے ساتھیوں کے بد افعال کا نتیجہ گردان کے سر پہنچتا
یہاں تَقْصِیْمِ تِلْكَ الْأَمْثَلِ کے مترادف صبرِ صافی (صفحہ ۱۳۲) تحت امتن کی تائید بھی ہوگئی اور سَبَّحْتَہُ کے مطالب بھی صاف ہو گئے۔ سورہ مدثر میں ہے
وَلَیْسَ یُجِیْلُ ذَٰلِكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثَلَاتُ (۱۱۳: ۶) اور اے پیغمبر! یہ لوگ تم سے خوشحالی اور اجتماعی عافیت مانگتے
کی بجائے عذاب کی جلدی پھا رہے ہیں حالانکہ انکو خوب معلوم ہے کہ ان سے پہلے ہمارے ہاں سے وہ وہ دردناک عذاب آئے ہیں کہ ان کی کماؤں میں
آتی ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس سورہ نمل میں حضرت صالح کا قول ہے: قَالَ یَقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُونَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُونَ لِلَّهِ لَعَلَّكُمْ
تُنْجُونَ (۲۶: ۱۲) یعنی حضرت نے کہا کہ اے قوم! تم کیوں خوشحالی اور امن (الحسنۃ) کو چھوڑ کر فساد و مسکن کے عذاب (السَّیِّئَةِ) کے لئے
جلدی پھا رہے ہو، تم کیوں خدا سے ذوالجلال سے اپنی گزشتہ دامنہ گویوں پر پردہ پوشی کی درخواست (تَسْتَغْفِرُونَ) نہیں کرتے تاکہ تم سقِی انعام و
اکرام ہو جاؤ؟ یہاں بھی سَبَّحْتَہُ سے مراد صاف طور پر وہ اجتماعی بد حالی ہے جو احکامِ خدا کی عدم تعمیل کے باعث ہر قوم پر وقتہ بوقتہ یارفتہ نازل
ہو جاتی ہے۔ سورہ آل عمران میں ہے: اِنْ تَتُوبْكُمْ فَحَسَنَةُ لِّمَنْ تَتُوبُ اِنْ تَعْبُوا فَسَيِّئَةٌ لِّكُمْ فَتَحَوَّلَ سَبَّحْتَہُ لَیْسَ خَوَیْئًا (۱۱۹: ۱۲) یعنی مسلمانو! اگر تم کو کوئی عیب
خادم پہنچے ہے تو انکو برا لگتا ہے اور اگر تم پر کوئی قومی آفت نازل ہوتی ہے تو یہ منافق خوش ہو جاتے ہیں۔ یہاں سَبَّحْتَہُ کی کوئی دوسری تاویل
غیر ممکن ہے اور مطالب بالاتر از وہی ہیں جو پہلے بیان ہوئے۔ سورہ اعراف میں بنی اسرائیل کے بارے میں ہے: وَقَطَعْنَاهُمْ فِی الْاَرْضِ اُمَمًا
وَمِنْهُمْ الطَّیِّفُونَ وَمِنْهُمْ ذُو الْقُرْآنِ وَالْخَسِیَّةُ وَالتَّیَّاتُ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُونَ (۱۶۸: ۷) اور ہم نے بنی اسرائیل کو بالآخر گروہوں میں
تقسیم کر کے سطحِ زمین پر پسپا دیا، ان میں سے بعض اتمینِ صالح بنی ہیں (اودت مدینک ہمارے انعاموں سے بہرہ ور ہوتی ہیں) اور بعض بہت
جلد غیر صالح ہو گئیں (اور جلد صفحہ زمین سے محو کر دی گئیں) اور ہم نے ان غیر صالح اُمتوں کی تائیدِ طرح طرح کی اجتماعی خوشحالیوں (الحسنات) اور ہم
قسم کی جماعتی بدعالیوں (التَّیَّات) سے کی کہ شاید یہ انعاموں کے ملنے کی لم کو سمجھ کر اور سزاؤں کے آنے کی حقیقت کو پا کر ہمارے قانون کی طرف لوٹ
آئیں (لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُونَ)۔ گویا یہاں مراد یہ ہے کہ جہاں کچھ مدت کے لئے راہِ راست پر آ جاتے تھے تو ہم اپنی نعمتوں کا دروازہ یکسر کھول دیتے تھے تاکہ
انکو معلوم ہو جائے کہ انعام یکسر جاری متابعت کی وجہ سے ملتا ہے اور جہاں ہمارے قانون سے سرکش ہو بیٹھتے تھے تو ان کو بد حال کر دیتے تھے کہ
سمجھ لیں کہ یہ بد حالی انکے اپنے کثرت سے ہے۔ سورہ زمر میں سَنَیَّاتِ کا یہی مفہوم ذرا اور بھی واضح طور پر ہے: فَاصْبِرْ سَنَیَّاتِ مَا کُتِبَ لَکَ وَالَّذِیْنَ

اور جمیع مخلوق کا رزق ہے: لَهُمْ مَعَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالْیَسْمٰوٰتِ

هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (۳۹: ۶۳)، وَإِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُ اِلَّا لَیْلًا یُّغَلِّیْهِ (۱۵: ۲۱)،

۱۔ زمین و آسمان کے خزانوں کی کھجیاں اُسی کے پاس ہیں۔ جسکو غرض ہو کر جو چاہے اُن میں سے بخش دے تو جو لوگ احکام خدا سے منکر ہیں اور اُسکے مطابق نہیں چلتے وہی گمراہ ہیں۔

۲۔ اور اس زمین و آسمان کے اندر کوئی ایسی شے نہیں جسکے ہمارے ہاں خزانے کے خزانے نہ بھرے پڑے ہوں، اور ہم اُنکو اس دنیا میں بھیجے بھی ہیں تو ایک مناسب انداز سے کے ساتھ جو ہمارے علم میں ہے۔

(بقیہ تحت آیتن صفحہ ۱۲۸) سے بظاہر ان کا کچھ تعلق نظر نہیں آتا لیکن اگر یہ معائنہ نظر دیکھا جائے تو سیاق و سباق کلام سے عیاں ہو جائے گا کہ ان کا اتنی مفہوم بھی اجماعی ہی ہے۔ قرآن حکیم اپنے کسی امر و نہی میں اجتماعیت کے گراں قدر اصول کو نظر انداز نہیں کرتا، اور انہی اعمال کو حسانات یا سببات قرار دیتا ہے جن کی تہ میں اجتماعی ترقی یا منزل کے جراثیم مخفی ہوں۔ نہیں بلکہ از روئے قرآن حَسَنَةٌ انسان کا وہ انفرادی عمل ہے جو فائدہ اس ارادے کو پیش نظر رکھ کر کیا جائے کہ اُسکے کرنے میں اجتماعی فائدہ ہے، اور علیٰ ذلکا قیاس سَبَّحْنَاهُ، وہ فعل ہے جسکا تعقل اور استمرار میں حیث اجماع نہ نقصان دہ ہے، اور اسی لیے اسکے عامل کی نیت اپنی جماعت کے بارے میں درست نہیں۔ اعمال کا نیت کے ساتھ لازم ملزوم ہونا اسلامی فلسفہ عمل کا وہ جزو لا ینفک ہے جو ہر صاحب نظر پر ظاہر ہے۔ دنیا کی بیدار اقوام کے سب افراد ہمیشہ سے تمام حسانات ہی مستقل پیش نہاد کو سامنے رکھ کر کرتے آئے ہیں، اور یہی طبع نظر جب رفتہ رفتہ آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے تو قوم میں بلائیں نتائج سببات شروع ہو جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ اکثر حَسَنَات، بھی سَبَّحَات بن جاتی ہیں جیسا کہ آجکل زکوٰۃ ہے کہ یہودہ اور منتشر طور پر خرچ کر نیے مسلمانوں کو قوت دینے کی بجائے ان میں گد اگروں کی جماعت پیدا کر کے ضعف پونچا رہی ہے۔ اس اہم موضوع کے تعلق اسلامی فلسفہ عمل کے تحت میں مستقل بحث کی گئی ہے جو تیسری مجلس کے شروع میں آئے گی۔ سر درست صرف اس قدر دکھانا مقصود ہے کہ حَسَنَةٌ کی صحیح تعریف از روئے قرآن یہ ہے کہ اس سے کسی مستقل اجتماعی ربون عالی (یعنی السَّیِّئَةُ) کا واقعہ ہو۔ مثال کے طور پر اگر ایک قوم کے افراد دیانت داری کے اصول پر ایسے عمل پیرا ہیں کہ بددیانتی سے اُن کی تجارت کو فروغ نہیں ہو سکتا، انکی دنیا میں ساکھ نہیں بچھ سکتی، اُن کا کاروبار عالمگیر نہیں ہو سکتا، وغیرہ وغیرہ، تو وہ قوم بلا سبب ایک سَبَّحَةٌ کا دُفعہ ایک حَسَنَةٌ سے کر رہی ہے، اور اسی لیے فطرت کے خزانہ عامرہ سے انعام پا رہی ہے۔ برخلاف ایسے جس قوم کا کوئی مستقل پیش نہاد نہیں رہا، اور اُس کے افراد فوفا و فوفا ایک عمل بلا نیت کر رہے ہیں یا سرے سے قوم کے بد انجام سے غافل ہو کر بیدیاں کر رہے ہیں تو قرآن کے رو سے یہ حالت کچھ داخل حسانات نہیں۔ سورہ رعد میں ہے:

وَالَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَانْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَعَلٰنِیَةً وَیَبِیْئُوْنَ رِزْقًا حَسَنًا السَّیِّئَةُ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلَلٌّ اِذَا

(۱۱۳: ۲۲)

لگو! صاحب علم و نظر تو وہ لوگ ہیں رُؤُوسُ الْاَلْبَابِ کا ترجمہ جو آیہ (۱۱۳: ۱۹) میں ہے، جو اپنے پردہ و گام کی خوشنودی کی خاطر مستقل کو اپنا دستور العمل بنا لیتے ہیں (صبر ہوا) جو الصَّلٰوة کو قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انکو دے رکھا ہے، انہیں سے ایشا مال و پردہ اد علی الاعلان کرتے ہیں اور اپنی اجتماعی بدعالی کا دُفعہ مناسب اعمال کے ذریعے سے کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی دنیا بینی دنیاوی معاشرت (الذَّالِیْمُ) کا انجام (عَذَابُی) اچھائی اچھا ہے۔

الصَّلٰوة کی اجتماعی خوبیوں، اور ایشا مال کے اجتماعی فوائد کے متعلق اصل کتاب میں بحث ہو رہی ہے، اور آئندہ کئی دفع انہی اہم موضوعوں کے لیے وقف ہیں، تاہم اس آیت کریمہ سے ظاہر ہے کہ صبر، اقامت الصَّلٰوة، انفاق مال، اذفع سببات، سبکے سب اجتماعی اعمال ہیں جسکا اجتماعی حالت کو درست کرنے کی نیت سے کیے جانا مقصود ہے۔ یہی مضمون قریب قریب سورہ قصص (۲۸: ۵۴) میں ہے، اور وہاں بھی یہی فرجی

اُولٰٓئِكَ یُؤْتُوْنَ اٰیٰتِہُمْ قَرَآنًا یَّحٰکِبُوْنَ اُولٰٓئِكَ رِزْقًا حَسَنًا السَّیِّئَةُ وَجَاہُہُمْ یُنْفِقُوْنَ (۵۴: ۲۸)

فَمُرِّدُوا إِلَيْكُمُ الْكِرَامَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدُدْ لَهُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَاهُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحَسَّناكُمْ لَا تَفْسَحُوا وَإِنْ أَسَأَأْتُمْ فَلَهَا ﴿٦١﴾-٤)

یہاں صاف طور پر یہ زمین و آسمان کی لغت میں 'حسنِ عمل' (الحسنات) سے مراد اجتماعی بیداری اور قومی اجیاد کے وہ متعارف اعمال ہیں جنکا اہل نتیجہ غلبہ قوم ہے، اور 'سُوءِ عمل' (السيئات)، قومی اخلاق کا وہ انحطاط عظیم ہے جس کا نتیجہ محکومیت اور غلامی ہے جن لوگوں نے مسنِ عمل سے مراد ہمتا خانوں میں بیٹھ کر تبصیریں چلانا سمجھ رکھا ہو اُن کے لیے یہ آیات از بس سبق آموز ہیں! بنی اسرائیل کی قوم نے اپنے ظالم حاکموں (نہیں بلکہ خدا کے سخت گیر اور با رعب بندوں) عیساٰ دَاوُد اٰلِیٰہٗ اٰوَدٰی بَاۤیْسَ شٰدِیْدِیْنِ (دیکھو آیہ ۵۱۱ء) سے نجاتِ اعتکاف خانوں کے اندر تبصیریں پھیل چکی ہیں۔ وہ لامحالہ تیغ و تفتنگ لیکر باہر نکلے ہونگے! ایمان کی اہل قوتیں اُنکے دلوں میں موجزن ہوتی ہوگی! انتقاد، صبر، ایثار مال و غیرہ ان کا مذہبِ عمل بن گیا ہوگا، پھر رب غفور و رحیم نے اُنکے اِس 'حسنِ عمل' کو دیکھ کر اُن کے گزشتہ گناہ، معاف کر دیئے ہوں گے، اور یہ بادشاہت کا حاصل ہونا ہی خوشنودیِ خدا کی علامت تھی! مال و اولاد کی کثرت (اَمَلًا وَّلٰکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنٰیۃٍ)، اور اُن کا تم غنیمت مہو جانا (وَجَعَلْنٰکُمْ اَکْثَرًا) ابھی کچھ تبصیروں کے دوسرے نہ تھا، یہ سب افضالِ الہی عروسِ سلطنت کی وہ اُسے کنیز نہیں ہیں جو ہاتھ باندھے ہوئے اس کے جلو میں ہر وقت حاضر ترقی ہیں! اور ہر اُس قوم کے گمراہ اُجالا بن جاتی ہیں جسکی میمانی عروسِ بادشاہت قبول کرے! جو قوم اس کا رگاہِ عمل میں اپنی بہتری کے لیے حتی الامکان ہاتھ پیر مار رہی ہے، جو سعیِ عمل کی دوست ہو، آنا و آواز و نور آور ہے، جو اِن اِن بَاۤیْسَ شٰدِیْدِیْنِ ہے، مہربانی اَحْسَنُکُمْ کی مصداق ہے، وہی قانونِ خدا کی پابند ہے، وہی خدا کی علامتِ غلام ہے، وہی عبادتِ کافق و اوکراہی ہے، وہی عیساٰ دَاوُد اٰلِیٰہٗ اٰوَدٰی بَاۤیْسَ شٰدِیْدِیْنِ ہے! منکول کو ہاتھ میں پھیر پھیر کر رواں کر نیسے خدا کی بندگی ہرگز نہیں ہو سکتی! اسکے لیے ملازم ہونا شرط ہے، کام کرنا شرط ہے، متفق اور متحد ہو کر ہاتھ پیر مارنا شرط ہے! لیکن اس موضوع کو یہاں بطول دینا بہت کچھ بیش از وقت ہے۔

(ج) سُنِّيَّةٌ اور حَسَنَةٌ کے متعلق متذکرہ صدر بحث سے جو (الف) اور (ب) کے ماتحت ہوئی اس قدر نظر ہے کہ جہاں آیات مستزادہ (الف) میں ان اصطلاحوں سے مقصود اجتماعی بدعالی اور عمومی خوشحالی ہے، وہاں آیات مذکورہ (ب) میں ان سے مراد وہ اعمال ہیں جو اجتماعی بدعالی اور خوشحالی کا پیش خیمہ ہوتے ہیں اور جن کا انجام بادشاہت اور تسلط فی الارض یا محکومت اور غلامی ہے۔ اس نقطہ نظر سے کلام اتنی میں جہاں جہاں یہ الفاظ آئے ہیں وہاں مراد یہی طاقت اندوز یا شکست انگیز اعمال ہیں اس سے کتر قطعاً کچھ نہیں۔ سورہ انعام کے آخری رکوع میں ہے: وَمَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ مَثَلٍ هُمْ وَمَنْ جَاءَ بِالْأَسْفَلِ فَلَهُ عَشْرُ مَثَلٍ هُمْ لَا يُظْلَمُونَ (۱۶۱:۶۰)، یعنی جو حق پس اس کا رگاہ سنی عمل سے ایک حَسَنَةٌ کمالا تو اس کو اس جیسی دس حَسَنَات، انعام میں ملیں گی اور جس نے اپنی جماعت کے حق میں کوئی شکست انگیز عمل کیا تو اس کو صرف اس قدر سزا ملے گی جس قدر اس نے شکست و ریخت کی تھی، اور اپنی زیادتی کو کسی صورت میں نہ ہوگی۔ یہاں باوی النظر میں محاکمہ عام معلوم ہوتا ہے اور خیال میں آتا ہے کہ کسی خاص نیکی کی تخصیص نہیں کی، لیکن اس سے پہلے کی آیت: اِنَّ الَّذِيْنَ ضَرَفُوْا وِیۡۤهَمَّ وَكَانُوْا شٰیۡعًا لَّسَتْ وَهَمُّہُمْ فِی شَیۡءٍ مِّنۡہَا

راہ کرتا تھا، اور اس بروقت مالی امداد کے صلے میں چند سکوں کے بدلے، جنت کے نظریہ

(بقیہ تحت اہل صفحہ ۱۳۰) اَلْاٰمِرُہُمْ اِلٰی اللّٰہِ فَتَعْلَمُہُمْ بِمَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ (۱۶۰:۶) یعنی اسے پیغمبر اچن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور کئی فرستے بن گئے، تمہارا اُن سے کچھ تعلق نہیں ہے، اُن کا معاملہ خدا کے حوالے ہو کہ وہ خود ہی انکو دردناک سزائیں دے گا اور اس وقت اُن کے ہر اعمال کا نتیجہ موبہ بتلا دے گا جبکہ شکست و ریخت اُن کے سروں پر چھا رہی ہوگی۔ معافیہ صلہ کر دیتی ہے کہ حسنة اور سيئة کے الفاظ باہر اسے اسی اتحاد اور نہرہ بندی کے متعلق استعمال ہوئے ہیں جو ایک اجتماعی عمل ہے، اور ایسے ہی دوسرے اور نتیجہ خیز اجتماعی نیکیوں کے متعلق خدا نے زمین و آسمان نے دس گنا ثواب مقرر کیا ہے۔ نہ یہ کہ اگر کسی راہ چلے گدیر گرو دپیے دیدیے جائیں تو خدا سے بہت پیوں کا امیدوار انسان ہوتا۔ علی ہذا القیاس سورہ نمل کے اخیر میں الحسنة کو اس قدر جلیل القدر اور لائق الطاف و کرامت عمل قرار دیا گیا ہے کہ قیامت کی نفسی اور کس مہر کی دن اُس ایک احسنہ کا عامل سب پنج و فرع سے ان میں ہوگا، اور ایک استیہ کا کرنے والا اوندھے منہ جہنم میں دھکیل دیا جائے گا، مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّمَّا نَا، وَهُمْ قَوْمٌ قَتَلُوْا نَبِيَّہُمْ وَجَعَلُوْا فِی الْاَرْضِ دَہْلًا لِّغُلُوْہِہُمْ اَکْثَرًا مَّا کَانَتْہُمْ فَعَلُوْا (۸۹: ۹۰) یعنی جس شخص نے قیامت کے دن الحسنة کو اپنی شفاعت میں پیش کیا تو اسکو اس کے عمل سے بہتر اجر دیا جائے گا اور ایسے لوگ اُس دن قیامت کی تمام پنج و فرع سے امن میں ہونگے، اور جو السيئة کو اپنے ساتھ لایا تو ایسے لوگ اوندھے منہ دوزخ میں دھکیل دیے جائینگے اور اُن سے پوچھا جائے گا کہ کیا یہ دردناک سزائیں لوگوں کو ماسوا تمہارے اعمال کے کسی اور جرم کی پاداش میں مل رہی ہے؟ اِن آیات الہی سے ظاہر ہے کہ الحسنة کا معیار از روئے قرآن کس قدر بلند ہے۔ آج لوگوں نے نیکی کا معیار بہت حدت متعور کر لیا ہے کہ ادنیٰ سی اور بے نتیجہ نیکیاں کر کے دس گنا ثواب کے منتظر رہتے ہیں اور اس ناروا رسم میں ہاتھ پر ہاتھ دھڑکٹھٹے رہتے ہیں۔ قریب قریب یہی بات سورہ المؤمن (۴۰: ۴۱) میں ہو گرا کے اعادے کی یہاں پر ضرورت نہیں۔ قرآن حکیم کی کل کائنات میں صرف دو باتیں تھیں (۴۱: ۴۲) (۴۳: ۴۴) (۴۵: ۴۶) ہیں جہاں باہمی النظر میں سیئة یا حسنة کے الفاظ انفرادی معانی میں استعمال ہوئے ہیں مگر جس وقت اُن آیات الہی کا ربط اصل کتاب میں ظاہر کر دیا جائے گا تو عیاں ہو جائے گا کہ اُن موقعوں پر بھی ان قرآنی مصطلحات کا بلند معیار بہت ستر قائم ہے۔

اس تمام طول و طویل بحث و تمحیص سے جو ان اوراق میں سیئة اور حسنة کے الہی مفہوم کے متعلق ہوئی ہر نوع یہ ظاہر ہے کہ سیئة کے معانی بھی مصیبة کی قرآنی اصطلاح کی مانند دنیاوی اور اجتماعی بدحالی کے ہیں۔ جو سزائیں اقوام عالم کو اس دنیا میں قانون خدا سے منحرف ہونے، اور ذاتی غفلتوں کے تسلسل میں ملتی ہیں، اُن کے لیے قرآن نے لفظ سیئات، تجویز کیا ہے۔ اسی لحاظ سے جہاں جہاں قرآن میں "لَا تُکْفِرْ عَنْہُمْ سَبَّارٌ رَّحِیْمٌ" یا "لَا تُکْفِرْ عَنْہُمْ سَبَّارٌ رَّحِیْمٌ" وغیرہ کے الفاظ ہیں، انکا صحیح فہم یہ ہو کہ ہم اُن کی تمام جماعتی بدحالیوں اور خانہ بر باد یوں کو دور کر دینگے۔ نہ یہ کہ ہم اُن کے گناہوں کو معاف کر دینگے۔ جس کے معنی عملاً غیر محمدمیں کیونکہ شخص یا قوم کو پتہ نہیں لگ سکتا کہ اس کے گناہ و حقیقت معاف ہوئے ہیں یا نہیں۔ اکثر شارحین قرآن نے اِن الفاظ کا یہ معنی اور بے نتیجہ سبب قرار دیا ہے اور حقیقت سے دور جا پڑے ہیں۔

سیئة کے لفظ پر طول و طویل بحث آیہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (۱۵۶: ۲) کے تحت میں اس لیے کی گئی ہے کہ صفحہ ۱۳۲ کے متن کی آیہ (۱۹۳: ۳) میں لَا تُکْفِرْ عَنْہُمْ سَبَّارٌ رَّحِیْمٌ وَلَا تُخْلِکَہُمْ جَنَّتٍ بَیْرُہِیْمِہِیْمَا اَلَا ظَہَرَا کے الفاظ آپ کے ہیں اور سیئة کی تشریح نہیں ہو سکتی تھی جب تک کہ مصیبة کی تشریح نہ کر دی جاتی۔ ہر فرع ظاہر ہے کہ اس آیت میں مراد یہ ہے کہ جن لوگوں اور قوموں نے میری راہ میں قتال کیا اور قتال کرتے ترک وطن پر مجبور ہوئے، میں اُن کی اجتماعی بدحالیوں کو دور کر دوں گا، اور انکو ایسے باغوں اور سرسبز زمینوں (جنت) کا بادشاہ بنا دوں گا جن کے تے نہریں بہتی ہوگی۔ ضمناً یہاں جنت کے معانی کی بھی تشریح ہو گئی۔ اگرچہ جنت کے متعلق مکمل بحث تیسری جلد پر چوری ہو گئی ہے۔ جو شخص اس قتال میں بچے رہے اُن کے لیے زمین کے جنت کی بادشاہت اور جو مارے گئے اُن کے لیے آخرت کے

باغات اور نہریں کیوں فروخت کر دیا کرتا تھا، اور پھر ان نعمائے الہی کے باوجود اس

(بقیہ تحت اہل بیت صفحہ ۱۳۱) باغ بہشت - یہی ”ثَلَاثًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ“ کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ ”مِن“ کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ ثواب دنیاوی ہے اور سودا نقد۔ آخرت کا اُدھار مقصود نہیں جیسا کہ شارحین نے بالعموم فرض کر لیا ہے اور اس نادر فرض کے باعث مسلمانوں کے آگے سے بادشاہت زمین کا وہ اہم منصب العین اور بہترین انعام دور کردیا ہے جس پر سعی و عمل کا تمام حصر تھا۔

صلوات کے مفہوم کی تشریح

آیہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ (۱۵۶:۲) کے مطالب کی صحیح تعین کے بعد جو غور طلب بات لائق شرح و بیان رہ جاتی ہے یہ ہے کہ آیہ (۱۵۶:۲) کے الفاظ اَوَّلَیْکَ عَلَیْہِمْ صَلَواتُکَ تَبَرَّکَ تَبَرَّکَ تَبَرَّکَ میں صلوٰۃ کا مفہوم بعینہ کیا ہے، نہیں بلکہ مرقبہ طریق درود خوانی میں اللہ تعالیٰ کی تحسین کے کیا معانی ہیں۔ اہل اسلام کی شرعی مجالس میں اور دوسرے موقعوں پر نبی کریم کے نام پر درود بھیجنے کا طریقہ ابتدا سے رائج ہے اس پر مسلمان روزِ اول سے نہایت شد و تہ سے حصہ لیتا چلا آیا ہے، اور اس درود کا بار بار پڑھنا داخل ثواب سمجھا ہے۔ صدر اسلام میں ایسے کچھ دیر لچر تک جب کہ نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پڑھایا ہو سبقت ابھی تازہ ہی تھا، اور اسلامی اوامر و نواہی کی حکمت بالغہ پر مسلمان کے ذہن نشین اس قدر ہو گئی تھی کہ اس کی تعمیل کیلئے عند الضرورت ہزاروں میل چلنا بھی اُسکے لئے ناگوار نہ تھا، ممکن ہے کہ کم و بیش ہر مسلمان درود پڑھتے وقت اُسکے صحیح مفہوم سے واقف ہو بلکہ اس کو صحیح لے اور کثیف دل کے ساتھ ادا کرتا ہو لیکن آج جبکہ مسلمانان عالم اسلام کا اکثر دس بھول گئے ہیں، درود کا صحیح مفہوم اور اس کا سچا کیفیت حال ذہنوں سے قاطبہ نکل چکا ہے، اور باقی لطیفات شرعی کی طرح یہ بھی محض سی اور بے نتیجہ رہ گیا ہے۔ آج جب کسی اوسط مسلمان کو درود کے متعلق سوال کیا جاتا ہے کہ وہ کیا ہے، کیوں اور کس لئے پڑھا جاتا ہے، اس کی اتنی حکمت کیا تھی، تو وہ آئیں یا میں شائیں کہ نظر آتا ہے، اور بالآخر جب تک نہیں پونج سکتا تو سب ہتھیار ڈال کر کہہ دیتا ہے کہ خدا کے احکام میں عقل کو کچھ دخل نہیں، ہمیں کلام نہیں کہ یہ طریق تفصیل کسی حق طلب قوم کے لئے انہیں ملک ہو، اور فقدان عمل کا راز بھی اسی دم مزین اور بکشتا حالت کے قیام میں ہے۔ آیہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ کی متذکرہ صدر توضیح کے بعد کم از کم یہ ظاہر ہے کہ خدا نے اپنی جناب سے اُن لوگوں کو تحسین و آفرین کئے کا وعدہ کیا ہے جو کسی اجتماعی مصیبت کے دفع کرنے کی غرض سے قانون خدا کی طرف لوٹ آتے ہیں، اور ایسے ہی کارکن لوگوں کے بارے میں اَوَّلَیْکَ عَلَیْہِمْ صَلَواتُکَ تَبَرَّکَ تَبَرَّکَ کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ گویا صلوٰۃ سے مراد وہ شاباش اور تحسین و آفرین ہے جو کسی شخص کو کسی پسندیدہ کام کے سر انجام کو دیکھ کر دیا جاتی ہے۔ قرآن حکیم میں سرور کائنات پر صلوٰۃ اور سلام بھیجنے کا حکم سورہ احزاب کے ان الفاظ سے ظاہر ہے:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتُہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّؐ ۙ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوا اَسْلَمَیْمًا (۵۶:۱۳۳)

لوگو! تم کس نادر و ارفع میں ہو اور کیوں آئے دن نئے نئے ہمتان باندھ کر اور خابیدہ نختے جگا جگا کر رسول خدا کو تنگ کرتے ہو حالانکہ اس جلیل القدر نبی کی شان و منزلت ہے کہ وہ زمین و آسمان کا مالک خدا، اس کی عالم آفاق قوتوں کے علم پر وارزشتہ سب کے سب اس کی حیرت انگیز طاقت عمل، اس کی محبوبیت ویر پائش، اس کے انقلاب انگیز زور بہشت، اس کی غلبہ القلوب روحانیت پر تحسین و آفرین کے نعرے لگاتے رہتے ہیں (صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوا اَسْلَمَیْمًا) اور ہر دم اُس کے نعرے اور ستائش کا نعت ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔ اسے ایمان والو! تم بھی اپنے اس منہ مانے جلیل پر آفرین کے نعرے لگاؤ (صَلُّوْا عَلَیْہِ) اور اُس پر اپنی تمام اہمیت کا سلام بھیجا کرو (سَلِّمُوا اَسْلَمَیْمًا) اُسکے احکام کے آگے تسلیم غم کر دیا کرو (سَلِّمُوا اَسْلَمَیْمًا)۔

مَلَائِکَہ کی حقیقت سے یہاں پر بحث نہیں، نہ اس پر کہ رسول خدا کا وہ کیا زور عمل تھا جس نے ایک عالم کو انجشت بد مذاں کر دیا تھا، اس کی حقیقت اصل کتاب میں بتدریج عیاں کر دی جائے گی۔ لیکن یہاں ظاہر ہے کہ نبی پر درود بھیجنے سے مراد کثیف دل کے ساتھ اُسکے جلیل القدر کا ناموں پر تکرار ہونا، اس کا نام برباب آنے پر تحسین و آفرین کے نعرے لگانا، اس کو زندہ باد و سلام کہنا وغیرہ وغیرہ جیسا کہ آج ہر قوم اپنے رہنماؤں کے دیدار سے مشرف ہو کر کیا کرتی ہے۔ اس عقیدت کیشی کا نتیجہ اکثر یہی ہوا کرتا ہے کہ دل میں اُن کا مولیٰ کی عظمت بڑھتا رہتی ہے، اور ہر شخص کے دل میں کچھ نہ کچھ اس ہمت

قرض حسنہ کی چند در چند واپسی کا کیوں اتنا کر رہا تھا؟

(بقیہ تحت المثنیٰ صفحہ ۱۳۲) قدم بقدم چلنے کی آنگ پیدا ہوتی ہے۔ یہی مقصود نبی کریمؐ پر درود بھیجنے سے تھا اور یہی اسکا ثواب (فائدہ) ہے مگر واسطہ تاکہ یہ رسم بھی اب بے اثر ہو چکی ہے!

رہی یہ بات کہ صلوات سے مقصود بعینہ سچ تھا جو اد پر بیان ہوا، اور صلوات کا اعلیٰ صرف پیغمبر خدا ہی سے مخصوص نہیں بلکہ ہر درجہ پرست شخص ارس کا مستحق ہے، اور اس زمانے میں تہاجب کہ قرآن وحی کیا جا رہا تھا، اس کا ثبوت سورۃ توبہ کی ایک آیت سے ہوتا ہے جس میں منافقین عرب پر درود بھیجنے کا حکم رسول خدا کو دیا گیا ہے!

اے پیغمبر! ان مشکین اور منافقین عرب کے اُن مال میں سے کچھ شے بطریق صدقہ لے لیا کرو کہ یہ صدقہ بادی النظر میں اُنکی ضرورت مندی کی کیفیت کی تصدیق کرتا ہے (بکہ صدقہ کی تعریف تحت المتن صفحہ ۱۱۱)، یہ طریقہ اختیار کر کے فی الحقیقت ان کے دلوں کو عجزتِ اسوی سے پاک صاف کر دے گا۔

(تَظَاهَرُہُمْ) اور اُن کے نفوس کو آلائشِ حُبّ زری سے مبرا کر دے گا (وَعَزَّیْزٌ لَا یُدْرَسُ) نہیں بلکہ اُن کا شکیرہ ادا کرو (صَلِّ عَلَیْکُمْ) اُنکو اس آیتِ نال کے عرض میں تعین و آخرین کہو (صَلِّ عَلَیْکُمْ) اُنکو دعا سے خیر و دو (صَلِّ عَلَیْکُمْ) اُنکی ذمہ داری شاہ (صَلُّوا لَنْ) اُنکے لئے موجب عہدینا ہوتی ہے اور اُنکو ان سے ہی اچھے کاموں کے کرنے پر آمادہ کرتی ہے اور بول تو خدا شہر شخص کے ظاہر و باطن کو سمجھنے والا اور دل کی کیفیات کو خوب جاننے والا۔

ذوالحجۃ طبع کے بارے میں

وَمِنْ الْأَعْرَابِ مَنْ يُقِي بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَخْلُفُ مَا يُعْطَىٰ قُرْبَىٰ عِنْدَ اللهِ فَصَلِّ عَلَى الرَّسُولِ الْأَنْعَامِ قُرْبَىٰ هُوَ
سَيِّدُ خَلْقِهِمُ اللهُ فِي رَحْمَتِهِ إِنَّ اللهَ عَفُوٌّ رَحِيمٌ (٩٩:٩)

سید محمد رضا علیؒ کے لیے اس ائمہ کی سربراہی اور لوگوں کو ان لوگوں کا ہے جو خدا کو حاکم اعلیٰ مانتے ہیں اور ان کے حضور میں روز قیامت کو جواب دہی کرنے پر یقین کرتے ہیں، اور جو ایثار مال دہہ کرتے ہیں ان کو خدا کے ثواب اور رسول کی شاباش (صلوات) کا نذیرہ سمجھتے ہیں۔ اسے پیغمبر ایمان کے ذہن نشین کر دو کہ یہ مال خرچ کرنا بیشک ان کے لینے باعث ثواب ہے؛ اور اگر وہ اسے اپنے اجتماعی بہتری کے لیے خرچ کرتے رہے تو عظیم خدا ان کو اپنی رحمت میں لے لیگا۔ ہمیں شک نہیں کہ وہ کارکن لوگوں کے حق میں گزشتہ واما ندگیوں پر بڑا پردہ ڈالنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔

جنت میں لے لیگا۔ آپس شک ہیں کہ وہ کارکن کونوں کے عیسیٰ کی لکھ، وہ امامت میں پروردگار کے لئے ہے۔ یہاں صاف طور پر صدق کون کا مطلب وہ شاہنشاہ اور دعائے خیر ہے جو رسول خدا آپ صغیر کا کنو کو دیا کرتے تھے اور جو ان کے بیٹے باعث انبیا اطمینان ہوا کرتی تھی۔ سورہ احزاب میں قرون اولیٰ کے کارکن اور شہداء کے خدا مومنینوں پر خدا اور اس کے فرشتوں کا ورد و بھجور صدق کون کی حقیقت کو اور بھی عیاں کروا رہے ہیں اس آیت میں التَّائِيَاتِ اور التَّوَكُّلِ کے صحیح مفہوم پر بحث نہیں آئینہ ترجموں میں ان اصطلاح کا قرآنی مفہوم اور اگر دیا جائے لیکن اس کا ثبوت بصیرت کی حق پر آئیگا اور بھی عیاں کروا رہے ہیں اس آیت میں التَّائِيَاتِ اور التَّوَكُّلِ کے صحیح مفہوم پر بحث نہیں آئینہ ترجموں میں ان اصطلاح کا قرآنی مفہوم اور اگر دیا جائے لیکن اس کا ثبوت بصیرت کی حق پر آئیگا

هُوَ الَّذِي يُصْرِفُ عَلَيْكَ وَمَلَائِكَتَهُ يُخْرِجُكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ حَرِيمًا (٢٣: ٢٣)

ہو اللہ کی اجازت علیحدہ و علیحدہ رہیں۔ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو اس کے لئے وقف کر دیا ہے۔

مسلمان! اُس رب ذو المنن کے احسان و کرام کی یہ شان ہے کہ وہ اور اسکی عالم آرا قوتوں کے علمبردار ملکاتِ تم خستہ حال اصفیہؓ کو تم اہل زندہ اور نابکار اہل عرب کو اپنی تمام استعدادی کے ساتھ تحفینِ آفرین کہہ کر مکرر بات پر آمادہ کر رہے ہیں (بصیرتی علیہ السلام) کہ تم کو جو حالتِ غفلت اور نا انجھام شناسی کی ظلمتوں سے (مِن الظلمات) نکال کر علم و عمل اور حقیقت کی روشنی کی طرف (إِلَى النُّورِ) نکال لائیں، اور اسیں لُنک نہیں کہ وہ بادشاہِ مبینہ زبانِ ایمان لوگوں کے ساتھ بڑی صاحبِ لطفِ کرم رہے۔ (صَلِّ لَكَ) کی حقیقت اور اُنکے دُور دُور کی کیفیت سے یہاں بحث نہیں، لیکن ظاہر ہے کہ بصیرتی علیہ السلام سے مراد یہاں پورے تحفینِ آفرین ہے جو ایک صاحبِ حم اور پوشمنہ، ایک عادل اور جس شخص کسی مصیبتِ زندہ اور غافلِ شخص کو اس نسبت سے

دیتا ہے کہ ہمیں اپنے آپ کو اُس تکلیف سے نجات حاصل کرنے کا حوصلہ اور استعداد پیدا ہو۔ یہ مبینہ عرب کے جس حق خدا نے بیشال کے اسی بے اندازہِ حم

کو مد نظر رکھ کر اس سے پیشتر کی آیت میں فرمایا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۖ وَسَبِّحُوا بِحَمْدِهِ ذِكْرًا جَدِيدًا (۱۳۳-۱۳۲-۱۳۱)

لَٰكِنَ الرُّسُلَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُخْلَصُونَ
وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ خَازِنَةٌ فِيهَا نَهْرٌ خِلْدٍ لِّدِينٍ فِيهَا
ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (۹: ۸۸-۸۹)

لیکن رسول اور جو لوگ اسکی تائید میں ایمان لاکر اپنے مال و جان سے جہاد کرتے رہے، یہی ہیں جنکو بہتر
سے بہتر چیز میں دی جائیں گی، اور یہی کامیاب لوگ ہیں۔ اللہ نے ان کیلئے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے
نیچے نہروں بہ رہی ہیں، وہ انہیں ایک مدت مدید تک رہیں گے، اور یہ بڑی ہی کامیابی ہے۔

(تہ تحت اہل بیت صفحہ ۱۳۳) یعنی اسے ایمان والو! خدا کا اپنے دلیں احساس کثرت سے کیا کرو، اور صبح و شام اسکی تسبیح و تقدیس کرتے رہو گا کیا ایسا
محسن، ایسا رحیم، ایسا صاحب لطف و کرم خدا جو تم کو شاباش دے دے کر عظمت سے نور کی طرف نکالتا ہے اور تمہارے واسطے بڑھا کر تم کو عظمت
اور امن، تمکن فی الارض اور بقا کی طرف لاتا ہے اسی کے شایاں ہے کہ ہر دم اس کا کھٹکا اور اسکی یاد دل میں لگی رہے۔

ان تمام مثالوں سے ظاہر ہے کہ وہ شرعی ماحول جو لفظ تعیل علی کے گردا گرد پیدا ہو گیا ہے خود لوگوں کا پیدا کیا ہوا ہے۔ قرآن کو اس سے کچھ بڑا
نہیں قرآن حسب موقع عام مومنوں بلکہ منافقوں پر درود بھیجنے سے بھی نہیں چھکنا! ضمناً یہ ثابت ہو گیا کہ اہل بیت و ائمہ و تحسین و الطہارین ہیں۔
اس تمام تصبیح کے بعد فیثا افس عظیم الشان حکایت کے صحیح مطالب بھی صاف ہو جاتے ہیں جو ہر مسلمان پانچ وقت خدا سے جل شانہ
کے حضور میں سلام پھیرنے سے پہلے بیٹھ کر کرتا ہے۔ یعنی 'اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ' اور 'اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ' کے مطالب۔ آج فیصدی ایک
تفصیل بھی ان تینوں قرآنوں کے مقاصد کی تک نہیں پونچتا اور علی الحساب بڑبڑا کر سلام پھیر دیتا ہے۔ الضلوۃ کے صحیح مقاصد کے متعلق مفصل
بحث اصل کتاب میں آگے آ رہی ہے لیکن ظاہر ہے کہ نمازیں حضور کی دل نہ ہونیکا بڑا باعث انکے صحیح مطالب کو نہ سمجھنا ہے۔ جب ایک شخص نہیں سمجھتا
کہ وہ مخاطب کو کیا کہہ رہا ہے اور کس غرض و مطلب کے لئے کہہ رہا ہے تو اسکا لازمی نتیجہ یہی ہے کہ وہ اسکو طوطے کی طرح پڑھ کر چھڑا ساتا روے اور بن
آگئیات، خدائے حضور میں ہر مسلمان عالم اور عال کا وہ خراج تحسین آفرین ہے جو وہ نبی کریم کے چہرے انگیز اور جلیل القدر کارناموں کو ذہن میں
لا کر دین میں پانچوقت اور کرتا ہے، وہ رب ذوالجلال کی جناب میں طہستان سے بیٹھ کر پہلے اس آقا سے ذوالہمن کی نعمتوں کا مقرر ہوتا ہے
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا الَّذِي هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لَنَعْلَمَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ اور اچھڑ قوم کا با و آدم بلکہ
انکو دینے زمین کے اکثر حصہ کا بادشاہ بنا دیا تھا، سراپا تھا، اُسپر رحمت اور بکثرت بھیجے کی سفارش کرتا ہی، اسکو عظم الناس سمجھتا ہے اَللّٰهُمَّ
عَلَيْكَ اَكْبَرُ الْكِبَرِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، پھر اپنے آپ کو اُسی جلیل القدر نہا کا ایک پیرو، اور امت و وسطی کا ایک کارکن شاکر کے اُس شہدار علی
الناس امت اور اس کے صلح اہل اہل کلان پر سلام بھیجتا ہے (اَسْلَامٌ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللهِ الصّٰلِحِيْنَ)، بعد ازاں خود اپنے دن بہرے کارناموں اور
اعمال کو نہایت عاجزی سے خدائے زمین و آسمان کے حضور میں پیشکش کر کے اپنے آپکے شاہد ہونے اور اُس رسول کے امتی ہونے کا مقرر ہوتا
ہو اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اَعْلَمُ اَنَّكَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ اس کے بعد اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ اور بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ ہے۔ پھر خدا کے ساتھ کسی لمحوں کی حضور کی دل، اور
خلق خدا سے قطع تعلق کے بعد باشندگان زمین کو اَسْلَامٌ عَلَيْنَا وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ کا نعرہ دہیں بائیں ہی، اور نہایت ادب سے اُس کے حضور سے اُٹھ جائے۔ یہ نماز کا
اگر ایسی کیفیت لکھا نہ ادا ہو تو کچھ معنی رکھتی ہی نتیجہ خیز ہے، ورنہ ایک بے اثر اور بے ثواب رسم ہے جسکو لاکھ بار کرنے سے کچھ نتیجہ سترتب نہیں ہو سکتا۔
انسان جو چاہے فرض کر لے مگر اس کا رضاء قدرت کے اندر ہی ختم ہو جاتا ہے جو واقع الامر ہے فرض اور طعن کو اس کے اندر کچھ دخل نہیں!

۴۰ الحسنات، کی تشریح صفحہ ۱۳۶ کے تحت اہل بیت میں سَلَامٌ اور سَلَامَاتُ کی تشریح و بسط کے ضمن میں ہو چکی ہے اور وہاں پر ثابت کر دیا ہے کہ
'حَسَنَات' کا اسی مفہوم وہ اجتماعی برکتیں اور خوشحالیوں ہیں جو اُنہوں کو اُن کے حُسنِ عمل کے انعام میں ملا کر دی ہیں، نیز یہ کہ بعض موقعوں پر حَسَنَات سے

وَقَالُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا كُنَّا قَائِلِينَ ۖ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ مَنْ ذَا الَّذِي يَفْرِضُ اللَّهُ
قَرَضًا حَسَنًا فَيُضَاهِيهِ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً ۗ وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْصِطُ ۚ وَ

(بقیہ تحت لہٰتن صفحہ ۱۳۴) مقصود بذات خود وہ اجتماعی اعمال ہیں جن کا نتیجہ قوم کی خوشحالی ہو اگر کرتا ہے۔ اس آیت شریفہ میں 'الْخَيْرَات' کا لفظ استعمال ہوا ہے، اور سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ یہاں پر بھی 'مومن' اور مجاہد بالمال والا نفس قوم کو اجتماعی خوشحالی کی بشارت دی گئی ہے، اَوَّلَئِكَ لَمْ يَخْزُوا فِئْرَةً ۚ وَاللَّهُ لَمَّا كُنْتُمْ هُمْ الْمُتَحِدُونَ ۚ بشارتیں نے جو خیرات سے مراد ٹیکیاں، اور فلاح کا مطلب انفرادی نجات کے لیے لیا ہے۔ بے معنی ہے، کیونکہ نیک عمل اپنی جہاد مال جان کے بدلے نیک عمل، ملنا کچھ سستی نہیں رکھتا۔ اور فلاح، بھی ذہنی اور اخروی دونوں مقصود ہے۔ صرف انفرادی نہیں جو نظر دوسرے ممالک میں ہے اور اس قدر محرک سعی و عمل نہیں ہو سکتی جس قدر کہ انفرادی اجر۔ نہیں بلکہ اجتماعی نفع کا حاصل ہو جانا، یا اسکی جستجو میں اپنی جان اہمال کو قربان کر دینا ہی کسی تنفس کی اخروی نجات کا پیش خیمہ ہے، اور یہی اُس آئندہ اور ابدی نجات کے حاصل کرنے کا صحیح معیار ہے۔ اس موضوع پر مدلل بحث اصل کتاب میں کچھ دیر بعد آئے گی، سروست لفظ خیرات سے سروکار ہے جسکے معنی ہم نے دنیا کی بہترین اشیاء اور نعمتوں کے لیے کیے ہیں۔ اس مفہوم کی تائید قرآن حکیم میں کئی موقعوں پر بالقراحت موجود ہے۔ سورۃ مومنوں میں فرقہ بند، مشرک، اور منتشر الاعمال قوموں کے بارے میں ہے: اَلَيْسَ بَيْنَكُمْ اَنْتُمْ اَوْلَادُكُمْ مِنْ مَّالٍ مَّالٍ وَبَيْنَكُمْ ۚ فَسَارِعُوا لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ ۚ بَلْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ ۵۵-۵۶ کیا یہ لوگ اس زعم میں ہیں کہ ہم جو فی الحال مال اور اولاد کی کثرت سے انکی مدد کر رہے ہیں، اُس سے یہ مترتب ہوتا ہے کہ ہم انکو اپنی اچھی اشیاء (الْخَيْرَات) اور نعمتوں کے لیے انکی (الْخَيْرَات) کے عطا کرنے میں جلد بازی کر رہے ہیں۔ نہیں بلکہ یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ ہم ان کو کچھ اپنے پاس سے دے نہیں رہے، بلکہ لگے دیئے ہوئے انعام بھی رفتہ رفتہ چھین رہے ہیں۔ آگے چلکر ایمان والی قوم کے بارے میں ہے: اَوَّلَئِكَ يَسْتَعِدُّونَ فِي الْخَيْرَاتِ ۚ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ ۶۱-۶۲ یہی وہ لوگ ہیں جو فی الحقیقت انعامات خدا (الْخَيْرَات) کے حاصل کرنے میں جلدی کر رہے ہیں (وہ وہ لوگ جن کا ذکر اوپر ہوا) ۶۳-۶۵، اور یہی اُن کو لپک لپک کر کھینچ رہے ہیں۔ ان دونوں موقعوں پر الْخَيْرَات کے کوئی دوسرے معانی ہونے نہیں سکتے، اور مراد صاف طور پر اجتماعی انعام ہیں، انفرادی نہیں۔ سورۃ مائدہ میں علیؑ کا اختلاف کی برائیوں کے ضمن میں ہے:

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۚ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝ (۳۸:۵)

اور اسے ساکنان زمین اگر خدا اپنی مرضی کرتا (لو شَاءَ اللَّهُ) تو ضرور تم انسانوں کو ایک اُمت بنا دیتا۔ لیکن یہ صورت اختلاف جو تم نے اپنی خود رائی اور خدا سے گشتگی کے باعث پیدا کر لی ہے اس سے شایع کائنات کی غرض یہ ہے کہ وہ تم مختلف شدہ امتوں کا امتحان اُن اہلیتوں اور نعمتوں کے بارے میں لے جو اُسے تم کو دیں (لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ) تو اسے انسانی اُمتوں تم اپنے آپ کو اس آزمائش میں کامیاب ثابت کرنے کے لیے خداوند عالم کے بہترین اجتماعی انعامات کی طرف لپک لپک کر (فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ)۔ جانے رہو کہ تم سب نے ایک ایک دن خدا کی طرف لوٹنا، اور اُسے حضور میں اپنے سعی و عمل کی جواب دہی کرنی ہے۔ پھر اُن دن وہ بنی نوع انسان کا خالق خدا تم کو اُس حقیقت حال سے مطلع کرے گا جسکے بارے میں تم آپس میں اختلاف پیدا کر کے ایک دوسرے کے بالمقابل صف آرا ہو گئے تھے۔

اس آیت شریفہ کے مطالب کے متعلق مکمل بحث صفحہ ۱۳۴ کے تحت لہٰتن میں آئے گی۔ وہاں پر لَوْ شَاءَ اللَّهُ کا تذکرہ صدر مفہوم ثابت کر دیا جائے گا لیکن ادنیٰ تامل کے بعد صاف ظاہر ہے کہ الْخَيْرَات سے مراد یہاں پر وہ اجتماعی انعامات ہی ہیں جو اقوام عالم کو اُن کے سعی و عمل کے بدلے بڑھتی جاتی جاتی ہیں اور انہی انعامات پر قبضہ کر لینے کے لیے اُنہیں فلاح کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ نیکیوں کی طرف پکنا، جیسا کہ اکثر شائین نے سمجھ لیا جو محض بے نتیجہ اور بے عمل ہے کیونکہ سعی و عمل کے متعلق تمام تر غیبی تحریریں کسی مستقل انعام کو پیش نظر رکھ کر ہو سکتی ہے، سعی بے حاصل کو فی نفسہ مال سعی سمجھنا محض ایک شاعرانہ تخیل ہے، جس کی حقیقت از روئے عمل کچھ نہیں۔ یہی مفہوم الْخَيْرَات کا سورۃ فاطر کی اس معنی خیز آیت میں ہے: فَتَقَرَّرْ رُتَا الْكُتُبِ

إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ○ (۲: ۱۴۳-۱۴۵)

اور خدا کا بول بالا کر نیکے ضمن میں اگر دشمن سے لڑائی کی نوبت بھی آپہنچے تو قتال کرو، اور خوب جان لو کہ خدا تمہارے ارادوں کو بڑا سمجھنے والا، اور تمہارے اعمال کو بڑا جاننے والا ہے۔ کون ہے جو اللہ کو خوش دلی کے ساتھ قرض دے، اور پھر خدائے قرض کو اسی کے لینے کوئی گنا بڑھا دے۔ تنگ دست کرنا یا کشاکش دینا بالآخر خدایہی کے اختیار میں ہی، اور اسی کی طرف تم بالآخر رجوع کرتے ہو۔

(البقرہ تحت آیت صفحہ ۱۳۵) الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا... فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ يَا ذَنِ اللّٰهِ ذَلِكُمُ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ (۳۵: ۳۶)، یعنی اُسے لوگو! پہرہ پہنے اپنے بندوں میں سے جس قوم کو اہل سبھا (یعنی مسلمانانِ قون اولیٰ) اسکو قانونِ خدا (الکتاب) کا وارث ٹھہرایا، تو ان (کی آئندہ نسلوں) میں سے کوئی امت ایسی ناعلم ہوگی کہ بد اعمالیوں سے اپنے آپ کو ہلاک کرے گی (ظالم لِنَفْسِهِ) اور کوئی ایسی ہی ہوگی کہ اپنے اوسط درجے کے سعی و عمل سے ہلاکت اور عروج کے مین میں رہے گی (مُقْتَصِدٌ) اور کوئی ایسی بھی ہوگی جو اپنے انتہائی جہد و عمل سے خدائے عظیم کے عطا کردہ انعاموں کی طرف لپک لپکے پونچھے گی (سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ)، اور یہ آخری حالت کا قائم ہو جانا انتہائی فضل و کرم ہے۔ یہاں سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ کے ساتھ يَا ذَنِ اللّٰهِ کے الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ وہ اجتماعی انعام خدا کے حکم سے ملیں گے خدا کے حکم سے نیکیوں کی طرف لپکنا کچھ بے معنی سا ہے، اور یہاں استعارہ بظاہر اس حالت کو پیش نظر رکھ کر لیا گیا ہے جب منہم کسی انعام کی بخشش کے لیے اذن دیتا ہے اور منہم علیہ اسکے لینے آگے کو لپکتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ صاحب القرآن تعالیٰ کے بہشت کی حوروں کو لفظ خَيْرَات سے یاد فرمانے کی وجہ بھی انکی یہی انعامی حیثیت ہو جو اوپر بیان ہوئی۔ سورہ الرحمن میں ہے: فِيْهِنَّ خَيْرَاتٌ جِساَنٌ (۵۵: ۷۰) یعنی ان باغات کے اندر یہ عزیز القدر انعامات الہی یعنی خوبصورت، بیبیاں ہونگی۔

خَيْرَات کے اس مفہوم سے قطع نظر قرآن حکیم میں چند مواقع ایسے ہیں جہاں پر اس اصطلاح سے مراد رَحْمَات کے مفہوم کی طرح وہ اعمال ہیں جنکا نتیجہ افضال و کرم ہے۔ ایک آیت (۲۱: ۷۳) صفحہ ۱۰۸ کے تحت آیت میں گزیر چکی ہے مگر یہاں پر اسکا اعادہ کیا جاتا ہے: وَجَعَلْنٰهُمْ اٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّحْكُمُوْنَ يَا قَوْمِ اِنَّآ اَوْحَيْنَا اِلَيْكُمْ فَعَلِ الْخَيْرَاتِ وَاقَامُوا الصَّلٰوةَ وَارْتَبُوا الزَّكٰوةَ ۚ وَكَانُوا لَنَا عٰدِيْنَ (۲۱: ۷۳) اور لوگو! ہم نے انھیں اور یعقوب علیہما السلام کو بھی ان کے باپ ابراہیم علیہ السلام کی طرح ان کی قوم کا پیشوا بنایا، وہ اپنی قوم کی رہنمائی پر قائم قانون کے ذریعے سے کرتے رہے، اور ہم نے ان کی طرف مفید جماعت اور مصلح قوم کاموں (الْخَيْرَاتِ) کے کرنے کی وحی بھیجی، انکو حکم دیا کہ الصلوة کو قائم کریں، الزکوٰۃ کو دیتے رہیں، اور وہ لوگ تو ناز و نگہدار اور پابند زکوٰۃ ہی نہ تھے بلکہ فی الحقیقت ہمارے بندے اور غلام بنکر رہتے تھے۔

الصلوة اور الزکوٰۃ کی اجتماعی حیثیت کے متعلق مکمل بحث اصل کتاب میں آنے والی ہے تاہم سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ یہاں پر ان قومی اور اجتماعی اعمال کا ذکر ہو رہا ہے جن کا نتیجہ مصلح قوم ہے اور جو ائمہ اقوام کا پیش نما و ہمیشہ سے رہا ہے۔ گوشت نشین بن کر رام رام چپنے کا یہاں تذکرہ نہیں۔ عامۃ الناس نے نیک بننے (یعنی فعل الخیرات) کو اکثر ہی سمجھ لیا ہے۔ بعینہ اسی قطع کے اعمال کا ذکر اسی سورہ میں زرکبیا اور یحییٰ علیہما السلام کے بارے میں ہے: اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسْرِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَنْتَعِلُوْنَ عِبَادَةً وَّهَبًا وَكَانُوا النَّاسَ خَشِيْعِيْنَ (۹۰: ۲۱) یعنی ہم نے ان پر ایسا حسان بریں وجہ کیے کہ ان میں شک نہیں یہ لوگ مفید قوم اور مصلح امت اعمال طرف لپک لپک کر پونچھتے تھے، اور ہم کو اجتماعی انعام کی رغبت، اور اجتماعی منہ کے خوف سے پکارا کرتے تھے، اور اسی ہم ورجا کے باعث ہماری جناب میں سچا خضوع و خضوع کیا کرتے تھے۔ "رغب ورجب اور خوف اُمید کا تکلیف دل میں تبھی پیدا ہو سکتا ہے جب انعام دنیاوی ہو، اور یہی خضوع کا سچا باعث اکثر ہوتا ہے۔ اس نقطہ نظر سے ادنیٰ تا اعلیٰ اس نتیجے پر پہنچا دیتا ہے کہ یہاں بھی الخیرات سے مراد خدمتِ عباد ہے، تسبیح گروانی قطعاً نہیں۔ سورہ آل عمران میں جو خدائی حکام بعض صالح اہل اہل کتاب کے بارے میں ہے اس مفہوم کا صریح طور پر یہ ہے: يٰۤاَهْرٰوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ وَاولٰئِكَ

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ (۱۱۵۷)

کون ہی جو اپنے مال کا بہترین حصہ خدا کا نام بلند کرنے کی خاطر صرف کرے، اور پھر خدا ہی اس کے واسطے اسکو چند و چند کر دے، اور ساتھ ہی اسکو اسکی خدمت کا باعث اجر دے۔

إِنْ تُقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يَضَاعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ شَكُورٌ ذَلِيلٌ (۱۱۵۸)

(بیشتر تحت اہل صفحہ ۱۳۶) مِنَ الصَّالِحِينَ وَمَا يُفَعِّلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوا بِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ (۱۱۵۹-۱۱۶۰) یعنی یہ یہود و نصاریٰ اس قدر ایمان لوگ ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دعوت میں مصروف رہتے ہیں، اور مفید جماعت اعمال کی طرف پک پک کر پونچتے ہیں، اور یہی وہ لوگ ہیں جو دراصل صلح، کلمائے جانیکے مستحق ہیں۔ اور یہ لوگ کوئی بھی مصلح قوم عمل (یعنی خلیفہ کریں ایسا ہرگز نہ ہوگا کہ ان کے اس عمل کی قدر نہ کی جائے گی، اور خدا تو اپنے قانون سے ڈرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔ یہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، خدا نے متقین، وغیرہ اصطلاحات قرآنی کے صحیح مفہوم سے بحث نہیں لیکن ظاہر ہے کہ "الْحَيَاتِ" سے مراد اجتماعی جدوجہد ہی ہے، اسکا فنی عمل نہیں کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دعوت فائدہ نشین رہ کر نہیں ہو سکتی، اور یہ بتا دیتی ہے فی الْحَيَاتِ کا عمل بھی اسی ضمن میں جو سورہ بقورہ میں مل شدہ قبلہ مرکز امت گردانے کی بحث کے بعد الہی ارشاد ہے: وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّئُهَا فَاسْتَثْبِقُوا الْحَيَاتِ آيِنَ مَا تَكُونُوا آيَاتِ يَكُمُ اللَّهُ مُجِيبًا إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (۱۱۶۱: ۱۱۶۲) اور مسلمانو! تمہیں یاد رہے کہ اس کا رگاہ اتحاد و اتفاق میں ہر قوم اور امت اپنے اپنے کوئی نہ کوئی سمت، اتحاد و تلاش کرتی ہے (ولیکل وِجْهَةٌ) اور ہر عرب وہ لوگ کسی ایک مرکز کو مقرر کر لیتے ہیں تو سب کے سب طبعاً اسکی طرف بوجہ ہوتے ہیں (هُوَ مُوَلِّئُهَا) تو اسے مسلمانو! تمہیں اس کیلئے پیش نظر رکھو قوت افزا اور طاقت اندوز اعمال کی طرف پک پک کر پونچو (فَاسْتَثْبِقُوا الْحَيَاتِ) اور تقریباً کے متعلق جو بات سب سے اہم اور نتیجہ خیز ہے یہ ہے کہ تم روئے زمین کے کسی گوشے میں ہو، اور کسی طرح پر یکبر ہوئے ہو خدا تم کو اس کیسے مجتمع کر دیا کرے گا، اور دوسری قوموں کے بالمقابل تمہارے مجموعی رعب و فکار کو برقرار رکھگا، جانے رہو کہ خدا ہر شے پر قادر ہے "الْحَيَاتِ" کا مفہوم یہاں پر اس قدر ظہر میں آئیں ہے کہ اس کے لئے کسی مزید بحث کی ضرورت نہیں۔

الغرض ان تمام آیات الہی کے غائر مطالعے کے بعد یہ مستنبط ہو جاتا ہے کہ "الْحَيَاتِ" کی جامع و مانع اصطلاح کا الہی مفہوم بھی حکمت کی طرح وہ اجتماعی انعامات ہیں جو منقسم حقیقی اقوام عالم کو ان کے حسن عمل کے صلے میں عطا فرماتا ہے جو اعمال ان انعامات ملنے کا پیش خیمہ ہیں وہ بھی از روئے قرآن "الْحَيَاتِ" میں داخل ہیں خواہ انکی جزا اجتماعی انعام کی صورت میں عامل کی حیات میں ملے یا نہ ملے۔ اسلام کے روئے سب سے اہم و اعلیٰ جماعت کی بہتری اور تقویت کے لئے ہی ہے۔ جو عمل اس دنیا میں اس طرح نتیجہ خیز نہیں وہ داخل حیرت و حسرت نہیں، جو یہودی قوم کی تبت سے کیا نہیں گیا وہ داخل سہمی و غل ہرگز نہیں۔ انفرادی جدوجہد و اجتماعی حسن عمل کا یہ وہ عالم انگیز فلسفہ تھا جسکی صحیح تعلیم نے قرون اولیٰ کی اسلامی جماعت کے ہر فرد میں مضبوطی اس حد تک پیدا کر دیا تھا کہ لوگ برسوں اور عروں تک ایک امیر اور ایک نظام، ایک جماعت اور ایک مرکز کے ماتحت سرکھن اور تیغ بہر پھر کر ہی اپنے آپ کو "الْحَيَاتِ" کا مصداق نہیں سمجھتے تھے، اور آج جبکہ وہ نبوی اور الہی درس و سنوں سے قطعاً گل چکا ہے، اس خطا عمل کی یہ حالت ہی کہ کسی جگہ منکے کو کوئی دیگر، یا تسبیح پر چند بار نام خدا رٹ رٹ کر "الْحَيَاتِ" کے مصداق اور جنت کے حقدار بنے بیٹھے ہیں مگر ہوشمند نظروں میں آئے انکی کے اس بہت بڑے کا نتیجہ عالم اسلام کے حق میں یہیست کن ثابت ہوا ہے کہ جہاں قرون اولیٰ کے نمونہ کار مسلمانوں کو روئے زمین کی بادشاہت انعام میں ملی تھی وہاں زمانہ حال کے یہی پسند تسبیح برداروں اور صلح اعلیٰ "پاکستان" سے ملنے والی جابری ہیں اور ذل و سکت سب طرف سے یوں لپیک کہہ رہی ہے کہ یہی ہر کھانے کو نہیں ملتا، فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْبَصَارِ۔

۱۱۵۷ اس آیت کریمہ، اور پیشتر کی آیات (۱۱۵۷: ۱۱۵۸) اور (۱۱۵۹: ۱۱۶۰) میں "قَرْضًا حَسَنًا" کے الفاظ آئے ہیں۔ عوام نے اس سے مراد خدا کے نام پر کوئی بطور قرض حسنہ دینے کے لئے لئے ہیں۔ ہم نے ترجمے میں ایک حد تک یہی صورت برقرار رکھی ہے لیکن اگر تامل سے دیکھا جائے تو یہاں پر لفظ "قَرْضًا" کی

اگر تم خدا کے لئے اپنے مال کا بہترین حصہ کاٹ کر الگ کر دو گے تو تمہارے ہی لئے وہ اسکو چند روز
 کر دے گا، تمہارے عیوب کی پردہ پوشی کرے گا، اور اللہ تو بڑا قدر شناس اور فراخ حوصلہ خدا ہے
 جو کسی کی اجرت روک کر نہیں رکھتا۔

وَالَّذِينَ يَكْنُزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَ بِهَا سَبِيلًا لِّلَّهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ
 وَلِلَّهِ الْغَنِيُّ وَالْكَافِرُ وَالْمُؤْمِنُ وَالْمُؤْمِنَةُ وَالْمُؤْمِنَةُ وَالْمُؤْمِنَةُ وَالْمُؤْمِنَةُ وَالْمُؤْمِنَةُ

(یعنی تحت لہتن صفحہ ۱۳۸) کچھ خصوصیت نہیں اگرچہ فرض کا نفع بڑھتے بڑھتے ہی معافی اختیار کر چکا ہے۔ قرآن کے اصل معنی کاٹنے کے
 ہیں، اور اس لحاظ سے اِنْ تَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اگر تم لوگ خدا کے لئے اور اسکی آقائی کو مد نظر رکھ کر بہترین مقررہ کار کا
 الگ کر دو گے تو خدا بھی اس حصے کو چند روز چند کر دے گا گویا اس حکم الحاکمین کی خاطر اگر انسان اپنے آرام کا، اپنی جان کا، اپنے مال و جائداد کا، اپنی
 محبوب اشیاء کا بہتر سے بہتر مقررہ وقف کر دے، اور اپنے پر تکلیف گوارا کر کے اسکی لڑائیاں لڑے تو یہ اسکی نوکری کی بہترین شہادت اور یہی بات سورہ
 منزل کے مفصلہ ذیل الفاظ سے ظاہر ہے جہاں زکوٰۃ اور فرض حسنہ کو الگ الگ بیان کر کے انکے مطالب میں تفویض نمایاں کر دی ہے:

فَاَقْرَضُوْهُ مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَاَقْرَضُوْهُ الصَّلٰوةَ وَاَقْرَضُوْهُ الزَّكٰوةَ وَاَقْرَضُوْهُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (۲: ۱۷۷)

قرآن و جو کی بنا پر (دجہ کی تفصیل پر کسی موقع پر آئے گی)، جو صدقہ اس تسلسل عظیم کا تم آسانی سے مطالعہ کر سکو، پڑھ لیا کرو۔ اور الصلوات پر

قائم رہو، اور ایسا مال کیا کرو، بلکہ خدا کے لئے اپنی ہر ملوکہ شے کا بہترین حصہ کاٹ کر الگ کر دیا کرو۔

یہ زیر بحث میں وَاللّٰهُ شَكُوْدٌ حَلِيْمٌ کے الفاظ بھی غور طلب ہیں۔ شکر کے معانی آج قطعاً سمجھ چکے ہیں۔ ہر شخص دونوں ہاتھ اٹھا کر اس رسم کو
 ادا کر دیتا ہے اور چند الفاظ منہ سے بڑبڑا کر سمجھ لیتا ہے کہ ایک اہم فرض ادا ہو گیا۔ حالانکہ عام انسانی تعامل میں کیفیت قلب کا وجود ہی سچا شکر ہے جو
 شخص دل سے اپنے نعم کی عطا کی ہوئی نعمت کی قدر کرے وہی شکر ہے، اور نعم کا شکر ہونا یہی ہے کہ وہ اپنے خادم کی خدمت کی دل سے قدر
 کرے۔ اس کیفیت قلب کے لئے ظاہر ہے کہ کسی وقت کی تعین، یا رسم کی پابندی ضروری نہیں بلکہ ہم قدر دانی کرنا ہی سچا شکر ہے۔ ایک شخص
 اگر خدا کی دی ہوئی نعمت کا صحیح استعمال کر رہا ہے، اسکو برقرار رکھنے کے لئے مسلسل سعی و عمل کرتا ہے، اس سے متیق ہوئے ہیں کفایت کو ہر وقت
 زیر نظر رکھتا ہے، اور دل سے خدا کی منفیت کا مقرب ہے تو وہ صحیح معنوں میں شکر ہے۔ خواہ وہ تمام عمر میں ایک بار بھی رسماً ہاتھ نہ اٹھائے
 برخلاف اس کے جو شخص خدا کی نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے، اُن کو برت دار رکھنے کے لئے حتی الامکان سعی نہیں کرتا، اُن کو جیسے
 سمجھ کر پاؤں سے ٹھکرا دیتا ہے، کفایت کو پیش نظر نہیں رکھتا، یا ایک یہودہ سا استغناء اختیار کر کے اُن کی بے تدری کرنا ہے، وہ
 اگر تمام عمر بھی ہاتھ اٹھائے رکھے اور منہ سے نعتیہ الفاظ بڑبڑاتا رہے تو شکر کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ مسلمانان عالم نے آج شکر کا
 مفہوم بہت در غلط سمجھ لیا ہے کہ صرف الفاظ باقی رہ گئے ہیں اور خدا کی مقصود باطل کر دیا ہے۔ وَاللّٰهُ شَكُوْدٌ حَلِيْمٌ کے الفاظ سے
 ظاہر ہے کہ خدا بھی اپنے بندوں کا شکر ادا کر سکتا ہے مگر ہاتھ اٹھا کر نہیں بلکہ اُن کی خدمات کی سچی قدر دانی کرے اور وقتاً فوقتاً ان کا صلہ دینے
 سے شکر کرے ان معانی کا قرآنی ثبوت جا بجا آگے چلکر اور بالخصوص تیسری جلد میں آئے گا۔

یہ آیات شریفہ اگرچہ رسول خدا کے زمانے میں اجارا اور رہبان کے خلق خدا کو لوٹ لوٹ کر بے اندازہ مال جمع کر کے شغل آتی ہیں، مگر میں نے ان کا اطلاق اپنے
 عالم کر دیا ہے کہ آج مسلمانان عالم کے دلوں میں، اند قوموں کے بالمقابل، مال کی جنت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ ہر شخص کم بیش اس کا مصداق ہو رہا ہے۔ خود
 اسلام کے اندر اہل کتاب کے اجارا اور رہبان کے بالمقابل لاتعداد ایسے سرگرم پیدا ہو گئے ہیں جو اپنی نفسانی خواہشوں کو مد نظر رکھ کر لوگوں سے یہ پیر پوٹنے
 ہیں اور ہر اسکے خدا کی لڑائیاں لڑتے ہیں صرف نہیں کرتے۔ انہی لوگوں کی شان میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں جیسا کہ غالباً تیسری جلد میں عیاں کر دیا جائیگا۔

اور جو لوگ سونے اور چاندی کے ڈھیر لگائے رکھتے ہیں اور خدا کا نام بلند کر نیکی خاطر کچھ صرف نہیں کرتے، انہیں میری طرف سے دردناک عذاب کی خوش خبری سناؤ۔ روز قیامت کو وہی دولت جہنم کی لگ میں رکھ کر تپائی جائے گی، اور پھر اس سے ان کے ماتھے، انکی کرٹیں، اور انکی پیٹھیں داغی جائیں گی، اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کر رکھا تھا تو آج اپنے ڈھیروں کے ڈھیر جمع کر رکھنے کا مزہ چکھو۔

کیا مخالفین اسلام کی منظروں میں خلد ہریں گی یہ ارزاں فسر وشی، اور اداسے قرض کے یہ دل خوش کن وعید، اُس خدا نے غنی کے کامل غنا اور کمال تنعم کے نقیض نہیں ہو سکتے تھے؟ لَقَدْ سَبَّحَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ سَبَّحْتُمَا مَا قَالُوا وَفَعَلْنَا لَهُمْ آيَاتٍ بَاطِلَاتٍ ۖ وَنَقُولُ دُفُوعًا عَدَابَ الْحَرِيقِ (۱۸۰: ۱۳۰) کیا خود سید البشر اور سرور کائنات کے بارے میں زکوٰۃ و صدقات کے بن نادک اور شکوک انگیز تقاضاؤں کے باعث، معاذین اُمت کی طرف سے طمع و حرص ہونے کا گمان نہیں ہو سکتا تھا کیا راہ خدا کی بظاہر بے معنی اصطلاح کی آڑ میں انفاق مال، جرم عشق کا کوئی خدا فی تاوان، یا مذہبی کاروبار کا کوئی الٰہی محصول تھا جو (العیاذ باللہ) کسی بُت پرست مجاہد کی طرح، خدا کا گودھسی میں یہ مست رسول ہر مسلمان سے حصول کر لیا کرتا تھا؟ اَللّٰهُ يُوَفِّيكَ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادَةٍ وَيَاْخُذُ الصَّدَقَاتِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (۱۰۷: ۱۰۶) کیا خدا کی عبودیت کے اعتراف میں قربانی مال کا یہ وجوب و لزوم بنارس کے کسی مندر کے چڑھائے یا نذر و نیاز تسبور کی کوئی رسم تھی جو خدائے پاک نے اسلام میں گداگروں اور مفت خوروں کی اُمت کو ترقی دینے کی نیت سے وضع کی تھی؟ کیا دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا طالب جان و مال خدایا العیاذ باللہ، کسی برہمن کی جبین نیاز کیش کی غضب آلود دیوی، یا متھرا کے نقشہ نما اور زنا رپوش مشرک کا کوئی

سلہ اسلحہ ان لوگوں کی بکواس سن لی جو جہنم میں طرز کتے ہیں کہ تمہارا اللہ تو محتاج ہے جو قرض مانگتا رہتا ہے اور ہم بالذریعہ ہم انکی گستاخوں کو لکھ رکھیں گے، اور انکے پیغمبروں کے ناحق قتل کو بھی ہمارے غضب کا دریا جوش لا رہا ہم کہیں گے کہ اس ہسم کردینے والے عذاب کا مزہ چکھو۔
سلہ کیا ان لوگوں کو اس بات کی خبر نہیں کہ اللہ اپنے غلاموں کی توبہ بھی ہر وقت مقبول کر نیچے لیے تیار ہے اور اس توبہ کی تائید و تصدیق میں خیرات کا مال بھی لے لیتا ہے، اور وہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا اور رحم دل ہے۔

مہیب دیوتا تھا جو انسانی جان کی خوں چکان تر بانی، اور مال و زر کے ہلاکت آفرین جسٹریوں کے بغیر مطمئن اور سکون نہیں ہو سکتا تھا، اور جسکے ناز و حرص و غضب کے تنور میں قیامت کے روز مسلمان عاصیوں کی پیشانیاں اور بدن داغے جلنے کا وعدہ تھا! اور کیا یہ اسلام کے جابر اور قابض خدا کا ٹھکانہ ظلم و ستم یا محض ایک سبب اور نئے نتیجہ و راستہ تھی جسکے روسے وہ جنت کے پیش پا افتادہ وعدے کرے، مومنوں کے جان و مال پر قابض ہو گیا تھا؟

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِآثَرِ الْجَنَّةِ يَفْقَهُ الَّذِينَ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعَلَىٰ عَلَيْهِمْ حَقًّا فِي التَّوْبَةِ وَالْإِحْسَانِ وَالْقُرْآنُ
وَمَنْ أُوْفِيَ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِمَا بَعَثَ اللَّهُ فِي بَابِ عَمَّتِهِ بِهٖ وَذَلِكَ هُوَ
الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ (۹: ۱۱۱)

بیشک اللہ نے ایمان والوں سے انکی جانیں اور انکی مال اس عہدے پر خرید لیے ہیں کہ انکے بے نہیں انجری جنت دیگا۔ یہ لوگ اب خدا کے نام کا دھکا بجانے کی خاطر دشمنوں کو قتل کرتے ہیں، ان کو قتل کرتے ہیں اور آپ بھی قتل ہوتے ہیں۔ یہ خدا کا پکا وعدہ ہے جو تورات اور انجیل اور قرآن میں ہر مومن کے ساتھ برابر چلا آیا ہے، اور خدا سے بڑھ کر اپنے قول کا پورا اور کون ہو سکتا ہے۔ تو اسے ایمان والو! اپنے اس سودے کی جو تم نے خدا کے ساتھ کیا ہے خوشیاں مناؤ، آپہں تمہاری بڑی کامیابی ہے۔ اس میں تم کو فلاح دارین ہے۔

آہ معاذ اللہ نہیں! اس تمام عجیب و غریب لین دین، اور محیر العقول ترغیب و تحریر سے خدائے بے نیاز کا مقصد جو یہ ساکنان عالم کو اپنی ناپیدا مثال ذات کا شہید اور مفتون بنا کر، انکے دلوں میں

مؤمن کی صحیح تعریف، اور الجنت کے حقدار بننے کی کامل شرائط اس آیت کریمہ سے وضع ہیں۔ یہی شرائط بطریقہ صفحہ ۱۱۱ کی آیات (۱۱۱: ۱۱۱) اور (۱۱۱: ۱۱۱) کی آیت (۱۱۱: ۱۱۱) میں موج ہیں۔ اگر آج مسلمانان عالم نے اپنے نفس کو وہو کہوے کہ کوئی اور شرطیں وضع کر لی ہیں تو اس سے قانون خدا میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہو سکتی۔ اس غرض اعتقادی کے بدلے میں الجنت مل سکتا ہے، خواہ لوگ ہزاروں برس تک یہ سب برباغ اور غوش کن خواب پڑے دیکھا کریں۔ بشرط پوری جان اور سارے مال کے انثار کی ہے نہ یہ کہ تھوڑی سی تکلیف برداشت کر کے یا چند پیسے ناروا طور پر خیرات کر کے ایک مکر سا بنا لیا جائے۔ جیسا کہ بالعموم ہر مسلمان نہایت التزام سے کرتا ہے۔ غرض ان فی التَّوْبَةِ وَالْإِحْسَانِ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ ان دونوں کتابوں پر عمل کرنے والی مجاہدات و ام بھی صحیح معنوں میں مومن اور جنت کی حقدار ہو سکتی ہیں۔

ورو پیدا کرنا تھا! اپنی محبت اور اپنے تعلق سے وہ دارائے عالمیان، انسان کے غرض مند اور انعام طلب
 قلوب میں ایک اولوالامر کا خوف، اور ایک منعم اعلیٰ کا ڈر بھلانا چاہتا تھا: **الْاَلٰهَ الْخَلْقِ وَالْاَمْرِ تَبَارَكَ اللهُ**
رَبُّ الْعَالَمِيْنَ (۵۴:۴) وہ باشندگانِ روئے زمین کا ایک حاکم کل اور ایک بادشاہِ حسیمتی سے لگاؤ
 پیدا کر کے، اُن کے اعتقادات اور معاملات میں، اُن کے اعمال و افعال میں مشترک عبودیت کا تذلل
 اور عام نیاز مندی کا عجز نہ دیکھنا چاہتا تھا، اور ہر اس عجز و نیاز کی حوصلہ افزائیں، اور حیاتِ انگیرِ شرب
 سے چار دانگ عالم میں، اس گنبدِ فلاک کے نیچے، توحید کا نعمتِ مستطیر اور حقانیت کا ہنگامہِ عظیم
 پیدا کرنا چاہتا تھا!

درو دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
 ورنہ طاعت کیلئے کچھ کم نہ تھے کروہیاں

مُمُّ الْاٰزِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تَنْفِقُوْا عَلٰی مَنْ عِنْدَ الرَّسُوْلِ لِيُنْفِقَ مِنْهُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُوْا ۗ وَاللّٰهُ حَرِيْضٌ لِّكَوْنِ
 الْمُنْفِقِيْنَ كَاَيُّفَةٍ هُمْ اَوْ (۱۶۳:۴)

یہ منافق قعدہ لوگ ہیں جو لوگوں کو ہٹا کر تے ہیں کہ ان لوگوں کی تائید و تقویت میں جو رسولِ خدا کے گرد جمع ہو گئے ہیں اپنا مال نہ
 خرچ کیا کرو۔ جب روپیہ پسہ ان لوگوں کے پاس نہ ہوگا تو عاجز اگر آپ ہی تشریف لے جائیں گے۔ یہی انکی قوت کا راز ہے۔ آہ ایسے
 منافقین نہیں سمجھتے کہ مال انکی قوت اور اجتماع کا راز نہیں، اللہ خدا کو اسکی ضرورت ہی ہے، کیونکہ زمین آسمان کے خزانے ہی کٹا

آہ یہ بھی نہیں! اس صاحبِ جلال خدا کو جسکی سطوت اور جبروت میں، جسکے حاکمانہ رعب و وقار میں، جسکی
 طاقت اور حکومت میں، روئے زمین کے تمام انسانوں کی سرکشی اور شفقہ انکار بھی یک سرِ مو فرق نہیں
 لاسکتی، **وَقَالَ مُوَسٰی اِنْ تَكْفُرُوْا اَنْتُمْ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۗ فَلَنْ اَلْعِزُّ حَمِيْدٌ** (۸۱:۱۳) فی الحقیقت میں منظور تھا
 کہ درو دل کے اس نازہ عمل میں، اور مشکلات و محن کی صبر آزما مجسم میں، وہ ہر مومن کے قلب کو دنیاوی

سلا لوگو! سن کہو کہ تمام کائنات جہان اسی کی پیدا کی ہوئی اور انکم جسے ذلیل سے سب کچھ ہوتا ہی نیز اسکی ہی پیدا کردگار عالمین و حقیقت بڑا صاحبِ برکت
 ہے اور موسیٰ نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ اگر تم اور جتنے لوگ روئے زمین پر ہیں سب کے سب ملکر بھی خدا کی نافرمانی کریں تو خدا کو ذرا بھی پروا نہیں وہ
 بے نیاز ہے اور دنیا ہی سزاوار حمد و بکرا۔

خطرات اور بدنی مصائب کے خوف سے پاک کر کے ان میں صبر و انگیز کا کشور کشا نور اور قوت کی جلا پیدا کر دے:

وَلِيْمَحْصَلِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَحْصَلَ الْكَفَرُ مِنْهُمْ ۖ (۱۳۰: ۳)، وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحَّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (۱۵۳: ۳) وہ ہر مسلمان کے دل کو توحید کے مشترک مرکز پر لا کر ان کی جماعت میں وحدت و استحکام کا دستور عمل پیدا کرنا چاہتا تھا: وَيَذْهَبَ عَنْكُمُ رِجْزُ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَى قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ (۱۱: ۱) وہ اپنی ذات پر کامل ایمان، اور اپنے جاہ و منصب کے سچے خوف سے امت کے ہر فرد میں استقلال کا نظم و نسق، اور اتحاد و عمل کا طریق کار دیکھنا چاہتا تھا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (۱۹۹: ۳) وہ ایمان کے جرأت انگیز و لولوں، اور مقام خدا کے ہمت آفرین تذکروں سے اسلام کے متنفس میں مقابلے کی ناقابل تسخیر روح اور ثبات کا ناقابل شکست

۱۔ اور تاکہ اللہ ایمان والوں کو خالص بنا دے اور خدا کے وجود میں شک شبہ کرنے والوں کو لیا میٹ کر دے۔

۲۔ اور اس غزوہ اُحد میں تم کو ہرا دینے میں یہ مصلحت تھی کہ خدا اس ایمان کو جو تمہارے سینوں کے اندر چپا بیٹھا ہے آزمائے، اور دیکھے کہ باوجود ہزیمت کے خدا پر یقین رکھنے والا کون ہے، اور تمہارے دلوں کو ڈراور دوسووں، خوف مصائب اور خطرات سے پاک صاف کر دے، اور جانے رہے کہ خدا سینوں کے حالات سے موبود واقف ہو، جیتا کہ تمہارے دلوں میں یہ دسوس اور خدا کے متعلق شکوک ہیں فتح تمہارے قدموں کو نہیں چوم سکتی اور خدا یہ چاہتا ہے کہ تائید فیہی کے وصلہ افزا، اور جامع القلوب اثر سے شیطان کی آلائش (یعنی نفاق) کو تم سے دور کر دے، اور تاکہ تمہارے دلوں کو آپس میں جوڑ کر مضبوط کر دے، اور پھر اس اتحاد کے ذریعے سے تمہارے پاؤں میدان جنگ میں جٹ جائے رکھے۔

۳۔ اسے ایمان والو! اُن اجتماعی کالیف کا جو تمہیں پیش آئیں سختی سے مقابلہ کرو، اور ایک دوسرے کو مقابلہ کرنے کی تلقین کرتے رہو، اور ایک دوسرے میں گھٹکار ایک بچاؤ، اور خدا سے ڈرتے رہا کرو تاکہ دشمن کے بالمقابل تم کامیاب ہو جاؤ۔

۴۔ اس آیت کریمہ میں ایمان کی بعض اہم شقیں بتلا دی گئی ہیں۔ گویا مصائب کا مروانہ وار مقابلہ کرنا ایمان ہے، (اصْبِرُوا) جماعت کے اعضا کے باہر استقلال کا ماحول پیدا کرنا ایمان ہے، (وَصَابِرُوا) اور سب اہم یہ کہ کامل اور باہمی اتحاد پیدا کرنا بھی ایمان، کا جزو اعظم ہے، (وَرَابِطُوا) جس قوم کے اندر یہ عظیم الشان خاصیتیں موجود ہیں، وہ خدا کے عظیم کے ایک اہم حکم کو مان رہی ہے، اور وہی ہے جو اس کے اہل قانون کے بموجب کامیاب ہو رہی ہے، (لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ) گویا یہاں پر بھی 'تُفْلِحُونَ' سے مراد دنیاوی غلبہ ہی ہے، 'خسر دوی فلاح' کا یہاں ذکر نہیں۔ دوسری غور طلب بات یہ ہے کہ اس استقلال، یقین صبر، اور اتحاد کو اتقانے خدا پر محمول کیا گیا ہے (وَاتَّقُوا اللَّهَ) گویا وہی قوم حقیقی ہے جو فی الحقیقت خدا سے، اس کے قانون سے، اس کی اہل سزاؤں سے ڈرتی ہے جس میں استقلال ہر ایک دوسرے کو مستقل بنانے کی اہلیت ہو، اور سخت رہنے کی صلاحیت موجود ہو۔ فرقہ بند اور ڈرپوک قوم خدا سے قطعاً نہیں ڈرتی کیونکہ وہ اس کی سزا سے بے خوف ہو چکی ہے اور اسی لیے منقہ کھلانے کی اہل نہیں۔

'اتقانے کے یہ معانی بالصرحت دو اور آیتوں سے جو صفحہ ۹۷ پر گزر چکی ہیں ثابت ہیں۔ آج کل کے مسلمانوں کو اس خدائی محاکمے سے عبرت پکڑنی چاہیے۔

جذبہ قائم کرنا چاہتا تھا، یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا الْقِيَمَةُ فُتِنَتْ فَانصَبُوا وَادْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ لَا تُفْلِحُونَ

(۲۵: ۸) وہ اپنی لاشریک اطاعت اور بے ریا عبادت کے آلہ عمل سے مسلمانوں کے ارادوں میں

قوت، حوصلوں میں افزائش، نیتوں میں صداقت، اور پائے عمل میں ثبات دیکھنے کا متمنی

تھا۔ وہ اسلام کی دنیاوی شوکت و احتشام اور مادی ارتقا و عروج کو روحانیت کے بے امان ہتھیاروں، او

اخلاق کی اٹل قوتوں سے حاصل کرنا چاہتا تھا، اور اُمت کے اس اجتماعی اور امتلائی غلبے کو ہر نئی

ایمان کا واحد منہائے نظر، اسکی فلاح و نجات کا اٹل ضابطہ عمل، اُسکے تقویٰ اور عبادت کا صحیح

معیار، اُسکے کفر و شرک کی سچی محک، اسکی جزا و سزا کا قطعی مدار قرار دیتا تھا!

يُشَبِّهُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ

اللَّهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ (۱۱۳: ۲۷)

اللہ ایمان والوں کو اپنے پتے قول کے ساتھ اس دنیا کی زندگی میں خوب جما کر رکھتا ہے او

آخرت میں بھی اُنکو خوب جما کر رہیگا۔ لیکن کچے ایمانداروں اور بُزدلوں کو جو اُسکے احکام کی

متابعت نہیں کرتے وہ غلط واسن کی راہ سے ڈگمگاتا ہے، اور خدا تو وہی کچہ کرتا ہے جو مناسب سمجھتا

۱۵۔ اے ایمان والو! جب دشمن کی کسی فوج کے بالمقابل تم صف آرا ہو جاؤ تو ثابت قدم رہا کرو، اور اسوقت خدا کا دہیان اور بھی زیادہ دل میں
رسو تاکہ تمہارے حوصلے بڑھیں، امد بالآخر تم دشمن کے بالمقابل کامیاب ہو جاؤ۔

۱۶۔ یہاں ایمان، کو ہر دشمن کے بالمقابل ثابت قدم رہنے پر محمول کیا گیا ہے۔ ”وَإِذْ كَرَّ اللَّهُ كَذِبًا“ کا مقصد یہ ہے کہ جب تم دشمن کے
بالمقابل ڈٹ کر کھڑے ہو جاؤ تو اُس حاکم اعلیٰ کا خیال دلیں لاؤ جس کی ماتحتی میں تم ٹہرے ہو۔ ہر جس طرح ہر سپاہی کو اپنے سپہ سالار کی یاد،
اُسکے انعاموں کی یاد، اُسکی سنراؤں کی یاد میدان جنگ میں اور بھی مستحکم دیتی ہے اسی طرح تم بھی مالک زمین و آسمان کی یاد کے اپنی ہتھوں کو
بڑھاؤ تاکہ تم دشمن پہنچ پاؤ (لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ)۔ گو یا یہاں بھی تَفْلِحُونَ سے مراد دنیاوی نفع ہے، آخری فلاح مراد نہیں۔ اور نہ ”وَإِذْ كَرَّ اللَّهُ“
کَرَّوْا سے مقصد یہ ہے کہ گھر بیٹھے تسبیحوں پر خدا کا نام پڑھتے رہو تاکہ قیامت کے دن فلاح پاؤ جیسا کہ بعض نادانوں نے سمجھ کر آیات الہی کو
بے ربط اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ (۹۱: ۱۵) کے مصداق بن گئے ہیں۔

۱۷۔ جو عجیب و غریب تاویلیں شاذین قرآن نے اس آیت شریفہ کے مطالب میں اپنے پاس سے بنالی ہیں بجائے خود ایک فتنہ ہے۔ بعضوں نے قیوں
ثابت کو کوئی اہم غنیمت فرض کر لیا ہے جیسے ایک زبان سادہ ایمان، لانا فرض قرار دیا ہے، بعضوں نے عالم اسلام کی موجودہ زبوں حالی، اور خدا
اس اٹل وعدے میں اختلاف دیکھ کر یکتا کے معنی ”روحانی ثابت قدمی“ بنا لیے ہیں، وغیرہ وغیرہ، لیکن ایمان، اُن کی کڑی شرطوں سے جو
بیان ہوئیں ظاہر ہے کہ جس قوم میں وہ خصائص موجود ہوں اُسکا اس دنیا میں حکم کر رہنا، مضبوطی اور قوت سے بسر کرنا، علی الرغم عروج غالب کر رہنا
اٹل ہے یہی حقیقت بعینہ اس آیت کریمہ میں عیاں کر دی گئی ہے، اور جملہ دیا ہے کہ صاحب ایمان قوم کا اس دنیا میں ممکن اور متخالف فی الافاض قطعاً ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ
وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ
أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ
مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا ۚ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝

(بقیہ تحت المتن صفحہ ۱۳۴) اور آخرت میں بھی اُسی کا بول بالا ہے۔ گویا اس آیت ”اِنَّكُمْ اِلٰہَکُمْ اِلَّا عَلَوْنُ اِنْ کُنْتُمْ مُّقْرِبِیْنَ“ کا مضمون ایک ہی ہے جو صفحہ ۱۳۴ پر گزرا چکا ہے۔

”روحانی ثابِتِ قدسی“ جس کا ذکر انجیل کے مسلمان اس شہود سے کرتے ہیں ایک پادریؒ اور بے معنی سی بات ہو۔ یُثْبِتُ، کا لفظ قرآنِ کریم میں جہاں کہیں آیا ہے اسی مادّی ممکن اور ذہنی استحکال کے لیے آیا ہے۔ دو مثالیں اصل کتاب میں ابھی ابھی گزری چکی ہیں، یعنی یُثْبِتُ بِهٖ الْاَقْلَامُ اَمْ لَمْ (۱۱: ۲) اور اِنَّ الْقَوِيْمَ تَرْفُئُهُ كَمَا تَنْتَفِئُ اَرْ (۴۵: ۴)۔ دو اور پیش کر دیکھائی ہیں۔ سورہ انفال میں ہے:

وَيُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلِكَةِ إِنِّي مَعَكُمْ فَنَشَبُوا الدِّينَ وَأَنفَضُوا سَائِقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرَّعْبَ
فَأَضْرَبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ (١١٣: ٥)

اسے مختار، یہ وہ وقت تھا کہ تمہارا پروردگار تمہارا سپہ سالار اعظم خدا ملائکہ کی فرج کو حکم دے رہا تھا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں تو تم ایمان والوں کے پاؤں میدان جنگ میں جمائے رکھو، اُن کے حوصلوں کو وہ چند کر دو، اُن کے ہست قتال کو اور بھی مضبوط کر دو، ہم غرقِ قربانیاں شہدائین کے دلوں میں انہی ٹپھی بہرے لٹائوں گی وہ بہشت ڈال دیجیے، تو ماروان کی گردنوں پر کچر چڑھو جو جائیں، اور لگاؤ اُن کی پور پور پرکھ لیں سب کے ماتھے ٹوٹ جائیں۔

حکایت کی ماہیت سے یہاں پر بحث نہیں لیکن ظاہر ہے کہ **فَشَيْئُوا الَّذِينَ آمَنُوا** سے مقصود ارضی قلوب اور ممکن ہی ہے۔ روحانی استقلال کا کچھ ذکر نہیں یہی الفاظ قریب قریب زیر بحث آیت میں استعمال ہوئے ہیں۔ دوسرا موقع سورہ نحل میں ہے:

قُلْ نَذْرُهُ لِرُوحِ الْقُدُّوسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ ۝ (۱۶: ۱۰۴)

اے محمد! تم علی الاعلان کہہ دو کہ اس قرآن عظیم کو روح القدس میرے پروردگار کے ہاں سے لیکر اپنے آترے کے جو لوگ اس کے احکام پر ایمان لائے ہیں ان کو اس دنیا میں مضبوطی سے، اور جہاں کر سکے اور تاکہ یہ قانون جلیل تسلیم کرنے والوں کو صحیح راہ عمل دکھائے (رہدہی)، اور ان کو جماعی سلامتی اور حفظ و ان کی بشارت دے (دیکھو)۔

روح القدس کی حقیقت سے یہاں پر بحث نہیں صفحہ نمبر کے تحت اہل حق میں پیغمبرانِ خدا کی بشارت کی نوعیت واضح کر دی گئی ہے۔ اس لیے یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہاں بھی ”لَا يُنْفَكُ الْإِيمَانُ“ کے الفاظ سے دنیاوی ثبوت اور استقلال ہی مراد ہے۔ ”رُوحانی ثابت قدمی“ کی ترغیب پیش کرنا مسکرتوں کے لیے کچھ سنی نہیں رکھتا۔ دنیاوی خوشحالی کا لالچ ہی وہ شے ہے جو ہر مخالف کو مانسے پر مجبور کر سکتا ہے۔

قول ثابت کے الفاظ جو زیر بحث آیت میں آئے ہیں، ان سے مراد وعدہ خدا کی توفیق ہی ہے اور کچھ نہیں۔ صنف اس آیت سے فیض کے معانی بھی صاف ہو گئے کہ یہ یقینیت کی ضد کے طور پر آئے ہیں۔ گویا اس دنیا کی زندگی میں مضبوطی اور ممکن سے نہ رہنا ہی ضلال ہے۔ ظالمین کا لفظ پہر یہاں استعمال ہو رہا ہے۔ اس سے پیشتر صفحہ ۱۲۰ کے متن کی آیت (۱۳۹: ۱۳) میں ہوا تھا۔ یہاں بھی ظالمین سے مراد کچھ ایمان والے ہی ہیں کیونکہ جو لوگ اپنے ایمان کی کسی کمی وجہ سے دشمن سے شکست کھا جائیں وہ فی الحقیقت اپنی جانوں پر آپ ظلم کر رہے ہیں۔ آج ظلم کی قرآنی اصطلاح کے معانی بالکل بدل چکے ہیں۔ لیکن آئندہ جملہ آیت میں وقتاً فوقتاً اسے مختلف معنوں میں بیان کر دینے چاہینگے۔ مقدمہ کتاب میں ظلم، قوم کے مغلوب قرآنی خاک کشیں کیا گیا تھا اور وہ یہ تھا کہ ظلم قوم جماعی ہا کہ امتیعی ہے (دیکھو صفحہ ۸۱، آیات (۵۹: ۲۸)، (۷۴: ۶) گویا فیض اور حقائق کا تعلق ظاہر ہے۔

پیشہ کا کہ معنی ہم نے مناسب سمجھا دیا ہے لیکن اس کا جو ت فلسفہ عمل (غالباً تیسری جلد) میں آئے گا۔

وَلَنَكُنَّ مِنْكُمْ أُمَّةً يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (۱۰۳-۱۰۴)

اے ایمان والو! مقامِ خدا سے ڈرتے رہا کرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اُسکے احکام کے آگے ہر دم تسلیم خم رکھو، اور مرتے دم تک سرتاپا تسلیم بنے رہو۔ اور سب ایک دوسرے سے مکمل کر کے اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑے رہو اور تیر تیر گزند نہ ہو جانا۔ اور اللہ کا وہ احسان یاد کرو جب تمہارے دونوں میں ایک دوسرے کے برخلاف عداوتیں اور کینے بھرتے پڑے تھے، پھر خدا کو اپنا سچا آقا ماننے کے باعث اُس نے تمہارے دل آپس میں جوڑ دیے، پھر تم اسکی اس نعمت کے باعث بھائی بھائی بنا گئے۔ تم اس سے پہلے اس قدر کبھر چکے تھے کہ گویا آگ کے گڑھے کے کنارے جا گئے تھے، پھر اُس نے تم کو اس سے بچایا۔ اس طرح خدا اپنے احکام تم سے کہول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم راہِ راست پر آ جاؤ۔ اور تم میں ایک ایسا گروہ بھی ہونا چاہیئے جو صرف ہی اتحاد (الْحَبْر) کی دعوت دے، اسی عظیم القدر نیکی (المعروف) کی تلقین یا تخصیص کرتا رہے، اور تفرقے کی مکررات (المنکر) سے باز رکھتا رہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنکو ہم اس دنیا میں کامیاب کریں گے۔ اور دیکھو ہم بھپکے دیتے ہیں کہ اُن جیسے نہ بن جانا جو ایک دوسرے سے بچھڑ گئے، اور جنہوں نے خدا کے کھلے کھلے احکامات سے پیچھے بھی آپس میں فرقہ آرائیاں اور اختلاف قائم کیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جنکو ہم دردناک عذاب دینگے۔

کیفیت اتقا

صَبَّحُوا بِحَمْدِ اللَّهِ فِي الْبُحُورِ وَالْحُلُوفِ ۝ (۱۰۵)

(ایک دوسرے کو استقبال کی تحنیر کر، اور ہر ایک ایک جگہ اور جگہ سے تہجد کر کہ کامیاب بن جاؤ)

جامعِ اقلوب خدا کی نظروں میں ایک یعنی ایمان کا صحیح تقویٰ اسی کامل مصاحت اور

۱۰۵۔ اِن آیات قرآنی کے مطالب نہایت قابلِ غور ہیں۔ اصل کتاب میں سیاق کلام کو پیش نظر رکھ کر ایک مربوط ترجمہ کر دیا گیا ہے مگر دو ایک باتیں خاص طور پر لائقِ ذکر ہیں جو یہاں بیان کر دی جاتی ہیں:-

اولاً۔ اعتصام بحبلِ اللہ، اور جماعت کے کامل اتحاد کو ہر تیسری جگہ چوتھی بار اتقا نے خدا پر محمول کیا گیا ہے۔ پہلی مثالیں صفحہ ۴۴، ۴۹،

اتحاد (لَا تَقْرَءُ قُرْآنًا) کا مسلک عمل تھا۔ یہی وہ سچی ہدایت (لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ) (۱۰۲: ۱۰۳) اور یقینی فلاح (وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ) (۱۰۲: ۱۰۳) تھی جس کا حاصل کرنا ہر مسلمان کا منہاں سہی اور مقصد حیات ہو سکتا تھا۔ خدا نے ہر ترکی صحیح معنوں میں عبادت (غلامی)، اور اُس کے جاہ و منصب کے سچے خوف (تقویٰ) کا صحیح پیش نہا یہی ہو سکتا تھا (اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ) (۱۰۱: ۳) کہ ایک مقتدر حاکم کے کئی ملازموں کی مانند، اُس کے بندوں میں تالیف قلوب کے جذبات، اور اخوت و مساوات کے اصول قائم ہو جائیں (وَالْكَافِرِينَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ فَأَوْجَعْتَ قُلُوبَهُمْ بَيْنَهُمْ)۔

(بقیہ تحت اہم صفحہ ۱۴۵) اور ۱۴۲ پر گذر چکی ہیں۔ گویا کسی قوم کا بالاجماع قانون خدا (جَبَلِ اللَّهِ) کو مضبوط پکڑے رکھنا اور اُس میں فرقہ بندی نہ بننا ہی اتقا کے خدا ہے۔ وہی قوم فی الحقیقت شدید العقاب خدا کی اہل سنوؤں سے ڈرتی ہے، وہی اسی عالی مقامی اور طاقت انعام سے خرفروہ ہے جو اس میں اختلاف پیدا کر کے اپنے آپ کو کمزور نہیں کرتی۔ کیونکہ فرقہ بندی کا اہل تشیع شکست و ریخت ہوا اور یہ قانون ارتداد عالم ہے کہ اس کا اطلاق ہر جا اور ہر وقت ہو رہا ہے، کوئی امت یا گروہ اس ٹکٹے سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ جتنا ایک حکم اعلیٰ کا رد میں بس رہا ہے رعیت کے افراد آپس میں لڑ بھڑ نہیں کئے۔ جب تک کئی غلام ایک مقتدر آقا کی غلامی و عبادت کرتے ہیں اُن کا ایک دوسرے کے بالمقابل صف آرہونا محال ہے!

ثانیاً: امتلاف قلوب کو نعمت خدا کہا گیا ہے اور (وَالْكَافِرِينَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ) کے الفاظ نہایت قابل غور ہیں۔ اگرچہ بادی النظر میں اس جملے کے معنی یہی ہیں کہ خدا نے تمہارے دلوں کے درمیان الفت کی راہ و رسم پیدا کر دی، لیکن اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو اس امتلاف کا واقعہ ہونا خدا کا کوئی غیبی، استبدادی یا تقدیری فعل نہ تھا جس پر کل کے مسلمان نہایت تنہا ہی سے اعتقاد رکھتے ہیں اور بلا سعی و عمل اس کے ہر واقعہ ہو نیکی منتظر رہتے ہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ اُس ایک خدا کی عبودیت ہی تمہارے اتحاد کا باعث ہوئی۔ تم سب نے اسکو صحیح معنوں میں اتقا اور حاکم علیٰ ان ایا اور پھر اُس کے سچے خوف و اتقا کے باعث تمہارے دل آپس میں جڑ گئے۔ گویا اتحاد کا واقعہ ہونا ایک مسبب بالاسباب فعل تھا جس کا بالواسطہ محرک خدا عظیم کا صحیح معنوں میں ڈر تھا۔

مثلاً: باہمی تفریق اور اختلاف کو ”عَلَىٰ شَفَا حُجْرَةٍ مِّنَ النَّارِ“ کہا گیا ہے۔ یعنی جس قوم میں باہمی عداوتیں اور کینے رونائیں وہ جہنم کے کنارے پر کھڑی ہے۔ یہاں پر فرقہ آرائی کو ”النَّار“ سے تعبیر کرنا از میں سنی غیروں نے گویا اجتماعی ضعف اور عدم اتحاد ہی دنیا کا سب سے بڑا جہنم ہے جن فروش اعتقاد مسلمانوں نے قرآن کے لفظ ”النَّار“ کو فاصلہ آخری جہنم سمجھا ہے اُن کے لئے یہ الفاظ نہایت غور طلب ہیں لیکن ان آیات الہی میں سب سے زیادہ غور طلب آیت ”وَلَنُكَلِّمَنَّكَ أَهْلَكُ أَهْلَكُ“ (۱۰۳: ۱۰۳) ہے۔ جو بات لائق دریافت یہ ہے کہ ”دعوة الى الخیر“، امر بالمعروف، اور ”نهی عن الذکر“ کا صحیح مفہوم کیا ہے، اور وہ کیا شے ہے جسکی تبلیغ و تمقین کے لئے ایک جماعت قائم کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اولیٰ سائل بھی صراحتاً اس نتیجے پر پہنچا دیتا ہے کہ ”الخیر“ اور ”المعروف“ کا صحیح مفہوم اس آیت میں اصلاح و اتحاد اور صرف اتحاد ہی ہے، اور اسی نقطہ نظر سے ان الفاظ پر آل شخصہ ہی واقع ہوا ہے، اور چونکہ ہمیشہ تراویح کی آیات میں اتحاد کی خوبیاں اور اختلاف کی برائیاں ظاہر کی گئی ہیں اور یہ آیت اُن کے درمیان گہری ہوئی ہے اس لئے خدا عظیم نے عالم اسلام کے لئے ایک ایسی جماعت بنانے کا حکم دیا ہے جو سب امت کو اتحاد کی دعوت یا تخصیص دیتی ہے اور انکو تفسیر کی کمزورتی سے وہم و بہم باز رکھے۔ اس مطلع نظر کے مساوی اس سے کم و بیش خیرا اس آیت کا اور کچھ مطلب نہیں۔ کلام الہی کو مربوط اور مدلل یقین کرنا والوں کیلئے اس کے سوا کسی اور نتیجے پر پہنچنا ممکن نہیں۔

مسلمانان عالم اور شارحین قرآن نے اس آیت کا مفہوم قطعاً غلط سمجھا ہے، اور ”الخیر“ و ”المعروف“ کے معنی عام کر کے عالم اسلام کو ایک غلط

اخواناً (۱۰۲:۱۳) وہ سب کے سب یکجان و یک زبان ہو کر اسکی حکومت کے ہر آن شاہد، اور اسکی بارگاہ عالیہ بہر حال مرعوب رہیں؛ وَلَئِنَّ يَوْمًا تَوَنُّونَ مَا تَوْأَدُّ قُلُوبُهُمْ وَجَلَّ اللَّهُ إِلَهُكُمْ رَاحِمُونَ (۱۰۲:۲۳) وہ اللہ کو ہر وہ اپنے ذاتی مناقشات میں حاضر و ناظر، اور بہر حالت میں نگران اعمال یقین کر کے اسکے رعب و قار کا احترام اور احکام کا پاس کرتے رہیں؛ اَلَمْ تَرَ اِنَّ اللّٰهَ يَعْزِمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَا يَكُوْنُ مِنْ جُنُودٍ لِّلّٰهِ اِلَّا هُوَ

سے خدا سے ڈرنے والے تو وہ لوگ ہیں جو باوجود اسکے کہ جو کچھ اُن کے پاس ہے اعلانِ الحق میں صرف کر دیتے ہیں، مگر انکے دل اندر سے ہلتے رہتے ہیں کہ انہوں نے ایک ن خدا کے حضور میں جواب دہی کے لئے کھڑا ہونا ہے (اور ممکن ہے کہ خدمتِ خدا کا حق ادا نہ ہوا ہو)۔

(بقیہ تحت مبحث صفحہ ۱۳۶) اور عمل، نامعلوم اور نامحدود درجے پر لگنے میں۔ مطالب کی اس عام افرا تفری میں چنانچہ توجہ یہ حالت ہو گئی جو کہ ہادی جماعت کے ہزار ہزار گروہ، امر بالمعروف، اور نہی عن المنکر کے ظاہری اذکار میں ہر طرف پھیلے ہوئے خلقِ خدا کو دہرے دے رہے ہیں اور کسی مستقل پیش نہاد نہ ہونے کے باعث ایک دوسرے کے بالمقابل صف آرا ہو کر اسلام کی رہی سہی قوت کو اور بھی منتشر کر رہے ہیں۔ ہر گروہ اپنے آپ کو داعی الی الخیر کا خطاب دیکر جماعت میں تفریق و اشتات پیدا کر رہا ہے۔ سب کے سب اپنی اپنی ہٹ دہری اور ضد کے باعث مختلف سمتوں پر نہایت کبر و تکبر سے جا رہے ہیں اور اپنے زعم میں خدا کے ایک اہم حکم کی تعمیل کر رہے ہیں! جو حیرت انگیز فسق و بندیاں ان گروہوں کی متخالف اور متقابل تسلیم و مقبول سے پیدا ہو رہی ہیں۔ سچائے خود خدا کے عظیم کے مقصد و مصلح و اتحاد اور اس آیت کے منہائے نظر کو باطل کر رہی ہیں وہ اعتصام بحبل اللہ، اور اختلاف قلوب، اور اخوانیت، جو امر بالمعروف، اور نہی عن المنکر کے مطلوب تھی یک قلم مٹ رہی ہے۔ ہر گروہ اپنی اپنی دوکان سچائے سر بازار بیٹھا ہے اور حتی الوسع چرب زبانی اور لفاظی سے کام لیکر بے وقوف امت کے گاہکوں کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے! اگر نظر تعمق اس آیت شریفہ کے مضمون کی طرف دیکھا جائے تو عیاں ہو جاتا ہے کہ رب کون و مکان تعالیٰ نے تمام عالم اسلام کیلئے ضرر ایک گروہ اور ایک جماعت ہی کو دعوت الی الخیر، اور امر بالمعروف کے لئے تجویز کیا ہے نہ دس بیس مختلف گروہوں کو جو وَلَئِنْ كُنْتُمْ اٰهْلًا لَّكُمْ مِنَ الْفَاظَةِ ظاہر ہے۔ پس لامحالہ پیشینہ نکلنا ہے کہ ایسے عالم آرا، ایسے یکتا، اور منتخب گروہ کا مقصد بھی یہی ہو سکتا ہے کہ دنیا کے مختلف ممالک کے مسلمانوں کے مابین اتحاد قائم رکھے، اُن کو اعتصامِ خدا کی دعوت دے، اُن کے اختلافات کو وقتاً فوقتاً دور کرتا رہے، اُن میں تفریق نہ پیدا نہ پیدا ہونے دے، سب نیاے اسلام کو جبراً ایک مقصد و جہد، ایک مطمح نظر اور ایک راہ عمل کی طرف ایجاۃً گروہ کوئی متعذر نظام کے تحت کام کر رہا ہو، اور تمام مسلمانوں کا صحیح معنوں میں قائم مقام ہو۔ ایسا گروہ تاریخ شاہد ہے کہ قرن اول سے قطع نظر مسلمانوں نے آج تک نہیں بنایا اور اسی لئے میراثین ہے کہ امتِ مروجہ اس آیت کبرے کے خدائی مطالب کی تعمیل کرنے سے حتماً قاصر رہی ہے!

اس گروہ کے متعلق، وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ، کا ارشاد ہے۔ فلاح کے معانی قرآن کریم میں دنیاوی کامرانی کے بھی ہیں جیسا کہ کسی ایک مثالوں سے جو پیش روئی نہیں ظاہر ہے۔ گویا خدا فرماتا ہے کہ یہی وہ گروہ ہے جو فلاح دارین حاصل کرے گا اور اُمت کو صحیح معنوں میں قوت دے گا۔ آگے چلکر فرقہ بند امت کے لئے، وَ اُولٰٓئِكَ لَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ، کہا گیا ہے۔ گویا یہ عذاب بھی دنیاوی ہی ہے جو خشتِ لاف زدہ امت کو دنیا میں متاثر و اُولٰٓئِكَ، کا تکرار بھی لامحالہ ظاہر کرتا ہے کہ دعوت الی الخیر، اور امر بالمعروف، کا مفہوم دنیا سے اسلام کو ایک مقصد و منہا پر قائم و متحرک کننا ہی ہے اور وہ پیش نہاد دنیوی قوت اور ممکن ہے اسکے ماسوا احتما کچھ نہیں۔

لیکن اس تمام خارجی استدلال سے صرف نظر کر کے قرآن حکیم کے الفاظ میں داخلی غور و فکر بھی اس نتیجے کی طرف راغب کرتا ہے کہ الْخَيْرُ الْمَعْرُوفُ، اور الْمُنْكَرُ کے الہی مطالب یہی ہیں جو اوپر بیان ہوئے۔ الْخَيْرُ اُت، کے صحیح مفہوم کے متعلق ایک مختصر بحث ابھی صفحہ ۱۳۶ کے

سَابِقَهُمْ وَلَا خَسْرَةَ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَذَى مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ إِنْ كَانُوا يُشْعِرُونَهُمْ بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ
الْقِيَامَةِ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (۵۸: ۷)۔ وہ اسکی محتبانہ رقابت میں سب جزوی معاملات اور فرعی مختلفات کو
بالائے طاق کھسک کر اُسی کی خدمت و اعلا میں ہمہ تن مصروف ہو جائیں۔ وہ اس احکم الحاکمین کے

۱۵۔ اے انسان! کیا تو نے اس حقیقت پر کبھی غور نہیں کیا کہ اللہ تو جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں کرنا ہے اسکا علم رکھتا ہے جو جب تین شخص آپس میں صلح و مشورہ
کرتے ہیں تو ہر حال چوتھا وہ ہوتا ہے، اور پانچ ہوں تو چھوا وہ ہوتا ہے، اور اس سے کم ہوں یا زیادہ اور کہیں بھی ہوں وہ اُن کے ساتھ ضرور ہوتا ہے۔
پھر جو کام یہ آج کر رہے ہیں اُن کو روز قیامت کو موبہ ہوتا دے گا، لوگو! درحقیقت خدا ہر چیز سے واقف ہے!

(تبیہ تحت البقرہ صفحہ ۱۳۷) تحت البقرہ میں ہو چکی ہے جس سے ظاہر ہے کہ صاحب القرآن تعالیٰ نے اتحاد کے اجتماع میں عمل کو یہاں پر لفظ (التحیر)
سے یاد فرمایا ہے (يَنْعُونَ لَكَ الْحَيُّ)۔ (المعروف) اور (مَعْرُوف) کے الفاظ بھی کلام الہی کے اندر بالالتزام دو شخصوں یا فریقوں کے درمیان حصّہ
یا صورت اصلاح و اتحاد پیدا کرنے کے معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔ سورہ بقرہ میں خاندان اور عورت کے باہمی تعلقات کی کشیدگی کے
بارے میں ہے: وَلَوْ أَطْلَقْتُمُ الْمَسَاءَ فَمَا كُنْتُمْ بِمَعْرُوفٍ وَأَنْتُمْ كُنْتُمْ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تَنْسَوْنَ كُنْتُمْ خِيَارًا وَلَتَعْتَدُنَّ
(۲۳۱: ۲) اور جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو اور انکی عدت پوری ہوئے تو جو طلاق کا ارادہ فسخ کر کے انکو پوری صلح صفائی سے (بمعرفہ)
پھر زوجیت میں رکھ لو، یا ان کو مصاحبت سے رخصت کر دو، اور نہ کہ نہینے کی نیت سے انکو نہ رکھو کہ بعد میں زیادتی کرو۔ یہی مضمون اس آیت میں ہے
بھی ہے: فَامْسَاكُمُ الْمَعْرُوفِ أَوْ تَسْرِبُوا بِهَا حُسْنًا ط (۲۲۹: ۲) یعنی یا صلح صفائی کے ساتھ پھر زوجیت میں لے لینا، یا خوش اسلوبی سے
رخصت کر دینا۔ ایک آیت پہلے پھر اسی مضمون کی تصریح ہے: وَلَوْ كُنْتُمْ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَلِكُمْ أَنْ أَوْدَاكُمْ أَرْصَادَكُمْ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي
عَلَيْكُمْ بِالْمَعْرُوفِ (۲۲۸: ۲) یعنی اور اگر انکے خاندان مصاحبت کرنا چاہیں تو ان کو پورا حق ہے کہ اس اٹھائیں اپنی عورتوں کو پھر اپنی زوجیت
میں واپس لے لیں، اور اُس صورت میں جس طرح پر مصاحبت اور صلح صفائی سے رہنا عورتوں پر لازم ہے (عَلَيْكُمْ بِالْمَعْرُوفِ) اسی طرح پر
مردوں کی طرف سے عورتوں کے ساتھ (لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي) مصاحبت کا سلوک کیا جانا بھی لازم ہے۔ اسی کوع میں مسئلہ عورتوں کے بارے
میں ہے: فَإِنْ تَضَلُّوهُنَّ فَلَا تَعْصُوهُنَّ أَنْ يَنْتَحِبْنَ أَنْفُسَهُنَّ إِذَا اتَّخَذُوا آيَاتَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ط (۲۳۲: ۲) یعنی طلاق ہوئے پیچھے تم ان عورتوں کو
منع نہ کرو کہ نئے خاندان سے نکاح کر لیں اگر وہ فریق آپس میں مصاحبت اور اتحاد پر (بالمعروف) راضی ہو گئے ہوں۔ آگے چلکر دودھ پلانے کی
اجرت کے بارے میں ہے: وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ دَرُّهُنَّ وَكُسُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ط (۲۳۳: ۲) اور باپ پر لازم ہے کہ ایسی زیر تجرّزہ مطلقہ ماؤں کو
صلح صفائی کے ساتھ کھانا اور کپڑا دے۔ اور اگر وہ بچہ سے دودھ پلانے کا باہمی سمجوتہ ہو جائے تو فرمایا ہے: فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا اسْتَأْذَنْتُمْ عَنْهَا
بِالْمَعْرُوفِ ط (۲۳۳: ۲) یعنی اس صورت میں دایہ سے دودھ پلے لینے میں کچھ مضائقہ نہیں بشرطیکہ جو کچھ ماؤں کو دینا کیا تھا صلح صفائی کے تھا
دے دو۔ راند عورتوں کے دوسرے بیاہ کے بارے میں ہے: فَإِذَا ابْتَغَيْنَ أَحْلَاهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ
(۲۳۴: ۲) پھر جب وہ اپنی عدت پوری کر چکیں تو نیک نیتی اور صلاح روی سے (بالمعروف) جو کچھ دوسرے بیاہ کے بارے میں اپنے دل میں چٹھان
لیں اسکی پیمش تم دائر ان نیت سے کچھ نہیں، اور اسی لینے تمہیں پس فعل سے واسطہ نہیں جو چاہیں اُن کو کرنے دیں۔ اس موقع پر (المعروف) سے
مراد راند عورت کا صلح دی کے ساتھ دوسرا بیاہ کرنا ہے نہ یہ کہ اٹھے اور وہ وطیرہ اختیار کرے جس سے خاندان کی ناموس برباد ہو اور فائگی نہ
کی صورت پیدا ہو۔ گویا یہاں بھی مقصود اصلاح و اتحاد اور فساد کو مٹانا ہی ہے۔ شادی شدہ یا کراہ عورتوں کو شرب زخاف سے پیشہ طلاق دینے کے
بارے میں ارشاد ہے کہ کچھ گناہ نہیں مگر اُن کو بطور احسان کے کچھ دے دینا چاہیے: عَلَى الْمُسْبِغِ فَنَدُّ وَعَلَى الْمُغْتَرِّ فَنَدُّ مَتَاعًا
بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْشِينَ ط (۲۳۶: ۲) مٹھورو والا اپنی حیثیت کے مطابق اور بے مٹھور اپنی حیثیت کے موافق۔ تم اسکو اپنے راند

پاس ادب اور لحاظ سے دلوں کے بغض اور سینوں کے حسد کا لکڑیا ہوا گڑبگڑ اور مستحق ہو جائیں۔ وہ دانائے نہان و آشکارا کی مجتہد سائنہ دانش اور متفکشانہ بینش کا کامل یقین کر کے، دلوں کی تہ کے سرائے و خفایا کو آلالش گناہ سے قطعاً پاک صاف کر دیں مخلص اور عقیدتمند خواجہ تاشوں کا اپنے آقائے حقیقی سے یہ وہ معترفانہ خوف، اور وہ غیر متزلزل اتقا تھا جس نے ہر ناگماں مصیبت کے وقت

(بقیہ تحت البتین صفحہ ۱۴۸) سمجھو جبکی غرض غایت یہ ہے کہ طلاق صلح صفائی کے ساتھ اور بغیر دنگے فساد کے طے پائے (مُتَاَعًا بِالْمَعْرُوفِ) اور سچ تو یہ ہے کہ مصالحت سے چلنے والے اشخاص ہمہ نداد نہ تو ایک طرح کا حق ہے، کچھ آگے چلکر مطلقہ عورتوں کے بارے میں بھی اسی قطع حکم ہے، وَلَیْمُ الْمَطْلُوقَاتِ مُتَاَعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ (۲۴۱: ۲) یعنی مطلقہ عورتوں کے لئے بھی کچھ نہ کچھ نذرانہ بطور احسان یا یادگار دینا چاہیے تاکہ فریقین صلح صفائی کے ساتھ ایک دوسرے سے جدا ہوں، اور خدا سے صحیح معنوں میں ڈرنے والوں کے لئے تو یہ معمولی سی رواداری بطور ایک فرض کے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص صحیح معنوں میں متقی ہے اسکا منتہائے نظر دنیا میں ہمیشہ رہتا ہے کہ انتہائی معاملات میں بھی کم سے کم فساد پیدا ہو۔ طلاق وہ مکروہ شے ہے جو دو فریقوں کے درمیان ایک ناقابل برداشت شقاق کا باعث ہوتی ہے۔ اگر اسکا واقع ہونا بہر نوع ضروری ہو گیا ہے تو ایک صلح پسند آدمی ہر فرض ہے کہ اس عورت کو جسکے ساتھ اس نے اتنی مدت صحبت کی ہے ایک معتد بہ رقم بطور نذرانے کے پیش کرے تاکہ مخالفت کے جذبات انتہا تک نہ پہنچنے پائیں۔ از رو اجبی تعلقات کے منقطع ہونے پر نہ فریقین ایک دوسرے کو کم از کم دشمن نہ سمجھیں اور اسلامی عیت کے اندر شکست انگیز تفریق پیدا نہ ہو۔

ناسمجھ اور کم عقل قبیلوں کے سرپرستوں کو سورہ نسا میں ہدایت ہے: وَقُولُوا لِلّٰهِ قَوْلًا مَّعْرُوفًا (۴: ۵) یعنی "اُن کے ساتھ صلح صفائی سے بناؤ کرو۔" محتاج سرپرست کے بارے میں ہے: وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ (۶: ۱۴) یعنی اگر سرپرست کم مقدور ہو تو اس قبیلم کے مال میں سے بقدر مناسب (بِالْمَعْرُوفِ) اپنے گذارے کے لئے لے لے۔ یہاں بقدر مناسب مراد یہ ہے کہ دلیں اس قبیلم کی طرف نیکی، صلاح دینی اور مصالحت کا خیال ہو، اسکو تباہ کرنے اور ٹوٹنے کی نیت نہ ہو، اسکے بارے میں عدوت اور مخالفت کے جذبات موجب نرن نہ ہوں۔ بیبیوں کے ساتھ سلوک کے بارے میں ہے: وَمَا تَقَرَّبُوا لَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (۱۹: ۱۴) یعنی انکے ساتھ حسن سلوک سے رہو۔ لونڈیوں سے بھل کر نیکیے متعلق ہو: وَالْوَهْنُ أَجْوَدُ لَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مَخْصَصًا عَلَى مَسْجُوحٍ وَلَا مُتَّخِذًا لِّأَحَدٍ اِنْ (۲۵: ۱۴) یعنی اُن کو انکی اس مستقل مصالحت کے عوض میں انکے ہر منصفانہ طور پر (بِالْمَعْرُوفِ) ادا کرو لیکن شرط یہ ہے کہ وہ گہرے بلوغت میں بسر کریں، بدکاری اُن کی غرض نہ ہو، اور نہ پوشیدہ طور پر بار کریں۔ یہاں الْمَعْرُوف سے مقصود حق ہر کا اس مقدار میں ادا کرنا ہے کہ فریقین میں رضا مندی پیدا ہو جائے، گو یا منتہائے نظروں پر اتحاد ہو۔

سورہ نسا میں منافقین اسلام کے بارے میں ہے: لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ اِلَّا مَنَ اٰمَرُ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوفٍ اَوْ اِصْحَابِ بَيْنِ النَّاسِ (۱۱۴: ۴) اُن لوگوں کی اکثر سرگوشیوں اور خفیہ ریشہ و دانیوں میں تمہارے (خَيْرٌ) یا صلح و صلاح کی صورت (خَيْرٌ) بنانے کا تو نام نہیں، اِن کا دار و مدار ہی نفاق پر ہے، البتہ وہ شخص اس سے مستثنیٰ ہے جس نے امدول کو ایثار مال کرنے کی ترغیب دی (اٰمَرُ بِصَدَقَةٍ) مصالحت کا کوئی عنوان قائم کیا (اَوْ مَعْرُوفٍ) یا لوگوں کے درمیان میل ملاپ کا بیج بویا۔ یہاں صاف مَعْرُوف سے مقصود اتحاد و برخلاف تفرقہ اور نفاق کے ہے جو منافقوں کی اصلی غایت ہوا کرتی ہے۔ سورہ توبہ میں انہی منافقوں کی تعریف میں ہے: اَلْمُتَفَقِّوْنَ وَالْمُتَفَقِّتُ بَعْضُهُمْ قَرِیْنٌ بَعْضٍ یَّا مَعْرُوفًا بِالْمَنْكِرِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَیَقْبِضُوْنَ اَیْدِیْہُمْ (۹: ۶) یعنی نفاق ڈالنے والے مرد اور نفاق ڈالنے والی عورتیں سب ایک ہی تہیل کے جڑ ہیں، لہٰذا کوئی نفاق (الْمَنْکِر) کی ترغیب دیتے ہیں، اور مصالحت اور اتحاد (المَعْرُوف) سے باز رکھتے ہیں، اور یہی نہیں بلکہ ایثار مال کے

مومنوں کے صبر میں استقامت، اور اتحاد میں استواری پیدا کر دی تھی: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَ**
صَابِرُوا وَرَابِطُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (۱۴۹: ۳)۔ یہی وہ مہیت انگیز ذکر، اور ارتعاشِ انفسی یا دُخا
 تھی جو تیروں اور تلواروں کی بارش میں بھی پائے ثبات میں لغزش نہ آنے دیتی تھی: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا**
إِذَا الْقِيَمَةُ فُتِحَتْ فَأَنْتُمْ وَأَوَادِكُمْ وَاللَّهُ كَثِيرٌ عَلَّامٌ لِّلْغُيُوبِ (۴۵: ۸)۔ (اسی باہمی ولایت اور اتقا کا لازمی نتیجہ
 فلاحِ دین اور غلبہِ اسلام تھا: **وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدِّينَ آمَنُوا فَإِنْ حَرَّبَ اللَّهُ هُمْ الْعَالِيُونَ** (۵۶: ۵)۔

۱۵ دیکھو صفحہ ۱۴۲ ۱۴۳ دیکھو صفحہ ۱۴۳ اور جو اللہ کا دوست اور رسول کا معاون بنارہا، اور جس نے ایمان والوں کے ساتھ اتحاد قائم کیا، وہ اللہ
 کے گروہ میں سے ہی۔ اور اللہ کا گروہ ہی تو غالب گروہ ہے۔

(بقیہ تحت لفظ صفحہ ۱۴۹) موقع پر اپنی تسخیریں پہنچ لیتے ہیں۔ یہاں پہلی دفعہ **الْمُنْكَرُ** کا لفظ آیا ہے اور ہر صاحبِ نظر بطور خود دیکھ سکتا ہے
 کہ **الْمَعْرُوفُ** اور **الْمُنْكَرُ** کا منہائے نظر اس آیت کریمہ میں جیسے وہی ہے جو آیات زیر بحث یعنی (۱۳۲-۱۳۱-۱۳۰) صفحہ ۱۴۵ میں ہم نے
 ظاہر کیا ہے۔ اس نقطہ نظر کی تصدیق حیرت انگیز طور پر آئندہ آیتوں سے ہوتی ہے جو مومنوں کی تعریف میں آئی ہیں: **وَالْمُؤْمِنُونَ وَ**
الْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُعِظُونَ عَلَى الصَّالِحَاتِ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ
وَرَسُولَهُ (۷۱: ۹)، اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں ایک دوسرے کے صحیح معنوں میں وصیت ہیں، وہ لوگوں کو باہر گھر سے
(الْمَعْرُوفِ) کی دعوت دیتے رہتے ہیں، اور نفاق **(الْمُنْكَرِ)** کے مکروہ نتائج سے باز رکھنے کی سعی کرتے ہیں اور الصَّالِحَاتِ کو قائم کرتے ہیں، اور جب
 موقع ایثار مال کرتے، اور خدا اور اسے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ الصَّالِحَاتِ کی اجتماعی حیثیت، الزَّكَاةَ کے اجماعی فوائد اور اطاعتِ خلو
 رسول کی ماہیت اور سیاسی حکمت عملی پر بحث آئندہ اوراق میں آئے گی، لیکن مساقِ مضمون سے عیاں کہ **الْمَعْرُوفِ** کی دعوت فی الحقیقت اتحاد
 کی دعوت ہے، اسکے سوا تھا اور کچھ نہیں۔ **الْمُنْكَرِ** کی الہی اصطلاح تفریق اور مخالفت کے معنوں میں ایک دواور موقعوں پر استعمال ہوتی
 ہے جو یہاں لکھ دیئے جاتے ہیں، باقی موقعے اصل کتاب میں عنقریب آئیں گے۔ سورہ حج میں ہے: **وَلَا تَتَّبِعُوا فِي مَتَاعِكُمْ سَوَافٍ ۚ وَمَنْ يَتَّبِعْ سَوَافٍ**
فِي مَتَاعِهِ الدِّينَ كَفَرٌ وَالْمُنْكَرُ يَكْفُرُ ۚ يَكْفُرُونَ بِآلِ الْكَافِرِينَ يَتَّبِعُونَ عَلَيْهِمُ الْآيَاتِ (۲۲: ۲۲)، یعنی اسے پیغمبر! جب ان منکرینِ عرب کو ہمارے
 روشن امتیجہ فیزا احکام پر کھڑے کرتے جاتے ہیں تو تم ان لوگوں کے چروں پر مخالفت اور نفاق کے آثار میں شدت سے دیکھتے ہو کہ گویا کوئی دم بیا
 یہ لوگ ہمارے احکام مسناہیوں پر چل کر بیٹھیں گے۔ گویا **الْمُنْكَرُ** یہاں پردہ قلبی انکار ہے جس کا نتیجہ تفریق اور اختلاف ہے۔ سورہ عنکبوت میں
 حضرت لوط علیہ السلام کا قول اپنی قوم کے بارے میں ہے: **يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ وَإِنِّي لَأَكِيدُ بِكُمُ الْكُفْرَ**
وَالنَّجْسَ ۚ إِنِّي لَأَكِيدُ بِكُمُ الْكُفْرَ وَالنَّجْسَ ۚ إِنِّي لَأَكِيدُ بِكُمُ الْكُفْرَ وَالنَّجْسَ ۚ إِنِّي لَأَكِيدُ بِكُمُ الْكُفْرَ وَالنَّجْسَ ۚ (۲۹: ۲۹)، یعنی ہیکل تم لوگ عورتوں کو چھو ڈکڑوں کے ساتھ بذریعہ کرتے ہو، شاہراہوں پر ڈکے مارتے ہو، اور اپنی ٹولیاں میں دنگے بجاتے اور
 ناچائیاں پیدا کرتے ہو **(الْمُنْكَرُ)**۔ مفسرین نے جو **الْمُنْكَرُ** کے مراد بے حیائی کے کام لیا ہے محض بے سبب اور بے سند ہے۔ جب **تَأْتُونَ**
الزَّجَالَ اور **نَقَطَ حُجُونَ السَّيْلِ** کے الفاظ میں نوعیتِ جرم کی پوری تخصیص ہے تو **تَأْتُونَ** **الْمُنْكَرِ** میں بھی وہ تخصیص جاری رہنی چاہیے اور وہ سوال
 نہیں جو ہم نے بیان کر دی۔ رہنروں اور لواطت پرست غنڈوں کا شیوہ ہمیشہ سے یہی چلا آیا ہے کہ بات بات پر دنگا کٹر کر دیتے ہیں اور آپس
 ایک دوسرے کے خلاف گروہ بن جاتے ہیں۔ یہی وہ جرمِ عظیم تھے جن کی پاداش میں قوم لوط کی تباہی ہوئی تھی۔ لواطت سے بڑھ کر کیا بے حیائی
 ہوگی جس کا ذکر **تَأْتُونَ الزَّجَالَ** بلکہ اس سے پیشتر کی آیت (۲۸: ۲۸) میں **لَا تَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ** کے الفاظ میں ہو چکا ہے۔ پہرہ تینوں اعضا کا
 شے کو بے سبب دہرا کلام الہی کے شایانِ شان نہیں۔

اسی اتفاق کے قیام اور باہمی نفاق کو دور کرنے کے لیے قرآن آیا تھا: فَارْتَبِعْ رُتْبَةَ رَّبِّكَ لِتُحْشَرَ بِرَبِّهِ
 الْمُنَافِقِينَ وَتُؤْتِيَهُمْ فَوْقَ مَا لَكَ بِهِ (۱۹: ۹۷)۔ اسی الخیر اور المعروف کی مسلسل تبلیغ اور پیغم تلقین کیلئے رب العظیم
 نے مسلمانوں میں ایک مستقل جماعت کی تاسیس ضروری سمجھی تھی۔ یہ تفریق بین الانس اور ہی وہ المنکر
 اور حنیفہ کائنات کا وہ سب سے بڑا گناہ تھا جس کے انہاد استیصال کے لیے مسلمانانِ جان پر ایک
 غیر منقطع جہاد لازمی کر دیا تھا: وَلَنَكُنَّ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
 أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (۱۱۰: ۳)۔ اسی صحیح تقویٰ کے وسیلہ عمل سے مسلمانانِ عالم کو ساکنانِ زمین پر ایک
 امتیازی خصوصیت اور مقام بلند ملنے کا وعدہ تھا۔ اور اسی تقویٰ کے العام میں منہم حقیقی نے دنیا کے

سلسلے سے پیغمبر اہم نے قرآن کو ہماری زبان کا لباس پہنا کر سہل الغم صراطِ سیدہ کر دیا تھا کہ تم اس کے ذریعے سے سستی (اور تنہا) قوم کو (اجتماعی) شاکہ کی بشارت داد نفاق
 آرا اور جھگڑا تو قوم کو اجتماعی بلاکت اور عذاب سے ڈراؤ۔ اس ایک لفظ اللّٰہِیْن کے متعلق ایک جگہ صفحہ ۱۱۰ کے تحت اہل بیت میں گزرجا ہی ہے اسلئے ترجمہ کیلئے دیکھو صفحہ ۱۴۵۔
 (زینتِ تخت اہل بیت صفحہ ۱۵۰) النہض جس نقطہ نظر اور وجہ تعلق سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر والی آیات کو دیکھا جائے، ہر صاحبِ نظر کو ان کا مطالعہ لازم
 اس نتیجے پر پہنچانا ہے کہ کلامِ الہی کی قانونی زبان میں المعروف، کی اصطلاح سے مراد اتحاد اور المنکر سے مقصود نفاق اور اختلاف ہی ہے۔ نیکی اور برائی
 کے لغوی معانی جو شارحین قرآن نے ان دو اصطلاحوں کے لیے ہیں اس قدر غیر محدود اور بے نتیجہ ہیں کہ ان کے مان لینے کے بعد کسی ایک حکمِ خدا کے بارے
 میں مستقل نتائج پر پہنچنا از بس دشوار ہو جاتا ہے۔ قرآن حکیم ساکنانِ زمین کے لیے ایک قانونِ عمل ہے۔ اور قانونی کتاب کے سرِادر ہی ہے کہ اس کا کوئی
 قانون قیاس یا رائے یا تاویل کے تابع نہ ہو سکے، بلکہ ایک حکم کا صرف ایک ہی مطلب اور ایک ہی طریقِ عمل ہو اور بس، نہیں بلکہ سب سے ضروری ایہ
 کہ ہر مفسر المعانی اصطلاح کی آئینی تعریف خود اس کے اندر موجود ہو، اپنی وضع کی ہوئی مصطلحات کی شرح و بسط کے لیے اس کو کسی دوسری کتاب کا
 محتاج نہ ہونا پڑے۔ بعینہ انہی معانی میں قرآن عظیم تمام انسانی لغات سے بے نیاز ہے۔ (دیکھو صفحہ ۹۲) وہ اپنی سب مصطلحات کی آپ ہی تعریف
 کرتا ہے، آپ ہی اپنی لغت، ادا آپ ہی اپنی تشریح ہے، اس کے کسی ایک امر و نہی یا آیت کا صرف ایک ہی پیش نہاد، ایک ہی مقصود، اور
 ایک ہی طرزِ عمل ہے۔ دستورِ خدا کے شارحین کا فرض ہے کہ وہ اس مضمونِ غلطی کے واحد و عندیہ کو صاف اور روشن الفاظ میں واضح کر دیں
 کہ انتشارِ عمل کی گنجائش باقی نہ رہے، کوئی شخص یا گروہ تاویل کو دھوکے کی شئی بنا کر گریز کی سمیل نہ کال سکے، مگر وہ یا کی آٹھیں نہ چپے، جب تک
 غدر نہ بناسکے۔ جو تفسیر اس اہم مقصود کو پیش نظر نہیں رکھتی وہ فی الحقیقت کلامِ خدا کی شرح نہیں۔ اس کا پیش نہاد و شہادتِ عمل ہے: تفریق
 قول و تشبہ امت نہی۔ جب تک مطالبِ بین اور غیر مشکوک، واحداً و محمداً وہ نہ ہو جائیں کسی حکم کی تعبیل کرنا محال ہے، جب تک آفاکاً صحیح
 عندیہ معلوم نہ ہو غلام کی تعبیل بے معنی ہے: وَآتَيْنَاكَ الْكِتَابَ الْغُبُورَ لِّلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْكَ هُوَ الْحَقُّ (۱۱: ۱۷)۔ المعروف اور
 المنکر کے صحیح مفہوم کے متعلق اسی تبیین کی سہی میں نے اس تحت اہل بیت میں کی ہے اور میرا یقین ہو چکا ہے کہ جہاں جہاں ان الفاظ کا استعمال
 قرآن حکیم میں ہوا ہے وہاں الہی مقصود وہی ہے جو اوپر بیان ہوا۔ ہر نوع یہ کام بحث و محسوس ہوئے کا مزید اور حتمی ثبوت ہے کہ قرآن حکیم اپنی اصطلاحات کی
 میں تمام انسانی لغات سے بے نیاز ہے، نہیں بلکہ لغت اس کے مطالب کی تشریح کیلئے اکثر لغات مگر کہ نہ ہی کوئی تفسیر دیر چڑی اور کا عبیدل لکھتا ہے (۱۱: ۱۷)
 صفحہ ۹۲-۹۳ کے تحت میں نہیں آسکتی۔

فِيهَا نُزُلًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ وَمَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ أُزْلِفُوا (۱۹۵: ۳-۱۹۷)

اسے پیغمبر دشمنان خدا کا ان تمہارے شہروں میں چلنا پھرنا، اور ایمان والوں کے بالمقابل نیامیں آرام و آسائش سے رہنا تمہیں کہیں مغالطے میں نہ ڈالے۔ یہ سب ایک قلیل فائدہ، اور چند روزہ مہلت ہو جو انکو دیکھا جا رہی ہے۔ پروکھ لینا ان کا نہ کا نا جہنم ہے اور وہ بہت سی بُری جگہ ہے۔ لیکن جن لوگوں نے اپنے پروردگار کا سچا خوف کیا ہم ان کے استقلال اور استقامت، ان کے صبر و تحمل کے بے میں انکو ایسے خوشنما باغوں میں داخل کرینگے جنکے نیچے نہروں بہ رہی ہیں وہ اس میں ایک تہ مدت تک رہینگے۔ یہ تو انکی مہمانی اللہ کی طرف سے اس نیامیں ہوگی، اور جو کچھ حسن عمل کرنیوالوں کے لیے اللہ کے پاس رکھا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے۔

۴۔ ان آیات میں بعض باتیں نہایت غور طلب ہیں:-

اولاً۔ یہاں کفر اور انکار کا باہم مقابلہ کیا گیا ہے کافر قوم کی دنیوی آسائش اور بہت کچھ 'مَتَّاعٌ قَلِيلٌ'، کہا گیا ہے، اور مراد یہ ہے کہ ایک قلیل مدت کے اندر ہر کافر قوم سے دنیاوی نعمتوں کا چھینا جانا اٹل ہے، اور بعد ازاں اس دنیا کے اندر شکستِ رحمت ابدی باؤنگ کا حصہ ہو رکتا ہے 'وَلَهُمْ جَهَنَّمُ يَصْطَلُونَ فِيهَا'۔ کافر قوم کے دنیاوی عذاب اور اجتماعی ہلاکت کے متعلق مقدمہ کرتا ہے آخری حصے (صفحہ ۹۶) میں قرآن حکیم کا حکم پیش کر دیا تھا، اور وہ یہ تھا کہ ہر کافر قوم کی اجتماعی ہلاکت قطعی ہے اس نقطہ نظر سے 'مَتَّاعٌ قَلِيلٌ' کا متذکرہ بالا مفہوم عیاں ہے۔ اکثر لوگوں نے 'مَتَّاعٌ قَلِيلٌ' کا مفہوم یہ سمجھ لیا ہے کہ کافر قوم کو جو دنیاوی نعمتیں مل رہی ہیں وہ انکو دنیا کی اس چند روزہ زندگی کیلئے ملتی ہیں اور سلا بعد اٹل بہت دور ملتی ہیں گی، ہر مرتبہ بعد قیامت کے دن انکو جہنم میں ڈالا جائیگا۔ وغیرہ وغیرہ، یہ سب فلسفہ نہایت پھر اور ناپاک ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب خدا اُن سے ناراض ہو تو دنیا کی چند روزہ نعمتیں بھی کیوں انکو ملیں، یہیں سے عذاب کیوں نہ شروع ہو جائے اور آخر دم تک ملتا رہے۔ کیا یہ بات دعاؤں اللہ کے بس کی نہیں رہی کہ وہ اس دنیا کے اندر اُن سے نعمتیں چھین سکے۔ اور آخرت کے واقع ہونے پہلے نہ دے سکے قرآن حکیم کی تمام حکمتیں ناروا تخیل کے سلسلہ برخلاف ہے۔ اور کس تخیل کا اُنت حاضر میں رواج پا جانا بھی حقیقت کافر اور کفر کے صحیح مفہوم نہ سمجھنے کی وجہ ہے۔ 'وَلَا تَقُولُوا إِنَّمَا أُوتِیْنَا حُسْنًا مَّا کُنَّا نَعْمَلُ' (۱۸۸: ۱۰) صفحہ ۱۸۸ کا مضمون کافر قوم کی دنیاوی خوشحالی کے ختم و نقیض ہے اور صاف اس امر کا دعویٰ ہے کہ سرورِ قیوم کی دنیوی فلاح قطعی ہے۔ یہی بات 'فَإِنَّ حُزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ' (۵۶: ۱۵) صفحہ ۵۶ سے ظاہر ہے، اور اگر قرآن حکیم اختلاف کے انسانی عیب سے قطعاً متبرک ہے تو دنیاوی خوشحالی کسی کافر قوم کے شامل حال حتماً نہیں ہو سکتی۔ جو بات آیات زیر بحث (یعنی ۱۹۵: ۳-۱۹۷) میں بھی گئی ہے یہ کہ منکرینِ خدا کی ظاہری خوش حالی، اُن کا تغلب اور ممکن فی الارض ایمان والوں کو دھوکہ نہ دے، اُن کو متعجب نہ کر دے کہ خدا کی طرف سے ان کو انعام کیوں کر ملتا ہے، اور اسل انکو انعام مل نہیں رہے بلکہ رفتہ رفتہ ان سے چھینے جا رہے ہیں۔ جو تغلب یا ممکن اُن کو اپنے آباد و جہاد کی طرف سے وراثت ملتا ہے وہ ایک متاعِ قلیل ہے۔ ایک قلیل مدت میں انکے نابل اور بے ایمان ہوجانے کے باعث چھین لیا جائے گا گویا تمہارے اتنی کے چھینے جانے کی تیاری ہو رہی ہے اور ہلاکت اُن کے سروں پر منڈلا رہی ہے۔ پھر جب عذاب الہی آپونچے گا تو اُن کا نہ کا نا جہنم ہے! رَحْمَةً مَّا وَهَمُوا بِهِمْ جَهَنَّمَ وَرَبُّهُمْ

الْمَلِئَاءُ

ثانیاً آیات زیر بحث (۱۹۵: ۳) میں کافر قوم کی متاعِ قلیل کے بالمقابل متقی قوم کی دائمی آسائش کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ بتلایا ہے کہ جہاں کافر قوم کی دنیوی طاقت روز بروز زوال پڑے اور کوئی دن جاتا ہے کہ وہ صفحہ زمین سے نیست و نابود ہو جائے وہاں متقی قوم کا یہ حال ہے کہ سرسبز زمینوں کی بادشاہت اُن کا حصہ ہے (لَهُمْ جَنَّاتُ جَوْشَنُ قَافُورٍ) 'وَلَا تَقُولُوا إِنَّمَا هِيَ إِذَا تَغَيَّرَتْ'، وہ ان زمینوں کے مالک سدا سدا رہیں گے

اے! یہ کیا فرقان عظیم تھا؟ یہ کیا مہیت نہ مقام تھا؟ یہ کیا نہروں والے باغوں کی دائمی بادشاہی تھی جو دربار رب العالمین سے تقویٰ کے صلے میں مہمانی خدا بن کر نازل ہونی تھی اور جلد تر ہونی! کیا یہ تقویٰ، کیا یہی تقویٰ جو آج ہماری منح مصطلحات، غلط محاورات، اور تحریف شدہ مطالب کے رو سے تسبیح کے دانوں کا دیوانہ وار مرتعش انگلیوں کے درمیان سے سرکاتے رہنا، لمبے لمبے جُتے، بڑے بڑے عمامے اور رنگ دار داڑھیاں بنا بنا کر سلام کش اور تفرقہ انگیز اعمال کرنا، خلق خدا کی آنکھوں میں فُحول ڈال کر پرہیزگار بنے رہنا، یا شبانہ روز بے روح واٹر سجدوں سے ماتھے کو زمین پر پٹھکر کر، دنیا و مافیہا سے الگ تھلگ رہنے، اور اللہ کی عزیز القدر نعمتوں پر نہایت بیدردی اور سرسراہٹ سے لات مارنے کا مترادف ہی: **يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللَّهِ ثُمَّ يُنْكِرُوهَا وَالْأَكْثَرُ هُمْ الْكَافِرُونَ** (۸۳: ۱۶)، کیا یہی تقویٰ وہ خوفناک سلیم

۱۵۴ یہ لوگ خدا کی نعمتوں کو اچھی طرح پہچانتے ہیں پھر جاہل عافانہ کر کے اُن سے منکر تے ہیں اور اُن میں سے اکثر ان نعمتوں ہی کے منکر نہیں، بلکہ حقیقت خدا کے منکر ہیں۔ گویا اللہ و قرآن خدا کی نیکیوں کی بھڑکی کئی کھڑی ہے۔ نعمت کا قرآنی مفہوم آگے چلا سکی جلد میں واضح کر دیا جائے گا۔

(تفسیر صحت امتن صفحہ ۱۵۴) (جلد ۱۲ صفحہ ۱۵۴)۔ گویا جب تک قرآنی اصطلاح میں متقی رہینگے دنیوی تغلب اُن کے حصے میں نہ آئے گا! "اتقا" کی مکمل تشریح ابھی تک نہیں ہوئی، اس کے لیے ابھی بہت وقت درکار ہے مگر جو کچھ اب تک حاصل ہوا ہے یہ ہے کہ از روئے قرآن (۱) مصائب کا ہتھکڑ سے مقابلہ کرنا، اتقا، ہے (دیکھو صفحہ ۳-آیت (۱۲۸: ۴) اور صفحہ ۵۲-آیات (۱۶: ۱۲۸-۱۳۶) (۲) اُمتت احدہ بنے رہنا، اتقا، ہے (دیکھو صفحہ ۴۹-آیت (۵۲: ۴۳)، (۳) "قَوْمًا لَّدُنَّا" نہ بننا، اتقا، ہے (دیکھو صفحہ ۴۹-آیت (۱۱۹: ۹۴)، (۴) اَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ، اور کَلْعَنُوا قَوْمًا، کا مصداق بننا، اتقا، ہے (دیکھو صفحہ ۱۳۴-آیات (۱۰۱: ۱۰۲)، (۵) اَصْرَحْنَا اَوْ صَارَظْنَا اور ذابَطْنَا پر عمل کرنا، اتقا، ہے (دیکھو صفحہ ۱۵۰-آیت (۱۳: ۱۹۹)۔ جس قوم میں یہ خاصیتیں موجود ہیں وہ از روئے قرآن متقی ہی، اور ایسی مستقل خراج، اولوالہزم، متقد، نافر دہند، اور صاحب اخوت قوم کا روئے زمین پر تسلط قطعی ہے۔ اس مقام نظر سے ثابت کہ زیر بحث آیت میں کافر قوم کا متقی قوم سے مقابلہ کر کے اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اقل الذکر قوم کی دنیاوی نعمتیں محض چند روزہ ہیں، مگر مؤمن الذکر کے لیے جہات زمین ہیں جنکے نیچے نہروں پڑی ہوئی ہیں، وہ اُن میں جب تک متقی بنے رہیں گے، رہیں گے۔ یہ مہمانی اُن کی اس روئے زمین پر خدا کے اس سے (رضی اللہ عنہ) اور جو کچھ رفتاً آخرت کو اس باو شاہت زمین کے سوا خدا کے پاس (عز وجل) الیگا، وہ اس سے بدرجہا بہتر (خیر) ہے۔

"قَوْمًا لَّدُنَّا" کے الفاظ کے بعد وَفَعَالِ اللَّهِ کُنَّا، اور بعد ازاں مقابلے کے لیے "خَيْرٌ" کا لفظ استعمال کرنا صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جہتِ بھڑائی میں جہتِ بالا اُنھار کے برابر باو شاہت زمین ہی ہے اس کے مساو احتیاط کچھ نہیں، اور وَفَعَالِ اللَّهِ کا مفہوم "الجہت" کی آتش ہے جو آخرت میں الیگا، اور جو باو شاہت زمین کی نعمتیں بدرجہا بہتر نعمتیں۔ (جلد ۱۲ صفحہ ۱۵۴) اُن کے شارحین قرآن نے مراد بد تک بہرہ ور ہونا ایلیا ہی لیکن غلو کے منہ کی ایک مدت مدید تک ہے کہ میں اس زیادہ کہہ نہیں۔ (رضی اللہ عنہ) اور تَعَالِ اللَّهِ کا مقابل صفحہ ۱۳۲ کی آیت (۱۹۴: ۱۳) میں لکھ چکا ہے، اور وہاں بھی جہتِ بھڑائی میں جہتِ بالا اُنھار کے الفاظ موجود ہیں۔ یہ دونوں آیات الہی جہات کے متذکرہ صدر زمانی کی زیر دست و پلیس ہیں۔

جس کی آسماں و فز و اوز میں پاش ٹکڑے قبروں کی مستحکم اور مقیم سلطنتوں کی بنیادیں ہل جاتی تھیں؛ جس کی آہنیں ضربے رومۃ الکبرے اور فارس کے بلند نشینان عیش و عشرت کے تخت ہلنے، اور تلج و گمگانے لگتے تھے؛ جسکے قلعہ شکن اور حوصلہ کش گھسان کے باعث قوی سے قوی دشمن کے حواس باختہ، اور روئیں فنا ہو جاتی تھیں؛ جس کی خانہ برباد طاقت اور تباہ کن قوت کاراز، دشمن سے قطع نظر، آج خود ہمارے لیے تازیانہ عبرت ہے:

هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَتَمِ مَا ظَلَمْتُمْ أَنْ تَفْرُجُوا وَظَلَمْتُمْ أَنْ تَفْعَلُمْ
حُصُونَكُمْ مِنْ اللَّهِ فَأَنذَرْتُمُ اللَّهَ مِنْ حَيْثُ لَمْ يُحْسِبُوا وَأَنذَرْتُمْ فِي قُلُوبِكُمُ الرُّعْبَ يُجْرِبُونَ بِيُوتِهِمْ بِأَيِّ يَوْمٍ
ذَآئِدِي أَمْ مَوْجِبِينَ كَاغْتَابُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ (۵۹: ۲)

وہ خدا ہی تو تھا جسے اپنے ہمارا دشنامت قدم مومنوں کے ذریعے سے منکر خدا اہل کتاب کو ان کے گروں سے پہلی ہمارے بنا کر نکال دیا؛ اے ایمان والو! تمہیں اپنی قوت کا صحیح اندازہ نہ ہونے کے باعث گمان بھی نہ تھا کہ یہ لوگ اپنے گروں سے نکل جائیں گے، وہ اس خیال میں مست تھے کہ انکے قلعے ان کو خدا کی پکڑ سے بچالیں گے، مگر اللہ کے لشکر نے انکو ادھر سے ادھر پکڑا ہر صے ان کو دھم و گمان بھی نہ تھا، اور ان کے دلوں میں ایمان والوں کی ہیبت بٹھا دی؛ اب وہ ان گروں کو اپنے ہاتھوں اور ایمان والوں کے ہاتھوں سے اُچار ہے ہیں، تو اے بصیرت والو! اس واقعہ سے عبرت پکڑو کہ ایمان کیا کچھ کر سکتا؟

کیا یہ اللہ کا محبت آمیز نذر کیا یہ اُس سے بڑے سپہ سالار کا ہول مرتبت، کیا یہ اُس کا عظیم قہر کا عشق انگیز خوف، کیا یہ اُس دلق پوش پیغمبر کا رعب رسالت، یورپ کی حصن پاش توپوں اور رومۃ کجبری کی قلعہ نشین فوج کی منجنیقوں سے بدرجائہ پیش اور ہٹا کر ہتھیار نہ تھا جس نے صدر اسلام کے متقی مومنوں کو انہی شکستہ نیروں اور گندملو اوروں کے ذریعے سے روئے زمین کے شاداب تر ملکوں کا وارث بنا دیا تھا؛

وَكَتَبْنَا فِي هَذِهِ الْكِتَابِ مَا كَانَ لَكَ قُلُوبُكَ قَالَ عَلِيٌّ ابْنُ أَبِي
بِهِ مِنَ الْإِسْلَامِ وَرَحِمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَلْتُهُ مَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ اللَّهَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ

۴۔ یہاں صاف ظاہر ہے کہ متقی قوم کی دنیا بھی درست ہو اور آخرت بھی بخیر گنتی کی پیش نیاوی خوشحالی کا ہونا اور ان کے آئی سے فیضیاب ہونے کی اہمیت رکھنا ہی انسانی خدا کی علامت ہے، لیکن یہ بحث پانچویں جلد سے پہلے نمونہ کی کتاب کے متذکرہ صدر معانی کا ثبوت فلسفہ علی میں آئے گا۔

وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ۝ (۱۵۶:۴)

اور انہوں نے کہا کہ اسے پروردگار عالم! تو اس دنیا کی بہتری اور آخرت کی فلاح ہمارے نام لکھ دے
کیونکہ ہم سب الگ ہو کر تیری ہی طرف آگئے ہیں، تو اللہ نے فرمایا کہ ہم اپنا عذاب تو اسی پر نازل کرتے
ہیں جسکو ہم ہمہ وجہ مستوجب سزا قرار دیتے ہیں (مَنْ اَشَاءُ)، لیکن ہماری رحمت تمام عالم چاہی
ہے تو ہم یہودی دنیا اور فلاح آخرت عنقریب اُن لوگوں کے نام پر لکھ دینگے جو ہم سے سچے طور پر رُحمت
ہیں، جو ہمارا بول بالا کرنے کی غرض سے قربانی مال کرتے ہیں، اور جو ہمارے احکام کے نفع مند نہ ہوں
پر ایمان رکھ کر اُن پر عمل کرتے ہیں (بِقِيَمَتِنَا)۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُونَ ۝ (۳۵:۵)

اے ایمان والو! مقام خدا سے ڈرتے رہا کرو، اور پسندیدہ خدا کا مول کے وسیلے سے اُس سے قرب
حاصل کرنے کی سعی کرو۔ اور اسکی حمایت میں جانیں لٹا دو تاکہ تم آخر کار اس دنیا میں کامیابی اور اگے چل کر
فلاح حاصل کرو (لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ)۔

۱۔ جس حیرت انگیز نادانی بلکہ جاہل عارفانہ سے بعض ناما قیمت اندیش اور فخر بند مسلمانوں نے اس آیت الہی کے مطالب میں قصداً تحریف کر کے ابغوا
إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ کے الفاظ کو اپنے اپنے انسانی کارندوں اور پیروں کی تلاش، اور انکے قوسل سے قرب خدا، حاصل کرنے پھول کیا ہے، اور جس
ظاہری سکوت اور باطنی طمیسنان سے یہ حضرات نے بھی اس آیت کو اپنی طرف منسوب دیکھ کر دنیا سے اسلام کی صد نشینی خود بخود قبول کر لی جو
اُس سے کم از کم یہ پتہ چلتا ہے کہ جہاں مسلمانان عالم نے قرآن حکیم کے الفاظ کی حفاظت میں اس شدت سے حصہ لیا کہ باقی دنیا انکے اس کارنامے پر
ہمیشہ رشک کرتی رہے گی، وہاں کتاب الہی کے مطالب کی حفاظت کی طرف سے کامل بے اعتنائی اور بے حسنی خستیا کر کے دین اسلام کی بروج
کو نہایت سرعت سے فنا کر رہے ہیں۔ اب ہر شخص جس آیت کا جو مطلب چاہتا ہے بنا لیتا ہے، اور الفاظ کے مطالب کو کہیں جان کر اسکی پیروی
ایک نہایت آہاد اور پر رونق دکان بچا لیتا ہے۔ آج تاویل کے محشرستان مکر و فساد میں کسی ایک آیت الہی کے معانی کی تعبیریں شکل ہو گئی ہے،
ہر شخص اپنے اپنے بکھرے اور من مانی تاویل کو ہاتھ میں لیے ہوئے تفریق و انتشار کے عدم آباد کی طرف نہایت شوق سے جارہا ہے، اور خدا سے
قطعا نہیں ڈرتا کہ جن مطالب کی نشر و تبلیغ وہ نہایت تن دہی سے کر رہا ہے، اور جس خدمت اسلام کے بہتے پر وہ نجات آخرت کا امیدوار
ہے اس خدمت اور مطلب کی کوئی خدائی سنبھلی ہے۔ آج یہی آیہ ”وَسِيلَةَ“ (۳۵:۵) پیر پرستی کی سندیں ہر موقع پرست یقین اور التزام کے
ساتھ پیش کر دی جاتی ہے، قرآن سے دن رات سروکار رکھنے والے مسلمان اور پیروں کے پڑھانے ہوئے مرید خدا تک پونہنے کے لیے پیروں
کے قوسل کو اس قدر نگہریہ سمجھتے ہیں کہ اُن کے طرز استدلال اور تفعل، اُن کی قرآن فہمی اور تکیہ کو دیکھ کر عقل کا نپٹھکتی ہے۔ لیکن یہ خدا کے
اس آخری کلام کا زندہ معجزہ ہے کہ جس جس آیت کے مطالب مسلمانوں نے اپنا مطلب نبائے کیلئے مخوف کر لیے ہیں اسکی تغلیط کا پورا سامان
خود قرآن کے اندر حیرت انگیز استقلال کے ساتھ موجود ہے۔ قرآن حکیم کا ہر حصہ اپنے مطالب کا آپ محافظ ہے، اسکو کسی مفسر یا شراح
کسی من مانی لغت یا دل سے بنائی ہوئی حدیث کی حاجت نہیں آیہ ”وَسِيلَةَ“ کے ان ناردو معانی کا پورا رد سورہ بنی اسرائیل کے اندر موجود ہے
اور یہ رد اس وجہ سے کہ کسی بٹے سے بٹے پیر پرست کو اسکے آگے دم مارنے کی مجال نہیں بشرطیکہ وہ من کو کام میں لانے کی توفیق اسکو از لافی

اَلَا تَتْلُوْنَ فَاَ مَا كَلُمَا اِيْمَانَهُمْ وَهُمْ يَخْشَوْنَ الرُّسُوْلَ وَهُمْ يَدْعُوْكُمْ
 اَوَّلَ مَرَّةٍ اَفْخَشُوْهُمُ فَقَالَتْ اِئْتُوْنَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْمِنِيْنَ (۱۳:۹)
 اے ایمان والو! تم ان لوگوں سے دل کہو لکھو کہیوں نہ لڑو جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا، اور
 رسول خدا کو وطن بدر کر دینے کا ارادہ کیا، اور ایذا دینے میں پہل بھی انہوں نے کی۔ کیا تم ان
 لوگوں کی طاقت اور تعداد سے ڈرتے ہو؟ پس اگر تم میں ایمان موجود ہے تو خدا ان کہیں
 بڑھکر حق رکھتا ہے کہ تم اس سے ڈرو۔

(بقیہ تحت المثنیٰ صفحہ ۱۵۶) ہو جائے! انسان انسان کی عبادت کر نیکی متعلق کتاب خدا کا حکم ہے:

قُلْ اَدْعُوا الْاِلٰهِيْنَ ذَعَمْتُمْ لَكُمْ فَاَدْعُوْهُمْ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كُفْرًا وَلاَ سُلْطٰنًا عَلٰی شَيْءٍ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَنْتَعِبُوْنَ
 يَنْتَعِبُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمْ اَلْوَسٰىةَ اٰقْرَبُ وَيُجٰوِزُوْنَ رَحْمَتَهُ وَيَخٰفُوْنَ عَذَابَ اٰلِهٖ اِنَّ عَذَابَ اٰلِهٖ كَانَ
 حٰقًّا وَّذٰلِكَ (۵۶:۱۷-۵۷)

اے محمد! ان لوگوں سے کہہ دو کہ خدا کو چور کر تم نے جن انسانوں (الذین) کو اپنے زعم میں اپنا کار ساز سمجھ رکھا ہے۔ (جن کو تم خدا
 کے ساتھ ساتھ طاقتور اور مشکل کشا سمجھ بیٹھے ہو) ان کو پکار دیجو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ لوگ نہ تم سے تکلیف کو دور کر سکیں گے
 اور نہ اسکو بدل ہی سکیں گے۔ یہ شخص جکونادان لوگ حاجت روا سمجھ کر پکارتے ہیں، (اور اپنے اپنے مشکل کشا اور سفارشی بننے کی آس لگاتے
 بیٹھے ہیں)، خود اس قدر محتاج ہیں کہ ان میں سے خدا کے بڑے مقرب ہی (اٰقرب) اپنے پروردگار کی خوشنودی حاصل کر نیکی
 ویسے ڈھونڈتے رہتے ہیں (یَنْتَعِبُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمْ اَلْوَسٰىةَ اٰقْرَبُ)، اُس کی رحمت کے ہر دم پیٹم براہ، اور اسکی منزلت سے برترانِ خوفزدہ رہتے
 ہیں (تو وہ پھر مشکل کشا اور سفارشی آپ کیسے بن سکتے ہیں)، اور لوگو! خدا کا عذاب وہ شے ہے جس سے ڈرنے کے سوا کسی کو چارہ نہیں۔

یہاں پر انسان کو انسان کی عبادت، اور ملازمت اختیار کرنے سے منع کیا ہے، اور نصرت تمام اس بات پر زور دیا ہے کہ خدا اور انسان کے درمیان شے
 سے بڑا انسان اور معزز سے معزز بشر بھی حاجت روائی کا وسیلہ یا نجات کا ذریعہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ ان میں سے جو سب سے زیادہ مقرب، بارگاہِ حق
 وہ بھی اصل صاحبِ کبریا و جبروت کے سامنے اس قدر عاجز اور بے بس ہے کہ اسکو اپنا ہی قرب اور تعزیرت زار کرنے کے لئے وسائل ڈھونڈنے سے
 فرصت نہیں ملتی، پھر وہ کسی غیر کی سفارش یا مشکل کشائی کیجا کر سیگا، گویا جب شے سے بڑا شے بھی اپنی ہی نجات کے فکر میں ہے، اور اس کے لئے
 شبہ و رازسی کر رہا ہے تو پھر کسی خود ساختہ "پیڑ پریت" یا "ولی" کی کیا مجال ہے کہ کار سازی کر سکے، جب اس آیت سے عارفِ ظاہر ہے کہ کوئی
 انسان کسی انسان کا وسیلہ نہیں بن سکتا، اور بڑے سے بڑا انسان حتیٰ کہ نبی بھی اپنی نجات کا وسیلہ ڈھونڈتا ہی تو یَنْتَعِبُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمْ
 اَلْوَسٰىةَ اٰقْرَبُ کے، اَلْوَسٰىةَ اٰقْرَبُ کا مفہوم لامحالہ پرستی کے علاوہ کوئی اور شے ہے جو ہمیشہ جیسے مقرب بارگاہِ انسان بھی تلاش کرتے ہیں، اور وہ شے
 سنی و عمل کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرب بارگاہِ حق نہیں کسی ایک مسلمان کو اعتراض نہیں ہوگا، اور یہ بھی مسلم
 ہے کہ اپنے اپنی زندگی میں کوئی پیر نہیں پکڑتا بلکہ تمام عمر سنی و عمل کرتے انتقال کر گئے یہی بات آیت زیر بحث کے سیاق سے ظاہر ہے جہاں اَلْوَسٰىةَ
 اَلْوَسٰىةَ اٰقْرَبُ کے مقابلہ میں دَعَا اِلٰی سَبِيْلِهِ، کہا گیا ہے جس کے واحد معنی ہی ہیں کہ خدا کی راہ میں اپنا جان، مال، آرام، گھر بار سب کچھ قربان کر دینا، ایک سپاہی کا
 کی خوشنودی اور قرب حاصل کر نیکی، یعنی یہی سنی و عمل ضروری ہے کہ بادشاہ کی لڑائیاں لڑنے سے انکار کرے اور غنے حاصل کرنے یا کسی دشمن بننے کے لئے
 دوسروں کی سفارش کا طلبگار بنے۔ خدا نے زمین و آسمان کی حکومت اہلِ خرمگ کی حکومت کی طرح (معاذ اللہ) بوج نہیں ہے کہ تنہا کسی کی سفارش پر بلا سنی و عمل لچلایا
 کریں۔ ان آیات کا مضمون یہ ہے کہ انسان خدا کے سوا کسی کٹر معنی سے خوفزدہ نہ ہو اور دشمن سے بخوف و خطر قتال کرے۔

۱۵۷ یہاں ایمان کی مشعل طلائعِ نجات قرار دی گئی ہے کہ انسان خدا کے سوا کسی کٹر معنی سے خوفزدہ نہ ہو اور دشمن سے بخوف و خطر قتال کرے۔

لَا يَسْتَاذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَالْأَنْفُسِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَلَيْهِمُ الْبَرَكَاتُ ۝ إِنَّمَا يَسْتَاذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَكَادُونَ ۝ (۴۵-۴۴:۱۹)

اے پیغمبر! جو لوگ خدا پر ایمان لاتے ہیں اور روز آخرت کے حسابے کا بھی انکو یقین ہے، وہ تو تم سے اس بات کی رخصت مانگتے نہیں کہ اپنے مال و جان سے شریک جہاد ہوں اور اللہ تو سچے تقویٰ والوں کو خوب جانتا ہے۔ نہ شامل ہونیکے لیے لنگ بندیش کر کے تم سے خواہاں اجازت وہی لوگ ہوتے ہیں جو اللہ اور روز حساب کا یقین نہیں رکھتے۔ انکے دل شک میں پڑے ہیں، اور اسی شک میں پڑتے کر رہے ہیں کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هُمْ يَحْسَبُونَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هُمْ يَحْسَبُونَ ۝
لَهُمُ الْبَشَرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَعْلُ الْعَظِيمُ ۝ (۶۳-۶۲:۱۰)

یہاں ایمان، کسی شرط جہاد یا مال والا نفس ہے، اور یہی شرط تقویٰ کی ہے، (وَالَّذِينَ هُمْ يَحْسَبُونَ) گویا خدا جیسے حاکم علی سے ڈرنے کے یہی معنی ہیں کہ اسکی راہ میں جان و مال سے دریغ نہ کیا جائے۔ آج ہی شیوہ ہر ملازم کا اپنے مشاہرہ وہ آقا ہے۔ وہ اگر جہاد سپاہی اور سچا غلام ہے تو اپنے مالک سے ڈر کر اور اسکی حفاظت میں جان تک لڑوے گا۔

یہاں صاف ظاہر ہے کہ متقی قوم کو جہاں آخرت میں کچھ باک نہیں وہاں اسکی دنیا بھی درست ہے۔ کوئی قوم جسکی دنیا درست نہیں، متقی، جو نے کی مصداق نہیں ہو سکتی، اور چونکہ اتفاق کے معافی صاف ہو چکے اسلئے جو قوم متحد ہو کر رہے گی، مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کرے گی، مصائب بڑے اور ذرا بڑے پر عمل کرے گی، خوشنودی خدا حاصل کرنے کیلئے ابتلائے وسائل کرے گی، قَوْمًا لَّنَّا أَن بَنِي لَمْ، اسکی دنیا ہر نوع اور لامحالہ اچھی ہے، اور وہی (وَالَّذِينَ هُمْ يَحْسَبُونَ) کی بشارت کی سچا اہل ہے، اسکو یہاں پر بھی دشمن کا ڈر نہیں اور انکے چکر تو ابداً باقی رہے۔ ایسی قوم ہی دلیا را اللہ ہو سکتی صحیح مصداق ہے۔ وہ بیگناہ خدا کی دوست ہے اور خدا اسکا دوست ہے کیونکہ یہاں بھی سب نعمتیں دے رہا ہے اور آگے چل کر بھی بے حساب دیگا۔

مسلمانوں نے نہ معلوم کس بنا پر اولیاء اللہ کا خطاب ان دنیا سے الگ تھلک رہنے والے فقر اور پریشان موہاب کو دیا ہے جو تمام عمر اپنے اعتکاف خانوں میں بندہ کر طلق خدا سے بیزار رہے، جنہوں نے امت کو متحد کرنے میں کچھ سہی نہ کی جنہوں نے خدا کی لڑائیاں لڑنے میں اپنی جان کو پیش نہ کیا، جنکو خدا نے جہاد دنیا میں کوئی بشارت نہ دی، جو خلق خدا کو متحد کرنے کی بجائے انشا اپنے اپنے پیچھے لگا کر متخالف لار اور منتشر العمل کر گئے، جسکی تمام تر زندگیاں نہایت رنج و غم اور ذل و سکنت میں کئیں۔ خدا کا دوست وہی ہے جو اسکی خاطر تکلیف اٹھائے لیکن ہر دوستی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ مالک الملک خدا اسکو اس تکلیف اٹھانیکے مسئلے میں سب سے بخوف خطر کرے۔ اگر یہ نہیں تو کچھ اولیائی نہیں، اگرچہ ساری دنیا اسکو ولی کہہ کر پارتی رہے! آج اگر سطح زمین کے طول و عرض میں خدا کا سچ معنوں میں دوست کوئی ہے تو وہ بندہ خدا جو اپنی جماعت کی بہتری کی خاطر نرن بدن کو تکلیف میں ڈال رہا ہے، دشمن کی قوت سے خوفزدہ نہیں ہوتا، جو اسواسے قطع نظر کر کے خدا ہی سے ڈر رہا ہے، جو قَالَهُ أَتَقْتِي أَنْ تَهْتَبُوا (۱۳:۹) پر عمل کر کے سب سے بخوف و خطر ہو گیا ہو۔ اگر کسی خدا کے بندے میں یہ ڈر اور یہ نڈری، یہ تقویٰ اور یہ بخوفی، یہ خوف خدا اور لاخوف و لا حزن ماسوا آچکا ہو تو وہ بلاشبہ ولی ہے، وہ لاریب خدا کا دوست ہے، خواہ وہ عین کارہنے والا ہو یا ہندکار۔ خدا کو اپنی دوستی میں کسی ملک یا مذہب کی تخصیص نہیں!

لوگو! یاد رکھو کہ خدا کے سچے دوستوں کو نہ تو کسی قسم کا خوف ہے اور نہ وہ آزدہ خاطر رہتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور مقامِ خدا سے ڈرتے رہے۔ انہیں اس دنیا میں بھی عافیت اور ان کی بشارت ہے، اور آخرت میں بھی فلاح ہے۔ خدا کے وعدوں میں رقومِ بدل کا امکان ہرگز نہیں اور یہ فلاح دارین تو بڑی بھاری کامیابی ہے۔

وَلَسْكَرْتُمْ لَكُمْ الْاَرْضُ مِنْ بَعْدِ هَذَا ذَلِكُمْ لِمَنْ يَخَافُ يَوْمَ يُخَالَفُ وَخَافَ وَعَبَدَ (۱۳۱:۱۳۲)
اور دشمن کے غارت ہوئے پیچھے ہم ضرور تم کو اسی سرزمین میں بسائیں گے۔ یہ صلہ اس شخص کے ہے جو میرے مقام و منصب ڈرتا رہا اور جس نے میرے عذاب سے بچنے کی سعی کی۔

وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوا خَيْرٌ الَّذِينَ اتَّقَوْا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً
وَلَا أَرَا الْآخِرَةَ خَيْرًا وَلَكِنْ ذَا الدُّنْيَا خَيْرٌ (۱۳۶:۱۳۷)

اور ان لوگوں سے جنہوں نے مقامِ خدا کا سچا احساس کیا پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے اپنے ہاں سے تمہاری اس خدمت کے عوض میں کیا دیا تو وہ جواب دیتے ہیں کہ اچھے سے اچھا۔ جن لوگوں نے بھی خدمت کی اور اپنے حسنِ عمل سے خدا کو خوش کر دیا ان کے لئے اس دنیا میں بھی بہتر سے بہتر نعمتیں ہیں اور آخرت کا گھر تو اس سے کہیں اچھا ہے۔ اور تقویٰ کرنے والوں کو ٹھکانا تو بہر حال نہایت ہی اچھا ہے۔

قُلْ يُعْبَادُ الَّذِينَ آمَنُوا رَبُّكُمْ رَبُّكُمْ الَّذِينَ اتَّقَوْا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَالْآخِرَةُ
اللَّهُ وَاسِعَةٌ (۱۳۹:۱۴۰)

اے پیغمبر! ہماری طرف سے کہہ دو کہ اے ہمارے بندو! جو ہم پر ایمان لا چکے ہو، مقامِ خدا کا تقویٰ کرتے رہا کرو۔ جنہوں نے ہم سے ذکرِ ہماری حمایت میں جان و مال کی قربانی کی ان کے لئے اس دنیا میں زمین کی بادشاہت کا بہترین اجر ہے۔ اور خدا کی زمین تو بڑی وسیع ہے۔ بیشک مصیبتِ برداشت کرنے والوں کو ان کا عوض بے حساب دیا جائے گا۔

۱۔ یہاں متقی قوم کے لئے بادشاہتِ زمین کا انعام صاف ہے۔

۲۔ یہاں پر صاف طہرِ متقی قوم کے لئے دنیا کے بہترین انعام وقف کر دینے کا وعدہ ہے۔

۳۔ یہاں پر روئے زمین کی وسیع بادشاہتِ متقی قوم کے لئے وقف ہے۔ اور صاف فرمادیا ہے کہ دنیاوی انعامات اس قدر بے حسا ہیں کہ تمام کرۂ زمین اس میں شامل ہے (وَالْاَرْضُ لِلَّهِ وَاسِعَةٌ) یہی سچا حسنِ عمل ہے (لِلَّذِينَ اتَّقَوْا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً) اور اللہ

صلحِ عمل کی بھی یہی تعریف ہے جس کی تلاش ہم کر رہے ہیں۔ حسنات کے تحت اہل صفہ ۱۳۰ میں بھی احسنہ سے یہی مراد ہے! (وَيُؤْتِيهِمْ أَجْرَهُمْ بِحَسَنَاتٍ)

۴۔ نعمتِ امت میں ہر شے دیا ہے کہ صبرا یعنی مصائب کا مروانہ وار مقابلہ کرنا، انصاف خدا کی ایک اہم شے ہے (وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً)

اس اتحادِ عمل اور تزکیہ اخلاق کا اصلی راز خدا نے واحد کی خالص عبادت اور براہِ راست
عبودیت تھی۔ قرآن کی حیرت انگیز تعلیم، اور داعی اسلام کی حیرت انگیز یقین آفریں صحبت نے خداوندِ عالم
کا اپنے عاجز اور محتاج بندوں سے براہِ راست تعارف کر کے عیدِ معبود کے درمیان سے سب
مشکوٰۃ حجاب دور کر دیئے تھے۔ رسول خدا کی ناقابل انکار صداقت اور انکسارِ نفس نے بندے کا
ہاتھ مالکِ ارض و سما کے مقتدر ہاتھ میں دے کر خود ایک بے تعلق اور پیغامِ وہ بشر کی حیثیت قبول
کر لی تھی، ذاتیات اور شخصیت کا مُملکِ ایمان اور مُضعف یقین غنصرِ اسلام کے خمیر میں قطعاً نابود تھا،
توحیدِ تمام اُمت کے اجمال کا نقطہ وحید رہن گئی تھی، ہر بشر کا معاملہ، بلا واسطہ غیرے اور بلا امتیاز
احدے، اُس عبس و نذل حقیقی کے ساتھ وابستہ ہو گیا تھا جسکی قدرت اور عظمت کے صحیح اندازے نے ایک
عالم کو کپکپا دیا تھا! نفع اور ضرر کے اسی ہینال یقین نے سرزمینِ عرب میں خوفِ خدا کی مشترک لہر دوڑادی
تھی، اسی خوف کے باعث باہمی عداوتیں مٹ گئیں، کینے اُچکے لئے گئے، بھائی چارے کا سماں ہر طرف بند
گیا تھا! انسان کی عزت و تکریم اور اُس کے انعام و اکرام کا معیار بھی خدا کے نزدیک اُس کا تقویٰ ہی تھا،
”إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقْوِي“ (۱۱۳: ۴۹)، ”اللَّهُ عَلِيمٌ خَبِيرٌ“ (۱۱۳: ۴۹)، ”قلوب کے اندر ایک مشاہدہ وہ حاکم کی مانند اُس کے
رب مرتبت اور ہول جاہ کی بجلیاں، نفع و ضرر اور بیم ورجا کی لالہ انتہا تاروں کے ذریعے سے دوڑ گئیں،
پھر وحدتِ ایسر کی کشش اتصال نے، اور یک منہی کے متحد لہلہب خوف نے ہر مومن کے قلب میں
مشترک عبودیت کی عصبيت، اور عالم آرا اخوت کا اعتصاب پیدا کر دیا: ”إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلَحُوا
بَيْنَ أَخَوِيكُمْ“ (۱۱۰: ۴۹)، ”یہ وہ علی تقویٰ اور وہ مخلصانہ توحید تھی جو

۱۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے بڑی عزت والا اور سچے فضلِ کرم دہی ہے جو خدا سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ اور اللہ تو انسان کی قدر و
قیمت کو بڑا جاننے والا، اور اُس کے حال و احوال سے بڑا باخبر ہے۔

۲۔ خدا پر ایمان رکھنے والے تو آپس میں بھائی بھائی ہیں، تمہارا فرض ہے کہ آپس میں نہ کو دھیان صالحہ کا، اور خدا کی نگرانی سے دُور رہو اور اُس کا تقویٰ کرو کہ وہ تم پر رحمان ہو گا۔

۳۔ یہاں ہر پرصالحات و مواصلات کو اتفاقاً الہی پر محمول کیا گیا ہے جس قدر خوفِ رعیت کو حاکمِ اعلیٰ کا ہے سیدِ قدرت کے افرادِ متحد نہیں گئے۔

سا اہم سال تک اسلام کو نئی طاقت اور نئی زندگی بخشی رہی، قل اِنِّیْ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لِّهِ الدِّیْنَ
 وَ اُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ (۱۳۹-۱۱-۱۲)، قُلِ اللّٰهُ اَعْبُدْ مُخْلِصًا لِّهِ دِیْنِیْ ۝ (۱۳۹-۳۰-۱۳۲) اسی تقویٰ کی پادشاهی
 عمل میں اللہ کی رحمتوں کے دریا اُبھ جاتے تھے! یہی اتقاد تھا کہ اُس طلیل القدر ذات کی سچی عبادت
 اور اُسکی موجودگی اور وحدت کا زندہ شہار تھا! اسی کی بے انتہا برکت سے نصرت حق اور فتح مبین ہر
 وقت شامل حال رہ کر اشاعت اسلام کا قطعی باعث ہوا کرتی تھیں: (اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۖ وَ رَاٰیْتَ
 النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۖ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ ۚ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُ ۚ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ (۱۱۵-۱-۳)۔ اللہ کے محکم
 اور خالصتہ اُسی سے ڈرنے والے سپاہی، عقیدت کے سرسبز شانہ جو شہر، تعدی کی داعی انقلاب
 اُمنگ، اور محبت کی مضطر امتحان وفا کے باعث صبر اور استقلال، توکل اور مردانگی کے عظیم نظیر پیکر

۱۔ اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہدو کہ مجھ کو تو خدا کے نام سے ہی حکم ملا ہے کہ میں تمام ارادت اور اخلاص (الدِّیْن) تمام عقیدت اور اعمال (الْاَعْمَال) کو خالصتہ خدا ہی کیلئے وقف کر کے ہمدن ہیک کا غلام بنارہوں (اَعْبُدِ اللّٰه)۔ اور مجھے یہی حکم ملا ہے کہ میں ہی سب سے پہلے اُسکا پناؤ قائم کر کے حقیقی تسلیم کروں،
 اور اسی طور پر اُسکی عبودیت میں رہوں (اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ)۔

۲۔ ان سے کہدو کہ میں اپنی تمام ارادت اور محبت کو اُسی کے لئے خالص کر کے اُسکی غلامی کر رہا ہوں (اَعْبُدْ)۔

۳۔ اے پیغمبر! جب اللہ کی مدد آئے گی، اور دین اسلام کی فتح عظیم کا وقت آجوں چمکا، اور تو دیکھے گا کہ لوگ جوق در جوق دین خدا میں داخل ہو رہے
 ہیں، تو ان وقت اپنے پروردگار کے شکر کرنے میں سرسجود ہو جاؤ! اُسوقت اپنی طاقت کی اور اپنی گزشتہ تقصیروں کی معافی طلب کرو کیوں کہ وہ
 فی الحقیقت بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے (اور اسی مہربانیوں کے موقع پر ہی اُس سے ایسی درخواستیں کرنی چاہئیں)۔

۴۔ یہاں اَعْبُدْ کے معنی صاف ظاہر ہیں اور اس سے مقصود نماز پڑھنا قطعاً نہیں ہو سکتا۔ دین کے معنی قرآن کی اصطلاح میں طرز عمل یا راہ
 عمل کے ہیں۔ یہی معنی لفظ مذہب کے ہیں۔ گویا اَعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لِّهِ الدِّیْنَ کا مفہوم یہ ہے کہ اپنا تمام طریق عمل خالصتہ خدا کی منشا کے
 مطابق کر کے اُسکے غلام بنے رہو۔ ہر سچے ملازم (یعنی عابد) کا شیوہ بھی یہی ہے کہ وہ کوئی کام اپنی مرضی سے نہیں کرتا، اُسکی سب ہاگ و ڈر آقا کی مرضی پر منحصر
 ہے۔ ورنہ اپنی مشیت اور اپنی خواہشات کو مالک کے حکم کے بالمقابل غما کر دیتا ہے۔ یہاں اس امر کا تصفیہ کہ مالک میں آسمان کی مشیت فی الواقع کیا ہے؟ یہ
 ایک بڑا دقیق سوال ہے اور اہل کتاب میں اسی کی ایک ہم شوق پر بحث جاری ہے۔ بہر نوع ان دونوں آیتوں سے ظاہر ہے کہ دین کے معنی کسی شخص کا مسلمان ہونا،
 یا نصرانی ہونا، یا یہودی ہونا نہیں بلکہ ہر غلام کا اپنے آقا کے حق میں طرز عمل ہی اُسکا دین ہے۔ والا مُخْلِصًا لِّهِ دِیْنِیْ کے کچھ معنی نہیں بنتے
 یہی بات لکھ دیکھ کر دینی دین (۱۰۹، ۶) سے ظاہر ہے۔ یعنی تمہاری خدمت کا اجر لیکھا اور مجھے میرے کیسے کا۔ خدا کو ملائکہ یَوْمَ الدِّیْنِ
 (۳۱) بھی ایسے حکماء کہ وہ دن اعمال کی اجرتوں، اور خدمتوں کی مزدوریاں، ادا کرنے کا ہو گا۔ (دین کے ان طلب کی حقیقت کے لیے دیکھو یہاں کتاب صفحہ ۷۰)۔
 ۵۔ اس سورہ کے صحیح معانی کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ایک دفعہ سوال کیا گیا تھا۔ میں نے مربوط اور ناقابل انکار حافی لکھ دیے ہیں۔ خدا
 کی نصرت قطعاً کسی قوم کے شامل حال نہیں ہوتی جب تک کہ اُسکی سعی و عمل خدا کو فی الواقع خوش نیکو نہ ہو۔ یہی وقت فی الحقیقت کسی حاکم سے غایت
 مانگنے کا بھی ہے۔ یہ وقت اسکی رحمت کا دریا جو شہر میں آتا ہے اور وہ بسا اوقات علی الحساب سے دیتا ہے۔

بن گئے تھے، انکی قوت و استحکام کار از دروں اُنکے متحد اور متفق قلوب میں مضمحل رہا، نیتوں کی نجات
اور تہذیب نفس کے لہتیا مآفرین اثر نے اُن کے اعمال میں ناقابل یقین ضبط، اور افعال میں طبعی
یکسانیت پیدا کر دی تھی، بڑے بڑے مقتدر اور جبری عساکر جو مدت مدید کی تیاری اور صرف کشیر کے
بعد اُن کے مقابل کھڑے ہوتے تھے، اُنکے ضابطہ عمل، انکی پیش بندی اور ہستام، اُنکے نظم و نسق،
اور خوف قانون خدا، انکی مشق تحمل اور ستم برداری پر رنگ رہ جاتے تھے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ**
وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدْ كُنَتْ تَعْمَلُ ۚ وَلَتَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ يُنْصَرُّ بِهِ قُلُوبُ النَّاسِ ۚ وَلَتَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ يُنْصَرُّ بِهِ قُلُوبُ النَّاسِ ۚ وَلَتَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ يُنْصَرُّ بِهِ قُلُوبُ النَّاسِ ۚ
اور قنوط، تشقت اور جمود کے اُن زرخسرید اور بے مولا، اُن ناآشنائے پایاں عمل اور کرار پر پڑے ہوئے

۵۔ اے ایمان والو! قانون خدا سے ڈرتے رہا کرو اور تمہیں چاہیے کہ ہر شخص اس بات پر نظر کرتا رہے کہ اُس نے اپنے دل کے لیے کیا تیاری
کی ہے اور آئندہ مصائب کے لیے کیا حفظ نفس اور پیش بندی کی ہے۔ اور قانون خدا سے مکر ڈرتے رہو۔ اللہ جو کچھ سعی عمل کرے ہو اُسے بخوبی دیکھتا ہے۔
۶۔ اس آیت الہی میں پیش از وقت تیاری اور دوران غیری کو افعال کے الہی پر محمول کیا گیا ہے اور دشمن کے بالمقابل حفظ نفس کو استعداد ہم قدر دیوا
کہ **وَاتَّقُوا اللَّهَ** کے الفاظ ایک آیت کے اندر آئے ہیں۔ اس حکم سے مقصود لامحالہ یہ ہے کہ خدا کا قانون اہل اور واجب الخوف و وہابی
قوم کو انعام کا مستحق قرار دیتا ہے جو ہر نوع اسکی اہل ہو، جسے سعی عمل سے اپنے آپ کو فتح و ظفر کا اہل ثابت کیا ہو، جس نے ایمان و عمل کے لیے
تیار کی ہو (**فَقَدْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ تُكْفِرُونَ**) خدا کسی قوم کی کوئی بے جا رعایت و نظر نہیں رکھتا، جس جس نے جہننا زاد راہ کے لیے جمع کیا ہو، جبکہ حفظ
اُس نے اپنے دلی مصائب کے برخلاف سخت یا کیا ہے، اُس قدر اجر اُسکو لامحالہ مل رہیگا۔ یہی بات **إِنَّ اللَّهَ خَيْرٌ مِّنَّا لِنَفْسِنَا** سے ظاہر ہے
گویا خدا عمل اور صرفہ عمل کو چاہتا ہے اور اُسکی دیکھ کر فیصلے صادر کرتا ہے۔

نہیں پسند اور آخرت کے شہدائی مسلمانوں نے **فَقَدْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ تُكْفِرُونَ** کے معنی روز قیامت کی تیاری کے لیے ہیں حالانکہ **يَوْمَئِذٍ** کے معنی کسی آنے
والے کل کے ہیں، اور مزید یہ ہے کہ اس پر الی تخصیص بھی دخل نہیں کہ اسکے معنی خاص روز قیامت کے ہوں۔ جامع ترمذی المتوفی ۳۸۰ھ نے
میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ **إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدْرِي فَرَّقَ** یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل کے لیے کوئی ذوق و رغبت
نہ کرتے تھے۔ روایت کی صحت یا عدم صحت سے بحث نہیں، صرف **يَوْمَئِذٍ** سے مطلب ہے جسکے معنی ہمارے صاف آئینوں کے ہیں روز قیامت کے نہیں ہجرت
خود قرآن کریم میں چار موقعوں پر **يَوْمَئِذٍ** کا لفظ استعمال ہوا ہے اور چاروں موقع آئینوں کے معنی میں ہیں۔ سورہ یوسف میں یوسف علیہ السلام
کے متعلق اُنکے بہائیوں کا قول ہے: **أَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَزْنِجْ وَيَكْتُمِبْ** **وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ** (۱۲: ۱۳)، یعنی ہمارے ساتھ کل یوسف کو بھیج دے گا
اپنے اور کیلے، اور ہم اسکی حفاظت کا ذمہ لیتے ہیں۔ سورہ کہف میں ہے: **وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ كَفَرْنَا لَنُقَرِّبَهُ إِلَىٰ رَبِّنَا قُلُوبُنَا ۚ إِنَّا لَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ** **ذَٰلِكَ غَدَاةٌ** (۲۲: ۱۸) یعنی کسی شے کی
بابت یقینی طور پر مت کہو کہ میں اسکو ضرور بالضرور کل کروں گا۔ سورہ لقمان کے اخیر میں ہے: **وَمَا تَذَكَّرِي نَفْسُكَ فَإِنَّهَا تَكْسِبُ غَدَاةً** (۳۱: ۳۲) اور کوئی
متفلسف نہیں جانتا کہ کل کہا کر گیا۔ علی ہذا القیاس سورہ قمر میں قوم ثمود کی تباہی کے متعلق ہے: **سَيَعْلَمُونَ غَدَاةً مِّنَ الْكِتَابِ** **الْأَنفُسُ** (۹۶: ۱۵) یعنی یہ لوگ غفریب کسی آنے والے کل کو دیکھ لیں گے کہ کون جوڑا اور گستاخ ہے۔ تب ہی کہ اس شہادت کے ہوتے ہوئے **يَوْمَئِذٍ** کے معنی کھڑے
قیامت کے ہو سکتے ہیں، اور کس میدروی سے مسلمان آیات خدا کو توڑ کر تحریف منہوی کے مجرم بنتے ہیں۔

سپاہیوں کی، ان اللہ کے عاشق، بیقرار استلا و محن نصرت حق اور وراثت زمین کے موعود، موت کے تشنہ و منتظر، دست پخت گوارہ ہمد، اور جنت خرید غلاموں کے مقابلے میں کیا بساط تھی جو ہرگز آتی، مومنوں کے فلک کشا حصے اور متحدہ دلوں کی کوہ شکن طاقتیں، دشمن کے جہم غفیر کو پہلے امین پیوند زمین کر دیتیں، ایمان کا جرات افزا اثر معائن کی قوت عمل کو چند و چند کر دیتا، اور ایک ہجرت انگیز طریقے پر یہی ظاہر اکم سامان جماعت دشمن کا تہس نہس کر دیتی!

یار مردان خدا باش کہ در کشتی نوح

ہست خاک کے کہ بہ آب بحر طوفان!

لَا اَنْتُمْ اَشْدُّ رَهْبًا لِّفِي صَدُورِهِمْ مِنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ لَا يُفَاتِنُوْكُمْ جَمِيْعًا اَلَا فِیْ ذٰلِكَ لَخَصْمَةٌ لَّكُمْ وَلَآءُ جَدِّ بِاَسْمِهِمْ بَيْنَهُمْ شِدَّةٌ يَّدْ تَحْصِيْمِهِمْ جَمِيْعًا وَقَالُوْا هُمْ شَرٌّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ (۱۵۹: ۱۶۳)

مسلمانو! تم اللہ پر ایمان رکھنے کے باعث ہی ان منکرین خدا کے دلوں میں اشد شدید مہمیت بٹھلا رہے ہو، اور محض اسلئے، کہ یہ ایک ناسمجھ قوم ہے، جسکو ایمان کی قوت کا علم نہیں۔ اب تو انکی یہ حالت ہو کہ سارے کے سارے بلکہ بھی تم سے بڑے کی تاب نہیں رکھتے مگر یہ محفوظ استیلا یا دیواروں کی آڑ میں ہو کر لڑیں۔ بات یہ ہے کہ انکی آپس کی لڑائیاں اور باہمی عداوتیں سخت ہیں بظاہر

۱۵۹ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُوْنَ، اور قَوْمٌ لَا يَعْقِلُوْنَ کے الفاظ یہاں پر نہایت قابل غور ہیں۔ گویا یہ منکرین خدا لوگ اس بات کا تفقہ اور عقل ہی نہیں کر سکتے کہ قانون خدا کیا ہے، وہ کن اقوام کو دنیا پر جبر سر کر رہا ہے، کن کو سزا دیں دیتا ہے۔ یہ لوگ آپس میں لڑکر اپنی قوتوں کو ضائع کر رہے ہیں اور دشمن سامنے آتا ہے تو دم دبا کر ہباگ جاتے ہیں ان کو اتنی عقل ہی نہیں کہ سمجھیں کہ اتحاد اور اختلاف قلوب میں کیا برکتیں ہیں، اور خدا کس طرح متحد القلوب قوم پر اپنی رحمتیں نازل کرتا ہے۔ گویا ان آیات میں رمزا اور کنایہ جملہ دیا ہے کہ بڑول متفرق، اور حاد ہونا کا فرق قوم کا فتنہ آج مسلمانان عالم خود قَوْمٌ لَا يَفْقَهُوْنَ، اور قَوْمٌ لَا يَعْقِلُوْنَ، اور تَحْصِيْمِهِمْ جَمِيْعًا وَقَالُوْا هُمْ شَرٌّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُوْنَ کے صحیح مصداق بنے ہوئے ہیں دوسری قوموں نے اپنے اندر اذ کے مابین اتحاد پیدا کر لیا ہے۔ مسلمان ان کے خوف سے ہباگے ہباگے ہیں اور قلعہ کی اوت میں جھمک رہی نہیں سکتے۔ ہر جگہ شکست و رنجیت ہے، خوف و حسرت ہے، بچ و ماتم ہے، 'بَا سَمِیْ بَيْنَهُمْ شِدَّةٌ یَّدْ'، اسقہ ہے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کو کاٹ کھائے کو دڑتا ہے۔ آہ لیکن خدا کوئی مسلمانوں ہی کا خدا نہیں وہ رب العالمین ہے اور ہر قوم کو، کسی سعی و عمل کے سوا حق اجر دے رہا ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا اَیُّا وَلِیِّ الْاَبْصَارِ!

"بَا سَمِیْ بَيْنَهُمْ شِدَّةٌ یَّدْ" کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ تمہارے متعلق ان کا خوف آپس میں بہت شدید ہے مگر اس سے مطلب

کافی طور پر مربوط نہیں ہوتا۔

إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهُادُ (۵۱:۴۳)
اے لوگو! بگوش دل بن رکھو کہ ہم اپنے پیغمبروں، اور ان لوگوں کی جو بچے دل سے ہمارے خدا
ہونے پر ایمان لے آئے ہیں مدد کرتے ہیں، ان کو غلبہ عطا فرما کر رہتے ہیں، اور یوم قیامت کو بھی
ان کی تائید کریں گے۔

ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا كَذَلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نَحْنُ الْمُؤْمِنِينَ (۱۰۳:۱۰)
اے لوگو! پھر جس دن ہمارے عذاب کا وعدہ آپ کو پختا ہے تو ہم اپنے پیغمبروں، اور ایمان والوں کو
عذاب کی شکست سے نجات دیتے ہیں۔ یہی ہمارا قانون ہے اور ہم نے اپنے اور لازم کر لیا ہے کہ ایمان والوں
کو ہر نوع نجات دیں۔

كَانَتْ مَنَافِعُ لِلَّذِينَ أَجْرُ مَوْتًا وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ (۱۴۰:۳۰)
پھر اے لوگو! ہم نے مجرموں کو شکست دیکر ان سے بدلہ لیا، اور ایمان والوں کو منظر و منصور کرنا تو
ہم پر لازم تھا۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ (۱۸:۴۱)
اور پھر اے لوگو! ہم نے ایمان والوں کو غلبہ عطا فرمایا اور ان لوگوں کو جو ہمارا سچا اتقا کیا کرتے تھے۔

رب الافواج اور عزیز و حکیم خدا نے ایمان کی اسی مقلبِ عمل کیفیت، اتقا و قلوب کی اسی

۱۔ یہاں بصراحت تمام کہہ دیا ہے کہ دُشمن کے سوا صاحبِ ایمان قوم کی دنیوی منسلح یقینی ہے۔
۲۔ یہاں پھر دُشمن کے ساتھ ساتھ دُشمن اُمتی بھی ہے۔ اور نجات کے مطالبہ ہونے ہیں کہ اس سے ملو دنیاوی تمکن سی و نجات
کو محض خسروی نجات، سمجھنا آج ناکارہ مسلمانوں نے اپنی طرف سے بنایا ہے۔
۳۔ یہاں دُشمن کا خاص طور پر ذکر نہیں کیا گیا۔ صرف ایمان والوں کی نصرت کا حتمی وعدہ ہے بشرطیکہ وہ ایمان والے ہوں صفحہ ۱۲۰ آیات
(۱۳۹-۱۴۰) میں غزوہ احد کی شکست کے باعث میں خدائے عظیم نے مسلمان، ہنگوئوں کو کافر، اور ظالم کہا تھا۔ گویا اگر سب کے سب صاحبِ اتقا ہوتے
تو یہ شکست نصیب نہ ہوتی۔ یہاں پر تاکید اسی مضمون کو دوسری عبارت میں دہرایا ہے اور فرمایا ہے کہ جو قوم صاحبِ ایمان ہو اُس کو نصرت عطا
کرنا ہمارے لیے لازم ہو چکا ہے۔ خدائے عظیم کی اپنے پر یہ پابندی اندوے عدل ہو نہ از روئے احسان و سخاوت جیسا کہ بے سہی عمل مسلمانوں نے
فرض کر لیا ہے، اور آج بے درپے شکستوں کو دیکھ کر حیران ہیں کہ خدا کا وعدہ کیوں پورا نہیں ہوتا؟
۴۔ صفحہ ۱۵۰-۱۵۱ کے متن کی آیات میں ہم نے جہت جہت قرآن عظیم سے وہ موقع پیش کر دیئے تھے جس میں متقی اقوام کی دنیوی منسلح اور کفن
فی الارض کا قطعی وعدہ کیا گیا تھا اتقا کی بعض اہم شرطیں بیان کر دی تھیں۔ ان آٹھ موقعوں پر جو کتاب کے متن میں پیش کر دیئے ہیں صرف
ایمان والوں کی دنیوی منسلح کا ذکر ہے، لیکن خاص اس آیت یعنی (۱۸:۴۱) میں ایمان، اور تقویٰ، دونوں کو یک جا کر کے متقی اور مومن
قوم کی دنیوی نجات کا فیصلہ کر دیا ہے۔ ایمان کی شرائط اس سے پیشتر ذکر کر دی گئی ہیں۔ اور ان میں اور تقویٰ کی شرطوں میں
ماثلت عیاں ہے۔ چنانچہ آگے پھر صفحہ ۱۵۱ پر ثابت کر دیا جائے گا کہ ایمان اور اتقا قریب قریب ایک ہی شے ہیں۔

عدو شکن طاقت، اور صبر کی اسی ستم گسل استطاعت کو نظر رکھ کر رسول کریم کو طہیسان لایا
تہا کہ کامیابی اسلام کیلئے توحید کا یہی وحدت انگیز ماحول، اور ایمان والوں کی یہی چوٹی سی
جماعت کافی ہے!

وَأَلْفَ بَيْنٍ فَلَوْ بِهِمْ لَوْ أَنْفَعَتْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلْفَتَ بَيْنَ فَلَوْ بِهِمْ
وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلْفَ بَيْنَهُمْ طَائِفَةٌ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ
اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (۶۳-۶۴)

اے پیغمبر! سب سے بڑا احسان جو خدا نے تم پر کیا ہے یہ ہے کہ اُسے مومنوں کے دل کا ٹھہرنے
اگر تم روئے زمین کے خزانوں کو خرچ کر ڈالتے تو بھی اُنکے دلوں میں یہ الفت نہ پیدا کر سکتے تھے
لیکن وہ خدا کی مشترک عبودیت ہی تو تھی جس نے ان کو آپ میں جوڑ دیا! بیشک خدا بڑا زبردست اور
صاحب تدبیر ہے۔ اے پیغمبر! اب تمہیں اللہ اور یہی مومن جو تمہارے تابع فرمان ہیں ہر ایک
سے نبٹنے کے لئے کافی ہیں۔

کھفایتِ خدا کا عظیم الشان وعدہ عرب کے بے زرا اور بیضر نبی سے اُس وقت ہوا تھا جب کہ
بعثت کے چھٹے سال میں اسلام کا وہ زبردست اور تند خود شمن عمر (رض) محمد کے خلق عظیم کے آگے سپر
ڈال چکا تھا، اور عرب کے کل برعظم میں صرف چالیس مرد اور پندرہ عورتیں ایمان لائی تھیں! مگر
آلفت کی دلوں کے بیچ میں چلی ہوئی نہر سبیل نے اور طاعت کے پیدا کیے ہوئے ابرہار نے
اس بے نشان اور کمزور پودے کو ایک دن سر فلک درخت بن کر سایہ پرور اور زمیں شگاف
کر دیا تھا!

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ شَرَاهُمْ
رُكْعًا يَنبَغِي تَخُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا لِّسَيِّئَاتِهِمْ فِي وَجْهِهِمْ مِّنْ أَشْرِ
السَّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَنَزِيرٍ أَخْرَجَتْهُ

خود اللہ آلف بینہم کے مطالب کے لئے صفحہ ۴۴ کے تحت المتن کو دیکھنا چاہیے۔ مرقومہ صدر ترجمے میں ہم نے ان معانی کا اصل بیان کر دیا ہے۔ خدا کو سچ
ممنون میں خدا ان لینے کے بعد اسکے ماننے والوں کا آپس میں متحد ہو جانا قطعاً ہی۔ اسی حقیقت کو اصل کتاب میں توحید کا وحدت انگیز ماحول کہا گیا ہے
اگر آج یہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی تو اس کا باعث یہ ہو کہ مسلمان خدا کو درحقیقت خدا نہیں مانتے۔

فَازِرًا فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سَوْقِهِ يَعْجِبُ الزُّمَرُ لِيَعْظُمَ لَهُمُ الْكُفَّارُ
وَعَلَّمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا (۲۹:۳۸)
اے دین خدا کے دشمنو! یاد رکھو کہ محمد خدا کا بھیجا ہوا نبی ہی، اور اسی لیے تمہاری سبکدوشیوں کا جو
بخوف خطر ہے! جو لوگ انکے ساتھ ہیں اعدائے اسلام کے حق میں بڑے سخت ہیں، آپس میں بھید چل
ہیں رافت و محبت کی ایک سلسیلہ لگنے لگوں میں بہری ہی تم کو دیکھو گے کہ ہمارے حضور میں کبھی گھٹیل
کے بل کھڑے ہیں، کبھی زمین پر اتنا ٹیک ہے میں گویا ستر یا سطح رکھ کر فصل خدا اور خودی رب العالمین کی
طلبگاری میں لگے ہیں۔ اطاعت کے نشان (آيَةُ التَّحِيُّدِ) انکے چہروں میں (رَفِي وَجْهِهِمْ) عیاں ہیں (سَيِّمَاهُمُ)
عکبر لاری کی علامتیں انکی شکلوں نظر آ رہی ہیں۔ یہی اوصاف انکے توحید اور تعظیم میں کوہیں، یہی آج انکا طرز عمل ہے۔
وہ رفتہ رفتہ اس طرح زہر پکڑتے جانتے جیسے ایک کہت ہو جنے پہلے عین اپنی سوئی نکالی، پہر چلنے اور حرکت
سے آہستہ آہستہ زہر پکڑا، پہر رفتہ رفتہ موٹا ہو کر لہنی جڑ پر سرور کھڑا ہو گیا۔ اکسان ہیں کہ اپنی سختیوں کو باز رکھ کر
بلغ بالغ ہو رہے ہیں، اور دشمن ہر کس مارے حسد کے حل سے ہیں۔ اے لوگو! خدا نے محمد کے ساتھیوں سے جو
دل سے ایمان لائے، اور جنہوں نے تندرستی مناسب اعمال بھی کیے (آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ) اس میں نیاں اجر
عظیم دینے اور انکی اجتماعی دامن دگیوں اور بدعالیوں پر پردہ پوشی کرنے کا وعدہ فرمایا ہے!

م۔ یہ آیت عظیمہ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ کی پہلی قسط ہی جو ہم نے صفحہ ۳۵ کے جواب میں ایمان کی تشریح کے بعد پیش کر دی ہے گویا اَشْكَالًا
عَلَى الْكُفَّارِ دینا، رُحْمًا يُبْذَرُ مِنْكُمْ ہونا، تعمیل حکام خدا میں رکنا، اور سب اہم یہ کہ ہر مومن خدا کے انعامات کی تلاش میں لگے رہنا،
قوت اور طاقت، تمکن اور تسلط کے واسطے رہنا (يَبْتَغُونَ كَرَمَ اللَّهِ) اور انکے لئے وسائل تلاش کرنا ہی ایمان اور عمل صالح ہی۔ جو قوم دشمن
ساتھ نہایت سختی سے پیش آ رہی ہے، آپس میں نہایت خمد اور حمل ہی، قانون خدا کی نہایت پابندی، خدا کی دنیاوی نعمتوں اور ثلثت میں حاصل کرنے کے واسطے ہر
ساتھ ہی خطے حضور میں اپنے آپے عاجز و ناتوان رہتی ہے، وہی اعمال صالحہ کر رہی ہے، وہی ایمان کی شرطوں کو پورا کر رہی ہے، وہی حیرت انگیز سرعت نشوونما پا رہی ہے،
وہی ان میں کھلے اور غرض میں اس طرح پہل رہی ہے کہ نام نہاد سلطان آج انکے تمکن کو دیکھ کر دنگ رہے، اور شدت غیظ کے باعث اپنی انگلیاں کٹ رہے۔ آہ!
لیکن نہ صرف مسلمانوں ہی کا خدا انہیں وہ رب العالمین ہے اور جو انکے قانون پر عمل رہے وہی انعام پاتا ہے!

سینما ہم فی وَجْهِهِمْ وَفِي آيَةِ التَّحِيُّدِ سے یہ ملامت گز نہیں کر ان لوگوں میں پڑھ کر بھلائی پیشانیوں پر گٹے ڈال لیے ہیں جیسا کہ کبھی بعض
سادہ لوح مسلمان اپنے ماتوں کو زمین پر خدا رکھ کر گڑ گڑال لیتے ہیں اور سب کی سب توحید رسول اور اَجْرًا عَظِيمًا (۲۹:۳۸) کے حصار بننے میں بلکہ چھ
قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی کیفیت قلب اور شدت اطاعت کا تمثیل انکے ہمارے گویا یہ کہ ہے کہ اطاعت کے نشان تم نے چہرے پر چھو گے چھوٹے کچھ
کہا جا رہا ہے، اُنٹ اور اقبال شمس کے چہرے پر نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ کاؤز تک نہیں بلکہ چہرے (وَجْهِهِمْ) کا ہی اور تمام چہرے میں طاعت نظر آ رہی ہے نہ صرف تھے میں اس عرصے کی تصدیق
مُكَلِّمٌ وَالتَّوْرَةُ اور مُكَلِّمٌ وَالتَّوْرَةُ کے الفاظ سے ہوتی ہے کہ زمین پر اتنا گرنا کہ ازل کا شیوہ نماز نہ تھا۔ سینما کے معنی نشان کے ہیں چنانچہ سورہ بقرہ میں مجاہد بن سبیل نے فرمایا
بائیں ارشاد ہے: تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ (۲۹:۳۸) یعنی تم انکے لوگوں کے نشانوں سے پہچان جاؤ گے (وَمَا يَتَخَصَّمُ) ۲۰۱ میں بھی انکے نشانوں کا قطعاً کوئی ذکر نہیں اور نہ گٹے
ڈال لینے سے کوئی شخص مطمئن ہو گا نہیں۔ چنانچہ وہ گٹے نام چہرے پر ڈال لیے ہوں! اقبال تو جہاں بات آیت میں لفظ تَعْرِفُهُمْ سے جس نے غلط ہے کہ رسول خدا کے
ساتھیوں میں بھی عظیم دعوہ صرف انہی کو ہے جو آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ کے مصداق رہے، گویا کہ پھر مسلمان بن جانا شرط نہیں بلکہ یہ عمل کرتے رہنا
اور ہر مومن جتنے ایمان بنے رہنا شرط ہے!

اطاعتِ رسول

مَنْ طَاعَ الرَّسُولَ فَقَدْ طَاعَ اللَّهَ (۳۰:۳۰)

جس نے رسول کا حکم مانا اُس نے گو یا خدا کی اطاعت کی۔

طاعتِ رسول، اور اُس کے منجانب اللہ ہونے کا یہ یقین تھا کہ عین اُس وقت جب کہ مردوں اور عورتوں کی ایک جماعت اس پاک نبیؐ کی امامت میں اللہ جل شانہ کے حضور میں، اپنے عجز اور بنیوی کی داستان گزر گزر کر گزر کر سنا رہی تھی، اور مسلمانوں کے ایمان سے منور دل اس بارگاہ عالیہ کی فیت کا سماں اپنے سامنے صاف دیکھ رہے تھے، تحویل قبلہ کا حکم ملا؛ قیصرِ کسری کی سلطنتوں کو پاش پاش کر دینے والے یہ مومن سنا اس اللہ کے سچے نبیؐ کی تبدیلِ سمت پر اسی طرح بیچون و چرا درست بے شائبہ استعجاب منتقل ہو کر ہر صدف بستہ ہو گئے، اور آستانہٴ خدا پر ہر پٹختے لگے؛ عرش کے دم بخود اور صف آرا فرشتے جنہوں نے اپنی مَدۃ العمر طاعت، بے اختیارانہ عبودیت اور دم مزین عبادت کے حوصلے پر ایک مرتبہ اللہ کی جناب میں انسان کو بُرا بہلا کھنے، اور اپنی فوقیتِ جت لانے کی جرات کی تھی، اور جنہیں خدا نے پاک نے انسان کی خفت و توہین کرنے پر ٹوک دیا تھا، اس کیفیت کو دیکھ کر انگشت ہندا رہ گئے، مگر جبریدہ رحمت کے کاہلوں کو حکم ملا کہ اس نادۂ روزگار شہت کے نام پر روئے زمین کی بادشاہت اور اللہ کی سب نعمتوں کی وراثت ابھی سے لکھ دی جائے!

۴۴ سورۃ بقرہ میں اس عبرت آموز اور شاندار قصے کا یوں ذکر ہے۔ ہم نے ایک شفقی ترجمہ کر دیا ہے لیکن اس کا نتیجہ خیر مفہوم پیرسری مجلد سے پہلے بیان نہ ہو سکے گا۔ ملائکہ کی شیخ اور سورۃ بقرہ کا ربط پانچویں جلد میں عیاں کر دیا جائے گا۔

وَلَاذَقَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ۚ قَالُوْۤا اَنۡجَعِلْ فِیۡہَا مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡہَا وَیَسۡفِكُ الدِّمَآۃَ
وَحَیۡحَیۡ سُبۡحٰنَہٗ عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ۚ لَکَۢ قَالِ اِنِّیۡۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوۡنَ (۲۰:۲۰)

اور اسے پیغمبر! سلطنتِ زمین کو وہ وقت یا دولاؤ جب تمہارے پروردگار نے مَلٰٓئِکَۃ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے فرشتو! میرا ارادہ ہے کہ اس زمین میں اپنا ایک قائم مقام بناؤں۔ فرشتوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے پروردگار! کیا حضور کسی ایسی مخلوق کو اپنا نائب منتخب فرما سکتے ہیں جو اس زمین میں فساد پھیلائے اور انہیں میں خونریزیوں کرے، حالانکہ ہم ہیں کہ روزِ آخر فرشتے سے تیری تعریف میں گئے ہیں، اور تمہیں اس حکم کے پابندی بول بالا کر رہے ہیں۔ پروردگار عالم نے جوابے یاکہ ہاں بیشک لیکن میں اپنی ان شہنشاہی مصلحتوں کا خوب علم رکھتا ہوں۔ جن کی اہمیت تک تم نہیں پہنچ

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى
عَقْبَيْهِ ۚ وَإِنْ كَانَتْ لَكُمُ بَیْرُةٌ إِلَّا عَلَى الذِّنِّ هَدَى اللَّهُ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ رِجَالَكُمْ
إِنْ اللَّهُ بِالنَّاسِ لَشَرُّوفٌ رَحِيمٌ ۝ (۱۴۳-۱۴۲)

اور اسے پیغمبر اہم نے کچھ عرصے کے لیے بیت المقدس کو قبلہ اسی غرض سے قرار دیا تھا کہ جسبت قتل قبلہ
حکم پونچے تو ہم ان لوگوں کو جو رسول کی بے چون و چسپاں پیروی کریں، ان سے جو سرتابی کر کے اٹھے
پاؤں پر جائیں، الگ معلوم کر لیں۔ اور قبلہ کا دفعہ بدلانا بلاشبہ ایک لہم بات تھی مگر جن لوگوں کو
خدا نے اطاعت رسول کا رستہ دکھا دیا تھا ان کے لیے کچھ قابل اعتراض نہ تھی۔ اور خدا ایسا نہیں کہ
رسول کی صداقت پر ہمارے اس حیرت انگیز علی ایمان کو ضائع ہونے دے، وہ تو ایسے اعمال کو بھگت کر
بیشک تمام عالم پر تجید مشفق اور مہربان ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنَّهُ وَتَكُونُوا مِمَّنْ لَا يَتَّبِعُونَ
كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَوْحَيْنَا وَلَا يَسْمَعُونَ ۝ إِنَّ شَرَّ الدِّينِ عِنْدَ اللَّهِ الضُّمُّ الْبُكْمُ
الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۝ (۲۳-۲۰: ۱۷)

اے ایمان والو! اللہ کے احکام مانو، اور رسول کے بالمشافہ احکام کی بھی بلا حیل و حجت تعمیل کیا کرو،
اور درانحالیکہ تم اسکا حکم سن رہے ہو یعنی دیدہ و دانستہ، اُس سے سرتابی نہ کیا کرو۔ کیونکہ وہی تھا را
اولوالامر ہے۔ اور نہ تم ان لوگوں کی مانند بنو جو منہ سے اُن کہہ چوڑتے ہیں اور پر حکم کی تعمیل فوراً نہیں کرتے
انہ کے نزدیک بدترین حیوانات، وہ ڈھیٹھ اور مچلے لوگ ہوتے ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے خواہ اُنکو کتنا ہی سہلایا
جائے، اور اطاعت امیر کی لم سے پیغمبر ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ

۱۷۔ اس آیت کریمہ سے ظاہر ہے کہ قرون اولیٰ میں متابعت رسول بھی فی الحقیقت ایمان کی ایک اہم شق تھی۔ رہا یہ امر کہ یہ اتباع کن
معنوں میں تھا اور آج جبکہ رسول خدا صلعم موجود نہیں کیونکہ جو اسکے اسکی تصریح اسی صفحہ کے آئندہ تحت اہم تن میں کر دی ہے۔ تحویل قبلہ کی
متذکرہ صدر توضیح سے صرف ظاہر ہے کہ رسول خدا کے قدم بقدم چلنا اور بے چون و چرا اس کے حکم کی تعمیل کرنا اُس پر ایمان لانے کے ملوف تھا۔
یہی بات "امنا" آیت کے الفاظ سے ظاہر ہے جو آیت (۱۷: ۱۵۷) میں آگے چل کر آتی ہے۔ (دیکھو صفحہ ۱۷۲)۔

۱۸۔ "اطيعوا الله ورسوله"، کا اتنی مقصود مروت اور نسیان دس کے باعث مسلمانانِ جہان کے ذہنوں سے استقامت مٹو گیا ہے کہ وہ آج
اس اخطا طے کے زمانے میں شرعی رسوم اور فقہی مسائل کی ایک غامض سی پابندی کو ہی اطاعت خدا و رسول سمجھ لیتے ہیں آپ کو دین اسلام کے ایک اہم
فریضے سے سبکدوش کر رہے ہیں۔ ان کے نزدیک صوم و صلوة وغیرہ ارکان دین کا شرعی التزام یا کتب احادیث کا کلتی دین اور سطحی اتباع یا
اطاعت خدا و رسول کا انتہائی مقصود ہے۔ اسکے سوا کوئی دوسری شے ان کے ذہنوں میں ساقی نظر نہیں آتی، کوئی اتنی یا پیغمبری آواز آج ان کی

يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ ۚ وَاللَّهُ أَكْبَرُ الْحَشَّشُونَ ۝ وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُغِيِبُ الْإِيمَانَ
ظُلُمًا مَوَاطِنًا فَخَاصَّةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (۲۵-۲۳:۸)

اسے ایمان والو! جب اللہ اور رسول تمہیں کسی ایسے کام کے لیے بلائیں جو تمہیں زندگی اور موت بخشے ہو
(یعنی قتال اور متعلقہ فرائض) تو تم انکے احکام کو بغور دل سے سنو اور مستعدی سے انکی تعمیل کرو اور خوب

(تفسیر تحت المتن صفحہ ۱۷۰) خواب استراحت میں گھر نہیں، کوئی امر یا سر لائق امتثال و استیجاب نہیں۔ اطاعت خدا، اور اطاعت رسول کی اصلی اور ابتدائی غرض و غایت کو یہاں کر دینے کا یہ موقع نہیں۔ یہ موضوع اطاعت امیر کے عنوان میں بالاستقلال باندھا گیا ہے جو دوسری جگہ میں آئے گا مگر تذکرہ صدر آیات (یعنی ۲۰-۲۲:۸) سے جو یہاں پر بطور تیسرے ذکر پیش کر دی گئی ہیں، ظاہر ہے کہ اطاعت خدا کا عملی منظر ترن اول میں کچھ ہی ہو، لیکن اطاعت رسول کا مقصود نبی آخر الزمان کے عہد حیات میں اس کے بالمشافہ احکام کی تعمیل تھی۔ آیات (۲۰-۲۲:۸) میں وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ اور قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا کا یہ معنی ہے کہ انکے الفاظ اور آیت (۲۳:۸) میں إِذَا دَعَاكَ فَاكْرَهُ کی تفسیر دوسرے کی صریح تائید میں ہے۔ گویا رسول خدا کا کسی بات کو منہ سے کہنا، اور صدر اسلام کے مومنوں کا بطیب خاطر اس حکم کی فوری تعمیل کرنا، اور لنگ عذرات پیش نہ کرنا ہی اطاعت رسول تھا۔ صدر اسلام میں نہ کوئی حدیث کی کتابیں تھیں جن کی رسمی درس نہ تھیں اطاعت رسول کے مترادف تھی، نہ فقہی تصانیف تھیں جنکو عینک لگا کر پڑھ لینا، اور پڑھ کر باب تمام بالاس طاق رکھ دینا اتباع رسول کے ہم معنی تھا، جیسا کہ آج اکثر سہل پسند مسلمانوں کا شیوہ اعتقاد ہے۔ قرن اول میں رسول خدا مسلمانوں کے قائد عظم اور سپہ سالار نبوی حیثیت میں وقتاً فوقتاً احکام نافذ کیا کرتے تھے جو مصلح وقت کے لحاظ سے مسلمانوں کے اجتماعی فلاح کے لیے ضروری تھے، عرب کے جس جس گوشے میں ابن خربزہ کی صدائیں پہنچتی تھیں لوگ بلیک بلیک کرتے حاضر ہو جاتے، اور اپنا تین من دھن اس نیک سیرت سردار کی خاطر قربان کر دیتے! یہ اطاعت رسول کا صحیح مفہوم تھا۔ رہا یہ امر کہ آج جب کہ رسول خدا بذات خود مصلحت وقت کے مطابق حکم دینے کے لیے موجود نہیں تو اطاعت رسول کا بدل کیا ہو، اور کسے حکم کی تعمیل فرض ہے، یہ ایک علمی سوال ہے جسکی تصریح اپنے موقع پر کر دی جائیگی مگر اس محبت میں آیت (۲۵:۸) کے مطالب خاص طور پر قابل التفات ہیں جس میں عصیان خدا اور رسول کا نتیجہ وہ فتنہ عظیم قرار دیا گیا ہے جسکی لپیٹ میں بلا امتیاز احرارے ساری کی ساری جہاں آ رہی ہے۔ یہ فتنہ لا محالہ سیاسی شکست و ریخت اور اجتماعی بد نظمی ہی جو امیر جماعت کی نافرمانی اور تشکیست آراء سے ہر جا پیدا ہوتی ہے اور جو نظام کائنات کا اصل اصول ہے۔ اس نقطہ نظر سے اطاعت رسول اور استیجاب اللہ رسول کے معانی اور بھی صاف ہو جاتے ہیں اور اسلامی جماعت کی رہنمائی کے لیے ہر وقت کسی ایسے امیر کا موجود ہونا لازم و ملزوم ہو جاتا ہے جو خدا و رسول کے احکام کی ناجائز تبدیلی نہ کرے اور جب موقع شکست و ریخت سے بچانے کے لیے ایسی تدابیر اور نظریہ گرہ پی رہا ہو کہ کچھ کلام الہی کے اندر لکھا ہو انکی پیروی کرنی اطاعت خدا ہو، مگر عملی مقام نظر سے یہ بات ناممکن العمل ایسی ہے کہ قرآن حکیم ایسے احکام و قوانین کا مجموعہ ہے جنہیں اکثر کی سبک دقت پیری کرنی محال ہو جاتی ہے، انہیں بعض (مثلاً ہمارا سیف اور ہجرت وغیرہ) ایسے اور نہیں جن کا نفاذ وقتی اور مقامی حال احوال کو دیکھ کر ہوتا ہے اور جو لامحالہ کسی امیر کے ماتحت رکھ کر ہو سکتے ہیں۔ اس بنا پر بھی مسلمانوں کی بہت کا کسی ایک دلو الامر کے اذن میں نہ ہونا اور اسے قرآن ضروری ہے، مگر رسول خدا کے عہد حیات میں اطاعت خدا سے مراد عملاً رسول خدا کے احکام کی تعمیل ہی تھی خواہ وہ احکام بالمشافہ اور صلیقی تھے یا بذریعہ وحی خدا کے ماں سے پہنچتے تھے، حتیٰ کہ سورۃ میں مِنْ تَحْتِ يَدَيْهِ السُّورُ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (۸۰:۲۴) کہہ کر اطاعت خدا کو فی الحقیقت اطاعت رسول میں مدغم کر دیا ہے۔ گویا فرقہ اولی کے عربک بارگاہ خداوندی سے حکم ہوتا ہے کہ جس شخص نے رسول خدا کے کہے کو بلا جہل و علم مانا اسنے فی الحقیقت خدا کے کہے کو مانا۔ پس أَطِيعُوا اللَّهَ، کا منہ پر صدر اسلام میں اطاعت رسول ہی تھا اس نکتے کی تائید وَلَا تَوَلَّوْا عُنْهُ (۸:۲۴) اور إِذَا دَعَاكَ فَاكْرَهُ (۲۳:۸) کی واحد غائب ضمیر میں سے بھی ہوتی ہے

سمجھ لو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حامل ہے، اور جو کچھ اُن کے درمیان بخت و پزیر ہوتی ہو اُنکو خوب جانتا ہے یہ بھی جانے رہو کہ تم ایک نہ ایک ان اُنکی حضور میں حاضر کیے جاؤ گے۔ اور اُس اجتماعی موت سے ڈرتے رہا کرو جو ایسے جماعت کی حکم عدولیوں اور داخلی فتنہ و فساد سے بالآخر پیدا ہوتی ہے اور جو خاص کر انہی لوگوں پر نازل نہیں ہوگی جنہوں نے تم میں سے سربا بی کی ہے بلکہ تم سب اُنکی زوئیں آ جاؤ گے، اور جانے رہو کہ اللہ کی مار بڑی سخت ہو۔

هَٰلَٰكَ بَيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَنْدَرُوْهُ وَلَنْصُرُوْهُ وَاتَّبِعُوْا التَّوَكُّلَ الَّذِیْ اَنْزَلَ مَعَنَا وَوَلَّیْنَاکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

تو جو لوگ اس رسول کی صداقت اور منجانب اللہ ہونے پر ایمان لائے، اور اُنکی حمایت کی، اور اُن کو مدد دی، اور عیسےٰ جو راہ ہدایت انہوں نے اس نور عظیم (قرآن) کے ذریعے سے دکھائی جو اُن کے ساتھ آئے، یا جو اُن کے قلب میں تھا، اُنکی متابعت کرتے رہے تو یہی وہ لوگ ہیں جو اس دنیا میں کامیاب ہوں گے۔

آہ! یہ وہ صادق النسیۃ متابعت، اور وہ محبت لاجل اطاعت ایسی تھی جو مومنوں کے ہمیشہ ال اختلاف و تلوہ و طہارت نفس کا نتیجہ تھی، یہ وہ کرشمہ اتحاد و عمل تھا جس کا قطعی اور حسی باعث ہوتا نفس اور اتقائے خدا تھا، یہ وہ محتبانہ اتقا، اور مقام خدا کا ہول تھا جس کا محسوس صلی وجود خدا کا یقین اور اُنکی خالص عبادت تھی، فَاَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ﴿۱۳۹﴾ یہ وہ غیر

سلہ تو خاص خدا ہی کی فرمانبرداری مد نظر رکھ کر اُنکی خدمت کیا کرو۔ ویکو سچی خدمت گذاری خدا ہی کے شایان ہے۔

(تمہ تحت لہتن صفحہ ۱۷۱) جن کا مرجع رسول ہی ہے، تشبیہ کی ضمیروں کی ضرورت نہیں سمجھی۔ لیکن ابن باتوں سے قطع نظر آیت (۲۵: ۸) میں ظَلَمُوْا کا لفظ سے زیادہ قابل غور ہے۔ مقدمہ کتاب میں کئی جگہ (مثلاً صفحہ ۹۶، ۸۱) پر اس قرآنی اصطلاح کی جامعیت کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔ ان آیات (یعنی ۲۵: ۸-۲۴) سے صاف ظاہر ہو کہ شایع کائنات کی نگاہوں میں ایسے جماعت کی نافرمانی کرنا ظلم ہے اور اس کا نتیجہ عذاب خدا اور عذاب شکست ہو۔ ظلم کے معانی کی یہ دوسری قسط ہے جو ضمتا یہاں پر یاد کر دی گئی ہے۔ پہلی قسط صفحہ ۱۲۰ کی آیت کریمہ (۱۳۹: ۳) کے تحت لہتن میں ادا کی تھی جہاں بتلایا گیا کہ جو قوم بڑول ہو کر میدان جنگ میں لڑتی ہے وہ رب زمین و آسمان کی نظروں میں ظالم ہے۔

۱۷۱: ۸ آیات کے مطالب پر غور کر کے بعد لفظ دین کے معانی اور بھی صاف ہو جاتے ہیں جو صفحہ ۱۶۱ کے تحت لہتن میں بیان ہوئے۔ وَلِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ کا مقصود یہی ہے کہ انسان کا سب سنی و عمل (الدِّیْنُ) خالصۃً (الخالص) خدا ہی کی رضائیں و تقف (لِلّٰهِ) ہو، سب خالص فرمانبرداری (لِلّٰهِ) خالصۃً کی ہو، ماسوا کی نہ ہو، سچے دل سے اطاعت (لِلّٰهِ) خالصۃً، اُنکی حکم کماکین کی ہو، خالص راہ عمل (لِلّٰهِ) خالصۃً، خدا کے لیے مخصوص کر دیا جائے گویا دین کے معنی راہ عمل کے ہیں اور یہ طرز عمل ہی خدا کی نظروں میں کسی شخص کا پھلن یا مذہب یا دین ہو سکتا ہے۔ اعتقاد ہی یا نظری دین کے معنی خدا کی نگاہوں میں کچھ نہیں، جیسے کہ آج کل بعض خوش اعتقادوں نے دین اسلام کو سمجھ لیا ہے نہ تشریح کیلئے اور دینا بچے کے پہلے صفحوں پر غور کرنا چاہیئے۔

محل اور منکر ماسوا توحید تھی جس نے دل کی تسلیم پر خدائے بزرگی کا مل حکومت قائم کر کے انسان کو تسلیم کا غور اور قانون الہی کا پابند کر دیا تھا: **قَالَهُمْ اَللّٰهُ وَاحِدٌ فَلَا اَسْلَمُوا وَكَلِمَاتُ الْفَخْبَيْنِ اَلَّذِينَ اِذَا ذَكَرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالضَّالِّينَ عَلَى مَا اَصَابَهُمْ وَالْمُؤْمِنِي الصَّلٰوةَ وَمَا رَكْعَتُهُمْ يُنْفِقُونَ** (۳۵-۳۴-۳۳) اور یہ وہ ادب آموز باطن، ماحی نفس مبطل کذب، اور محرک اعصاب اسلام تھا جس کا واحد منہاں نظر تقویت قوم اور استحکام جماعت تھا۔ خدائے جل وعز کے اگلے اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے بندوں اور نطفہ منی سے پیدا کیے ہوئے انسان کے رسمی سجدوں، ظاہری عبادتوں، قربانیوں اور بیسوں کی مطابق حاجت نہ تھی: **وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ** (۹۶-۱۳)۔ وہ اس پیچیز بشر کے ترک اولاد اور ترک وطن، ایثار مال، ایثار جان سے قطعی بے نیاز تھا۔ اس کو اس فزہ مقدار اور بے حقیقت انسان کی نصرت کی کچھ خواہش نہ تھی: **وَمَنْ جَاهَدْ فَاِنَّمَا يَجَاهِدُ لِنَفْسِهِ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ** (۶:۲۹)۔ وہ اگر چاہتا تو ایک لکھ کی جھپک میں سرکش اور متمرّد انسان کو فطرت کی زمیں پاش طاقتوں کے قابض ارواح ملائک، اور طبیعت کے عالم آشوب حوادث کے علمبرار مصیطروں کو ایک اشارہ کر کے کھسکا یا پھیر کی طرح نسل ڈالتا:

وَاَوْفَاكَ لَطَمْنَا عَلَى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنَّى يَصْهَرُونَ **وَاَوْفَاكَ لَطَمْنَا عَلَى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنَّى يَصْهَرُونَ** (۶:۴۰-۴۱)

اور اگر ہم چاہیں تو فوراً ان سب کی آنکھوں سے بینائی اچکالیں اور پھر یہ رستے کی طرف ڈریں تو کہاں سے دیکھ پائیں، اور اگر ہم چاہیں تو یہ جہاں ہیں ہمیں انکی صوتیں اور طاقتیں مسخ کر دیں پھر نہ تو ان سے آگے جاتے ہی بن پڑے اور نہ کوئی بن پڑے۔

۱۔ تم سب خدا ہی خدائے واحد پس اسی کے حکام کی تعمیل کیا کرو اور اسی کے آگے سر تسلیم خم کرو۔ اور بے پیر، زاتم ہمارے طرف سے ہمارے حضور میں عاجز بن کر رہنے والے بندوں کو بشارت دو کہ ہم انکی خدمت خوش ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو تعمیل حکام تو نہ کیا، جب اللہ کا نام لے آگے ذکر کیا جاتا تو انکے دل لرزٹھٹھ ہیں اور انکی حمایت میں جو جو مصیبتیں بھی آپڑیں پڑتی ہیں بلیب خاطر وہ ڈھٹ کرتے ہیں اور پر دن میں پانچ وقت ہمارے سامنے ماتھا گریتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انکو دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ ۲۔ اور جو کوئی خدائے معز سے محروم ہو تو اللہ وہ غنی ذات ہے کہ تمام جہاں سے بے نیاز ہے۔ ۳۔ اور جس نے تکلیفیں سہیں اور جہاد کیے، سعی و عمل کیا اور مصائب کا مقابلہ کیا سو وہ کچھ اپنے ہی پہلے کے لئے کر رہا ہے۔ وہ نہ خدا تو تمام عالم سے نطفہ بے نیاز ہے، اُسکے واسطے کسی کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔

۴۔ اس ذاتی مفاد اور لذت نفسیہ کی تشبیح عقرب آئندہ صفحوں میں آئے گی۔ (دیکھو صفحوں ۱۸۰-۱۸۱)

مگر اسکی شان عافیت اور کبریائی اس بات کی مقتضی تھی کہ وہ ہمیں کرام اور کتابِ حی کے ذریعے سے اس ظلم و جہول انسان کو جسے فہم و ادراک کی امانت اپنے ذمے لیکر (۳۲: ۴۲) اور حیوانوں کی غیرتاً اپنے آپ کو قانونِ فطرت سے قطعاً بے خبر کر رکھا ہے، جسکے ایک حد تک صاحب اختیار ہونے کی وجہ سے اسکو اپنی راہِ عمل میں ہر قسم پر لغزش کا سامنا ہے، جو آپ صاحب ارادہ ہونیکے باعث اپنے مالکِ حقیقی کے ارادے سے طبعاً نا آشنا ہے، جسکے صاحب تدبیر ہونیکے جرم میں فطرت نے اسکو اپنے پاس کوئی ہدایت نامہ یا طرزِ عمل مہیا نہیں کیا، جسکے فساد فی الارض کی اور خونریزی کی دوستانیں جسکے ظلم و ستم اور تمرد، نفس پرستی اور خود پسندی کی حکایتیں، اسکی نشاۃِ اول سے پہلے ہی، زمین و آسمان کی حکمرانِ قوتوں، اور مقدس فرشتوں کے بزبانِ چوپکی تھیں، جو آج اپنے علم و عقل کے غرور اور ہوشِ تیز کے گھمنڈ میں کتابِ خدا حتیٰ کہ وجودِ خدا کا بھی مست کبرانہ انکار کر رہا ہے: **أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِنْ نَاطِقَةٍ فَإِذَا هُمْ خَصَمَاءُ مُبِينٌ ۚ وَكَرَبَ لَنَا مَلَكًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ۚ** (۳۶: ۷۷)، جو اپنی تجویز پر نازاں، اور اپنی سعی و عمل پر مستون ہو کر قدرت کی قاہر اور جابر روحانی قوتوں، اور کارخانہ جہان کے اہل اور عظیم المثل اسلاقی اصولوں کی معاندانہ روک اور تمسخر کے درپے ہے: **فَإِذَا هُمْ أَجْمَعُونَ ۚ أَشْأَنَ خَلَقْنَاكَ ثُمَّ إِذَا تُخَوِّلُهَا نِعْمَةً يَتَعَالَا قَالَ لَوْ أَنَّا أَوْفَيْنَاهُ عَلَىٰ وَعْدِهِ لَبَدَّلَ فِيهِ فِئْتًا ۚ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۚ** (۳۹: ۷۹)، مانہ کتابِ حی کے ذریعے سے اس ظلم و جہول انسان کو فطرت کے عالم آرا اسلاقی اور احسانی، مادی اور روحانی قانون سے باخبر کر کے، ابدال آباد تک بخوف و خطر، اور قوت و استقامت سے رہنے کے قابل بنادے، وہ اسکی قوائےِ مدرکہ کے سامنے **فطرت** کی کتابِ مبین کا فوری اور تیارِ مختص پیش کر کے کارگاہ

ملہ کیا انسان کو معلوم نہیں کہ ہم نے اسکو گندے پانی سے پیدا کیا پہنچو کہ تم کھلا ہمارا مخالف بنا رہتا ہے اور ہماری نسبت باتیں بناتے لگاتے، اپنی اہل کو بہول گیا اور کتاب ہے کہ ہمارا گلی سٹری ہڈیوں کو کون از سر نو زندہ کرے گا۔

۱۵ انسان کی عادت ہے کہ جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارنے لگتا ہے۔ پر جب اسکو کوئی نعمت ہم بطور احسان عطا فرماتے ہیں تو کہنے لگتا ہے کہ یہ تو مجھے میری ذاتی یاقت کی وجہ سے (یعنی سمیع و بصیر اور ذہن سلیم کے صحیح استعمال کے باعث) (علی علیہ السلام کا ترجمہ دیکھو صفحہ ۸۳) ملی ہے۔ اسے نا سمجھ انسان! یہ نیت تو آدائش کے طور پر ہی ہو کہ ہم دیکھ لیں تو اسکا جائز استعمال کہاں تک کرتا ہے لیکن افسوس کہ انہیں سے اکثر لوگ ہماری اودست کے قانون کا ظلم نہیں رکھتے۔

سطح، اور اتفاقاً اتحاد کی استوار زمین پر لاکر انکی جماعت کو پیش از وقت شکست کے خوف سے طعی بجا اور بیوقت فنا سے عملاً مامون و مصنون کرنے!

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۝ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ (۱۵: ۱۶)
 اے باشندگان زمین! پروردگار عالم کی طرف سے ہمیں وہ نور اور واضح کتاب آچکی ہے جسے دیکھنے سے خدائے تم کو جو نشانے ایزدی کی متابعت کرتی ہے، قیام فی الارض اور سلامتی کے رستوں پر لے جائیگا، انہیں اپنے فضل و کرم سے جہالت اور نا عاقبت اندیشی کی ظلمتوں سے نکال کر علم اور حفظ نفس کے نور کی طرف لائیگا، اور انہیں اس نعمت عظمیٰ کے سیدھے رستے پر ڈال دیگا!
 وَزَلَّلْنَا عَلَيْكَ الْكَتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ۝ (۱۶: ۱۷)
 اور اے محمد! ہم نے تم پر یہ کتاب اس پائے کی نازل کی ہے کہ ہمیں انسان کے متعلق تمام صوبی قواعد کا مفصل بیان موجود ہے۔ اور تسلیم عمل کرنے والی قوم کے لیے تو یہ سراسر ہدایت ہے، رحمت ہے اور سلامتی اہم کی بشارت ہے!

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِن كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ (۳۹: ۳۸)
 اور ہم نے تو کافرانہ انسان کو راہ ہدایت اور طریق عمل بتلانیکے لیے اس قرآن میں ہر ممکن حالت کو پیش نظر رکھ کر مثالیں بیان کر دی ہیں تاکہ لوگ اُن سے نتائج اخذ کر سکیں۔ اسی وضاحت کے لحاظ سے ہم نے اسکو عربی زبان میں کو باج و سہیں کس طرح کی پیچیدگی یا منطق کی گجی نہیں رکھی۔ اور یہ سب اس لیے

۱۵: ۱۶ کے متعلق بحث صفحہ ۶۲ کے تحت آیت میں گزری ہے: سُبْحَانَ الشَّكْرِ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ قرآن حکیم کا منتہا اقوام عالم کو ممکن فی الارض لفظ نفس کے اصول سکھانا ہے۔ ظلال کا صحیح مفہوم ہی جہالت اور عدم تعقل قلوب خدا کی تاریکیوں کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مقدمہ کتاب میں ثابت کر دیا گیا ہے کہ قرآن کا طغرائے تہیاباؤ کا علم ہی اور یہی بات آیت (۵۱: ۵۲) سے ظاہر ہے جو صفحہ ۱۷ کے متن میں آچکی ہے۔ روحانی ظلمتوں اور روحانی نور کا ذکر بعض ناقرآن شناس مسلمان کرتے ہیں ایک بے معنی سی اور بے نتیجہ بات جو صفحہ ۵۵ کی آیت (۱۱: ۱۲) یعنی نبی مہدی کی توحید اور اللہ پر مکی بحث جہیز کی ضیاء ان آیات کبر سے یہی منبسط ہوتا ہے کہ سُبْحَانَ الشَّكْرِ یعنی حفظ نفس کی راہوں پر چلنا اور جہالت کی ظلمتوں سے نکل کر علم کی منور راہوں پر گامزن ہونا ہی صراط مستقیم ہے۔ صفحہ ۹۳ اور ۹۴ کے حواشی میں کسی قوم کا علم کی حقیقت نامعلوم نہ ہو سکتا، خدایہ پیلنے کے مترادف قرار دیا گیا تھا، اور قریب قریب یہی ضیاء ان آیات میں جو تحوّل اظہار مستقیم کے مکمل مفہوم بیان کرتی ہیں ابھی کچھ دیر ہو کر کسی سبلی قسطی ہے کہ اُس اجتماع خوف (دیکھو سلسلہ تفاسیر تحت آیت صفحہ ۱۷) کے ماحول سے نکل کر سلامتی اور امن کی راہ پر قدم بڑھائے، اور جہالت کی فیوض سے آزاد ہو کر علم کے جہاں کش نور سے مزین ہو۔ یہی صراط مستقیم ہے جس کی درخشاں آیتیں پاچھوٹ خدا کے حضور میں جھکتی ہے: (هُدًى صِرَاطَ الْمُسْتَقِيمِ ۵: ۱۵) اُسے خدا کو صراط مستقیم یعنی سیدھی راہ پر چلا۔

کہ لوگ ان مشرَح احکام کو سنکر اتقا پید کریں، ہر بادی سے بچیں۔ اور غفلت نفس اختیار کریں (یَنْفُتُوْنَ)
وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاخِرُوْنَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِرُوْنَ ۚ يَبَيِّنُ
اَدَمَ اِمَّا يَا اَيُّهَا النَّاسُ رُسُلُكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيَاتِي ۚ فَمِنْ اَتَقٰى وَاصَلٰ فَلَا
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (۳۵-۳۴)

اور ہر ایک قوم کے صفحہ ہستی سے مٹنے کی ایک میعاد مقرر ہے۔ پہر جب انکی تباہی کے اسباب
مکمل ہو چکے ہیں تو اس سے ایک گھڑی نہ پیچھے رہ سکتے ہیں، نہ ایک گھڑی آگے بڑھ سکتے ہیں۔
پھر اگر اس وقت کوئی عذر پیش کرے گا تو ہم کہیں گے کہ اے بنی آدم! اپنے تمہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا
کہ جب کبھی ہماری طرف سے تم ہی میں سے ہمارے قاصد تمہارے پاس پہنچیں اور ہمارے حکام تم پر
واضح کر دیں۔ توجو قوم ہلاکت سے دامن بچا کر چلی اور جسے اپنی حالت کی صلاح کر لی، انکو اس دنیا
میں کسی قسم کا خوف و خطر لاحق نہیں ہوگا۔

بَلٰی قٰمَنَ اَسْمٰہُ وَجْہَہُ لِلّٰہِ وَہُوَ خَشِيْعٌ ۚ فَلَاۤ اٰخِرَۃَ عِنْدَ رَبِّہٖ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْہُمْ
وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ (۱۱۳:۲)

اصل تو یہ ہے کہ جسے اپنے آپ کو ہمہ تن قانون خدا کے سپرد کر دیا، اور اس کے بتائے ہوئے پسندیدہ عمل کیے
تو اسکا اجر تو اس شخص کے پُروردگار کے ہاں سے ملے گا۔ لیکن وہ قوم دنیا میں بے خوف و خطر ہے!
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْكُمْ اِذْ هُمْ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطَ اِلَیْكُمْ اَيْدِیْہُمْ

۱۔ یہ آیت مسئلہ ارتقا کے تحت امتن صفحہ ۳۱ میں آچکی ہے مگر وہاں پر انشائی اور واضح کے صحیح مفہوم کو ملتوی کر دیا گیا تھا۔ اس وقت تک
انقطاع کے الٰہی مفہوم کی کئی شقیں ظاہر ہو چکی ہیں، مثلاً امت و جسدہ بنا (آیہ ۲۳: ۵۲) صفحہ ۱۴۹، باہمی اتفاق قائم رکھنا (آیہ ۳: ۱۹۹)
صفحہ ۱۵۰، ایک دوسرے کو استقلال کی تلقین کرنا (آیہ ۳: ۱۹۹) صفحہ ۱۵۰، تفرستہ نہ پیا کرنا (آیات ۱۳-۱۰۱-۱۰۲) صفحہ ۱۳۲، محنت
میں انسر یقین کرنا (آیہ ۱۰: ۱۴۹) صفحہ ۱۶۰، آئندہ مصائب کے لیے پیش از وقت تیاری کرنا اور غفلت نفس کے لیے مستعد رہنا (آیہ ۱۸: ۵۹)
صفحہ ۱۶۲ وغیرہ وغیرہ سب اعمال انقطاع میں داخل ہیں۔ جس قوم میں یہ فاضلیتیں بدرجہ اتم موجود ہوں گی وہ از روئے تشران
فَمِنْ اَتَقٰى، کہ مصداق ہے۔ اور اس دنیا کے اندر وَلَا خَوْفٌ عَلَیْہُمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ کا مصداق بننا بھی سیکھا حصہ سہا
اصحہ کی تشریح ہی کچھ کچھ ہو چکی ہے۔ مثلاً مَرْحَمًا بَيْنَہُمْ وَالِیٰ آیت (۳۸: ۲۹) صفحہ ۱۶۸ کے متن میں، اور ان آیتوں میں جو
مقدمہ کتاب میں صفحہ ۸۷، ۸۸ اور ۱۵۹ پر جو چکی ہیں۔

۲۔ اسلام اور اخسان کا ذکر جو اس آیت میں آیا ہے وہ دراصل انقطاع اور صلاح ہی کے دوسرے نام ہیں جیسا کہ کچھ دیر
بہن عیاں کر دیا جائے گا۔ اسی لیے مُسْلِمٌ اور مُخْشِنٌ، قوم بھی دنیا میں بے خوف و خطر ہے۔ بلکہ سے دیکھو کھٹا اھد کی ضمیر استعمال کرنا
اور بعد ازاں عَلَیْہُمْ اور یَحْزَنُوْنَ میں جمع کی ضمیر لانے کا مقصود یہ ہے کہ ہر نفس کو اس کے ذاتی عمل کا اجر آخرت کی صورت میں واضح ہو جائے، فَلَاۤ اٰخِرَۃَ
عِنْدَ رَبِّہٖ اور جس قوم کا وہ رکن ہو اسکا دنیاوی اجر کا خوف عَلَیْہُمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ کی صورت میں ہویدا ہو جن یہاں بھی اجتماعی موصول ہو سکا ایک مثال
صفحہ ۳۲ پر گزر چکی ہے۔

كَانَتْ اِيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ذَاتَقُوَّةٍ وَاللّٰهُ عَلٰى الْمُؤْمِنِيْنَ كَرِيْمٌ (۵: ۱۱)

اے ایمان والو! اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جب ایک دشمن قوم نے تم پر پناہ دست تعدی دراز کرنے کا تہیہ کر لیا تھا اور اللہ نے تمہیں صبر اور استقلال، تہور اور اتحاد کا سبق دیکر تم کو ان کے ہاتھوں کو روک دیا۔ اور اے مسلمانو! مقام خدا کا خوف دلیں ہر آن رکھو اس کے احکام کی متابعت کرتے رہو کیونکہ دشمن پر غالب آنے کا راز اسی تقویٰ میں ہے اور ایمان والوں کو چاہیے کہ اپنی حتی الامکان سعی کے بعد تنہا کے بارے میں خدا ہی پر توکل کیا کریں۔

آہ! اُس مالک الملک، اُس رب العالمین خدا کی عالم آرا رواداری امت رسول کے ہی خوف حزن کو امن وامان میں بدل دینے کے ہستام میں تھی۔ قرآن حکیم کے اوامر و نواہی، آجکل کے عام اور پست کن تخیل کے مطابق، دنیاوی نقطہ نظر سے محض بے وجہ اور بے نتیجہ نظریے نہ تھے، وہ کسی شہِ آخرت اور زاد و معاد کے بے سبب اور بے دلیل، انفرادی اور شخصی سامان نہ تھے جن کا تیار کرنا خوشنودی خدا کے لیے "لَا يَزِنُ اللَّهُ رِضْوَانَهُ" (۱۶: ۵) رہا اور فردا ضروری تھا، بلکہ وہ مستقل اور نتیجہ خیز اجتماعی اعمال تھے جن کا اولین پیش نهاد اس دنیا کو خوش اسلوبی سے نبا ہنا ہی تھا۔ خدائے وحد پر ایمان، اسکی عبادت اور طاعت، اس کے تقویٰ اور اتحاد، اس کے جہاد اور ہجرت، صبر اور توکل، بلکہ صدقات اور زکوٰۃ کا صحیح مال یہی تھا کہ دین اسلام مسلمانوں کے متفقہ کسبِ عمل سے دنیا کی تمام مجتہعات پر سیاسی اور اجتماعی معنوں میں غالب آجائے۔ وحدتِ جماعت، مصالحتِ افراد، استلافِ قلوب، اطاعتِ خدا، اطاعتِ رسول، متابعتِ اولوالامر، ایمان کے وہ لاینفک اجزا، اور اتقائے خدا کے وہ ناقابلِ انفصال

۴۴ اس آیت شریفہ کے مطالب کی مسئلہ ارتقا کی شق ۳ و ۴ ص ۱۱۱ سے مماثلت عیاں ہے۔ قابلِ لحاظ بات یہ کہ اس میں دشمن سنی کے نیکلے کو نعمتِ خدا سے تعمیر کیا گیا ہے اور ظاہر کر دیا ہے کہ قانونِ خدا پر چلنا ہی دشمن کے دستِ تشدد سے بچنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ نہیں بلکہ قرآن حکیم کی حکمتِ جامعہ نے حفظِ نفس کا تیرہ ہدف نسخہ "ذَاتَقُوَّةٍ" کے جامع اور ملغ الفانط کے اندر بند کر دیا ہے۔ گویا جس قوم کے افراد میں اتقا کی صلاحیتیں موجود رہیں، جو قوم متحد اور متفق بن کر رہی، جس نے تفرق سے اپنے آپ کو بچائے رکھا اور خطہ تقدیم کے طور پر اپنے آپ کو بہ وجہ مبارک کیا وغیرہ (دیکھو ص ۱۷۷، ۱۷۸) اس پر کسی دشمن کی دست درازی عبث ہے۔ آیت کے آخری حصے سے توکل کے معانی کی ایک جملک نظر آتی ہے۔ گویا توکل یہ ہے کہ انسان قانونِ خدا پر کھڑے ہو کر تلخ کامنظر رہے، عافیت پسند مسلمانوں نے آج توکل کے معانی ہاتھ پر لکھ دیے ہیں:

حصص تھے جبکہ مال کا راجہ اس دنیا میں حصول عافیت اور غلبہ اسلام ہی تھا، فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحْ
ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (۱: ۸)، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا

الرَّسُولَ وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (۵۹: ۱۳)، قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (۱۱۳: ۵)۔ ہجرت اور جہاد کے

جارجانہ اور مدافعتانہ اور امر بھی حفظ نفس اور تقویت جماعت کے وہ عالم آرا، معرکہ الآراء اور حلیل القدر اصولی
تھے جس نے ظہور آفرینش سے آج تک روئے زمین کی ہر زندہ قوم، عالم حیوانات کی ہر صالح اور متعدد نوع،

بلکہ کائنات فطرت کی ہر ذی حیات جنس طبعاً اور حقاً کا رہندہ ہے! شارع فطرت کے نزدیک اعلائے حق
کی خاطر حزب خدا اور علموں بننا ہی وہ لازمہ ایمان، مستحق اجر، اور مستوجب رضا فعل تھا جس کا انجام

راحت دنیا اور صلاح عاقبت دونوں تھا، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ
هُمُ الْمُطِيعُونَ (۲۲: ۵۸)، فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ (۵۶: ۵)، وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (۱۱۳: ۱۳)

۱۔ لیکن اس علم الحاکمین کے مقام منصب سے بڑے رہو اور اگر نہیں اس کے منصب کا صحیح احساس ہے تو آپس میں کامل طور پر متحد اور صاحت سے رہو۔
اور اگر تم ایمان اور تقویٰ کے مدعی ہو تو خدا کے سب احکام کی کلی متابعت کرو اور اس کے علاوہ رسول (یعنی تمہارے امیر جماعت) ہی کو چھو نہیں کہیں مٹا
تعمیل کیا کرو۔

۲۔ اے ایمان والو! اللہ کے احکام کی فوری اور کمالی متابعت کرو، رسول کا کہا بلا چون چسپا نا کرو، اور تم میں جو شخص تمہارے گروہ کا امیر مقرر کیا گیا ہو
اس کے احکام کی بھی پوری متابعت کرو۔ پھر اگر خدا خواستہ تمہارے اور حاکم وقت کے درمیان کسی معاملے میں جھگڑا ہی ہو جائے تو امداد رسول پر
چوڑو اور حاکم جماعت کی اطاعت میں کسر اٹھانا نہ رکھو اگر تم فی الحقیقت اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور روز قیامت کا تمہیں پورا یقین ہے (رسول آپ کی
خدا اور رسول نبی کے کون غلطی پر تھا) ہی تمہارے لیے بہترین طریق عمل ہو اور تمہاری اطاعت گزاری کی بہترین تائید ہے۔

۳۔ تو اس سے بھاگ کر تم میں فی الحقیقت ایمان موجود ہے تو خدا کو ہر دم محسوس کرتے رہو اور اس کا اتقا کرو (یعنی وہ اعمال پیدا کرو جو اتقا کے لیے ضروری ہیں)
خدا اُن سے اُن کے اعمال کے باعث خوش ہو چکا ہے اور وہ خدا سے اپنے کیے کا اجر پا کر خوش ہو گئے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو خدا کی فوج اور اللہ کے سپاہی
ہیں۔ منکرو! بگوش ہوش شن رکھو اور یومنون مطمئن رہو کہ خدا کی فوج ہی اس دنیا میں غلبہ آئیگی اور آخرت میں فلاح پا کر رہے گی۔

۴۔ تو لا محالہ خدا کے سپاہی ہی اس دنیا کے اندر غالب اگر رہیں گے۔

۵۔ اور اگر تم فی الحقیقت ایمان والے ہو تو بلا غم و غم ہی تم غالب اگر رہو گے۔

۶۔ اس وسیع التاویل ایچ پی دہ، لیکن اہم اور سبق آموز آیت کے صحیح مطالعہ کی تصریح دوسری جگہ میں پیش کر دی جائے گی۔ یہاں پر مطالبہ صرف
اس فقید بحث ہے کہ اطاعت خدا، اور اطاعت رسول، کو ایمان کی شرط لا ینفک قرار دیا گیا ہے۔ اطاعت اولوالامر کا سوال بعد میں اٹھایا جائیگا
۷۔ اس آیت میں صریح طور پر اتقا کو شرط ایمان قرار دیا گیا ہے۔ اتقا کے اعمال کا موجود ہونا فی الحقیقت ایمان کے موجود ہونے کے مترادف ہے (دیکھو صفحہ ۱۷۶
آخری سطر)۔

خوشنودی خدا کی خاطر ایثار مال اور اتیانے زکوٰۃ بھی وہ مصدق ایمان، محرک عشق اور مطہر قلب اعمال تھے جن کی تہ میں اسلامی جماعت کی اقتصادی استواری اور مالی استحکام کا عظیم الشان راز مضمر تھا، انہی کے باقاعدہ اجرا و التزام میں تائیس بیت المال کی وہ عظیم المنفعت اور کثیر النفع حکمت پنہاں تھی جو سب مہمات امور میں اور خوف و خطر کے موقع پر، اُمت کو مالی مشکلات سے قطعاً بے نیاز کر سکتی تھی بغیر اس چارہ فرمائے جہاں تک جس کی ذات تجميع الصفات عارضۃً تیلج سے قطعاً مستبعد ہے، اس کام کا فرمائی سے انسانوں کی اپنی ہی یہودی نظیر تھی: هَا أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ تَدْعُونَ لِلنَّفَقَةِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قُلْ

مہ قرآن حکیم نے جہاں فرمائی مال کو ایمان کا جزو عظم قرار دیا ہے، بلکہ ایک رو سے ایمان کی تصدیق کا معیار ہجرت، جہاد فی سبیل اللہ، نصرتِ نبیہ صاہرین کے ساتھ ساتھ (جن کا ذکر صفحہ ۱۱۴ کی آیہ ۸۳، ۸۴ میں ہو چکا ہے) اقامت صلوة اور جہاد بالمال کو بھی تسلیم کیا ہے جیسا کہ سورہ انفال کی ذیل آیت کے الفاظ اولئک ہم المؤمنون حقا کے ظاہر ہے:

الَّذِينَ يُؤْتُونَ الصَّلَاةَ وَنَاكِرَةً قَانِمًا يُنْفِقُونَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ ۖ
رِزْقٌ كَرِيمٌ (۸: ۳-۲)

اور یہ وہ لوگ ہیں جو صلوة پر قائم رہتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دے رکھا ہے انہیں سے ایک مستند بہ حدت تقویت جماعت کے لئے صرف کرتے ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو فی الحقیقت ایمان والے ہی ہیں۔ ہر فرد کا رطل و غل کے نزدیک ایسے ہی لوگوں کے حصے بلند ہونگے، انکی پہلی واما نیکو سے انھیں کیا جائے گا (مغفرت) اور عزت و آبرو کے مقام انکے لئے وقف ہونگے۔

الصَّلَاة کی حقیقت سے یہاں بحث نہیں، مگر المؤمنون حقا کا استعمال تمام قرآن میں صرف انہی دو موقعوں پر ہوا ہے۔ اور ان سے ایثار مال کا مصدق ایمان ہونا ظاہر ہے۔ کلام اتی نے صدقہ (یعنی اتفاق مال) کی مطلق بھی اسی تہ سے منع کی ہے (دیکھو تحت لہتن صفحہ ۱۱) اور اسی شخص کو 'صادق' اور 'مصدق' نہیں دیا ہے جو اپنے زبان سے دعویٰ کو عملاً یعنی زہریں کر کے سچ کر دکھائے۔ سورہ حدید میں ہے:

إِنَّ الْمُصَدِّقِينَ وَالْمُصْبِتِينَ دَافَعُوا لِلَّهِ قَرَضًا حَسَنًا يَضَعُ لَهُمْ وُجُوهَهُمْ (۱۸: ۵۵)

ایسے شک نہیں کہ اپنے ایمان کی تصدیق کرنے والے مرد و تصدیق کرنے والی عورتیں وہی ہیں جنہوں نے فداۃ زمین و آسمان کی خاطر اپنے مال کا بہترین حصہ کاٹ کر الگ کر دیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جنکو ان کے ایثار کا اجر چند در چند کر دیا جائے گا، اور انکے چکر بھی انکی ارض مسرت کا باعث بدلے دیگا۔

ایثار مال کا محرک عشق اتی ہونا سورہ آل عمران کی اس آیت سے ظاہر ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ (۹۱: ۳)

لوگو! خدا کی محبت کے بارے میں تزکیہ نفس اور اخلاص کے مرتبے (الذین) کو تم ہرگز نہ پونچ سکو گے جب تک کہ انکے اعلان میں ان کے کام کی تعمیل میں ان چیزوں میں سے نہ خرچ کرو جنکو تم محبت کرتے ہو (مقابلہ کرو اسکا آیت) وَلَٰكِنْ يَنْ أَمْنُوا حُبًّا لِلَّهِ (۹: ۱۰۳) سے جو صفحہ ۱۱۴ پر لکھی ہے اور جس میں بتلایا ہے کہ خدا کی محبت کے بالمقابل کسی شے کی محبت نہیں ہو سکتی (اور یاد رکھو کہ جو کچھ بھی خرچ کرو گے خدا اس سے خوب واقف ہے۔

اس آیت شریفہ میں بالضرحت اس واقعہ الامر کا اظہار کیا گیا ہے کہ کسی محبوب کی خاطر کسی عزیز شے کا ایثار کرنا عاشق کے شملہ محبت کو اور بہتر کرتا ہے۔ بالخصوص اس حالت میں کہ عاشق طہلح ہو کہ محبوب کو انکے ایثار کا علم ہے۔ بہر کی مکمل تعریف میں ایسی بہت ہے۔ یہاں ہم نے ترجیح میں ظاہر کر دیا ہے کہ

مَنْ يَجْعَلْ فَإِنَّمَا يَجْعَلْ عَنِ نَفْسِهِ ۗ وَاللَّهُ الْعَزِيزُ ۖ وَأَنَّهُمُ الْفُقَرَاءُ ۖ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبَدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ

تَعْلَا لَا يَكُونُوا آمِنًا لَّكُمْ ۝ (۳۸۱۳۷) ۖ وَمَنْ جَاهَدْ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ۝ (۶۱۲۹) ۚ وَهُ

مسلمانوں کے سب اعتقادات اور معاملات اور ہر فعل و عمل کو انکی دنیاوی فلاح و بہبود کی خاطر ہی درست کرنا چاہتا تھا، وہ انکو دنیا کی اس غلبہ شان کشمکش میں غیر اقوام کے بالمقابل قوت اور زور سے رکھنا چاہتا تھا، وہ کائنات جہان کی اس ہولناک اور تاب گسل فراغت میں مسلمانوں کی مسالمتی کے طریقے، حفظ و ان کے دائمی اصول، اور عافیت اور تمکن کے اثل قواعد بتلانا چاہتا تھا، وہ توحید کے متحدہ لقب ماحول اور عبودیت کے سرشارانہ ولولے میں مسلمانان عالم کو ایک نصب العین پر قائم کر کے انکو حقیقت اور حقیقت کے

سلسلہ تم لوگ بگوش ہو جس میں رکھو کہ تم وہ قوم ہو کہ آج تمہیں خدا کی راہ میں اپنے قومی فائدے کے لئے خرچ کرنے کو بلایا جاتا ہے۔ اس پر بھی تم میں ایسے آدمی موجود ہیں جو دینے سے بخل کرتے ہیں۔ اور جو بخل کرتے ہیں تو حقیقت میں اپنے آپ بخل کرتا ہے۔ اور نہ اللہ تو غنی اور بے نیاز ہے اور تم ہی اس کے محتاج ہو اور اگر تم نے حکم خدا سے روگردانی کی تو یہی بخل کے باعث ہلاک ہو جاؤ گے اور خدا دوسرے لوگوں کو تمہاری جگہ لا بیٹھائے گا اور وہ تم جیسے بد عمل، نفس پسند، اور ناکارہ لوگ بھی نہ ہونگے! ۝ اور جسے خدا کی حمایت میں اپنے پیچھے بغیر بہنیں اور دشمن سے جہاد کیے تو وہ اپنے ہی ہلے (یعنی حصول قوت) کیلئے سعی کر رہا ہے۔ ورنہ خدا تو دنیا جہان کے لوگوں سے بے نیاز ہے (۳۹۶-۲۱۵) کو ملاحظہ رکھ کر جاکھن کا یہ ترجمہ کیا گیا

(تمہ تخت اہلن صفحہ ۱۸۰) ماسوا کی محبت سے خدا کی محبت کو مبرا، رکھنا، کائنات کا جزو لا ینفک ہے۔ اشار مال کا مظہر قلب ہوا اور فی الحقیقت پرت کا مقام حاصل کرنے کے مترادف ہی کلام الہی کی اس آیت سے ظاہر ہے:

خَدُّوا عَنْ أَلْفَيْهِمْ صَلَاتَهُمْ وَنَزَّاهُ حُرِّيَّتَهُمْ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ ۖ اللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (۱۰۳۱۹)

اسے پیغمبر ان مشنگین اور منافقین عرب کے (انکے مذہب اور لفاظ کے قلبی مرض کو دور کرنے کی غرض سے) انکے مال میں سے کچھ لئے بطور صدقہ لے لیا کہ یہ صدقہ ہادی النظر میں انکی ضرورت کی کیفیت کی تصدیق کرتا ہے اتم یہ طریقہ غمناک کے فی حقیقت ان کے دلوں کو محبت ماسوا پاک کرنے (نظر میں) اور انکے نفوس کو الایس حیات زور سے مبرا کر دے (نظر میں) اور یہی نہیں بلکہ ان کا شکریہ ادا کیا کرو (صلی علیہم) انکو عاتے خیر و رحمت علیہم) انکے اس فعل کے عوض میں حسین آفرین کو (صلی علیہم) کیونکہ تمہاری شاہان (صلواتک) انکے لئے موجب سکین ہوتی ہے اور انکو اور بھی بہتر کام کرنے بیا دہ کر دیتی ہے اور یوں تو خدا ہر شخص کے ظاہر باطن کو سمجھنے والا مہول کی کیفیات کو خوب جانتے والا ہے۔

صلی اور صلوات کے مفہم کے متعلق تفصیلی بحث صفحہ ۱۳۳ کے تحت اہلن میں ہو چکی ہے۔ یہاں پر اس نقطہ نظر کی کمال تصدیق ہو جاتی ہے۔ اور ظاہر ہو کہ صلوات سے مقصود تحسین آفرین ہو لیکن ہمنما یہاں پر مبرا کر دے کے لفظ سے زکوۃ کی وجہ تسمیہ بھی معلوم ہو گئی کہ زکوۃ فی الحقیقت وہ شے ہے جس سے ترکیب نفس ہو یعنی مال کی محبت گئے اور خدا کا عشق رہے!

۱۰۴۰ آیہ (۳۸: ۳۷) سے صاف ظاہر ہے کہ اتفاق مال فی سبیل اللہ کی صحیح غرض غایت اہلن کی اجتماعی اور سیاسی بہتری ہی ہے، اور یہیں بخل کرنا تو اپنی قومی بہتری میں بخل ہونا ہے۔ اس امر کی تائید مبرا کر دے کے لفظ سے مراد قوم کی دنیاوی اچھی تہذیبی بہبودی سے بخل کرنا ہی ہے۔ ورنہ روز قیامت کے بہشت سے بخل کرنا جیسا کہ بعضوں نے زکوۃ کے اعلیٰ مدعا کو سب کرنے کی غرض سے اپنی طرف سے کھڑا کیا ہے، "وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبَدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ كَذَلِكَ الْخُفَاةُ يَرْتَدُّ جَرْمًا بَعْدَ مَدِينِ آسے میں گویا اشار مال نہ کرنے کا یہ نتیجہ ہو گا کہ قوم کی مالی قوت کو نقصان پہنچے گا، اپنی طرح سے غیروں کے بالمقابل اسکی مہارت نہ دے گی ان

علمدار، اخوت اور مساوات کے مبلغ، عالم آراء عصیت کے محافظ، اور وراثت زمین کے اہل بنانا چاہتا تھا!
 هُوَ الَّذِي ارْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ
 وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَهْلَ آدَمَ عَلَىٰ بَنِي آدَمَ وَنَحْنُ
 الْبَرُّ ۝ تَوَكَّلُوا عَلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذَلِكُمْ
 خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ يَعْرِضُ لَكُمْ دُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلُكُمْ جَنَّاتٍ خَيْرٍ مِّنْ هَٰئِهِنَّ
 الْأُولَىٰ وَمَسْكَنٍ طَيِّبَةٍ فِي جَنَّاتٍ عَذْرَىٰ ذَٰلِكَ الْغَوْثُ الْعَظِيمُ ۝ وَالْآخِرَىٰ تَجُوبُ مِمَّا كُفِّرُوا
 مِنَ اللَّهِ وَفَتْحَ قُرَيْبٍ ۝ وَلَقَدْ نَزَّلَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (۱۳-۹۱۷)

(بقیہ تحت اسٹن صفحہ ۱۸۱) مجاہدین کو ہتھیاروں سے لیس کرنا مستعد ہو جائے گا اور بلاآخر کوئی دوسری قوم جو اعمال میں اس کم ہمت قوم سے بہتر ہوگی
 ان کے ملک پر قبضہ کرے گی اور اس قوم کی سیاسی قوت کو تباہ کر دے گی۔

جن خوش اعتقادوں نے زکوٰۃ، کوہیت المال کی حکمت عملی سے الگ سمجھ کر کسی بجک منگے کو چار پیسے دینا سمجھ لیا ہے انکے لیے یہ آیت اہل
 قابل غور ہے لیکن فی سبیل اللہ کے صحیح معانی اور نزکوٰۃ کے متعلق باقی بحث آگے چل کر آئے گی۔

آیہ (۶۱۲) میں بھی لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ کا لفظ ہے، اور ان دونوں آیتوں کے مضامین کی مماثلت سے ظاہر ہے کہ یہاں بھی قَوْلًا یُّجَاهِدُونَ لِنَفْسِهِمْ سے
 مدعا اپنی دنیاوی بہتری کے لیے سعی و عمل کرنا ہے۔ باغ بہشت کا قصہ جو لوگ آسانی سے وضع کر لیتے ہیں اور چاہتی کے لفظ سے مراد سچ بہتر اور
 روحانی مجاہدہ سے کرنا ہے جیتے ہیں، اسکی سند قرآن میں موجود نہیں۔ بہشت بھی آخرت میں تہی ملکتا ہے جب سب امت امتیوں کی متفقہ طاقت
 عمل سے اُغْلُوکُنْ بنکر رہے۔ ورنہ نہ روحانی مجاہدہ ہے جسے معنی ہیں اور انکی کچھ بہشت نہیں لیکن اس بحث کو چھیڑا یہاں ہم پیش از وقت ہو۔
 ۱۱۔ ان آیات جلیلہ میں چند باتیں غور طلب ہیں:-

(۱) اسلام کا اس دنیا میں منہ تائے وحید اُغْلُوکُنْ اور غالب بنکر رہنا ہے، اور اسی واحد غرض و مطلق سبب رسول خدا صلی اللہ
 علیہ وسلم بھیجے گئے تھے۔ قرآن کے تمام طول و عرض میں رسول کے بھیجنے کی اسکی سو کوئی اور غرض کہیں نہیں بتلائی گئی۔ یہ اس عنوان کا جواب
 ہے جو ہم نے صفحہ ۱۰۱ پر قائم کیا تھا۔

(۲) ہمارا باسیف اور ہمارا مال کا نتیجہ قرآن حکیم نے غلاب الیم سے نہات، ذنوب کی مغفرت، جنت میں داخل ہونا اور اس کا طریقہ بتایا ہے اگر یہ سب
 باتیں روز قیامت سے متعلق کریجائیں تو بھی آخری جتنی ہوتا ہے فَضْلُ اللَّهِ وَفَتْحُ قُرَيْبٍ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ اُنت کی دنیاوی اور اجتماعی بہتری بھی
 خدا کا وعدہ ہے جس نقطہ نظر سے اشار مال یعنی زکوٰۃ کی غرض اور بھی عیاں ہو جاتی ہے۔

(۳) انجیل کی تشریح کے ضمن میں ہم نے صفحہ ۱۱۰ پر دعویٰ کیا تھا کہ قرآن حکیم میں یہ لفظ افوی بادشاہت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے، آخرت کے باغ
 بہشت کے لیے الْجَنَّة کا لفظ مخصوص ہے۔ یہاں پر اس دعویٰ کی بادی النظر غلطی ہوئی ہے مگر چونکہ ساتھ ہی لفظ فَرْحَہ اور فَتْحُ قُرَيْب کے
 الفاظ استعمال کر کے سیاسی اور دنیاوی غلبے کو واضح کر دیا ہے، انجیل کا ذکر ہم اس انداز سے کیا ہے کہ دنیاوی غلبہ اور آخری انجام دونوں معنی لیے جاسکتے
 ہیں گویا جس مجاہد بالمال والا نفس کو یا جو اس کے ہمارے جنت زمین کی بادشاہت نہ مل سکی اس کے لیے آخری جنت مخصوص ہے۔ بطریق کا استثنائی استعمال
 قرآن میں ایک وجہ اور ہوا ہے جو اس کے آئینے کے مستثنیات میں ہیں ان سے نفس دعوے کی تردید نہیں ہوتی۔

(۴) صفحہ ۸۱ کے تحت بہتس میں بشارتِ رسل کی نوعیت و طرح کی گئی تھی یہاں وَلَقَدْ نَزَّلَ الْمُؤْمِنِينَ (۱۳:۹۱) کے الفاظ سے پہلے اس دعوے کی تائید ہوئی کہ بشارت
 اجتماعی ممکن کی بشارت ہی ہے۔ ایمان کی مامیت کے بارے میں اب تک کچھ قرآن حکیم سے مستنبط ہوا ہے یہ ہے کہ (۱) فطرت کا بغور مشاہدہ کرنا (۲:۱۱۶)؟
 (۱۰۰:۶) صفحہ ۱۰۲ اور (۱۰۳:۱) لَنْ نَرِي قَلْبَ كَامُوجِدْ هُوَ (۲:۱۸) صفحہ ۱۰۳، (۳) مخالف متعلقین سے اعلائے اسلام کے لیے قطع قلعہ کرنا آیہ (۲۲:۵۸)

(تحت تحت اہلن صفحہ ۱۸۲) صفحہ ۱۰۳، (۴۴) اُغْبِلْ وَارْجِعْ اور جاکھڑ واپس آئے جہاں پہلے کا مصداق بننا (۲۲: ۴۴-۴۸) صفحہ ۱۰۵، (۵۵) راجھا
 میں جہاد اور ہجرت کرنا، مجاہدین کو مدد اور سپاہ دینا (۸: ۴۳) صفحہ ۱۱۳، (۶۱) مشکک فی الشریعہ اور جہاد بالمال والا نفس کرنا (۱۵: ۴۹) اور (۲۰: ۲۰-۲۱)
 صفحہ ۱۱۵ اور (۸۸: ۹) صفحہ ۱۳۳ اور (۱۱۱: ۹) صفحہ ۱۴۰، (۶۶) ثابت قدم ہو کر کرنا (۳: ۱۳۰) صفحہ ۱۳۰ اور (۱۶۵: ۳) صفحہ ۱۳۳ تحت اہلن: (۸) اُضْبِرُوا اور
 مکیا بڑھا اور اُضْبِرُوا کا مصداق بننا (۳: ۱۹۹) صفحہ ۱۴۲، (۹) دنیا کے اندر جہم کرنا (۱۲: ۲۴) صفحہ ۱۴۳، (۱۰) اعتصام بچل مشکر کرنا اور فرقہ بندی نہ بننا
 (۳: ۱۰۱-۱۰۳) صفحہ ۱۴۴-۱۴۵، (۱۱) دشمن کے دل میں اپنی قوت کی سمیت بٹھا دینا (۵۹: ۲) صفحہ ۱۵۵، (۱۲) آقاؐ کے الٹی کرنا اور سی و گل سے
 قرب خدا کی تلاش کرنا (۵: ۳۵) صفحہ ۱۵۶ اور (۵: ۱۱۲) صفحہ ۱۴۹، (۱۳) اسواسے نہ ڈرنا (۱۳: ۹) صفحہ ۱۵۵، (۱۴) ہمارے وقت لنگ عذرات نہ کرنا۔
 (۹: ۴۴-۴۵) صفحہ ۱۵۸، (۱۵) اولیائے خدا بننا (۱۱: ۶۲-۶۴) صفحہ ۱۵۸، (۱۶) بادشاہ زمین بننا (۱۰: ۳۹) صفحہ ۱۵۹، (۱۷) حفظ نفس کرنا۔
 (۱۸: ۵۹) صفحہ ۱۶۲ اور (۱۱: ۵) صفحہ ۱۶۸، (۱۸) قتال بالسیف کی طرف راغب ہونا (۸: ۶۵-۶۶) صفحہ ۱۶۴، (۱۹) آپس میں کامل طور پر سخت کرنا۔
 (۶۳: ۶۴) صفحہ ۱۶۴، (۲۰) اَشِدُّوا عَلَى الْكُفَّارِ كَمَا كُفُّوا عَنْكُمْ وغیرہ ہونا (۴۸: ۲۹) صفحہ ۱۶۸، (۲۱) امیر جماعت کا کامل طور پر مطیع ہونا (۱۱۳: ۳)
 (۲۲: ۲۰-۲۱) صفحہ ۱۶۸ اور (۲۵: ۲۵) صفحہ ۱۷۰ اور (۲۲) امیر جماعت کی مدد کرنا (۱۵۴: ۴) صفحہ ۱۷۲، (۲۳) اطاعت اولوال الامر کرنا (۴: ۵۹) صفحہ ۱۷۹
 (۲۴) الصلوٰۃ پر قائم رہنا اور الزکوٰۃ دینا (۸: ۳-۴) صفحہ ۱۸۰، (۲۵) يُظَاهِرْهُ عَلَىٰ دِينِهِ کا مصداق بننا (۹: ۶-۱۳) صفحہ ۱۸۲-ایمان ہے۔
 صحیح بخاری باب الایمان میں ہے کہ کیا کون حضورؐ نے فرمایا ایمان کی کچھ اور نہ سنا کچھ شافعی میں جن میں ایک شلخ جیاب ہے، چنانچہ اس وقت تک کہ پھر
 شافعی کی توضیح اس کتاب میں کر دی گئی ہے۔ اس کے بعد اب جہاں جہاں قرآنی آیات میں لفظ ایمان آئے گا وہاں مراد یہی اعمال لینے چاہئیں
 (۵) رسولؐ کے ساتھ اَلْهَدَىٰ اور دین الحقؐ کے پیچھے جانے کا ذکر ہے۔ یونہی کے معنی راہ عمل میں نے صفحہ ۱۶۱ کے تحت اہلن میں ثابت کر دیے ہیں۔ ابن اثیر
 دین الحقؐ اس دنیا میں قوی بنکر رہنے کیلئے وہ صحیح راہ عمل ہے جو عرب نے رسولؐ خدا کی سیادت میں اختیار کی تھی۔ جب تک مسلمان غالب آتے رہے یہ راہ عمل اندر کے
 قرآن درست رہی جب اعلیٰوں نے بکری سے کاغذ بنایا تو مسلمانوں کا طرز عمل بھی دین الحقؐ نہیں بنا، اور یہی ہے لفظ ہر کے علیٰ
 الدین کلمہ کا میناق ایزدی کی جو پور انہیں ہوتا اب ال یہ را کہ اَلْهَدَىٰ کیا ہے۔ اس کا علی الحساب اب نوی قرآن ہے جو مجتہد ہدایت کی گھر صحیح
 مفہوم وہ تکلف نہ اور حجت عمل اور صلاحیت اور استداد کا جو حق و قول دین میں رسولؐ خدا کی تعلیم نے پیدا کر دی تھی اور جہاں قطعاً معقول ہو لیکن بعض محققین نے کہنے کی بجائے
 اللہ اللہ کسی زمانے میں بن اسلام کا واضح نظر ممکن فی الارض اور غلبہ استہرکہ آئیں صدی ہجری کا مشہور مسافر ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ شاہ محمد تغلق کے
 سکوں پر ایک طرف اَرْسَلْ دَسْوَلْہ یا اَلْهَدَىٰ دُوبِنِ الْحَقِّ لِيُظَاهِرْہ عَلَى الدِّينِ کَلِمَہ کے الفاظ لکھے تھے۔ ساتھ ہی اس غلبہ کا قائل کر کے یہی اطاعت امیر مغیر اس
 تازہ ہمارے دوسری پشت میں اطاعت السلطان فقد اطاع الرحمن ہے خوف خدا کا ہونا جو خدا رسولؐ اور سلطان کی اطاعت صلاً ایک ہی شے ہے۔ (دیکھ صفحہ ۱۷۰)

لَقَدْ صَدَّقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الْزُّبَيْرِ بِالْحَقِّ ۖ لَنَلْقِيَنَّكَ مِنَ الْمَسْجِدِ الْمَكْرَمِ تَلَاهِيًا مِمَّا أَوْفَىٰ بِهِ إِلَهُكَ مِنَ الْأَسْبَابِ ۚ إِنَّهُ يَمْلِكُ الْغَيْبَ وَالْنَجْوَىٰ ۚ
مَقْصُورِينَ ۚ لَا تَخَافُونِ ۚ فَكَلِمَةً مَا تَعْلَمُونَ ۚ وَاجْعَلْ مِنْ دُونِ ذَٰلِكَ فِتْنًا ۚ قُرَيْشُهُ ۙ

اسیں شک نہیں کہ خدا نے عزوجل نے اپنے پیچھے ہوتے رسول کی وہ رذیائے قلبی جو اسکو ہمیشہ مضطرب اور شہداء و رفقہ ہستہام کیا تھا میں عالم خواب میں کھائی تھی
بالحقیق یہ کہ کھایا اور وہ نیکو یا یہ بھی کہ اگر خدا سے بے نیاز نہ ہوتی ہمارے سب غل کو پسند فرما کر مناسب جہا (لَا تَلَاہِیَا مِمَّا اَوْفٰی بِہٖ اِلٰہُکَ مِنَ الْاَسْبَابِ) تو تم لوگ مسجد حرام میں سب
دشمنوں سے محفوظ و مامون ہو کر بے خوف و خطر داخل ہو گے، اور وہاں باکر کے حکم مطابق اپنا سر منڈاؤ گے یا بال کٹواؤ گے۔ پھر مسلمانوں! فتح مکہ کے اس
اہم مرحلے تک پونچھ کیلئے خدا وہ وسیلہ تازہ کیا جس کا تمہیں علم نہ تھا (فَعَلِمَ کَا مَہٗ تَعْلَمُوْنَ) اور حدیث کا عندیہ اس کے سرچنے سے پہلے دشمن سے کراویا جو بال حقیقت
لیکن نہ منی شیعہ ہے۔

روای کی حقیقت سے یہاں پر بحث نہیں اگرچہ ہم نے ترجیح میں رویا کے واقع ہونے کی توجہ اور مناسب حالات میں صحیح سعی و عمل کے بعد اسکے صحیح ہونے کی توجہ بھی اشارۃً بیان کر دی ہے مگر یہ ثابت اس امر کا مزید ثبوت ہو کہ مزید بحث اہل بیت یعنی (۲۸: ۲۸) میں لَیْظُهُمْ عَلَى الدِّیْنِ کَلِّتَہُ سے مراد مسلمانوں کا اجتماعی اور سیاسی غلبہ ہی ہو کیونکہ مسجد حرام میں داخل ہونے اور غلبہ قریب کا کوئی ہے اور عوامانی غلبہ، جسکی داستان آج کل کے کم ہمت اور ناکارہ مسلمانوں نے اپنا دل خوش رکھنے کیلئے گھڑ لی ہے، متنازعہ امر نہیں، اور نہ رُومانی غلبہ کوئی ایسی شے ہے جو حیرت و ذلک و کفر و کفر (۳۹: ۳۹) اور لَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُونَ (۳۹: ۳۹) اور لَوْ کَرِهَ الْمُجْرِمُونَ (۴۰: ۴۰) کا اطلاق ہو سکے، اور جس کا فروں کی جڑ بنایا و کٹ سچے، جیسا کہ آگے چل کر سورۃ الفال میں ہے: وَیَغْطِرُ ذَابِقُ الْکَلْبِ نَبْ (۷۸: ۷۸)۔

اور لوگو! خدا تو اس بات کا ارادہ کر رہا ہے کہ اپنے احکام کے قوت افزا اثر سے صداقت کو اس دنیا کے اندر مستحکم کر دے، اور منکرین کی جڑ بنیاد کاٹ ڈالے، اور یہ اس لیے کہ حق کو حق اور باطل کو باطل کر دکھائے اگرچہ ان مجرموں کو براہی کیوں نہ لگے جو اس کے احکام کی تعمیل نہیں کرتے!
 وَيُحِقُّ اللَّهُ الْحَقَّ بِكُلِّ مِثْلٍ وَلَوْ كَرِهَ الْغَافِلُونَ (۸۲:۱۱)

اور خدا اپنے احکام کی قوت افزا وساطت سے حق کو اس دنیا کے اندر مستحکم کر دیتا ہے اگرچہ مجرموں جو خدا کی نافرمانی کرتے ہیں براہی کیوں نہ لگے۔

غلبہ اسلام و اتحاد عالم

لَا تَجْعَلُ فَرْقًا بَيْنَ الْمُحْسِنِ وَالْمُفْسِدِ وَلَا تَقْبَلُ لَهُمَا سَبِيلًا يَسْتَلِيمُونَ (۱۳۶:۱۲)

ہم انبیاء میں سے کسی ایکے یا میں فرق نہیں کرتے (سب کے ایک پیغام کے لئے دلا سچتے ہیں) اور ہم تو درحقیقت خدا ہی کو عالم اعلیٰ ماننے والے ہیں

اُس قاضی حاجات کے پیش نظر واصل ایک ایسی مقتدر جماعت کی تنظیم و تسبیق تھی جو اس جان کی مہذب نفس اور مطہر اخلاق قربانیوں سے دنیا کی تمام اہمتوں پر غالب کر انسان کی دنیوی فلاح اور اجتماعی نجات کا باعث ہو، وہ مسلمانوں کی جماعت کو عبادت خدا کے حوصلہ انگیز عمل، تقویٰ کی وحدت افزائش، اور ایمان کی غلبہ اندوز عزم کے ذریعے سے ہر معاند گروہ سے عمدہ برا کر کے اُس کے عالم آرا اتحاد، او، ناقابل شکست اخوت کی ہمیت دلوں میں بٹھارنا تھا! وہ جہاد فی سبیل اللہ کو حفظ جماعت اور دفاع نفس کا اسلحہ حید اور فلاح عاقبت کا قطعی اور فوری وسیلہ قرار دیکر، متنفس کے دل میں مقابلے کی ناقابل شکست ریح، اور فیروز مندی کی شدید ترپ پیدا کرنا چاہتا تھا! اِذْ لَكُمْ خِيَرَتُنَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (۱۱:۶۱) وہ اسلام کی عالم آرا صداقت، توحید کی ناقابل انکار حقیقت، اور انسان کے مخلصانہ اعمال کے تہلیل اثر سے پہنائے جہان کے اندر اس کی ہمیت اجتماعی میں روز بروز تقدم اور ارتقائی تقویت دیکھنا چاہتا تھا!

اس غلبہ کو پیش نظر رکھ کر اسلام کا اتحاد عالم کی دعوت بنیاد حید کا آگے چل کر وضع ہوگا اظہار میں نظروں میں و متبادلات میں معلوم ہوتی ہیں لیکن انسانی تامل سے نتیجہ یہ ہو چکا ہے کہ اسلام انسان کی ہمیت اجتماعی میں ایک تہجد و عمل (الحمد لله) ایک ناول (الذین)، اور ایک صلہ مستقیم (بین الحق) پیدا کر کے سب کے مجمع کرنا چاہتا تھا۔ سب کے نظر سے اس صلہ رحمت پر علا چلا جاتا تھا تا جبر کا نتیجہ ممکن فی الارض ہو، یہ یوں اور نصیبوں کی طرح ایک شرعی فرقہ بنانا اور اس کا پیش نہاد قطعاً نہ تھا اگرچہ آج بھی ہمارے ہر ایک اور انسان کے معنوی فائدے کو پیش نظر رکھ کر سب انبیاء کو ماننے کا اعلان کیا تاکہ فرقہ کا ذاتی تقصیر میں اتحاد برعاطل نہ ہو (دیکھو ویراج کتاب صفحہ ۶۲)

نہیں وہ سب نسلی اور تمدنی خستہ لافات، اور سب ملکی اور اعتقادی تفرقات کو خدائے مشترک کی مشترک ملازمت (عبادت)، اور ایک قانون اور ایک حاکم کی عملی اطاعت کے بالمقابل نیکیا منیا کر کے، انسان کی مختلف العقائد، متخالف الآراء، اور منتشر الاغراض جماعتوں میں بنی نوع آدم کی طبعی یکپہلوگی، اور کار کا فطر کی جنسی یک وضعی از سر نو قائم کرنا چاہتا تھا، وہ نفس حیات کی اس المناک کشمکش میں خدا پرستوں کی یک عمل اور باعمل، ایک خدا اور با خدا، ایک قانون اور تابع قانون جماعت کو حصول قوت کے محکم حصول، حفظ نفس کے لازوال طریقے، اور دنیوی ترقی کے مستحکم ضوابط سکھا دینا چاہتا تھا!

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ

۱۔ اس آیت میں اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کو اَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ کی مشترک اساس پر بلا مرتد العمل کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ یہود و نصاریٰ کے دونوں فرقے کم از کم بانی طور پر اَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ کے معنی تھے۔ اسی لیے اس کلمے کو کلیدی سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ کہا گیا ہے مگر علامہ وہ خدا کے حکموں کی جو تورات و انجیل میں مذکور تھے کہ نہیں دہرتے تھے۔ اہل کلمہ کے مسلمانوں کی طرح خدا کو منہ سے خدا کہہ چڑنا، یا اس کے نام پر نہانہ پڑھ لینا ان کا رسمی اعتقاد تھا مگر عبادت یعنی ملازمت خدا کی معنی میں ہرگز نہ رہی تھی۔ یہودیوں نے احکام خدا کی تعمیل کو خیر باد کہہ کر، اجار اور یہبان (یعنی استغفوں اور گوشہ نشینوں) کو اپنا محضوم بنایا ہوا تھا، وہ ان کے پیچھے لگ کر ایک دوسرے سے الگ اور منفرقہ بند بن گئے تھے۔ علیٰ ہذا القیاس نصرانی بھی خدا کی اطاعت اور ملازمت کو جوڑ کر اپنے اپنے لیے دنیویوں کے صحیح معنوں میں ملازم بنے ہوئے تھے۔ گویا ان کا مرتبہ عملاً خدا کے برابر بلکہ اس سے بہتر بنا رکھا تھا۔ سورہ توبہ میں اسی عبادت ماسوا کی طرف اشارہ کر کے اجار اور یہبان کو اَدْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ کہا گیا ہے: اَلَّذِينَ اٰتٰهُمْ دُوْنَهَا مِنْ دُوْنِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ (۳۱:۹)، یعنی انہوں نے خدا کو جوڑ کر اپنے عملاً اور مشائخ کو ادریس بن مریم اپنے نبی کو خدا بنا کر لیا ہے اور عملاً ان کی ملازمت اور عبادت میں لگے ہیں۔ اس آیت شریفہ میں فرقوں اولیٰ کے کارکن مسلمانوں کی طرف سے یہود و نصاریٰ کو دعوت ہو کہ اَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ کے اصل اصول پر عملاً کار بند ہو جائیں (یہی معنی تعالٰو الیٰ کے ہیں) اور ہر صاحب تمام تہا یا ہے کہ خدا کی ملازمت کرنا، کسی کو عملاً اور معنی اس کے برابر نہ کرنا، اور خدا کے حکموں کو پس انداز کر کے عملاً اور مشائخ کے سن گشت حکموں پر نہ چلنا ہی عین اسلام ہے۔ گویا یہ زبانی اعتقاد کو خیر باد کہہ کر عمل کی طرف آنا اور خدا کو معنی حاکم اعلیٰ سمجھنا ہی مسلم بننے کے مترادف ہے: (فَقُولُوا اَللّٰهُمَّ اِنَّا اَتَيْنَاكَ مَسِيْلًا) یہ وہ ہمیشہ حال دعوت اتحاد اور وہ وسیع النظر بنائے مصاحبت تھی جس پر قرن اول کے مسلمان سب بننا کو متحد العمل کرنا چاہتے تھے آج جو بدلتے فرقہ بین ان کے اور یہود و نصاریٰ کے درمیان اتق ہو چکا ہے، نہیں، بلکہ جو ناقابل گذر خلیج ان کے آپس کے فرقوں کے درمیان حائل ہو اور جبکہ باعث وہ ایک دوسرے کو کاٹ کھا نہیں مہتر ہیں، اسلام کی ماہیت نہ سمجھتے اور منشا خدا کے مطابق عمل نہ کر سکتے ہیں صریح شہادت: ماہیت اسلام اور اتحاد عمل کے متعلق یہ ہم بحث تفصیل کیساتھ پہر پانچویں جلد میں کیا گئی ہے صریحاً، جو بات غور طلب ہے یہ ہے کہ آج امت مرحومہ کا ایک ایک فرد بذات خود اَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ کے برخلاف صحیح معنوں میں عمل کر رہا ہے۔ یہود و نصاریٰ کی طرح اپنے اپنے اجار اور یہبان کے پیچھے لگ کر فرقہ بند بن چکا ہے، انکو اَدْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ بنا رہا ہے۔ ہرگز نہ نے اپنا اپنا طریقہ الگ کر کے امت کو صدام بلکہ نیرافرقوں میں تقسیم کر دیا ہے اور وہ غرض غایت جو خدا کی مشترک عبودیت اور ایک حاکم اعلیٰ کی اطاعت میں مضمر تھی قطعاً مفقود ہو چکی ہے۔ گویا آج ان کے طرز عمل کو دین اسلام کہنا حقیقت کا منہ چڑا نا ہے۔

ضمناً اس آیت شریفہ میں عبادت کے معانی کی تائید ہو گئی جس پر ایک طویل و طویل بحث صفحہ ۱۸۷ کے تحت المتن میں گذر چکی ہے۔

۲۔ چنانچہ اسی آیت میں ان الفاظ کے بعد: وَلَا تَعْبُدُوا الْاِلٰهَآءَ اِلَّا بِالْحَقِّ (۳۱:۹) کو عبادت خدا صحیح معنوں میں یہی بلکہ نبی خدا ہے، یہاں عبادت کا صحیح معنی سمجھ کر لیا جائے

بِهِ شَيْئًا وَلَا يَسْتَحْذِرُ لِبَعْضِنَا بَعْضًا أَرَأَيْتَ بَارِئٌ دُونَ اللَّهِ قُلْ أَنْ تَقُولُوا أَفَعَدَّ اللَّهُ لَهُ
يَا أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ ○ (۶۳:۳)

اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کہ اسے اہل کتاب! آؤ ہم سب ایک ایسی حقیقت پر متفق ہو جائیں جس کا ہمارے
اور تمہارے درمیان کم از کم زبانی طور پر یکساں اقرار ہے، اور جس پر فی الواقع عمل کرنے میں تمہیں کوئی
عذر ہو سکتا ہے نہ ہمیں، اور وہ یہ ہے کہ ہم ماسوا خدا کے کسی غیر کے ملازم نہ بنیں گے، اور نہ کسی شے کو
اطاعت گذاری میں اس کے ہم مرتبہ کرینگے، اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا اتقا نہ سمجھے گا۔
پھر اگر اس سچی اور مطلق عمل بات کے ماننے سے بھی منہ موڑ لیں تو ان سے کہہ دو کہ اب گو ابھی دو کہ ہم
حقیقت میں خدا کو خدا مانتے ہیں نہ تم۔ کہ صرف تم سے اقرار کرتے ہو لیکن اس کے احکام پر عمل نہیں کرتے۔
قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا مِنْهُمُ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا مِنْهُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا مِنْهُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا مِنْهُمْ
وَالْأَسْبَاطُ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ مَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ دُونِهِمْ لَا نَقْرُبُكَ بَيْنَ آدَمَ
وَنُوحٍ وَخُحْنٌ لَهُ مُسْلِمُونَ ○ قُلْ آمَنَّا بِمِيقَاتِ مَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا مِنْهُمُ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا مِنْهُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا مِنْهُمْ
قُولُوا أَفَأَمَّا اللَّهُ فَبِمَا كَفَبْنَا كُفَرًا اللَّهُ، وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○ صَبَّغَهُ اللَّهُ
وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صَبَّغَهُ دُخْنٌ لَهُ عَمِلُونَ ○ (۱۳۶:۲-۱۳۸)

اے ایمان والو! تم تمام عالم کی امتوں سے مصالحتانہ طور پر کہہ دو کہ ہم تو اللہ کو اپنا خدا مان چکے ہیں اور
ہم قرآن کو اس کا قانون تسلیم کر کے اس پر عمل کرتے ہیں اور ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ جو کچھ ابراہیم، اسمعیل اور
اسحق اور یعقوب اور اولاد یعقوب پر نازل ہوا، اور جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا، اور جو کچھ نیا کے دینا

○ (ان آیات الہی میں اتحاد کی طرف ایک اور اہم قدم بڑھایا گیا ہے اور صاف الفاظ میں تمام انبیاء نے جہاں کو بلا تفریق احد سے منجانب اللہ
تسلیم کر کے متحدہ عمل ہونے کی دعوت دی گئی ہے۔ لیکن اس اتحاد کا اساس کار ہر وہی خدا کو حاکم علیہ تسلیم کرنا (دُخْنٌ لَهُ عَمِلُونَ) (۱۳۶:۲)
اور اس کی عملی عبادت کرنا (وَسُخْنٌ لَهُ عَمِلُونَ) (۱۳۸:۲) قرار دیا گیا ہے۔ قُلْ آمَنَّا بِمِيقَاتِ مَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا مِنْهُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا مِنْهُمْ
ایمان فی حقیقت عمل ہی کا دو سر نام ہے، زبان سے اس کو کچھ تعلق نہیں، جو شخص کہتا ہے مگر کرتا نہیں وہ از روئے اسلام کچھ
نہیں۔ اس امر کی تصدیق میں کہ دعوت عام ہے اور دوسرے محن کسی ایک فتنے مثلاً یہودی یا نصاریٰ کی طرف ہی نہیں بلکہ تمام عالم کی طرف
ہے، قرآن حکیم کی ان آیات کو پیش نظر کرنا چاہیے۔ جن میں بسراحت تمام کہا گیا ہے کہ ہر آفت بلکہ ہر فتنے میں خدا کا کوئی نہ کوئی رسول
ہو گا ہے جو لوگوں کو عبادت خدا کی طرف بلا کرے گا۔ سورہ نحل میں ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الزَّلَّاتِ ○ (۱۶:۱۳۶)

یعنی ہم ہر امت میں کوئی نہ کوئی رسول اس غرض کے لئے بھیجتے رہے ہیں کہ لوگوں کو بتلائیں کہ اے لوگو! اس خدا سے غزو

جہل کی ملازمت خست یا کر لو، اور شیطان کی غلامی سے بچتے رہو۔

اس قسم کی اور آیتیں آگے چلا کر دوسری جگہ میں آئیں گی۔ دریا چہ کتاب میں آئی ہے اسلام کی اس اتحادی دعوت کی حکمت کو دوسرے نقطہ نظر سے سمجھ لیں

پہنچیں اور اپنے پروردگار سے ملا، سب اسی ایک خدا کی طرف سے تھا۔ ہم ان میں سے کسی ایک میں بھی، اس حالت میں کوئی مابہ الامت یا تسلیم نہیں کرتے۔ اور ہم تو ہر نوع اسی خدا کے واحد کے فرمانبردار ہیں۔ تو اگر یہ سب طرح جس طرح تم نے اپنے آپ کو اطاعت احکام خدا کے لیے وقف کر دیا ہے یہ بھی اپنے آپ کو سپرد کر دیں تو بس راہ راست پر آگئے اور تمہاری انہ کوئی وجہ پر غاش نہیں لیکن اگر یہ روگردانی کریں تو سمجھ لو کہ تمہاری ضد پر ہیں۔ پھر اس حالت میں خدا تم کو ان کے شر سے اپنے حفظ و امان میں رکھ گا اور وہی حقیقت میں حالات کا بڑا کھینچ والا اور بڑا جاننے والا ہے۔ ان سے کہہ دو کہ جس مصالحانہ اور اتحادی رنگ میں ہم رنگ ہوئے ہیں یہی اللہ کا رنگ ہو۔ اور اللہ کے رنگ سے بہتر رنگ کس کا ہوگا، اور ہم تو اسی کی خدمت کر نیوالے ہیں۔

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ عَلٰى اٰرَٔٓهٖمُ وَعِيسٰى وَاسْمٰعِيْلَ وَاسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْحَبْطَ وَمَا اَوْثَرٰى مُوسٰى وَعِيسٰى النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ فِىْ بَيْنِ اَحَدٍ مِنْهُمْ وَلَوْ كُنْ لَهُ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۳﴾

اے محمد! ان یہود و نصاریٰ سے صلح صفائی سے کہہ دو کہ ہم تو اللہ پر ایمان لائے ہیں، اور اس کتاب پر جو ہر کوئی لکھی، اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ جو کچھ ابراہیم اور اسمعیل اور یعقوب پر اتارا گیا تھا اور جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ اور دنیا کے تمام پیغمبروں کو ان کے پروردگار کی طرف سے دیا گیا تھا، اسی خدا کی طرف سے تھا۔ ہم ان میں سے کسی ایک میں بھی کوئی فرق تسلیم نہیں کرتے۔ اور ہم تو ہمہ تن اسی خدا کے فرماں بردار غلام ہیں۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَفَعَلَ اللّٰهُ النَّبِيَّيْنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاُنْزِلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبُ بِالْحَقِّ لِيُحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِىْ مَا اَخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَمَا اَخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰوَدُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَكَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَمَّا اَخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاٰذْنِهٖ وَاللّٰهُ يُهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ ﴿۸۴﴾

صفحہ ۸۴ کی آیہ (۸۳) سے اس آیت کی مماثلت عیاں ہے۔ قابل لحاظ بات یہ ہے کہ وَتَحْقُقْ لَهُ مُسْلِمُوْنَ کی شرط یہاں بھی التزام کے ساتھ موجود ہے۔ گویا مشرک بننا خدا کی خدائی کو عملاً تسلیم کر لینے کا ہم معنی ہے۔

مفسرین قرآن نے اس آیت شریفہ کے مفہوم کو کثرت غلط سمجھا ہے اور نہایت لایعنی، بے نتیجہ، اور مستناقض ترجمہ کر کے مطالب کو گڈا کر گئے ہیں۔ میں نے متن میں ایک بامعنی اور مدلل ترجمہ کر دیا ہے مگر ایک باتیں لائق تشریح ہیں:-

(۱) كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً عَنِ النَّاسِ كَانَ کسی گزشتہ واقعہ کو بیان کرنے کے لیے استعمال نہیں کیا گیا، بلکہ ایک ایسے واقعہ الامر کے اظہار کیلئے جو بہر حال درست ہو۔ اس طرح ہر گز استعمال قرآن میں بیسیوں جگہ ہوا ہے۔ ہم صرف سورہ نساء کے پہلے چند رکوعوں سے مثالیں اخذ کرتے

انسان تو حقیقت میں ایک ہی امت ہیں کیونکہ ایک ہی نوع کی مخلوق ہیں اور اسی وحدت کو ملحوظ
 نظر رکھ کر خدا نے انکی طرف مشیت الہی سے باخبر انسان (نبی) بھیجے جو انہیں اجتماعی بقا کی بشارت دے
 اور اجتماعی ہلاکت سے متنبہ کرتے رہے، اور خدا نے ان سب کے ساتھ ہی نوع انسان کیلئے مختلف
 زبانوں میں، ایک دستور العمل بھیجا تھا جو کتاب کی صورت میں تھا اور بنی برحق تھا تاکہ وہ کتاب ان کے

(بقیہ تحت المتن صفحہ ۱۸۸) ہیں، اِنَّ اللہَ کَانَ عَلَیْکُمْ حَکِیْمًا (۱۴: ۱۱)، بیشک خدا بڑا صاحب علم و حکمت ہے، اِنَّ اللہَ کَانَ تَوَّابًا حَکِیْمًا (۱۴: ۱۲)، بیشک خدا بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے، وَکَانَ اللہُ عَلَیْکُمْ حَکِیْمًا (۱۴: ۱۱)، اور خدا بڑا صاحب علم و حکمت ہے، اِنَّ اللہَ کَانَ عَفُوًّا رَحِیْمًا (۴: ۲۳)، بیشک خدا بڑا صاحب عفو و درگزر ہے، اِنَّ اللہَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا (۱۴: ۲۹)، بیشک خدا تم پر بہت مہربان ہے، وَکَانَ لِلّٰہِ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًا (۴: ۳۰)، اور یہ بات کرنا خدا کے لیے بچہ آسان ہے، اِنَّ اللہَ کَانَ یُحْیِی الْمَوْتِی عَلَیْہِمْ (۴: ۳۲)، خدا لا محالہ ہر شے سے مہموب و توفیق ہے، اِنَّ اللہَ کَانَ عَلَی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدًا (۴: ۳۳)، بیشک خدا ہر شے پر پوری گواہی کر رہا ہے، اِنَّ اللہَ کَانَ عَلَیْکُمْ کَرِیْمًا (۴: ۳۴)، خدا مہربان ہے، بَرَّاعِیْمٌ جلیلِ عہد ہے، اِنَّ اللہَ کَانَ عَلَیْکُمْ حَکِیْمًا (۴: ۳۵)، خدا بیشک بڑا صاحب علم و خبر ہے، اِنَّ اللہَ لَا یُغْوِی فِتْنًا لَا یُخْذِرًا (۱۴: ۳۶)، بیشک خدا اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو بڑے اور بڑی باتوں پر دھوکہ دے، لیکن کان کا یہ استعمال خدا عزوجل کی صفات کے متعلق مخصوص نہیں بلکہ ہر واقعہ الامر کے اظہار کے لیے آیا ہے۔ مثلاً سورہ بنی اسرائیل میں ہے: وَکَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوًّا لَّوْہِ (۱۱: ۱۱)، اور انسان بڑا ہی جلد باز ہے، عَلٰی ہٰذَا النِّیَاسِ سَوَّۃُ کُفِّیْہِمْ (۱۸: ۵۴)، اور انسان کثرتِ معاملات میں جھگڑا و لڑائی کی سوتہ ساز ہے، اِنَّ السَّالٰوۃَ کَانَتْ عَلٰی الْمُؤْمِنِیْنَ کَشَبًا مَّقُوُّوۡنَاہُ (۱۳: ۱۰۳)، اس میں شک نہیں کہ نازدہ حکم الہی ہے جو اپنا والوں پر بشیر و نصیحت و نصیحت و نصیحت ہے، سورہ بنی اسرائیل میں ہے: اِنَّ الشَّیْطٰنَ کَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا (۱۴: ۵۳)، بیشک شیطان انسان کے کٹھن و دشمن ہے، الغرض یہاں تک مثالیں لکھی جائیں تمام کلام مجید اُن سے بھر پڑے لیکن اُن کے مطالعے سے عیاں ہو جاتا ہے کہ کَانَ الذَّاتُ اُمَّۃٌ وَّ اِیۡحٰۃٌ (۲: ۲۱۳) میں صرف ایک واقعہ الامر و حقیقت کو بیان کیا گیا ہے، اور وہ حقیقت کہ یہ ہے کہ کُلُّ بَنی آدم فی اُحْثِیۡتِہٖ اَیۡکَی گروہ ہیں، ایک دوسرے کے اعضاء ہیں، انکی نوع ایک ہی ہے، ایک صیغہ شکیل صورت، ایک جیسے اعضا، ایک ہی آبا و اجداد، بلکہ آفرینش ہی ایک ہے جو ہر شے ہی وغیرہ وغیرہ۔ اس وحدتِ نوع کے ہوتے ہوئے اُن میں بنائے نزل و اختلافِ طبعا اور فطر تانا مارا ہے۔ کارگاہِ فطرت کے قانون کے مطابق اگر کسی غیر انسانی نوع یا فرد کو وجہ پر غاش ہے تو صرف غیر نوع کے افراد سے۔ ہم جنس سے برسرِ پیکار اور آمادہِ جدال رہنا مقتضائے طبیعت ہرگز نہیں، اور نہ ادنیٰ مخلوق کی طرزِ معاشرت اس طریق عمل کی تائید کرتی ہے۔ اس آئینِ طبیعت کی طرف محل اشارت مسئلہ ارتقا کے تحت المتن صفحہ ۱۲ میں کیے جا چکے ہیں لیکن تفصیل کے لیے ابھی وقت درکار ہے۔ بہرِ نوع زیر بحث آیت میں اس گراں قدر حقیقت کو آشکارا کر کے کہا ہے کہ شارعِ کائنات نے انسان کو ایک ہی اُمت گردانا انکی طرف مختلف اوقات میں مختلف انبیاء کی وساطت سے، اَلْکِتٰبُ یعنی اُن کا واحد لائحہ عمل بھیجا جو اگرچہ مختلف زبانوں میں آتا رہا مگر اسکا منشا و مصل ایک تھا (وَاَنزَلَ مَعَهُمُ الْکِتٰبَ)۔ اس لائحہ عمل کا مقصد بالذات نسلِ انسانی کو اجتماعی بقا کی بشارت دینا، یا عدمِ تعمیل کی صورت میں اجتماعِ ہلاکت سے ڈرانا ہی تھا، (فَجَعَلَ اللّٰہُ النَّبِیِّیْنَ مُبَشِّرِیْنَ وَنَذِیْرِیْنَ)۔ انبیاء کے پیغام کی نوعیت کے متعلق کافی بحث صفحہ ۸۱ کے تحت المتن میں ہو چکی ہے۔ اور یہاں بھی علی ہٰذَا النِّیَاسِ ہی توجہ بقا کی بشارت مقصود ہے جو قانونِ خدا کی تعمیل کا طبعی نتیجہ ہے۔ اَلْکِتٰبُ کے صحیح مفہوم کے متعلق زیادہ توضیح کرنے کی یہاں ضرورت نہیں۔ کنگے چکر درجہ بندی میں ہم نے ایک مستقل عنوان اس موضوع کے لیے باز رہا ہے، مگر اَنزَلَ مَعَهُمُ الْکِتٰبَ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ وہ لائحہ عمل جو مختلف نبیاء کی وساطت سے آیا فی الاصل سب اقوام عالم کیلئے ایک تھا۔ اور معقول بات یہی ہے کہ ایک خدا کی طرف سے ایک ہی نوعِ انسان کی طرف ایک ہی پیغام ہو، خواہ اُس کے پیغامبر کئی مختلف اشخاص ہوں۔ اسی حقیقت کہ جسے کو مد نظر رکھ کر قرآن مجید نے بلا امتیاز سب اہل انسانی

اعمال کی رہنمائی کرے اور اگر کسی امر میں اُن میں اختلاف پیدا ہو تو اسکا قطعی فیصلہ کر دیا کرے۔
لیکن جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی وہی لوگ اپنے پاس کھلے کھلے اور واضح احکام آئے چھپے اُس کے
مقاصد میں اُسکے معانی اور مطالب میں بجز اختلاف، محض آپس میں سر کے باعث کرنے لگے اور
فرقے بن گئے۔ پھر آخر کار وہ راہ حق جسکے متعلق لوگوں میں اس قدر اختلاف پیدا ہو گیا تھا اللہ نے
اپنے حکم سے ان ایمان والوں کو دکھا دی اور اللہ تو اُسی کو راہ راست دکھاتا ہے جو مناسب سمجھتا ہے

(بقیہ تحت اہم صفحہ ۱۸۹) کتابوں کو الکتاب کے جامع اور مان لفظ سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ آگے چلکر واضح ہوگا، اور یہی وجہ ہے کہ سب
انبیائے جہان کو پنجائے نبی تسلیم کرنا، اور اُن میں کوئی بابہ الامت یا قائل نہ کرنا عین اسلام ہی۔ آیت زیر بحث میں بتایا
کہ الکتاب، اس لیے بھی گئی تھی کہ انسان کی امت واحدہ میں اگر کوئی جنسہ روی یا فرعی اختلاف واقع ہو جائے، تو یہ کتاب جلیل اُسکے متعلق اپنا
قطعی حکم دے کر اُس ختلاف کو مٹاتی رہے، اور ہر نوع انسان پرستور اُنت واحدہ بنے رہیں جیسے کہ وہ نظر ثانیائے گئے تھے، لیکن کونین
التاس فیما اختلفوا فیہ، بعد ازاں انسانوں نے آپس میں صد اور ہٹ دھرمی سے این رو شن احکام (البیت) کو توڑ مروڑ کرنے معانی پیدا کر لیے
اور الگ الگ فرقہ بن دیاں کر لیں۔ کتاب خدا کے سب انسانی معاملات میں آخری اور قطعی حکم ہو نیکی متعلق کئی آیتیں مقدمے کے اخیر (یعنی صفحہ ۹)
میں پیش کر دی تھیں، مگر آیت زیر بحث سے عیاں ہے کہ الکتاب کے بھیجے اور انبیاء کی بعثت کا مقصود بالذات نوع انسانی کو مستحق العرض
اور متفق العمل کرنا ہی تھا، متفرق و فرقہ بند کر کے ایک فریق کو دوسرے کے برخلاف لڑوانا حتم نہ تھا۔ یہ اتحاد عالم کا برتسرار کرنا ہی اسلام
کی تعلیم کا وہ درس اولین ہے جو اُسکے ہر صفحے سے عیاں ہے اور اسی کیلئے حتی الامکان سعی کرنا عین ایمان ہی، (فہکما للہ الذین اختلفوا) یہی سچی
ہدایت ہے اور قرآن حکیم کی حکیمانہ لغت میں ہی صراط مستقیم کے مفہوم کی اہم شق ہے (واللہ یحکم فی ما یشاء الذین اختلفوا فیہ صراط مستقیم
کے مفہوم کی پہلی شق، یعنی علم فطرت کا حامل ہونا صفحہ ۳۷ کے تحت المتن (آیہ ۱۲۴، ۱۲۵) میں، اور دوسری شق یعنی حفظ نفس صفحہ ۷۰ کے تحت اہم (آیہ
۱۵، ۱۶) میں بیان ہو چکی ہے۔ دیا چہ کتاب میں جو دعویٰ میں نے انبیائے کرام علیہم السلام کے ایک پیغام لانے کی بابت کیونچے کی تصدیق یہاں بالخصوص ہوئی
اس آیت شریفہ کے مطالب میں لیاں مقاصد کے باعث معنوی تحریف اس قدر واقع ہو چکی ہے کہ مسلمانوں کے لیے متذکرہ صدر مفہوم کا
معترف بن جانا تاج نہایت غیر مانوس معلوم ہوتا ہے۔ فرقہ بندی اور مذہبی تعصب انسان کے ہر رگ پے میں اس شدت سے سرایت کر چکے ہیں کہ اسلام کو
جامع ملل مذہب یقین کر لینا آج مسلمانیت کے منافی اکثر ہو چکا ہے۔ تاہم اگر غائر نظر سے حقیقت کی طرف دیکھا جائے تو ماننا پڑتا ہے کہ رب العالمین
اور رازق کبر برہمن خدا جسکے نزدیک سب انسان یکساں ہیں، جو سب کو کمال محبت سے پال رہا ہے، جسکے خزانہ غیب سے سب کیساں انعام پارہے ہیں
ایسا حکم دینا کیونکر گوارا ہو سکتا ہے جس سے انسان ایک دوسرے کو کاٹ کاٹ کر کھائیں، اس روحانی باپ کی طرف سے اگر کوئی پیغام ہو سکتا ہے
تو یہی کہ سب انسان مل جلکر رہیں، اتحاد و اتفاق سے رہیں، ایک حکم عطا کے حکموں پر چلیں، شیطان کی ملازمت کم کریں، آپس میں بہائی بہائی
بہیں، وغیرہ وغیرہ۔ یہی عین اسلام ہی، اور یہی سلاف صالحین کے اس قول کا صحیح مفہوم ہے کہ اسلام کے اندر کوئی فرقہ نہیں۔ قرآن حکیم کے پہنچ فی
المطالب اور عریق فی البیان ہونے کی یہ آیت ایک روشن شہادت ہے۔

قرآن کی عبارت کے متعلق ترتیل کے نشانات اور رموز و اوقاف اہل عرب نے نزولِ وحی کے بہت دیر بعد غالباً تاج بن یوسف والی عراق کے ایک
امیر عبدالملک (متوفی ۷۰ھ) کے عہد خلافت میں لگائے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ قرآن کا صحیح علم سینوں کے اندر ناز و ناز تھا۔ یہ وجہ سے کو حوالہ
کے نشان اور اوقاف کی علامتیں اکثر اوقات قرآن کے ربط کو معلوم کرنے اور صحیح مطالب کے حل کرنے میں بہت کچھ مدد دیتی ہیں۔ آیت زیر بحث میں کان الناس
اُمۃ قاصۃ کے بعد علامت تفویٰ جس سے مرویہ کہ مطالب کی تہ تک پہنچنے کیلئے کافی دیر تک ٹھہرنا ضروری ہے اگرچہ ٹھہرنے والے کہاں پر
مسلل عبارت کا لگانا ہوتا ہے۔ یہ دلیل بجا ہے خود اس امر کی شہادت ہے کہ کان الناس اُمۃ قاصۃ کے معنی میں جو اختلاف شارحین کے کہئے ہیں۔ انبیائے
کرام ہرگز اس طلب کے لیے نہیں آئے تھے کہ فرقہ بند بنکر لوگوں کو آپس میں لڑائیں۔

وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَفُتِحَتْ بَابُ الْجَنَّةِ
فِي آفِيئَةٍ يَخْتَلِفُونَ ۝ (۱۹:۱)

اور انسان تو فی الحقیقت ایک ہی امت ہیں لیکن انہوں نے خدا اور کتاب خدا کے متعلق باہمی
خلاف اور بحث و دہری سے اختلاف پیدا کر لیا۔ اور اسے پیغمبر اگر تیرے پروردگار نے انکو ایک معین
امت تک دنیا میں رکھنے کی پہلے سے ہی نہ ٹھان لی ہوتی تو جن باتوں میں یہ لوگ اختلاف کر رہے
ہیں اب تک کبھی کا انکو صفحہ ہستی سے معدوم کر کے فیصلہ کر دیا جوتا۔

لَنْ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أَوْتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا
جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَعِيًا بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ فَإِنْ
حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعْتُ وَقُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ الْأَخْيَرُ
أَسْلَمْتُمْ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ احْتَدَوا وَإِنْ لَوُكُوا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاءُ وَاللَّهُ
بِخَيْرٍ بِالْعِبَادِ ۝ (۱۹:۱۳)

خدا کے نزدیک انسان کا سچا دستور عمل یہی اپنے آپ کو خدا کے ہمہ تن مطیع کر دینا ہے۔ اور انقلاب
اگر اسلام کے اس جامع الناس مقصد کو غلط سمجھ کر آپس میں ایک دوسرے سے مختلف ہو گئے تو اس

مذہب میں بھی وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً سے مقصود ایک واقع الامر کو ظاہر کرنا ہے نہ کسی گندہ شتمہ دلتے کو یا بدولانہ اس طرح کا وَمَا كَانَ کا
استعمال قرآن میں بعض جگہ ہوا ہے مثلاً سورہ شوریٰ کے اخیر میں: وَمَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحِيًا (۵۱:۴۲) اور یہ کسی بشر کی
مجال میں کہ خدا اس سے وہ بدو ہو کر کلام کرے مگر وحی کے ذریعے سے۔ علیٰ ہذا القیاس سورہ نمل میں ہے: مَا كَانَ لَكَ أَنْ تُنْشِئَ شَيْئًا فَهَكَذَا
(۹۰:۱۲) یعنی تمہاری طاقت نہیں کہ ان کے درختوں کو اگا سکو۔ اور سورہ قصص میں مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ طے ہے۔ یعنی انکو کچھ اختیار نہیں ہے۔
ہر نوع یہاں بھی صاف ظاہر ہے کہ منشاء خدا تمام عالم کو متقی کرنا ہے۔ اور یہ کہ انسان اپنی خورانی کے باعث آپ متفرق ہو گیا ہے
نیز یہ باہمی اختلاف اور ایک قوم کا دوسری قوم سے مجاہدے اور محاربے کرنا رب زمین و آسمان کی نظروں میں وہ مکروہ اعمال ہیں جن کا فیصلہ وہ
کسی نہ کسی دن کرے گا اور زیادتی کرنے والوں کو مکاحقہ سزا دیگا!

۝ (الدِّينَ) اور خدا کا وہ طبعی آئین کار (الدِّينَ) (دیکھو بحث اہل حق صفحہ ۱۶۱) ہے جس کا دوسرا نام ایک حاکم اعلیٰ نہ کی امتی میں رکھنا تھا اور
اصلاح بین الناس پر جو اختلاف پہلے حاملین الکتاب میں قائم ہو گیا تھا وہ لوگوں کا خود پیدا کردہ تھا اور اس کا اصلی باعث انسان کی آئین
خدا (الْعِلْمُ) سے بغاوت تھی (بَعِيًا بَيْنَهُمْ) اور نہ (الْإِسْلَامُ) اور (أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ) کی صورت میں اقتراف قطعاً پس دامن نہیں سکتا۔
کہوں کہ ایک آقا کے کسی غلام یا ایک حاکم کے کسی امتحان لازم بشرطیکہ وہ اس کے آقا اور حاکم ہونیکے دل سے مقرر ہوں اور اس کی طاقت مندرجہ سے غور
ہوں آپس میں ہوت پیدا نہیں کر سکتے۔ پس یہی اتحاد، یہی قانون خدا کے آگے سر جھکا دینا، یہی خدا کو خدا تسلیم کر لینا (الْإِسْلَامُ) یہی اور یہی
سچی ہدایت ہے: (فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ احْتَدَوا) یہاں ہر اتحاد کو ہدایت کہا ہے۔ پہلے دو موقع آئے (۲: ۱۳۷) صفحہ ۱۸ و (۱۳: ۱۲) صفحہ ۱۸
صفحہ ۱۸ میں گندہ چکر ہیں۔ امت متاجیرہ اور مباحیرہ کتاب میں میں نے بعینہ یہی اسلام پیش کیا ہے۔ دیکھو صفحہ ۱۸ اقتباس ۲۲ الخ دیکھا ہے

علم کے آئے پیچھے جو انکو نبیوں کی وساطت سے منشاء خدا کے متعلق ملا تھا۔ اور زیادہ تر اس اختلاف کی وجہ آپس میں ضربی تھی۔ لیکن جو شخص خدا کے صریح احکام کو پس پشت ڈالتے ہیں ان سے بہت جلد حساب لے لیتا ہے۔ پس اے پیغمبر! اگر مشیت خدا کی اس کامل تشریح کے بعد بھی یہ لوگ تم سے کٹ جتنی کریں (اور اپنی بزدلی، کم ہمتی، اور مہٹ کے باعث اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر نیے گریں) تو ان سے کہہ دو کہ میں تو خدا کے آگے اپنا تسلیم خم کر چکا اور جو لوگ میرے پیرو ہیں وہ بھی اپنے آپ کو اللہ کے غلام بنا چکے۔ پھر ان اہل کتاب اور عرب جاہلوں کو کہہ دو کہ کیا تم اس بات کے لیے تیار ہو پھر اگر یاں کریں تو بیشک راہ راست پر آگئے اور اگر منہ موڑیں تو اے پیغمبر! تم پر حکم خدا کا پونچا دینا فرض ہے اور بس۔ اور اللہ بندوں کے اعمال کو بغور تمام دیکھ رہا ہے۔

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ يَجْعَلُ مَنِ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنِ يَشَاءُ ط
وَلَسْتَ عَلَىٰ عَذَابٍ مُّتَعَمِّلٌ ﴿۹۳﴾

ہم اس آیت شریفہ میں امت واحد بن کر نہ ہونے کو بصراحت تمام ضلال کما گیا ہے (یَجْعَلُ مَنِ يَشَاءُ)، اور متفق و متحد بننے کو ہر چھٹی یا ہدایت سے تعبیر کیا ہے (يَهْدِي مَنِ يَشَاءُ)، اور غیر مشکوک الفاظ میں دیکھ دی ہے کہ تفریق و انتشار کی پیش خدا کی جانب ضرور باضرورت ہوگی جیسا کہ آج مسلمانان عالم کو پوری ہے، مگر وہ نہیں سمجھتے یہاں نہیں پہنچتا ہی موصولی اور تمام قوم کیلئے آیا ہی پہلی مثالیں صفحہ ۳۴، ۳۵ پر گزرنے لگی ہیں۔ اتحاد کو بالائے نام (۱۳: ۲)، (۲۱: ۹)، (۱۹: ۳)، اور (۹۳: ۱۱) میں ہدایت کے لفظ سے تعبیر کرنا قرآن حکیم کے حیرت انگیز استقلال مطالب اللہ بے مثال تطابق کا وہ بدیع ثبوت ہی جو ہر صاحب نظر پر واضح ہے۔

مشاء کا استعمال اس آیت میں تین بار ہوا ہے اور اس دقیق المطلب مطلق کے متعارف مفہوم کو پیش نظر رکھ کر باقی نظریہ میں اعتراض ہو سکتا ہے کہ جب خدا نے عزوجل نے انسان کو ایک امت بنانا نہیں چاہا، تو اس بچارے کا اس کی کیا قصور ہے، اور جب خدا اپنے حبیبی لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور علی الحساب ہدایت دیتا ہے تو پھر ہم سے پیش کیوں کرے گا اس کی فعل کو کُنْ لَكُمْ لَعْنَةُ اللَّهِ سے تعبیر کرنا ناوا ہے یہ اعتراض بجائے خود اس امر کی روشن دلیل ہے کہ مشاء کے وہ معنی قطعی نہیں ہیں جو عوام نے لے لیے ہیں۔ مشیت خدا کے متعلق مکمل بحث فلسفہ عمل کے عنوان (غالباً تیسری جلد) میں آئے گی مگر مذکورہ صدر آیات کو پیش نظر رکھ کر مختلف پسند ہی انسان کے متعلق پیش ہوتی ہیں ظاہر ہے کہ انسان کے اعمال ہی اختلاف کا باعث ہوتے رہے ہیں، خدا کا منشا ہرگز نہ تھا کہ انسان مختلف الغرض اور منتشر العمل ہو کر رہے لیکن خدا نے عزوجل چونکہ قادر علیٰ کل شے ہے، اور اس کے بالمقابل انسان کا جزوی خستیا بعض میچ ہے، اس لیے بلند مقام نظر سے یہ بھی اختلاف بھی جو انسان نے اپنے اعمال کے باعث پیدا کیا ہے لامحالہ اس کی مشیت کے مطابق ہو رہا ہے۔ اس کے دائرہ قانون و اقتدار سے باہر نہ نہیں ہوتا۔ منشاء اسی اور مشیت ایزدی کے درمیان یہ بائیک فرق بعد میں اور بھی عیاں کر دیا جائے گا لیکن قرآن حکیم میں خدا کے عزوجل کے متعلق مشاء کا استعمال جہاں کہیں ہوا ہے اسی اصول کو پیش نظر پیشتر ہوا ہے اور اس آیت کریمہ میں تو لَعْنَةُ اللَّهِ کو کہہ کر انسانی فتنہ داری کو قطعاً صاف کر دیا ہے۔ پس جب انسان ہی تمام اختلاف کا بانی ہے تو یہ بحث آیت کا ایک ہی مفہوم ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر خدا اپنا منشا کرنا (وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ)، مگر وہ اپنی مرضی کے مطابق کرنا اور تمہاری مرضی کو اپنے منشا میں ڈالنے (وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ) تو تم کو کھمت و جہدہ بنا تا اور روز قیامت تک یوں ہی بنائے رکھتا (لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً)، کیونکہ تم سب ایک ہی نوع کی مخلوق ہو

اگر اسد اپنی مرضی کے مطابق کرتا تو تم کو ایک امت بنا کر رکھتا اور تم میں کبھی کسی اہم امر کے متعلق اختلاف نہ پیدا ہوتا۔ لیکن جسکو گمراہی کا اہل سمجھتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسکو درخود ہدایت دیکھتا ہے ہدایت دیدیتا ہے لیکن لوگو! یاد رکھو کہ یہ سب تفرقہ جو تم بذات خود آپس میں پیدا کر رہے ہو اسکی باز پرس تم سے ضرور ہونی ہے۔

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ جَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ فَأَسْبِغُوا الْخَيْرَاتِ
إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ (۲۸: ۵)

اور اے ساکنان زمین! اگر خدا اپنی مرضی کرتا (لَوْ شَاءَ اللَّهُ)، اگر وہ اپنے حسب پسند کام کرتا (لَوْ شَاءَ اللَّهُ) تو ضرور تم انسانوں کو ایک ہی امت بنا دیتا اور تم سب کے سب متحد الخیال اور متفق الاعمال ہو جاتے اور

(بقیہ تحت المثنیٰ صفحہ ۱۹۲) اور واحد الاصل ہو (بیان اللہ کے لفظ پر زور ہے) لیکن چونکہ اسے تم اشرف المخلوق اور ذی شعور انسانوں کو اپنے اعمال پر ایک بہت بڑی حد تک قدرت دے رکھی ہے اسلئے یہ اختلاف جو پیدا ہو رہا ہے تمہارے اپنے کرمات سے ہے۔ اس صورت حال میں وہ خدا کے عظیم بھی تمہارے اعمال کو دیکھ کر جس قوم کو نا اہل قرار دیتا ہے اپنی مشیت (یعنی قانون اور سنت اللہ) کے رو سے تفریق و شکست کی راہ ضلال دکھاتا ہے، (وَلَكِنْ يَجْعَلُ مِنْ يَشَاءُ) اور جسکو بہرہ جوہ اہل سمجھتا ہے اپنی مشیت کے اہل زور سے اتحاد عمل کا راہ راست دکھاتا ہے، (وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ)، لیکن لوگو! یاد رکھو کہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو اسکی پرسش ضرور ہوگی: (وَلَسْتَ تَخْلُقُ عَمَّا كُنْتُمْ تَخْلُقُونَ) آگے چلکر ہم دوسری جگہ میں عیاں کر دیں گے کہ خدا کے خیر آفریں نے اپنی سب ادنیٰ حیوانی مخلوق کی ہر نوع کو جو انسان کی غیر اند اپنے میں کچھ خستیاں ارادہ نہیں رکھتی، اور جسکا ذاتی اقتدار منشاء خدا میں کچھ خیل نہیں ہوتا، امت واحدہ ہی بنایا ہے اُن کے افراد کے مابین خٹاکوئی ختلاف رونما نہیں ہوتا۔ وہ سب کے سب مختلف جماعتوں میں منقسم ہیں۔ لیکن آپس میں متحد اور متفق ہیں پس یہ انسان کا اپنی نوع کے ساتھ تخالف تباہی فی الحقیقت اسکی خود رانی اور صاحب اختیار ارادہ ہونیکے باعث ہر وہ فطرت کا منشاء ہے جسکو کہ ان کے ایک نوع کے افراد میں اتحاد ہی اتحاد ہے۔

۱۴۔ اس آیت کریمہ سے اور بھی واضح طور پر عیاں ہو جاتا ہے کہ اختلاف کا اصلی باعث خود انسان ہی ہے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَذِهِ السُّبُلَ الَّتِي كُنْتُمْ تَخْلُقُونَ) اور خدا کی عین مرضی یہ ہے کہ بنی نوع انسان متحد ہو کر رہے۔ لکن کجیاریت کے صحیح مفہوم کی تشریح صفحہ ۱۳ کے تحت ملتی ہے جو چوکی ہے اور ظاہر ہے کہ خدا کا کسی امت کو اجتماعی انعاموں سے مشرف کرنا، اس بات کی علامت ہو کہ وہ امت مشیت ایزدی کے مطابق جن رہی ہے۔ درحال کے طور پر وہ امت اُمَّةٌ قَرِيبَةٌ بنکر رہتی ہے اور نہ فرقہ بندی نہیں بنی تو لامحالہ خزانہ خدا سے باوجود شہادت یا آزادی وغیرہ کا انعام باقی رہتا ہے انعام کے بارے میں ایک آیت مسئلہ ارتقا کے تحت المثنیٰ صفحہ ۱۳ میں آچکی ہے۔ اور یہاں بھی ظاہر ہے کہ اقوام عالم کے متعلق منشاء ایزدی انکاسعی عمل اور ایک دوسرے پر مسابقت ہی جو مسئلہ ارتقا کو پیش نظر رکھ کر اس آیت کا مفہوم اور بھی واضح ہو جاتا ہے۔

۱۵۔ آگے چلکر فلسفہ عمل میں ہم ثابت کر دیں گے کہ مشیت خدائی بحقیقت اس کا قانون ہی ہے۔ جو قانون خدا نے عزوجل نے روز اول سے بنا دیا ہے، اُسی کے مطابق عمل در آمد ہوتا ہے، اُنیکے روستے جزا و سزا مل رہی ہے اور وہی اُنکی مشیت ہی۔ ہر معقول حاکم کے شایان شان ہی ہے کہ ایک فہرست جو سمجھتا قانون نافذ کرے اور ہر کے مطابق عمل کرنا اپنا ضرر گروائے، حتیٰ الامکان سب پر قائم رہے، بلکہ اسکو ہر خارجی آسیہ بچائے رکھے۔ خدا کی مشیت الہیاء اللہ کوئی استبدادی مشیت نہیں کہ گمراہی میں لاندہ اور گمراہی میں تولد نہ دہاے بلکہ وہ روز آفرینش سے اہل ہے، ناقابل رد و بدل اور بالاتق ترسیم ہے: فَلَنْ يَخْلُقَ لَكُمْ إِلَهًا تَبْدِيلًا وَلَا تَكُنْ يَخْلُقُ لَكُمْ إِلَهًا تَبْدِيلًا (۲۳: ۳۵)، یعنی اے مخاطب! تو قانون خدا میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پاسے گا اور ہرگز کوئی تحول نہیں دیکھیں گے۔

تم میں کسی امر کے متعلق کوئی کشمکش پیدا ہی نہ ہوتی، لیکن یہ صورت خست خلاف جواب تمہاری
اپنی خورانی، خدا سے گشتگی، اور ضلال کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے اسلئے کہ وہ خدا سے عالمیان تم
سب مختلف شدہ امتوں کا امتحان اُن اہلیتوں کے بارے میں لے جو اسے تم کو دی ہیں (لَقَدْ كَرَّمْنَا
فِي تَالُكُمُ) تو اسے انسانی امتوں! تم بھی اس آدمی میں پورے اترنے، اور اس کشمکش عظیم
میں فتح پانے کیلئے خداوند عالم کے بہترین اجتماعی انعاموں کی طرف مابقت کرو (فَاَسْتَقْبِلُوا
الْحَيَاةَ) جانے رہو کہ تم سب خدا کی طرف لوٹنا، اور اسے حضور میں اپنے سعی و عمل کی جوابدہی
کرنی ہے، پھر اس دن وہ انسانوں کا خالق خدا تم کو اس حقیقت حال سے آگاہ کر دیا جائے گا کہ
تم آپس میں اختلاف پیدا کرتے تھے!

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً ۚ وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ مَخْتَلِفِينَ ۝ (الْاَمِنْ
تَرْجَمَ رَبُّكَ وَلَئِنْ لَانَ خَلَقَهُمْ وَوَدَّ تَكَدُّمَ رَبِّكَ لَا مَلَكٌ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ
وَالنَّاسِ اَجْمَعِينَ ۝ (۱۱: ۱۱۸-۱۱۹)

اور اسے پیغمبر اگر تیرا پروردگار اپنے منشاء کے مطابق کرتا تو تمام لوگوں کو ایک امت بنا دیتا۔ لیکن یہ
لوگوں کی شقاوت ہی کہ وہ ہمیشہ آپس میں اختلاف قائم کرتے رہتے ہیں۔ اور پھر اذیتوں کا اہل ہو کر

مہ جو حیرت انگیز اور موت افزا معنوی تحریف کچھ مدت سے ان دو آیات جلیلہ کے مطالب میں بعض نا عاقبت اندیش مسلمانوں نے عجز اور لڑائی
پیدا کر لی ہے، جس دیدہ دلیری اور ایسی مکروریا سے وہ ان آیات الہی کو سنا کر انکرا اپنی موجودہ فرقہ بندی اور شکست انگیز حالت کو جہت
انسانی "بلکہ مشیت یزدی" پر محمول کر کے موت کی نیندیں لے رہے ہیں اور چاروں عالم سے ایک آواز اس تشبیح کے برخلاف آئینی
و کمانی نہیں دیتی، اس سے آج عالم اسلام کے فقدان فہم و فکر کا خوب پتہ چلتا ہے اور یہ امر متحسّس ہو جاتا ہے کہ جب کسی امت کی اجتماعی موت
تزیب ہوئی ہے تو سب و بصیر اور قلب پر اس کے افراد سے خود بخود خست ہو جاتے ہیں، اور اذیتا جہنم لَمْ يَبْقُ اَوْفًا وَلَا عَيْنًا کاسماں
ہر طرف عذاب بندہ جاتا ہے۔ آج مسلمانوں نے "وَلَئِنْ لَانَ خَلَقَهُمْ" کا یہ مطلب سمجھ لیا ہے کہ انسان فطراناً و خلقاً اختلاف پیدا کرنے پر مجبور
ہو جاتا ہے، اور کوشش کا محالہ اسکی تائید میں ہے! اور اسی لئے مسلمانوں کی موجودہ حالت طبیبانہ اور حکماً لا علاج ہے، بلکہ اختلاف پیدا کرنا اور
امت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے شکست و بخت کے جہنم کی طرف گسیٹنا ہی رحمت الہی کی علامت اور مشیت خدا کی تکمیل ہے! اس شرارت انگیز
انجیل کی تئیں ان ہر طریقت خور نے اپنے ماتم افزا حجرے میں پھینک کر برکت سے کر رہا ہے اور اپنے رزم میں رب زمین و آسمان کی ایک ہم
ہدایت کی تبلیغ کر رہا ہے۔ اور یہ سب نظر و تبلیغ صرف و نحو کے اُن خلافت و قاعدوں کے تیغ میں ہو رہی ہے جن کے پیغمبر قطرب اور کسان
و غیر ہم تھے، اور جنہوں نے اپنی مستبہ کھانے میں کبھی کبھار یہ ہو گا کہ ذلک کما شأنا لہم مَخْتَلِفِينَ ہی ہو سکتا ہے، اور اشارہ بعید کے لئے ذلک کا لفظ
وقضی۔ اس فرمان واجب الاذعان کے لئے ذلک کما شأنا لہم مَخْتَلِفِينَ ہی ہو سکتا ہے، "أُمَّةً وَاحِدَةً" نہیں ہو سکتا۔ اور اسی لئے رب
زمین و آسمان اُن کے رزم میں اختلاف کا یکسر حامی ہے: یہ سب طرز استدلال ظاہر ہے کہ نہایت لغو اور شرمنگاہی۔ اور کسی ذہن سلیم کہ اپنے
قابل التفات نہیں۔ یہاں پر اَلَا مَنْ تَجَمَّزَكَ کے الفاظ صاف ظاہر کرتے ہیں کہ اختلاف پیدا نہ کرنا اور امت واحدہ بنے رہنا رحمت
خدا کی نشانی ہے، اور لَئِنْ لَانَ خَلَقَهُمْ کا اشارہ تفسیر یہ رحمت سمر کی طرف ہے، وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ مَخْتَلِفِينَ کے الفاظ کی طرف نہیں ہوتا

تو ہی رہتے ہیں جن پر تہا پروردگار رحم کرے۔ فی الحقیقت خدا نے انسانوں کو پیدا ہی ایسی کیا تھا کہ ایک امت بن کر رہیں، لیکن اگر اختلاف نہ ملتا تو فرمودہ خدا پورا ہو کر رہیگا کہ ہم کیا ہیں اور کیا انسان سب کو ضرور بہر دیئے، اور نافرمانی احکام کا انتقام لیکر رہیں گے۔

(بقیہ تحت آیت ص ۱۹۴) دور جاڑے ہیں۔ لیکن اتحاد کا اسلامی تعلیم کا جزو عظیم ہونا چونکہ مسلمانوں کی موجودہ منہ تو بند پور کا شہرت سے مانع ہے اور آگے چلکر ایسی امت کے کل جن وانس کو جہنم میں بہر دینے کی دھکی دی گئی ہے اس لیے امت حاضرہ پر جسے لیے امت کے ماضیوں کے زعم میں جہنم کی گنگ مدت سے حرام ہو چکی ہے اسکا اطلاق ختم نہیں ہو سکتا! اس خوش اعتقادی کا نتیجہ بعض اوقات یہاں تک ظاہر ہوا ہے کہ لوگوں نے دلائل خلاقہ تک ایک مضمون سمجھا ہے اور کائنات جہنم میں الجنت والکائنات اجماعاً کو دنیا مضمون فرض کر کے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر گئے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض حلقوں میں جہنم والے آخری جگہ کو پہلے مضمون کے ساتھ ملا کر پڑھنا ناروا سمجھا گیا ہے۔ اور دلیل یہ دی گئی ہے کہ جب اختلاف پیدا کرنے سے مشیت ایزدی کی تکمیل ہو رہی ہے اور یہی انسانی فطرت بھی ہے تو پھر اس انسان کا کوئی قصور نہیں اور جہنم کی سزا بھی اس قصور کے متعلق نہیں۔

اصل کتاب میں ان آیات کے صحیح مطالب افصح کر دیے گئے ہیں اور صاحب نظر بطور خود ہمہ شکائے کہ قرآن حکیم کس استقلال اور انفرادیت سے جا بجا اتحادی نوع انسان کا حامی اور وحدت امت کا مؤید ہے اور تناقض اور اختلاف کے انسانی عیب کے قدر بڑے ہیں۔ لیکن (۱۱۹: ۱۱) کے آخری جملے کے متعلق کلمت کذبت کے معانی کی ضروری توضیح باقی ہے جو یہاں پر لکھ دی جاتی ہے۔

سورہ اعراف میں شیطان کے انسانی لغو کے متعلق یہی خیر مکالمہ درج ہے جس پر آج ہر جگہ حرف بحرف عمل ہوتا ہوا صاف نظر کو نظر آرہا ہے:

قَالَ فَبِمَا أَتَىٰ يَتَّبِعِي لَا تَقْدِرُ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ثُمَّ لَا تَنصِتُمْ قَوْلَ بَنِي آدَمَ وَبَنِي حَافِظِهِمْ وَعَنِ الْبَاءِ
وَكُنْ لَكُمْ يَلِيهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَنْ دُورًا مَّا تَلَوْنَا لَكَ آيَاتِهَا وَمِنْهَا لَا تَكُنْ مِمَّنْ يَنْسِي
وَمَنْ كُنْ أَجْمَعِينَ (۱۸-۱۶: ۴)

پھر شیطان رب زمین و آسمان کی جناب میں یوں گستاخی سے بولا کہ اے مالک کون و مکان! جس طرح تو نے مجھے ناحق ناراد انسان کے صلیع ہو کر نہ رہنے اور اسے آگے سجدہ نہ کرنے کے جرم میں جنت کے آرام دہ سبز زاروں سے نکالا ہے تو میں بھی بنی نوع انسان کی تک میں جبر سے تباہ ہو کر صراط مستقیم پر بیٹھ رہوں گا، پھر انکو اس صراط مستقیم سے ہٹانے کی غرض سے طرح طرح کے لباس پہنکر اور قیاس قیاس کے مکر و فریب بچے اڑھ کر کہی اگے سے آدھا اور پیچھے سے چاروں طرف سے آدھا بنانا کہی بائیں طرف سے آدھا کر دینا اور جس طرح بن چڑے کا سادہ لوح انسان کو ہکا کر رہوں گا، اور اگر میرا تیرا نشانے پر بندھ گیا تو انسانوں میں کبھی کو تو اپنا قدم دان اور طبع نہ پائیں گا۔ شیطان کی اس انتہائی گستاخی پر خدا نے عرض جل تمنا اٹھا اور فرمایا کہ باغ بہشت سے یکدم نکل باہر ہو اور اس کے لیے ملعون اور مردود بنا رہو۔ لیکن بنی نوع انسان جس جس میں نے تیری پیروی کی ہوگی تو یہ میرا حسی وعدہ ہے کہ میں بھی تم سے اور ان سب جہنم کو باب ہر دوں گا۔

شیطان کی ماہیت سے یہاں پر بحث نہیں اور نہ اس پر کہ یہ مکالمہ کیونکر ہوا اور کہاں پر ہوا لیکن ان آیات کے آخری جملے سے ظاہر ہے کہ کلمت کذبت والی آیت یعنی (۱۱۹: ۱۱) میں اسی قول کی طرف اشارہ ہے صفحہ ۱۸۸ کے تحت المتن میں آیت (۲۱۳: ۱۲) کی تشریح کے ضمن میں ہم ابھی ابھی بتائے ہیں کہ اتحاد امت ہی صراط مستقیم کی ایک ہم شق ہے پس شیطان کا صراط مستقیم سے ورغلانا انسانوں کے درمیان نفاق پیدا کرنا ہی ہے۔ اور اسی اختلاف کی منزلیں شیطان اور انسان دونوں کو جہنم میں بہر دینے کی دھکی دی گئی ہے اور صاف فرمایا ہے کہ جو قوم اس طرح پر شیطان کی متابعت کرے گی اس پر یہ قول پورا ہو کر رہے گا۔ بعینہ اسی طرح کا مکالمہ سورہ ص میں ہے:- (باقی)

تمثیل اسلام و نقش توحید

وَلَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ ۚ إِنَّهُ يَكُونُ لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِينًا

خدا کے وجود کی کوئی ایسی دینے ہوئے اعتدال قائم رہی

آہ! یہ وہ ماحی اختلاف، متحد الاعمال، اور جامع الناس اسلام تھا جس کا آماجگاہ سعی روئے زمین پر ایک اُمت کا قیام تھا۔ فطرت کی اساسی وحدت اور اتحاد، اور اولاد آدم کے طبعی اور نبوی

رہنمائی تحت (سورہ صافات ۱۹۵) قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَا تُخَيِّرُ بَيْنَهُمْ أَجْمَعِينَ ۚ إِنَّهُمْ جَمْعٌ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَهُمْ جَمْعٌ بَيْنَهُمْ ۚ (۸۵-۸۲: ۳۸)

۱۔ شیطان لعین نے کہا کہ مجھے تیری عزت کی قسم کہ میں بھی ماسوا ان چند بندوں کے جو خالق تیرے ہی غلام ہیں اور جو میرے بس کے نہیں باقی صوب کو گمراہ کیسے ہوگا۔
 ۲۔ رب تم نے فرمایا کہ بہت قریب تو نے اپنا عندیہ سج کھدیا اور اب میں بھی سج ہی کرتا ہوں کہ اگر یہ تو ہم بھی تم کو بین تھا چلے جائیو گے جہنم میں بلال ہونگے
 ۳۔ یہاں میں نے ان کی تخصیص سے ظاہر کر دیا کہ انسانوں کے سوا خود انہیں بھی جہنم میں بہر دیا جائیگا۔ گویا آیت زیر بحث یعنی (۱۱۹، ۱۱۸) میں مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِينَ کے لفظ جنت سے مراد شیطان یا وہ شیاطین کا گروہ ہے جو انسان کو صراطِ مستقیم سے وغلا تاربتا ہے۔ میں اس موقع پر حقیقت شیطان یا مابہیت جن کی بحث میں پڑنا نہیں چاہتا صرف اپنے قول کی تائید مزید میں سورہ کہف کی آیت کا ذکر کرتا ہوں کہ اَلْحَقُّ فَقَسَّ عَنْ آدَمَ رَبَّهُ (۱۱۸، ۱۱۷) کو پیش کرتا ہوں جہاں بصرحت تمام اہلسن کو از قسم جن کہا گیا ہے جس نے حکم خدا سے سرِ تاب کی نفی۔ جہنم کو ہر دینے کا ایک اور اشارہ سورہ سجدہ میں ہے،
 وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدًى وَلَٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِينَ (۱۳۱، ۱۳۲)
 اور اگر ہم اپنی مرضی کے مطابق عمل کرتے (وَلَوْ شِئْنَا) (یہاں بھی آیت ۱۱۸، ۱۱۷) صفحہ ۱۹۱ کی طرح شیعنا کے تکرار ضرور ہے اور انسانی اختیار اور اس کے اپنے فتنہ میں ذلیل نہ ہونے دیتے تو ہم ضرور بالضرور ہر فرد بشر کو اس کے صراطِ مستقیم اور صراطِ حق (ہدایا) پر چلا دیتے (اور وہ ہدایت لامحالہ یہی انت واحد بننے کی ہدایت ہوتی، لیکن چونکہ انسان اسلاف خود رائے ہی اور ہدایت کو من وعن مان لینا اس کے شران سمجھتا ہے اس لیے لامحالہ میرا وہ قولی پہلے ہو کر رہے گا جو میں نے شیطان سے کیا تھا کہ میں ضرور بالضرور جہنم کو جن و انس سب لہالب ہر کر ہوں گا۔
 یہاں وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدًى اور لَوْ شِئْنَا لَمَّا جَعَلْنَا النَّاسَ اُمَّةً وَاحِدَةً میں سنوئی تکرار و عیاں ہے کیونکہ ہدایت کے قرنی معانی کی ایک اہم شق ہم اتحاد اُمت ثابت کر چکے ہیں (دیکھو صفحہ ۱۹۲) اور یہاں پر اس مفہوم کی تائید مزید ہوتی ہے۔

بہر نوع اس تمام استدلال کو پیش نظر رکھ کر حقیقتِ اظہر من الشمس جو جاتی ہے کہ اُمتِ احمد نے رہنما فطرتِ انسانی ہی اور فتنائے الہی کے عین مطابق ہی، اختلاف کی سڑک سے رنجت کا جہنم میں نیامیں، اور آخرت میں اس سے بدترین حالت ہی۔ اسلام تمام عالم توحید کے نصب العین پر متفق اہل کر کے اُمت واحدہ بنائے آیا تھا، فرقہ بندیاں پیدا کرنا اس کا مال کار سرگزشت تھا۔ سب انبیاء کو منجانبِ انبیا تسلیم کر لینا، سب الہامی کتابوں کو نفسِ مصنوع ایک سمجھنا، ایک ضد کی ملازمت پر متفق اہل ہو جانا، ایک حکم اعلیٰ کو ماننا، اور اس کے سوا کوئی دوسرے رب کے پیچھے لگ کر فرقہ بند نہ بننا، اسلام کی اصلی تعلیم تھی۔ اُمت واحدہ بنے رہنا اس کا تباہ و بصر اکا تقسیم تھا، متحی الغرض اور متفق اہل رہنا اس کی ہدایت تھی۔ یہی اللہ تعالیٰ اور دینِ الحق کا صحیح مفہوم تھا (دیکھو آیت ۱۶۱، ۱۶۲) صفحہ ۱۸۲) اسی فطرت کے عظیم الشان اصل اصول کو لیکر رسول آیا تھا اور اس کا نتیجہ لفظِ توحید کا تھا۔ اسی عمل کر کے قرون تک مسلمانانِ عالم غالب ہوئے، اسی پر آج سب مغرب چلے غالب آ رہے ہیں، یہی دینِ فطرت کی ایک ہم شق ہی جس پر تمام عالم مجبول ہے (قطرۃ اللہ علی ذکر القاسم علیہ السلام ۳: ۲۰) اور اگر آج مسلمان اس سبق کو ہو لکر شکست پر شکست کہتا ہے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ دینِ فطرت سے انحراف کے سوا کچھ نہیں!

انتلاف کی طرف یہ چہنبری بازگشت تھی جسکا اولین پیش نہاد ساکنان عالم کو پابندِ خدا، اور بریدہ ماسوا کر کے ایک کر دینا تھا! دین اسلام کی صلائے عام (۶۳:۱۳)، (۸۳:۱۲)، (۱۳۰:۲۵) انسان کی اعتقادی اور نسلی، ملکی اور تہذیبی تفریق تحسریب کے برخلاف وہ عربہ جو صلا، اور آمادہ پیکار آواز تھی جس سے عہدہ برآ ہونے کی شرط وجہ توحید کا علمی اقرار، اور بندگی خدا کا عملی اعتراف تھا، وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ، وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ (۸۳: ۱۳)، قَدْ دَعَا اللَّهُ تَحْلِيصِيحَ لَهُ الَّذِينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (۱۱۳: ۴) میں المئی مصاحبت اور حبشی اتحاد عمل کی یہی وہ طبعی اور قابل تسلیم بنا، اور یہی وہ مشترک اساس تھی جس پر خلق خدا کے اجماع و انتلاف کا امکان ہو سکتا تھا، اِسِ اللّٰهُ اَحَدٌ کی عملی اور شیخ خیر للکام میں ہی وہ آسمان شکن

۱۵ اور جو شخص اس علی اسلام کے سوا کسی اور مذہبِ عمل کی تلاش میں ہوگا، اُسکا وہ مسلک ہرگز قابلِ قبول نہیں ہوگا، اور بالآخر وہ
نیپاں کاروں میں سے ہوگا۔

۱۵ نوے ایمان والو! اپنی تمام ارادہ مندی اور عقیدت کو اُنسی خدا کے لیے مخصوص کر کے اُس کو بچا کر دو، اگرچہ تم میں خدا کو بڑا ہی محبوب تھے۔

۱۶ یہ آیہ شہیدہ قرآن مجیم میں صعبہ کے متن کی آیہ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ عَلٰى اٰرَٰءِہِیْمُوْہُ وَاٰمَنُوْا بِرِیْضِہٖ وَتَعَقُّوْا مَا لَا تُحِبُّوْنَ وَمَا اُنْزِلَ عَلٰی مٰلِکِیْنِ عَلٰی النَّبِیِّیْنِ مِنْ رَّبِّہِمْ لَا تُفْرِقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْہُمْ وَخُذْ لَہٗ مَثَلُوْنَ ۝ (۸۳/۱۳) کے عین بعد واقع ہوئی ہے۔ دونوں آیتوں کو ملا کر پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ الایسلامہ، وحقیقت انبیاءے جہان کو صرف ایک پیغام بلا تکلیف کا حامل سمجھئے، اُن میں سے کسی ایک کو دوسرے سے الگ نہ رہے، بلکہ سب کا موجودہ یقین کرنے، بہی نفع انسان کو مشترک اساس عمل پر لانے اور خدا کو فعل و عمل میں حاکم اعلیٰ تسلیم کر کے اُس کے قانون پر عمل کرنے کا نام ہے۔ یہی وہ راہ عمل (دین) تھی جسے سوا کوئی اور طرز عمل اختیار کرنا خدا کی نظروں میں پسندیدہ نہ تھا، (فَلَنْ یَّجْعَلَ لَہٗ وَجْہًا) گویا تفرقہ ایجاد دینا، عمل میں اتحاد انسانی کو پیش نظر نہ رکھنا، اور اپنے سعی و عمل کا مطمح نظر اصلاح بین الناس نہ بھننا وہ شیعہ کا ہے جس کا نتیجہ بہت بُرا ہے، جس کا انجام شکست و بخت ہے: (وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰخِیْرِ) جس میں باآخرا نامرادی ہی نامرادی ہے۔ یہ دونوں آیتیں اسلام کو محبت اتحاد ثابت کرنے میں بے مثل ہیں مگر آج لوگوں نے آیہ وَمِنْ وَجْہٍ یَّخْتَلِمُ کا مطلب یہ سمجھ لیا ہے کہ جب تک کوئی تفرقہ نہ برجم اپنی چوٹیا کا کر اور نہ تار نوٹ کر کسی امام سجدہ کے ماتھے پر اُس کے کھنکے کے مطابق کلمہ شہادت نہ پڑھ لیا، اور بعد ازاں شخصوں تک کے پائیچے والے پا جائے اور شرعی جیتہ دوستار کو تادم موت اپنا اسلامی شعار نہ بنائے گا تب تک اس بے چارے کو قیامت کے دن گھانا ہی لگاتا ہے۔ گویا آخرت کو تدمارنے کے لیے اس ہیئت کذافی میں ہونا لازمی ہے۔ اور رب زمین و آسمان اسی طرح کی قطع کی ہوئی قیص وازار کو پسند فرماتا ہے۔ کسی دوسرے خیاط کے ہاں کا بنا ہو کپڑا اس کو پسند نہیں۔ آہ! بقرآن حکیم کے الفاظ اسی طرح باقی ہیں صرف روح نکل چکی ہے۔ اور حکمرانی حقیقت شناس اور وقیفہ رس قوم کے جسم کی کہیں بن رہی ہے۔ مگر جس خوم میں حلول کر گئی ہے۔ اُس کی لگ رنگ میں کراہیں حیات کا عالم انگریزوں ڈرامہ کی جو سلمان لکھنا اپنے اس شرعی اور دوت انگیز اسلام کو سلام سمجھتے رہیں لیکن اسلام دیں ہی جہاں اُس خدا نے بے نیاز اور حاکم عادل کی طرقت قبولیت کی سن رہی ہے، جہاں طاقت اور حکومت، عز و شرف کا دریا اندر رہی، جہاں سلطنت لڑنیاں بنی ہوئی ہیں، جہاں بادشاہت زمین کی عروس جلوہ گر ہے۔ جہاں ولت و قدار عباد حکم کی دیویاں تھکا ہاتھ سے کٹ رہی نہ تھکے جہاں سب طرف عز و سکنت کی غرقہ بچا کر ہے، مانگے ہوئے گھڑوں پر گزراہ، اور جوں میں جزو بدن ہم ہیں!

۱۷

طاقت، اور وہ انجذابی اثر نہاں تھا جو ہر مقامی نصب العین، اور ہر نسلی مطمح سر کو نالائق التفات کر دیتا تھا! اسی حقیقت کی عالم آرا عظمت، اور مستم بالشان نافیت کے باعث مومن کا ایمان ایثار کا لازوال مصدر، اسطرارِ عمل کا عظیم الشان پیکر، اور سچوم قوت کا بے خوف و خطر مسکن بن گیا تھا۔ لیکن یہ توحید ہی وہ مسکنِ قلب اور ہر کی نفس دوا تھی جو غلبے کے سُکرا اثر کے باوجود قدم قدم پر بھی جذبات کو مشتعل ہونے سے روکتی تھی، جو بڑے سے بڑے دشمن کے بالمقابل رفق و مسامحت، حسنِ معاملات اور اخلاق کے ملکوتی صفات کو ہر مومن کے قلب میں جو بن کر رکھتی تھی، جو احتسابِ نفس کی پیم و برید کے باعث اُسکے ادنیٰ سے ادنیٰ عمل کو بھی حدِ اعتدال سے گزرنے نہ دیتی تھی، جو حقِ خدا کی ہر دم محافظ، اور حقوقِ عباد کی ہر آن نگران تھی، جس نے حُسنِ حِلاقی کی ربانی فضیلتیں، اور خوفِ خدا کی تدو سی بزرگیاں ہر تنفس کے اعمال میں جاری و ساری کر دی تھیں، جسکے صحیح نقش نے مومنوں کے زندہ قلوب میں باہمی محبت کا جس، اور یک نگی کی لہر دوڑادی تھی، جسکے مصلح اعمال اثر نے مسلمان کی زندگی کو ہر انسان کے لیے قابلِ تقلید نمونہ بنا دیا تھا۔ اسی توحید کے نفع مند اور تیسرے خیر یقین نے، مسلمانوں کے روزانہ معاملات میں بلا تفریق قوم، اور بلا امتیاز مذہب رستی اور صلاحیت پیدا کر دی تھی: **بَلَىٰ مَنْ أَوْفَىٰ بِوَعْدِهِ وَاتَّقَىٰ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ** (۵۵:۳)۔ میدانوں میں لڑنے والے یشیر ہر ہر، اور پہاڑوں سے ماتھ پائی کرنے والے یہ

سچ تو یہ ہے کہ جو شخص بھی اپنے عہد پر قائم رہا، اور خوفِ خدا کے باعث بد معاہلی سے بچا تو اسے تقویٰ کرنے والوں کو بیشک دوست رکھتا ہو۔

توحید کے سعلق میں نے قطعی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ اس کا اٹل نتیجہ اتحادِ قلوب ہے علیٰ ہذا القیاس جو قومِ متحدہ ہے اُسکے افراد کے دلوں میں توحید بس ہی ہے! چونکہ سب ایک کام کرتے ہیں اسلئے انکا آقا بھی ایک ہی جو قومِ منفرد ہو اُسکے خدای الگ الگ ہیں بلکہ اسکا خدا و حقیقتِ شیطان جو چاہیں اور ہیں ڈانٹا جتا ہی ہر شخص اپنے پڑ خدائیں نہ کہے۔ اسی لیے تجاویز کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوتی۔ یہی رازِ اللہ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** (۱۱۳:۱) منور ہے، الفاظ میں شعر تھا۔ اسی نظر سے توحید کی اہمیت نظر آتی ہے یہاں ایفا سے عہد کو اتنا سے اتنی پر محمول کیا گیا ہو گویا جو شخص اپنے قول کا پکا اور معاملے کا مستباز ہے وہ خدا سے صحیح معنوں میں رزنا ہے، اسکو اللہ کے ہر دم حاضر و ناظر ہونے کا یقین ہے، وہ فی الحقیقت اُس پاک ذات کو اپنے اور سرِ رقی ثانی کے درمیان گواہ (یعنی شاہد) اور ضمان شہیرا کر عہد کرتا ہے، اور ہر ایسی جلیل القدر ذات کی ضمانت میں اُس عہد کو نہانے کے بیئے اپنی جان تک کی پروا نہیں کرتا۔ ایسا کھر شخص اور ایسی خوش عالم قوم بلاشبہ خدا کی دوستی کے قابل ہے **إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ** (۱۱۶:۱)۔ اسوہ نخل میں ہے:

وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلَهُ اللَّهُ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا ۚ إِنَّ اللَّهَ يَكْتُمُ مَا

تَعْمَلُونَ (۹۱:۱۶)

جاننا بطل، اسلام کی تنہی صدا اور اللہ کے امر و نہی کے آگے یوں جھک گئے تھے کہ انکے اعمال کو بھی
بعض اوقات ان کی بشریت پر گمان گذرتا تھا! وہ سلاطین عالم پر حکم کی نظر رکھتے تھے، مگر سنگبار توغلی کا

(بقیہ تحت المشرق صفحہ ۱۹۸) اور لوگو! جب جب کسی شے کے کرنے کا اپنے دل میں عزم مصمم کرو تو اس خدا سے باندھے ہوئے عہد کو پورا کر کے رہو! اور یہی
نہیں بلکہ ان معاهد کو جنکو تم اپنے واسطے ہاتھوں (الایمان) کو ایک دوسرے سے ملا کر دیتے ہو، چٹکائے پیچھے نہ توڑو کیونکہ اگرچہ معاہدہ دو
شخصوں ہی کے درمیان ہوا ہے مگر تم فی الحقیقت خدا کو اپنا ضامن ٹھہرا چکے ہو۔ اور میں شک نہیں کہ جو کچھ تم کر رہے ہو خدا اُس سے بخوبی واقف ہے۔
اسلام نے ایفائے عہد کو ہر حالت میں سختی سے برقرار رکھنا اپنے پراسقار لازم کر لیا تھا کہ عین اسوقت جب کہ اکیس برس کی مسلسل سعی و عمل کے
بعد دینے میں مسلمانوں کی اجتماعی طاقت اوج کمال پر پہنچ چکی تھی، جب دشمنان دین کو خدا کی جانب سے قتال کی صلائے عام مل رہی تھی اور
برارت کی آیتیں نازل ہو رہی تھیں، رب عزوجل نے مسلمانوں کو عہد پورا کرنے کی بہر حال تلقین فرمائی اور کہہ دیا کہ میری دوستی کا تقاضا یہ ہے
کہ میری ضمانت رسولانہ ہونے پائے، جب تک عہد ہو چکا ہے تب تک قائم رہے بعد ازاں تمہارا اختیار ہے لیکن اُس سے پہلے دشمنوں
کو چھڑنا اتفاقاً خدا کے برخلاف ہے۔

إِنَّا إِنَّمَا نَعِدُّكُمْ مِنَ الْمَشْرِقِ نَحْنُ لَكُمْ بَعَثْنَا ذَاكُمُ يُطَاوِلُكُمْ وَأَعْلَىٰ كُنْزُ أَحَدٍ أَفَاتُ جُؤَالِكُمْ عَمَدًا هُمْ إِلَى
مَنْ يَهْدُوهُ إِنَّ اللَّهَ يَجِبُ الْمُتَّقِينَ (۳۰:۹)

ہاں یہ سب کرو لیکن دشمنان دین میں سے جن لوگوں کے ساتھ تم نے صلح کا عہد بیان کر رکھا ہے، اور بعد ازاں انہوں نے ایفائے عہد میں
تمہارے ساتھ کسی طرح کی کمی نہیں کی، اور نہ تمہارے مقابلے میں کسی کی مدد کی، وہ متفقہ ہیں۔ ان کے ساتھ جو عہد بیان ہے اس سے
تک جو انکے ساتھ ٹھہری تھی پورا کرو۔ اور جانے دو کہ خدا نے بے نیاز انہی لوگوں کا دوستی جو اُس سے صحیح معنوں میں دیتے رہتے ہیں
اور ہر حال انکی آبرو کو برقرار رکھتے ہیں۔

یہاں چھ سورتوں کے تفاوت کے بعد ایفائے عہد کے بارے میں پہلی آیت (إِنَّ اللَّهَ يَجِبُ الْمُتَّقِينَ) کے الفاظ ذکر کرنے کے اور تکمیل عہد کو اتفاقاً الہی
پر ماحول کرنا قرآن کے حیرت انگیز لطافت اور انکا مطالبہ کا بدیہی ثبوت ہے۔

عہد و پیمان کو برقرار رکھنا، آپس ذاتی اغراض کو ہر حال حائل نہ ہونے دینا، ہر دم خدا کو فریق ثالث سمجھتے رہنا، اور ایفائے عہد کا اطلاق
بلکہ تفریق رنگ و نسل ہر قوم پر کرنا وغیرہ عظیم الشان سیاسی اصول ہیں جن پر سلطنت کی بنیادیں ستوار ہوتی ہیں۔ جس تک مسلمانان عالم
نے اس اصل اصول کو برقرار رکھا وہ تمام عالم کے بادشاہ بنے رہے، جب ان سے جیل تین چھوٹ گئی، اور مغربی اقوام کی استواری عہد کی دھاک
جیشی تو مغرب کو ایشیائی اقوام پر وہ تسلط و تکلف اور عیسیت کو ذرا پرہیزگار اور کھانسیا ہوا کہ دنیا عیش و عشرت کر لے، اور آج حکمہ جنگستان کے عدم اتفاق اور
بدعہمدی کا چرچا ہر جا ہوتا ہے تو اس کے رعب و فکار کی بنیادیں ہی اس تیزی سے ہل رہی ہیں کہ ہر صاحب نظر قانون خدا کے نکل جانے کا ثبوت
پاکر کھپکا جاتا ہے۔

قرآن حکیم کے عجائب خانے کے اندر آیتیں وہ غریزہ القدر جو اہریر سے ہیں جو تمہوں کے اندر پیٹے ہوئے موجود ہیں، انکی قدر و قیمت
کا صحیح اندازہ لگانا، انکی حکمت عالیہ کی تہ تک پہنچنا، اس کام کا متناہی نہیں! یہ وہ انمول موتی ہیں جنکو نااہل کا ہاتھ لگنا بھی جائز نہیں، وہ انکو
سنگ خد سے سمجھ کر ہینک دیگا، انکے اُسے سیسید معافی کر کے ولیم اساطیر الاولین سمجھ لیگا۔ لیکن جن قوموں نے ان کثرت کشا اصول کو لیکر
خزانہ غیبیہ انعام پاسے ہیں وہی ان الفاظ کو سمجھیں گی، نادان کیا سمجھے اور کیا پاسے اسکا پلید و مانع اور نارسا ذہن قرآن کے پاکیزہ مقولات کو عرض
بحث میں لاکر وہ حقیقت پلید کر رہا ہے اور اسی لئے قرآن عظیم کو ایسے شخص کے ہاتھ لگنے سے چڑھے،

إِنَّكَ لَنَرَىٰ ظَنَّهُمْ ۚ فِي كَيْبٍ مَّا لَنُورٍ ۚ لَا يَسْتَلِئُ إِلَّا السَّيْهَاءُ وَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ فِتْنَةٌ ۚ يَلْبَسُونَ ثِيَابًا مِّنْ ثِيَابِ الْعِلْمِ (۵۷: ۸۰-۸۱)

تم سوئے برادر کی پہلی آیتوں کا نزول سہلہ میں ہوا تھا گو یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تلخی کو ایتیں برس گزر چکے تھے۔

اُن میں نام نہ تھا! ولا تَشْرَعُ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَكِن تَبْلُغُ الْجَبَالَ طُورًا (۱۷: ۳۷) وہ آسمان کی زمینوں پر تمکن کے چشم براہ تھے، مگر اللہ کی اس زمین پر دھیمے چلتے تھے! وَجِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامٌ (۱۷: ۷۳) مغرور و مست کبر شمشاہوں کے تاج آئے دن

۱۷ اور اسے انسان! میری اس زمین پر اگر کثرت چلا کر کیونکہ اس دھماکے کے ساتھ چلنے سے تو زمین کو پھاڑ نہیں سکیگا، اور نہ تن کر چلنے سے تو پہاڑوں کی لمبائی کو پونچ سکیگا۔ ۱۷ اور اللہ کے پیارے بندے تو وہ ہیں جو اس زمین پر فروتنی کے ساتھ چلیں، اور جب کم علم اور لغو زبان آدمی آئے بحث مباحثہ کریں تو سلام کہہ کر ٹال دیا کریں۔

(ترجمہ تحت المیزان صفحہ ۱۹۹) گو کہ یہ قرآن عظیم بڑی ہی عزیز القیہ کتاب ہے۔ اس کے اندر کے ہر ہر حرف اور آیت میں تہ ذرہ اس طرح چلے ہوئے ہیں کہ قدر شناس لوگوں (المطالعین) کے سوا کوئی اسکو چومنے نہیں پاتا، کوئی ایسی جگہ نہیں پونچتا، اُنکی عظیم الشان نافریت کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔ اُنکی اندیشہ بہاگوں ہر کیوں نہیں یہ تو پروردگار عالم کی طرف سے اتارا ہوا کلام ہے!

سلطنت کے امور عالیہ تو یک طرف، ذاتی اور چوٹے چوٹے معاملات میں بھی آج مسلمان کو قطعاً حق نہیں رہا کہ وعدہ کیا شے ہے، اس کے ایفا کے کیا معنی ہیں، وہ کس سبیل کا نام ہے، اس کے کرتے ہی کس قدر ہتھام کی ضرورت ہو، خدا کے نزدیک اسکا پورا کرنا کس قدر محبوب ہے۔ اسلاف صالحین کے نزدیک کریم نفسی بلکہ مودی ہی تھی کہ وعدہ ہر حال وفا ہو خواہ اس کے ایفا میں جان و کھنوس بچے، اللہ کے آفاذ و فی۔ اور قول مرواں جان اردو کے مثلاً اسکی شہادت میں ہیں۔ لیکن آج بدعہدی اور ناپادوسی کا شیعہ زبان مسلمانوں میں اس قدر رواج پا گیا ہے کہ ہر و ایک نظر نہیں آتا۔ یورپ کی قومیں مقابلہ اب بھی بدجہا اچھی ہیں، ان میں ایفا کے عہد کا خاص اہتمام ہے، پابندی وقت و پیمانہ، زمین و آسمان نجات لیکن اوسط مغربی لپے و عہدے کو نال دینا مادی ہمتا ہے اور اسی لیے صحیح معنوں میں متقی ہے، محبوب خدا ہے، اور اسی محبوبیت کے صفات میں بادشاہت زمین کا انعام پار ہے!

۱۸ تکبر نہ کرنا اور زمین پر اگر کر چلنا جہان بانی، حکمرانی، اور ہر لہو سنہری کا عظیم الشان اصل اصول، جو جس کی اہمیت کا صحیح اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے منکبر اور سب سے اونچے اعمال اور آدم کی بادشاہت کے تختے اپنی آنکھوں سے لٹتے دیکھے ہیں۔ آج مغرب کے متمدن اور ناخام شمس اس ملک کی اپنی رغبت سے غریبی سلوک اور ناک نتیجہ ہندوستان کی مسافر نواز اور غیر پرور زمین میں لے دیکر یہ ہوا ہے کہ برطانیہ کی عالم تسلط کی ہتھیادیں سو برس کی نہایت قلیل مدت میں تزلزل ہو چکی ہیں، دلوں پر حکومت کے آثار قطعاً باقی نہیں ہے، اعتماد کا اکثر حصہ کا لودم ہو چکا ہے، عزت کے دل بگڑ چکے ہیں، اور اگر نظام سلطنت باقی رہتا تو کبھی جبر و تعدی کے زور پر اور نہ ہی کھو کھلی ہو چکی ہے، اور کوئی انسانی تجویز آج اسکو مضبوط نہیں کر سکتی۔

۱۹ اس آیت شریفہ میں منکسر المزاج اور فروتن انسانوں کو عباد الرحمن کا خطاب دیا گیا ہے، گویا ایسا اخلاق پیدا کرنا صحیح معنوں میں عبادت ہے۔ جو شخص پس قطع کا ہو، ہر ایک سے نہایت خائف سے پیش آئے، عجب غور کا اس میں نام لکھ ہو، اور بڑے سے بڑا دنیاوی مرتبہ رکھنے کے باوجود خوش خلقی سے پیش آئے وہ فی حقیقت خدا کی خدائی سے مرعوب ہے۔ اپنے آپ کو اس کے بالمقابل پہنچ جھٹتا ہے، سب انسانوں کو برابر تعین کرتا ہے اور اسی لیے صحیح معنوں میں اسکا بندہ (عبد) ہے۔ علیٰ ذلک اس جاہل اور کم علم آدمی سے بحث نہ کرنا اور حکمت علی سے اسکو ٹال دینا بھی چھادوست میں داخل کیا گیا ہے گویا باوجود کس تمام انکسار طبیعت کے لغو اور لاپرواہیوں کی صحبت سے حتی الوسع اعراض کرنا بھی ملازمہ خدایں شامل و سوا قسم میں صاحب ایمان لوگوں کی تعریف میں ہے:

وَإِذْ أَسْمِعُوا الْقَوْمَ عَصْفُوا عَثَرَهُمْ وَعَالَوْنَا أَعْمَالَهُمْ وَكَلَّمْنَا كَذِبَ سُلَيْمَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَجَاءَهُمْ نَذِيرًا مِّنْ رَبِّكَ يُبَيِّنُ لَكُمُ الْآيَاتِ الْكَلِمَاتِ (۲۸: ۷۵)

اُن کے قدموں پر بچھا دیتے تھے، مگر اُن کے انکسار طبع، اُنکی لعینت دل، اُنکی ملائمت سلوک، اُن کی نیچی نظروں میں فرق نہ آتا تھا! فرمانروائی کی منگیں، اور جانہانی کے ولولے اُن کے دلوں میں جڑ تھے مگر طبائع میں وہی سادہ پن اور خاکساری، وہی اطاعت کیشی اور اللہ کا شغف، وہی شکر انجام قوم اور ناموس اسلام کا پاس گھر کر گیا تھا۔ اُنکی زندگیاں فطرت کے عتدال کی صحیح تصویریں، اور اُنکے دل خشیتِ خدا کے مستقل نشین بن گئے تھے: قُلْ مَرَدِّقٍ بِالْأَفْئِدَةِ (۲۹:۷) اُن کا ہر عمل اور ہر شغل رب

(بقیہ تحت المثل صفحہ ۲۰۰) اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کسی نوبت کو سنتے ہیں تو اس سے حتی الوسع کنارہ کش ہو جاتے ہیں، اور ایسے لوگوں سے کہہ دیتے ہیں کہ ہماری جو ہر کوسہ میں اسکا نتیجہ ہم کو دلیکا اور جو تم کو رُسہ ہو تمہارے ساتھ ہے۔ آپ مہرانی فرمائیں اور ہم کو اس بحث میں شامل نہ سمجھیں، خدا کی سلامتی تم پر ہو لیکن ہم ان لوگوں کی تلاش میں نہیں جو علم نہیں رکھتے اور بے علم احمقوں کی دزدانہ ہیں۔

یہاں پر قریب قریب ہی مضمون ہے جو زیر بحث آیت (۶۳:۲۵) میں ہے۔ بلکہ قائلو! اور سئلہ اور الجا ہیڈن کے الفاظ بھی مشترک ہیں اگرچہ سَمِعُوا اللَّغْوَ کا مضمون آیت (۶۳:۲۵) میں بالصرحت بیان نہیں کیا گیا بلکہ آگے چلکر اسی سورہ میں عِنَادُ الْخَلْقِ کی تعریف کے تسلسل میں بیان کیا گیا ہے: وَالَّذِينَ لَا يَشْعُرُونَ الزُّدَّ وَلَا آمُتُوا بِاللَّغْوِ مَرُوءًا كَمَا هُمْ (۶۲:۲۵)، یعنی خدا کے بندے وہ ہیں جو جوئی کو ہی نہیں دیتے اور جب کسی بیوقوف مشافوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو بے نیاز ہو کر گذر جاتے ہیں۔ اس تکرار کو پیش نظر رکھ کر خود اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا (۶۳:۲۵) اور وَلَا آمُتُوا بِاللَّغْوِ مَرُوءًا كَمَا هُمْ (۶۲:۲۵) کے دو قریب المعانی مضامین میں ایک ہی بیان کے سیاق میں واقع ہوتی ہے، مجھے خیال پیدا ہوا ہے کہ اول الذکر آیت میں جہلکون سے مراد کم علم اور جڈ لوگ نہیں بلکہ ناواقف اور نا آشنا لوگ مقصود ہیں جیسا کہ سورہ بقرہ میں سخن نزولہ فقر کے لئے کہا گیا ہے: يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنَاءَ مِنَ التَّعْقُفِ تَعْرِفَهُمْ فَنُحِمْهُمْ وَلَا يَشْعُرُونَ النَّاسُ (الحق) (۲۴:۲۵) یعنی یہ فقراء و ضاکم راہ میں جہاد کرنے والے اور اپنے مال و جان کو نشانے والے ست است لوگ ہیں کہ ناواقف اُن کی ظاہر بے نیازی اور خود داری کو دیکھ کر اُن کو غنی سمجھتا ہے، اُنکے چہرے اس قدر بارونق اور پیشانیوں پر قدر کشادہ کشادہ ہیں کہ تم اُن کی صورت سے اُنکو صاف پہچان جاؤ گے، وہ جھک نگوں کی طرح لوگوں سے پشت کر سوال نہیں کرتے۔ علی ہذا القیاس خا طبہم سے مراد بھی مخاطب ہونا یعنی بالمقابل آجانا ہے نہ بحث و مباحثہ کرنا۔ اگر اس تاویل کو تسلیم کر لیا جائے تو آیت (۶۳:۲۵) کے معانی نہایت مربوط و صاف ہو جاتے ہیں اور وہ یہ ہیں:

اور اللہ کے خاص بندے تو وہ ہیں جو اس زمین پر نہایت ہی اور انکسار کے ساتھ چلیں، اور اُنکی اخوت کا حق

اس قدر تیز ہے کہ جب ناواقف اور نا آشنا آدمی بھی سربازان سے دوچار ہو جاتے ہیں (خا طبہم المجرعون)

تو انہیں سلام کرنے میں سبقت کرتے ہیں۔

یہ تشریح اس قدر محسن اور نتیجہ خیز ہے کہ میں اسکو عالم اسلام کے سامنے پیش کرنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ یہ ناواقف اور نا آشنا شخص کو سلام کرنے میں پہل کرنا عالی ہمتی اور جرحِ مہلک کا وہ انتہائی حد ہے جو جسکو مسلمان کسی نامے میں سیکہ کر تمام عالم کے بادشاہ بن گئے تھے، اسی کے باعث ایک نیا نئے قدیموں پر شمار گئی تھی، یہی وہ عالم آرا اخوت تھی جسے دشمن کو کپکپا دیا تھا۔ رسول خدا خود اسی خلقِ عظیم کے موجد تھے۔ راہ چلتے لوگوں کو سلام کرتے۔ اور ہمیشہ پہلے سلام کرنے میں بازی لیا کرتے تھے چنانچہ صحیح بخاری کتاب الایمان میں ہے کہ ایک نو فرمایا بہترین اسلام یہ کہ کفار کو کھانا کھلاؤ (یعنی اُن فقر اکو جسکی تعریف (۲۴:۲۵) میں گذری) اور کسی جان پہچان ہو یا نہ ہو اسکو سلام کرو۔ یہی اسوۂ حسنہ فاروق اعظم کا تھا۔ اسلام کا یہ جابر الیومین اور احزاب اکابر اور انعم سلاطین مدینے کی گلیوں میں شکست کھانے پر اُٹھائے ہوئے چاروں طرف اُفتاد و ناواقف سب کو سلام کرتا گذر جاتا تھا۔ اور اگر کسی مسلمان باطنی عالم بھی چند چھوٹے بے بضوۃ مل غبار کر رہے ہو اب بھی بکری پر ہونے کی بجائے! ابل خوت کا وہ پرانا احساس باقی نہیں ہا۔ اور اُننے عکس و عکس کی بد اخلاق اور کافر قوموں میں چلا گیا ہے!

لم نزل کے وجود کی صریح شہادت، اور اسلام کے دین اللہ ہونے کا زندہ ثبوت تھا۔ توحید کی یہ روح عمل
لاریب اُس مصدقہ حقیقت، اُس سید البشر، اُس نبی اسلام (علیہ التحیۃ والسلام) کی حیرت انگیز تسلیم اور
مقابلہ لعلوب صحبت کا نتیجہ تھی جس نے غارِ صرا کی انہمن آراخلوتوں سے ٹکڑے، ریگ زار عرب کے ان باد یہ پیمایا
بدوں کے سامنے خدائے ہیثال کی ذات اسقدر مشخص کر دی تھی!

سر خدا کہ عابد و زاہد یکس گفت

در حیرتم کہ در و کشاں از کجا شنید

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ
الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ (۱۳۵:۴)

اے ایمان والو! علی الاعلان خدا کے وجود کی گواہی دیتے ہوئے اعتدال اور میانہ روی پر قائم رہو!
خواہ یہ اعتدال تمہیں اپنے پر یا والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ کرنا ہو!
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ
عَلَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا الْعَدْلَ لَوْ أَنَّ الْقَوْمَ لَكَ قُورٍ وَأَنْتُمْ قَوَّامُونَ (۸:۵)
اے ایمان والو! انصاف کے شاہد بنکر خدا کی حمایت میں حکم کر رہے ہو جاؤ اور کسی قوم کی عداوت بھی
تم کو بے انصافی کے ارتکاب کی باعث نہ ہو۔ نہیں! بہر حال انصاف کرو! یہی تقویٰ ہے، اور خوفِ خدا
قریب تر ہے۔ اور اللہ سے ہر دم ڈرتے رہو، وہ جو کچھ تم کر رہے ہو اچھی طرح جانتا ہے۔

۴۴۴ ہاں ہر معاملے میں قسط و اعتدال پر قائم رہنے، اور عدل کو ہر حال اور بلا امتیاز حد سے رہنمائے حیات بنانے کو اتقانے خدا پر محمول کیا گیا ہے۔ گویا
ہر شخص خدا کے وجود کا صحیح معنوں میں شاہد ہے وہی اسکا نوکر اور اُس سے بیگانہ نہ ہو جو شری سے بڑی آزمائش اور ذاتی مفاد کے موقع پر بھی نا انصافی نہیں کرتا،
بلکہ ہر آن اسکو حاضرِ ناظرِ تعین کر کے اُس کے قانون کے مطابق فیصلہ کرتا ہے۔

آہ! صدر اسلام کا عالم انگیز زمانہ تو دور کنار، نزولِ قرآن کے کامل سات سو برس بعد تک بھی مسلمانوں نے فخرِ رسالت کے آئینِ سامان سے لائے ہوئے
پیغامِ رحیل کرنا اسقدر ضروری سمجھا ہوا تھا کہ محمد شاہِ تعلق بادشاہِ ہند کی انصاف پسندی کا ذکر کرتے ہوئے مشہور مسافر ابن بطوطہ (متوفی ۷۱۳ھ/۱۳۱۱ء)
اپنا چشم دید واقعہ درستی بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ کسی سپہ سالار کے نے دعویٰ کیا کہ بادشاہ نے بلا سبب سکوا مارا ہے، قاضی نے حکم دیا کہ بادشاہ یا لڑکے
کو زنجی کرے، ورنہ قصاص ہے۔ ابن بطوطہ ذکر کرتا ہے کہ شاہِ تعلق نے لڑکے کو دربار میں بلایا اور لکڑی لے کر کہا کہ اپنا عوض لینے پہنچنے سے کہی قسم
دلا کر کہا کہ جیسا میں نے تجھ کو مارا ہے تو بھی مار لے کہ نے ہاتھ میں لکڑی لیکر اکیس سید بادشاہ کے لگائے۔ حتیٰ کہ ایک دفعہ اسکی کلاہ بھی سر سے گرتی!!

ہاں! لیکن جہاں اُس زمانے میں حکمِ خدا کی تعمیل یہ تھی، جہاں خوفِ خدا اس اوج کمال تک پہنچ چکا تھا وہاں باگاہِ خدا سے انعام بھی یہ تھا کہ مسلمان
عالم کے دنیا کے طول عرض کے بادشاہ بن گئے تھے، دنیا کے رعب و قار کے آگے لرزہ پر اندامِ راکر تھی۔ آج جبکہ قرآن کو جو دم چوم کر بالائے طاق کرنا
اسلام کا حاصل بن چکا ہے تو خدا بھی کان سے کپڑے کھڑکیوں سے نکال رہا ہے۔ خَافَتِ رُؤُوسُ الْاَوَّلٰی الْاَوَّلٰی

حکمت عبادات

لَا تَجْعَلُ مَتَابِعَنَا فَتَسْكَاهُنَا سَكَاةً نَارِيَةً وَلَا تَزَعِجْنَا فِي الْأُمُورِ الْأَعْيُنِ

ہر امت کے لئے ہم ہی لے ایک نشانِ بندگی مقرر کیا ہے جس کو وہ شعار بنائے تجھے ہیں تو چاہئے کہ لوگ قانون کے لپسے میں گرم ترانے نہ پیدا

اس روحانیت، اور علوِ حُلق میں وہ آسمانی طاقت، اور زبردست تبلیغی اثر نہاں تھا جو اسلام کی تقویت اور اشاعت کا بہترین سامان تھا۔ بڑے بڑے دشمنانِ دین اور جبابروہ کفرمونیوں کے ان اعمال کو دیکھ کر جو خدا کے از خود قائل ہو جاتے، اور دینِ الہی کے بہترین معاون اور مددگار بنتے، اسلام کا زورِ اثر قرونِ اولیٰ کے ابتدائی ایام میں، ایک بہت بڑی حد تک اسی خاموش طریقِ عمل، شہادتِ خدا، اور تقویٰ پر تھا۔ مومنوں کا صلاحِ عمل، انکی ربانیت، اُن کا سچا زہد و توجہ خود بخود دلوں میں گھر کر جاتا اور وہ آپ نمونہٗ حُلق بن کر عوام کے لئے ایک مستقل اور غیر متزلزل ہدایت کا باعث بنتے۔ خود رسولِ کریمؐ کی پاکیزہ زندگی کا مقصد بالذات خلقِ خدا کے سامنے انسانی حیات کی ایک لائق رشک اور قابلِ تقلید مثال قائم کرنا تھا۔ قرآن حکیم کی اصلی غرض و غایت فی الحقیقت نبیِ نوع انسان کی درستیِ اخلاق اور صلاحِ اعمال ہی تھی: **إِنْ أَرَادْنَا إِلَّا أَتَاكُمْ مَا أَنْتَ طَافُتُ وَمَا تَنْفِيهِ إِلَّا يَأْتِيهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْ وَالْيَقِينُ** (۱۱۸: ۸۸) اسلام اور سب باتوں سے قطع نظر امر بالمعروف کا سراپا مجسمہ، اور نبی عنہ کے مکمل ضابطہ ہی تھا اگر اور سب مذاہب کی غیر مانس، انکی حیثیت خالصہ و اعیانہ تھی، انکی نسبت بزرگ ترقی، وہ ختم رسالت کی تمامیت اور پیامِ اخیر کی قطعیت کا حکم رکھتا تھا۔ اُس میں پیغامِ خدا کی انانیت، اور انتخابِ العرش کی رعوت تھی: **إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ** (۳: ۱۸)۔ اُس میں تقویتِ نفس کا ہیجان اور اجماعِ خالق کا

سلاہِ شریعت علیہ السلام نے اہل دین سے کہا کہ میری حق الامکان تمہارے اعمالِ اخلاق میں صلاح ہی پیدا کرنا چاہتا ہوں، کچھ تم سے اجرت و رزق نہیں مانگا (۱۱۸: ۸۸) قرآن کریم، میرا اس الادب کے میرا کیا ہے؟ اختیار میں ہے۔ اسی پر توکل کر کے میں نے اپنا کام شروع کیا جو، اور نتائج کے لئے میں میرا رعب بھی اسی کی طرف ہے۔ سلاہِ خدائے زمین و آسمان کی نگاہوں میں اسلام ہی پسندیدہ ترین مذہب ہے۔ ایک سہری ترجمہ جو ہم نے کر دیا ہے اور عوام کے ذہنوں میں لگے ہوئے اگرچہ صحیح معنوں میں آلائیلاکم (یعنی خدا کو عملِ احکام کا مکمل تسلیم کر لینا) ہی وہ طریقِ عمل (دین) ہے جو خدائے زمین و آسمان کی نظر میں پسندیدہ تر ہے۔ عید الکریم نے صفحہ ۱۹۱ میں واضح کر دیا ہے۔

اضطرار تھا! دعوتِ جہان اُسکا مایہ جھیسرا، اور کل کائنات اسکی مشارالیه تھی:

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ مَا مَنَعُ الْبَاطِلُ أَنْ يَقُولَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّ الْآخِرَ خَيْرٌ مِنَ الْأَوَّلِ وَيُفَرِّقُ بَيْنَ الْمُؤْمِنِ وَالْكَافِرِ وَلَقَدْ هَمَمْنَا أَنْ نَمُوتَ بِمَا كُنَّا نَعْمَلُ لَكِنْ نَحْنُ نَعْلَمُ مَا كُنَّا نَعْمَلُ (۱۵۸:۴)

اے محمد! تمام عالم کے دلوں سے کہہ دو کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس خدا کے عظیم کا قاصد ہوں جسکی سلطنت تمام آسمانوں و زمین پر مادی ہے۔ اُسکے سوا کوئی شے لائقِ عبادت نہیں۔ مہرِ زندہ کر دیتا ہے، مہرِ مارتا ہے۔ تو آؤ! اس پاک ذات کے اپنا مالک یقین کرو اور اُسکے پیچھے ہوتے ہوئی نبی کو جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے، اور اُسکے احکام بجالاتا ہے، اپنا رہنما تسلیم کرو۔ اور اسی کی پیروی کرو تاکہ تم راہِ راست پر آ جاؤ۔ اگر کیا ایک آقا کو مان کر سب متحد ہو جاؤ دیکھو ہدایت کا منہم تحت الملقن صفحہ ۱۹۲)

وَمَا آتَا سَلْطَنُكَ إِلَّا كَمَا كُنْتُمْ تَلْتَمِسُونَ (۲۸:۳۴)

اور اے محمد! ہم نے تو تم کو تمام دنیا کے لوگوں کی طرف قاصد بنا کر بھیجا تو تاکہ تم ہمارے قانون پر چلنے والوں کو اجتماعی بہبود کی خوش آئند خبر، اور ہمارے منکروں کو دائمی عذاب کا پیغام پہنچاؤ لیکن اکثر لوگ ابھی تک اس واقعہ الامر سے مطلع نہیں ہوئے کہ ہمارا پیغام تمام عالم کے نام

ہر متنفس قوم، اور مجتمع انسانی کے پیش پیش رہنا اسکی حیات کی علامت تھی! اسکے صلوات عام میں سیما کی جاذبی ترپ، اور قبلہ نما کا مقناطیسی اضطراب تھا! حصولِ قوت اُسکا نشانِ سیما، اور غلبہ عام اُس کا طرہ امتیاز تھا! وہ عامۃ الناس کو اپنی حقیقت اور سادگی تعلیم سے، اپنے رفو افروں اثر اور جماعتی قوتِ خدا سے، اپنی انقلاب انگیز تجویز اور بے مثال ہدایت سے، مومن کے زورِ جنسلاق اور روحِ عمل سے خدا کے احدی علی عبادت اور غلامی کی طرف کھینچ کر جامعیت اور وحدت پیدا کرنا چاہتا تھا، اسی حیثیت کی بنا پر اُسکے اوامر و نواہی کا ہر شعبہ عمل جلبِ اقتدار، توسیعِ اثر، اخوت اور مساوات کا بطور خود متواتر جہاد تھا۔ جنسلاق کی درستی میں بلاشبہ ایک سطحی نقطہ نظر سے متنفس کی ذاتی ہدایت، یا انفرادی نجات ہی پیش نظر تھی، صلوٰۃ اور زکوٰۃ کے نفسِ راہی افعال بظاہر ایک مسلمان کے اپنے خدا سے تعلق قائم کرنے کے انفرادی ذرائع ہی تھے، صوم کا فریضہ بادی النظر میں، کسی ایمان دار کا شخصی اثبات یا اُسکے نفسِ امارہ کا شخصی اجتہاد ہی تھا، طواف بیت اُحرام بھی ظاہرِ مسلمانوں کے درمیان خدا سے اظہارِ ارادت کا ایک مرسومِ شیعہ ہی تھا، قرآن حکیم کے اور اوامر و نواہی بھی سطحی نظر میں تدبیر اور نیکو کاری کی یہی نفسِ راہی شان لئے ہوئے تھے،

مگر سر نوشت اُمت کے اس خوشنویس اجل نے، ان تمام احکام کی تہ میں، غلبہ اسلام کی وہ نستعلیق حکمت عملی ملحوظ نظر رکھی تھی جو صد برس تک مسلمانوں کو اور امتوں کے بالمقابل، مابہ الامت یا مقام دینی رہی، ان احکام کی اجتماعیت، ان کی مرکزیت، انکی پابندی وقت اور یک رنگی میں فطرت کی صلاحیتیں اتحاد کی تکرار، انسان کی نوعی وحدت کا اظہار ضبط نفس کی تعلیم، مساوات کا حوصلہ افزا اثر، اور عصبیت کی روح تھی، اُنکے استمرار و تعلق میں، اُن کے تعود اور تسلسل میں حکومت خدا کا متواتر سماں اور اتقانے قلوب کا پیہم ضبط باندھ دیا تھا، وہ تقویت اسلام کے بہترین اوزار، اور تکثیر جماعت کے زبردست محرک تھے، وہ تہذیب نفس اور صلاح اعمال کے بہترین کفیل تھے۔ اس

اضلوة

کے پنجوقتہ قیام میں باہمی محبت کی لہریں تھیں! ہمیں خدا کی خدائی کا مشترک ہزار، اور اللہ کی غلامی کا مشترک اعلان تھا! اس میں ہر ل کی دو سکرول سے سچی رسم و راہ تھی! ہمیں خوف خدا کی مشترک لہریں تھیں، اور نیاز مندی کی مشترک خلشیں تھیں! **وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا إِنَّ دَحَمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ** (۱۷۱:۴) ہمیں ہم آہنگ لوگوں کی طبعی ہم رنگی، اور ہم غرض انسانوں کی فطری یک جہتی تھی! ہمیں یک منعمو کا باہمی انس و اجلاس، اور ہم انعاموں کا برابرانہ ربط و خست ملاط تھا! ہمیں ایک امیر کی علی اطاعت، ایک عرض اور ایک غرض، ایک کی پیشوائی اور سب کی اقتداء، ایک کے عرض حال اور سب کے سکوت کا سچا سماں باندھ دیا گیا تھا! یہ ایک منظم اور منضبط، ایک مرعوب خدا اور منکر ماسوا، ایک لرزہ بر اندام اور سر کف فوج کی پنجوقتہ اپنے قائد اعظم کے حضور میں پیشی تھی! ہمیں عصیان کا ر اور خود پسند، تفرقہ ایجاد اور مختلف نواز

۱۔ عذاب خدا سے ڈر کر، اور انعام کی اس میں دونوں موقعوں پر سیکو کا رکرو، بے شک فضل خدا ان لوگوں کے شامل حال ہے جو خلوص دل سے اسکو پکارتے ہیں اور اسکے احکام کی متابعت میں حسن عمل کرتے ہیں۔

۲۔ 'اِحْسَان' کا صحیح قرآنی مفہوم صفحہ ۱۱۰ پر واضح کر دیا تھا جس سے ظاہر ہو کر یہ خوف و طمع بھی اختصامی شکست کا خوف اور اجتماعی راحت کی طبعی جزئی خوف و طمع اور نہیں۔ **ادْعُوهُ** اور محبت کا صحیح کاصیغہ بھی اسی پر دل ہے۔

انسان کو دن میں پانچ وقت ایک کی قیادت اور سب کی پیروی، ایک کے اقدام اور سب کے اتباع، ایک کی خدائی اور سب کی عبودیت کا عملی سبق دیا گیا تھا! یہ جماعت کے خارجی نظم و نسق، باطنی ضبط اور ظاہری مساوات، وحدت خدا اور وحدت امام کی سچی مشترک تصویر تھی! اسکے رکوع وسجود میں ادنیٰ اور اعلیٰ، شاہ و گدا کی تمیز عمداً اٹھادی گئی تھی! اسکے وضو میں احکم الحاکمین کی پیشی کا اہتمام، جسم کی پاکیزگی اور لباس کی تطہیر، ظاہر کی صفائی اور خوف پریشان حالی کا سماں چھایا ہوا تھا! وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَرَبِّمَا بَكَ فَطَهِّرْ وَالشُّجْرَ فَاسْفُحْ

(۴) اسکی تسبیہ صغوف نے پیشگاہِ خداوندی کا ضبط ادب، مساوات کا باطنی احساس اور قرب و ہم پلگی کی عصبت پیدا کر دی تھی، مساجد میں جماعت کے بے تکلف قیام نے مسکینانِ مفت ضرافلاس کو صدر نشینان جاہ و چشم کے ساتھ، ایک قطار میں کھڑا کر کے ایک کر دیا تھا! اَوَقِفْنَاهُ اِنْ جَوَّهُكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ﴿۲۹﴾ بارگاہ رب العالمین میں اس پنجوقتہ محاسبے اور غیر منقطع حاضری نے ان کے نفس عصیانِ نفاق سے پاک کر دیئے تھے! اِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلِكُنَّا لِلّٰهِ غَنَرًا اور اے پیغمبر! اپنے آقاؐ نے نامدار کابول بالا کیا کرو، اور جب اسکے حضور میں جانے کا ارادہ کیا کرو تو صاف مستترے اور پاکیزہ پوشے پہنکر جایا کرو، اور کپڑوں کی پاکیزگی کے علاوہ بدن کو تمام نجاست اور لالائش سے پاک صاف رکھو۔

[illegible]

اَلْبَرُّ وَاللّٰهُ يَعْزِمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝ (۲۵۱:۲۶) ۱۔ مقام خدا کا پرہیز اور زہار وہ احساس اُن کے اعمال کو میسر نہ ہوا

تھا، دلوں میں حمیت دین کے جو ش زین تنور، اور ذہنوں میں غلبہ اسلام کے موج دریا تھے۔ پھر نازل

اسے بیشک نماز بشرطیکہ اس میں خدا کا سچا احساس ہو، اور سوا الصلوة کے کہیں اور مظهر نفس شے جو تمام اخلاقی بد اعمالیوں (الفحشاء) اور جماعی
تفرقہ اور فحاش (المُنکرات) سے روکتی ہے۔ اور خدا کا پرہیز احساس تو نماز سے زیادہ مؤثر ہے۔ اور خدا جو کچھ بھی تم کرتے ہو موبہ جاتا ہے۔

(تبیہ صحت لہنت صفحہ ۲۰۶) میں الفحشاء کا ذکر چند موقعوں پر آیا ہے۔ لیکن وہ موقعے معانی کی تمیز کے لیے کافی ہیں۔ سورہ بقرہ میں ہے،
يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِن ثَمَرِهِ إِذَا كَانَ ثَمَرُهَا خَالِصًا وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ الشَّيْطَانِ إِنَّكَ لَكُمْ عِندَهُ مُبِينٌ ۝ (۱۶۹-۱۷۰) اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوْذُ بِكَ عَمَّا تَعْمَلُ ۝ (۱۶۹-۱۷۰)

اے لوگو! زمین میں جو چیزیں پاکیزہ صورت اور خوش تاثیر، تم صحت اور دفع شہوات (خلائق طیبہ) ہوں انکو کھا پا کر، انفس امارہ کا گمان کر شیطان
کے قدم قدم نہ چلو، کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور ہمیشہ ایسی چیزوں کے کھانے کی ترغیب دے گا جس سے تمہاری شہوات انسانی کا بوجھان ہوتا ہے شیطانی
یعنی تو را محالہ نہیں بدی اور بے حیائی (الشقاق و الفحشاء) کے کام کرنے کو بھیگا، اور ضرور اس بات پر آمادہ کرے گا کہ نفس پروری کے جو ش میں جوت
موٹ وہ احکام خدا کی طرف منسوب کر دے جن کا نہیں علم نہیں ہے۔ (راۓ: ۱۶۹:۱۷۰) کا مقابلہ آیہ ۲۸۱ سے کر دو اس صفحہ کے (آخر میں ہے)

حلال جسم اور کی حکمت سے یہاں بحث نہیں۔ یہ موضوع پانچویں جلد میں آئے گا۔ نہ یہاں پر شیطان کی حقیقت سے سروکار ہے لیکن الفحشاء سے مراد
یہاں نہ صرف بیحیائی، نفس پروری، اور شہوات نفسانی کو فروغ دینے والی باتیں ہیں۔ کیونکہ آگے چلکر آیہ (۱۷۳:۱۷۴) میں لحم خنزیرہ کی حرام کر دیا ہے۔
جو بڑا بیع شہوت تسلیم کیا گیا ہے۔ اسی سورہ میں ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الدَّارِ وَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ فَيُتَنَفِّسَ فِي
وَلَسْتُمْ بِأَعْيُنٍ بَصِيرَةٍ ۝ (۲۶۸-۲۶۹) اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوْذُ بِكَ عَمَّا تَعْمَلُ ۝ (۲۶۸-۲۶۹) اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوْذُ بِكَ عَمَّا تَعْمَلُ ۝ (۲۶۸-۲۶۹)

اے ایمان والو! اپنی امت کی تقویت اور اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر اپنی کمائی میں سے بہترین اشیاء (طیبت) صرف کیا کرو، اور جو اشیاء میں
تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہیں اُن میں سے بھی بہترین چیزیں دو، اور انکارہ چیز کے دینے کا ارادہ بھی نہ کرنا کہ گویا اسی سے خیرات کا پتہ اساتیر
حالا کہ وہی شے اگر کوئی تم کو دے، اچاہے تو تم اسکو طیب خاطر منظور نہ کرو، اسوا اس کے کہ دیدہ دانستہ اپنی بات رکھنے کے لیے اُس شے کے بیکار ہونے
سے چشم پوشی کرو۔ جانے رہو کہ خدا لائن چیزوں کو اپنے لیے نہیں مانگتا، جو کچھ ہے تمہاری اپنی خاطر ہے، اور وہ بڑا بے نیاز اور بڑا سزاوار صاحب شیطانی
یعنی تمہیں اختیار مال اور بہترین اشیاء کے دینے کے وقت انفس سے ڈرا ہے، اور بخل لہاس کی باطنی بے حیائی (الفحشاء) کا مکمل دہتا ہے اور
خدا تمہیں اس ایثار کے بعد اجتماعی بد حالیوں پر پردہ پوشی (مغفرت) اور دنیاوی انعام و اکرام (فضل) کا وعدہ فرماتا ہے اور جانے رہو کہ وہ صریح
عظیم بری کنجائش والا اور ہر قوم کی نیات سے بخوبی واقف ہے:-

یہاں اُن سبلی سے حسی اور باطنی بے حیائی کو جو قوم کی بہتری کی خاطر ایثار مال نہ کرے پیدا ہوتی ہے الفحشاء سے تعبیر کیا ہے! سورہ اعراف میں
شیطان کے آدم کو بہکانے کے قصے کی تفصیل کے بعد ہے:

يَسْتَبْشِرُكَ وَيَقْتُلُكَ الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ أَبَوَيْكَ مِنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسًا لِّئَلَّا يُرَىٰ هُمَا سَوَاهُمَا إِنَّكَ بَرَكَةٌ هَوًى
فِي سَبِيلِهِ ۝ (۲۸-۲۹) اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوْذُ بِكَ عَمَّا تَعْمَلُ ۝ (۲۸-۲۹) اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوْذُ بِكَ عَمَّا تَعْمَلُ ۝ (۲۸-۲۹)

اے اولاد آدم! کہیں شیطان تم کو ہر سی آزمائش میں نہ ڈالے جس طرح کہ تمہارے والدین کو بہشت سے نکال دیا تھا، انکے لباسوں کو بدلتا ہے

انکسار کے اس ملکوتی ارتعاش میں سب شخصی معاملات اور ذاتی تمناؤں کو بالائے طاق رکھ کر جو
تنہا اور ہم سوال تمام جماعت کی طرف سے متفقہ طور پر، باواز بلند پیش کیا جاتا تھا یہ تھا کہ اسے بار الہا!

(بقیہ تحت المثنیٰ صفحہ ۲۰۷) کہیں پتا ہوتا تھا کہ انکے عیوب اور شررنگا میں انہیں ظاہر ہو جائیں، وہ مع اپنے چیلے چانٹوں کے تمہاری گناہ میں لگاؤ
اور کمزور آں دیکھ جاؤ تم انکو نہیں دیکھتے، پس تم اس سے حتی الوسع بچے رہو اور اس کے دام تزییر میں ہنس کر اپنے آپ کو شکار ہونے اور اپنی شررنگا ہونے
کو عیاں کرنے کا موقع نہ دو۔ لوگو! ہم نے اس دنیا میں ان لوگوں کو جو ایمان کے قوت افزا اعمال و خصائص سے بے بہرہ ہیں (الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ)
انہی شیطانوں کا محب صمیم (اُولَئِكَ) بنا کر رکھا ہے۔ اور یہ ایمان لوگ وہ ہیں کہ جب کوئی مقررہ وقت، اُنٹ کش، یا سوت افزا عمل (کَاجِئَتْهُ) جوتے
ہیں تو اپنی عیب پوشی کے لیے یہ بہانہ ایجاد کر لیتے ہیں کہ ہم نے تو اپنے باپ دادا کو شروع سے ہی کرتے دیکھا ہے، بلکہ حقیقت خدانے ہم کو اس کام
کا حکم دے رکھا ہے، اسے محمد! ان نادانوں سے کہہ دو کہ خدا ہرگز کسی پیورہ کام (الْفَحْشَاءُ) کا حکم نہیں دیتا جس کا انجام ہلاکت ہو، جس کا نتیجہ حفظہ
اس کے جنت سے اخراج ہو، کیا تم جوٹ موٹ خدا پر وہ باتیں توہم رہے ہو جن کا تمہیں علم نہیں۔

یہ قصہ نہایت نتیجہ خیز ہے اور اس کا الطباق جو انسان کی مجبورہ نسلوں پر لگایا ہے اور بھی عبرت انگیز ہو مگر نفس قفسے کو بہا پر کھینچ نہیں نہ آدم و شیطان کی شخصیتوں
البتہ سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ یہاں پر الفحشاء سے مراد قوم کے دو پستی عیوب اور اجتماعی بد اعمالیاں ہیں جو لوگ نہایت وثوق سے بہر خیال
کرتے ہیں کہ باپ دادا سے چلی آئی ہیں، اور اس نقطہ نظر سے خدا کا حکم ہیں۔ ان بد اعمالیوں میں مثال کے طور پر پند و بنیادیں، گوہر سستی، رسوم
قیمہ، اعتقادات و اہمہ غیر مثال ہیں جن کا نتیجہ بحیثیت مجموعی یہ ہوتا ہے کہ اس قوم کے اجتماعی (سَوَات) عیوب رونہ روز عیاں ہوتے جاتے
ہیں، اور بالآخر وہ ساری کی ساری قوم شیطان کو دوست رکھنے کے جرم میں قوت اور امن کے دار السلام سے بیک بینی و دو گوش کمال
و بچاؤ ہے۔ فحشاء کے ان معافی کی تائید ان آیات سے اگلی آیت سے ہی ہوتی ہے جو متن کتاب میں صفحہ ۲۱۱، ۲۱۰ پر آچکی ہے: **قُلْ اَمَّا**
سِرِّي بِالْقِسْطِ وَقَدْ اَقْبَمْتُكُمْ عَلٰى مَعَدَنَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ كَمَا بَدَا لَهُمْ لَمَّا دُعُوْا اِلَيْهِ (۲۹:۷)
یعنی اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کہ ان بداعتدالیوں کا حکم ہرگز نہیں دیا گیا بلکہ میرے پروردگار نے تو مجھے ہر نوع قسط و اعتدال پر
پر رہنے کا حکم دیا ہے اور نہ فرمایا ہے کہ ہر مسجد سے وقت ہمدن متوجہ ہو جا کر دو، اور تمام ارادہ مند ہی اور اخلاص اس حکم الحاکمین
کے لیے وقف کر کے اس کے حضور میں کرا ہوا جائے رہو کہ تم انہی مسج سے یا رونہ و گار اس کے حضور میں واپس آؤ گے جس طرح کہ تم
رونا آفرینش کو تھے؟

اس آیت میں صاف کسی ماسو کو وسیلہ نہ بنانے اور خالصہ خدا کی غلامی اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور ہر معاملے میں حد سے تجاوز نہ کرنے
(قِسْط) کو پیش نظر رکھنے کی تلقین کی ہے۔ ان سینوں آیتوں میں ظاہر ہے کہ اول سے آخر تک ربط بھی کمال ہو سکتا ہے جب الفحشاء کو ان مسئلوں
میں لیا جلت جو ہم نے اپنے ورثہ الفحشاء کے بالمقابل القسٹ اور ادعوہ مخلصین کہ الدین کے الفاظ ٹھیک نہیں بیٹھے۔ الفحشاء کا ذکر
قرآن حکیم میں اور جگہ بھی ہے، مثلاً یوسف اور ایما کے مشہور قصے میں جب اول الذکر بفعلی سے صاف بچ نکلے تو فرمایا: **وَلَقَدْ هَمَمْتُ بِهِ وَهَمَّ بِهَا**
لَوْ لَا اَنْ دَاوُدَ هَاكَ رِيْبَةً كُنْ لَكَ لَصَرْفٌ عَنْهُ الشُّوْءُ وَالْفَحْشَاءُ ۚ لَئِنْ لَمْ يَنْصُرْنَا مِنْ عِبَادِ كَا الْخُلَصِيْنَ ۝ (۲۴:۱۲) اور وہ عورت تو یوسف کے ساتھ
ارادہ بکری ہی جی تھی اور علیٰ ہذا القیاس اگر یوسف کو اپنے خدا کے احکام الحاکمین اور حاضر و ناظر ہوسنے کی دلیل اس وقت آنکھوں کے سامنے نہ نہر جاتی تو وہ
بھی اس عورت کے ساتھ ارادہ بکری بیٹھتے، اور یہ اسباب ہم نے اس لیے پیدا کر دیے کہ یوسف کو بدکاری اور بے حیائی سے باز رکھیں، اس میں شک نہیں
کہ وہ ہمارے خالص اطاعت گزاروں میں سے تھا۔ یہاں الفحشاء سے مراد صاف زنا کاری اور بے حیائی ہے۔ سورہ نمل میں خدا کے متعلق بھی
عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ الْبَیْعِ ۝ (۹۰:۱۱۶) ہے مگر وہاں الفحشاء کا مفہوم کچھ نہیں دیا۔ سورہ نور میں قصہ افا کے متعلق حضرت عائشہ ام المومنین
رضی اللہ عنہا کی بریت کے بعد ایمان والوں سے خطاب ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَنْ يَتَّبِعْهُ فَهُوَ مِنْ حُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ**

الضراط

دینیہ تحت لہقن صفحہ ۲۱۰) کہ کوئی مسند سیرہ فاتحہ کے اندر موجود نہیں، اور نہ اس فیصلے سے، خواہ وہ تمام مسلمانان عالم کا مستفقہ فیصلہ ہی کیوں ہو قانونِ خدا یا قولِ رب العالمین کے مفہوم میں کوئی تبدیلی پیدا ہو سکتی ہے۔ جو بات کسی دلیل کی محتاج نہیں یہ کہ رب زمین و آسمان نے ان آیاتِ شریفہ میں ہر مسلمان کو دن میں پانچ وقت بلکہ ہر نماز میں کئی دفعہ صراطِ مستقیم پر رہنے کی دعا سکھائی ہے، اگویا یہ الضراطِ المستقیم ہی وہ شے ہے جس سے ہر انسان کے ہنک جانے کا ہر لحظہ خطہ ہے، ہر مسلمان کے اس راہ سے بے راہ ہو جانے کا ہر آن امکان ہے، اور جب تک ایک تمام توجہ صرف نہ ہو، اسکا اس پر از خود چلتے رہتا محال ہے۔ یہ سیدھی سادی دلیل ہر پوئلک شخص کو اس نتیجے پر پہنچا دیتی ہے کہ الضراطِ المستقیم ہر قائم رہنے کے لیے بحدہ و ہمد کی ضرورت ہے اور جب تک وہ کسی عمل جاری ہے ایک مسلمان صحیح معنوں میں مسلمان ہے۔ لگے وقتوں کے پیوند و قیام میں اور اسلام شناس علماء نے اس حقیقت کو ان نہایت خوب صورت، بلیغ، اور تیز چیز الفاظ میں ادا کیا تاکہ اسلام کا صراطِ مستقیم ایک نہایت دشوار گزار بال سے سوا باریک، اور تلوار سے سوا تیز رستہ ہو جس پر ہر شخص کو گزرنا ہے، جو شخص مسلمان ہے وہ اس رستے پر سے آسانی سے گزر جائے گا کہ نہ کہ مسلمان کی مشروطہ و محدود سطحی و عمل کرتے رہنا اور جہتِ صراطِ تمام اس راہ کو عبور کرنے کی سعی کرنا ہے (جو مسلمان نہیں وہ کٹر کرہم میں جا کرے گا۔ وغیرہ وغیرہ) بعد کے جاہل کٹ ملاؤں نے ان الفاظ کی حقیقت کو توڑ دیا مگر صراطِ مستقیم کو عالمِ آخرت کے وضع کا کوئی پل بنا دیا اور سعی و عمل سے گریز کرنے کا بہانہ ڈھونڈنے کے لیے اس معنی تیز بیان کو احوالِ نیامت کا ایک اقدہ بنا کر اعلان کر دیا کہ اس بلصراطِ پر سے ہر شخص گزرے گا، مسلمان اپنی سرانیوں کے دنیوں پر سواری ہو کر سر پٹ جنت میں جا داخل ہوں گے۔ یہودی اور نصرانی وغیرہ کٹ کر دفعہ میں دھڑام سے گر پڑینگے! آج یہ سب حکایت حقیقت سے اس قدر دور ہو گئی ہے کہ ہر مسلم الذہن شخص اس کو سن کر بے اختیار منہں پڑتا ہے اور مسلمانیت کو یہود و مسلمانوں کا مجموعہ قرار دے کر اس سے یکسر متنفر ہو جاتا ہے!

ادنیٰ تال بھی ہر شخص کو اس نتیجے پر پہنچا دیتا ہے کہ جو خطِ مستقیم بال سے سوا باریک اور تلوار سے سوا تیز ہو اس پر چلتے رہنا کس قدر انتہائی احتیاط کا کام ہے اور اسمیں ادھر ادھر بیٹھنے کی کتنی گنجائش ہے۔ نہیں بلکہ ہر طرح کوئی باز کر کسی رستی پر چلتے ہوئے تمام توجہ عدل و توازن قائم رکھنے میں صرف کر دیتا ہے اسی طرح کسی امت کا ہر لحظہ اپنی تمام جہتِ صراطِ قسط و عدل پر رہنے میں صرف کر دینا صراطِ مستقیم پر چلنے کے مترادف ہے۔ دین اسلام کا یہ اصل اصول قُلْ آمُرُ بِذِي الْاَلْسُنِطِ (۲۹) کے الفاظ سے ہی ظاہر ہے جو اس سے پیشتر صفحہ ۲۰ پر آچکے ہیں۔ اصل کتاب میں آئینہ اوراق (صفحہ ۲۳۶-۲۳۷) میں صراطِ مستقیم کی قرآنی تعریف بعد از تمام بیان کر دی جائے گی۔ جس کے مطالعے کے بعد واضح ہو جائے گا کہ جو امت صراطِ مستقیم کے اس مفہوم پر بندہ تمام اور بعضی ائمہ چل رہی ہے اُس کا اس دنیا میں قوت اور نکتہ سے رہنا اٹل ہے، اُس کا بقا فی الارض اور استخلاف قطعی ہے، کوئی دوسری قوم اُس کے بالمقابل صف آرا ہو کر اُسکو میدانِ حیات میں پہچان نہیں سکتی، سب دنیاوی انعام اور فضائل اتنی اُس قوم کے شال حال ہر دم میں اور ہیں گے وغیرہ وغیرہ۔ پس یہ دنیاوی نکتہ ہی وہ صراطِ مستقیم ہے جس کی تعریف رب زمین و آسمان نے صِدْقَاتِ الدِّينِ اَنْعَمَتْ عَلَيْهِمْ کے الفاظ میں کی ہے۔ اور اسی سے ہٹ کر قومیں مغضوب علیہم بن جاتی ہیں یا الضَّالِّينَ میں شمار ہو کر شدۃ العتاب خدا کے عذاب کو دعوت دیتی ہیں۔ ان آیات میں یہود و نصاریٰ کے حکم کا کوئی تخصیص نہیں اور نہ مسلمان بالخصوص الدِّينِ اَنْعَمَتْ عَلَيْهِمْ میں وہ بلاشبہ اُس وقت تھے جب تہذیبِ رس خدا کے انعام اُن کو ہر طرف سے الامال کر رہے تھے مگر اب سب طرف قہر خدا ہے۔ تاہم نمازیں پنجوقتہ گزارنا اسی کی ہے کہ ہم کو اس صراطِ مستقیم پر چلا کر چلنے سے تو غرض ہو جائے اور دنیاوی انعامات اور تحسینات سے الامال کر دے۔ یہی دعا ایک تہذیب و غلام کی اپنے آقا سے ہو سکتی ہے، اور اسی صلاحیت عمل کا کوئی آقا اپنے غلاموں سے متعلق ہو سکتا ہے۔ [اھْدِنَا] اور [الدِّينِ] اور علیہ صلوٰۃ اور [الصَّالِحِينَ] کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ انعام اور سزا میں سب اجتماع ہے۔ اور اسی لیے الصَّلٰوۃ خدا کے حضور میں قوم کی طرف سے ایک مستفقہ درخواست ہے، افراد کا اپنی جماعت سے الگ ہو کر اس عاکوفہ و تہذیب گزارنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی مسلمان کا اسرار

السُّتَقِيمُ

(بقیہ تحت المتن صفحہ ۲۱۱) قوم سے الگ تہنگ ہو کر صراطِ مستقیم پر چلنے کی سعی کرنا جیسا کہ آگے چلکر اس وقت واضح ہو گا جب کہ صراطِ مستقیم کے متعلق سب اعمال اجتماعی ثابت کر دیئے جائینگے پیغمبر خدا صلعم نے اسی مقام نظر کے الصَّلٰوۃ کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے باصرار تمام فرمایا تھا کہ جماعت کے بغیر کوئی نماز فی الحقیقت نہیں ہے۔

رہی یہ بات کہ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ کے الفاظ سے دنیاوی نعمتیں ہی مراد ہیں، یہ نماز کی رکعتوں میں وسمدم اُٹھنا اور بیٹھنا، یہ اہل الحاکمین کے حضور میں دست بستہ کھڑا ہونا، یہ گنہگاروں کے بل جھک جانا اور بار بار اُتار گرنا، پراٹھنا اور گرانا، وغیرہ وغیرہ سب کچھ دنیاوی انعام کی امید اور اجتماعی سزا کے خوف سے تھا۔ اس کا ثبوت خود قرآن کے اندر موجود ہے۔ قرآن مجید میں نعمت کا لفظ کئی جگہ استعمال ہوا ہے مگر ماسوا ان شاذ موقعوں کے جن کا ذکر آگے چلکر آئے گا سب جگہ نعمت سے مراد دنیاوی نعمتیں ہی ہیں نہ معانی نعمتوں کا جتنے صحیح معانی کی تعیین بھی از بس مشکل ہے، قرآن مجید میں کہیں ذکر نہیں۔ توضیح مطالب کے لئے یہ سب جوتے یہاں پر لکھ دیئے جاتے ہیں مگر خوف طوالت کے باعث بعض حوالوں کو مختصر بیان کر دیا ہے۔ مزید معلومات کے لئے سیاق کلام کو دیکھنا چاہئے۔

(الف) سورۃ انفال میں ہے: ذٰلِكَ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْکُمْ فِیْ حَرِّیْ نَارِیْ عِزِّیْ اَمَّا یٰۤاَنفُسُہِمْ (۸: ۵۳) یعنی یہ (اس وجہ سے کہ خدا کا دستور ہے کہ وہ کسی قوم پر سے اپنی عطا کی ہوئی نعمت کو نہیں بدلتا جب تک کہ لوگ آپ ہی استعدا کو نہ بدلیں، یہاں نعمت صاف دنیاوی راحت اور امن ہے، اور اَنْعَمَ عَلَیْکُمْ کے الفاظ بھی اُسے ہیں جن کی مالیت سورۃ فاتحہ کے اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ سے عیاں ہے۔ سورۃ ابراہیم میں دنیاوی نعمتوں کی تفصیل کے بعد فرمایا ہے: وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ کُلِّ مَآسَا لِنَعْمُوْا وَلَیْنِ لَّعَلَّ وَ اَنْعَمْتَ اللّٰہُ لَا تَحْصُوْہَا (۱۴: ۳۴) اور لوگو! اُس نے تم کو جو کچھ تم نے مانگا بقدر ضرورت دیا، اور اگر خدا کی نعمتوں کو گننا چاہو تو ہرگز نہ گن سکو گے۔ یہی بات آیت (۱۸: ۶) میں ہے مگر اُس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔ سورۃ لقمان میں کشتیوں کے سمندر میں چلنے والوں کی ترکیب (انسان کے لئے سہولت سفر پیدا کرنے) کو بھی نعمت الہی کہا گیا ہے: اَلَمْ نَرٰکَ اَنْفَلٰکَ حَیْرَیْ فِی الْبَحْرِ یَنْفَعُہُ اَنْتَ وَاَنْتَ لَیْسَ لَکَ مِنْ اٰیٰتِہٖ اِیْنٌ فِیْ ذٰلِکَ لَا یَلٰکَ لَکُلِّ شَیْءٍ وَّ شَکُوْرٌ (۳۱: ۳۱) یعنی اُسے مخاطب کیا تو نے اس حیرت انگیز حقیقت پر غور نہیں کیا کہ کشتیاں سمندر میں خدا کی نعمت (احسان) کے باعث چل رہی ہیں، اور یہ ایسے کھڑا تم کو اپنی قدرت کے حیرت انگیز عجوبات دکھائے! اس میں شک نہیں کہ عجائبات قدرت پرستقلال سے ہر غور کرنے والے (صاحبِ بصیرت) دیکھو صبر کے مطالب تحت آیت (صفحہ ۱۱۸) اور نعمتوں کے خدا کے صحیح معنوں میں قدر دان (شکریہ دیکھو شکر کے مطالب تحت المتن صفحہ ۱۳) شخص کے لئے کشتیوں کے سطح سمندر پر چلنے میں علم و عمل کے بہتیرے اشارات (آیات) موجود ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس سورۃ قمر میں کائنات کے تہر اسے آل لوط کی نجات کو نعمت خدا ہے: وَ اَنَّا اَرْسَلْنَا عَلَیْہِمْ حَاصِبًا اَلَا اَلَوْ لَظَدُّہُمْ بِحِجْرِ رَیْحِنَا لَکُنَّا مِنْ عِندِیْ نَادِکَ لَکَ الْبَحْرُیْنِ مِنْ شَکْرِہٖ (۲۴: ۴۴) یعنی پھر ہم نے اُس قوم پر پتھروں کی بارش کی مگر فائدہ آل لوط کے لوگوں کو ہم صبح ہوتے ہوئے بچائے گئے، یہ ہمارے اس آل لوط پر نعمت تھی اور جو لوگ ہمارے احکام کی قدر دانی کر کے اُن کی ماحقہ تعمیل کرتے ہیں (مَنْ شَکَرُوْا دِیْکُوْا شُکْرَہٗ کے مطالب تحت آیت (صفحہ ۱۳) انکو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ سورۃ قلم میں حضرت یونس کے پھل کے پیٹ سے نکل کر نجات پانے کو نعمت خدا سے تعبیر کیا ہے گویا اِس موقع پر بھی نعمت دنیاوی مصیبت سے نجات پانے کے مترادف ہے، روحانیت سے اسکو کچھ واسطہ نہیں: لَوْ کَانَ اَنْ تَذٰرَکَہٗ یَعْمَلُہٗ قُوْنٌ تَبٰیہُ لَکُنٰی بِالْعَرٰآءِ وَ قُوْیٰ مَدْمُوْمٌ (۲۹: ۶۸) یعنی اگر خدا سے رحیم کا فضل و کرم ان کی دستگیری نہ کرتا تو بڑے عالموں مثیل میں ان میں پھینک دیئے ہوتے۔ سورۃ احقاف میں نعمت کا دنیاوی مفہوم ذرا واضح تر ہے چنانچہ اہل بیت و قریب آیت کے مطالب میں اَنْعَمْتَ عَلَیْکُمْ کے الفاظ قابلِ لحاظ ہیں یہاں تمام کمال لکھ دیئے جاتے ہیں: وَ وَضَعْنَا لَکَ الْاِنْسَانَ بِرَآئِلَہٖ اِحْسٰنًا حَمَلْنٰہُ اُمْرًا کَرِہًا وَ وَضَعْنٰہُ کَرِہًا وَ حَمَلْنٰہُ وَضْعًا لَّہٗ وَ فَضَلْنٰہُ فَشَکْرًا حَسْبٰی اِذَا بَلَغَ اَشْلُوْکَ وَ بَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَہً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَاٰلِہٖ وَ

﴿قرآن کی بلاغت یہی ہے کہ کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ مطلب ادا ہو جائے اور ہر صاحب غور و فکر فیصلہ کر سکتا ہے کہ اس کی تفسیر کا بعینہ یہی مطلب ہے جہاں ہوا اس میں انسان کی فطرت اور عادت مستقر کو واضح کیا گیا ہے۔ چالیس برس کی عمر کو بوجھ کر حقیقت حال کا گناہ صریحاً نظر پر واضح ہے۔ زندگی کی اسی منہرل پر استعداد تیز حد کو پونچ جاتی ہے اور انسان کو اپنی ماہیت پر غور کرنے اور کس دنیا جان کے کاخانے کو بنظر تفتق دیکھنے کی اہلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ خود رسول خدا صلعم کو نبوت کا خلعت بھی اسی عمر میں عطا ہوا تھا۔ خافم قدبر کہ لیکن اس بحث سے قطع نظر اس آیہ شریفہ میں ذہنت، کا مفہوم سرسر دنیاوی احسان ہی ہیں۔ روحانیت کا یہاں کچھ ذکر نہیں۔ سورہ یوسف میں علی ہذا النقیاس تاویل احادیث کے علم کو اتنا نامست قرار دیا ہے: **وَعَجَزْتَ مِنْ تَارِدِيلَ لَا حَادِيثًا دِيْلَ تَعْمَتَهُ عَلَيْكَ** (۶۱:۱۳)، یعنی اسی طرح خدا تم کو تاویل احادیث کا علم سہاؤے گا اور اپنی نعمت کا تمہارا نام کرے گا: "تاویل احادیث کے صحیح مفہوم سے یہاں بحث نہیں مگر ظاہر ہے کہ تحصیل علم کو یہاں قیمت قرار ہے۔ سورہ نساؤ آیہ (۴:۲۱) میں اَلَمْ اَنْشِءَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَنْفُسًا کہ وہ الفاظ بطور قول غیر استعمال ہوئے ہیں نہایت اور وہ آیت صفحہ ۱۲۵ کے تحت المتن میں گزر چکی ہے مگر یہاں پراس سے استدلال نہیں کیا کہ وہ الفاظ بطور قول غیر استعمال ہوئے ہیں نہایت (آجی) مقصود ان سے مستنبط کرنا روا نہیں سمجھا!

(ب) انسان کی ناقدر شناسی کے ضمن میں کئی جگہ لفظ نعمت کا ذکر ہے جس سے مراد دنیاوی نعمتیں ہی ہیں۔ سورہ نمرین ۱: ۱۰

فَإِذَا مَنَّ اللَّهُ عَلَىٰ عَبْدًا نَاظِرَةٌ إِذَا خَرُجْتَهُ بُعْدًا مِمَّا قَالُوا لَا وَتَبْتَغِي عَنْهُ ۚ وَلِيَّةٌ ۚ وَاللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ ذَكِيٌّ

جب اس کو کوئی تکلیف پونچے تو ہم کو پکارتا ہے۔ پھر جب ہم اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرماتے ہیں تو کچھ لگتا ہے کہ یہ تو جو کو میرے علم کی وجہ سے ملی ہے ۱۰ سورہ فم السجدہ میں ہے: ۱۱ وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأِجِحَ الْبَاطِلَ ۚ ۱۲ وَإِذَا مَنَّ اللَّهُ عَلَى عَبْدٍ لَّكَرِهَ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا يَفْعَلُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۚ ۱۳

عبرانی میں (۱۱: ۱۲)، یعنی جب ہم انسان پر اپنا دنیاوی فضل و کرم کرتے ہیں تو وہ ہم سے سنبھیر کر کنارہ کش ہو جاتا ہے اور جب اس کو کوئی تکلیف پونچتی ہے تو لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے ۱۴ سورہ بنی اسرائیل میں قریب قریب یہی مضمون ہے: ۱۵ وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأِجِحَ الْبَاطِلَ ۚ ۱۶ وَإِذَا مَنَّ اللَّهُ عَلَى عَبْدٍ لَّكَرِهَ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا يَفْعَلُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۚ ۱۷

۱۷ کے الفاظ قابل لحاظ ہیں۔ سورہ زمر کے شروع میں پھر اسی دنیاوی نعمت کا ذکر ہے: ۱۸ وَإِذَا مَنَّ اللَّهُ عَلَى عَبْدٍ لَّكَرِهَ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا يَفْعَلُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۚ ۱۹

[illegible]

حضرت بعض احسان: بِرَبِّكَ تَقْوَىٰ مُنْمَا عَلَیْكَ اَنْ تَعْبُدَ تَرْجُوَ اَنْ تَسْتَوْبِحَ لَہٗ (۱۲۱:۱۶) میں دینی مومن فرما رہے ہیں کہ زعمون ابھی بچے احسان کہتے ہو کہ میں نے خدا کی سبیل کو نظامی میں لگا لیا ہے اور اگر مومنوں میں سے میں۔

انعمت

(بیتہ تحت المصنف ۱۲۱۴) یعنی کیا تم لوگوں نے اس بات پر نظر نہیں کیا کہ خدا نے تمہارے فائدے اور اسٹافوس کیلئے آسمان اور زمین کے اندر جو کچھ ہے سچ کر رکھا ہے، اور اس شخص کے باعث گویا اپنی ظاہری اور باطنی سب نعمتیں تم پر پوری کر دی ہیں؟ یہ آیہ جلیلہ ناقابل انکار طور پر اس حقیقت کی توثیق ہے کہ اشیائے فطرت سے استفادہ کرنا ہی ظاہری اور باطنی نعمتوں کی تکمیل ہے، گویا نعمت کا کامل اور مکمل مفہوم خدا کی تمام بنائی ہوئی اشیاء کا جائز استعمال ہی ہے، اسکے ماسواختا کچھ نہیں۔ یہاں پر روحانی نعمتوں کے وجود کی بحیرہ تغلیط چلائی ہے اور جیسا کہ چوتھی جگہ میں علم کے عنوان میں وضع کر دیا جائے گا۔ فطرت کی اشیاء کے صحیح استعمال کے اندر اور اس کے ضمن میں ہی روحانیت کے تمام درجے کی تکمیل بھی ہوتی ہے۔ اور یہی وہ اوج تربیت ہے جس کے قابل ہونے کے بغیر کسی قوم کا اس دنیا میں ممکن ناممکن ہے۔ (کتاب کے عربی اختتامیہ میں سران حکیم کی اس تسلیم کی ایک جملہ دکھلا دی گئی ہے) (دیکھو صفحہ ۳۸-۳۹)

(۵) انسانوں کی طرف عام خطاب سے قطع نظر بنی اسرائیل کی طرف خدائی خطابات بھی اسی حقیقت کیلئے کو ظاہر کرتے ہیں کہ قرآن مجید نعمت کا مفہوم دنیاوی و فضل و اکرام ہی ہے۔ سورہ ابراہیم میں حضرت موسیٰ کا قول ہے: **وَلَوْ قَالَ مُوْسٰی لَقُوْنِيْمْ اِذْ كُنَّا الْوَحْدَةَ اللّٰهُ عَلَيْنَا اِذْ اَنْجَلْنٰكَ مِنْ اِلٰہِ فِرْعٰوْنَ یَسُوْمُوْكَ نَحْنُ سُوْرَةُ الْعَذَابِ وَلَیْنَ یَقُوْنُ اِنَّا نَعْبُدُكَ وَیَسْتَحْیُوْنَ لِبَنَاتِنَا كُفُوًا (۱۱۳: ۶)** یعنی ایک وہ وقت تھا کہ جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے لوگو! خدا کی اس نعمت کو یاد کرو جب اُس نے تم کو فرعون کے لوگوں کے ظلم سے نجات دی تھی، وہ تم کو غلامی میں چلنے اور ناک طور پر تکلیفیں دیتے، تمہارے بیٹوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر قتل کرتے کہ تم تعداد میں تہہ سے رہ جاؤ، اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے کہ لوندیاں بن کر رہیں؟ یہاں ایک قوم کی سیاسی نجات کو نعمت خدا کہا گیا ہے۔ سورہ ابراہیم میں ہے: **وَلَوْ قَالَ مُوْسٰی لَقُوْنِيْمْ اِذْ كُنَّا الْوَحْدَةَ اللّٰهُ عَلَيْنَا اِذْ جَعَلْ فِیْكُمْ اَنْبِیَآءَ وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ اَحْزَابًا مِّنْ اَحْزَابِ الْعَالَمِیْنَ (۱۱۵: ۲۱)** اور ایک وہ وقت تھا کہ میں نے اپنی قوم سے کہا کہ اے لوگو! خدا کی اس عظیم الشان نعمت کو یاد کرو جب کہ اُس نے تم میں کے بے درپے کوئی پیغمبر تمہاری ہدایت کیلئے بھیجے، پر تم کو بادشاہ بنادیا، اور وہ انعامات عطا فرمائے جو دنیا جہاں میں کسی قوم کو نہ دیئے تھے؟ یہاں ایک سطح میں شخص کہہ سکتا ہے کہ انبیاء کا بنی اسرائیل میں سمجھوتہ ہونا ایک دعائی نعمت تھی، لیکن ادنیٰ تا ثل ہی اس نتیجے پر پہنچا دیتا ہے کہ ان انبیاء کا آنا حقیقت اُس قوم کی فحاشی اور دنیاوی بہتری کے لئے ہی تھا، جیسا کہ **وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ اَحْزَابًا مِّنْ اَحْزَابِ الْعَالَمِیْنَ** کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ خود موسیٰ علیہ السلام پیش نہاد بھی بنی اسرائیل کو فرعون مصر کے مظالم سے نجات دینا، اور اُس قوم کو قانون خدا کا پابند بنا کر بادشاہ بنانا ہی تھا جیسا کہ مذکورہ صدر آیت (۱۱۵: ۶) سے بھی ظاہر ہے۔ نہیں بلکہ اس آیت سے بعد کی آیتیں (یعنی ۲۱: ۵-۲۶) جس میں موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ارض مقدس پر حملہ کرنے اور دشمن سے مروانہ دار لڑکر بادشاہت زمین حاصل کرنے کی زبردست ترغیب دی ہے، پیغمبری کے منہنا، اور **وَجَعَلَ فِیْكُمْ اَنْبِیَآءَ** کی نعمت کے مفہوم کو اظہار میں شمس کر دیتی ہیں۔ آگے چلکر اسی تحت المصنف میں اس واقعے کی مزید تفصیل کر دی جائے گی لیکن ہر صاحب نظر بطور خود دیکھ سکتا ہے کہ بنی اسرائیل کے پیغمبر، بشمول موسیٰ علیہ السلام، اُس قوم کو اس دنیا میں متمکن اور مستلک کرنے کیلئے ہی مبعوث ہوئے تھے۔ اور یہ اجتماعی بقا کی بشارت دینا ہی ہر مرسل کا پیغام جلیل ہو اگر تاہم جیسا کہ صفحہ ۱۱ کے تحت بحث میں دافع کر دیا گیا ہے۔ یہی اپنی قوم کے لئے یا تمام دنیا کے لئے چند روشن احکام خدا کے ہاں سے آئے ہیں، پہرہ بیک لوگ اُن پر عامل رہتے ہیں اجتماعی بقا کی بشارت اُن کو ملتی رہتی ہے، جب اُس راہ سے ہٹ جاتے ہیں ہلاکت جاتے ہیں، یہی سچی روحانیت، اور صحیح معنوں میں نعمت ہے۔ اسی حقیقت کیلئے کہ اس صائب سورہ بقرہ میں دو کفر لفظوں میں وضع کیا ہے: **سَلَّ بَنُوْا اِسْرَآءِیْلَ كَمَا اَتَيْنَهُمْ قُرْاٰنًا یَّبَیِّنُ لَہُمْ سُبُوْحًا وَمِنْ یَّبَیِّنُ لَہُمْ اَنْہُمْ حَآجُّوْنَ اِلَیْہِ فَوَلَّوْا اَلْبَیْہَ شَدِیْدَ الْعِیْقَابِ (۲: ۲۱)** یعنی اے محمد! تم بنی اسرائیل سے پوچھو جو موسیٰ کہ ہم نے اُن کو کیا کچھ روشن قانون اور کتنے کلمے کلمے اور غیر منلوک حکم دیئے تھے (آیۃ بَیِّنَات)، (وہ اگر ان پر عامل رہتے تو ہمارے خزانہ عامر سے کیا کیا انعام نہ پاتے)، لیکن جس قوم نے خدا کی نعمت کو اُس کے لئے نیچے

[illegible]

عنبر

رفیقہ تحت اس صنف (۲۱۶) مومنوں کو خدا کے ماں سے (عَنْ اللّٰهِ) ونبوی انعام واکرام اور فضل و کرم کی بشارت دے رہے ہیں۔ یہاں نعمت صاف دنیاوی نعمت مراد ہے کیونکہ غریبی انعام کا ذکر پیشتر کی آیت میں آچکا ہے۔ سورہ فتح میں صلح حدیبیہ کی دور رس حکمت عملی کو فتحِ قُتیبناہ (۱: ۲۸) کہہ کر تمام نعمت اور صراطِ مستقیم کے معنی خیز القاب عطا فرمائے ہیں، وَبَلِّغْهُمْ نِعْمَتَكَ عَلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (۱: ۲۸) یعنی یہ سعادہ جو بظاہر سخت آزمین معلوم مینا ہے کمزور مسلمانوں کے لئے دراصل فتحِ مبین ہے کیونکہ ان کو اپنی مثال میں اپنی قوتوں کو اور جمع کر نیک موقع مل جائے گا۔ دشمن اپنی قوت کے غرور میں اور قوی بننے کی سعی کر کے گا، اور یہ متارکہ فی الحقیقت تم پر خدا کے عز و جل کی نعمت مکمل ہو جانے کا پیش خیمہ ہوگا، اور نیز اس لئے کہ خدا تم کو دشمن پر غالب آئیے صراطِ مستقیم پر لیجائے۔ یہاں نعمت کے سیاسی مفہوم کی توضیح کے ساتھ ساتھ صراطِ مستقیم کے مطالب کی بھی ایک حد تک تشریح کر دی ہے۔ سورہ آل عمران میں قرونِ اولیٰ کے مومنوں کے بیشمال اتحاد اور اخوت کو دوبار نعمت کہا ہے، وَادْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَالْتَفَ بَيْنَكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ اِخْوَانًا (۳: ۱۰۲)۔ مطالبہ صنف (۲۱۷) پر آچکے ہیں یہاں اعادے کی ضرورت نہیں۔ سورہ مائدہ میں بدن کی تطہیر اور ناز سے پیشتر ہاتھ منہ دھونے کو بھی اتمامِ نعمت فرمایا ہے، فَاَيُّ نِعْمَةٍ اللّٰهِ يُعْطِيْكُمْ عَلَيْهِ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (۲: ۲۵۵) یعنی خدا اس صنف اور تہم کی بند سے فی الحقیقت تم پر کوئی ناروا یا بے سبب تسلی کر نہیں چاہتا، بلکہ وہ انسان اپنی شرف المخلوقات کو ظاہری شجاست اور آلائش سے ہر قدر پیچو تہ پاک صاف کرنا چاہتا ہے، اور جہاں اسے تمہاری دنیاوی بہتری، معاشری بہبودی اور اخروی نجات کیلئے تم کو نہایت گرانقدر اصول سکھائے ہیں وہاں وہ تمہاری جسمانی صفائی کا یہ چوٹا سا اصول سکھانے کی محنت تم پر اپنی نعمت کی تکمیل کرنا چاہتا ہے تاکہ تم میں شجاست حقیقی کی اس حیرت انگیز محافظت کی دل سے قدر کرو (لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ) یا گویا یہاں بھی نعمت سے دنیاوی نعمت (یعنی جسمانی صحت) مقصود ہے، محض بدن کو دہولینا کسی شخص میں روحانیت پیدا نہیں کر سکتا، اور نہ وضو سے اس روحانیت کا اتمام پیش نظر ہے۔ بعینہ اسی نقطہ نظر سے اس آیت شریفہ سے ذرا پہلے احکامِ حرمتِ ماکولات کے ضمن میں اتمامِ نعمت کا تذکرہ کیا ہے، اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنََكُمْ وَلَمَّا تَشْكُرُوا (۲: ۲۰۱) یعنی آج اے مسلمانو! ہم نے معاشری اور اجتماعی اور فردی کی کامل شرح و بسط کے بعد حلت اور حرمت کے ان نتیجہ خیز احکام کی بھی توضیح کر کے گویا تمہارے آئندہ اور مجوزہ طرزِ عمل کو رہنمائی دینا ہے اس ابتلا گاہ سعی و عمل میں پائیدار تعلیم کی پونہا دیا ہے، بلکہ ایک روستے اپنی تمام نعمتوں کی تکمیل کر دی ہے، اور تمہارے لئے اسی تقویت انگیز اور غلبہ اندوز اسلام کو بطور راہِ عمل پسند کیا ہے۔ حلت اور حرمت کے احکام کی نتیجہ خیز حکمت اور انکی اہمیت کے متعلق فلسفیانہ بحث کرنے میں ابجہت دیر ہے۔ یہ موضوع غالباً پانچویں جلد میں آسکیگا، مگر پوری آیت کے مطالعے سے ظاہر ہے کہ مقرر شدہ کے کما فیہ بچا، اور جیسی کرامت انگیز شے سے پرہیز کرنا، یا لحم خنزیر سی پلید اور مضمرہ صحت چکر کھراہ مہنا، یا اور باقی اشیا جنگلی حوت کی تصدیق اس آیت میں ہوئی ہے لکے کھانے سے گریز کرنا فی حقیقت انسان کی معاشری اور دنیاوی زندگی کی صلاح کا ایک منظر ہے، ان کو روحانیت سے متعلق تعلق نہیں، اور اسی اتمامِ نعمت کا مفہوم یہاں پر بھی دنیاوی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس طلاق کے متعلق احکام خدا کی شرح و بسط کے بعد ارشاد ہے، وَادْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَالْتَفَ بَيْنَكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ اِخْوَانًا (۳: ۱۰۲) یعنی مسلمانو! جہاں خدا کو منہسی مغول یا یہ نتیجہ اور بے مطلب باتیں (ہُزُوًا) سمجھ کر مثال دیا کرو، بلکہ ان کی تعمیل خدا کے ان بیش قیمت احسانوں کو دل میں رکھ کر کیا کرو جو اسے وقتاً فوقتاً تم کو مناسب احکام دے کر کیے۔ اور جو گرانقدر کتاب اس نے تم پر اتاری ہے بلکہ حکمت الہی کے جو بیشمال نکات اس نے تم کو اپنی جناب سے عطا فرمائے ہیں اور جن کے ذریعے وہ تم کو مناسب راہِ عمل بتاتا رہتا ہے انکو پیش نظر رکھ کر تعمیل کیا کرو۔ یہاں بھی نعمت سے مراد وہ اجتماعی خوش حالی ہے جو احکامِ خدا پر کما حقہ عمل کرنے سے ہر قوم کو اس دنیا میں نصیب ہوتی ہے، روحانی بہت شامِ ازل میں۔

المَغْضُوبِ

(تعبیر تحت آیت ص ۲۱) قریب قریب ہی مضمون سورہ مائدہ میں احکام وضو کے بعد ہے: **وَإِذْ كُنَّا نَبْعَثُ رَبَّكَ نَادِيًا وَقَدْ عَلِمْتُمُ اللَّهَ عَلِيمًا يَوْمَئِذٍ** (۱۵)، یعنی اے مسلمانو! وضو کے بارے میں اس الٰہی حکم کو بے سبب یا بے نتیجہ نہ سمجھو بلکہ اس اجتماعی راحت اور قوت (نعمت) کو خیال میں لاؤ اور اذکر فی جہتم کو خدا کے ہاں سے وسمدم نصیب ہوتی رہی ہے، نیز اس الٰہی عہد و پیمان کے قوت انگیز نتائج پر غور کرو جس کے ساتھ اُس نے کچھ مدت ہوئی تم کو وابستہ کر دیا تھا (وَإِذْ كُنَّا نَبْعَثُ رَبَّكَ نَادِيًا) اور جس کی نتیجہ خیز اہمیت کو پیش نظر رکھ کر تم نے بھی اُس کے مشمولہ احکام کے آگے سر تسلیم خم کر دینے کی تہان لی تھی (وَإِذْ كُنَّا نَبْعَثُ رَبَّكَ نَادِيًا) اور دیکھو! خدا کے قہر و غضب کے ذکر (وَإِذْ كُنَّا نَبْعَثُ رَبَّكَ نَادِيًا) اُس کے ہر حکم کی بطیب خاطر تعمیل کیا کرو کیونکہ وہ تمہارے دلوں کی کشمکش اور سینوں کی شش و پنج کو بھی موبو جانتا ہے (عَلِمْتُمُ اللَّهَ عَلِيمًا يَوْمَئِذٍ) اس آیت کا ربط پہلی آیت کے ساتھ نہایت خود طلب ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ خدا نے عزوجل نے صفائی بدن کی اہمیت کو پیشین کر دینے کی غرض سے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کو ثبوت کے طور پر وہ اجتماعی فائدہ (نعمت) یاد دلایا جو احکام خدا کی تعمیل کے باعث اس سے پیشتر مل چکے تھے۔ گویا یہاں پر نیز غیبی تحریر کا عجیب و دہی رنگ ہی جیسے کوئی بادشاہ اپنی رعیت کو کہے کہ فلاں کام بھی اسی انہماک اور سرگرمی سے کرو جیسا کہ اور حکم ملتے آئے ہو، اور ذرا خیال میں آئے کہ پہلے حکموں کی تعمیل کے باعث تم کو کیا فائدہ حاصل ہوئے ہیں۔ اس مقام نظر سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں پر بھی نعمت سے مراد دنیاوی تنعمات ہی ہیں۔ سورہ بقرہ میں علیٰ ہذا الفیاس تحویل قبلہ کی بحث کے ضمن میں اسلام کی عالم آرائی کے لئے ایک مرکز کی ضرورت کو وضع کر کے فرمایا ہے: **وَلَا تَتَّبِعُوا فِي مَتْلُبِكُمْ** (۱۵۰:۱۴۹)، یعنی اور یہ تمام عالم اسلام کا ایک نقطہ پر متمرکز کرنا چاہیے جو کہ میں اپنی نعمت کی تکمیل تم پر کروں اور تاکہ لوگ اس دنیا میں قوت اور اتحاد کے ساتھ رہنے کا راہ راست مل جائے۔ سورہ عنکبوت میں پھر اسی بیت الاحرام کے تقدس اور فوقیت کی شان میں ہے: **أُولَئِكَ هُمُ الرَّاكِبُونَ** (۱۵۰:۱۴۹)، یعنی اے محمد! کیا دشمنان اسلام اس بات پر نظر نہیں کی کہ ہم ہی نے بیت الاحرام کو رزداں سے جاتے امن بنا رکھا ہے حالانکہ عین اسکی چار دیواری کے باہر یہ حال ہے کہ لوگ ان کے آس پاس سے بے دہش و بھڑکا مارے جا رہے ہیں (اور کوئی شخص انکی داد دیتی نہیں کر سکتا) تو کیا یہ لوگ لا طائل اور بے نتیجہ باتوں کو سنتے ہیں اور خدا کی اس نعمت عظمیٰ کی قدر نہیں کرتے؟ گویا خدا کا حرم کعبہ کو پر نظر ماحول کے عین وسط میں دارالامان بنا دینا نعمت الٰہی ہے اور مسکڑوں کو جو احکام خدا کے امن انگیز ہونے پر کچھ یقین نہیں رکھتے، ایک زندہ مثال لگے گرد و پیش سے بیکردی ہے تاکہ بطور خود غور کریں کہ خدا کی مکرر وفوف و خطبہ کرد و نواح میں امن و آسائش کی صورت پیدا کر سکتا ہو، اور کیوں کر ایک وقف اجل، خود فرد اور مختل مشق حد قوم میں سے ایک با رب، صاحبِ قار اور محفوظ ہمت کثری کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ یہاں پر بھی صاف نعمت مراد دنیاوی امن و راحت ہی ہے۔ خود پیغمبر آخر الزمان کو اتنی اشراف ہے: **مَا أَفْتَى بَعْضُكُمْ دَابَّاتٍ يَجْعَلُونَ** (۲۰:۶۸)، یعنی اے محمد! تم اپنے پروردگار کے فضل و کرم سے پاگل نہیں ہو (جیسا کہ اہل مکہ کہتے ہیں) کہ گویا صحیح الاعضاء ہونا بھی نعمت الٰہی میں داخل ہے۔ سورہ البیل میں خدا کے ہاں سے انعامات کی تقسیم کے متعلق ایک قاعدہ کلیہ بیان کر کے اُسکے دنیاوی مفہوم کو اور بھی واضح کر دیا ہے: **وَمَا يَكُونُ لَكُمْ أَنْ تُبَدِّلُوا** (۲۰:۶۸)، یعنی اے محمد! کسی فرد واحد کے لئے بھی (کلا حین) کوئی نعمت (یعنی نعمت) نہیں کہ بطور بدلہ کے دی جائے (نفسی) مگر یہ کہ وہ انعام اُس شخص کو اپنے پروردگار جل و علا (وہ) کی تلاش خدا کے صلہ میں ملتا ہے، یعنی اس نیک اندر جو کچھ مل رہا ہے خوشنودی خدا کے صلہ میں مل رہا ہے۔ یہاں پر اس حلیل القدر کلمہ کی صداقت پر بحث نہیں صرف لفظ نعمت سے سروکار ہے۔ سورہ الطہ میں **وَاللَّهُ يَخْتَارُ** (۱۱:۹۳)، یہاں پر بھی نعمت صاف دنیاوی ہے۔

(۹) ان تمام نصوص صریحہ کے علاوہ جن کا ذکر اوپر ہوا، قرآن میں چند سونے ایسے بھی ہیں جہاں نعمت کا مفہوم باوری لفظ سب سے

ملہ ضمنا اس آیت میں **وَاللَّهُ يَخْتَارُ** کا لفظ بصراحت تمام ظاہر کرتا ہے کہ ہدایت کا قرآنی مفہوم انعام ہی ہے جو اس مفہوم کی گواہی میں ہے ص ۱۳۳ کے تحت آیت میں دی ہیں۔

وَلَا الضَّالِّينَ (۵۱-۵۰)

دیکھتے ہیں صنف ۲۱۹، حکم کی اطاعت کرنا اپنا فرض سمجھ لیا تھا، اور اس کی تعمیل میں اپنی جانوں کو نذر دینے سے نہیں بچکتے تھے پس تنہا سے مراد یہاں پر بھی وہ توفیقِ عمل ہے جس کا نتیجہ قوم کی دنیاوی راحت ہی ہے، وہ کوئی اعتکاف کی کسرت یا تسبیح و زکریا نہیں جس کا اس دنیا میں بظاہر کوئی مستیجہ مترتب نہیں ہوتا۔ ایمان اور علو حقائق کی یہی وہ عملی اور نفع مند کیفیت ہے جس کی بنا پر خدا نے عزوجل نے حکام اسی کے عاملوں، اور رسول کے بالمشافہ احکام کی تعمیل کرنے والوں کو انعم اللہ علیہم کا لقب عطا فرمایا ہے: وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ، وَسَبَّحُوا ثُبُوحًا رَافِقًا (۴۹: ۲۹) یعنی مسلمانو! تم میں سے جس شخص نے اپنے آپ کو احکام خدا کی متابعت کے پے وقف کر دیا، اور جس نے رسول کے بالمشافہ احکام کی تعمیل سمجھ لی اور منسلوس نیت سے کی تو یہی وہ لوگ ہیں جو ان لوگوں کے دوش بدوش چل رہے ہیں اور مثل انکے اخروی اجر کے مستحق ہوں گے (مَعَ الَّذِينَ) جنہاں اللہ نے اپنا خاص احسان کیا (أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ) مثلاً وہ انبیائے کرام جنہوں نے راہ حق میں جہاد کیے (مِنَ النَّبِيِّينَ) یا وہ صادق، لوگ جنہوں نے عمل سے اپنے ایمان کو سچ کر دیا (وَالصِّدِّيقِينَ) دیکھو تحت آیت صنف ۱۱۴، یا وہ شہداء (وَالشُّهَدَاءِ) یا وہ صلح اہل، لوگ جنہوں نے اپنی جماعت کی حالت درست کی (وَالصَّالِحِينَ) دیکھو تحت آیت صنف ۱۶۸، اور یہ لوگ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں، اطاعت رسول کے صحیح مفہوم کے متعلق ایک ضمنی بحث صنف ۱۱۴ کے تحت آیت میں گزر چکی ہے وہاں پر اشارہ کر دیا ہے کہ اس سے مراد رسول خدا صلعم کے ان بالمشافہ احکام کی فوری تعمیل ہے جو آپ کی ہدایت کا عظیم یار بنائے اُمتِ واقعی اور مقامی حالات کو مدنظر رکھ کر دیا کرتے تھے، اور جن کا منہائے نظر تقویت جماعت یا غلبہ سلام ہی تھا۔ چنانچہ یہاں پر بھی جہاد بالسیف اور ہجرت وطن کے احکام اس آیت سے پیشتر آئے (۲۶: ۱۳) میں اَفْتَنَّاكَ لَئِنْ كُنْتَ مِنْهُمْ فَبِمَا تَأْمُرُ بِهَا تَبْغِيهِمْ فَيُكْفِرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ فَكَفَرُوا وَاللَّهُ يُضِلُّ الْغَافِلِينَ اور انعم اللہ کا حکم بھی اسی قطع کے جان مال اٹھا کر کرنے والوں کے بارے میں ہے۔ اس بنا پر مختصر الفاظ میں انعم اللہ علیہم سے مراد یہاں پر بھی وہ توفیقِ عمل ہے جو ایمان کا جزو لاینفک ہے اور ایمان میں نیاسیاں منجیہ فلاح قوم، اور آگے چل کر فلاحِ آخرت، اس کے ماسوا کچھ نہیں۔ جن لوگوں نے اسلامی اور مدنی و دنیوی کے اجتماعی مقاصد کو نظر انداز کر دیا اور بعد ازاں ان میں سے چند سہل احکام مثلاً نماز روزہ کو اپنے لیے پسند فرما کر ان کی نظر دینی شوق پیدا کر لی ہے، اور نہ تو تنوع کی اس میانہ شان کو دیکھتے ہیں، فرض کر کے اپنے آپ کو انعم اللہ علیہم کا مصداق بنائے ان کے لیے یہ آیت از بس سبق آموز ہے۔ صدیق، اور شہداء اور صالحین اور انبیاء کی ہمدوشی کا مقام حاصل کر کے لیے انتہائی سعی و عمل شرط ہے، جان و مال کی قربانی مشروط ہے، خدمتِ عباد و شرط ہے وغیرہ وغیرہ، پس ہی شخص انعم اللہ علیہ کا صحیح مصداق ہو سکتا ہے جو ان جیسے نتیجہ خیز اور غلبہ اندوز، مصلح قوم اور محرک اعضا کا کام کر رہا ہے۔ سورہ مریم میں صِدِّيقِ اٰہْلِ اٰبَرٰہِیْمَ (۱۱۹: ۳۱)، مخلص الاعمال موسیٰ (۱۹: ۵۱)، اور صادق الوعد، اسمعیل (۱۹: ۵۴) علیہم السلام کے ذکر کے بعد ارشاد اُسی ہے: وَادْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِذْ رَسَلْنَا اِلَيْهِ اَنْ يَّصِدِّقَ نَبِيَّاهُ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا اُولَٰئِكَ اَلَّذِينَ اَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قُلِ النَّبِيُّ مِنْ دَرَجَاتٍ اَدْمَنَّا (۵۶-۵۸) یعنی اسے پیغمبر! ابرہیم اور موسیٰ اور اسمعیل کے طویل القصد کارناموں کو یاد کر کے بعد اس ہماری کتاب میں اور میں کا تذکرہ بھی کر، کیونکہ ہمیں شک نہ ہو کہ یہ کارکن شخص ہی اپنے اعمال و افعال سے اپنے ایمان کی بڑی ہی تصدیق کرنے والا (صِدِّيقًا)، اور قابلِ خدا ہے بڑی ہی باخبر (نَبِيًّا) تھا، اور اسی وجہ سے ہم نے اس کو ایک نہایت بلند منصب پر سرفراز کیا تھا، (مَكَانًا عَلِيًّا)۔ اولاد آدم میں سے جو وہ انبیاء لوگ تھے جنہو خدا نے اپنے جدا احسان کیے، اور جو اس دنیا سے فی حقیقت مٹ کر ہو کر گئے، گویا یہ عمل کے ذریعے سے اپنے ایمان کو چکر کر دیکھنا اور صدیق بننا ہی خدا کی سب سے بڑی نعمت ہے، اور یہی سچی رُوحانیت ہی ہے۔ گوشہ نشین بن کر خدا رکھتے رہنا اور مخلوق سے بے نیاز ہونا حقیقت نہ کوئی عمل ہے اور نہ ہمیں خلق خدا کی بہتری کی کوئی صورت نکل سکتی ہے۔ انبیاء نے کرام علیہم السلام کی

اسے پروردگار عالم اور اسے نعمتوں کے بخشنے والے خدا! تو ہم سب کو اس سید سے

دقیقہ تحت المہین صفحہ ۲۲۰) بے مثال علی زندگیاں، انکے اس خیال میں عالم انگیز کارناموں، اور مخلوق خدا کی جستجائی اصلاح کے بارے میں ان کی آن تھک کوششوں کو پیش نظر رکھ کر ہی رب زمین و آسمان نے جا بجا ان پر سلام بھیجا ہے، انکے اعمال کو سراہا ہے، اور عوام کے سامنے انکو بطور نمونہ پیش کر کے انعم اللہ علیہم کا عزیز القدر لقب دیا ہے۔ چنانچہ قرآن میں جا بجا اس سلام بھیجے کی کئی مثالیں موجود ہیں جن کے اعادے کی یہاں ضرورت نہیں۔

(مر) انبیائے عظام کی اسی علامہ حیثیت کو پیش نظر رکھ کر سورہ زخرف میں خاص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں ہے: (ان هُوَ الَّذِي مَدَّ عَلَيْنَا دَلِيلَهُمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُ السُّعْيُ اَمْ يَرَوْنَ عَذَابَ الْيَوْمِ) یعنی مسیح توفی حقیقت ہمارا ایک حکیم دار اور کارکن غلام (عبداللہ) دیکھو سخت المہین صفحہ ۱۰۱) ہی تاج اس پر ہم نے اپنی جاسکے توفیق عمل عطا فرمایا خاص احسان کیا تھا (انعمنا علیک) اور یہ روح عمل اس تک ازراہی کر دی تھی کہ ہم نے اسکو نبی اسرائیل کی جمود زدہ اور غافل قوم کے لیے ایک نمونہ (مثلاً) بنا دیا۔ نبی اسرائیل کے اس باطل اور اولوہیت پرستی پر خدا نے جل و علے کے یہی وہ بے مثال انعامات تھے جن کی بنا پر سورہ مائدہ میں حضرت کی والدہ پر احسان قیلا ہے۔ یہاں پر ربط قائم کر نیکیے لیے اس سے پہلی آیت بھی نقل کر دی جاتی ہے جس سے احسان قیلائے کا سبب اور بھی واضح ہو جائے گا:

يَوْمَ يَخْلَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا اِنْ كُنْتَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ اِذْ قَالَ اللَّهُ لِيُعْجِبَ اَبْنُ مَرْيَمَ اِذْ كَفَرْتُمْ فَنُفِخَ فِي سُورَةٍ عَلَیْكَ وَاعْلَى وَالَّذِي اَنْتَ

اسے پیغمبر! وہ وقت بھی نہایت ہی کڑا اور کھپکا دینے والا ہوگا جب وہ مالک زمین و آسمان اور صاحب کبریا و جبروت خدا اپنے سب پیغامبروں اور قاصدوں کو اکٹھا کر کے (یَوْمَ يَخْلَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ) ان سے اپنے پیغام کے صحیح طور پر اور کونیکے متعلق محاسب کرے گا اور فرمائے گا کہ تم خوب! آج تم اپنا پناہ بیان پیش کرو کہ ساکنان زمین کی طرف سے تم کو ہمارے پیغام کا کیا جواب ملا (فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ) اور (۱۰۹: ۱۱۰) انہوں نے تم کو کیوں کفر سے بل کیا (مَاذَا أُجِبْتُمْ) اس کا باشندگان زمین پر کیا اثر ہوا (مَاذَا أُجِبْتُمْ) اور بعد ازاں اور پیغمبروں سے صرف نظر کر کے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف جس کی امت نے پیغام رب العالمین کی معیت کو قطعاً مسخ کر کے اسکو خدا کا بیٹا بنایا تھا متوجہ ہوگا اور فرمائے گا (اِذْ قَالَ اللَّهُ) بلکہ اسے ہر لمحہ کے بیٹے یعنی تم میرے اس احسان کو یاد کرو جو میں نے تم پر اور تمہاری ماں پر کیے تھے۔

سورہ مائدہ کے دو آخری رکوعوں کے مطالب کو ملحوظ رکھنے کا یہ موقع نہیں بلکہ پوری آیت (۱۱۰: ۱۱۱) کی شرح و بطور دینا ہی جہاں پر بہت کچھ پیش از وقت ہے، مگر اوقاف قرآن کے رموز کو جاننے والے غور و خوض کے بعد اس نتیجے پر بطور خود پونج سکتے ہیں کہ اس آیہ شریفہ میں اِذْ قَالَ اللَّهُ سے عَلَی وَالَّذِي تک تک ایک نقل بیان ہے جس میں خدا نے عظیم نے احتساباً بلکہ تہدیداً تہذیباً میں حضرت عیسیٰ کی توفیق عمل و استعداد نبوت کو انہر بلکہ ان کی ماں پر بھی احسان کے طور پر قیلا ہے۔ اس دعویٰ کی تائید علامت ہر سے ہوتی جو وَالَّذِي تک کے بعد ہے اور جس مراد یہ ہے کہ ایسے بعد تہذیب جانا لازمی ہے۔ ورنہ بعد کی عبارت سے ملا کر پڑھنے سے مطالب کے بگڑ جانے (حتیٰ کہ بعض ظاہر پرست اشخاص کے نزدیک کفر کے مرتکب ہونے) کا خوف ہو! گویا تم جیسے باطل اور کارکن شخص کا ہونا ہی تم پر خدا کا ایک احسان عظیم تھا، اور بالخصوص اس ماں پر جسے ایسا سپوت جنا۔ ماں اور بیٹے دونوں کو احسان قیلائے کا سبب سولہویں رکوع کے شروع میں ظاہر ہوتا ہے۔ جہاں پندہ میں رکوع کے بعد انبیائے جہاں کے ہرے مجمع میں فرمایا ہے کہ اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تم نے فی الحقیقت لوگوں کو کسا تھا کہ خدا کو چوکر مجھے اور میری ماں کو خدا بنا لو؟ حالانکہ میں نے ہی تم کو نبی اسرائیل کا سردار بنایا تھا اور تمہاری ماں کو ایسا کارکن میتا دیا تھا۔ اکثر شائین نے کلام خدا کے ربط کو نظر انداز کر کے آیہ (۱۱۰: ۱۱۱) میں وَالَّذِي تک کے بعد کی عبارت کو متذکرہ صدر مکرر سے ملا کر (اِذْ اَنْتَ تَكُ يَرْفَعُ الْفُلَ مِنْ مِصْرَ الْاَسَاسِ فِي الْيَمِّ) دیکھ کر دیکھا، وغیرہ وغیرہ کو نعمت قرار دیا ہے۔ یہ واقعات یعنی تائید روح القدس اور کلام فی الہد و غیرہ خواہ ان کا مفہوم کچھ بھی ہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر

راستے پر ملے، ان لوگوں کے رستے پر جن کو تو نے اپنی نعمتوں سے مالا مال کر دیا ہے

دقیقہ تحت المیزان صفحہ ۲۲۱) احسان کے حامد ہو سکتے مگر حضرت مریم پر ان کا جتنا نا کچھ بے معنی سا ہے۔ یہ آیت اس امر کی بہترین مثال ہے کہ قرآن حکیم کے اوقات اور نشانات رکوع جو علمائے سلف نے حجاج ابن یوسف کے زمانے میں لگائے تھے کس غم و جست و جوی سے لگائے اور انکو کلام الہی کے صحیح مطالب پر کتنا عبور تھا اس بنا پر میرا غالب گمان بلکہ یقین ہی ہے کہ آیت (۱۱۰: ۵) میں بھی نعمت سے مراد حضرت کی وہ حیرت انگیز روحِ عمل تھی جسے اُنکو **صَلَاةٌ لَّيْلِيَّةٌ اِسْمُ رَؤُوفٍ** (۵۹: ۳۳) بنا دیا تھا، اور نوعیت احسان حضرت مریم پر یہی ہے کہ ایسے جلیل الشان نبی کی ماں تھیں۔ چنانچہ اسی مستی از کی بنا پر سورہ آل عمران میں ولادت مسیح کی بشارت دینے والے ملائک کا خطاب مریم علیہا السلام ہے **اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ** (۳۱: ۳۰) یعنی تھے مریم! وہیں شک نہیں کہ خدا نے تمہیں منتخب کر لیا ہے تم کو آلائش گناہ سے پاک صاف کر دیا ہے، اور یہی نہیں بلکہ دنیا جہان کی عورتوں سے تمہیں اس منصب یعنی اُمّ نبی بننے کے لیے پسند فرمایا ہے قرآن حکیم کے مطالب میں مزید غور و غوض کرنے والے شاید اس نتیجے پر پہنچ سکیں کہ یہ انتخاب محض بے سبب یا علی الحساب نہ ہوا تھا بلکہ خود مریم علیہا السلام کی بے لوث اور پاکیزہ زندگی، اُن کا عملی ایمان، اُن کی صداقت اور حکیم داری اس انعام و اکرام کا باعث ہوئی تھی جیسا کہ سورہ تحریم کے اخیر میں بت ہیشال نے **وَصَرَّبَ اللّٰهُ هٰذَا الْاَمَلُ الَّذِي بَيْنَ اَمْسِكَ الْفَاظِ مِیں رُوحَ فَرَحٍ** (آستئہ) اور مریم علیہا السلام کی زندگیوں کو ایمان والوں کے لیے بطور نمونہ پیش کر کے **مَوْجِدَ الذِّكْرِ** کے حق میں فرمایا ہے: **وَصَدَقَتْ بِحُكْمَتِہِ** (۱۱۰: ۵) یعنی تھے مریم! اُن کو اُن کی بے لوث و ایمانی زندگی کی وجہ سے کونیک اور باعلیٰ قانون ہمیشہ احکام خدا کی بذریعہ عمل تصدیق کرتی رہی، اور اسکی یہی ہوتی کتابوں کو قانون خدا سمجھ کر اُس پر حق الویس عمل پیرا رہی، اور وہ فی الحقیقت خدا کے فرماں بردار بندوں میں سے ایک بندہ تھی۔ یہی تونست حق صیح مسنون میں وہ نعمت عظمیٰ ہے جس کی بنا پر سورہ نمونہ میں عی علیہ السلام اور حضرت مریم دونوں کو خدا کی نشانی کہا گیا ہے، **وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَآلَتَہٗ اٰیۃً** (۵۰: ۱۳) یعنی تھے مریم! اُن کی ماں کو اُن کی بے لوث و ایمانی زندگی کی وجہ سے خدا کی قدرت کی ایک نشانی اور راجحہ بنا دیا تھا۔ اور اسی نعمت کا ذکر آیت (۱۱۰: ۵) میں ہے جس کی تشریح میں یہ سب ضمنی آیتیں پیش کی گئی ہیں۔

ان تمام حیرت انگیز شہادتوں سے جو متذکرہ صدر عنوانات (الف - ز) میں پیش ہوئیں ہر نوع یہ ظاہر ہے کہ نعمت کا الہی مفہوم ہمہ تن اور ہر کیفیتِ نیادہی ہی ہے، کہیں اس سے مراد وہ اجتماعی ممکن اور رحمت ہی جو ہم حقیقی اقوام عالم کو ان کے کس عمل کے صلہ عطا فرماتا ہے (الف) (۵۳: ۵)، (۳۵: ۵)، (ح) (۱۱۳: ۶)، (۲۰: ۵)، (۲۱: ۱۲)، (۳۴: ۱۲)، (۱۲۲: ۲)، (۱۰۱: ۱۲)، (۲۴: ۲۴)، (۲۴: ۲۴)، (۱۱: ۵)، (۱۳: ۱۳)، (۱۴: ۱۴)، (۱۵: ۱۵)، (۱۶: ۱۶)، (۱۷: ۱۷)، (۱۸: ۱۸)، (۱۹: ۱۹)، (۲۰: ۲۰)، (۲۱: ۲۱)، (۲۲: ۲۲)، (۲۳: ۲۳)، (۲۴: ۲۴)، (۲۵: ۲۵)، (۲۶: ۲۶)، (۲۷: ۲۷)، (۲۸: ۲۸)، (۲۹: ۲۹)، (۳۰: ۳۰)، (۳۱: ۳۱)، (۳۲: ۳۲)، (۳۳: ۳۳)، (۳۴: ۳۴)، (۳۵: ۳۵)، (۳۶: ۳۶)، (۳۷: ۳۷)، (۳۸: ۳۸)، (۳۹: ۳۹)، (۴۰: ۴۰)، (۴۱: ۴۱)، (۴۲: ۴۲)، (۴۳: ۴۳)، (۴۴: ۴۴)، (۴۵: ۴۵)، (۴۶: ۴۶)، (۴۷: ۴۷)، (۴۸: ۴۸)، (۴۹: ۴۹)، (۵۰: ۵۰)، (۵۱: ۵۱)، (۵۲: ۵۲)، (۵۳: ۵۳)، (۵۴: ۵۴)، (۵۵: ۵۵)، (۵۶: ۵۶)، (۵۷: ۵۷)، (۵۸: ۵۸)، (۵۹: ۵۹)، (۶۰: ۶۰)، (۶۱: ۶۱)، (۶۲: ۶۲)، (۶۳: ۶۳)، (۶۴: ۶۴)، (۶۵: ۶۵)، (۶۶: ۶۶)، (۶۷: ۶۷)، (۶۸: ۶۸)، (۶۹: ۶۹)، (۷۰: ۷۰)، (۷۱: ۷۱)، (۷۲: ۷۲)، (۷۳: ۷۳)، (۷۴: ۷۴)، (۷۵: ۷۵)، (۷۶: ۷۶)، (۷۷: ۷۷)، (۷۸: ۷۸)، (۷۹: ۷۹)، (۸۰: ۸۰)، (۸۱: ۸۱)، (۸۲: ۸۲)، (۸۳: ۸۳)، (۸۴: ۸۴)، (۸۵: ۸۵)، (۸۶: ۸۶)، (۸۷: ۸۷)، (۸۸: ۸۸)، (۸۹: ۸۹)، (۹۰: ۹۰)، (۹۱: ۹۱)، (۹۲: ۹۲)، (۹۳: ۹۳)، (۹۴: ۹۴)، (۹۵: ۹۵)، (۹۶: ۹۶)، (۹۷: ۹۷)، (۹۸: ۹۸)، (۹۹: ۹۹)، (۱۰۰: ۱۰۰)، (۱۰۱: ۱۰۱)، (۱۰۲: ۱۰۲)، (۱۰۳: ۱۰۳)، (۱۰۴: ۱۰۴)، (۱۰۵: ۱۰۵)، (۱۰۶: ۱۰۶)، (۱۰۷: ۱۰۷)، (۱۰۸: ۱۰۸)، (۱۰۹: ۱۰۹)، (۱۱۰: ۱۱۰)، (۱۱۱: ۱۱۱)، (۱۱۲: ۱۱۲)، (۱۱۳: ۱۱۳)، (۱۱۴: ۱۱۴)، (۱۱۵: ۱۱۵)، (۱۱۶: ۱۱۶)، (۱۱۷: ۱۱۷)، (۱۱۸: ۱۱۸)، (۱۱۹: ۱۱۹)، (۱۲۰: ۱۲۰)، (۱۲۱: ۱۲۱)، (۱۲۲: ۱۲۲)، (۱۲۳: ۱۲۳)، (۱۲۴: ۱۲۴)، (۱۲۵: ۱۲۵)، (۱۲۶: ۱۲۶)، (۱۲۷: ۱۲۷)، (۱۲۸: ۱۲۸)، (۱۲۹: ۱۲۹)، (۱۳۰: ۱۳۰)، (۱۳۱: ۱۳۱)، (۱۳۲: ۱۳۲)، (۱۳۳: ۱۳۳)، (۱۳۴: ۱۳۴)، (۱۳۵: ۱۳۵)، (۱۳۶: ۱۳۶)، (۱۳۷: ۱۳۷)، (۱۳۸: ۱۳۸)، (۱۳۹: ۱۳۹)، (۱۴۰: ۱۴۰)، (۱۴۱: ۱۴۱)، (۱۴۲: ۱۴۲)، (۱۴۳: ۱۴۳)، (۱۴۴: ۱۴۴)، (۱۴۵: ۱۴۵)، (۱۴۶: ۱۴۶)، (۱۴۷: ۱۴۷)، (۱۴۸: ۱۴۸)، (۱۴۹: ۱۴۹)، (۱۵۰: ۱۵۰)، (۱۵۱: ۱۵۱)، (۱۵۲: ۱۵۲)، (۱۵۳: ۱۵۳)، (۱۵۴: ۱۵۴)، (۱۵۵: ۱۵۵)، (۱۵۶: ۱۵۶)، (۱۵۷: ۱۵۷)، (۱۵۸: ۱۵۸)، (۱۵۹: ۱۵۹)، (۱۶۰: ۱۶۰)، (۱۶۱: ۱۶۱)، (۱۶۲: ۱۶۲)، (۱۶۳: ۱۶۳)، (۱۶۴: ۱۶۴)، (۱۶۵: ۱۶۵)، (۱۶۶: ۱۶۶)، (۱۶۷: ۱۶۷)، (۱۶۸: ۱۶۸)، (۱۶۹: ۱۶۹)، (۱۷۰: ۱۷۰)، (۱۷۱: ۱۷۱)، (۱۷۲: ۱۷۲)، (۱۷۳: ۱۷۳)، (۱۷۴: ۱۷۴)، (۱۷۵: ۱۷۵)، (۱۷۶: ۱۷۶)، (۱۷۷: ۱۷۷)، (۱۷۸: ۱۷۸)، (۱۷۹: ۱۷۹)، (۱۸۰: ۱۸۰)، (۱۸۱: ۱۸۱)، (۱۸۲: ۱۸۲)، (۱۸۳: ۱۸۳)، (۱۸۴: ۱۸۴)، (۱۸۵: ۱۸۵)، (۱۸۶: ۱۸۶)، (۱۸۷: ۱۸۷)، (۱۸۸: ۱۸۸)، (۱۸۹: ۱۸۹)، (۱۹۰: ۱۹۰)، (۱۹۱: ۱۹۱)، (۱۹۲: ۱۹۲)، (۱۹۳: ۱۹۳)، (۱۹۴: ۱۹۴)، (۱۹۵: ۱۹۵)، (۱۹۶: ۱۹۶)، (۱۹۷: ۱۹۷)، (۱۹۸: ۱۹۸)، (۱۹۹: ۱۹۹)، (۲۰۰: ۲۰۰)، (۲۰۱: ۲۰۱)، (۲۰۲: ۲۰۲)، (۲۰۳: ۲۰۳)، (۲۰۴: ۲۰۴)، (۲۰۵: ۲۰۵)، (۲۰۶: ۲۰۶)، (۲۰۷: ۲۰۷)، (۲۰۸: ۲۰۸)، (۲۰۹: ۲۰۹)، (۲۱۰: ۲۱۰)، (۲۱۱: ۲۱۱)، (۲۱۲: ۲۱۲)، (۲۱۳: ۲۱۳)، (۲۱۴: ۲۱۴)، (۲۱۵: ۲۱۵)، (۲۱۶: ۲۱۶)، (۲۱۷: ۲۱۷)، (۲۱۸: ۲۱۸)، (۲۱۹: ۲۱۹)، (۲۲۰: ۲۲۰)، (۲۲۱: ۲۲۱)، (۲۲۲: ۲۲۲)، (۲۲۳: ۲۲۳)، (۲۲۴: ۲۲۴)، (۲۲۵: ۲۲۵)، (۲۲۶: ۲۲۶)، (۲۲۷: ۲۲۷)، (۲۲۸: ۲۲۸)، (۲۲۹: ۲۲۹)، (۲۳۰: ۲۳۰)، (۲۳۱: ۲۳۱)، (۲۳۲: ۲۳۲)، (۲۳۳: ۲۳۳)، (۲۳۴: ۲۳۴)، (۲۳۵: ۲۳۵)، (۲۳۶: ۲۳۶)، (۲۳۷: ۲۳۷)، (۲۳۸: ۲۳۸)، (۲۳۹: ۲۳۹)، (۲۴۰: ۲۴۰)، (۲۴۱: ۲۴۱)، (۲۴۲: ۲۴۲)، (۲۴۳: ۲۴۳)، (۲۴۴: ۲۴۴)، (۲۴۵: ۲۴۵)، (۲۴۶: ۲۴۶)، (۲۴۷: ۲۴۷)، (۲۴۸: ۲۴۸)، (۲۴۹: ۲۴۹)، (۲۵۰: ۲۵۰)، (۲۵۱: ۲۵۱)، (۲۵۲: ۲۵۲)، (۲۵۳: ۲۵۳)، (۲۵۴: ۲۵۴)، (۲۵۵: ۲۵۵)، (۲۵۶: ۲۵۶)، (۲۵۷: ۲۵۷)، (۲۵۸: ۲۵۸)، (۲۵۹: ۲۵۹)، (۲۶۰: ۲۶۰)، (۲۶۱: ۲۶۱)، (۲۶۲: ۲۶۲)، (۲۶۳: ۲۶۳)، (۲۶۴: ۲۶۴)، (۲۶۵: ۲۶۵)، (۲۶۶: ۲۶۶)، (۲۶۷: ۲۶۷)، (۲۶۸: ۲۶۸)، (۲۶۹: ۲۶۹)، (۲۷۰: ۲۷۰)، (۲۷۱: ۲۷۱)، (۲۷۲: ۲۷۲)، (۲۷۳: ۲۷۳)، (۲۷۴: ۲۷۴)، (۲۷۵: ۲۷۵)، (۲۷۶: ۲۷۶)، (۲۷۷: ۲۷۷)، (۲۷۸: ۲۷۸)، (۲۷۹: ۲۷۹)، (۲۸۰: ۲۸۰)، (۲۸۱: ۲۸۱)، (۲۸۲: ۲۸۲)، (۲۸۳: ۲۸۳)، (۲۸۴: ۲۸۴)، (۲۸۵: ۲۸۵)، (۲۸۶: ۲۸۶)، (۲۸۷: ۲۸۷)، (۲۸۸: ۲۸۸)، (۲۸۹: ۲۸۹)، (۲۹۰: ۲۹۰)، (۲۹۱: ۲۹۱)، (۲۹۲: ۲۹۲)، (۲۹۳: ۲۹۳)، (۲۹۴: ۲۹۴)، (۲۹۵: ۲۹۵)، (۲۹۶: ۲۹۶)، (۲۹۷: ۲۹۷)، (۲۹۸: ۲۹۸)، (۲۹۹: ۲۹۹)، (۳۰۰: ۳۰۰)، (۳۰۱: ۳۰۱)، (۳۰۲: ۳۰۲)، (۳۰۳: ۳۰۳)، (۳۰۴: ۳۰۴)، (۳۰۵: ۳۰۵)، (۳۰۶: ۳۰۶)، (۳۰۷: ۳۰۷)، (۳۰۸: ۳۰۸)، (۳۰۹: ۳۰۹)، (۳۱۰: ۳۱۰)، (۳۱۱: ۳۱۱)، (۳۱۲: ۳۱۲)، (۳۱۳: ۳۱۳)، (۳۱۴: ۳۱۴)، (۳۱۵: ۳۱۵)، (۳۱۶: ۳۱۶)، (۳۱۷: ۳۱۷)، (۳۱۸: ۳۱۸)، (۳۱۹: ۳۱۹)، (۳۲۰: ۳۲۰)، (۳۲۱: ۳۲۱)، (۳۲۲: ۳۲۲)، (۳۲۳: ۳۲۳)، (۳۲۴: ۳۲۴)، (۳۲۵: ۳۲۵)، (۳۲۶: ۳۲۶)، (۳۲۷: ۳۲۷)، (۳۲۸: ۳۲۸)، (۳۲۹: ۳۲۹)، (۳۳۰: ۳۳۰)، (۳۳۱: ۳۳۱)، (۳۳۲: ۳۳۲)، (۳۳۳: ۳۳۳)، (۳۳۴: ۳۳۴)، (۳۳۵: ۳۳۵)، (۳۳۶: ۳۳۶)، (۳۳۷: ۳۳۷)، (۳۳۸: ۳۳۸)، (۳۳۹: ۳۳۹)، (۳۴۰: ۳۴۰)، (۳۴۱: ۳۴۱)، (۳۴۲: ۳۴۲)، (۳۴۳: ۳۴۳)، (۳۴۴: ۳۴۴)، (۳۴۵: ۳۴۵)، (۳۴۶: ۳۴۶)، (۳۴۷: ۳۴۷)، (۳۴۸: ۳۴۸)، (۳۴۹: ۳۴۹)، (۳۵۰: ۳۵۰)، (۳۵۱: ۳۵۱)، (۳۵۲: ۳۵۲)، (۳۵۳: ۳۵۳)، (۳۵۴: ۳۵۴)، (۳۵۵: ۳۵۵)، (۳۵۶: ۳۵۶)، (۳۵۷: ۳۵۷)، (۳۵۸: ۳۵۸)، (۳۵۹: ۳۵۹)، (۳۶۰: ۳۶۰)، (۳۶۱: ۳۶۱)، (۳۶۲: ۳۶۲)، (۳۶۳: ۳۶۳)، (۳۶۴: ۳۶۴)، (۳۶۵: ۳۶۵)، (۳۶۶: ۳۶۶)، (۳۶۷: ۳۶۷)، (۳۶۸: ۳۶۸)، (۳۶۹: ۳۶۹)، (۳۷۰: ۳۷۰)، (۳۷۱: ۳۷۱)، (۳۷۲: ۳۷۲)، (۳۷۳: ۳۷۳)، (۳۷۴: ۳۷۴)، (۳۷۵: ۳۷۵)، (۳۷۶: ۳۷۶)، (۳۷۷: ۳۷۷)، (۳۷۸: ۳۷۸)، (۳۷۹: ۳۷۹)، (۳۸۰: ۳۸۰)، (۳۸۱: ۳۸۱)، (۳۸۲: ۳۸۲)، (۳۸۳: ۳۸۳)، (۳۸۴: ۳۸۴)، (۳۸۵: ۳۸۵)، (۳۸۶: ۳۸۶)، (۳۸۷: ۳۸۷)، (۳۸۸: ۳۸۸)، (۳۸۹: ۳۸۹)، (۳۹۰: ۳۹۰)، (۳۹۱: ۳۹۱)، (۳۹۲: ۳۹۲)، (۳۹۳: ۳۹۳)، (۳۹۴: ۳۹۴)، (۳۹۵: ۳۹۵)، (۳۹۶: ۳۹۶)، (۳۹۷: ۳۹۷)، (۳۹۸: ۳۹۸)، (۳۹۹: ۳۹۹)، (۴۰۰: ۴۰۰)، (۴۰۱: ۴۰۱)، (۴۰۲: ۴۰۲)، (۴۰۳: ۴۰۳)، (۴۰۴: ۴۰۴)، (۴۰۵: ۴۰۵)، (۴۰۶: ۴۰۶)، (۴۰۷: ۴۰۷)، (۴۰۸: ۴۰۸)، (۴۰۹: ۴۰۹)، (۴۱۰: ۴۱۰)، (۴۱۱: ۴۱۱)، (۴۱۲: ۴۱۲)، (۴۱۳: ۴۱۳)، (۴۱۴: ۴۱۴)، (۴۱۵: ۴۱۵)، (۴۱۶: ۴۱۶)، (۴۱۷: ۴۱۷)، (۴۱۸: ۴۱۸)، (۴۱۹: ۴۱۹)، (۴۲۰: ۴۲۰)، (۴۲۱: ۴۲۱)، (۴۲۲: ۴۲۲)، (۴۲۳: ۴۲۳)، (۴۲۴: ۴۲۴)، (۴۲۵: ۴۲۵)، (۴۲۶: ۴۲۶)، (۴۲۷: ۴۲۷)، (۴۲۸: ۴۲۸)، (۴۲۹: ۴۲۹)، (۴۳۰: ۴۳۰)، (۴۳۱: ۴۳۱)، (۴۳۲: ۴۳۲)، (۴۳۳: ۴۳۳)، (۴۳۴: ۴۳۴)، (۴۳۵: ۴۳۵)، (۴۳۶: ۴۳۶)، (۴۳۷: ۴۳۷)، (۴۳۸: ۴۳۸)، (۴۳۹: ۴۳۹)، (۴۴۰: ۴۴۰)، (۴۴۱: ۴۴۱)، (۴۴۲: ۴۴۲)، (۴۴۳: ۴۴۳)، (۴۴۴: ۴۴۴)، (۴۴۵: ۴۴۵)، (۴۴۶: ۴۴۶)، (۴۴۷: ۴۴۷)، (۴۴۸: ۴۴۸)، (۴۴۹: ۴۴۹)، (۴۵۰: ۴۵۰)، (۴۵۱: ۴۵۱)، (۴۵۲: ۴۵۲)، (۴۵۳: ۴۵۳)، (۴۵۴: ۴۵۴)، (۴۵۵: ۴۵۵)، (۴۵۶: ۴۵۶)، (۴۵۷: ۴۵۷)، (۴۵۸: ۴۵۸)، (۴۵۹: ۴۵۹)، (۴۶۰: ۴۶۰)، (۴۶۱: ۴۶۱)، (۴۶۲: ۴۶۲)، (۴۶۳: ۴۶۳)، (۴۶۴: ۴۶۴)، (۴۶۵: ۴۶۵)، (۴۶۶: ۴۶۶)، (۴۶۷: ۴۶۷)، (۴۶۸: ۴۶۸)، (۴۶۹: ۴۶۹)، (۴۷۰: ۴۷۰)، (۴۷۱: ۴۷۱)، (۴۷۲: ۴۷۲)، (۴۷۳: ۴۷۳)، (۴۷۴: ۴۷۴)، (۴۷۵: ۴۷۵)، (۴۷۶: ۴۷۶)، (۴۷۷: ۴۷۷)، (۴۷۸: ۴۷۸)، (۴۷۹: ۴۷۹)، (۴۸۰: ۴۸۰)، (۴۸۱: ۴۸۱)، (۴۸۲: ۴۸۲)، (۴۸۳: ۴۸۳)، (۴۸۴: ۴۸۴)، (۴۸۵: ۴۸۵)، (۴۸۶: ۴۸۶)، (۴۸۷: ۴۸۷)، (۴۸۸: ۴۸۸)، (۴۸۹: ۴۸۹)، (۴۹۰: ۴۹۰)، (۴۹۱: ۴۹۱)، (۴۹۲: ۴۹۲)، (۴۹۳: ۴۹۳)، (۴۹۴: ۴۹۴)، (۴۹۵: ۴۹۵)، (۴۹۶: ۴۹۶)، (۴۹۷: ۴۹۷)، (۴۹۸: ۴۹۸)، (۴۹۹: ۴۹۹)، (۵۰۰: ۵۰۰)، (۵۰۱: ۵۰۱)، (۵۰۲: ۵۰۲)، (۵۰۳: ۵۰۳)، (۵۰۴: ۵۰۴)، (۵۰۵: ۵۰۵)، (۵۰۶: ۵۰۶)، (۵۰۷: ۵۰۷)، (۵۰۸: ۵۰۸)، (۵۰۹: ۵۰۹)، (۵۱۰: ۵۱۰)، (۵۱۱: ۵۱۱)، (۵۱۲: ۵۱۲)، (۵۱۳: ۵۱۳)، (۵۱۴: ۵۱۴)، (۵۱۵: ۵۱۵)، (۵۱۶: ۵۱۶)، (۵۱۷: ۵۱۷)، (۵۱۸: ۵۱۸)، (۵۱۹: ۵۱۹)، (۵۲۰: ۵۲۰)، (۵۲۱: ۵۲۱)، (۵۲۲: ۵۲۲)، (۵۲۳: ۵۲۳)، (۵۲۴: ۵۲۴)، (۵۲۵: ۵۲۵)، (۵۲۶: ۵۲۶)، (۵۲۷: ۵۲۷)، (۵۲۸: ۵۲۸)، (۵۲۹: ۵۲۹)، (۵۳۰: ۵۳۰)، (۵۳۱: ۵۳۱)، (۵۳۲: ۵۳۲)، (۵۳۳: ۵۳۳)، (۵۳۴: ۵۳۴)، (۵۳۵: ۵۳۵)، (۵۳۶: ۵۳۶)، (۵۳۷: ۵۳۷)، (۵۳۸: ۵۳۸)، (۵۳۹: ۵۳۹)، (۵۴۰: ۵۴۰)، (۵۴۱: ۵۴۱)، (۵۴۲: ۵۴۲)، (۵۴۳: ۵۴۳)، (۵۴۴: ۵۴۴)، (۵۴۵: ۵۴۵)، (۵۴۶: ۵۴۶)، (۵۴۷: ۵۴۷)، (۵۴۸: ۵۴۸)، (۵۴۹: ۵۴۹)، (۵۵۰: ۵۵۰)، (۵۵۱: ۵۵۱)، (۵۵۲: ۵۵۲)، (۵۵۳: ۵۵۳)، (۵۵۴: ۵۵۴)، (۵۵۵: ۵۵۵)، (۵۵۶: ۵۵۶)، (۵۵۷: ۵۵۷)، (۵۵۸: ۵۵۸)، (۵۵۹: ۵۵۹)، (۵۶۰: ۵۶۰)، (۵۶۱: ۵۶۱)، (۵۶۲: ۵۶۲)، (۵۶۳: ۵۶۳)، (۵۶۴: ۵۶۴)، (۵۶۵: ۵۶۵)، (۵۶۶: ۵۶۶)، (۵۶۷: ۵۶۷)، (۵۶۸: ۵۶۸)، (۵۶۹: ۵۶۹)، (۵۷۰: ۵۷۰)، (۵۷۱: ۵۷۱)، (۵۷۲: ۵۷۲)، (۵۷۳: ۵۷۳)، (۵۷۴: ۵۷۴)، (۵۷۵: ۵۷۵)، (۵۷۶: ۵۷۶)، (۵۷۷: ۵۷۷)، (۵۷۸: ۵۷۸)، (۵۷۹: ۵۷۹)، (۵۸۰: ۵۸۰)، (۵۸۱: ۵۸۱)، (۵۸۲: ۵۸۲)، (۵۸۳: ۵۸۳)، (۵۸۴: ۵۸۴)، (۵۸۵: ۵۸۵)، (۵۸۶: ۵۸۶)، (۵۸۷: ۵۸۷)، (۵۸۸: ۵۸۸)، (۵۸۹: ۵۸۹)، (۵۹۰: ۵۹۰)، (۵۹۱: ۵۹۱)، (۵۹۲: ۵۹۲)، (۵۹۳: ۵۹۳)، (۵۹۴: ۵۹۴)، (۵۹۵: ۵۹۵)، (۵۹۶: ۵۹۶)، (۵۹۷: ۵۹۷)، (۵۹۸: ۵۹۸)، (۵۹۹: ۵۹۹)، (۶۰۰: ۶۰۰)، (۶۰۱: ۶۰۱)، (۶۰۲: ۶۰۲)، (۶۰۳: ۶۰۳)، (۶۰۴: ۶۰۴)، (۶۰۵: ۶۰۵)، (۶۰۶: ۶۰۶)، (۶۰۷: ۶۰۷)، (۶۰۸: ۶۰۸)، (۶۰۹: ۶۰۹)، (۶۱۰: ۶۱۰)، (۶۱۱: ۶۱۱)، (۶۱۲: ۶۱۲)، (۶۱۳: ۶۱۳)، (۶۱۴: ۶۱۴)، (۶۱۵: ۶۱۵)، (۶۱۶: ۶۱۶)، (۶۱۷: ۶۱۷)، (۶۱۸: ۶۱۸)، (۶۱۹: ۶۱۹)، (۶۲۰: ۶۲۰)، (۶۲۱: ۶۲۱)، (۶۲۲: ۶۲۲)، (۶۲۳: ۶۲۳)، (۶۲۴: ۶۲۴)، (۶۲۵: ۶۲۵)، (۶۲۶: ۶۲۶)، (۶۲۷: ۶۲۷)، (۶۲۸: ۶۲۸)، (۶۲۹: ۶۲۹)، (۶۳۰: ۶۳۰)، (۶۳۱: ۶۳۱)، (۶۳۲: ۶۳۲)، (۶۳۳: ۶۳۳)، (۶۳۴: ۶۳۴)، (۶۳۵: ۶۳۵)، (۶۳۶: ۶۳۶)، (۶۳۷: ۶۳۷)، (۶۳۸: ۶۳۸)، (۶۳۹: ۶۳۹)، (۶۴۰: ۶۴۰)، (۶۴۱: ۶۴۱)، (۶۴۲: ۶۴۲)، (۶۴۳: ۶۴۳)، (۶۴۴: ۶۴۴)، (۶۴۵: ۶۴۵)، (۶۴۶: ۶۴۶)، (۶۴۷: ۶۴۷)، (۶۴۸: ۶۴۸)، (۶۴۹: ۶۴۹)، (۶۵۰: ۶۵۰)، (۶۵۱: ۶۵۱)، (۶۵۲: ۶۵۲)، (۶۵۳: ۶۵۳)، (۶۵۴: ۶۵۴)، (۶۵۵: ۶۵۵)، (۶۵۶: ۶۵۶)، (۶۵۷: ۶۵۷)، (۶۵۸: ۶۵۸)، (۶۵۹: ۶۵۹)، (۶۶۰: ۶۶۰)، (۶۶۱: ۶۶۱)، (۶۶۲: ۶۶۲)، (۶۶۳: ۶۶۳)، (۶۶۴: ۶۶۴)، (۶۶۵: ۶۶۵)، (۶۶۶: ۶۶۶)، (۶۶۷: ۶۶۷)، (۶۶۸: ۶۶۸)، (۶۶۹: ۶۶۹)، (۶۷۰: ۶۷۰)، (۶۷۱: ۶۷۱)، (۶۷۲: ۶۷۲)، (۶۷۳: ۶۷۳)، (۶۷۴: ۶۷۴)، (۶۷۵: ۶۷۵)، (۶۷۶: ۶۷۶)، (۶۷۷: ۶۷۷)، (۶۷۸: ۶۷۸)، (۶۷۹: ۶۷۹)، (۶۸۰: ۶۸۰)، (۶۸۱: ۶۸۱)، (۶۸۲: ۶۸۲)، (۶۸۳: ۶۸۳)، (۶۸۴: ۶۸۴)، (۶۸۵: ۶۸۵)، (۶۸۶: ۶۸۶)، (۶۸۷: ۶۸۷)، (۶۸۸: ۶۸۸)، (۶۸۹: ۶۸۹)، (۶۹۰: ۶۹۰)، (۶۹۱: ۶۹۱)، (۶۹۲: ۶۹۲)، (۶۹۳: ۶۹۳)، (۶۹۴: ۶۹۴)، (۶۹۵: ۶۹۵)، (۶۹۶: ۶۹۶)، (۶۹۷: ۶۹۷)، (۶۹۸: ۶۹۸)، (۶۹۹: ۶۹۹)، (۷۰۰: ۷۰۰)، (۷۰۱: ۷۰۱)، (۷۰۲: ۷۰۲)، (۷۰۳: ۷۰۳)، (۷۰۴: ۷۰۴)، (۷۰۵: ۷۰۵)، (۷۰۶: ۷۰۶)، (۷۰۷: ۷۰۷)، (۷۰۸: ۷۰۸)، (۷۰۹: ۷۰۹)، (۷۱۰: ۷۱۰)، (۷۱۱: ۷۱۱)، (۷۱۲: ۷۱۲)، (۷۱۳: ۷۱۳)، (۷۱۴: ۷۱۴)، (۷۱۵: ۷۱۵)، (۷۱۶: ۷۱۶)، (۷۱۷: ۷۱۷)، (۷۱۸: ۷۱۸)، (۷۱۹: ۷۱۹)، (۷۲۰: ۷۲۰)، (۷۲۱: ۷۲۱)، (۷۲۲: ۷۲۲)، (۷۲۳:

بتائے ہوئے راستے سے ہٹ گئے ہیں۔

”صراطِ مستقیم“

یہ تھا سچا فلسفہ اُس نماز کا جسے اہم تر تھے کو خود خدائے جل و علی نے مومنوں کی ہدایت اور آئندہ نسلوں کی رہنمائی اور طہیستانِ مزید کے لئے، بطور وحی نازل کر کے قرآن کے ورقِ اول پر لکھ دیا تھا۔ یہی وہ واحد، فرارِ نوری، اور درخو طلب نصبِ عین تھا جو اسلام کی دنیاوی اور دُنیوی بہتری کے اُس بہترین مجتہد نے، دن میں پانچ وقت مسلمانوں کے پیشِ نظر کر دیا تھا، اس صراطِ مستقیم کی دعائیں رب العالمین کے حضور میں نعمت کے جلد تر عطا ہونے کی درخواست تھی، اِس میں اُس اعلیٰ مقام حاصل کرنے کا صبرِ کمال، اشتیاقِ شعلہ زن تھا، اِس میں درنگ کی بے صبرانہ تڑپ، اور توفیقِ والتوا کا بسلائے اضطراب تھا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا يَا اللَّهُ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةِ قَبْلِهِ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (۱۴۶:۳)

سو جن لوگوں نے خدا کو اپنا آقا مان لیا، اور ہم کر کے قانون کی تعمیل کرتے رہے، انہیں عنقریب اپنی مہربانیوں اور بخششوں سے مالا مال کر دے گا۔ اور انہیں دنیاوی مرفہِ عالمی کی طرف مختصر سے مختصر اور قریب سے قریب رستے سے لے آئیگا۔

اِس میں اولین نصرت پر، اور سہل تر طریقے سے، اس معاملے کو طے کرنے کی خواہش لگینی تھی، اِس میں گنجائشِ صبر اور تابِ مہلت کا انکار تھا، اِس میں ناقابلِ تلافی اور سوئے تدبیر، نا دور بینی اور غلط طریقِ عمل کی مشکلات

۱۔ اس آیتِ کریمہ میں الفاظِ ”يَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ“ اس امر کی شہادت ہیں کہ صراطِ مستقیم کا اسی مفہوم مختصر سے مختصر اور قریب سے قریب رستہ بھی ہے۔ دو مقامات کے درمیان سب سے مختصر رستہ صراطِ مستقیم ہے، اور ایک شے کو دوسری شے کی طرف سیدھے رہنے سے لے جانے میں اختصار اور سرعتِ نقل و حرکت دونوں منظور ہوتی ہیں، طے ہمارا سہل اختیار کرنے میں لا محالہ طوالت اور دیر کی دونوں کا خوف لاحق ہے پس اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (۱۴۶:۵) کی دعا اور اس نیت تک نہایت سرعت اور مختصر سے مختصر رستے سے پہنچنے کی دعا بھی ہے اور اِس نیت کے جلد تر حاصل ہونے کا اضطرابِ ضمیر ہے۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے دلوں کی بھی وہ اضطرابِ ضمیر کی کیفیت تھی جو نماز کے وقت ہم حقیقی تھے حضور میں اکویشوع و خضوع کرنے بلکہ بار بار اُٹھنے اور بیٹھنے پر بدل مجبور کر دیتی تھی۔ آج بھی اضطرابِ

میں جہاں ہر قدم پر مشکلات کا سامنا ہے، جہاں معاملات کی عظمت و اہمیت کے باعث کم علم اور کوتاہ بین انسان کے لیے اکثر اوقات حق و باطل میں تمیز، اور صحیح و غلط میں فرق کرنا محال ہو جاتا ہے تو دنیا کے اس وسیع مجاہدے میں اسلام کی جماعت کو حصول قوت کے سیدھے اور آسان طریقے بتا دے، تو ان میں حسن تدبیر اور صلاح عمل کی اہلیت پیدا کرے۔ تو ان میں اعتصام خدا اور تسلیم اتقا اور اتحاد کے جذبات موجزن کرے! وَمَنْ يَتَصَبَّحْ بِاللَّهِ فَقَدْ هَوَّاهُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقْوَاهُ وَلَا تَمُوتُوا وَلَا أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ۔ وَأَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ (۱۰۲-۱۰۰-۱۰۱)۔ تو ان میں صبر کی توفیق اور توکل کی تہمت

۱۔ اور جو لوگ اللہ کے دامن کو جبرم کر پڑے رہے، (اُس کے قانون کی تنہی سے قہیل کر کے اُسی کا سر اٹھو ڈرتے رہے)، وہ تو صراطِ مستقیم لگ گئے۔ اے ایمان والو! تمہارے لیے راہِ راست یہی ہے کہ مقامِ خدا سے ہر وقت ڈرتے رہو اور ایسا ڈر وجہاں کہ اُس سے ڈرنے کا حق ہے، اور اُس کے احکام کے آگے مرتے دم تک سر تسلیم خم رکھو۔ اور سب ایک دوسرے سے گھل ملکر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑے رہو اور دیکھنا آپس میں تفسیق ہرگز پیدا نہ ہونے دینا۔

۲۔ یہاں سے صراطِ مستقیم کی قرآنی تعریف شروع ہے۔ بعد کی آیات جو اس عنوان کے تحت میں پیش کی گئی ہیں سب کی سب الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ کے مفہوم کی کسی ایک شق کی توضیح کر رہی ہیں۔ یہاں یہ امر نہایت غور طلب ہے کہ اسوایک مقام کے جس کا ذکر آگے چل کر دیا ہے، قرآن حکیم کے تمام طول و عرض میں الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ کے الفاظ سورہ فاتحہ سے قطع نظر اور کہیں نہیں آئے۔ سب موقعوں پر صِرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ بالسنن موجود ہے، جس سے ظاہر ہے کہ ان آیات میں الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ کے الہی مفہوم کی صرف ایک شق بیان کر دی ہے، تمام و کمال مفہوم کا ادا کرنا اُس جا مقصود نہ تھا۔ صراطِ مستقیم کے الہی مفہوم کی تین شقیں یعنی (۱) علمِ فطرت کا حاصل کرنا صفحہ ۳۷ تحت آیت (۴۹:۱۲۳) میں (۲) حفظِ نفس پر کار بند ہونا صفحہ ۱۴۶۔ آیت (۱۶:۵) میں اور (۳) اتحاد و امت صفحہ ۱۸۸۔ آیت (۱۲:۱۳۱) میں بیان ہو چکی ہیں دیکھو تحت آیت صفحہ ۱۹۰۔

آیت زیر بحث (یعنی ۱۰۰:۲) کے موضوع کی مائت صفحہ ۲۲۴ کی آیت (۱۴:۹) سے واضح ہے: اِعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ۔ اور صراطِ مستقیم کے الفاظ دونوں جگہ استعمال ہوئے ہیں اور مضمون بھی قریب قریب واحد ہے۔ آیت (۱۰۱:۱۳) سے نئے رکوع کے شروع ہونے کے باعث عبارتِ راض وارد ہو سکتا کہ لَا تَفَرَّقُوا یعنی اتحاد کے مضمون کو جو (آیت ۱۰۲:۱۳) میں آیا ہے صراطِ مستقیم کا ایک شقی مفہوم سمجھنا اور از کار تادیل ہے، مگر اُسے تاہل لہی اس نتیجے پر پہنچا دیتا ہے کہ یہ محاکمہ درست نہیں۔ اولاً قرآن حکیم میں نئے رکوع کا شروع ہونا اس امر کی حتمی دلیل نہیں کہ بعد کے رکوع کا پہلے رکوع سے تعلق نہیں، برخلاف اس کے کلامِ الہی کے ربط کو سمجھنے والے اشخاص خوب جانتے ہیں کہ قرآنی رکوع بسا اوقات ایک سلسلہ استدلال کی کئی منازل کے مابین بطور وقفے کے ہو کر ملتے ہیں، انکے واقع ہونے سے اُس موضوع کا انقطاع مراد نہیں ہوتا۔ اکثر موقعوں پر کئی رکوعوں میں ایک ہی قواعد بیان اور سلسل خیال چلا جاتا ہے۔ اور بعد کا رکوع پہلے رکوع کے وعدی کا مؤید بہت کر اُس بیان کی ترکیب مذہب یا تشریح کر دیتا ہے۔ بعینہ ہی بات ان دو رکوعوں میں ہے جو زیر بحث آیات کے متعلق ہیں جیسا کہ کسی آئندہ موقع پر تمام سورہ کا مربوط ترجمہ کرتے وقت عیاں ہو جائیگا۔ ثانیاً آیت (۱۰۲:۱۳) میں قَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا کے الفاظ اور آیت (۱۰۰:۲) میں يَتَصَبَّحْ بِاللَّهِ کو صراطِ مستقیم کی ایک شق قرار دینا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ بعد کے رکوع میں صراطِ مستقیم کے مفہوم کی مزید توضیح ہی لَا تَفَرَّقُوا کے الفاظ میں کی گئی ہے اور مضمون برابر ایک ہی چلا آ رہا ہے۔ گو یہ نقطہ طور پر اعتصام بحبل اللہ کرنا، اور نہ صرف ایمان (اُمنون)، اور اتقا (اتقوا اللہ)، اور اسلام (وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ) ہی کی ایک اہم شق ہے بلکہ صراطِ مستقیم کا ایک شوشہ بھی ہے۔

عطا فرما! وَمَا لَكُمْ لَا تُنْفِقُونَ عَلَى اللَّهِ وَقَدْ هَدَيْنَاكُمْ لَكُمْ لَقَدْ كَانَ اللَّهُ قَلِيلًا يُؤْتَى
 التَّوَكُّلُ ۝ (۱۲: ۱۱۳) تُوَان میں قانون خدا کا صحیح علم و عمل، اور ایمان کی اٹل طاقتیں قائم رکھ، اور اللہ
 طَارِدِ الْبَيْنِ اَمْنُوْا اِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ ۝ (۵۲: ۲۲) مَا كُنْتُ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ ذِكْرًا فَهَدَىٰ
 بِهِ مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا ۚ وَاِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ ۝ (۵۲: ۲۲) تُوَان میں ایشیا رمال کے محبت انگیز لوگوں
 اور ایشیا رجان کا نتیجہ خیر ہیجان پیدا کر! اَمْ تَتْلُوْهُمْ حَرْفًا خَفِيًّا ۚ فَتُكَذَّبُ عَنْهُمْ وَهُمْ كَذٰبٌ مُّكْتَرِبٌ ۚ وَاِنَّكَ
 لَتَهْدِيْهُمْ اِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ ۝ (۲۳: ۶۲-۶۳) تُوَان کو تفسیق کے ہونا ک نتائج اور شدتات انتشار کی

۱۔ اور قاصدان خدا نے قوم موسیٰ سے کہا کہ ہم کیوں نہ اپنا تمام معاملہ اللہ پر چھوڑ دیں، اور ڈٹ کر خدا کے خلاف کی تبلیغ و اشاعت کریں،
 حالانکہ اسنے ہمارا طریق عمل ہم کو بتلا دیا ہے۔ اور ہم کیوں نہ استقلال سے اس ذکر کو برداشت کریں جو قوم نے ہم کو دیا، اور توکل کر نیکو
 تو یہی چاہیے کہ اللہ پر توکل کریں۔

۲۔ اور خدا لا محالہ ان لوگوں کو جو اس کے خدا ہونے پر ایمان لے آئے اور جنہوں نے اس کی تصدیق میں فرمودہ خدا اعمال کیے، صراطِ مستقیم کی طرف ضرور لے جایگا۔
 ۳۔ اسے پیغمبر اتم اس سے پہلے کیا جانتے تھے کہ کتاب خدا کیا چیز ہے، اور کیا سمجھتے تھے کہ ایمان کسے کہتے ہیں، مگر ہم نے اس ایمان کو تمہارے
 اندر نذر کر دیا ہے جس سے تمام اصلیت تم پر کھل چکی ہے۔ اپنے بندوں میں جو کہ ہم مناسب سمجھتے ہیں اس نور کے ذریعے سے رستہ دکھاتے ہیں
 اور تم تو لا محالہ لوگوں کو صراطِ مستقیم پر ہی چلا رہے ہو۔

۴۔ اسے محمدؐ اکیلا تم ان نا بکار اور نا انجام شناس لوگوں (یعنی منافق اہل عرب) سے خچ مانگ رہے ہو، کیا تم امت کی بہتری کے لیے انکو
 ایشیا رمال کے واسطے کہہ رہے ہو، ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو، خدا کا ہیجا ہوا مال جو سچے مسلمانوں کی درمالت سے تم کو ملا ہے تمہاری امت کے حق
 میں بہتر ہے کیونکہ وہ درو مند لوگوں نے دیا ہے، اور دہی بہترین رفق دینے والے اور تم تو لا محالہ ان لوگوں کو صراطِ مستقیم پر ہی چلا رہے ہو۔

۵۔ حضرت کے صحیح مطالبہ صفحہ ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶

لا علاج شکست و سخت سے بچا! وما اختلف فيه الا الذين اوتوه من بعد ما جاءهم اليك بينهم فهدى الله الذين امنوا لما اختلفوا فيه من الحق يا ذين الذن ان الله يهدي من يشاء الى صراط مستقيم (۲: ۱۳۳) تو ان میں اپنی سچی ملازمت اور لاشریک عبادت کے ولولے پیدا کرو۔ اَلَمْ اَعْمِدْ لَكُمْ بَيْنِيْ اَدَمَ اَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ اِنَّهٗ لَكُوْفٌ عَلُوْهُمُ بَيْنًا ۚ وَاَنْ اَعْبُدُوْنِيْ ۚ وَهَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيْمٌ (۲: ۱۳۲) تو اسلامی امت کے لیے ایک منسک عمل، ایک طریق ملازمت، اور ایک انداز عبادت مقرر کر چکنے کے بعد انکو اصل قانون (اتحاد) کے متعلق سب تنازعات سے باز رکھ۔ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُكَ فِيْ الْاَهْرِ وَاَدْعُ إِلَىٰ ذِيْكَ ذَٰلِكَ لَعَلَّيْ هُدًى مِّنْ رَبِّكَ يُتَقَبَّلُ عَنْهُمْ (۲: ۱۳۲) تو ان کو صورتاً اور معنایک مرکز پر جمع کر کے انکی جماعت کو قوت کا لازوال مصدر، تمرکز کا بے مثال سپر، اور شہادت خدا کا بیحدیل نمونہ بنا دے! سَيَقُوْلُ الْاَشْكٰكُ

۱۵ اور کتاب خدا کے متعلق تو انہی لوگوں نے آپس میں صحیح احکام آئے پیچھے، اختلاف قائم کر لیا جن کو وہ دی گئی تھی، اور اس اختلاف کی وجہ ان کی آپس میں ضد ہی تھی۔ پھر جسے کاروہ راہ حق، جسکے بارے میں لوگوں میں اس قدر اختلاف پیدا ہو گیا تھا، اُس نے اپنے فضل و کرم سے ان ایمان والوں (یعنی قرون اولیٰ کے مسلمانوں) کو کما دی، اور اس درجہ کو مناسب سمجھا ہے صراط مستقیم کی طرف بچاتا ہے۔

۱۶ اسے اولاد آدم! کیا ہم تمکو وقتاً فوقتاً تاکید نہیں کرتے رہے، اور کیا ہم نے تم سب کی جبلت سے اس بات کا معنوی عہد نہیں لیا کہ دیکھو شیطان کی غلامی نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، اور میری ہی عبادت اور علی خدمت میں لگے رہنا کہ یہی صراط مستقیم ہے (عبادت کا مفہوم ظاہر ہے کہ یہاں پر بھی لازم نہیں کیا کہ کوئی شخص شیطان کی ناز نہیں پڑھتا بقصد عمل اطاعت ہی جو۔ دیکھو بحث اہلن صفحہ ۱۰۶۔ اگر کسی مطالب کا مقابلہ آئیہ (۵۶، ۵۷) صفحہ ۱۱۸ سے کرنا چاہیے۔

۱۷ لوگو! ہم نے روئے زمین کی ہر اُمت کے لیے خدا کی عبودیت اور قانون خدا کی اطاعت کا ایک ظاہری نشان مقرر کر دیا ہے جس پر وہ چل رہی ہیں لیکن اصل قانون سب کے لیے ایک ہے (اور وہ اتحاد ہے) تو لوگوں کو چاہیے کہ اصل قانون (الامر) کے متعلق تم سے کوئی نزاع قطعاً قائم نہ کریں۔ پس تم سب دنیا کو اپنے پروردگار کی طرف ہلا کر ایک مرکز پر جمع کرو اور اسی توحید کے ذریعے سے اتحاد عالم پیدا کرو۔ اسیں شک نہیں کہ تم عالم کے مابین اس اتحاد معنوی کے قائم کرنے میں تم لامحالہ صراط مستقیم پر ہو۔ الامر کی تشریح کیلئے آئندہ تحت المتن کے علاوہ دیا چکتا پیغہ ۳-۲۹ و ۳۲-۳۳ کے مطالب پر غور کرنا چاہیے۔

۱۸ اس مشکل آیت کے صحیح مفہوم کو میں نے متذکرہ صدر الشریعہ میں ظاہر کرنے کی سعی کی ہے اور مطالب کو گندہ شدہ اور آئندہ سیاق و سورت سے بڑھ کر دیا ہے۔ محولہ بالا مطالب کی صحت کا اندازہ شاید اُس وقت زیادہ صراحت سے ہو سکے گا۔ جب سورہ حج کے داخلی ربط اور مطالب کو جس میں یہ آیت واقع ہوئی ہے واضح کر دیا جائے گا اور حج کی اتنی حکمت علی بھی ذہن نشین ہو جائے گی۔ حج بیت اکرام کے متعلق ایکسا تبدیلی بحث دوسری جلد میں آئے والی ہے اور وہاں پر بھی اس آیت کے تذکرہ بالا مطالب کی تصدیق کا موقع مل رہے گا۔ یہاں پر فی الحال لفظ ھَسَنًا اور لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا کے صحیح مفہوم سے بحث ہے۔ ھَسَنًا کے معنی میں نے نشان ملازمت خدا کیے ہیں، اور میری مراد اس سے وہ اجتماع رسم و رسوم اور مشرعی روایات ہیں جن کے ذریعے سے روئے زمین کی ہر قوم بلا کافور مذہب ملت و ثقافتاً معبود سے اپنے تعبد و تعلق کا رسمی اظہار کرتی آتی ہے۔ بعض امتوں میں یہ مناسک حیوانی تسرانیاں ہیں، بعض میں سالانہ اجتماع اور میلے ہیں، بعض میں کئی ظاہری نشان مثل شتہ و زرتار کا لگائے رکھنا ہے، بعض میں عجیب غریب اور ناقابل فہم رسومات ہیں جن کی اصلی غرض وفایت مرہرمت کے باعث سنج ہو چکی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ (ان مشرعی

مِنَ النَّاسِ مَا وَلَهُمْ عَزْزَتُهُمُ اللَّهُ كَانُوا عَلَيْهَا قُلُوبًا لِّلَّهِ الشُّرُوفُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَرَّيْنَاهُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (۱۳۲:۲)

تو ان کو ابراہیم کی مخلصانہ اطاعت اور ایک منعمی کے کامل اتحاد عمل کی طرف مائل کر۔ قُلْ إِنِّي هَدَيْتُ

۱۵۔ نا سمجہ اور نادان لوگ تو یہی کہیں گے کہ ہمامیہ (صلعم) کے پیرو کیوں بے وجہ اور بلا سبب اپنے پہلے قبلے سے ہٹ کر دوسرے قبلے کی طرف آگئے، اور وہ کیا ہی معمولی سی بات تھی جس پر یہودیوں اور عیسائیوں سے لڑائی ممل کی۔ قانون خدا کے ان نادانوں کو یہی مختصر سا جواب دے کر چپ کرادو کہ تمہیں اس بات کی کیوں غلطی ہے، خدا ہی کا مشرق اور خدا ہی کا مغرب ہے۔ وہ جو چاہے پسند کرے لیکن وہ جس قوم کو چاہتا ہے اور جس امت کو دیکھتا ہے مکرز اور وحدت کا صراط مستقیم دکھا دیتا ہے۔

۱۶۔ اس آیت ربیعہ کے صحیح مطالب میں نے مذکور بالا ترجیح میں ظاہر کر دیے ہیں۔ شاہین نے جو کچھ لکھا ہے۔ سوال ان آسمان اور جواب ان زمین کا مصداق ہے۔ رہنما اور نادانوں کا اعتراض ہے کہ قبلہ بیت المقدس سے کہ متعلقہ کی طرف کیوں بدل دیا گیا انکو بے وقوفوں کا سا جواب دیا ہے کہ مشرق بھی اللہ کا ہے اور مغرب بھی اللہ کا۔ اسے جو چاہے پسند کر لیا۔ عاقلوں اور سوچ والوں کے لائق یہ جواب ہے کہ اسلام کو ایک مرکز چاہئے تھا سو جس قوم میں خدا اہمیت دیکھتا ہے اسکو ایک مرکز بنانے کا صراط مستقیم دکھا دیتا ہے۔ اگر بیت المقدس بدستور قبلہ رہتا تو یہ مرکز ممکن نہ تھا۔ عیسائی الگ تہنگ رہ کر اپنی ڈیڑھ ایتھ کی مسجد جدا بناتے، یہود جدا بناتے، اور وہ تہا اتحاد جو پیش نظر تھا قائم نہ ہو سکتا۔ پس بہتر یہی تھا کہ الگ مرکز بنایا جائے جس پر وہ مضارے بلکہ تمام عالم مجتمع ہو سکے اور ہو جائے۔ مٹنا جواب میں اس اہم حقیقت کی طرف بھی اشارہ کر دیا کہ خدا کا مشرق مغرب کی کچھ بصر نہیں، سب اسی کے ہیں۔ اسلئے نہ بیت المقدس مقصود بالذات تھا نہ اب کہہ ہے جو مقصود ہے وہ مرکز اور اتحاد جو گویا مسلمانوں کو متنبہ کر دیا ہے کہ اصل قانون کی طرف رجوع کریں جیسا کہ میں نے مسئلہ کے تحت اس کے اخیر صفحہ ۲۳۳ میں واضح کرنے کی سعی کی ہے۔ یہ تحت اہم چنانچہ اس صفحہ پر بھی جاری ہے اور اس آیت کے مطالب پر غور اس تمام سیر کو بڑھ کر کرنا چاہئے۔

(بقیہ تحت اہم صفحہ ۲۲۸) علامات کی پابندی کسی قوم کے اس کے اپنے معبود سے لگاؤ کا صرف ایک ظاہری نشان ہے، معبود کے احکام کی تعمیل پر آمادگی یا اس کے بتائے ہوئے قانون کی پابندی اُن سے لازم نہیں آتی۔ بہت ممکن بلکہ نہایت کم ایک شخص ان رسومات کے ساتھ ساتھ صحیح معنوں میں ملازم خدا بن رہے۔ مگر ہر سی نبائے والا غلامی (یعنی عبادت) کا دعویٰ اُس وقت تک نہیں کر سکتا جب تک کہ اصل قانون اور احکام کی تعمیل بھی کما حقہ نہ ہوتی رہے۔ اس مقام نظر سے کسی مذہب کے اُس کے اپنے معبود سے انظار تعلق کی ان ظاہری علامات کو نبھاؤا کہنا قطعاً نادرست ہے کیونکہ عبادت، اقل کے ملکوں پر ہی عمل اور اس کی خاطر مسلسل تکلیف برداری ہی ہے۔ اور ان رسوم کو بقید وقت پورا کر لینا صحیح معنوں میں عمل نہیں گو کہ ان کی پابندی بھی معبود کے احکام میں داخل ہو۔ قرآن حکیم نے اسی نقطہ نظر سے اس قطع کے وقتی اور رسمی افعال کو صحت کا سلسلہ کے جامع اور مانع لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ اور عبادت کا لفظ کسی شخص کے باطنی عقیدہ اور اُس کی تسلیی اطاعت کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے۔ چنانچہ اسی موضوع پر ایک مستقل بحث عبادت کے تحت اہم صفحہ ۱۰۵-۱۰۶ میں گزری ہے۔ اسلام میں صلوٰۃ اور حج، صوم اور زکوٰۃ کے افعال، باوہ شرعی مجاس، فقہی مراسم اور اجتماعی تیواریوں اور ظہور اسلام کے بعد امت میں رواج پائے گئے ہیں، اور جن کے باعث مسلمان باقی مسلمان اتھوں سے ممتاز نظر آتے ہیں، سب کے سب مناسک ہیں۔ وہیں شک نہیں کہ نماز اور حج کے اوکرنے یا دن بھر بھجکا رہنے اور مقرو زکوٰۃ اوکرنے کے لینے ہر متفق میں کچھ نہ کچھ اطاعت کا مادہ موجود ہونا ضروری ہے۔ مگر زکوٰۃ نماز گزار، صائم یا حاجی وغیرہ بن جانے سے عیناً درجہ لازم حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ اطاعت کا کیف ان مناسک کے اوکرنے کے بعد بھی بہر وقت موجود نہ رہے، اور تمام احکام مستہ ان کی حسب موقع تعمیل نہ ہوتی رہے۔ پس مناسک اور عبادت میں تسبیح کی کیفیت لکھنے کا فرق ہے اور جو مناسک قہمی اطاعت سے ادا ہو اور حاکم کا دیکھا پیدا کر دے وہ بلاشبہ عبادت کا ایک جزو ہے۔ مناسک اسلام کی اسی باطنی استعداد صلاح کو نظر رکھ کر بنے صوم و صلوٰۃ اور حج و زکوٰۃ کو عبادت میں داخل کیا ہے، اور اصل کتاب میں بحث اسی العقولہ پر ہو رہی ہے جو کیفیت دل کے ساتھ ادا ہو کر

لَبَنِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۚ وَيُنَادِي مُنَادٍ أَنِ اتَّهَبُوا حَتْفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۚ قُلْ إِن صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي

(یعنی تحت اہل حق صوفی ۲۲۹) صحیح معنوں میں 'نعت' پیدا ہو سکے۔ نہ تو اسے اور قہر سے کر لینا اگرچہ مناسک میں داخل ضرور ہے لیکن عبادت
 حتمًا نہیں۔ قرآن مجید نے مناسک ج کے اسی سطحی نظار قہر کو پیش نظر رکھ کر سورہ بقرہ میں واضح کر دیا تھا کہ ان سے اہل مقصود اس حاکم اعلیٰ کا
 کشاکش ہی ہے، توجہ وقت وہ مناسک اور ہو جائیں اہلی غرض و غایت کی طرف بیش از بیش رجوع ہو جاؤ: فَإِذَا أَقَضْتُمْ شَأْنَكُمْ فَاتَّكِفُوا
 فَإِذَا كَرُوهُ لَكُمْ فَاتَّكِفُوا فَإِذَا تَلَّكُمُ الْمَلَاةُ فَانْصَبُوا لَهُمْ خُذُوا مِنْ حَتْفِهِمْ فَاتَّكِفُوا (۲۰۰، ۲۰۱) یعنی جب تم مرام ج اور اکر چکو تو اس اہل حاکمین کی کڑی میں اس طرح لاؤ جس
 طرح جوش محبت میں اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اس کا کشاکش لگا رہے تو اچھا ہے۔ یہاں ذکر سے مراد تبجیں چلانا نہیں بلکہ قہر
 خدائے عظیم کی رکب و لیس رکنا ہے۔ لوگ اپنے باپوں کو تبجیں چلا چلا کر یاد نہیں رکھتے بلکہ ان کا خیال کرنا ان سے دلی رمدورہ رکنا ہی ان کا
 ذکر ہے۔ اس آیت سے ذرا پہلے ہے: فَإِذَا أَقَضْتُمْ مِنْ عَرَقَاتٍ فَإِذَا كَرُوهُ لَكُمْ فَاتَّكِفُوا فَإِذَا تَلَّكُمُ الْمَلَاةُ فَانْصَبُوا لَهُمْ (۱۹۸، ۱۹۹)
 یعنی ہر جب تم عرقات سے کوڑ تو مشعر اہرام (یعنی مزدلفہ) میں ٹہر کر خدا کا کشاکش اپنے دلوں میں پیدا کرو (فَاتَّكِفُوا لِلَّهِ)، اور اس کو اس شدت سے مل
 میں لاؤ جس طرح تمہیں بتلایا ہے۔ "یعنی یہی مقصود اہل صلوة کے مناسک اور ان کے بعد پیش نظر کر دیا ہے۔ چنانچہ سورہ نسا میں اس نماز کے بار
 میں جو میدان جنگ میں خوف عدو کے باعث قصر کر دی جائے، ارشاد ہے کہ اسے مناسک اور اگر لینے کے بعد وہی تکلیف دل میں پیدا
 کرو جو صلوة کا منتہا ہے: فَإِذَا أَقَضْتُمْ الصَّلَاةَ فَإِذَا كَرُوهُ لَكُمْ فَاتَّكِفُوا فَإِذَا تَلَّكُمُ الْمَلَاةُ فَانْصَبُوا لَهُمْ (۲۰۰، ۲۰۱)
 الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا (۲: ۱۰۳) یعنی ہر جب میدان جنگ میں نماز کے ارکان کو افرامی اور گہر میں
 اور اکر چکو تو اس کے بعد کمرے اور بیٹھے اسی طرح بھی ہو سکے خدا کا کشاکش دل میں پیدا کر لو کہ یہی مقصود اصل نماز کا ہے، ہر جب دشمن کی طرف سے
 بے خوف و خطر ہو جاؤ تو اسی سطحی کشاکش والی، اور یاد پیدا کرنے والی نماز (الصَّلَاة) کو ہر قائم کرو اور جو میدان جنگ میں ہی تم کو نماز پڑھنے کے
 لیے بھاگایا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ صاحب ایمان بندوں پر یہ بیخوفی حاضری بقید وقت فرض ہے، نہ یہ کہ جب جی میں آیا اور قلب مطمئن ہوا پھر
 لی اور جب چاہا ملتوی کر دی؟ اس آیت شریفہ کے معانی نہایت غور طلب ہیں اور ان مطالب سے جو پیش کیے گئے ہیں بعض اہم نتائج مترشح ہوتے
 ہوتے ہیں: اولاً مناسک صلوة کو انتہائی خطر سے کے وقت بھی اور اگر ایسا اسلئے ضروری ہے کہ پابندی وقت کا درس جو قرآن مجید نے اہل صلوة
 کی تہ میں رکھا تھا نہ ہونے پائے۔ ثانیاً الصَّلَاةُ ایمان والوں کے لیے موقوف 'اسلئے بھی ہے کہ بادشاہ زمین و آسمان کے حضور میں بوقت
 حاضرنہ نماز ادب شنشی کے برخلاف، اور طاعت کے منافی ہے۔ ثالثاً صرف مرام یعنی قہر اور قہر کر لینے سے نماز اور انہیں ہونی بلکہ
 اس کے بعد خدا کی ٹہیں دلیں پیدا کرنا لازمی ہے۔ ہر فرقہ واران تمام مثالوں سے ظاہر ہے کہ اسلامی مناسک عبادت کے درجے پر اسی وقت پہنچ
 سکتے ہیں جب ان سے ذکر خدا یعنی طاعت پیدا کرنے والی وہ صحیح معنوں میں پیدا ہو، اور یہ ذکر کا پیدا ہو جانا ان مناسک کی رستہ کی تہیل سے
 کہیں بہتر ہے۔ جیسا کہ آیت (۲۹: ۲۵) میں تَلَّكُمُ الْمَلَاةُ الْفَاطُ سے ظاہر ہے جو صفحہ ۲۰۹ کے تحت اہل حق میں گذر چکی ہے۔ اگرچہ مناسک
 اپنے وقت اور موقع پر اور اگر نا بھی ایسا ہی ضروری ہے جیسے اور اور امور دنیاوی کی تمہیل۔ اس مقام نظر سے اسلامی مناسک فی بحقیقت ایک شخص کو
 مطیع خدا بنانے اور اس کے وسائل ہی ہیں۔ بجائے خود منتہا، یا اصلاً عمل نہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے یا ان کی وساطت سے تہیل
 پیدا ہو سکتا ہے مگر ان کا اختیار کر لینا فی نفسہ عبادت نہیں اگر ایک شخص کسی حاکم کے نشانات ملازمت مثل چپرس یا نمند جات، یا رنگ لباس وغیرہ
 وغیرہ اختیار کرتا ہے، اور اس کو ملائیہ پہنے پہرتا ہے تو یہ ہمیت کذابی ایک رو سے اس حاکم اعلیٰ کی اطاعت کرنے کی تحریک ہو سکتی ہو ولا بہت
 ممکن ہے کہ محض ہمیش کے لیے چپرس لگانا بہتر ہے لیکن فی الحقیقت مطیع نہ ہو، اور اسیم علیہ السلام کی اس دل شکاف اور نہرہ گزار
 دعا کا جو اپنے خاندان کعبہ کی تعمیر کے وقت کی تھی بعینہ ہی راز تھا، اور اسی لیے مٹی اور گارے کی نوکریاں سر پر اٹھاتے وقت پہلی بے اختیار ٹہیں
 جو اس اولوالعزم نہی کے دل سے نکلی یہی مسئلہ اور مطیع بننے کی ٹہیں تھی: رَبَّنَا اجْعَلْنَا مَسْلُومِينَ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا آمَنَةً مُسْلِمَةً

۱۵۔ اے پیغمبر تم علی الاعلان کہدو کہ اس خدا کے عظیم نے مجھے صراطِ مستقیم دکھا دیا ہے، اور وہ وہی راہِ راست (دینِ حق) ہے، جو ابراہیم علیہ السلام پر بھی تھا اور جو خالصہ ضدِ باہی کے ہورہے تھے، اُسی کے قانون کی عملاً متابعت کیا کرتے تھے، اور اطاعتِ گدازی میں کسی شے کو بھی خدا کے برابر نہ کرتے تھے (ماکانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ)۔ اے پیغمبر تم کہدو کہ میں تو اس سب زمین و آسمان کے قانون کی عملی اطاعت کی طرف اس طرح جھک گیا ہوں کہ میرے سب افعال، میرا نماز میں جھکنا، میری ملازمت و اطاعت سب انداز (مشقی) میری خدمت اور بندگی کے سب ظواہر (مشقی) میری باطنی اطاعت (صلائی) اور ظاہری عبودیت (مشقی) حتیٰ کہ میرا جب نماز و نماز بھی اُسی رب العالمین کے اعلیٰ کے لیے ہے، اُسی کی حکومت کو لوگوں کے دلوں میں استوار کر نیکی واسطے ہے۔ اور وہ وہ حاکمِ اعلیٰ ہے جس کا کوئی ہم پلہ نہیں، جس کے برابر کوئی حکمران نہیں۔ یہی حکم مجھے اُسکے ہاں سے ملا ہے اور میں سب پہلے اُسکو اپنا خدا تسلیم کرتا ہوں (اَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ)۔

۴۔ مناسک کے تحت اہلن میں جو اس صفحہ پر جاری ہے میں نے آیت (۱۶۳، ۱۶۴) کی تشریح کر دی ہے۔ چنانچہ یہ آیت حُن اتفاق سے اسی صفحہ کے ذیل میں آگئی ہے۔ آیت (۱۶۴، ۱۶۵) کے الفاظ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ سے واضح ہے کہ یہاں پر بھی شُك سے مقصد تسلیم و اطاعت ہی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ خدا کو چھوڑ کر ماسو کی محبت میں گرفتار ہونا (مُتَاكِلًا مَعَ الْمُتَكِلِينَ) اپنی تمام تسلی یا زمرندی (حُكَاةً) اور ظاہری نشان ملازمت (شُرُكًا) اور زندگی (سُخْيَانًا) اور جان (مَمَاتًا) کو قانونِ خدا کے مطیع کر دینا اور تسلیم پنا مشیورہ عمل بنالینا صراطِ مستقیم ہے۔

(رقیقحت ۱۸۳ صفحہ ۲۳) لکھا: "وَأَرَادَ هُنَا بِسُكُنَا دُنْيَا عَلَيْهِمْ نَارُ" اُنْكَ اُنْتُ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (۱۲۸:۲) یعنی اُسے عاکلوں کے عالم اور ہمارے
 پالنے والے خدا! تو اس دیکستان اور بابان عرب کے اندر ہماری ناچیز کوششوں کو جو ہم اس چہرے سے اور بے حیثیت گہ کو تیرے حلیل القدر
 نام پر موسوم کر چکے تھے کہتے ہیں، قبول کر دینا تَقَبَّلْ هُنَا لَهَا تَرْجُو آيَةً (۱۲۴:۲) میں ہے، (تو ان نیک نیت مساعی کو بار آور کر، اور اس حکم الٰہی کی
 توفیق کو صحیح معنوں میں اپنا عکبر وار بنا۔ اور ہماری اولاد میں سے ایک اُنْت پیدا کر جو فی الحقیقت تیرے حکموں کو ماننے والی ہو، اور ہم کو ہماری ملازمت کے
 نشان (مِنَا سُكُنَا) بتلا، ہماری گزشتہ دامانگیوں سے دگدگہ کو نہ کہ اس میں شک نہیں کہ تو تائب بندوں کے حق میں بڑا ہی درگزر کر دینا والا
 مہربان ہے۔ اسی اطاعت کے منہا کو منظور رکھ کر ابراہیم علیہ السلام کے دین "سیم" اور ملت حبشیہ کو دوسرے موقع پر یوں وضع کیا
 ہے، قُلْ اِنْ صَلَاةٍ وَنَسِيَةٍ وَخِيَايَ وَمَعَانِيَ فَلْيُوَدِّعْ الْعَالَمِينَ ۝ لَا تَشْرِيكَ لَهٗ ۝ وَبِذَلِكَ اُفْرِتُ وَاَنَا اَدْلُ الْمُسْلِمِينَ ۝
 (۱۶۳:۱۶-۱۶۴) لیکن چونکہ یہ آیات عفت سرب آگے چل کر اصل کتاب میں آ رہی ہیں۔ اسلئے مطالبہ کیے گئے وہاں دیکھنا چاہیے۔ تاہم ظاہر ہے کہ
 یہاں پر صکلات سے باطنی تبت اور شکت سے اُس تبت کے ظاہری نشان مراد دیے ہیں۔ اور یہ اس وجہ سے کہ اردو سے قرآن دی نمازی بحقیقت صلوٰۃ
 ہے جس کا منہج باطنی تبت ہے۔ ورنہ کچھ نہیں۔ گویا مقصود یہ ہے کہ اگر میرا باطن (صداقت) کسی کی ملازمت کر رہا ہے تو رب العالمین کی، اور
 اگر میرا ظاہر (شیخی) کسی کے ملازم ہونے پر دال ہے تو خدا کے۔ اور یہی اصل دین، دین حنیف، اور صراطِ مستقیم ہے! سورۃ حج میں احکام قربانی
 کی توجیہ بھی اسی نوکر خدا اور تسلیم کے اصل اصول پر کی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے:

وَلَقَدْ أَتَيْنَا مِنْكُمْ لَبِيقًا إِذْ أَكْرَمَهُ عَلَى مَأْذَنَةٍ مِّنْ حِمْيَرَ الْأَنْعَامِ وَالْهَيْكُمُ إِلَهُ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلَبُوا وَبَشَرِ الْخَبِيثِينَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ عَلَيْهِمْ فَلَقِيَهُمْ (٢٢: ٣٢-٣٥)-

اسے سناؤ! تم قرآنی جان کے ان ظاہری مہم کو احکام خدا میں شامل نہ کیا کہ موجب نہ ہو، ہم نے اس دوسرے زمین کی برکت کے لیے (انہر کے مخصوص احوال کو پیش نظر رکھ کر) کوئی نہ کوئی نشان ملازمت قرار دے رکھا ہے اور ہمارا مقصد یہ ہے کہ وہ انہیں موشی اور چار پاؤں کے عزیز ہندے اور بے مثال انعاموں کو جو خدا نے انہیں دے رکھے ہیں پیش نظر رکھ کر، قرآنیان کرنے وقت اس منہم حقیقی کی مٹا دینے والی اور اسکا انکشاف پیدا

قَارِنَا لِلّٰهِ حَبِيبًا ۖ وَكَرَّمَكَ مِنَ الشُّرَكَاءِ لَئِنْ شَاكَرْنَا لَا نُنْعِمُكَ لِحُبِّهِ ۖ وَهَدَانَا إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۚ وَآيَاتُهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۚ وَآيَاتُكَ فِي الْآخِرَةِ قَالَيْنِ الصَّالِحِينَ ؕ (۱۷۰-۱۷۲) تو ان کو دشمن کے بالمقابل کامل حفظ و امن عطا فرما

۱۷۰ بے شک ابراہیم دنیا کے علیل القدر بنیادوں میں سے تھے۔ وہ خدا کے کامل فرمانبردار بندے تھے اور عالمۂ اُسی کے ہر بے تھے۔ اور کسی شے کو بھی خواہ وہ انہیں کتنی ہی عزیز ہو خدا کے ہم مقام نہ کرتے تھے۔ اور بالیں ہم خدا کی دی ہوئی نعمتوں کی بچی قدر کر لیتے تھے۔ خدا نے انہیں منتخب فرمایا تھا اور انہیں صراطِ مستقیم عطا دیا تھا۔ اور ان تمام اعمال کے صلے میں ہی ہم نے ان کو دنیا میں ہر طرح کی نعمتوں سے معزز فرمایا تھا اور بے شک آخرت میں بھی وہ ہمارے معزز بندوں میں سے ہوں گے۔

۱۷۱ یہاں قَارِنَا لِلّٰهِ بننا یعنی تسلیم و اطاعت کو شعار بنالینا اور خدا کی دی ہوئی ہر شے کا صحیح استعمال کرنا لاشکر اللہ تعالیٰ دیکھو معانی شکر تحت البتین صفحہ ۱۳۱ صراطِ مستقیم ہے۔ جو شخص یا قوم تمہارے اُسی کا مناسب اعمال کرتی ہے اسکی دنیا ہی درست ہے۔ اسی لیے اس پیمبرِ عظیم کے بار میں کہہ دے وَآيَاتُهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۚ۔

(بقیہ تحت البتین صفحہ ۱۳۱ م) کرنے والا ڈراپے دلوں میں وقتاً فوقتاً جا لیا کریں (لَئِنْ شَاكَرْنَا لَا نُنْعِمُكَ) لیکن لوگوں نے اس پیش خدا کو خیر باد کہہ کر رہائیوں کو سننے سے معبودوں پر چڑھا کر شام شروع کیا یا اس کے صلی مقدوس سے الگ ہو کر ان نتیجہ خیر رسد کو بے اثر کر گئے، تو اے مسلمانو! گوشش ہوش شن کر کہو کہ تمہارا حکم الحاکمین وہی ایک خدا ہے، تم اُسی خدا کے تابع بن کر رہو (قَالَ آسِئِلُوا) اور اُن کے درگاہِ خدائیں خضوع و خضوع کرنے والی قوم کو اجتماعی بقا اور زندگی اس کی خوش خبری دو۔ اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب خدا کی یاد ان کو دلائی جاتی ہے تو ان کے دل تپ لٹھ میں اور وہ پیش از پیش احکام خدا کی تعمیل میں سہم ہو جاتے ہیں۔

ان تمام مثالوں سے ظاہر ہے کہ مناسک کی صحیح حکمت علیٰ سہی تھی کہ ان کے ذریعے سے وقتاً فوقتاً انسان کے دل میں شامِ زمین آسمان کی یاد پیدا ہوتا کہ لوگ احکام خدا کی طرف پیش از پیش رجوع ہوں، اسکی ٹیس اور ڈر دلیں رکھیں، ان کے اس فہمرا احکام سے غافل نہ ہوں چاہیں اسکی سزاؤں کو یاد کر کے لرزائیں، ان کے انعاموں کو خیال میں لا کر تیار عمل ہو جائیں۔ اس سے زیادہ ان سے فی الحقیقت کچھ مقصود نہ تھا، اور جب خدا کے عظیم کا دعویٰ ہے کہ ہر امت کے مناسک اُس نے بذات خود مقرر کیے تھے تو صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک قوم کے مناسک دوسری قوم کے مناسک پر کوئی وجہ فضیلت نہیں، ان کے مابین کوئی بنیادی فرق نہیں، وہ کسی قوم کیلئے فی نفسہ مقصود بالذات شے نہیں، وہ صرف تسلیم، بیجان قلب اور ذکر پیدا کرنے کے لیے ہیں، جو شے لے کر ہر نوع مقصود ہے۔ اطاعت احکام الہی ہو سہی عمل ہے حکمران واری اور تقویٰ ہے، احکام الحاکمین کا ڈر اور اتحاد ہے چنانچہ اسی سورۃ میں قربانیوں کے احکام کے ضمن میں صاف فرمایا کہ لَنْ يَنَالُ اللّٰهُ لُحُومًا مَّهَا وَلَا دِمَآؤَهَا وَلَٰكِنْ يَنَالُ اللّٰهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ (۲۳: ۳۴)، یعنی خدا ان کے تو ان قربانیوں کے گوشت ہی نہ چنچے ہیں اور نہ ان کے خون، بلکہ اگر کوئی شے وہاں بروئے کار آتی ہے تو وہ تمہارا تقویٰ ہے۔ پس جب تقویٰ کا جزو اعظم اتحاد ہے، لا تَقْرَبُوا سَبِيلَ اللّٰهِ اِجْتِمَاعًا ۖ صَابِرًا وَّارِثًا ۚ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۚ رِہنابہ وغیرہ وغیرہ (دیکھو تحت البتین صفحہ ۱۳۱)، تو ان کا حق کا فرض ہے کہ خدا کے عظیم کے مقرر کیے ہوئے مناسک کو اسی اتحاد قوم، اسی عبودیت، اسی حکمران واری اور اطاعت کو پیش نہاد بنا کر بالاجماع ادا کریں، انکو فی نفسہ مقصود و منہا نہ سمجھیں کیونکہ اصل قانون امت کے افراد کے مابین اجماع و اتحاد پیدا کرنا ہے، افراد قوم کے دلوں میں خدا کا ڈر پیدا کر کے انکو متحد کرنا ہے، اس سے کمتر خدا اور لصلہ کچھ نہیں۔

اس تمام بحث و تمحیص کے بعد اصل کتاب کی آیت یعنی اَللّٰهُ جَعَلَنَا مَسْکُوٰتًا سَکُوٰتًا ۚ فَلَا يَنَالُ عَرْشَكَ فِي الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ اِلٰی ذٰلِكَ مَا تَلٰکَ لَعَلَّ هٰکَ مُتَعَبِّدٌ (۱۲۱: ۱۲۰) کے معانی بالکل صاف ہو جاتے ہیں۔ خدا کے عرش و عرش فرماتا ہے کہ مرام عبادت جس پر دنیا جانا کی سبب بنتیں چل رہی ہیں فی الحقیقت ہم ہی نے مقرر کیے تھے (لیکن ان سب کے راجع کرنے کی اساسی حکمت اتحاد بین الافراد اور تقویٰ، تسلیم خدا

دنیاوی نعمتوں سے مالا مال کر! وَعَدَكُمْ اللَّهُ مَغَارِبَ كَثِيرَةٍ تَأْخُذُونَ بِهَا فَعَلَّ كَذِبُ هَذِهِ وَكَفَّ الْبِدَى الْقَائِمَةَ كَذِبًا

وَلَيْتَ كُنُوزُ آيَةٍ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا (۲۰: ۳۸) ۱۔ تَوَان کی ہیئت اجتماعی میں پیغمبر ابنِ جہان

۱۵۔ ایمان والوں! اللہ تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر چکا ہے جس پر تم تمام عالم کے دشمنوں کو شکست دیکر قابض ہو گے تو یہ خیر کی غنیمت تم کو سروسرست دلا دی اور بڑی بات تو یہ ہے کہ دشمنوں کے دستِ تعدی سے تم کو بچائے رکھا۔ اور یہ سب انصافِ الہی تمہارے شامل حال ہے۔ پس کہ ایمان والوں کو قوتِ ایمان کا پتہ لگ جائے اور تمہیں دشمن کے بالمقابل غلبہ حاصل کرنے کا صراطِ مستقیم معلوم ہو جائے۔

۱۶۔ یا بیتِ بیعت! تمہاری ہر بات کے بعد اللہ کی افواہ نکالے بعد پندرہ سو مومنوں کی ایک فوج کے نیچے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ توہید کرانے کا عزم تھا۔ یہاں اور اس پر آیت (۱۹: ۱۲) میں فرمائی کہ غزول نے بصرِ حجت مومنوں کی انہیت بمقتدارِ کبریا و بھلائی تمام دلوں کا دھوکا دیا، دشمن سے بچنے کو ایمان کا جہز فرمایا، اور ان سب اہلِ صراطِ مستقیم کو گویا ابنِ نبی میں اپنے کا صراطِ مستقیم ہی ہو کہ دشمن کے خلاف کامل طور پر حفظِ نفس کیا جائے، اپنے حق سے جارحانہ تشدد کے نکتے کو نہ کرے اور نہ تشدد کا مسئلہ اتنا ہی کشمکشِ مومن و چارم صفحہ ۱۲ و ۱۳ سے اس قانونِ الہی کی مائت عیاں ہو اور ظاہر کی نظر پر کی اور حیوانی خلق کی شہادت کو ذلِ عالم اورینِ فطرت کی باندھی، جن کو کوئی غفلت نہ ہو کہ دیکر کئی غلط فہمی کے خوف میں اگر اسلام کو برائے لیل میں پسند اور مرنے کا مرجع نہ بنے دیا ہو اور نبی کریم کی جانتا گینے غزوات کو یہی شدت پروردگار کی اعلیٰ اعلیٰ شہادت کے آپس کر کے آئیں اگر تم کہہ کہ یہ نہیں لکھے یہ کیا بات نہیں ہرگز! سب سے پہلے رسول کو صراطِ مستقیم کرنا آیا (۱۶: ۱۵) صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے کہ پندرہ سو مومنوں کی ایک فوج تھی۔

(بقیہ حجتِ اللہ صفحہ ۲۳۲) اور اطاعتِ خدا ہی تھی کہ یہی اصل قانون اور اس کا گاہِ جہان کا اٹھ کر ہے) تو ان لوگوں میں یہود و نصاریٰ اور اور اقوام کو جن کو مناسکِ اسلام کے قبول کرنے میں اعتراض ہو، چاہیے کہ ایک منسک اور دوسرے منسک کے مابین ظاہری فرق کو نظر انداز کریں اور اصل قانون کے بارے میں تم سے کوئی نزاع پیدا نہ کریں وَلَا يَنَازِعُكَ فِي الْأَمْرِ، اور وہ اصل قانون ہے محمد! یہی ہے کہ تم لوگوں کو صحیح معنوں میں اپنے پروردگار کی طرف دعوت دیکر تمہارا عمل کر دو (وَأَذِّنْ لِي ذِكْرَكَ) اور ہمیں شک نہیں کہ تو حید کی یہ مشترک سطح قائم کرنے میں تم لا محالہ راہِ راست پر ہو! ان مطالب کی صحت کی قطعی شہادت اس آیتِ شریفہ کے عینِ بعد کی آیات سے ہوتی ہے جو مطالب کو مربوط کرنے کی غرض سے

یہاں پر لکھ دی جاتی ہیں، اس مضمون کے بعد ارشاد ہے:

وَأِنْ جَادَلْتُمْ فَقُلْ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَكْمُلُونَ ۚ اللَّهُ يَهْدِيكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۚ الْقَائِمَةُ فِي كَذِبٍ كَذِبٌ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ (۶۹-۶۸)

اور اسے محمد! اگر آپ حقیقت کشائی کے بعد یہی یہ لوگ تم سے اختلاف قائم کریں اور اپنے مناسک پر صدمہ اڑے ہیں تو تم ان سے کہہ دو کہ جو فرقہ اندازیاں اور انتشار تم ہی نوعِ انسان میں پیدا کر رہے ہو اس سے خدا موبود و افضل اور وہی روزِ قیامت کو تمہارے مابین اُن باتوں کے متعلق فیصلہ کر دے گا جن میں تم ناحق اختلاف پیدا کر رہے تھے۔

اسلام ہی نوعِ انسان کے اٹھا دیکھنے آیا تھا اور جو حجتِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خدا فرماتا ہے کہ منسک بھٹے نہیں، وہ سب ہم ہی نے معترف کیے تھے کیا ہو کر مناسک اور کیا انصاف کے، انکا مطلب امتحانِ قوم تھا، جب یہ مطلب ان سے فوت ہو گیا تو ان پر اسے رہنا بے معنی ہے۔ اب یہ سلامی مناسک ہیں، ہر سچے نبی کے لیے یہی غرض ہی بعینہ وہی ہے بلکہ ایک دوسرے یہ حج کا منسک تھا کہ می جالی اور پیشینہ مرسمِ مذہبی کی ترمیم شدہ صورت ہی ہو جس کا ذکر میں نزاع پیدا نہ کرو اور تمہارا نیا ذکر صراطِ مستقیم ہی ہو سیرِ نزدیک کہ اور بیت المقدس، چین و روم سب ایک ہیں، مشرق و مغرب ایک ہے۔ زمین و آسمان ایک ہے، نہ مجھے تمہاری قربانیوں کے گوشت پونچھے میں نہ خون، مجھ تک تو صرف تمہارا تقویٰ، تمہارا اتحاد و عمل، تمہاری اطاعت اور غلے تسلیم، تمہارا قلبی و جب (دیکھو)، اور لرزشِ پونچھتی ہو اور بس۔ اس کی کو دیکھا میرے سب فیصلے ہیں۔ (نبی پر سزا و جزا کا سبب حصر ہے! لیکن یہ جاسع الامام اور عالمِ انجیلِ اسلامی مناسک آج خود رسم و رواج کی لکیر میں پڑ کر وہ بے مطلب انتشار پرور، وہ اصنام خیز اور تفریق آراشے بن گئے ہیں کہ ایک نفس بھی آج انکی اس خالص حکمتِ عملی کا معترف نہیں رہا!

پس اگر تم اس کا گاہِ جہان کا وہ مختص قانون، اس بے پروا خدا کا وہ خاص الخاص حکم، اس شدید العقاب آقا کا وہ اعلیٰ ترین عمل

کی عالی ہستی، اُن کے اخلاف کا تفضل، اور سلاف کی برتری بخش! دُرِّ سَمْعِیلَ وَالْبَسْمِ وَوُشَ وَلَوْ طَادَ وَكَلَّا فَطَلْنَا
 عَلَى الْعَالَمِیْنَ ۖ وَمِنْ اَبَائِهِمْ وَدُرِّ شَتِّهِمْ وَارْحَوَانِهِمْ وَاجْتَنِبْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُسْتَقِیْمٍ ۝۲۷-۸۸-۸۹
 تو عالمگیر غلبہ عطا فرما کر ان کے ہنس و میں عدل دوستی اور حق پسندی کی خصلتیں برقرار رکھ! یٰلَا اَذْدٰ اَنَا
 جَعَلْتُكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِیْنَ یُضِلُّوْنَ
 عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ یَّمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ (۲۷: ۸۸) تو اُن میں قانونِ خدا کے احترام، اور حُر
 خدا کی رعایت سے، حمایت حق اور طہارتِ نفس سے، تقویٰ کے مقتدر عزائم اور ایمان کی اٹل طاقتوں سے،
 اعانتِ عدل اور نگہداریِ محمد سے، وہ اجتماعیت، وہ عنزمِ باخبرم، اور وہ قوتِ نظم و ادارت نصیب فرما،
 جو اسلام کے شیرازہ اُمت کو تشقت کی شکست و ریخت سے ہمیشہ کیلئے مامون و مصون کر دے!

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِیْنٌ ۝ یَهْدِیْ بِہٖ اللّٰهُ مِنَ الْبَہْرِ رِضْوَانًا ۝ سُبُلُ
 السَّلَامِ ۝ وَیُخْرِجُھُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِہٖ ۝ وَیَهْدِیْھُمْ اِلَی صِرَاطٍ مُسْتَقِیْمٍ ۝

۱۵ اور سَمْعِیْل اور الیسع اور یوش اور لوط (علیہم السلام) پر سب ہمارے حکم پر رہنا یا ن خلق تھے۔ اور ہم نے ان سب کو تمام عالم کے لوگوں پر برتری
 دی۔ ان کو اپنی قوم کا سرور بنایا اور بادشاہت دی۔ اور نہ صرف انہی کو بلکہ ان کے آباء و جد اور اولاد اور ہمائین میں سے بھی ہتیروں
 اُن کے علو بہت، حُسنِ عمل، اور شجاعت کے صلے میں دینا جہان کی قوموں میں سرفراز کیا۔ اور ہم نے اُن کو باقی قوموں سے منتخب کر کے
 ممتاز کر دیا اور ان کو دنیا میں قوت سے رہنے کا صراطِ مستقیم دکھادیا۔

۱۶ اے داؤد! ہم نے جو تم کو اس زمین پر بادشاہ بنایا ہے تو لوگوں کے معاملات میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا کرو، اور خواہشات
 نفس کا تسبیح نہ کرنا کیونکہ یہی خواہشات انسانی تم کو اعدل صراطِ مستقیم سے ہٹا دیں گی۔ جو لوگ عدل و انصاف کی راہ سے ہٹک جاتے ہیں انکو
 اس دنیا میں سخت عذاب ملے گا۔ اسلئے کہ روزِ جزا کو بھول گئے۔

دہمہ تحت اہم ص ۲۳۳) جس کا نام اٹھا ہے، اتحاد بین الانس اور اقبال بین اللابسز ہے، اتحادِ عمل اور اتحادِ اثر ہے۔ یہی وہ شے
 ہے جس کے باعث امتیں چشمِ فردن میں ممکن کے باہم بلند چرچہ جاتی ہیں، جو باعثِ قیامِ عالم اور علتِ تکوینِ کائنات ہے جو فنا و زوال کا
 حجاب کبھی جس سے ہٹنے میں نہ لگتی ہے۔ جس کا نہ ہونا موت و شکست کے مترادف ہے۔ یہی وہ مازحیات ہے جس کے ہوتے ہوئے شکست
 ناممکن، نامرادی کا لہر دم، اور مادی امکان سے خارج ہے۔ میرا عقین ہے کہ روئے زمین کے ہر مذہبِ ملت کا اصل اصول یہی تھا۔ یہی
 وہ پیغام تھا جو سب نبیائے جہان اپنے آقا سے نامداری سے لائے تھے۔ اور اسی حقیقتِ کبرے کو کتاب کے دیباچے میں میں نے سب مٹا
 کی الاصل اور اعلم الحاکمین کا الاکس قرار دیا ہے۔ دیکھو صفحہ ۴ و ۳۱۔

۱۷ اَلْظُلُمٰتِ سے میں نے اس کتاب میں بالاتزامِ قانونِ خدا کے عدمِ تشکیل کی تاریکیاں اور اجتماعی اخطا کی نارہ بینیاں، اور اللہ سے علم و
 عمل کی انجام شناسیاں اور ممکن فی الارض کی روشنیاں ملا لیا ہے۔ دیکھو صفحہ ۵ و ۱۳۳ و ۱۴۶۔ ان معانی پر ایک فیصلہ کن بحث عنقریب اس
 مجلد کے ختمِ تام ہر آئے گی۔

مُسْتَقِيمٌ ○ (۱۵-۱۶)

لوگو! پروردگار عالم کی طرف سے تمہیں وہ رہنما نور اور وہ واضح قانون یعنی صحیفہ فطرت کا بخش دیکھو تحت المتن صفحہ ۶۲) اچکا ہے جسے فریے سے خدا اُس قوم کو جو رضائے الہی کی متابعت کرتی ہے، قیام فی الارض اور سلامتی کے رستوں پر لے جائیگا، انہیں اپنے فضل و کرم سے جہالت اور نا انجام شناسی کی ظلمتوں سے نکال کر حفظ نفس و علم اور ممکن کے نور کی طرف لائیگا، اور انکو قیام و بقا کے صراط مستقیم پر ڈال دیگا۔

وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلٰى دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (۱۵: ۲۵)

اور اللہ تو اُمتوں کو حفظ نفس اور سلامتی کے گمراہیوں سے ہٹا رہا ہے، اور جس قوم میں اہمیت دیکھتا ہے اُسکو ممکن اور قیام کا صراط مستقیم دکھا دیتا ہے۔

پس صراط مستقیم کیا تھا! تحفظ و بقا تھا! قوم کی سلامتی تھی! اُنّت کا دار السلام تھا! عباد کا کامل امن اور فرو کا اضطراب عمل تھا! اتحاد کا التہاب رون، اور توحید کا کرداری اظہار تھا! تعبد کا معنوی اقرار اور ملازمت کا عملی پہلو تھا!

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الَّذِيْ دَرَجَكُمْ فَاَعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○ (۲۳: ۶۲)

اے لوگو! وہ خدا ہے عظیم میرا اور تمہارا پروردگار ہے! مولا ہے! آقا ہے! نام ہے! رازق ہے! مشاہدہ حاکم ہے! توہنی احکم الحاکمین کے غلام ہے ربو (فَاعْبُدُوْهُ)، اُسی کی خدمت میں لگے رہو (فَاعْبُدُوْهُ)، اُسی کے قانون کی تعمیل کرو (فَاعْبُدُوْهُ) اُسی کے آگے تسلیم فرم کرو (فَاعْبُدُوْهُ)، اُسی کے سچے بندے بنو کہ یہی صراط مستقیم ہے!

عبادت کا وحدت انگیز کیف، اور ختلاف سے اجماعی گریز تھا! اتقا تھا! اطاعت امیر تھی!

وَلَمَّا جَاءَ عِيسٰی بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ فَذَرِكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلَا تَتَّبِعُوْا بَعْضَ الَّذِيْنَ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ فَاَتَقُوْا اللّٰهَ

وَاطِيعُوْنَ ○ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الَّذِيْ دَرَجَكُمْ فَاَعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○ (۲۳: ۶۳-۶۴)

فَاَخْتَلَفَ الْاَكْثَرُ مِنْ بَنِيْزِمٍّ قَوْلًا لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَدَاۤئِہِ الْاَوَّلٰی (۶۵: ۲۳)

۴۰ دارالسلام کے الفاظ کو لوگوں نے بہشت کا نام سمجھا لیکن آیت کو عالم آخرت میں منتقل کر دیا، لیکن اس لفظ تاویل کی کوئی سند نہیں۔ تیسری جگہ میں اس کلمہ کا جس کا یہ آیت واقع ہوئی ہے یہ تمام کمال ترجمہ کر کے واضح کر دیا جائیگا کہ دارالسلام ہرگز کوئی اخروی مکان نہیں۔ لیکن اگر دارالسلام جنت کے اعمال میں کوئی راہ رہی ہے تو خوش اعتقاد شامین سے پوچھنا چاہیے کہ پھر سبیل السلام جو آیہ (۱۶: ۱۱) میں واقع ہوا ہے کیا شے ہو، کیا وہ بھی جنت کی سرکس ہیں۔ افسوس کہ لوگوں نے قرآن حکیم کو کبیرا افساد نہایا ہے!

اور جب عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے پاس خدائے جلّ و علا کے روشن اور کھلے کھلے احکام (الذین انزلنا) لے کر آئے تو انہوں نے ان کو مخاطب ہو کر کہا کہ اے ہمایو! میں تمہارے پاس یہ احکام کیا لایا ہوں، واصل وہ عظیم الشان حکمتی اصول لایا ہوں جس کا شائع خود خدائے بیشال ہے (حجۃ الہیہ)۔ اور میرے آنے کا اہم مقصد یہ ہے کہ میں تم پر ان باتوں کی صحتیت واضح اور دل نشین کروں جن میں اختلاف پیدا کرنے کے باعث تم ایک دوسرے سے الگ ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہو، تم میں اتحاد کی مشترک سطح از سر نو قائم کروں، تم سب کو مل کر ایک کروں! پس اے لوگو! اُس شدید العقاب خدائے درو! اُس کے مشترک خوف سے متحد ہو جاؤ لاھوتاً، اور سب کے سب ایک ایسے کی (یعنی میری) اطاعت کرو، میرے نیچے لگ جاؤ، وہ خدائے عظیم میرا درو تھا اور دونوں کا آقا ہے۔ پس اُسی کی غلامی میں لگ کر ایک ہو جاؤ، اُسی کے سچے بندے بن جاؤ کہ صراطِ مستقیم ہی ہے۔ لیکن لوگوں نے اس اولوالعزم پیغمبر کا کچھ کمانہ مانا، وہ آپس میں اُسی طرح اختلاف کرتے رہے، اُسی طرح فرقہ بندی رہے، تو جن لوگوں نے یوں اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، اُن پر ہلاکت کے دردناک اور کپکپاوتیے دالے دن کے اعتبار سے ہزار حریف ہو۔

تسک قانونِ خدا تھا!

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (۲۳: ۲۳)

تو اسے پھیرنا تم اس قانون کو جو تم پر وحی کر دیا گیا ہے مضبوطی سے پکڑے رہو، اُس پر جب کہ عمل کرو۔ اس میں شک نہیں کہ تم صراطِ مستقیم پر ہو (اور لا محالہ اپنی مراد کو پہنچو گے)۔

خوف عذابِ اللہ تھا! بیمِ روزِ جزا تھا!

وَأَنذَرْتُكُمْ لَاسْتِاعَةِ فَلَا تَمُوتُنَّ فِيهَا وَابْتَغُوا هَذَا صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا (۶۱: ۴۳)

اور لوگو! اس میں شک نہیں کہ عیسیٰ (علیہ السلام) بھی بنی اسرائیل جیسی تفرقہ آرا اور فتنہ بر قوم کے لئے ہلاکت اور موت کی عیسائی اور قطعی، آخری اور قرار واقعی دلیل تھے (وَعَلَّمَ لَاسْتِاعَةِ) اُن کا آنا اور جھٹلایا جانا، اتحاد کی تبلیغ کرنا اور کام رہنا، یہود کے لئے صلائے اہل تھا، پیامِ موت تھا، ہلاکت کی علی الاعلان شہادت تھی (وَعَلَّمَ لَاسْتِاعَةِ)۔ پس اے لوگو! اُس روزِ جزا کے آنے میں کبھی شک کرو، اس سے اہل یہود کی طرح بے پروا نہ ہو جاؤ، لمبی تان کر نہ سوؤ (فَلَا تَمُوتُنَّ فِيهَا) اور میرے احکام کی تعمیل کرو کہ یہی صراطِ مستقیم ہے! (وکیہو علم کی تعریف تحت اہل صفحہ ۸۲-۸۳۔ گو یا حضرت کا آنا یہود کی ہلاکت (الاستاعة) کا علم (نشان) تھا)۔

وہ صراط تھا جس پر چل کر تعزیر اور نعمت ہو، خدا کے ذریعہ انعام، اور بے حساب بخششیں ہیں، صراطِ الذین

أَنعَمْتَ عَلَيْهِمْ (۶۱: ۱)۔ وہ خوف تھا جس کا اٹل نتیجہ انعام و اکرام ہے، یا تھما الناس لئلا خلفنک قرن ذکر و انکفی

مذ اللستاعة اور وہ کثرت کے سلطان بحث نہ ہو چکے کے باعث اس لئے نہایت صرف ایک مثلی معنی بیان کر دیئے گئے ہیں۔ حالِ منہرہ کیلئے یہی اشارہ کرنا چاہیے یا علیٰ امتیاز صفحہ ۱۳۶ دیکھیں۔

وَجَعَلَكُمْ شُعْرًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (۳۱، ۳۲) جس سے
ہٹ کر قبر خدا نازل ہوتا ہے، اہمیتیں مغضوب علیہ ہوتی ہیں، ذل و مسکنت، موت و افلاس صدیوں
اور قرونوں تک پہنچا نہیں چھوڑتے: غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ (۱۱۷)۔ وہ سیاست تھی جس پر چلکر
ہر سو امن ہے، امتوں اور نسلوں کا امن ہے، افراد اور قبیلوں کا امن ہے، گھروں اور محلوں کا
امن ہے! وہ مذہب خدا اور راہ مالک الملک تھی جس پر دنیا کی سب زندہ اور انعام یاب تھیں آج چل رہی
ہیں اور اختلاف مناسک کے باوجود، اپنے اپنے دائرے کے اندر قانون خدا اور الامم میں نزاع
پیدا نہیں کرتیں، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ جَعَلْنَا مَسْجِدَهُمْ نَاسِكًا لَا يَكُونُ لَكُنْزُكَ فِي الْاَمْوَالِ وَاجْعَلْ لَكَ لَعْلًا
ہُوَ اَوْ تَقْبَلُ تَقْبَلُ (۶۷، ۶۸) نہیں! نصراط مستقیم وہ تلوار سے سواتیر اور بال سے سوا باریک اہ تھی
جس پر چلتے رہنا کمال حرم و احتیاط کا کام ہے، جس سے ذرا دہرٹ کر ضلال ہے، شکست و
انتشار کا جہنم ہے، محکومیت کا دفرخ ہے، افلاس کی آہ و بکا ہے! وہ دراصل سعی اور امن، تلاش
اور مقصود، طالب اور مطلوب کے درمیان وہ خط مستقیم تھا جسکے سوا کوئی دوسرا خطرہست نہیں، کوئی
سعی مشکور نہیں، کوئی عمل نسیجہ خیر نہیں! وہ وہ تکلیف قلب اور مضبوط نفس تھا جس سے قوم کے
سب افراد تسلیم کے مجتہد اور سعی و عمل کے فوارے بن جاتے ہیں، جس سے سینے قانون خدا کی اطاعت
کے لیے یکسر کھل جاتے ہیں جس سے دلوں کی تنگیاں اور صوصلوں کی پستیاں کا لدم ہوتی ہیں، ہر شخص

۱۔ اے ساکنان زمین! ہم نے تم سب کو ایک ہی نوع کے مرد اور اسی نوع کی عورت سے پیدا کیا، اب تم سب ایک ہی جنس کے ہو، اس لیے آپس میں
اختلاف پیدا نہ کرو، ہمارے نزدیک تم سب برابر ہو۔ اور تمہارے مختلف گروہ اور قبیلے محض ایسے بناویے کہ تم ایک دوسرے سے امتیاز نہ کرو کہ جس کے
مصلحا نہ صرف بنو۔ اور خدا کے نزدیک تم میں سے وہی گروہ عزت اور انعام کا مستحق ہوگا جو سب سے زیادہ قانون خدا سے خوفزدہ ہوگا جو سب سے زیادہ سعی،
سب سے زیادہ صابر، محافظ نفس، اولوالعزم اور متقن لہل بن کر رہے گا۔ (اَنْفُکُمْ دِیْکُمْ اَنْفُکُمْ اَلْمَعْنٰی تَحْتَ اَمْسِ صَفْرہ ۱۵۴) اور استقلال سے احکام خدا پر
عمل کرے گا۔ یاد رکھو کہ خدا تمہارے اعمال سے موبود واقف، اور تمہاری نیتوں کو سرسبز جاننے والا ہے۔

۲۔ ان قوموں کی راہ نہ دکھا جو تیرے قہر و غضب میں آکر ہلاک ہو چکی ہیں، اور نہ انکی چوراہ رہے، بلکہ کر تیرے قہر و غضب کو دعوت دے رہی ہیں۔
۳۔ اے لوگو! ہم نے زمین کی ہر اترت کیلئے خدا کی عظیم اور قانون خدا کی اطاعت کا ایلا ہری لٹان مقرر کر دیا، جسکو وہ شعاریاتی پرکیر قانون کسب کیا
ہے لوگو! کہ چاہیے کہ اصل قانون (الاکثر) کے متعلق تم سے کوئی نزاع قطعاً قائم نہ کریں، اور وہ اصل قانون یہ ہو کہ تم تمام عالم کو اپنے پروردگار کی اطاعت
کی طرف بلاؤ۔ اور سب کو اس ایک مرکز پر ہی جمع کرو۔ اس میں شک نہیں کہ اس اتحاد معنوی قائم کرنے میں تم ضرور صلح مستقیم ہو۔

دوسرے بمقام اور ہم جماعت فرد کے لئے اپنی آغوش مرجا کھول دیتا ہے، کوئی سینہ بچا ہوا اور تنگ ظرف نہیں رہتا، پر محبت اور اخوت کی نہر سبیل لوں میں چل جاتی ہے، اور اس حسن عمل کے صلے میں امن و امان کا دار السلام اس قوم کے استقبال کے لئے دھڑکتا ہے!

فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَمَا يَصْعَدُ فِي السَّمَاءِ كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ○ وَهَلْ أَضْرَاطٌ لَكَ مِنْ تَعْلِيمِنَا إِلَّا نَبَأَ لِقَوْمٍ ○ لَقَدْ دَارَ السَّالِمُ عَنْكُمْ وَهُمْ لَهُمْ مَا كَانُوا يَعْلَمُونَ ○ (۱۲۶-۱۲۸)

اے لوگو! جس قوم کی نیت خدا ارادہ کر لیتا ہے کہ اس کو صحیح راہ عمل دکھاوے تو اس کے سینوں کو الاسلام اور تسلیم قانون خدا کے مطلق مذہب عمل کے لئے کھول دیتا ہے، اور جس کو اپنی ہی بد اعمالی کے باعث گمراہ کر دینے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس قوم کے سینوں کو بھجوا دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے، ان میں جو صلہ عمل اور توفیق خیر مفقود ہو جاتے ہیں۔ باہمی مدد اور ہمدانی کرنے کا یار نہیں رہتا، ان کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ احکام خدا کی تعمیل کرنا ان کے نزدیک گویا آسمان پر چڑھنا، اور اپنے آپ کو ناقص تکلیف میں ڈالنا ہے۔ جو لوگ ہمارے احکام کے مفید ہونے پر ایمان نہیں رکھتے ان پر خدا کی ہتھکڑیوں پڑا کر دی ہے!

اور اے پیغمبر! یہ اپنے سینے کسبِ عمل کے لئے کھول دینا ہی تیرے آقا کے جلیل کتبنا یا ہوا صراطِ مستقیم ہے۔ یہی عین اسلام ہے، غور و فکر اور صحیح نتائج اخذ کرنے والی قوم کے لیے ہم نے اپنے کلم کھول کھول بیان کر دیئے ہیں۔ یہی وہ قوم ہے جن کے لئے اس دنیا کے اندر ان کے پروردگار کے نزدیک ان کے اعمال کے صلے میں امن و امان کا گھر ہے، اور وہی اس دنیا میں اس کے نچا دوست اور خیر گیراں ہے۔

کیا آج اس پہنائے زمین کے طول و عرض میں صراطِ مستقیم کے اس مفہوم کے متعلق ایک شق باقی رہے؟ جیسے اسلام کا کوئی فرد بشر چل رہا ہے؟ کیا دن بہر میں بار بار اور غوش الحانی سے دھڑلے کے باوجود کسی متنفس کو

۱۲۶-۱۲۸ ہاں نبی صمد کے بالمقابل یضیلا کا آلاس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کلام الہی کی اصطلاح میں کسی قوم کے اندر الاسلام پر عمل کرنے کی توفیق کا ناہید ہر حال (دیکھو تعریف الاسلام تحت آیت صفحہ ۱۹۱) احکام خدا پر عمل کرنے کے قابل ہو اشد تکلیف کا محسوس ہونا ہی ضلال ہے۔ ضلال کے پہلے تشریح شدہ غانی میں نے صفحہ ۲۲۳ کے تحت آیت میں جن کو دیکھتے ہیں، یہ ایک نئی قطع ہے۔ مسلمانوں کو سوچنا چاہیے کہ وہ آج خود اس ضلال کے مصداق کس شذیت ہیں!

اس بات کا احساس رہ گیا ہے کہ صراطِ مستقیم یہ ہے، نمازیں پنجوقتہ اسی کی گزارش ہیں، اسی سے ہٹ جانے کا ہر لحظہ ڈر ہے، اسی کی آرزو اور اسی کی ترغیب ہے، اسی کے لیے اُٹھنا اور بیٹھنا ہے، اسی کی درخواست میں رکوع و سجود ہیں، قوسے اور قعرے ہیں، جھکنا اور سرنگوں ہو جانا ہے؟ کیا دلوں میں اسکے متعلق ذرا سی چوٹ، رتی بھر حسرت، ادنیٰ سی سنسناہٹ، یا اُردو کی سفیدی کے برابر سعی و عمل باقی ہے؟ نہیں، کیا اس مفہوم کی آج سرے سے خبر بھی ہے! کیا گزشتہ ایک ہزار برس کے اندر ہزار درہزار فقیر بند یوں اور شرک آرائیوں، تفریقِ عمل اور عصیانِ امیر، عدم تمرکز اور تشکیکِ آراء، حُبِ نفس اور محبتِ مال، عبادتِ طاغوت اور ملازمتِ شیطانؑ کے مہلک اثرات کے باوجود ہر مسلمان اس رسم میں نہیں کہ وہ دینِ اسلام کے صراطِ مستقیم پر چل رہا ہے، وہ خدا کو خدا مان رہا ہے، رسول کو رسول کہہ رہا ہے، اُس کے خُلالِ حرمِ کونباہ رہا ہے، خیرِ اُلم کار کنِ عظیم، اسیلئے اسکو کسی اصلاح کی ضرورت نہیں، کسی فریبِ راہ ڈھونڈنے کی حاجت نہیں۔ کیا وہ اس مہلک گراںِ خوابی، کوتاہِ نظری اور آشوبِ چشمِ کامریض نہیں کہ دنیا کی سب انعامِ یاب اور خدائی نعمتوں سے مالا مال اُمّیں اُسکی نگاہ میں ٹیرے راستوں پر چل رہی ہیں، جہنم کی مکین ہو رہی ہیں، دوزخ کا ایندھن بن رہی ہیں، مگر اسلام کی لادائی مگر بے نوا اُمتِ صراطِ مستقیم پر چل رہی ہے، اُنھیں عَلَیْہِمْ کی مصداقِ ابدِ آباد تک ہے! کیا آج ارضی نعمتوں کے چھین جانے کے بعد کسی روحانی نعمتوں کی تاویل کر کے، یا دارِ السلام کے بے ضرر لفظ کو اسلامی بہشت بنا بنا کر دل کو تسکین دے دینا قہرِ خدا کو کم کر سکتا ہے؟ کیا صاحبِ القرآنؑ کی اس حیرت انگیز اور ناقابلِ انکار، اس نصی اور صحیح شہادت کے ہوتے ہوئے کوئی انسانی لغت، کوئی قیاس و رائے کوئی اجماعِ اُمت، کوئی یونانی حکمت، کوئی ملائی تاویل، یا خود ساختہ حدیثِ "صراطِ مستقیم" کی اس سے بہتر اور صحیح تر تشریح کر سکتی ہے؟ کیا قربانیوں کے حشر سے بکروں کے مینڈھے اور مینڈھوں کے گھوڑے بنا بنا کر اُمت کو پلِ صراط پر سے گذار دینا، سنتِ خدا اور قانونِ رب العالمین کو بدل سکتا ہے!

کیا حالات حاضر کے بچتے ہوئے اپنی آنکھوں میں وصول ڈال کر نصرا نیوں کو مضروب علیہ کہہ دینا اور آپ
اُس غصہ سے ہمیشہ کے لیے بچے رہنا، اُس نعمت کو عالم خیال میں اجارے پر لے لینا، آئین زمین و آسمان
میں تغیر پیدا کر سکتا ہے؟ کیا صدر اسلام کا صراط مستقیم، آجکل کے اسلام کی مانند ہی منہ سے خدا کہہ
چوڑنا، حلال و حرام میں فسق کرنا، سورت سے پسینہ کرنا، اور ماتھے پر ماتھے دھکر کر اپنی خانہ بربادی کو دیکھتے
رہنا ہی تھا جسکے صلے میں چند برسوں کے اندر اندر روئے زمین کی سرکاری بل گئی تھی!

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّيَ عَلَيَّ إِلَّا شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَ
لَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ وَأَيُّهَا هُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ
مِنْهَا وَبِطَنٍ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذَلِكُمْ وَصَّيْتُكُمْ بِهِ
لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ
وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ يَا قُسِطٌ ۝ لَا تَكْفُفْ نَفْسًا إِلَّا وَسْعُهَا ۝ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا
وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۝ وَيُعْهِدُ اللَّهُ أََوْفُوا ذَلِكُمْ وَصَّيْتُكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَذَكَّرُونَ ۝
وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ
ذَلِكُمْ وَصَّيْتُكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (۱۵۲-۱۵۴)

اے محمد! ان حلال و حرام پر نبوت بخش کرنے والوں (۱۵۲-۱۵۴) کو کہہ دو کہ: اؤ! میں تمہیں بڑھ کر سناتا
کہ دراصل حرام کیا چیز ہے، اور تمہارے پروردگار نے تم پر فی الحقیقت کیا حرام کیا ہے، اور وہ یہ کچھ
اطاعت گزاری اور حکم پروری میں خدا کے ساتھ کسی دوسری شے کو ہم مقام نہ کرو، اور اپنے ماں
باپ کے ساتھ شُن سلوک کرتے رہو، اور غلی کے ڈر سے اپنے بچوں کو قتل نہ کرو کیونکہ ہم ہی تمہارے
رزق کے اسباب پیدا کرتے ہیں، اور انکی رزق کے وسائل بھی ہم ہی پیدا کروینگے اور تمام ظاہر
اور باطنی باعالیوں سے بچو، اور انسانی جان جسکا مارنا اللہ نے تم پر حرام کر دیا ہے۔ ناحق (یعنی
ماسواہاد کے) نہ لو۔ یہ وہ عظیم الشان معاشرتی اصول ہیں جسکا حکم خدا نے تمہیں اسلئے دیا ہے کہ
تم دنیا میں بل جگر رہنے کا طریقہ سمجھو۔ اور سیم اور یکس شخص کے مال میں مداخلت بجا ہرگز نہ کرو،
ہاں اگر اسکے حق میں مفید ہے تو اس میں ہمدردانہ تصرف کرو یہاں تک کہ وہ اسکا خود سنبھالنے کے قابل
ہو جائے، اور تمام کاروبار اولین دین میں انصاف، راست روی، اور پورے ماپ تول کو ملحوظ

رکو۔ ہم کسی شخص کو اسکی استطاعت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتے، اسلئے تجارت کے متعلق اور کوئی بندش نہیں کرتے۔ اور جب کسی کے متعلق کچھ کہو تو انصاف کو مدنظر رکھ کر کہو، گو وہ تمہارا عزیز ہی کیوں نہ ہو، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ عہد خدا (وعدہ) کے پابند ہر مہم جو۔ یہ سب کچھ تمہیں اسلئے کہا گیا ہے کہ تم اس کے نتائج پر غور کرو۔ اور بیشک یہی میرا صراط مستقیم ہے، جس میں امتوں کی سلامتی اور امن ہے، اور اسی کی پیروی کرو۔ اور دوسرے کسٹوں پر نہ پڑ لینا کہ تم کو ان اور حفظ نفس کے راستے سے ہٹا کر تمہاری طاقت کو منتشر اور جماعت کو تیر پتر کریں۔ تیم کو خاص طور پر اس لئے کہا گیا ہے کہ تم شکست و انتشار کے خوفناک نتائج سے بچتے رہو۔

الغرض صراط مستقیم کی اس شق میں بھی ایمان اور تقویٰ صبر اور توکل کے اجتماعی عناصر اور استقامتی مصلح کی طرح، جماعتی استحکام، تمدن اور سیاست کے جراثیم مخفی تھے۔ اس تمام صلاحی ترغیبی تاکید کا آل کار بھی مسلمانان عالم کو جاگیر سے قطع نظر جہان بینی اور جہان داری کے سیاسی رموز اور بادشاہت اور حکومت کے دقیق آداب و قواعد سے باخبر کرو دینا تھا؛ ذلکھ و ضلکھ بہ لعلکھ و نعلکھ و نعلکھ و نعلکھ (۱۵۲:۶)۔ انصاف پسندی اور بے رُو وریا عدل، ضبط نفس اور حسن سلوک، حسن معاملت اور اعتماد باہمی ہی قیام سلطنت کے وہ عبرت آموز اور نصیحت آمیز اصول تھے جن پر سختی سے عمل کرنا ناگزیر، اور جن سے تغافل روا رکھنا مجرمانہ خودکشی تھی؛ ذلکھ و ضلکھ بہ لعلکھ و نعلکھ و نعلکھ و نعلکھ (۱۵۲:۶)۔ خدائے میثال نے کلام پاک

۱۔ نصیحت تم کو خدائے اسلئے کی ہے کہ تم معاشری اور اجتماعی، سیاسی اور تمدنی اصولوں کو سمجھ جاؤ۔ دیکھو آیہ (۱۵۲:۶) صفحہ ۲۳۰۔

۲۔ ان باتوں کا حکم خدائے نہیں اسلئے دیا جو کہ تم اس سے نصیحت اخذ کر کے اس کے مطابق عمل پیدا کرو۔ دیکھو آیہ (۱۵۳:۶) صفحہ ۲۳۰۔

۳۔ ایک موقع پر احکام خدا کی اجتماعی اور سیاسی مصلحتوں کو مذکورہ صدراتیات (۱۵۲:۶-۱۵۳) سے زیادہ واضح الفاظ میں ادا کیا ہے اور انکی سیاسی حکمت عملی بھی بالصرحت بیان کر دی ہے۔ سورہ نساء میں ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حُكِمَ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَعْلَمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا (۵۸:۴)

اے مسلمانو! خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے مالکوں کے حوالے کر دیا کرو، اس کا رگاہ سعی و عمل میں خائن ہونے کے مجسم ہرگز نہ بنو اور جب تم اپنی رعیت کے درمیان فیصلہ کرنے لگو تو نہایت دیانت داری اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ اس میں شک نہیں کہ خدا جو نصیحت تم کو کر رہا ہے تمہاری معاشری اور اجتماعی ترقی کے حق میں بہت اچھی ہے کیونکہ بلاشبہ وہ اس کا رگاہ فنا و بقاء کے قانون کو بڑا سمجھنے والا (سمیعاً) اور اس کی باریکیوں کو خوب پرکھنے والا ہے (بصیراً)۔

میں قرون خالیہ کی کئی ایک متمدن اور متسلط قوموں کی ہلاکت انہیں غلط کاریوں اور سہل انگاریوں کی مثالیں دے کر، ان اعمال کی اہمیت کو بصراحت تمام بیان کر دیا تھا، مگر بالاسنہ نماز کے صراط مستقیم کا فوری اور شہین نظر مفہوم تقویٰ کا وہی استیام آفریں اثر، اور توحید کا مجتمع القلوب احساس تھا، وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَضَعَهُ لَعَلَّكُمْ أَتَقُونَ ﴿۱۵۴﴾ - متھی اور متقی قلوب کی یہ اسلامی جماعت، بارگاہ خداوندی میں اپنے دن بہر کے حلیل القلب کارناموں کی خاموش شہادت اور حوصلہ افزا سند پیش کر کے، اپنے آپ کو سزاوار انعام، اور متحق ہجرت تھی، اعلائے حق کے متعلق ان کے مخلصانہ اعمال، اور رب عظیم کی غائبانہ خدمتیں، انہیں تحسین آفریں کا بسملانہ ضرب اور حضور خدا کی اضطرابی تڑپ پیدا کر دیتی تھیں۔ عمروں کے سلجھے ہوئے مخلص ملازم اپنی روز روز کی نئی اور خوش کن خدمتوں کے بعد اس انائے نہان و عیاں کے حضور میں پیکر پیکر پونچتے اور دست بستہ کھڑے ہو جاتے! ان کو روئے زمین کی سلطنتیں اور حفظ و امان کی راہیں ان کے شبانہ روز جہاد اور متواتر عمل کے صلے میں ملا کرتی تھیں: وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْحُسَيْنِ ﴿۱۵۵﴾ انہیں اتنا نعمت کا راہ رست اور حصول قوت کا صراط مستقیم، صلح حدیبیہ جیسی حکمت عملیوں، اور فتح خیبر و فتح مکہ جیسے متمم بالشان کارناموں کے عوض میں ملتا تھا، اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۱۵۶﴾ (۱۵۶)

۱۵۔ ایسے مسلمانوں، مختلف رہستوں کا اتباع ہرگز نہ کرنا، کہ یہ نفسِ دینی و انشائیہ کو خدا کے امن و رستے سے ہٹا کر مفعول کر دے گا، تمہاری ہیست اجتماعی کو کمزور، اور فرقے کو سلب کر دے گا۔ یہ نصیحت تم کو خاص کر اس لیے کی گئی ہے کہ تم اجتماعی طاقت سے بچے رہو۔ سلسلے کے لیے دیکھو

آئیہ (۶: ۱۵۴) صفحہ ۲۲۔

۱۵ اور جن لوگوں نے ہمارا نام بلند کرنے کی عہد سے جدا کیے ان کو ہم ضرور دنیا میں اس سے رہنے کے اپنے طریقے بتا دیں گے، اور دنیا کے اندر تو حسن عمل کرنے والوں کا ساتھ دیتا ہے۔ (عہدین کی تعریف صفحہ ۱۳۰ کے تحت المتن میں ہو چکی ہے اور یہاں بھی صاف ظاہر ہو کہ جہاں کو ناسپا حسن عمل) ۱۶ اے پیغمبر! یہ عہد ہر سیدہ کیا ہوا حقیقت میں ہم نے تم کو دشمن پر کھلم کھلا فتح دی۔ اور یہ اس لیے ہے کہ اللہ تیری انکی اور پھلی مصلحتی و اندگیوں اور کمزوریوں پر پردہ ڈال دے، اور دشمن کے بالمقابل تم اس دنیا میں اور بھی مضبوط ہو جاؤ اور کچھ پائیدہ نعمتوں کے اتمام کا پشیم بنے، اور تمیں حفظ نفس کی حکمت عمل اور غلبے کا ضرر و مستقیم دکھلا دے (کتاب سے یہاں صاف طور پر پردہ مصلحتی و اندگیوں مراد ہیں جو ہر نہائے قوم سے کسی اہم اجماعی معاملے کے متعلق ضرر و مستقیم نہ ملنے کی وجہ سے ظاہر ہوتی ہیں)۔

الصَّارِطُ الْمُسْتَقِيمُ کا جامع اور مانع مفہوم دراصل نبیائے اولوالعزم اور اچلہ رہنمایان زمین کی اُن
منزل الارض اور مقلب الانام مہتوں، اُنکی اُن بلند نظر اور وسیع الابصار تحریکوں، اُن لشکر انگیز اور بیخ بزل

(بقیہ تحت المہتمم صفحہ ۲۴۳) اور شہداء اور صلح اہل لوگوں کے جنہوں نے جماعت کی خاطر قربانیاں کیں۔ اس سے زیادہ ان آیات کا کچھ مطلب
نہیں۔ راہِ مکر اور اُولَئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْہُمْ سے کس طرح کی معیت اور رفاقت مراد ہو۔ (اسکے متعلق بحث کرنا باعثِ ہرج و مرج کیونکہ آخرت کی
کیفیت کا علم خدا ہی کو ہے، انسان کو اس پیش از وقت دخل دینے کی ضرورت نہیں (دیکھو تحت المہتمم صفحہ ۲۴۳) آیہ ۱۴۲: ۱۶۹) نبوت کے تحتین
میں صفحہ ۲۴۰ پر بھی آچکی ہے اور وہاں پر عیاں کر دیا ہے کہ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْہُمْ سے مراد وہ توفیقِ عمل ہے جو ہر ایمان شخص کے شامل حال ہوتی ہے
اور یہ استعدادِ سعی و عمل کا حسب موقع موجود ہونا ہی صراطِ مستقیم پر چلنے کے مترادف ہے۔

الصَّابِرِیْنَ یَقِیْنِ کے صحیح مفہوم کی مکمل تشریح صفحہ ۱۱ کے تحت المہتمم میں آئیہ اُولَئِكَ هُمُ الصَّابِرِیْنَ (۱۴۰: ۱۵۱) کے ضمن میں کر دی تھی
اور عیاں کر دیا تھا کہ از روئے قرآن صبر یعنی وہ شخص ہے جو اپنے ایمان کی تصدیق ہر لحظہ اور ہر حال میں عمل کرتا رہے ایمان کی اہم قرآنی
شرائط بھی اصل کتاب میں بالتفصیل آچکی ہیں اور صفحہ ۱۸۳ کے تحت المہتمم میں جمع کر دی گئی ہیں۔ الشَّامُ قَدْ کَانَ کی توضیح بھی صفحہ ۱۲۱ تحت
المہتمم اور صفحہ ۲۰۲ کے متن میں آچکی ہے جس سے ظاہر ہے کہ شاہِ جہاں دہی شخص ہو جانے کاموں کے ذریعے سے خدا کے نوکر ہوئی شہادت
ہر وقت دیتا رہے اور جان و مال کو آقا کی خدمت میں پیش کرتے رہنا اس نوکری کی اہم شرط ہے (دیکھو آیہ ۱۴۳: ۱۴۴) صفحہ ۱۸۳
کا مسموونہ بھی اسی ہی ہذا النہاس کچھ کچھ صفحہ ۱۷۸ کے متن آیہ (۱۴۸: ۱۶۹) میں کچھ صفحہ ۱۸۳ کے تحت المہتمم میں آچکا ہے۔ صلاحیت کی مکمل تشریح اور
قرآن ابھی نہیں ہوئی، اور اسکی تکمیل کے لیے ابھی بہت دیر بھی ہے تاہم اس اجمال سے ظاہر ہے کہ اَلَّذِیْنَ اَوْفَوْا بِالْعَهْدِ اور اَلَّذِیْنَ اَوْفَوْا بِالْعَهْدِ
ہونا (دیکھو آیہ ۱۴۸: ۱۴۹) صفحہ ۱۷۸) وہ اجتماعی اعمال کرنا جس سے قوم کے ہر عضو میں بیداری اور حیات پیدا ہو (دیکھو آیہ ۱۸۹: ۱۹۰) صفحہ ۱۸۹
زمین بننا (دیکھو آیہ ۱۰۵: ۱۱۱) صفحہ ۱۰۵) اختلاف فی الارض کا سختی بنا (دیکھو آیہ ۱۰۵: ۱۱۱) صفحہ ۱۰۵) وغیرہ وغیرہ صلاح ہے۔ آیہ (۱۶۹: ۱۷۰) کے
الفاظ سے ظاہر ہے کہ اَلَّذِیْنَ یَقِیْنِ کا درجہ تفسیر کا کمترین درجہ ہے اور یہی عاتقہ الناس کے اتباع کے لائق ہے، اس سے بلند تر درجہ
مَالِئُہُمْ قَدْ کَانَ کا ہے جس میں مالِ جان کی انتہائی پیشکش شامل ہے، اس سے بلند درجہ کے لوگ الصَّابِرِیْنَ یَقِیْنِ ہیں جن کا سعی و عمل اور بھی
جاگزا اور روحِ فہر سا ہونا چاہیے مثلاً حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے سب سے بڑے لوگ جنہوں نے راضی ہو چکے ہیں: الذِّیْقِیْنِ، کا درجہ سب سے بلند اور
منبعِ المصطلح ہے، اس کے مفہوم کی تشریح حسن اتفاق سے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے متعلق آئینہ آیات (۱۲۳: ۱۲۴) صفحہ ۱۲۳
میں آ رہی ہے جس سے ظاہر ہے کہ الذِّیْقِیْنِ وہ لوگ تھے جو ایک جمود زدہ اور شکست خورہ، ایک مفصل اور محکوم قوم کو اپنے زہر و گداز اور فزائل
الارض عمل سے اقل قلیل مدت میں ترقی اور امن کے فلک الافلاک تک پہنچا گئے۔ اور اب مالک کون و مکان ہی اُن پر سلام بھیج رہا ہے۔
نبوت کی ماہیت کے متعلق میں نے چند اشارے دیا چاہے کتاب (صفحہ ۲۶۴) میں بھی کیے ہیں جسے نبوت کا کیف ایک حد تک واضح ہو جاتا
ہے۔ اگرچہ یہ موضوع کسی آئندہ بحث کے لیے ہو کر دیا گیا ہے۔

اس امر کی تفسیر میں کہ ان آیات میں یُطِيعُوا الرَّسُولَ سے مراد صدر اسلام میں رسول کے بالمشافہ یا وقتی احکام کی فوری یا حسب موقع
تعمیل ہی تھی۔ اور آج جبکہ رسول خدا امت کے درمیان بالمشافہ حکم دینے کے لیے موجود نہیں تو اُس کا بدل امیر جماعت کے احکام کی
فوری اطاعت ہی ہے اس سے کم و بیش کچھ نہیں: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ
(۵۹: ۱۰۲) کے الفاظ سے ہوتی ہے جو آیات زیر بحث سے کچھ پہلے آئے ہیں اور جن میں ایمان والوں کو کہا گیا ہے کہ خدا، رسول اور امیر جماعت
کے احکام کی تابعداری کریں۔ اسی اطاعت پر زور آیات زیر بحث (۱۲۳: ۱۲۴) سے دوا میں پہلے ان الفاظ میں دیا گیا ہے: وَمَا أَرْسَلْنَا
مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطِيعُوا اللَّهَ وَلِيُطِيعُوا أَنْفُسَهُمْ فَإِذَا كُنْتُمْ كَاغِبًا فَمَا تَسْتَغْفِرُ لِلَّهِ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ لِيُحْجِلَ اللَّهُ

سکون کوششوں کا اجرا، تسلسل و تکمیل ہی تھا جسکے لیے وہ اپنی زندگیوں وقف کر گئے تھے، اور جب فیرواری کا
بوجھ وہ اخلاف عاملین پر قاطبہ چھوڑ گئے تھے:

وَلَقَدْ مَنَّا عَلَىٰ مُوسَىٰ هَارُونَ ۖ وَجِئْنَاهُمَا مِّنَ الْأَكْثَرِ الْعَظِيمِ
وَنَصَرْنَاهُم فَا تَوَّاهُمُ الْعَالِيَيْنِ ۖ وَآتَيْنَاهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَقِيمَ ۖ وَهَدَيْنَاهُمَا
الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۖ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْأَخْرَبِ ۖ سَلَامٌ عَلَىٰ هَارُونَ

(بقیہ تخت الحق صفحہ ۲۴۴) ﴿۶۴:۴﴾ یعنی ہم نے آجک کوئی رسول ہی نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس کے پیچھے ہمارا مقصود ہمیشہ
یہی رہا ہے کہ لوگ ہمارے حکم سے اسکی اطاعت بے چون و چرا کریں، اور اگر یہ منافق بھی علیٰ ہذا القیاس اس ظلم کے بعد جو انہوں نے ہماری نافرمانی
کے باعث اپنی جانوں پر کیا تھا، اللہ سے معافی مانگتے اور تم بھی اس مضر است میں اس کے شریک حال ہوتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ خدا بھی یہی حقیقت
بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا اور ظلم کار انسان پر بڑا ہی رحم کرنے والا ہے۔ گو یا رسول کا مقام من حیث الجماعت کسی سپہ سالار یا حاکم اعلیٰ کا
مقام ہے۔ اور اس کے اس نیابتیں بھیجے جانے کی غرض و غایت اکثر یہی ہوتی ہے کہ سب لوگوں کو ایک حاکم اور ایک حکم کے حلقہ اطاعت میں لائے تاکہ منظم
اور منسلک کر دے، اور جب وہ آپ ابن نبیاء سے رخصت ہو جانے تو یہ اطاعت کا وہ ارکان است میں بدستور جاری ہے۔ اور اسکی پجائے
اولوالاھر میں سحر کی طرف منتقل ہونا ہے۔ اس مقام نظر سے رسالت کا مقصود افراد امت میں اطاعت پیدا کرنا ہے اور اس کے مطابق
﴿آذِنَ اللَّهُ﴾ ﴿۶۴:۴﴾ مطاع کی ذات اس اطاعت میں مخصوص ایسی نہیں کہ ہر رسول اپنے اپنے وقت میں خدا کی اجازت سے لائق اطاعت ہی جیسا
کہ مثلاً آیہ ﴿۶۴:۴﴾ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۖ سے ظاہر ہے جو اصل کتاب صفحہ ۲۳۵ پر آئے ہیں۔
رسول کے بعد وہ اہل اولیٰ الاکثر میں کھڑے ﴿۶۴:۴﴾ جو امت کی شریزہ ہندی اور غلبے کو قائم رکھنے کے لیے ﴿آذِنَ اللَّهُ﴾ مقرر ہوتے ہیں۔ اس
اطاعت کے اہل ہیں، اور از روئے قرآن ان کی اطاعت کرنا فی الحقیقت خدا کی اطاعت کرنا ہے۔ متذکرہ صدر آیت ﴿۶۴:۴﴾ کے الفاظ فَاتَّقُوا
أَنفُسَهُمْ سے بھی ظاہر ہے کہ عصیان امیر و حقیقت وہ شکست انگیز شے ہے جسکے بے نتائج نافرمانوں کے اپنے حق میں مضر ہوتے ہیں۔ گو یا
اس حکم عدولی کے باعث تمام جماعت کا شیرازہ درہم برہم ہو جاتا ہے اور بدیہ یا زور و سبوت کو موت کے گھاٹ اتارنا پڑتا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۱۱ کی
آیات میں عصیان رسول کو ظلم سے تعبیر کر کے صاف الفاظ میں بیان کر دیا ہے کہ امیر امت کی نافرمانی کرنا وہ فتنہ عظیم ہے جسکی سزا تمام جماعت کے
افراد کو ہگبگتنی پڑتی ہے۔ وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبُنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً ۖ ﴿۲۵:۸﴾۔

۸۔ قرآن حکیم کے تمام طوائف میں موقوفات سے قطع نظر صرف یہی ایک موقع ہے جہاں پڑ الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کے الفاظ واقع ہوتے ہیں
باقی سب قعول پر ضرب لگانے کے مستند قیاسی و تفسیری مآخذ موجود ہیں۔ اس اور اور مسنی نیز تخصیص اور آیات کے سابق مباحث سے
صاف ظاہر ہے کہ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی بے لوث دیانتدگیوں کا تمام سعی و عمل، انکی اپنی امت کی خاطر مسلسل تکلیف برداریاں، ان کے دشمنوں
سے جہاد باسیف، ان کا ترک وطن، انکی قربانی مال جان، ان کا فرعون پر غلبہ حاصل کرنا، انکی وادی سینا اور عین قلابش میں جماعتی تنظیم و تفسیق،
اور بالآخر مسلسل تعلیم و تلقین کے بعد بنی اسرائیل ایسی غلام اور محکوم، ذلیل اور نامراد، پست اخلاق اور نامرد قوم کو اقل قلیل مدت کے اندر غالب
اور ممکن، حکومت کے اہل اور بادشاہت کے لائق قوم بنادینا یہی وہ الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ تھا جو قرآن عظیم کے روستہ امن نیا کو نبائے کا واحد اور سچی
دستور العمل ہے۔ یہی وہ عزیز القدر اور پسندیدہ خدا لا محالہ ہے جسکے مطابق چکر عرب کے پیغمبر طویل اور سرور انبیاء نے تیس برس کے جائگرا اور
روح فرساعسیٰ عمل کے بعد وہ فقید المثال کامیابی حاصل کی کہ دنیا ابد لا بد تک اس کا زمانے پر سرور ہفتی رہے گی۔ یہی اسوہ عمل اور نمائے کرام کا

محسوس بلکہ جزا طاعت مستقیم ہے۔ وغیرہ۔

کی جناب میں ان وقف عمل اور اسلام کے پتے خادموں کو ضربِ دل اور شوق و خضوع سے آمادہ رکھ دو سجود
 کر دیتا تھا: اَللّٰهُمَّ كَانُوا اَيْسُرَ عَوْنٍ فِي الْحَيٰثِ وَيَدَّ عَوْنًا رَّغْبًا وَرَهْبًا وَكَانُوا الْاَخْيَارِ عِيْنًا (۹۰: ۱۲۱) یہ دستگیری
 رب پر اعتماد، اور نصرتِ خدا کا یقین ہی تھا جو تملق کی جسمِ آفریں اور مضطرِ انعام حالت میں خدا کی سچے دل
 سے تحمید و تقدیس کراتا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ
 نَعْبُدُ ۝ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ (۱: ۱-۴)

اے پروردگارِ عالمین! سب تعریف اور شکر اے کا مستحق تو ہی ہے۔ تو بڑا ہی رحم کرنے والا،
 اور بڑا ہی مہربان ہے۔ روزِ جزا و سزا کا بھی تو ہی حاکم ہے۔ ہم اپنے سب اعمال میں تیری ہی مدد
 اور تیری ہی چاکری کریں گے، اور ہم معاملے میں تجھی سے مدد مانگیں گے۔

یہ دوستی حق پر اعتماد، اور تائبِ خدا کا انتظار ہی تھا کہ انعام کی آس پر سب کی سب جماعت یکدم گمٹنوں
 پر، اور ماتھوں کے بل گر پڑتی! پھر اٹھتی اور بار بار گرتی! اس نمازیں سوج تھی، اس میں مقصد تھا، اس میں
 غرض کی دلچسپی تھی، اس میں انعام کی لہم اور رکوع و سجود کی منطق تھی، اس میں ایمان کے شعلے تھے، اس میں
 عصبیت کی یک رنگی تھی، اس میں سچا شوق و خضوع تھا، اس میں محبت کی جنبشیں اور مواضات کے باہمی ملل
 تھے! اس میں اطاعت کا بہیم احساس، اور نظم و نسق کا سچا سبق تھا! اس میں توحید کا عملی اور تہذیبی
 منظر تھا! اس میں خدا کی سچی خوشامد، اور متفقہ جماعت کی استقامت و رزاری کے بعد طمانینتِ دل، تسکین
 قلب حاصل ہوتی تھی: اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَظَلُّونَ الْقُلُوبُ (۲۸: ۱۱۳) یہی وہ مُسکن سوج اور مُسرح قلب و ماتھی جو

۱۔ اس میں شک نہیں کہ یہ لوگ خدا کے قوت افزا اور مفید قوم اعمال (الْحَيٰثِ) کی طرٹ پک لپک کر پہنچے تھے، اور یہ کہ اجتماعی انعام کی غربت سے اور اجتماعی
 سزا کے خوف سے چلا کر تھے، اور یہ کہ اس میں درجہ کے تکلیف کو دہلیں رکھ کر ہماری جناب میں سچا شوق و خضوع کیا کرتے تھے۔
 ۲۔ گو گو، بگوشِ دل سن کہ وہ کو کمالِ شتی خدا کے سچے احساس سے ہوا کرتی ہے۔

۳۔ اللّٰہی عزّت کے لیے دعا کی تھی کہ اس میں ایک طویل و طویل بحث صفحہ ۱۱۳ سے ۱۱۴ کے تحت ملحق میں گزرتی ہو، دیکھو یہ آیت بھی آئی، جو بتا رہی ہے کہ یہ صراطِ اب
 کی تصدیق کے لیے دلائل کیلنا چاہیے۔

۴۔ صفحہ ۱۱۳ کے تحت ملحق میں عبارت کا صحیح مفہوم واضح کر دیا تھا کہ عینِ سطی اِيَّاكَ نَعْبُدُ کا اقرار بادشاہِ زمینِ آسمان کے سامنے کرنا اس امر کی دلیل ہو کہ وہ
 بہیم ملازمت اختیار کرنے کا یہی نہ نماز پڑھنے کا۔ یہ نکتہ ہم نے صفحہ ۱۱۲ پر بھی واضح کر دیا ہے۔

مشکلات کے آسان کرنے میں معین خاص ہو کر تھی: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ (۱۵۲: ۲)۔ آج یہی نماز جسکے ہر قوسے اور قعدے پر خدائے بے نیاز کی رگ لطف و رحمت میں مسلسل متصل جنبشیں ہو کر تھیں، جسکے ہر کیفِ سجود پر منشیانِ لطفِ کرم کے قلمِ محشر ستانِ صریح بنجاتے تھے: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (۱۱۳: ۱)، جسکی تہلیل جراحِ عشق کی بے خستیاٹھیں، اور ہر تکیبِ سیر کسی نمکِ پختِ ناسور کی جگرِ شگافِ چنچ تھی، جسکے ہر زخمِ اذان اور ہر صرابِ عا پر لطفِ الہی کے لانتہا ساز یکدم بچے شروع ہو جاتے تھے: وَقَالَ رَبُّكَ ادْعُونِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (۱۰: ۴۰)، جسکی جاذبِ القلب صبا میں پردہ زنگاری کے اُس بے نیاز، حیر چشم، اور پرکار معشوق کو بھی محب و ریاد اور آمادہ جواب کر دیتی تھیں: وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَا فَلْيَسْتَجِيبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِلِقَائِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ (۱۸۶: ۲)، فاذا كروني اذ كركم (۱۵۲: ۲)، آہ! یہی نمازِ آج اُمت کی بے حسّی اور ایمان کی سطحیت، مطالبِ کینِ بیان اور مقاصد کی فرو گنداشت کے باعث ایک بے معنی اٹھک بیٹھک بنگلی ہے! غرض تو درکنار، اسکے لفظی معانی بھی آج تو میں پانچ نماز گزاروں کو میسر نہیں! اسکی اہمیت، غرضِ غایت کی ناواقفیت کے باعث روز بروز ذہنوں سے اٹھ رہی ہے! مقصود کے فقدان اور کساد بازاری کی وحشت نے ہمیں بے مطلبی کا متغیر اور بے سبب فرضیت کا اکراہ پیدا کر دیا ہے! نصب العین کے سقوط، اور

۱۔ اسے ایمان والو! مشکلات و مصائب کا مقابلہ کرنے کے لیے استقلال اور خدا کی بھی یاد سے مدد لیا کرو۔ بے شک خدا انہی کا ساتھ دیتا ہے جو منتقل رہتے ہیں (گویا اول مرحلہ سعی و عمل میں استقلال (الصبر) ہے اور آخری مرحلہ دعا (الصلاة) ہے)۔
 ۲۔ اگر تم میری نعمتوں کا صحیح استعمال اور ان کی سچی قدر کر کے میرا شکر یہ ادا کرتے رہو گے تو میں تم کو ادھی زیادہ کرونگا (شکر کے ان معانی کے لیے دیکھو تحت (معنی صفحہ ۱۳۸))

۳۔ اللہ نسر تا ہے مجھے بلاؤ اور مردوں سے بلاؤ میں تمہاری مدد کروں گا اور تمہاری درخواست کو تسلیم کروں گا۔

۴۔ اور اے محمد! جب ہمارے بندے تم سے ہماری ایت بوجھیں تو ان کو کہہ دو کہ ہم ان کے پاس ہر وقت موجود ہیں۔ ہم پکارنے والے کی پکار کو سنتے ہیں بلکہ اگر اس کا دل کراہنے لگے تو جواب بھی دیتے ہیں۔ پس انکو چاہیے کہ سرتاپا ہمارے حکموں اور اشاروں پر طویل اور ہر حق الوسیع سعی کر کے ہم پر اعتماد بھی کریں۔ ممکن ہے کہ انکو راہِ حل جانے
 ۵۔ تو تم کو ہر وقت سچے دل سے محسوس کرتے رہا کرو۔ پہر ہم بھی تمہارا خیال رکھیں گے۔

طیش دل کے زوال نے اسکے رہنے والوں اور خدا دوستی کے بڑے دعوے داروں اور شب زندہ داروں میں ایک الناک دوسری دل اور پریشانی خیال پیدا کر دی ہے۔ اسکا ہر کوخ و سجود، حقیقت ایک غم و پشیمانی اور محک کہ انگیزہ بیکار بن گیا ہے، (لَا تَكْفُرْ بِالْأَعْلَىٰ الْحَشَعِينَ ۲۵: ۲) بڑے بڑے رسمی اولیاء اللہ اسکو برسوں تک نباہ کر اپنے آپ کو خدا سے ویسا ہی دور پاتے ہیں جیسا کہ روز اول میں تھے! اُدھر تجدد دین وین گھن، اور فیض شناسان، عہد حاضر، اس نماز کو یورپ کے فراعنہ کبر و تکبر اور مبلغین فسق و شیطنت کے آگینہ تہذیب و جاہلیت کو ٹھیس نہ لگ جانے کی خاطر، ازمنہ منظم کی ایک جاہلی رسم اور فحش حرکت خیال کر رہے ہیں! اسکی اذانیں، محفل آریان طرزِ جدید کے لطیف اور ناقص دماغوں میں، بے ہنگام اور تکلیف دہ صدائیں بن گئی ہیں! یورپ کاشیوہ حکومت آج اپنے ہینٹال ٹکن اور خاموش تبلیغ سے اپنی مخصوص طرزِ تسلیم اور مصالحانہ دخل سے، اپنی باطنی بدستی اور ظاہر احسان سے، اصلاح کے دلفریب بہانوں اور تہذیب کے مشہور غدروں سے محکوم مسلمانوں میں تفریح کا رنگ پیدا کر کے، انکی محبوب روایات اور مہتمم بالشان شعائر کی بیخ و بن بیاہ کو کھوکھلا، اور اسلام کی شانہ براندازی کا تماشا نہایت ٹھنڈے دل سے کر رہا ہے! اسکی پرفن اشاعتی تعلیم محکوم مشرق میں مذہب اور جماعت کو عمداً کا لہو دم کر رہی ہے۔ نئی پودی کی کٹھن عصبت، اُن کے ہتھیار کی شان، انکی ملی خصائص اور حسداتی بزرگیاں حرفِ غلط بن کر رست رہی ہیں۔ اسلام کی مسخ شدہ تصویر کے بقیتہ الموت سب خط و خال علم جدید کی عاریتی اور خانہ سوز شعاع کے بالمقابل برف بن بن کر گھل رہے ہیں۔ مغرب کی شان مکرو تکنت آج مشرق کی ہر خوبی کے متعلق اپنے معنی خیز استخفاف اور عیارانہ سکوت سے ہی سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں پر مصالحانہ جھستال کر کے اُن کو اپنے دین سے، اپنی روایات سے، اپنے اعمال سے، اپنے ابطال اور اعظم الرجال سے، اپنے خدا سے قطعاً شامہ رہی ہے! مروت و درکنار، اسلام کی محفوظ اور محافظہ مہر صنفِ لطیف، یورپ کی آغوشِ لطف و مہربانی اس جیاسو

لہ! ہمیں شک نہیں کہ یہ نماز ماسوا ان لوگوں کے جسکا سبب و امید ہمارے ساتھ دہستہ ہو چکا ہے باقی لوگوں کے نزدیک بیگناہی ہو رہی ہے۔

سرعت سے ہمارے ہر ہی ہے کہ ہر صاحب نظر کی نگاہیں میں گڑی جا رہی ہیں! انا انجام شناس مسلمان نشتر تبلیغ کے ان متلب القلوب مرکوزوں میں ایک ناقص اور سطحی، نظری اور بیکار کُن علم کی پتلی سی تہ چسکا کر تعلیم کے خوشنما تبرے اپنی ہی جسر کاٹ رہا ہے۔ اُدھر علمائے دین کی ماتم انگیز کرم علمی، علم و شہادت کے اس عہد حکومت میں اسلام کی ایک قطعاً ناقابل تسلیم اور مضحکہ خیز تصویر پیش کرنے میں بڑھ بڑھ کر قدم مار رہی ہے۔ الغرض دنیائے اسلام کے کشر اہم حصوں میں خدانے زمین و آسمان کے اس لشکر انگیز اور جہاں کشادین کا ہر باقی ماندہ اصول مغرب کے امت المکر کی ہشیار فریب چالباز یوں، اور مشرق کے اجلۃ الجہل کی نارواضی کے باعث عجب تنہی مخول بن رہا ہے!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِيَارَكُمْ دِينًا وَأَوْلِيَائِهِمْ أَزْوَاجًا ۚ إِنَّكُمْ مُوقِنِينَ
أَنَّ اللَّهَ مَعَهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ كُنْتُمْ مَوَدِّعِينَ ۝
وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ ۚ فَاذْكُرُوا اللَّهَ ۚ وَأُولِيَائِهِمْ ذَٰلِكَ يَأْتِيهِمْ قَوْلًا
يَعْقِلُونَ ۝ (۵۸: ۵۷: ۵۶)

اے ایمان والو! تم اپنے دین کے ساتھ جو مناسکین کا متخیر نہیں، جو ان کی تخفیف و توہین کر کے مسلمانوں کو اس سے بیزار کرنے کی سعی کریں، کسی قسم کی دوستی اور موالات نہ رکھنے کو اتنا سے اتنی اور ایمان پر محمول کیا گیا ہے، اور صاف لفظوں میں بیان فرمایا ہے کہ ایسا کرنا ایمان کا جزو لا ینفک ہو۔ گو یہ شخص یا جماعت اُن سے موالات اختیار کرتی ہو اس کے ایمان میں خلل ہے، اور اُس کے مومن ہونے کا اُدعا محض ٹپل ہے: (اِنَّ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ دِيَارَكُمْ)۔ جو جماعت اس صورت حال کو دیکھ کر بھی ایسی جماعت سے شُرکاء رکھتی ہے، جو اُس کے ساتھ تجارتی کا و با یا ر نہ نہ تعامل، مراہم حُب یا تعاون برتتا رکھتا کچھ عجیب نہیں سمجھتی وہ لا محالہ شدید العقاب خدا کی دوزخ نمازوں کا کچھ خوف (اتقاء) نہیں کرتی، اُس کو اُس اجتماعی ضعف شکست کا کچھ باک نہیں رہا جس کا ایسی حالت میں اُمت پر خدا کے ہاں سے نازل ہونا قطعی ہے، اور اسی لیے ایسا گروہ کچھ متقی بلکہ کچھ مومن نہیں۔ جو قوم اَعْلَوْنَ کے نصب العین سے پرے ہٹ رہی ہے، جس کے اعمال اُمت کی اجتماعی قوت کو ضعف پونچھا رہے ہیں، اُس کا ایمان دینے رہنا انہوں نے قرآن بہت مشکوک ہے۔ مسلمانوں نے آج موالات کے معانی میں بھی غافیت وہ تاویلیں پیدا کر لی ہیں حالانکہ آیہ (۵۷: ۵۶) سے صاف ظاہر ہے کہ اس ترک دوستی سے غرض دشمن قوم کی مختصر تلتین تعلیم کے اثرات سے محفوظ رہنا اور ضمانت اُن کو اس ترک دوستی کے باعث انتہائی مالی اور اقتصادی نقصان پہنچا کر اپنی قوت کو محفوظ رکھنا ہی ہے۔ حفظ نفس کا اصل اصول قرآن حکیم کے ہر ورق پر لکھا ہے۔ یہی اسلام کی اصلی تعلیم ہے، یہی ایمان و تقویٰ ہے اپنی انتہائی حفاظت کرنا اور دشمن کو انتہائی ضرر پہنچانا۔ اس دنیا کو خوش اسلوبی سے نباتے کا وہ صراطِ مستقیم ہے جو جریدہ کائنات کے ہر شعبہ بھاپا پر جلی حروف میں لکھا ہے۔ اُن کے مخلوق سے لیکر اعلیٰ سے اعلیٰ مخلوق تک سب اسی پر عمل پیرا ہیں، قانونِ فطرت کا لپ بابا یہی ہے، یہی فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ہے، یہی دین اسلام ہے اور یہی دفاعی حکمتِ علی الصلوة کے قیام میں مضبوطی ہے مگر اس موضوع پر مہبوط بحث کسی آئندہ صحبت میں کی جائے گی۔

اے ایمان کے دعوے دارو! اُن اہل کتابِ یہود و نصاریٰ میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب الہی دی جا چکی ہے، جن لوگوں نے تمہارے دین اسلام کو ہنسی کھیل بنا رکھا ہے، نیز اُن لوگوں کو جو خدا کے سرے سے منکر ہیں، اپنا دوست نہ بناؤ، اور اگر تم سچے ایمان والے ہو تو خوفِ خدا کر کے اُن سے الگ تھلک رہو، اور اُن سے میل ملاپ پیدا کر کے خود کشی نہ کرو! اور یہ تمہیں وہ قومیں ہیں کہ جب تم لوگوں کو نماز کی طرف بلاتے ہو تو یہ لوگ اُسکو ہنسی اور محول بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے، اور یہ اس لیے کہ ان ناسمجھوں اور بے وقوفوں کو نماز کی اہمیت اہمیت کا کچھ اندازہ ہی نہیں، ریاضتِ تجاہل عارفانہ کر کے تمہارے دلوں میں ایسی اہمیت کو کم کرنا چاہتے ہیں)۔

خود مساجدِ خدا کی مصنوعی حالت اس بلورانہ لالچِ اہمیت سے کہیں اترے! اُن کے صحنوں میں درزناک خموشیاں، اور محجروں میں ہولناک ویرانیاں ہیں۔ خدا کے نام لیواؤں کی ایک تعدادِ شیربے جستی کے سوت آفریں ماحول میں خانہ نشین رہ کر، اس نماز کو، نہیں اس صراطِ مستقیم کی متفقہ درخواست کو، اگر دلوں کے اندر ہی اندر ٹرخا لیتی ہے، لیکن رب زمین و آسمان کیلئے دس قدم چلنا گوارا نہیں کرتی! سینوں کی کپٹ اور دلوں کی سیاہی کا یہ حال ہے کہ مساجد میں حاضر ہونے کے باوجود نماز کی جماعتی حیثیت تہا اور معنا نابود ہو گئی ہے۔ وہ مسجدیں اور آلتی و بارگاہیں جو کسی زمانے میں مسلمانوں کے سیاسی اجتماع اور دینی مواخا کی بچوختِ رنج نہیں ہو کر تھیں، جن میں اسلامی بہبودی کے ہر ممکن موضوع پر بے تکلف مباحثے اور دشمن سے عہدہ برآہونی کے بے خوف و خطر منصوبے سوچے جاتے تھے، وہ اعلانِ خدا کے تقارخالے کج باہمی رنج و حسد کے باعث غموشوں کے مقبرے بن گئے ہیں! ہر مسجد دوسری مسجد کے مقابل صف آرا، اور ہر دل دوسرے دل سے جدا ہے! فرعی خستِ ملاقات ہیں، عقائد کی ہولناک تفریق ہے، الفاظ اور لغات پر فرقہ بندیاں ہیں، پیش امام کا جہلِ حسیط ہے، بیعتی کی بیکاری اور نامردی کا جمود ہے! پھر پریشانیِ دل اور فکرِ حاش میں چند پے درپے سجدے ہیں، برسوں کی بھولی ہوئی باتوں کی یاد دہانیاں وسط نماز میں ہیں، پھر منافقت کے رسمی علیک سلیک، یا دو ایک سطحی مصافحے ہیں، پھر خانہ خدا سے نکل کر ان سجدوں کی رعونت، اور اُس عبادت کا

غور ہے! فاحش اور منکر خیالات بیش از پیش ہیں، تمام باقی وقت استیصال حریف، ٹھٹھری اور تنک ظرفی، اندائے خلق اور مد مقابل سے جھڑپ مول لینے ہیں صرف ہو رہا ہے گویا فلاح و نجات کا منشور یزدی خانہ خدا کی دہلیز پر پل چکا ہے!

زباہ مائے صبوحی بدامن عصمت

چہ دلغ شرم کہ نہماؤہ۔ دروغ از تو!

قَوْلُ اللَّهِ الْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ۝
وَيَسْتَعْجِلُونَ الْمَاعُودَ ۝ (۱۰۴: ۴-۵)

تو اسے لوگو! حیف ہی ان نمازگزاروں پر جو اپنی نماز کی اصلی غرض و غایت کو فراموش کر چکے ہیں، اور یہ وہ لوگ ہیں جو محض کھلا دے کیلئے نمازیں پڑھتے ہیں اور باہمی مصالحت اور تلافی اور رحمت کے سبق کو بیش نظر نہیں رکھتے۔ انکی باہمی کشمکش اسقدر بڑھ گئی ہیں، اور دل ایسے تنگ گئے ہیں کہ محبت تو درکنار وہ ایک دوسرے کو روز قہر کے برتنے کی چوٹی چوٹی چیرنے سے مدد کرنا بھی گوارا نہیں کرتے!

۴: آیت (۱۰۴: ۴-۵) سے ظاہر ہے کہ نماز کے ارکان اور دنیا اور اسکی غرض غایت یعنی مسامت اور مصالحت بین الناس کو فراموش کر دینا وہ عمل ہے جس کی خدا کے نزدیک کچھ وقعت نہیں، ایسی نماز محض ہوگا اور دکھلاوا ہے۔ درنہ الصلوة وہ نیتوں کو نیک، ارادوں کو بلند اور حوصلوں کو فراخ کر دینے والی شے ہے کہ انکے ذہنی انسان دوسرے انسان کے لینے ہر ممکن ایثار کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ چہ جائیکہ ایسا شکر دلا اور کم حوصلہ ہو جائے کہ ادنیٰ سی مسامت (مثلاً ایک دوسرے کو روز کی برتنے والی مشابہت مدد دینا) بھی روانہ رکے۔ الصلوة کی اصل صلیح الامال استعدا کا ذکر سورۃ المعارج میں بھی ہے:

إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝ إِذْ أَمْسَخَهُ الْفُجْرَ ۝ جُؤُوعًا ۝ وَإِذْ أَمْسَخَهُ الْخَيْلَ ۝ مُتَوَّعًا ۝ وَالْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝ الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِعُونَ ۝ (۱۹۰: ۲۳-۲۴)

تو! اس میں شک نہیں کہ آدمی پہلے ہی کم حوصلہ اور ہتھولا پیدا کیا گیا ہے۔ اگر اسکو کسی طرح کا نقصان پہنچتا ہے تو اسے دانے کرتے لگتا ہے اور اگر ذرا سا فائدہ پہنچ جاتا ہے تو پیرے درجے کا بغیل اور سیس بن جاتا ہے البتہ وہ الصلوة کو قائم رکھنے والے لوگ جن کا پیش نماز اپنی فراخ حوصلگی سے دلوں کو سواہ لینا ہے۔ ایسا عرصے سے سنتے ہیں اور یہ لوگ ہیں جو دم ہر کے لیے الصلوة کے پیش نماز کو نظر انداز نہیں کرتے (الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِعُونَ)۔

الصلوة پر دیوست کر نیکی ہی معنی ہیں کہ ایک لمحے کے لیے بھی اسکی اہمیت کو بھولا نہ جائے، ہر دم نماز پڑھتے رہنا نہ ہو سکتا ہے اور نہ مقصود ہی یہ۔ علیٰ ہذا القیاس زیر بحث آیت (۱۰۴: ۴-۵) میں الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ سے مراد نماز کے مضمون کو بھولا دینا یا اسکے ادا کرنے میں غفلت کرنا نہیں بلکہ نمازی بکرنے کے منتہا کو بھولنا نامراد ہے۔ دونوں جگہ الْمُصَلِّينَ کا ذکر ہے بے نمازوں سے بحث نہیں اور اسی لیے آیت (۱۰۴: ۴) میں یُرَاءُونَ کہا ہے یعنی نمازیں تو پڑھتے ہیں مگر محض دکھلا دے کی۔ شاحین قرآن نے ان معنی خیز آیات کا نہایت نفوذ ترجمہ کر دیا ہے اور صلیت سے دور جا پڑے ہیں۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ لَنَجْعَلَنَّ اللَّهُ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كَسَالَى
يُرَاءُونَ النَّاسَ لَا يَكُونُ كَرُونَ اللَّهُ لَا قَلِيلًا مِّنْ بَيْنَ بَيْنَ ذَلِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَلَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَكُنْ لَهُ سَبِيلًا (۱۴۲-۱۴۳)

اسلامی جماعت میں نفاق والے والے اور فرقہ بند لوگ تو گویا اپنی ظاہر داری سے خدا کو دھوکا
دینا چاہتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں خدا ہی ان کی بد اعمالیوں کو ان کی نظروں میں اچھا دکھا دکھا کر
انکو دھوکا دے رہا ہے۔ انکی نشانی یہ ہے کہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو بیدلی سے او
الکسائے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں محض دکھلاوے کی نمازیں پڑھتے ہیں، ورنہ خدا کا احساس ان کے
دلیں فی الحقیقت بہت ہی کم ہے۔ انہیں خدا کا یقین تو ہے نہیں، کفر اور ایمان کے بین بین بہر
مذبذب رہتے ہیں۔ نہ پورے ادھر کے نہ اُدھر کے۔ سوچن کو خدا گمراہ کرنے انہیں کوئی مستقل طریق
عمل کبھی نہیں ملتا۔

جب اسلام کے اس بہترین شعار، اولیٰ التیام جماعت کے اس بہترین چارہ کار کے متعلق مسلمانوں
کی کار فرمائی کے یہ عنوان ہوں، افراد میں تفسیر و تشریح، اور اتحاد میں یہ سطحیت اور نمائش ہو، یہ بے
توجہی اور خدائے ذوالجلال کی جناب میں پنجوقتہ یہ صریح گستاخی ہو، بندگان خدا میں کفر و الحاد کی یہ طرح دہائی
اور خود داری کی یہ وضع بن گئی ہو، اللہ کے آگے ماتھا گر کرنا یہ باعث ننگ عار، اور بے روح سجدوں
میں کبر و اذعان کی یہ شان ہو، جب نصب العین مفقود، اور مدعائے سوال کا عدم ہو، نہیں، جب سائل کو

یہاں پر الصلوٰۃ کا پیش نماز وہی اتحاد اور صلاح بین الناس ظاہر کیا ہے۔ نفاق پیدا کرنے والے لوگوں کی بات کہ ہے کہ نماز میں اکیسائے
ہوئے شامل ہوتے ہیں ایسے کہ الصلوٰۃ کا مطلع نظر آتا ہے اور یہ لوگ تفریق پیدا کرنے کے درپے ہیں بدیں وجہ نماز ان کو کچھ پہلی نہیں لگتی۔
ابن کی نمازیں بھی اسی محض دکھلاوے کی ہیں۔ یعنی غرض لوگوں کو دھوکا دینا ہے۔ پُر اذنی کا نقطہ یہاں پر آیا ہے۔ اور صاف ظاہر ہے کہ اس
سے مراد یہاں بھی دکھلاوے کی نماز پڑھنا مراد ہو جیسا کہ پیشتر کی آیت (۶۱۱) میں دعویٰ کیا تھا عبرت کا مقام ہے کہ آج عالم اسلام میں کتنے
لوگ ہیں جو نماز میں اکیسائے ہوئے شامل ہوتے ہیں، اور ان سے متاثر ہو کر وہ کس گروہ میں شامل ہیں جس کی بات یہ کہ آیت سے ذرا لگے آیا ہے:
إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي الدَّرَجَةِ الْأَعْلَىٰ مِنَ النَّارِ (۱۴۵) یعنی جماعت میں نفاق پیدا کرنے والے لوگ جہنم کے سب سے نیچے درجے میں
ہوں گے۔ فاعتبروا۔

ضمناً یہاں اس بات کا فیصلہ بھی ہو گیا کہ منافقوں کی سی نماز پڑھنا ذکر خدا قطعاً نہیں ہے (وَلَا يَكُونُ كَرُونَ اللَّهُ لَا قَلِيلًا) نہیں بلکہ ذکر
سے مراد تسبیح چلانا بھی نہیں بلکہ وہی خدا کا کشتاد دل میں لگانے رکنا ذکر خدا ہے۔

سوال کی خبر اور منہم سے سوال کا رخ بھی نہ ہو، جب اعمال قطعاً نابود، انعام کا جس نازل، اور سعی سے سقد
گریز ہو تو پھر خدا سے کیا شکایت ہو کہ جس ہے اور صدیوں کی خواب آفرین مہلت، اور شوکتِ جہنم
کے بعد یہ ناگہاں عذاب کیا ہے! ۱۱

فَلَمَّا سَوَّاهُ وَابْنَاهُ فَذَرَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ إِنَّا أَبْ كَلَّ شَيْءٌ خَلَّى إِذَا فَرِحُوا بِآثَارِنَا
أَخَذْنَا لَهُمْ نَفْتَةً كَأَذَاهُمْ مَبْلُوسُونَ ۝ فَقَطَّعَ دَابِرَ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ
لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ (۴۵-۴۴:۶)

پھر جب یہ امت رفتہ رفتہ اُس تمام دستورِ عمل کو بھول گئی جو ہم نے اُنکو کبھی اچھی طرح یاد دلایا تھا۔
تو ہم نے بھی اُنکو اور مغالطے میں ڈالنے کی غرض سے اُنپر تمام دنیاوی نعمتوں کے دروازے چوڑے
کھول دیئے، یہاں تک کہ جب وہ اُن نعمتوں کے نشے میں اچھی طرح مست ہو گئے اور یقین کرنے
لگے کہ یہی سب سبقِ عملِ فرمودہ خدا ہے، اور ہم ہی اس نیا کے اندر خدا کے چاہیتے ہیں، تو ہم نے
ایک نکتہ اُنکو آویزاں کیا۔ اور عذاب کا آنا تھا کہ اب وہ بے آس ہیں اور ہمارے حضور میں کراہ رہے
ہیں۔ پھر کیا تھا اُس ظالم قوم کی جرکات کر رکھی گئی اور اس پروردگارِ عالم کا شکریہ
کہ ان نااہل لوگوں کا قصہ پاک ہو گیا!

وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي
سَيَخْلُقُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرُونَ ۝ (۹۱:۴۰)

لوگو! پروردگار فرماتا ہے کہ میں پکارا کرو۔ اگر ضربِ دل سے ہمیں پکارو گے تو تم ہماری دعوتیں
بھی قبول کر لیا کریں گے لیکن جن لوگوں نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا اور غور کے بارے ہم سے سرتابی
کی اُنکو ہم عنقریب ذلیل و غوار کر کے جہنم وصل کر دیں گے۔

لیکن الصلوٰۃ کی ماہیت کے متعلق جو عبرت انگیز تنبیہی حکم رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو منافقین بن
کی ریشہ دوانیوں سے آگاہ کرنے، اور مساجد کو تفریق سے باز رکھنے کی غرض سے نازل ہوا تھا بجائے خود
نماز کے فلسفے کی بہترین تشریح تھا۔ دینے سے چار میل باہر قصبہ قبا میں بنی عمرو بن عوف کے محلے میں ایک

۱۱۔ ظالم کے صحیح مفہوم کے متعلق ایک بیروہا مشیہ آگے چل کر صفحہ ۲۵۵ پر گرا ہے۔ یہاں صرف اس قدر کہنا ہو کہ فَقَطَّعَ دَابِرَ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا کے الفاظ سے ظاہر
ہے کہ ظالم قوم کی ہلاکت قطعی ہے جیسا کہ صفحہ ۸۱-۸۲ پر آچکا ہے۔

سجد تھی جسکے محل وقوع پر پیغمبر اسلام نے مکے سے ہجرت کے چند روز بعد تک نماز پڑھی تھی اور بعد ازاں
یہ مقام تعظیماً مسجد میں تبدیل کر دیا تھا۔ محلہ والوں کی ایک شریر سلمان ناجاعت نے اسلام میں نفاق ڈالنے
کی غرض سے ایک اور جماعت اس مسجد قبا کے بالمقابل اس غدر پر کھڑی کی کہ بیاروں اور مسند و ردوں کو
آسانی ہو، مگر نماز اول کی امامت بطور فستلح خود صاحب شریعت سے کرانی چاہی کہ ضد میں کس باقی نہ رہے
اللہ کے اُس نکو کار و نکو سگال رسولؐ نے وعدہ کیا کہ جنگ تبوک سے واپسی پر یہی مسجد میں نماز پڑھ کر
شہر میں داخل ہوں گے، مگر وہ دانائے اسرار قلوب اور محافظِ اسلام خدا جسے نماز کی بنیاد میں نبیوں
کے تالیف قلوب اور حقیقی اتحاد کی اہم حکمت عملی رکھی تھی، جسے نماز کو استحکام جماعت اور عالم آراخت کا
بہترین پیش خیمہ قرار دیا تھا، اس غیر مجاز وعدے پر برم ہو گیا، اور ارشاد ہوا کہ جس مسجد کی وجہ بنا
پر آگندگی امت اور تفریق جماعت ہو، جو مسجد تقویٰ کے حقیقی منہا اور عبودیت کے صحیح مطمح نظر کے
مخالف ہو، اور اسلامی جماعت کو اشتات و انتشار کے جہنمی گرہ کی طرف لیجاوے اس میں تیرا ایک لمحے
کے لیے بھی کڑھونا مملکت ہے!

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ظَاهِرًا لَّكَفْرًا أَوْ تَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِزْوَاجًا لِّلَّذِينَ
حَارَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ وَلَيَعْلَمَنَّ إِنَّ اللَّهَ يَكْفُلُ لَكُمْ أَلْتَقَىٰ اللَّهُ يَشْهَدُ لَكُمْ
لَكِن بَيِّنَاتٌ لَّا تَقُومُ فِيهِ أَبَدًا لَّسَيُجِزُ الَّذِينَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ إِذْ وَقَعَتْ
تَقْوَمُ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَّخِذُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ حُجَّةً لِّأَنْ يُخْرِجَهُم مِّنَ الدِّينِ ۚ أَلَمْ تَرَ
أَنَّ اللَّهَ يَخْرِجُ لَكَ الْبَيِّنَاتِ لِيُخْرِجَهُم مِّنَ الدِّينِ ۚ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَخْرِجُ لَكَ الْبَيِّنَاتِ
لِيُخْرِجَهُم مِّنَ الدِّينِ ۚ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَخْرِجُ لَكَ الْبَيِّنَاتِ لِيُخْرِجَهُم مِّنَ الدِّينِ ۚ
لَا يَزَالُ يُبَيِّنُ لَكَ الْبَيِّنَاتِ لِيُخْرِجَهُم مِّنَ الدِّينِ ۚ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَخْرِجُ لَكَ الْبَيِّنَاتِ
لِيُخْرِجَهُم مِّنَ الدِّينِ ۚ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَخْرِجُ لَكَ الْبَيِّنَاتِ لِيُخْرِجَهُم مِّنَ الدِّينِ ۚ
عَلَيْكُمْ حُكْمُهُمْ (۹: ۱۰۷-۱۱۰)

۱۔ ان آیات الہی سے ظاہر ہے کہ جماعت کے اندر نفاق پیدا کرنے والے اور فرقہ بند لوگ قرآن حکیم کی مطلق مہطلح میں ظالم ہیں، اور ایسے آیات
(۵۹: ۱۲۸) و (۱۶: ۱۷) صفحہ ۱۷ یا آیت (۳۵: ۱۶) صفحہ ۲۵ کے رو سے انکی اجتماعی ہلاکت قطعی ہے۔ ایسے لوگوں کو ظالم اس لیے کہا ہے کہ وہ

(بقیہ تحت المثنیٰ صفحہ ۲۵۵) تمام جماعت پر، اور سپر انکی وساطت سے اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں اور نا اتفاقی کے باعث سب کو شکست
ریخت کی طرف گھسیٹتے ہیں۔ لائق غور بات یہ ہے کہ یہاں ظالمین کا اطلاق اُس جماعت پر ہوا ہے جو اپنے آپ کو رسماً مسلمان کہتی تھی
گویا از روئے قرآن خود اسلام کے اندر فرقہ بندیایں پیدا کرنا بھی حتماً ممنوع ہی اور بالکل نا جائز ہے۔ مسلمانوں کو نار جنہم کا مستوجب
بنادیتا ہے۔ جو عافیت پسند مسلمان کلمہ گو، مسلمانوں کو انتہائی بد اعمالی کا وجود نار جنہم سے مستثنیٰ قرار دے کر ان کی کلمہ گو سیندیں لے رہے ہیں لہٰذا
یہ نے یہ آیات اور بالخصوص یہ کلامِ شہادہ کے الفاظ (۴: ۱۰۹) اُن میں قابل غور ہیں۔ یہ دوسری دفعہ ہے کہ خدا نے عظیم نے انسانی تفرقہ کو
نار سے تشبیہ دی ہے، پہلا موقع کُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُزْرٍ قَبْرٍ اَنْتَا لَدِیْہِ (۱۰۲) کے الفاظ میں ہے۔ پھر گرجا کی گویا تفرقہ ڈالنا یا متفرق ہونا جہنم کے
گرجے پر کثرت ہونے کے مترادف ہی!

”ظلم“ کی جامع و مانع اصطلاح کے اتنی مفہوم کے بارے میں ابتدائی بحثیں مختلف مواقع پر آچکی ہیں جن کے مطالعے سے ظاہر ہے کہ اندوے قرآن میدان جنگ میں جہر نہ لڑتا اور نامردی ظاہر کرنا ظلم ہے (آیہ ۱۳۹: ۱۳۹) و تحت المتن صفحہ ۱۲۰ الخ کچے ایمان والے اور بنو ل بنو ظلم ہے (آیہ ۱۱۳: ۲۷) و تحت المتن صفحہ ۱۳۳، امیر جماعت کی نافرمانی کر کے جماعت کو شکست و ریخت کی طرف گھسیٹنا ظلم ہے۔ (آیہ ۸: ۲۵) صفحہ ۱۱۷ تحت المتن صفحہ ۱۷۲ و آیت (۴: ۶۴) تحت المتن صفحہ ۱۳۳، جماعت کے اندر تفریق و انتشار پیدا کرنا ظلم ہے (آیت زیر بحث یعنی ۹: ۱۰۹) جو قوم ان اجتماعی جرائم کی سرکوبی اسکی ہلاکت کا ایک نہایت ن واقیع ہونا قطعی ہے۔ اور ایسی بنا پر ہل ھلکت الا القوم الظالمین ۷۵: ۷۴ کا کھڑا قرآن میں بالالتزام موجود ہے۔ ظلم کے اتنی مقصود کی باقی شقیں بھی اپنے اپنے موقع پر آتی رہیں گی۔ لیکن تھا بھی اتحاد کے بالمقابل ظلم بھی تفرق انگیزی اس سے قتال کے ساتھ قرآن حکیم میں متعل ہوا ہو کہ اسکی کوئی مثالیں آگے چلکر اس کتاب میں پیش نہوگی۔ یہاں پر گدہ مشتمہ حوالہ جات کو اسلئے کجا کر دیا ہے کہ آگے چلکر صفحہ ۲۵۹ پر ایک اہم آیت (۱۳۳: ۱۲) لاسٹ کے منصب کے متعلق آ رہی ہے اور اس میں الظالمین کا لفظ واقع ہوا ہے۔ چنانچہ اس تصریح سے وہاں کے مطالب صاف ہوجاتے ہیں۔

آج عالم اسلام کے قریب قریب ہر قصبے میں محلوں اور کوچوں کی گزرا مسجد صحیح معنوں میں ساجد ضرار ہیں۔ وہ سب کی سب دین اسلام کے اندر ہونا ک تفرقہ ڈال رہی ہیں۔ امت کی اجتماعی قوتوں کو منتشر کر رہی ہیں۔ ہر پیش امام اپنی اپنی دکان سجائے سر بازار بیٹھ جائے حتی الامکان اپنے حلقہ اثر کے منہی ہر افراد کو جمہور سے الگ رکھنے کی سعی کر نہیں منہمکے، جاویدا اپنی ٹیڑھے اینٹ کی جدا مسجد کو سرسراہٹاوی۔ اور اپنے کما مکڑوں اور ریزگی کو محفوظ رکھنے کی غرض سے شہر کے کسی بٹے سے ٹیسے پیش امام کا مقتدی اور بیچ بٹنا گوارا نہیں کرتا۔ یہ نمایاں امت اور پیش اماموں میں یہ اطاعت کا فقدان اور یہ عصیان امیر فی الحقیقت وہ ظلم عظیم جو حکام کو دلائر مقتدیوں کی رگت گئی بھی اثر کر چکا ہے۔ آج مسلمانوں کے ہر حلقے میں اُمر اور عوام کی الگ مسجدیں ہیں، اُلوں اور پیشوں پر مسجدیں ہیں، اماموں اور پیروں پر مسجدیں ہیں، حدیث اور قرآن پر مسجدیں ہیں، امین اور غیر امین پر مسجدیں ہیں۔ انرض ہر طرف ضرار جو، تفریق بین المسلمین ہے، کفر ہے، خدا سے محابے ہیں، رسول سے لڑائی ہے، (الرَّصَادُ لِلْإِنِّ خَالِدٌ بِاللَّهِ دُرُودُكُمْ) دشمن خدا کی حمایت ہے اور لیکن جس امت کے دشمن خدا اور رسول بن چکے ہوں اسکی موت کا پیغام جلد سے جلد نہ آئے کہ جو تو کہو نہ کر ہو!

میرے نزدیک اگر آج ان ساجد حضرات کو کوئی علاج ہو، اگر ان ماراٹے آستین کے مہلک اور سم آلود اثر کا کوئی حکمی تریاق ہے، اگر اُمت کی ایس ورناک پر گندگی اور سیریش کو اٹھا دیں پھر بے نی فی الحقیقت کوئی سبیل باقی رہ گئی ہے، نہیں اگر اُس مشہور العقاب خدا کے زیرِ بڑا دلا کا کچھ زمین خلا پر

ہاں جس عہدِ جلیل چسب دیوں کے عزل والتوا کے بعد عرب کا اولوہم شرم نبی اور آل ہرہیم کا بہترین رکن فائز المرام ہو کر ختم رسالت کی ٹہرا بدالآباد تک ثبت کر گیا جس اوج مرتبت اور سراج اتم کا اہل نبوت کے بعد فاروق عظمیٰ جیسا عظیم المثال شخصیت راہِ پائتھا، جو مقام بلند کسی زمانے میں مجاہدین اسلام اور سپاہیانِ خدا کے لیے مختص ہو چکا تھا، آہ! اُس امانت عظمیٰ اور اُس مومینیت کبرے کو آج اُمت کے گدیہ گر سنبھال رہے ہیں! اہل زود قوم کا سبے ناکارہ، سبے بزدل، کم حیثیت اور کم علم، فرقہ بند اور محتاجِ ترغیظ، اس عہد سے پر فائز القنوط ہے۔ عجز و سکنت کا ماحول پیدا کر رہا ہے، اجل و جمود کا اشتہار دے رہا ہے، تفریق و انتشار کو ثواب سمجھ رہا ہے، شدید العقاب خدا کی سزا کو جزا کہہ رہا ہے، عذاب کے انعام بتا رہا ہے، اور کذبِ غلط کی بیجا منادی کر کے اُمت کو ہلاکت کے قعرِ عمیق کی طرف گھسیٹ رہا ہے! اُمتِ مرحومہ کا فقدانِ فہم و عقل اس غلط انتخاب کے بارے میں آج اس کمال تک پہنچ چکا ہے کہ جہاں کسی ادنیٰ سی ادنیٰ دنیاوی حکومت سے تعبد کا انہار حاکمِ وقت کے بڑے منظورِ نظر سراسر کے بڑے سے بڑے کارندے، اُس کے با اثر کارکن، اُس کے مشہور تر جاں باز اور سر فروش کی سیادت میں کرتے ہیں!

(بصیرتِ لہن صفحہ ۲۵۸) اس آخری مکتوب، اس ذکرِ اَللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَام کی منہی پدید کی ہے، اسکو دیکھ کر آسمانِ زمیں کھپکھپا اُٹھیں تو کچھ عجب نہیں رسولِ خدا کی اس نام لبو اُمت پر آسمان ٹوٹ پڑے تو کچھ در نہیں! شامین کا ایک بڑا گروہ اِنشائی اَزْہِم دُجَّہ بچکندہ کی تشبیح میں باہنی جاسو زجالت اور تلافی بکبر کے باعث اس طرف گیا ہے کہ حضرت اپنے بدن کو خاص تہیاط سے پاک صاف رکھتے تھے، زیناف کے بال نہایت صفائی سے جو کہتے تھے وضو کے سب ارکان خوش سہلوی سے ادا کرتے تھے، واڑھی کو شریعتِ ابراہیمی کے مطابق کرتوتے تھے، مونچوں کو بڑا کر رکھتے تھے، ناسن بڑھا رکھتے تھے، خستہ اُنہوں نے کرار رکھا تھا، پانی سے استنجائے اُن کا مشیوہ خاص تھا، ان امورِ مہمہ کے علاوہ حضرت کو توجیر کے کلمے اور عقائدِ ابراہیمی خوب نیک زبان تھے، وغیرہ وغیرہ۔ ابراہیم علیہ السلام نے ان احکام کی تعمیل ایسی مدگی سے کی، بدن کو زائد بالوں سے اس خوش سہلوی اور پاکست سے صاف کرنا واڑھی ایسی خوب صورت اور منشرع بڑھائی، اسکی پردش اور انکی جھیکنی میں اس طرح دن رات مشغول رہے کہ خدا نے رضامند ہو کر ان کو لوگوں کا امام بنادیا! اس منصبِ علی کو خوش بخوش منظور کرتے ہوئے حضرت نے بتقاضائے جبلت جا اُکدان کی نسل بھی اس انعام سے محروم نہ رہے۔ خدا نے اس رعایت کو بھی منظور فرمایا لیکن صرف ظالموں کو مستثنیٰ کر دیا! ^{بکبر کے اٹھالوں} خافِ اُسُوف سے آج تک امامت کی پرستشیں برابر چلی آرہی ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میر جبر کے مجرور میں موجود ہے۔ اگر اگلے میں آسمان کے اوصاف میں حلم و درگزر کا ناپید اکنار غصہ شامل نہ ہوتا تو صرف اس آیت الہی کی تشبیح شامین قرآن کی سطحِ زمین پر سے ہیج و دنیا و اکیر دینے کیلئے کافی تھی لیکن یہ اسکی طرح کا ایک منظر ہی ہے جو اسکے باوجود فوری گرفت نہیں ہوتی اور غصہ جو چاہتا ہے اسکی شان میں بے خوف خطر کہنے لیتا ہے۔ یہاں پر اُن کے لفظ سے صاف ظاہر ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا آسانی امتحان کوئی بڑی ست، ہی اور کڑی سے کڑی آزمائش ہوگی، کوئی صبر نہ اور تاب گسل تکلیف ہوگی، وہ آزمائش بھی لامحالہ اس قطع کی ہوگی کہ اُسیں کُور اُتزان (کَا تَمُوتُ) اُنکو بلیق خدائی پیشوا کی رہبری کا اہل بنانا ہوگا، پس جب وہ ایک طولِ طویل اور مزہ و گداز سعیِ عمل کے بعد قوم کو شرک کے ظلمِ عظیم سے نجات دلا چکے، جبچہ غفلت اور ناانگاہی مشاسیوں کی

اُسی کو سرخیل اور رئیس و سربراہ اپنی معروضات پیش کرتے ہیں، اُس کو پیش پیش رکھ کر اپنی ارزش انگیز اور
دل آسان سازندگیوں کا اظہار کرتے ہیں، وہاں حاکمِ زمین و آسمان کی اس زبانی اور سطحی و دودلی اور شرکانہ عبادت
کو ٹرخانے کی غرض سے اپنی نگاہوں میں سب کچھ مایہ اور سینوا، محتاج اور ذلیل شخص کو اگر کمزور و ناتوانی،
فرض کر کے اُسکی نیچو قہ پیشی اور عرض گنداری کے لیے منتخب کر رہے ہیں! ہاں لیکن جس قوم کا
نصب العین جہان بانی اور خداوندی، قوت اور عزت سے بہت کرگداری اور غلامی محکومیت اور شائد
تعبد ماسوا اور تعلق غیر کی طرف منتقل ہو گیا ہو۔ اُس کے مرشد و رہبر بالآخر یہی پھک منگے بن
جائیں تو اور کیا ہو!

فَبَذَلُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا
مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ ﴿۱۶۲﴾

تو لوگو! اس امت میں سے ناحقیت شناس اور اپنے اور ظلم کرنے والے گروہ نے خود خالی اور اس کے اس
عظیم کو جو انکو سکھا دیا گیا تھا بلکہ کچھ اور ہی رویہ اختیار کر لیا، اور اُس تعلیم کو کیسے فراموش کر دیا تو ہم نے بھی
انکے اس ظلمِ عظیم کی پاداش میں آسمان سے بلا اتاری اور انکی سب غفلت خاک میں ملا دی۔

(تقریباً تحت المتن صفحہ ۲۵۹) ظلمتوں نے حکمرانوں کے ذریعہ ظلم کی اور انکے رہنما نے بھی قوم کی ایذا رسانیوں کو صبر و تحمل سے برداشت کیا، دشمن سے سپہم جہا
بالتیف کیے، جان کچھ کچھ خلق تک پہنچی مگر سچی دہلی کو نہ چھوڑا تو خدا نے بھی انکو اپنی قوم کی پیشوائی اور امامت کا منصب عطا فرمایا، بادشاہت
زمین دی، نبوت سے سرفراز کیا۔ اولیٰ الہٰی کی کال بھگاد (۲۵۳) صفحہ ۲۵۸ کے الفاظ سے یاد دہاؤ: ابراہیم علیہ السلام نے امامت کی اس مہمیت علمی کو
پاکر طبعاً یہ چاہا کہ پیشوائی خلق کا منصب اعلیٰ انکی اولاد میں بھی برسرار رہے لیکن خدا نے ظالم قوم کو اس منصب سے ہمیشہ کیلئے محروم کر دیا۔ ظلم کی بعض اہم شقوق کی
تشریح کافی طور پر صفحہ ۲۵۵ و ۲۵۶ کے تحت المتن میں گذر چکی ہے جس سے ظاہر ہے کہ خدا نے عزوجل نے فرمایا کہ ابراہیم! تم بلاشبہ اس منصب کے اہل ثابت ہو
ہو لیکن میدان جنگ میں ہم کہہ لے لے لے اور ناموسی ظالموں کو سولے ظالم، کچے ایمان دانے اور بڑول بنے رہنے والے ظالم، امیر جماعت کی نافرمانی کر کے عجات
کو شکست و ریخت کی طرف گسیٹنے والے ظالم، جماعت کے اندر تفریق پیدا کرنے والے ظالم وغیرہ وغیرہ۔ اس عہد خداوندی اور امامت کو ہرگز نہ پاسکیجئے۔ بادشاہت کا
منصب مجھ سے دہی قوم ملتی ہے جس میں یہ خاصیتیں نہ ہوں اور ظلم کا رقوم کی ہلاکت تو ایک طے شدہ امر ہے (دیکھو صفحہ ۲۵۹ تحت المتن)۔

صبرِ سلام میں مسجروں کے اندر امامت کا منصب بھی اسی ابراہیم کی امامت کی تجدید کا ایک خطر تھا، قرن اول کے مسلمانوں کی خدائی فوج میں پانچ وقت کسی حبیب اللہ
مجاہد کی پیشوائی اور امامت میں سپہ سالارِ عظیم کے ردِ پیش ہوتی، اُسکے استثناء علیہ پر حاضر ہو کر اطاعت کیے و لوگ میں جگہ جگہ پڑتی، بہتر سے بہتر شخص اس ریت
کیلئے منتخب ہوتا، مسجد نبوی کے اندر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں اس منصب کے فرائض خود ادا کرتے رہے، باقی مسیح کی امامت کیلئے اکثر شری صحابہ کرام سے جگہ جگہ علم و عمل پیشال ہوتا
تھا، وہاں تک کہ بدت پہلے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابو بکرؓ کو امامت کیلئے مقرر کرنا بھی عوام کی نظر میں اُنکے بعد اُنکے پیارین بننے کا اہم تھا۔ بغرض ان قوتوں نے بادشاہت
خلافت اور امامت ایک شے تھی، خلیفہ وقت خود امام عظیم ہوتا تھا، اُسکے مقرر کیے ہوئے امام صحیح معنوں میں اولو الامر تھے، انہیں بلکہ شخص اول الامر
مقرر ہوتا تھا اُسپر امامت کا فرض بھی ادا کرنا ضروری تھا۔ بادشاہان سلف نے صرف ایک صاحبِ تک اس اہم رواج کی متابعت کی لیکن رفتہ رفتہ امامت کی

تھی، منعم علیہ نجات کی طمع تھی، مفضوب علیہ نہ بننے کا خوف تھا! اسی بیم ورجا کی تڑپ میں قومے اور قعدے تھے، اسی کے اضطراب میں رکوع و سجود تھے، اسی کی تڑپ میں شام و سحر، فراغت اور شغل میں، سوتے جاگتے سلام تھا، اسی اجتماعی ہلاکت کے خوف میں شب روز سعی و عمل تھا، دنوں کو جہاد بالسیف تھے، چیتھڑوں کے پرتلوں میں حائل کی ہوئی تلواریں تھیں، رسیوں سے مرمت کیے ہوئے نیزے تھے، راتوں کو کوچ اور اسکی جناب میں کراہیں تھیں، بستروں سے پہلو آستانہ ہوتے تھے: **يُتَجَاوِزُ عَنْ الْمَنَاجِرِ وَيَعُونَ**

سلا مطالب کے لئے دیکھو تحت المتن صفحہ ۲۴۶۔

(تحت المتن صفحہ ۲۶۱) صفحہ ۱۸۲-۱۸۳ اپنے اندر قائم رکھنا (آیہ ۵۴:۲۲) و (۵۳:۲۳) صفحہ ۲۲۷ (صراط مستقیم ہے ۲۲) قوم کی ہتھی کے لئے ایشار مال کرنا (آیات ۴۳:۲۳-۴۳:۲۴) صفحہ ۲۲۷ صراط مستقیم ہے (۵) قانون خدا کے مطالب اور مفاہد کے بابر میں اختلاف پیدا کرنا (آیہ ۲۱:۲۲) صفحہ ۲۲۸ اور آیات (۵۳:۲۳-۵۳:۲۴) صفحہ ۲۳۵ صراط مستقیم ہے، (۶) خدا کی ملازمت میں شیطان کی بجاوٹ کو حائل نہ کرنا (آیہ ۶:۲۳) صفحہ ۲۲۸ اور آیہ (۶:۲۳) صفحہ ۲۳۵ صراط مستقیم ہے، (۷) الامرار قانون خدا میں نزاع نہ پیدا کرنا (آیہ ۶:۲۳) صفحہ ۲۲۸ صراط مستقیم ہے، (۸) ایک مرکز پر عملاً اور معاً قائم ہو جانا (آیہ ۱۲:۲۲) صفحہ ۲۲۷ صراط مستقیم ہے، (۹) سب اعمال انسانی کو خدا کیلئے وقف کر دینا اور ان اعمال میں کسی غیر کی اطاعت کو شریک نہ کر کے ابراہیم علیہ السلام کی توحید پر چلنا آیات (۱۶:۲۳-۱۶:۲۴) صفحہ ۲۳۱-۲۳۲ صراط مستقیم ہے، (۱۰) نعمتائے خدا کی کما حقہ قدر کرنا **قانون خدا کے مطیع رہنا**، آیات (۱۲:۱۱-۱۲:۱۲) صفحہ ۲۳۲ صراط مستقیم ہے، (۱۱) دشمن کو اپنے سعی و عمل سے بے دست پا کر دینا، اس کے وسائل حفظ و دفاع پر قباض ہو کر ان کو تباہ کر دینا، اور حتی الوسع اپنے آپ کو اس کے دست تقدیر سے بچائے رکھنا (آیہ ۲۰:۲۳) صفحہ ۲۳۳ صراط مستقیم ہے، (۱۲) اس دنیا کے اندر قوت اور زور سے رہنا، دنیا جہان سے بڑھ چڑھ کر اور ہرگزیدہ ہو کر رہنا (آیات ۸۷:۸۸-۸۷:۸۹) صفحہ ۲۳۳ صراط مستقیم ہے، (۱۳) بادشاہ زمین ہو کر رعیت پر عدل و انصاف سے حکومت کرنا (آیہ ۲۶:۲۳) صفحہ ۲۳۳ صراط مستقیم ہے، (۱۴) اس دنیا کے اندر سلامتی اور بقا کے رستوں پر چلنا، قانون خدا کے عدم تعقل کی تاریکیوں سے نکل کر علم و عمل کے نور کی طرف آنا (آیات ۱۵:۱۵-۱۵:۱۶) صفحہ ۲۳۳-۲۳۴ اور (۲۵:۱۱) صفحہ ۲۳۵ صراط مستقیم ہے، (۱۵) خدا کی علی ملازمت اور اتفاق اور اطاعت امیر کرنا (آیات ۶۴:۲۳-۶۴:۲۴) صفحہ ۲۳۵ صراط مستقیم ہے، (۱۶) قانون خدا سے استعسا کرنا اور ہر پیشہ چلتے رہنا (آیہ ۲۳:۲۳) و (۲۳:۲۴) صفحہ ۲۳۶ صراط مستقیم ہے، (۱۷) اپنے سینے سے سنی عمل کیلئے گہر کھول دینا اور ان کے اندر احکام خدا کی تعمیل کے بارے میں کوئی شک نہ رکھنا (آیات ۱۶:۲۳-۱۶:۲۴) صفحہ ۲۳۸ صراط مستقیم ہے، (۱۸) ملازمت خدا کی تعمیل میں غیر خدا کے حکموں کو ماننے نہ کرنا، والدین کے ساتھ احسان، اولاد کے ساتھ رافت، مسکرام اخلاق پر عمل، قتل سے پرہیز کرنا، مال تمہیم کی نگہداشت، پورے ماپ، پورے تول، عدل، ایقانے عہد پر قائم رہنا اور متحد رہنا (آیات ۱۵:۱۵-۱۵:۱۶) صفحہ ۲۴۰ صراط مستقیم ہے، (۱۹) راہ خدا میں جہاد بالسیف کرنا، دشمن سے متارکہ حفظ نفس کی خاطر کرنا (آیات ۲۹:۱۶-۲۹:۱۷) و (۱۱:۲۳) صفحہ ۲۴۲ صراط مستقیم ہے، (۲۰) قوم کی ہتھی اور مثبتیت کیلئے جہاد بالسیف کرنا، ہجرت وطن اختیار کرنا، اطاعت امیر سے چوٹی چاکرنا (آیات ۳۳:۱۶-۳۳:۱۷) صفحہ ۲۴۲ صراط مستقیم ہے، (۲۱) اور سب سے اہم یہ کہ مولیٰ اور ماردن علیہما السلام کے اعمال کر کے ایک فیل اور جو زوہ قوم کو جا رہا بادشاہ کے ظلم و ستم سے آزاد کرنا، اور بالآخر قانون خدا کا پابند بن کر ان کے دین کا حکمران اور بادشاہ بنادینا وہ **الصراط المستقیم** ہے جس کی تفسیر سورہ فاتحہ میں **الْهَدْيُ** کے الفاظ میں کی گئی ہے۔ مسلمانوں کو سچا چاہیے کہ آج وہ ان آگاہی شوق میں ایک پرستی معنوں پر غافل ہیں، نہیں بلکہ دیکھنا چاہئے کہ مغربی قوموں کا ابراہیم صراط مستقیم پر کھڑا انسانی عمل ہے۔ اور ان کے انعمت علیہم ہونے کی کیا وجہ ہے وہ نماز کی اس دعا پر کس قدر غافل ہیں۔ جو احکام پر پورا عملی قلم سے لکھے ہیں ان میں سے اکثر یہ مغربی اقوام کا بیشتر عمل ہے۔

(القیہ تحت لہتن صفحہ ۲۶۳) نہ صرف یہی نماز کی رکعتوں کو مسجد میں جا کر بصحت تمام ادا کر دینا جو بلکہ ان تمام اعمال (مثلاً وصت اہل بیت، اطاعت امیر و جاد بالمال، ہجرت جاد بالستیف، استقامت فی البسی، توکل فی الشیخ، نصرت باہمی، علویت و غیرہ) کو جو ایمان کی لاینفک شرط لفظیہیں اپنے اندر پیدا کر کے خدا کے حضور میں حاضر ہونے کی بنا پر جو شخص مومن ہو انہیں ان اعمال کا باطل و حجت موجود ہونا اہل جو پس الصلوٰۃ کی قیامت ہی جو اصل کی سی ہو جس میں (خدا کے علاوہ) مومن بننے کی باقی شرائط جو احسن ہو جو ہوں، سورہ مائدہ کی زیر بحث آیت (۵: ۱۳) میں اَقِمُوا الصَّلَاةَ کہہ کر مفہوم کی قطعی تائید ہوتی ہو کہ یزید مومن بننے کی تہذیب و تمدن اسلامی نماز طے کر کے باطل جدا تھے اور باوجود اس ظاہری اختلاف کے اَقِمُوا الصَّلَاةَ کی مطلق مطلق کا استعمال اس امر کی دلیل ہو کہ اس کی مشیت سے مراد اس قانون کی پابندی تھی جو الصلوٰۃ سے مقصد و بالذات ہو، صرف ظواہر کی پابندی مقصود نہ تھی۔ و یہاں پر کتاب صفحہ ۳۲-۳۳ میں قرآن مجید کی اس مطلق لغت کی طرف اشارہ کیا گیا تھا اور اس اطلاق کی کئی مثالیں آگے چکر ملیں گی۔

آیت ریحوت (۱۳۵) میں کاذِبًا كَذِبَتْ فَيَرْجِعُ فِي مَنِّهَا الْاَلَهُنَّ مَا کے الفاظ اس امر کی قطعی دلیل ہیں کہ جنت سے مروجات زمین ہی تھے، آخری جنت کا ذکر بیان نہ قطعاً نہ تھا۔ حدیث متفقہ میں اسی بیانی از روایت ابن جریر ابوبکر بن عبد الوہابؒ نے لکھی ہے کہ کتاب خروج باب ۶، آیت ۳-۸) بعض موقعوں پر ان ابوی جنات کو شہر اور دیوار کی نوروں والی سرزمین کہا ہے کہ کتاب تشنا باب آیت ۲-۳) کتاب ثانی سمویل باب آیت ۲۳-۲۹ میں پھر وعدہ اسی ابدی سلطنت کا ہے، اور کتاب اذل سلاطین باب آیت ۱-۹ میں اس سلطنت کو ہمیں لینے کی دعا بھی دی گئی ہے۔ علاوہ ان میں نبی اکرمؐ کیل میں دنیاوی سلطنت کا قائم ہونا اس امر کی مشاہدت ہے کہ وعدہ جنات زمین ہی کا تھا اور اسی لیے فَسَنَ كَعَمَلِ بَعْدَ ذَلِكَ کی شرط عام موجود ہے۔ خود آیہ اختلاف میں مسلمانوں کے ساتھ وعدہ ہی دنیاوی سلطنت کا تھا جیسا کہ الفاظ لَيْسَ يَخْلُفُ عَنْكُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ (۵۵:۲۳) صفحہ ۷۷ء ظاہر ہے اور وہاں بھی وَفَسَنَ كَعَمَلِ بَعْدَ ذَلِكَ کے الفاظ آئے ہیں۔ سورہ طہ میں بھی اسی قطع کا اسلوب بیان ہے: هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الشَّلَاةَ فِي الْآخِرِينَ فَسَنَ كَعَمَلِكُمْ لَكُمْ ثُمَّ لَا يُؤْتِيَنَّ الْكَافِرِينَ كَعَمَلِهِمْ عَنِ الذِّكْرِ إِلَّا مَقْنَنًا وَلَا يُؤْتِيَنَّ الْكَافِرِينَ كَعَمَلِهِمْ إِلَّا خَسَارًا (۳۵:۳۹) یعنی لوگو! وہ خدا ہی ہے جسے تم کو اس زمین میں (تمہاری سعی و عمل کو پسند فرما کر) بادشاہ بنا رکھا ہو تو اس نعمت غلطی کے حصول کے بعد جس قوم کے قانون خدا سے انکار کیا (کہ تم اس انکار کی ذمہ داری کا بوجھ ہی اُنسی کی گردن پہنچو اور قانون خدا سے منکر قوم کو ان کا اظہار خدا کی نگاہوں میں سوائے ناراضگی کے کسی شے کو نہیں بڑھانا اور کفرانِ نعمت کی نوبتالی قوم تو سوائے اسکے کہ روز بروز گناہات میں رہے کسی آور شدہ میں ترقی نہیں کرتی۔ "الغرض ہر تمام مشاہدے کے بعد اس امر کا ناقابل انکار فیصلہ ہو جا تا ہے کہ جنت فی مَنِّ حَتْمًا اَلْاَلَهُنَّ سے مروجہ جگہ جنات زمین ہی ہیں۔ آخرت کیلئے الجنت کے اصطلاح مخصوص ہے۔ جنت کی قرآنی اصطلاح پر پیشتر کی بحثیں صفحوں ۱۱-۱۱۶، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵ وغیرہ پر گذر چکی ہیں۔ افتاء سے قطع نظر ادیان کا جو کتاب صفحوں ۶۶-۷۳ میں کئی مثالیں دی گئی تھیں

نَفْسِهِمْ قَبِيحًا قَوْمَهُمْ لَعَنَهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِمْ وَكَسُوا أَسْمَاءَهُمْ تَكْنِيسًا ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَائِنَةٍ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ فَأَعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ (۱۳: ۵)۔ اگر مسلمان آج اس عہد خداوندی کو توڑ کر لعنت خدا کے مستحق بنے ہوئے ہیں، اگر آج ان سے بھی سب کچھ چھین کر ان لوگوں کو دیا جا رہا ہے جنہوں نے عمر بھر ایک ہی نماز نہیں پڑھی، ایک سلامی رکعت ادا نہیں کی، ایک شرعی سجدہ نہیں کیا، ایک محمدی کلمہ نہیں پڑھا تو اسکی وجہ بھی یہی قسوت قلب ہی، یہی تحریف فیہن اور نسیان درس ہے، یہی مقاصد خدا میں مجرمانہ خیانت ہے، یہی الصلوٰۃ کو معنًا اور صورتًا بگاڑ دینا ہے، یہی خدا کو چھوڑ کر نفسانی خواہشات کی پیروی ہے۔ ایسی نمازیں پانچ نہیں پانچ ہزار ہوں خدا کے نزدیک سب ٹالے ہیں، ان سے ضعف کے سوا کچھ حاصل نہیں، ان کا نتیجہ ہلاکت کے کچھ نہیں، اَلْخَلْفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ فَسُوفَ يَلْقَوْنَ عَذَابًا ۝ (۵۹: ۱۹)۔ پس اگر آج

۱۳ لیکن بنی اسرائیل کے اس بیٹائی اُنی کو توڑ دینے کے باعث ہم نے ان پر زل اوبار کی لعنت برسا دی، ان کے دل کو اپنے احکام کی تعمیل کیلئے تہ کر دیا، پھر وہ اس قدر جمود و روڈ غافل ہو گئے کہ ہر حکمت اور احکام کو ان کے مناسب تعویج کے بنا کر ان کے الہی مقاصد میں حسب مطلب تبدیل کرنے لگے (یُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِمْ) ان کو تاویل سے اپنے آدم کیلئے ان میں معنوی تحریفیں پیدا کیں (یُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِمْ) اور یہی نہیں بلکہ اسی تن آسانی اور آرام پسندی کے باعث رفتہ رفتہ اس درس الہی کے ایک اہم حصے کو بھول گئے جو انکو اچھی طرح یاد دلایا گیا تھا، اور اسے محمد! قرآن میں سے محدود چند کے اسوانت بخود کسی نہ کسی ایسے منکر کی اطلاع پاتے سبکو جسے صریح خیانت اور بدشاہی سے احکام خدا مقاصد میں تبدیل کر کے اپنی امت کو گمراہ کیا ہو تو ان فاضول اور کاروں کا علاج سوا اس کے کچھ نہیں کہ تم نے پرے پرے بیٹے نبیہ (وَاصْفَحْ عَنْهُمْ) اتنے قطعاً گناہ کشی اختیار کرو (وَاصْفَحْ) (دیکھو ان معانی کی تائید میں ۱۲۰ باب کتاب صفحہ ۱۱۰ کی آخری سطر) خدا تعالیٰ کو اسکی لوگوں کو پسند کرنا ہی جوئی عمل کر کے اپنی امت کو قوت اور عزت کے درجے علیا تک پہنچا دیتے ہیں (وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَائِنَةٍ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ) (۱۳: ۵)۔ ۲۶۶ تحت المتن آخری دو سطر و آیات (۱۳: ۵)۔ ۱۳۱-۱۳۲۔

۱۴ ہر ان لوگوں کے بعد ایسے نابکار جانشین آئے جنہوں نے الصلوٰۃ کو بالکل ناکارہ کر دیا، اسکی حکمت کو اس قدر بھلا دیا کہ وہ بالکل ایک لٹل شے بن گئی (وَاصْفَحْ عَنْهُمْ) اور اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے لگے رہے تو یہی وہ لوگ ہیں جو عنقریب ہلاکت سے دوچار ہونگے۔

تیسرے آیت (صفحہ ۲۶) پیش کر دی میں جتنے بغور مطالعے سے اس امر کا فیصلہ ہو جاتا ہے کہ جنت سے مراد ارضی بادشاہت ہی تھی۔ شامین قرآن نے بادشاہت زمین پر لات مارنے اور اپنے نفس کیلئے آسانیاں پیدا کر لینے کے لئے اس سے مراد آخری جنت الیسا اور مذہب ہلام کو رفتہ رفتہ نیچر بنا کر بہانیت کی طرف لیگے! آیت زیر بحث میں فَقَدْ صَلَّىٰ سَوَاءَ السَّبِيلِ کے الفاظ بھی نہایت قابل غور ہیں۔ گویا ارضی بادشاہت کا کفران نعمت کرنا ہی صراط مستقیم سے پر ہٹنا اور صحیح معنوں میں ضلال ہے۔ پیغمبر عینہ وہی ہے جو صفحہ ۲۲۳ کے تحت آیت کے اخیر میں سورہ فاتحہ کے لفظ الصَّالِحِينَ کی تشریح میں حاصل ہوا تھا۔

۱۵ الصلوٰۃ کے معنی اگرچہ ایک علامہ کے صورتاً بجز چنانچہ متعلق ایک ابتدائی بحث صفحہ ۱۱۱-۱۱۲ کے تحت المتن میں ہو چکی ہے جس سے کم از کم یہ ظاہر ہے کہ مساجد میں امام صاحبان کا خدا کے حضور میں نماز کو ترقی سے ادا کرنا وہ بدعت سیئہ ہے جو نقص قرآن کے قطعاً بخلاف مساجد میں سنت اور نوافل کا ادا کرنا اور طرح پر نماز خدا کے اندر ہے ترقیبی اور بد نظمی کا ماحول پیدا کرنا بھی (جہاں ذکر صفحہ ۲۰۶ کے تحت آیت میں ہو چکا ہے) رسول خدا صلعم کے اسوہ حسنہ کے بخلاف صریحاً بجز

اُس صادق الوعد خدا کی بتائی ہوئی الصلوٰۃ وہی قرن اول کے نتائج پیدا نہیں کرتی تو وہ الصلوٰۃ بگڑ چکی ہے، اُس کا کیف دل بدل چکا ہے، مطمح نظر بدل چکا ہے، اُس کے ادا کرنے والوں کے دل بدل چکے ہیں، حوصلے اور جگر بدل چکے ہیں، نصب العین بگڑ چکا ہے، نہیں اُس کو ادا کرنے کا محرک باقی نہیں رہا، نعمت کا پیش نہاد نہیں رہا، خشوع پیدا کرنے والی غرض نہیں رہی، غرض کا پیدا کیا ہوا اضطراب نہیں رہا، صبر ڈھانچ یا الفاظ باقی رہ گئے ہیں، اٹھک اور بیٹھک رہ گئی ہے، مصیبت کو کم کرنے کا ترخم رہ گیا ہے، اٹھنا لکھنے والا (الآنکذا الخ) (۲۵:۲) یا پانی کو بالوں کی جڑوں تک پہنچانے کے وسوسے رہ گئے ہیں یا مسح اور قصر، غسل اور استنجا، تیمم اور وضو کے مسئلے رہ گئے ہیں یا خدا پر احسان اور سجدوں کا ادعا رہ گیا ہے، جنت کے سبز باغوں کے خواب رہ گئے ہیں ورنہ نماز کا الصلوٰۃ رہ کر وہی قرن اول کے نتائج پیدا نہ کرنا ناممکن ہوا صراط مستقیم کے نصب العین کو ہر وقت پیش نظر رکھ کر اُس کے لئے شبانہ روز سعی و عمل کرنا، سعی و عمل کر کے اُس راہ رست کی وعدہ دی ہوئی نعمت کی ترپ میں منعم لم نیل کے حضور میں لپک لپک کر پہنچنا، دستی کھڑے ہو جانا اور نعمت کو مانگنا، بیٹھ جانا اور پھر اٹھ اٹھ کر بالاح تمام مانگنا، ماتھا گر گر کر گر کر مانگنا، گھٹنوں پر جھک جھک کر مانگنا، اور ساتھ ہی باقی دستوں میں صبر اور استقلال، تکلیف برداری اور شفقت، عزم

(بقیہ تحت لہن صفحہ ۲۶۶) آجکل مساجد کے اندر وضو کر نیکیے لئے حوضوں اور کنوؤں، حماموں اور غسل خانوں کا موجود ہونا بھی وہ بدعت اور تن آسانی کے شیوے ہیں جو قرن اول کی مساجد میں قطعاً موجود نہ تھے۔ اُس زمانے میں لوگ مساجد کے اندر اپنے گروں سے تیار ہو کر آتے اور خانہ خدا کے اندر اُٹھ کر نماز پڑھتے اور پھر نکلتے۔ فرقہ بندیوں نے جو اختلافات نماز کے ارکان میں از خود پیدا کر لئے ہیں وہ ان کے علاوہ ہیں اور بہت آہستہ نماز کی اصلی صورت کو بگاڑ رہے ہیں۔ الحقیقت کے بعد اللہ صلی علیہ وسلم کے لئے نماز کا ایک نئے نمونہ کے الفاظ جو پڑھے جاتے ہیں گمان غالب ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں امامت کے وقت خود نہ پڑھتے تھے۔ نہ معلوم کہ یہ درود و شریف کیسے پڑھے جاتے شروع ہوئے، کس کے حکم سے ہوئے اور خود رسول خدا اکیلی جگہ کیا پڑھتے تھے، قلن اور خدا کی مشورہ آتیں جو آجکل نماز عشا کے بعد وڑوں میں پڑھی جاتی ہیں اگر بدستور عید نبوت میں ہی پڑھی جاتی تھیں تو حیرت ہو کہ جمع قرآن کے وقت اُن کے کلام وحی دہونے میں خلوک کیوں پیدا ہوئے۔ الغرض ان سب امور کو پیش نظر رکھ کر یہ کہنا کچھ غلط نہیں کہ نماز کی ظاہری صورت بھی بہت آہستہ نامحسوس طور پر بگڑ رہی ہے۔ اور یہ بگاڑ اس لئے نہیں پیدا ہو گیا ہے جسکی بابت ہر مسلمان کا دعویٰ ہے کہ وہ علی التواتر قرن اول سے بلکہ خود نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت منکدہ سے ہم نوا ہو رہے ہیں۔ یہ یقین ہو کہ قرن اول دلی مردوں اور عورتوں کی مخلوط نماز جس کی امامت رسول خدا خود کیا کرتے تھے نہ صرف اپنے کیفیت حال میں، خشوع و خضوع میں، اصلاح قلوب میں، تزکیہ نفس میں، انعام النعمان اور انکسار میں، اتحاد اور اطاعت، موافقات اور مسامحت کا نتیجہ خیر اخلاق پیدا کرنے میں مہلک مختلف نبی بلکہ اس کے ادا کرنے کا اہتمام، اسکی قرأت کے الفاظ وغیرہ وغیرہ بھی کچھ نہ کچھ ضرور آجکل کی ترخم دلی نماز سے ضرور مختلف اور جدا لگانے تھے۔

۴۰ یہ آیہ تجلیلیہ سورۃ ابراہیم کے شروع میں واقع ہوئی ہے اور صفحہ ۵۵ پر آچکی ہے۔ یہاں صرف اس بات کا قطع فیہ ذکر کرنا کہ الطائفت اور الشرف سے الٹی مراد

اور نا خدا شناسی کے باعث ایک نابکار اور ناکار برادر، ایک مضحکہ انگیز اور بے مطلب، ایک ناتوان اور
اور مسکنت خیز، ایک بیگارا اور مصیبت بن چکی ہے تو اس میں تشرآن اور اسلام یا خدا اور رسول کا
کیا گناہ ہے!

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّذِي هُوَ وَيُبَيِّنُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ هُمْ أُولُوا الضَّلَالَةِ
أَنَّهُ لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ ۝ (۹:۱۷)

اس میں شک نہیں کہ یہ قرآن عظیم اپنے عالموں کو اس راہ پر لے جاتا ہے جو سب سے زیادہ درست اور قیام
آفریں ہے اور ان صاحب ایمان لوگوں کو جو ایمان کے لوازم پیش نظر رکھ کر مناسب عمل کرتے
ہیں بشارت دیتا ہے کہ ان کے لئے دنیا اور آخرت دونوں جگہ بڑا اجر ہے۔

(بقیہ تحت المتن ۲۶۹) بعینہ کس قسم کی تاریکیاں اور کس قطع کی روشنی ہے۔ شارحین قرآن جب معمول ان الفاظ سے علی الحساب روحانیت کی
روشنیاں یا نا خدا دانی کی تاریکیاں لے لیتے ہیں لیکن یہ سب غیر معین اور بے نتیجہ باتیں ہیں جو دراصل قرآن حکیم کو بغیر مطالعہ نہ کرنے کا نتیجہ ہیں ایک
آیت (۴۳:۳۳) جس میں الظلمت اور النور کے الفاظ آئے ہیں صفحہ ۱۳۳ کے تحت المتن میں آچکی ہے، دو آیتیں (۱۵:۱۵-۱۶) جن میں بھی الفاظ
ہیں صفحہ ۱۷۶ پر آچکی ہیں۔ صفحہ ۱۷۶ والی آیتوں سے کم از کم اس قدر مستنبط ہوتا ہے کہ صاحب القرآن تعالیٰ نے قرآن عظیم کو نور کہا جو اور فرمایا ہے کہ یہ
قرآن وہ نور ہے جسے دلیسے سے خدا اقوام عالم کو سلامتی، قیام فی الارض، اور بقا کی راہوں پر لے جاتا ہے اور انکو الظلمت سے النور کی طرف
نکا کر صراط مستقیم کی طرف لے جاتا ہے۔ فَذَرْهُمْ كَلِمَةَ اللَّهِ تَوَكَّلْ عَلَيْهِمْ ۚ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَنِ الْغَيْرُ ۚ رِضْوَانَهُ سَبِيلُ السَّلَامِ ۚ يَوْمَ يَقُولُ
مِنَ الظَّالِمِينَ إِنْ يَدْرِي إِنْ يُبَدِّلُ مِنْ أَلْسِنَ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (۱۵:۱۵-۱۶) (دیکھو صفحہ ۱۷۶ و ۲۳۴) گویا اس آیت کے بعد سے صاف
ظاہر ہے کہ الظلمت کا اسی مفہوم وہ تاریکیاں ہیں جو اقوام کو سلامتی اور بقا کے راستوں سے پرے ہٹا دیتی ہیں اور انھیں تکلیف دہ صراط مستقیم
سے ورغلا کر الضلالہ میں لے جاتی ہیں۔ اور النور وہ روشنی ہے جو اقوام کو اس دنیا میں بے خوف خطر دیتی ہے اور صراط مستقیم
پر چلائے رکھتی ہے۔ اس نقطہ نظر سے الظلمت، دراصل قانون خدا کو نہ سمجھنے یا اس پر عامل نہ ہونے کی تاریکیاں ہی ہیں اور النور وہ قانون خدا
تفصل اور اس کی تفصیل ہے جس کا نتیجہ اجتماعی دوام و بقا ہے۔ اور اسی لحاظ سے خود قرآن (یعنی قانون خدا) کو بھی نور کہا گیا ہے۔ رِجْزٌ آتِیَتْ
مِنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ فَأَعْمَتِ الْأَبْصَارَ وَكَلْبَ الْبَاسِ (۱۷:۸۵) سے ہوتی ہے جس میں صاف طور پر فرمایا ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے احکام دے کر بھیجا کہ وہ
ان احکام کے ذریعے سے اپنی قوم کو الظلمت سے النور کی طرف نکال لائیں اور حکم دیا کہ اس غفلت زدہ قوم کو آیات خدا کی یاد دہانی
کراؤ، اس میں شک نہیں کہ اس یاد دہانی جہاد میں ہر عقل فرج (صہبیار) عامل اور نعمت خدا کے قدر دان (مشکور) بندے کے لئے بہت سے
ارشادات موجود ہیں، وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظَّالِمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَذَكَرَهُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ الَّتِي وَفَّيْنَاكَ
لَا يَتَّبِعُ لَكُلٌّ صَبْرًا رَشِيدًا (۵:۱۲)۔ ایک ہی سورہ میں چار آیتوں کے وقفے کے بعد الظلمت اور النور کے مطالب کی یہ اتنی شریح
اس بات کی حقیقت دہل ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو یہی کہا گیا تھا کہ قوم کو نکال دیتا ہے اور بچا کر لے گا، خوف اور ضعف، قانون خدا کے عدم تفصل اور نا انجام شکر
کی ظلمتوں سے نکال کر باو شہادت اور امن، قوت اور عزت کے سبیل السلولہ پر لے آؤ اور جہاد بالسیف (آیت اللہ) کے دلو

(بقیہ تحت المتن صفحہ ۲۷۰)

اُن میں پیدا کر کے اُنکے اندر صبر اور استقلال، بادشاہت کی صحیح تدبیر شناسی یعنی حکماء اور مشکوکہ بننے کا اخلاق جاری و ساری کروا دی، مہتمما
تھا جسکے لئے موسیٰ علیہ السلام ہوش ہوئے تھے اور یہی انہوں نے کر دکھایا۔ چنانچہ اسی سورۃ کے مصیباتی میں نوح علیہ السلام وغیرہ کے بارے
میں بھی وَاسْتَغْفِرُوا ذُنُوبَكُمْ وَكَانَ جَنَّتُكَ رَعْدٌ ۝ (۱۵: ۱۱۳) آیا ہے، یعنی انہوں نے وہ ملک نسخ کر لیا۔ اور نہ معاند اور ظالم گروہ مند دیکھتا رہ گیا۔ بلکہ
(۱۴: ۲۳) میں ہے: وَادْخُلِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ ۝ (۱۴: ۲۳)
فِيهَا نَسَاءٌ مِثْلُهُمْ (۲۳: ۱۱۳) یعنی عمل صالح کرنے والے ایمان دار سرسبز باغوں میں داخل کروئے گئے، وہ جب تک خدا ان کا ماضی رہے گا اور اگر
سُکھوگا اس میں ہمیشہ رہیں گے اور اُنکے اندر سب طرف سے یہی دعائے خیر ہوگی کہ امن سے رہو! (مضمناً ادْخُلِ) کا ماضی کا صیغہ اس امر کی ناقابل
انکار دلیل ہے کہ جنت سے مراد ارضی بادشاہت ہی تھی۔

الغرض سورۃ ابراہیم کی مذکورہ صدر آیت (۵: ۱۱۳) الظَّالِمَاتُ اور المؤمنات کے معانی کی صحیح تعبیریں جٹا کر دی ہیں۔ اور تشریح آن ظہیر کی بات بھی
سورۃ ابراہیم کے شروع میں ہی کیا گیا تھا کہ یہ وہ کتاب ہے جو اقوام کو حکومت اور افلاس کی ظلمتوں سے نکال کر قوت اور عزت، غلبہ و امن، باوقار
اور جنتیں زمین حاصل کرنے کی طرف جو عزیز و حمید خدا کا بتایا ہوا صراط مستقیم ہے نکال دیتی ہے۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی دنیاوی فلاح
اور غلبے کو قرآن حمید میں کئی جگہ بالقرائن نور کیا گیا ہے۔ مثلاً یُرِيدُ مَنْ أَنْ يُظْفِقُوا لِقَوْلِ اللَّهِ بِأَقْوَاهُمْ وَيَأْتِي اللَّهُ لَأَنْ يَنْفَعَهُ نَوْرًا
وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ (۳۲: ۹) اور یُرِيدُ مَنْ لِيُظْفِقُوا لِقَوْلِ اللَّهِ بِأَقْوَاهُمْ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ (۸۱: ۶) میں جو
صفحہ ۱۸۴ پر آچکی ہیں اور جہاں نور سے مراد سیاسی ممکن اور دنیاوی قوت کے سوا کچھ اور لینا ناممکن ہے (دیکھو تحت المتن صفحہ ۱۸۴) علیٰ ہذا نقل کیا
سورۃ حدید کی آیات (۱۵: ۱۳۰-۱۳۱) اور سورۃ تحریم کی آیت (۸۱: ۶) میں سُنُّوا لِقَوْلِ اللَّهِ بِأَقْوَاهُمْ وَيَأْتِي اللَّهُ لَأَنْ يَنْفَعَهُ نَوْرًا
(۸۱: ۶) کے الفاظ بلکہ جنتی جنتی میں جنتی جنتی کے الفاظ ہی آئے ہیں اور وہاں مراد صاف یہ ہے کہ جب مسلمان جنت زمین میں
داخل ہونگے تو بادشاہت اور غلبے کا نور اُنکے آگے آگے دوڑ رہا ہوگا، منافق عرب جنہوں نے اس بادشاہت زمین کے حاصل
کرنے میں روڑے اٹھائے تھے حسرت کے مارے مسلمانوں کو کہیں گے کہ خدا تیرا ہم سے ہی اس نور سے کچھ لے لیں اور جب جواب نفی میں ملے گا تو
تجذیبیں کر نیچے کر کیا ہم تمہارا ساتھ نہیں دیا کرتے تھے؟ پھر جواب ملے گا کہ نہیں۔ تم منتظر رہا کرتے تھے، ہمارے ختم ہونے میں شک کیا کرتے
تھے، تم کو تمہاری من مانی آرزوؤں نے دھوکا دے رکھا تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان آیات کو یہاں نقل کرنے کی ضرورت نہیں جس وقت ان کا موقع
آئے گا ان کا پورا مفہوم عیاں کر دیا جائے گا۔ لیکن نور کے مفہوم کے لئے صفحہ ۱۷۲ کی آیت (۱۵: ۱۳۰) پر بھی غور کرنا چاہیئے +

تَمَجُّدُ الْإِلَهِ

مذکور

تذکرہ

طُحْمَدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ الْكَافِرُ الرَّحِيمُ ۝ مَلِكُ يَوْمِ الدِّينِ ۝ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝
إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ

وَالضَّالِّينَ

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا

إِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا ذُنُوبَنَا وَلَا تُجِزِلْ

عَلَيْنَا أَصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا

رَبَّنَا وَلَا تُحِطِّمْ لَنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَ

اعْفُ عَنَّا وَاعْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ

الْكَافِرِينَ ^(يُؤَيِّنُ) رَبَّنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ وَمَا لَكَ زِينَةً وَأَمْوَالًا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

رَبَّنَا لِيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّى يَرَوْا

الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ^(يُؤَيِّنُ) رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِقَوْمِ الظَّالِمِينَ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ^(يُؤَيِّنُ)

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَإِصْرَكَ وَتَوَقُّفَنَا عَلَى الْإِسْمِ وَاصْصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّكَ إِذَا صَلَّيْتَ صَلَّيْنَا وَتَسَبَّحْتَ تَسَبَّحْنَا وَتَكَبَّرْتَ تَكَبَّرْنَا

الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ^(يُؤَيِّنُ) رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا

فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَتَجْزِلْ لَنَا أَسْوَاقَنَا لِلْجَنَّةِ وَتَدْعُ إِلَيْنَا دَعْوَةَ الْإِيمَانِ رَبَّنَا وَاتِنَا مَا وَعَدْتَنَا

عَلَى رَسُولِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ

أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَابِدٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرُوا أَنِّي بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ

فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَآخَرُوا

مِنْ دِيَارِهِمْ أَوْ ذُوقُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتِلُوا أَوْ

قَاتِلُوا الْكَافِرِينَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَا دُخْلَ لَهُمْ جَنَّاتٍ

جَزَى مِنْ حَتَّى هِيَ الْأَكْهَرُ تَوَابًا مِّنْ عِنْدِ

اللَّهِ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حَسَنُ التَّوَابِ ^(رَأَى عَزَّ وَجَلَّ)

CALL No. { ۲۹۷۶۱۲ } ACC. No. ۵۹.
 AUTHOR محمد عناية الله خاں اشرقي الهندی
 TITLE تذکرہ - محلہ اول

RESERVED SECTION

۲۹۷۶۱۲
 ۲۹۷۶۱۲
 ۵۹.
 محمد عناية الله خاں اشرقي الهندی
 تذکرہ - محلہ اول

Date	No.	Date	No.

BOOKED AT THE TIME
 JE



MAULANA AZAD LIBRARY
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

RULES:-

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1-00 per volume per day shall be charged for text-books and 10 Paise per volume per day for general books kept over - due.

